سنن ابی داؤد
کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الجزء الثانی

الدُّرُّ المنضود
علیٰ
سُنَنِ أبی داود

کتاب الصلوٰۃ
(ابتداء تا باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الخ)

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی
حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ
صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور
تلمیذ رشید
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
مکتبۃ الشیخ
۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی ۵ فون: 021-34935493

سنن ابی داؤد کی جامع اور مکمل شرح
مع متن، اعراب، ترجمہ احادیث وتخریج

الدر المنضود

على

سنن أبي داود

الجزء الثاني

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ (صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور)

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

الناشر

مكتبة الشيخ

۳/۴۴۵ - بہادر آباد - کراچی ۵

جدید ایڈیشن کے جملہ حقوق بحق مکتبۃ الشیخ کراچی محفوظ ہیں

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط اور اضافات کے ساتھ،
احادیث کے مکمل متن، ترجمہ اور تخریج کے ساتھ منفرد ایڈیشن۔

نام کتاب	:	الدر المنضود على سنن أبي داؤد ﴿الجزء الثاني﴾
افادات درسیہ	:	حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
ترجمہ	:	مولانا محمد زکریا مدنی مدظلہ (استاذ معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)
تخریج و ترتیب جدید	:	اراکین الخبیب اکیڈمی معراج منزل علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ 0321 - 235 7 200
ناشر	:	مکتبۃ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد کراچی ۵
اشاعت طبع جدید	:	ذوالقعدہ ۱۴۳۷ھ اگست 2016ء

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ
دکان نمبر-19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی
0312-5740900, 0321-2098691

مکتبہ زکریا
دکان نمبر 2، قاسم سینٹر، نزد سوبراج ہسپتال، اردو بازار، کراچی
021-32621095, 0312-2438530

قدیمی کتب خانہ، کراچی
کتب خانہ اشرفیہ، اردو بازار، کراچی
اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبۃ العلوم، بنوری ٹاؤن، کراچی
مکتبہ قاسمیہ، لاہور
مکتبہ حقانیہ، ملتان
مکتبۃ العارفی، فیصل آباد
سیّد احمد شہید، اکوڑہ خٹک

دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی
کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
مکتبہ ندوہ، اردو بازار، کراچی
مکتبہ رحمانیہ، لاہور
مکتبہ حرمین، لاہور
ادارہ تالیفات، ملتان
مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
مکتبہ علمیہ، پشاور

نور محمد کتب خانہ، آرام باغ، کراچی
مکتبہ انعامیہ، اردو بازار، کراچی
مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی
زم زم پبلشرز، اردو بازار، کراچی
المیزان، لاہور
مکتبہ امدادیہ، ملتان
مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی
ادارہ اسلامیات، لاہور

﴿ ہر دینی کتب خانہ پر دستیاب ہے ﴾

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
فہرستِ مضامین	3
کِتَاب الصَّلاۃ	13
صلاۃ سے متعلق ابحاث ثمانیہ مفیدہ	13
يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ اور اس کی تشریح	19
قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ پر فقہی کلام واختلاف ائمہ	20
وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ	21
بَابٌ فِي الْمَوَاقِيتِ	22
صلوات خمسہ کے اوقات کی تفصیل مع اختلاف علماء	24
حدیث امامتِ جبرئیل کی شرح	26
وقت مغرب میں شافعیہ کی مذہب کی تحقیق	28
عمر بن عبد العزیز أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا	30
بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ ﷺ الخ	36
نوم قبل العشاء اور حدیث بعد العشاء کی تفصیل	38
وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ	39
بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ	39
فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ	40
حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ اور وقت ظہر الی مثلین کی بحث	43
إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ اور اس کی تشریح	44
بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ	45
كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ اور اسکی تشریح	47
باب في الصلوة الوسطى	49
غزوہ خندق میں فائتہ نمازوں کی تعداد	50
باب من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادرکها اور اس میں مسلکِ احناف کی تحقیق	53
فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ اور اس کی شرح	57
بَابٌ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ	59
إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ اور اہل تشیع کا استدلال	60
بَابٌ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ	61
يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ	62
تاخیر عشاء اور اس کی تقدیم کی بحث	64
بَابٌ فِي وَقْتِ الصُّبْحِ	65
مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ اور اس کی شرح	66
اسفار کے دلائل	67
بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ	68
صلوات خمسہ کے اوقات مستحبہ کی تفصیل عند الائمہ الاربعہ	68
جمعہ کا وقت مستحب اور اس میں اختلاف علماء	69
تحقیق صنابحی	70

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
وجوب وتر کی دلیل	71	بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ	107
عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ الخ	72	صحیفۂ سمرہ کی پہلی حدیث	108
وقت اول کی فضیلت اور اس پر کلام	73	بَابٌ فِي السُّرُجِ فِي الْمَسَاجِدِ	108
افضل الاعمال کا مصداق اور اس میں اختلاف علماء	73	بَابٌ فِي حَصَى الْمَسْجِدِ	109
قُلْتُ: إِنَّ هٰذِهِ سَاعَاتٌ بِي فِيهَا أَشْغَالٌ الخ	75	بَابٌ فِي كَنْسِ الْمَسْجِدِ	111
بَابٌ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ	76	نسیان قرآن کا حکم	112
اعادۂ صلوۃ سے متعلق مسائل خلافیہ فقہیہ	78	بَابٌ فِي اعْتِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ	113
فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ	81	بَابٌ فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ	115
بَابٌ فِي مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْ نَسِيَهَا	82	خود نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا واجب ہے	116
واقعۂ لیلۃ التعریس کی بحث	82	بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ	117
قَالَ: انْظُرْ. فَقُلْتُ: هٰذَا رَاكِبٌ. هٰذَانِ رَاكِبَانِ اور اس کی شرح	89	إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ الخ اس حدیث سے متعلق مباحث خمسہ	117
وَمِنَ الْغَدِ لِلْوَقْتِ اور اس کی تشریح	90	بَابٌ فِي فَضْلِ الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ	119
جیش الامراء کا مصداق	92	قوله ما لم يحدث اور اخراج ریح فی المسجد کا حکم	121
واقعہ لیلۃ التعریس اور تعلیم فعلی	96	بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ	122
بَابٌ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ	97	بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ	123
تزیین مساجد کا حکم شرعی	98	شرح حدیث میں امام نوویؒ اور قاضی عیاضؒ کا اختلاف	123
أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ	100	اسطوانہ مخلقہ	131
وَغَيَّرَهُ عُثْمَانُ وَسَقَّفَهُ السَّاجَ	102	بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُشْرِكِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ	131
فَنَزَلَ فِي عُلْوِ الْمَدِينَةِ	104	فَقَالَ: قَدْ أَجَبْتُكَ اس کلام کی تشریح	133
قبور مشرکین کا نبش	105		

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ایک ہی حدیث پر مصنفؒ اور امام بخاریؒ کے دو مختلف ترجمے	134	بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ آخَرُ	175
بَابٌ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ	135	بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْأَذَانِ	177
جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا	136	بَابُ مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهُدِ الْوَقْتِ	180
وہ مواضع سبعہ جن میں نماز ممنوع ہے	138	بَابُ الْأَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ	182
بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ	139	بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي أَذَانِهِ	183
بَابُ مَتَى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ	140	بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ	185
کیا تارک صلاۃ کی سزا قتل ہے؟	141	اذان خطبہ کی اجابۃ	186
وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ	142	بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ	191
بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ	143	بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْأَذَانِ	191
مباحث ستہ متعلقہ باذان	143	بَابُ أَخْذِ الْأَجْرِ عَلَى التَّأْذِينِ	193
بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ	149	استیجار علی الطاعات میں اختلاف علماء	195
ترجیع فی الاذان کی بحث	152	بَابٌ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ	196
صبح کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ	156	بَابُ الْأَذَانِ لِلْأَعْمَى	199
عن ابن أبي محذورة عن أبيه عن جده اس سند کی تشریح	161	بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ	200
أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ	164	اعادہ صلاۃ سے متعلق متعدد ابواب	201
أُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ	166	بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْإِمَامَ	201
تحویل قبلہ سے متعلق دو بحثیں	170	بَابٌ فِي التَّثْوِيبِ	202
بَابٌ فِي الْإِقَامَةِ	170	بَابٌ فِي الصَّلَاةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ الخ	203
تثنیۂ اقامہ میں حنفیہ کے دلائل	172	متى يقوم الناس في الصف	205
		متى يكبر الإمام للتحريمة	205
		اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل	207

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ	209	بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ	249
حکم جماعت میں مذاہب علماء	209	بَابُ الرَّجُلِ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ	251
اعمیٰ کیلئے ترک جماعت کی اجازت	215	بَابُ إِمَامَةِ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ	252
بَابٌ فِي فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ	216	بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمَى	253
بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ	219	بَابُ إِمَامَةِ الزَّائِرِ	254
کیا دار بعیدہ من المسجد افضل ہے قریبہ سے؟	220	بَابُ الْإِمَامِ يَقُومُ مَكَانًا أَرْفَعَ مِنْ مَكَانِ الْقَوْمِ	255
بخاری شریف کے ایک ترجمۃ الباب کی توجیہ	221	بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ	259
فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ	222	وإذا قرأ القرآن فانصتوا کے ثبوت کی بحث	263
ثواب جماعت کے بارے میں اختلاف روایات	225	بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ كَيْفَ يَقُومَانِ	265
بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ	227	حضور ﷺ اور ام حرام کے درمیان علاقہ	
تشبيك في الصلوة	227	محرمیت کی بحث	266
بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ	229	تنفل بالجماعۃ میں اختلاف ائمہ	267
بَابُ السَّعْيِ إِلَى الصَّلَاةِ	233	مسئلہ محاذاۃ میں حنفیہ کی دلیل	267
مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا	234	بَابُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً كَيْفَ يَقُومُونَ	269
بَابٌ فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ	235	أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ کی شرح	270
بَابُ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ	237	مسائل ثابتہ بالحدیث	271
بَابُ إِذَا صَلَّى فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ أَدْرَكَ جَمَاعَةً أَيُعِيدُ	240	بَابُ الْإِمَامِ يَنْحَرِفُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ	273
بَابٌ فِي جُمَّاعِ الْإِمَامَةِ وَفَضْلِهَا	240	بَابُ الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ	274
بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَافُعِ عَلَى الْإِمَامَةِ	241	بَابُ الْإِمَامِ يُحْدِثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ	275
بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ	242	بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُومُ مِنَ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ	277
امامت صبی مع اختلاف ائمہ	245	تقدم علی الامام فی اداء الارکان کی تفصیل مع	

مضمون	صفحہ
اختلاف ائمہ	277
هل السمن من اوصافه ﷺ	279
کیا صحابی محتاج توثیق ہے؟	280
بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ يَرْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ	281
بَابُ جِمَاعِ أَثْوَابِ مَا يُصَلَّى فِيهِ	283
حد العورۃ میں اختلاف علماء	283
انکشاف عورت میں اختلاف علماء	284
صلاة فی الثوب الواحد	286
بَابُ الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثَّوْبَ فِي قَفَاهُ ثُمَّ يُصَلِّي	287
ثوب واحد کے اقسام ثلاثہ اور ہر ایک کا طریق استعمال	287
لو وقع نظر المصلی علی عورته	289
اشتمال الیہود اور اشتمال الصماء کی تفسیر	292
بَابُ الْإِسْبَالِ فِي الصَّلَاةِ	293
بَابٌ فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ	295
بَابُ الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ	296
بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ	298
بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِصًا شَعْرَهُ	300
بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ	302
صحت صلاۃ کیلئے طہارۃ عن النجاسۃ کے شرط ہونے میں اختلاف	305
بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا	305
بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ	307
بلا حائل زمین پر سجود میں اختلاف	307
بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ	308
بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ	310
تَفْرِيعُ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ	311
بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ	311
وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ کی شرح	313
صف اول کا مصداق	315
تسویۂ صفوف کس وقت ہونا چاہیے؟	316
بَابُ الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِي	320
بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ الخ	322
بَابُ مَقَامِ الصِّبْيَانِ مِنَ الصَّفِّ	324
بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ الخ	325
بَابُ مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ	327
بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ	327
بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ	328
تَفْرِيعُ أَبْوَابِ السُّتْرَةِ	330
بَابُ مَا يَسْتُرُ الْمُصَلِّي	330
سترہ سے متعلق ابحاث عشرہ	330
بَابُ الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا	335
بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ	337

مضمون	صفحہ
بَابُ مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي أَنْ يَدْرَأَ الخ	340
بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي	343
بَابُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ	345
اَللّٰهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ	348
باب سترة الإمام سترة من خلفه	349
مسئلۃ الباب میں اختلاف مع ثمرۂ اختلاف	350
بَابُ مَنْ قَالَ الْمَرْأَةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ	351
بَابُ مَنْ قَالَ: الْحِمَارُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ	354
أَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ	359
بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ	360
رفع یدین سے متعلق مباحث خمسہ	360
رفع یدین میں امام مالکؒ کے مسلک کی تحقیق	361
رفع یدین عند الحنفیہ مکروہ ہے یا خلاف اولیٰ	362
رفع یدین کے وقت تفریق اصابع اولیٰ ہے یا ضم	363
حنفیہ کے نزدیک رفع یدین کا نسخ اور اس میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی رائے	365
حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی رائے	365
صاحب امانی الاحبار کا تبصرہ	366
حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا مسلک	367
کوفہ کا علمی مقام اور اہل کوفہ کا عدم رفع یدین پر اتفاق	368
اہل مکہ مکرمہ کا طرز عمل	369
رواۃ رفع کے تعدد و تکثر کی بحث	369

مضمون	صفحہ
مولانا انور شاہ صاحب کا بیان کردہ نکتہ	371
رفع یدین کی روایات صحیحین میں	372
حدیث ابن عمرؓ پر کلام	372
حدیث ابن عمرؓ کا نسخ اور شافعیہ کا اس پر نقد	373
کیا عبد الجبار کی ولادت اپنے والد کے انتقال کے بعد ہوئی	376
وائل بن حجرؓ کی حدیث پر کلام	377
وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى کی تشریح	379
بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ	380
حدیث ابو حمید ساعدی کی تخریج اور حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب	386
قعدہ میں افتراش اور تورک کے بارے میں علماء کا اختلاف	389
تورک کی مختلف شکلیں	390
رکوع سے سجدہ میں جانے اور پھر سجدہ سے کھڑے ہونے کی کیفیت میں اختلافِ علماء	390
سجدہ سے کھڑے ہوتے ہوئے اعتماد یدین کا زمین پر ہوگا یا رکبتین پر؟	391
حدیث ابن عمرؓ بطریق نافعؒ	394
رفع یدین میں حدیث علیؓ اور اس کے جوابات	396
صحیحین میں رفع یدین کی روایات کی تعداد	397
عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی وجہ ترجیح	398

مضمون	صفحہ
بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ	400
عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات	401
حفظ راوی کو اسکی کتاب پر ترجیح ہے یا برعکس	402
قصۃ الاوزاعی مع ابی حنیفہ	403
حدیث البراءؓ پر محدثین کا کلام اور اس کا رد	407
سند میں ایک غلطی اور اس کی اصلاح	408
حدیث البراءؓ پر حاکم کا نقد اور اس کا جواب	409
عدم رفع کے سلسلہ کی مزید دوسری روایات	409
حدیث: لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ پر بحث	410
مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ پر بحث	411
ختام مسک	412
بَابُ وَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ	413
تحت السرہ اور تحت الصدر میں دلائل فریقین	414
بَابُ مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ	418
اس سلسلہ میں مختاراتِ ائمہ	418
الشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ کی شرح	422
دعاء فی حال الصلاۃ میں امام مالکؒ کا مسلک	424
نماز کی حالت میں حمدِ عاطس	428
بَابُ مَنْ رَأَى الِاسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ	429
مصنف کا حدیث الباب پر رد اور اس کی تحقیق	430
بَابُ السَّكْتَةِ عِنْدَ الِافْتِتَاحِ	431
نماز کے سکتات میں اختلافِ روایات	431
بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْجَهْرَ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	435
الکلام علی دلائل الباب	435
بَابُ مَنْ جَهَرَ بِهَا	440
قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: مَا حَمَلَكُمْ کی شرح	441
بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ لِلْأَمْرِ يَحْدُثُ	443
إطالة الركوع للجائي	444
بَابٌ فِي تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ	444
بَابُ مَا جَاءَ فِي نُقْصَانِ الصَّلَاةِ	448
خشوع فی الصلاۃ کا حکم	448
بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ	449
قراۃ فی الصلاۃ کے حکم میں اختلاف	449
محل قراءت کونسی رکعتیں ہیں؟	449
تطویل القراۃ فی الرکعۃ الاولیٰ	451
بَابُ تَخْفِيفِ الْأُخْرَيَيْنِ	453
قَدْ شَكَاكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ کی تشریح	453
ضم سورت میں اختلاف علماء	453
ضم سورت فی الاخریین	455
بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ	455
قراۃ مستحبہ کے بارے میں اثر عمرؓ	456
صلوات خمسہ میں قراۃ مستحبہ	456
بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ	459

مضمون	صفحہ
آخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بارے میں اختلاف روایات	460
کیا مغرب کی نماز میں تطویل قراءۃ کا ثبوت ہے؟	461
قراءۃ مستحبہ میں صاحب بدائع کی رائے	462
بَابُ الرَّجُلِ يُعِيدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي الرَّكْعَتَيْنِ	464
بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ	464
بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ	466
رکنیتِ فاتحہ میں اختلافِ ائمہ	466
فاتحہ خلف الامام میں مذاہب ائمہ	468
اقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِي نَفْسِكَ	469
حدیثِ عبادہ کے جوابات	471
فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر	474
مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ پر بحث	475
امام اعظمؒ کی سند سے حدیث اور دار قطنیؒ کا اس پر نقد	475
وإذا قرأ فأنصتوا پر بحث	476
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ پر کلام	477
اس سلسلہ میں آثار صحابہ	477
شافعیہ کے نزدیک مقتدی فاتحہ خلف الامام کس وقت کرے؟	479
بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقِرَاءَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ	480
بَابُ مَا يُجْزِئُ الْأُمِّيَّ وَالْأَعْجَمِيَّ مِنَ الْقِرَاءَةِ	484

مضمون	صفحہ
مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ	486
بَابُ تَمَامِ التَّكْبِيرِ	488
تکبیراتِ انتقال میں اختلافِ علماء	488
مصنف کے قول کی شرح	491
سند کی شرح	491
تاویل حدیث	492
بَابُ كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ	492
مالکیہ کی دلیل	493
بَابُ النُّهُوضِ فِي الْفَرْدِ	494
جلسہ کی بحث	494
بَابُ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ	496
بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ	498
شرح السند	499
شرح الحديث	500
بَابُ الدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ	503
بَابُ رَفْعِ النِّسَاءِ إِذَا كُنَّ مَعَ الرِّجَالِ رُءُوسَهُنَّ مِنَ السَّجْدَةِ	504
بَابُ طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ	504
قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ کی شرح	505
قومہ اور جلسہ بین السجدتین رکن قصیر ہیں یا رکن طویل	507
بَابُ صَلَاةِ مَنْ لَا يُقِيمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ	509

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعدیلِ ارکان میں مذاہب ائمہ	509	بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَصْنَعُ؟	538
تعدیل وطمانینۃ کی حقیقت	509	صرف ایک سجدہ کی فضیلت	539
جمہور کے استدلال کا حنفیہ کی طرف سے جواب	510	ادراکِ رکوع سے ادراکِ رکعت	539
حضرت ابو ہریرہؓ کی عادت ارسال کی	512	بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ وَالْجَبْهَةِ	539
بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ صَلَاةٍ		بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ	540
لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ»	516	بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ	544
زیاد اور عبید اللہ بن زیاد کا مختصر حال	517	بَابٌ فِي التَّخَصُّرِ وَالْإِقْعَاءِ	545
اول ما یحاسب کے بارے میں دو مختلف حدیثیں	519	بَابُ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ	547
بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ	520	بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ	549
تطبیق في الرکوع	520	بَابُ الِالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ	551
بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ	521	بَابُ النَّظَرِ فِي الصَّلَاةِ	553
رکوع وسجود کی تسبیح میں وبحمدہ کی زیادتی	522	بَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ	557
تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکوع وسجود	526	حمل الصبي في الصلاة	559
لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ		ایک قوی اشکال اور اس کی تشریح وتوضیح	562
کی تشریح	527	بَابُ رَدِّ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ	563
بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ	529	مذاہب ائمہ	563
قَالَ أَحْمَدُ: يُعْجِبُنِي فِي الْفَرِيضَةِ أَنْ يَدْعُوَ بِمَا فِي		شرح حدیث میں دو قول اور اس کا منشأ	564
الْقُرْآنِ کی شرح	532	بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ فِي الصَّلَاةِ	568
بَابُ مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ	533	بَابُ التَّأْمِينِ وَرَاءَ الْإِمَامِ	573
قوتِ حافظہ کی ایک عجیب مثال	534	مباحثِ خمسہ	573
بَابُ أَعْضَاءِ السُّجُودِ	536	شافعیہ کا اہم مستدل	574

مضمون	صفحہ
حضرت امام بخاریؒ کے نقد کا جواب	575
حَتّٰی یَسْمَعَ مَنْ یَلِیہِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ کا جواب	578
امام بخاریؒ کے استدلالات	578
حنفیہ کے دلائل	578
لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ کی شرح	582
لفظ المُقْرَائِيُّ کی تحقیق	584
بَابُ التَّصْفِيقِ فِي الصَّلَاةِ	584
نماز کی حالت میں استخلاف امام کب جائز ہے؟	587
بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ	588
بَابٌ فِي مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ	589
بَابُ الرَّجُلِ يَعْتَمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصًا	591
بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ	592
بَابٌ فِي صَلَاةِ الْقَاعِدِ	593
وَصَلَاتُهُ نَائِمًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا کی شرح	594
بَابُ كَيْفَ الْجُلُوسُ فِي التَّشَهُّدِ	601
بَابُ التَّشَهُّدِ	607
ابحاثِ ثلاثہ	607
حضور اکرم ﷺ کی کمال فصاحت	608
لطیفۂ التحیات	609
تشہد کے اخیر میں دعاء اور نماز میں درود کا حکم شرعی	612
وإذا قرأ فأنصتوا	616
سماع الحسن عن سمرة کی بحث	617
بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ التَّشَهُّدِ	618
مباحثِ اربعہ متعلقہ بدرود شریف	618
بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ	623
اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا کی تشریح	624
بَابُ الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُّدِ	626
اشارہ بالمسبحہ سے متعلق مباحثِ اربعہ	627
نماز میں نظر مصلی کس طرف ہونی چاہیے؟	630
بَابُ كَرَاهِيَةِ الْاِعْتِمَادِ عَلَى الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ	631
بَابٌ فِي تَخْفِيفِ الْقُعُودِ	632
شرحِ حدیث میں دو قول	633
بَابٌ فِي السَّلَامِ	633
تسلیمۂ واحدہ اور تسلیمتین کی بحث	633
شرح السند	636
نماز کے سلام میں وَبَرَكَاتُهُ میں کی زیادتی اور دوسرے اختلافات	637
بَابُ الرَّدِّ عَلَى الْإِمَامِ	639
بَابُ التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ	640
بَابُ حَذْفِ التَّسْلِيمِ	641
بَابٌ إِذَا أَحْدَثَ فِي صَلَاتِهِ يَسْتَقْبِلُ	642
بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الخ	643

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین

اللّٰهم إني أحمدك وأستعينك

کِتَابُ الصَّلَاةِ

نماز کے متعلق احکام کا تفصیلی بیان

طہارت جو کہ نماز کے اہم شرائط میں سے ہے اس کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب یہاں سے مصنفؒ مشروط جو کہ مقصود ہے اس کو بیان فرماتے ہیں۔ اس مقام کے مناسب چند بحثیں ہیں جن کا شروع میں جاننا مناسب ہے۔

البحث الأول: صلاۃ کے لغوی معنی کہا گیا ہے کہ اس کے اصل معنی دعا کے ہیں۔ قال تعالی: وَصَلِّ عَلَيْهِمْ[1] أي: ادع لهم، اور حدیث میں ہے: فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ[2] یعنی اگر کوئی شخص روزہ دار ہو (اور کوئی اسکی دعوت کرے) تو اسکو چاہئے کہ داعی کے مکان پر جا کر دعا دے کر چلا آئے۔ اس کے بعد اس عبادت مشہورہ کا نام رکھا گیا اس مناسبت سے کہ وہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے اور کہا گیا ہے کہ لفظ صلاۃ مشترک ہے دعا تعظیم، رحمت اور برکت کے درمیان، یعنی صلاۃ کے یہ سب معنی آتے ہیں اور بعض نے کہا کہ اس کے اصل معنی تعظیم کے ہیں اور عبادت مخصوصہ کو اس لئے صلاۃ کہا جاتا ہے کہ اس میں اللہ رب العالمین کی تعظیم ہے۔

البحث الثاني: لفظ صلاۃ کا مأخذ اشتقاق۔ اس میں چند قول ہیں: کہا گیا ہے کہ یہ مشتق ہے صِلَةٌ سے، اس لئے کہ نماز بندے کو اللہ تعالی اور اسکی رحمت سے جوڑتی اور قریب کرتی ہے۔ اصل میں یہ لفظ وَصْلَةٌ تھا۔ اولاً اس کے اندر قلب مکانی ہوا، یعنی وَصَلَةٌ کو صَلَوَةٌ کیا، پھر قاعدۂ اعلال، یعنی واو متحرک ماقبل مفتوح پائے جانے کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا گیا صلوٰۃٌ ہو گیا، اور اسکو واؤ کے ساتھ اسی لئے لکھا جاتا ہے کہ اس کے اصل کی طرف اشارہ ہو جائے اور کہا گیا کہ یہ صَلاً سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں: العظم الذي عليه الألیتان یعنی سرین سے اوپر کی ہڈی۔ نماز کی حالت میں چونکہ تحرک صلوین ہوتا ہے اس لئے اسکو صلاۃ کہا گیا اور کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے مصلی سے، میدان گھوڑ دوڑ میں جو گھوڑا دوسرے درجہ میں

---

[1] اور دعا دے ان کو (سورۃ التوبۃ ۱۰۳) أي: ادع لهم واستغفر لهم. كما رواه مسلم في صحيحه (تفسير ابن كثير - ج ۷ ص ۲۷۵)

[2] صحیح مسلم - كتاب الحج - باب زواج زينب بنت جحش، ونزول الحجاب، وإثبات وليمة العرس ۱۴۳۱

ہوتا ہے اسکو مصلّی کہا جاتا ہے اور جو سب سے آگے ہو اسکو مُجلّی کہتے ہیں اور جو تیسرے درجہ میں ہو اسکو مُسَلّی، چونکہ ارکان اسلام میں شہادتین کے بعد دوسرا درجہ نماز ہی کا ہے اس لئے اسکو صلاۃ کہا گیا۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ ماخوذ ہے "صلیت العود علی النار" سے۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب لکڑی کی کجی کو آگ کی حرارت کے ذریعہ درست کیا جائے۔ نماز کے ذریعہ بھی چونکہ انسان کی باطنی کجی دور ہوتی ہے اس لئے اسکو صلاۃ کہا جاتا ہے لیکن اس آخری قول پر امام نوویؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صلاۃ میں لام کلمہ واو ہے اور صلیت میں یاء ہے ،فکیف یصح الاشتقاق، اشتقاق کیلئے حروف اصلیہ میں اشتراک ضروری ہے، لیکن علماء نے اس اعتراض کی تغلیط کی ہے کہ جملہ حروف اصلیہ میں اشتراک صرف اشتقاق صغیر میں شرط ہے، اشتقاق کبیر میں شرط نہیں۔ اشتقاق کی کئی قسمیں ہیں جن کو ابتدائی کتاب مراح الأرواح میں اور انتہائی بیضاوی شریف میں دیکھ لیا جائے۔

البحث الثالث: ابتداء مشروعیت صلاۃ۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اس کی مشروعیت قبل الھجرۃ لیلۃ الاسراء میں ہوئی۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے: باب کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسراء؟ لیلۃ الاسراء کے سن، ماہ اور تاریخ تینوں میں اختلاف ہے۔ پہلے سن کا اختلاف سنئے:

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس سلسلہ میں تین قول ذکر کئے ہیں: ① نبوت کے پندرہ ماہ بعد۔ ② نبوت کے پانچ سال بعد۔ ③ ہجرت سے ایک سال قبل۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری[1] میں اس سلسلہ میں دس سے زائد قول لکھے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے قَبْلَ الْھِجْرَۃِ بِسَنَۃٍ ہی کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی کے قائل ہیں ابن سعد وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے امام نوویؒ نے اور ابن حزم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔ حافظ کہتے ہیں: اجماع نقل کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں اختلاف کثیر ہے، دس سے زائد اقوال ہیں۔ پھر حافظ نے ان اقوال کو ذکر کیا جن میں ایک ہجرت سے تین سال قبل اور ایک ہجرت سے پانچ سال قبل بھی ہے۔ لہذا اس پر اجماع نقل کرنا تو صحیح نہیں، لیکن قول اکثر کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ قسطلانیؒ نے اسی قَبْلَ الْھِجْرَۃِ بِسَنَۃٍ[2] والے قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے علاوہ قسطلانیؒ نے دو قول اور لکھے ہیں: ① ہجرت سے ایک سال اور پانچ ماہ قبل۔ ② ہجرت سے ایک سال اور تین ماہ قبل۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ لیلۃ الاسراء ہجرت سے ایک سال قبل نہیں، بلکہ تین یا پانچ سال قبل ہوئی وہ اس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے فرضیت صلاۃ کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور مشہور قول کی بناء پر حضرت خدیجہؓ کی وفات ہجرت سے پانچ یا تین سال قبل ہوئی تو یہ ان کا نماز پڑھنا حضور ﷺ کے ساتھ اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب لیلۃ الاسراء

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری - کتاب المناقب الأنصار - باب المعراج (ج ۸ ص ۶۲۷)

[2] إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری - کتاب المناقب الأنصار - باب المعراج (ج ۶ ص ۲۰۳)

کو ہجرت سے چند سال قبل مانا جائے۔ لیکن حافظ کہتے ہیں کہ اس میں بھی روایات مختلف ہیں کہ خدیجہؓ نے فرضیت صلاۃ کے بعد آپ کے ساتھ نماز پڑھی یا نہیں؟ اگر مان لیا جائے کہ پڑھی ہے تو ہو سکتا ہے کہ صلوات خمسہ کی فرضیت سے پہلے جو دو نمازیں (جن کا ذکر اگلی بحث میں آرہا ہے) آپ پڑھا کرتے تھے، وہ مراد ہوں۔

ماہ اور تاریخ میں یہ اختلاف ہے: ۲۷ ربیع الاول، ۲۷ ربیع الآخر، ۲۷ رجب اور مہینہ کے سلسلہ میں شوال اور رمضان المبارک بھی کہا گیا ہے۔ امام نوویؒ نے ۲۷ رجب کو راجح قرار دیا ہے۔ وھوا المشھور فیما بین العوام۔ اس کے علاوہ تاریخ میں اور بھی اقوال ہیں: ۱۷، ۱۳، اور ۱۷۔ نیز دن میں بھی اختلاف ہے: لیلۃ الجمعۃ، لیلۃ السبت، لیلۃ یوم الاثنین۔ اس تیسرے قول کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم ولادت، یوم بعثت، یوم معراج، یوم ہجرت اور یوم وفات سب متفق ہو جاتے ہیں، کذا قیل۔

البحث الرابع: کیا صلوات خمسہ کی فرضیت سے پہلے کوئی نماز فرض تھی؟ کہا گیا ہے کہ ہاں دو نمازیں تھیں، صَلاۃٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ صَلاۃٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا، یعنی عصر و فجر۔ پھر یہ دو نمازیں کہا گیا ہے کہ آپ فرضاً پڑھتے تھے اور کہا گیا ہے کہ نفلاً اور ایک قول یہ ہے کہ شروع میں کوئی نماز نہ تھی سوائے صلاۃ اللیل کے جسکی فرضیت سورۂ مزمل میں مذکور ہے جسکا حکم صرف ایک سال تک باقی رہا اس کے بعد امت کے حق میں اس کی فرضیت بالاتفاق منسوخ ہو گئی سوائے عبیدۂ سلمانی کے کہ ان سے تہجد کا وجوب منقول ہے ولو قدر حلبۃ شاۃٍ[1]، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں منسوخ نہ تھا۔ ہر دو فریق کا استدلال وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ[2] سے ہے۔ ایک فریق نے نَافِلَةً کو مشہور معنی، یعنی نفل پر محمول کیا اور دوسرے فریق نے لغوی معنی پر، یعنی فریضۃ زائدۃً لك[3]۔

البحث الخامس: امامت جبرئیل علیہ السلام کا واقعہ لیلۃ الاسراء کی صبح میں ظہر کے وقت پیش آیا اور نزول جبرئیل زوال کے بعد ہوا۔ فرضیت صلاۃ کے بعد سب سے پہلے یہی نماز ادا کی گئی، اسی لئے اسکو صلاۃ الاولی کہا جاتا ہے اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ نزول جبرئیل عند الفجر ہوا تھا۔ جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نائم پایا تو آپ کو بیدار نہیں کیا، لوٹ گئے۔ یہ روایت صحیح نہیں ہے، غالباً کسی راوی کو لیلۃ التعریس ولیلۃ الاسراء میں اشتباہ واقع ہوا۔ ایسے ہی نسائی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امامتِ جبرئیل کی ابتداء صلاۃ فجر سے ہوئی یہ بھی شاذ اور خلاف مشہور ہے۔

البحث السادس: مجموع صلوات خمسہ کی فرضیت اس امت کے خصائص میں سے ہے، عشاء کے علاوہ باقی چار نمازیں امم

---

[1] وَلَوْ قَدْرَ حَلْبِ شَاةٍ

[2] اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لیے (سورۃ الإسراء ۷۹)

[3] فریضۃ زائدۃ لك دون أمتك أو فضیلۃ علی الصلوات المفروضۃ (تفسیر الجلالین سورۃ الإسراء ۷۹ ص ۲۹۰ دار ابن کثیر)

سابقہ میں متفرق طور پر پائی جاتی تھیں اور صلاۃ العشاء صرف اس امت کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے بذل میں طحاوی کی روایت من حدیث عائشہؓ نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ جب صبح صادق کے وقت قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت پڑھی، اس پر صبح کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت اسحق یا اسماعیل علیہما السلام (علی اختلاف الراویتین) کا فدیہ ظہر کے وقت آیا تھا جس پر انہوں نے چار رکعت بطور شکرانہ کے پڑھیں، اس وقت سے ظہر کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو نوم طویل سے سو برس بعد عصر کے وقت بیدار کیا گیا، اس پر انہوں نے چار رکعت ادا کیں اس پر عصر کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی لغزش بوقت غروب معاف ہوئی تو وہ چار رکعت پڑھنے کی نیت سے کھڑے ہوئے، لیکن شدت حزن اور تعب کی وجہ سے تیسری رکعت پر بیٹھ گئے اور چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے اس وقت سے مغرب کی تین رکعات مشروع ہوئیں اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت نے پڑھی۔

البحث السابع : نماز کی فرضیت کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے۔ قال الله تعالى: وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَآءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ [1] اسی طرح بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ (الحديث متفق عليه) [2]۔ اور اس کے علاوہ بے شمار آیات واحادیث ہیں۔ جو شخص فرضیت صلاۃ کا منکر ہو اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے اور جو فرضیت کا قائل ہونے کے ساتھ صرف عملاً اس کو ترک کرے تو جمہور علماء جس میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ بھی ہیں، کا مسلک یہ ہے کہ وہ فاسق ہے اور اسکی سزا قتل ہے، حداً لا کفراً، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اسکی سزا تعزیز اور حبس دائم ہے یہاں تک تائب ہو جائے اور ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے۔ امام احمدؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی رائے ہے عبد اللہ بن مبارکؒ واسحق بن راہویہؒ کی۔ دوسری روایت امام احمدؒ کی مثل جمہور کے ہے۔ جمہور کی دلیل آیت کریمہ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ [3] ہے۔

شافعیہ وغیرہ نے تارک صلاۃ کے قتل پر استدلال أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ [4] سے کیا ہے اور حنفیہ کا استدلال لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ [5] سے ہے اور دلیل شافعیہ کا وہ جواب یہ دیتے ہیں کہ آپ نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں قتال کا حکم ہے اور قتال وقتل میں فرق

---

[1] اور ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی ابراہیم علیہ السلام کی راہ پر اور قائم رکھیں نماز (سورۃ البینۃ ٥)

[2] صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم بني الإسلام على خمس ١٦ . صحيح البخاري - كتاب الإيمان - باب دعاؤكم إيمانكم ٨

[3] بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے (سورۃ النساء ١١٦)

[4] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب الأمر بقتال الناس الخ ٢٢ . صحيح البخاري - كتاب الإيمان - باب فإن تابوا وأقاموا الصلاة الخ ٢٥

[5] سنن أبي داود - كتاب الديات - باب الإمام يأمر بالعفو في الدم ٤٥٠٢

ہے۔ قتال نام ہے محاربہ من الجانبین کا، لہذا مطلب یہ ہوا کہ اگر تارکین صلاۃ کے ساتھ ترک صلاۃ کی وجہ سے قتال کی نوبت آئے تو اس کی اجازت ہے جس طرح حضرت صدیق اکبرؓ نے مانعین زکاۃ کے ساتھ قتال کیا تھا۔ چنانچہ حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے کہ تارک فرض کے ساتھ قتال کیا جائے جب کہ اس طرف سے محاربہ پایا جائے۔

البحث الثامن: اہمیت صلاۃ۔ نماز کی اہمیت کے لئے اول تو بحث سابق ہی کافی ہے کہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ تارک صلاۃ کافر ہے جبکہ نماز کے علاوہ کسی اور تارک فرض کے بارے میں ان کی یہ رائے نہیں ہے۔ اسی طرح ترمذی شریف میں ہے جامع الترمذي كتاب الإيمان باب ماجاء في ترك الصلاة: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ الْعُقَيْلِيِّ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الْأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلَاةِ [1] اور ایسے ہی ابوداؤد شریف کتاب الخراج میں ایک حدیث آرہی ہے جو حضرت جابرؓ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ وفد ثقیف جب اسلام لانے کیلئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بوقت بیعت علی الاسلام انہوں نے چند شرطیں لگائیں: أَنْ لَا يُحْشَرُوا وَلَا يُعْشَرُوا وَلَا يُجَبُّوا۔ اول شرط یہ کہ ان سے جہاد میں جانیکا مطالبہ نہ کیا جائے۔ دوسری یہ کہ زکاۃ اور عشر نہ وصول کیا جائے۔ تیسری یہ کہ وہ رکوع کیلئے جھکیں گے نہیں، یعنی نماز نہیں پڑھیں گے، تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا، وَلَا تُعْشَرُوا یعنی جہاد اور عشر کے بارے میں تمہاری شرط منظور کی جاتی ہے، لیکن تیسری شرط کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ [2] کہ یہ شرط منظور نہیں اس لئے کہ وہ اسلام ہی کیا جس میں رکوع نہ ہو اور آدمی نماز نہ پڑھے۔ اسی طرح موطأ مالک کی روایت میں ہے کہ جس شب، یعنی صبح کی نماز میں حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا اور ان پر غشی طاری ہوگئی تو افاقہ ہونے پر نماز کیلئے عرض کیا گیا، تو آپ نے کہنے والے کی تائید کی اور فرمایا: نَعَمْ وَلَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ [3]۔ ہاں ضرور (اسی حال میں ہم نماز پڑھتے ہیں) اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ نے اسی حالت میں نماز پڑھی جبکہ خون بہہ رہا تھا، رضی اللہ عنہ۔

١ - بَابُ فَرْضِ الصَّلَاةِ

فرضیت نماز کا بیان

٣٩١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي سُهَيْلِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرَ الرَّأْسِ يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ: حَتَّى دَنَا، فَإِذَا هُوَ

[1] جامع الترمذي - كتاب الإيمان - باب ماجاء في ترك الصلاة ٢٦٢٢

[2] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفئ - باب ماجاء في خبر الطائف ٣٠٢٦

[3] موطأ الإمام مالك - كتاب وقت الصلاة - باب العمل فيمن غلبه الدم من جرح أو رعاف ١١٧

يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ». قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: «لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ». قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ». قَالَ: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ؟ قَالَ: «لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ». قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ. قَالَ: فَهَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا؟ قَالَ: «لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ». فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ»

ترجمہ: ابو سہیل بن مالک اپنے والد مالک سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے طلحہ بن عبید اللہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص جس کا تعلق نجد قبیلے سے تھا خدمت نبوی میں حاضر ہوا، دراں حال کہ وہ پراگندہ بال تھا اسکی آواز کی بھنبھناہٹ سننے میں آرہی تھی لیکن اس کی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی، یہاں تک کہ یہ شخص آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا (تو ہم سمجھ پائے) کہ یہ شخص اسلام کے متعلق سوال کر رہا تھا (کہ اسلام کے فرائض کتنے ہیں)؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ کیا مجھ پر ان پانچ نمازوں کے علاوہ بھی کوئی اور نماز فرض ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی اور نماز فرض نہیں لیکن یہ کہ اگر تم نفل نماز شروع کر دو تو تم پر اس نماز کا پورا کرنا لازم ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے: جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو رمضان کے مہینہ کے روزوں کے بارے میں بتلایا تو ان صاحب نے عرض کیا: کیا مجھ پر رمضان کے روزوں کے علاوہ بھی روزے فرض ہیں؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے علاوہ تم پر کوئی روزے فرض نہیں سوائے اس کے کہ تم نفلی روزے رکھو۔ طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو زکاۃ کی فرضیت کے بارے میں بتلایا، تو انہوں نے عرض کیا: کیا مجھ پر زکاۃ کے علاوہ بھی کچھ اور فرض ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم نفلی صدقات خیرات کرو۔ طلحہ راوی کہتے ہیں: وہ صاحب یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ خدا کی قسم نہ تو میں ان فرض حقوق پر زیادتی کروں گا اور نہ ہی ان سے کچھ کم کروں گا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ شخص اپنی بات کو سچ کر دکھائے تو کامیاب ہو جائے گا۔

٣٩٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ»

ترجمہ: نافع نے اپنی سند سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا ہے۔ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے باپ کی قسم اگر اس نے اپنی باتوں کو سچا کر دکھایا تو وہ کامیاب ہو کر جنت میں جائے گا، اس کے باپ کی قسم، اگر اس نے ان مذکورہ باتوں کو سچ کر دکھایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الإيمان (٤٦) صحيح البخاري - الصوم (١٧٩٢) صحيح البخاري - الشهادات (٢٥٣٢) صحيح البخاري - الحيل (٦٥٥٦) صحيح مسلم - الإيمان (١١) سنن النسائي - الصلاة (٤٥٨) سنن النسائي - الصيام (٢٠٩٠) سنن النسائي - الإيمان وشرائعه (٥٠٢٨) سنن أبي داود - الصلاة (٣٩١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٦٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٢٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٥٧٨)

شرح الأحادیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ... قولہ: يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ: اس حدیث کے راوی طلحہ بن عبید اللہؓ ہیں جو کہ مشہور صحابی اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ جنگ جمل ۳۶ھ میں شہید ہوئے مروان کے تیر سے۔

اس رجل کے بارے میں اکثر شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ ضمام بن ثعلبہ ہیں جو قبیلہ بنو سعد بن بکر کے وافد تھے، جیسا کہ صحیحین کی ایک روایت میں اس نام کی تصریح ہے اور ہمارے یہاں ابو داؤد میں ابواب المساجد میں باب المشرك يدخل المسجد کے ذیل میں بھی آرہا ہے اس میں بھی ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے۔ بذل میں اور منھل دونوں میں بھی یہی لکھا ہے، لیکن اوجز میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ علامہ قرطبی کی رائے اس کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں ضمام بن ثعلبہ کی تصریح ہے وہ روایت اور قصہ دوسرا ہے۔ دونوں روایتوں کے سیاق اور سوالات میں جو آنے والے شخص نے کئے تھے فرق ہے۔ حضرت امام مسلمؒ [1] نے ان دونوں روایتوں کو اپنی صحیح میں ایک دوسرے کے قریب ذکر کردیا ہے، تو اب چونکہ ایک روایت میں رجل کے نام کی تصریح تھی اس لئے بہت سے شراح نے یہ سمجھا کہ اس روایت میں بھی رجل کا مصداق وہی ہے اور ان دونوں قصوں کو ایک سمجھتے ہوئے رجل کا مصداق ضمام ہی کو قرار دیا، حالانکہ ایسا نہ تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے قرطبی کی رائے کی تائید فرمائی ہے، لہذا یہ کوئی اور شخص ہیں جن کا نام معلوم نہیں۔

قولہ: مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ: نجد کہتے ہیں ارض مرتفع کو اور یہ نام ہے بلادِ عرب کے اس حصہ کا جو حجاز اور عراق کے درمیان ہے۔

يُسْمَعُ دَوِيُّ صَوْتِهِ یعنی آپ کی خدمت میں ایک اعرابی آئے جن کے بال منتشر تھے اور جن کی آواز کی بھنبھناہٹ سننے میں آرہی تھی اور بات سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ دَوِيٌّ وہ صوت ہے جو سنائی تو دے، لیکن مفہوم سمجھ میں نہ آئے انکی بات سمجھ میں کیوں نہیں آرہی تھی؟ اسکی وجہ شراح نے یہ لکھی ہے کہ انہوں نے قریب آنے سے پہلے ہی سوال شروع کردیا تھا تو بُعد کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ہاں جب قریب آگئے تب پتہ چلا کہ کیا سوال کر رہے ہیں۔

یہاں پر حضرت شیخؒ کے والد صاحب کی رائے دوسری ہے، وہ یہ کہ جب کوئی معمولی سا آدمی کسی بڑے شخص کی خدمت میں کسی بات کیلئے جاتا ہے تو جو بات کہنی ہوتی ہے اسکو آہستہ آہستہ زبان سے ادا کرتا ہوا اور رٹتا ہوا چلا جاتا ہے، تاکہ جو بات اسکو وہاں جاکر کہنی ہے اس کو صحیح کہہ سکے، اسی طرح یہ اعرابی بھی جب حضور ﷺ کی خدمت میں آرہے تھے تو جو باتیں ان کو حضور ﷺ سے دریافت کرنی تھیں ان کو رٹتے ہوئے آرہے تھے، یہی مراد ہے دَوِيُّ صَوْتِهِ سے جس کو صحابہ سمجھ نہ سکے تھے۔

قولہ: يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ: اسلام سے مراد شرائع اسلام ہیں اور قرینہ اس پر آپ ﷺ کا جواب ہے، اس لئے کہ جواب میں حقیقت اسلام، یعنی شہادتین مذکور نہیں ہیں یا یہ کہا جائے کہ سوال حقیقت اسلام ہی سے ہے، لیکن شہادتین کا ذکر اس لئے آپ

[1] صحيح مسلم - الإيمان - باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام ۱۱

صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک فرمادیا کہ سائل اس کے ساتھ پہلے سے متصف تھا یا یہ کہ راوی نے اختصاراً ذکر نہ کیا ہو۔ واللہ تعالی اعلم۔

قولہ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ الخ: اس حدیث میں وتر مذکور نہیں۔ شافعیہ وغیرہ کو استدلال کا موقع مل گیا کہ وتر واجب نہیں۔ ہماری طرف سے کہا گیا: ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک وتر کا وجوب نہ ہوا ہو یا یہ کہا جائے کہ وتر کی نماز تابع ہے عشاء کے، اسی لئے اسکو مستقلاً ذکر نہیں کیا اور صلاۃ عید کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہاں پر مذکور فرائض یومیہ ہیں اور صلاۃ عید واجبات سنویہ میں سے ہے، یعنی وہ سالانہ نماز ہے، نہ کہ روزانہ کی۔

تطوعات کا شروع کرنے سے واجب ہونا اور اس میں اختلاف ائمہ: قولہ: إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ: یہاں پر ایک مشہور اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد حنفیہ مالکیہ کے یہاں واجب ہو جاتی ہے اسکا پورا کرنا ضروری ہے۔ اگر پورا نہ کرے تو قضا واجب ہے حنفیہ کے یہاں مطلقاً اور مالکیہ کے یہاں اس صورت میں جبکہ بلا عذر کے اسکو توڑ دے ورنہ نہیں اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک نفل نماز کا حکم جو شروع کرنے سے پہلے ہے وہی بعد میں، اسکا اتمام واجب نہیں۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے اس لئے کہ اصل استثناء میں اتصال ہے اور مستثنیٰ متصل وہ ہے جو ماقبل کی جنس سے ہو اور یہاں ماقبل میں واجبات و فرائض کا ذکر ہے، لہذا معلوم ہوا کہ تطوع شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔ شافعیہ حنابلہ اپنے مسلک کے پیش نظر اس استثناء کو منقطع مانتے ہیں۔ استثناء منقطع ماقبل کی جنس سے نہیں ہوتا۔ لہذا مطلب یہ ہوا کہ صلوات خمسہ کے علاوہ جو نماز بھی پڑھی جائے گی وہ واجب نہ ہوگی بلکہ مستحب ہوگی ماقبل میں فرض کا ذکر تھا اور یہاں مستحب کا اس لئے یہ استثناء منقطع ہوا۔ ہمارے علماء نے کہا کہ اصل استثناء میں اتصال ہے، لہذا وہی مراد ہونا چاہئے۔ لیکن شافعیہ کی جانب سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس استثناء کو اتصال پر کیسے محمول کیا جا سکتا ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلوات خمسہ کے علاوہ پر تطوع کا اطلاق فرما رہے ہیں؟ اس لئے کہ آپ فرما رہے ہیں: إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ معلوم ہوا کہ باقی سب نمازیں تطوع ہیں۔ ہماری طرف سے اسکا جواب دیا گیا کہ استثناء متصل ہی ہے اور إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ کا مطلب یہ ہے کہ إِلَّا أَنْ تَشْرَعَ فِي تَطَوُّعٍ، تو تطوع سے مراد حدیث میں شُرُوعٌ فِي التَّطَوُّعِ ہے، لہذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ صلوات خمسہ کے علاوہ باقی سب نمازیں تطوع ہیں حدیث میں انکو تطوع کہا جا رہا ہے، فلا اشکال۔ حنفیہ مالکیہ کے مسلک کی تائید آیت کریمہ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ [1] سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ نفل کو شروع کرنے کے بعد اگر پورا نہ کیا جائے گا تو یقیناً اسمیں ابطال عمل ہے جس سے احتراز ضروری ہے، لہذا اتمام واجب ہوا۔

۔نفل نماز میں اختیار ابتداء اور شروع کرنے کے اعتبار سے ہے کہ اس کے شروع کرنے اور نہ کرنے کا آدمی کا اختیار ہے۔ شروع کرنے کے بعد، یعنی انتہاءً اختیار نہیں۔ یہی اختلاف صوم تطوع میں بھی ہے لیکن واضح رہے کہ حج نفل شروع کرنے سے بالاتفاق واجب ہو جاتا ہے۔ یہاں آکر شافعیہ ہمارے ساتھ ہو گئے ہیں۔

---

[1] ضائع مت کرو اپنے کیے ہوئے کام (سورۃ محمد ۳۳)

قولہ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ الخ: راوی کو چونکہ روایت کے اصل الفاظ یاد نہ رہے تھے اس لئے اس طرح کہہ رہے ہیں........ احتیاطاً تعبیر کو بدل دیا۔

قولہ: فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَّوَّعَ: بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ سالانہ زکاۃ جو مال میں سے دی جاتی ہے بس وہی واجب ہے، حالانکہ صدقۃ الفطر اور نفقۃ العیال بھی تو واجب ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ذکر حقوق مالیہ اصلیہ کا ہے، یعنی جو حق براہ راست بلا واسطہ کسی اور شیٔ کے مال سے متعلق ہوتا ہے، سو وہ صرف زکاۃ ہی ہے اور صدقۃ الفطر مال کے حقوق اصلیہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اس کا سبب وجوب جیسا کہ آپ نے اصول فقہ میں پڑھا ہو گا: رأس یمونہ[1] ویلی علیہ۔ اسی لئے صرف ایک نصاب والے شخص کو صدقۃ الفطر اپنی ذات کے علاوہ تمام عیال کی طرف سے دینا پڑتا ہے، اس لئے کہ رؤوس میں تعدد ہے ورنہ مال، یعنی نصاب تو ایک ہی ہے، چند اشخاص کی طرف سے کیوں دینا واجب ہے؟ علی ھذا نفقۃ العیال کہ اس کا وجوب بھی انسان پر عدد رؤوس کے توسط سے ہوا ہے، لہذا یہ حقوق اور واجبات براہ راست، یعنی بلا واسطہ مال سے متعلق نہیں ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں ارکان اسلام کے ذیل میں حج کو ذکر نہیں گیا، اس میں چند احتمال ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک حج فرض ہی نہ ہوا ہو یا یہ کہ فرض تو ہو گیا تھا لیکن سائل کا مقصود سوال سے یہ تھا کہ مجھ پر کون سے احکام فرض ہیں؟ اور وہ شخص ان میں سے نہ ہو گا جن پر حج فرض ہوتا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کو بیان نہیں فرمایا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے بطریق احتمال عقلی ہو سکتا ہے کہ حج کا فرض ہونا سائل کو پہلے سے معلوم ہو اس لئے اس کے ذکر کی حاجت نہ ہوئی۔

ایک مشہور اشکال اور اس کا جواب: قولہ: وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ: یہاں پر ایک سوال ہے وہ یہ کہ اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، لَا أَنْقُصُ، کہنا تو ٹھیک ہے لیکن لَا أَزِيدُ کہہ رہا ہے کہ میں ان فرائض پر زیادتی نہیں کروں گا گو ما ترک نوافل پر قسم کھا رہا ہے اور پھر بھی آپ ﷺ اس کے بارے میں فرما رہے ہیں أَفْلَحَ الرَّجُلُ إِنْ صَدَقَ جواب یہ ہے کہ یہ شخص اپنی قوم کا ایلچی تھا تو مراد اس کی یہ ہے لا ازید فی الابلاغ کہ میں آپ کی بات پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا، عمل میں کمی زیادتی کی نفی مراد نہیں، یا نفی زیادتی کی من حیث الاعتقاد و الفرضیت ہے، یعنی پانچ نمازوں پر فرض ہونے کی حیثیت سے زیادتی نہیں کروں گا، مثلاً پانچ نمازوں کے بجائے چھ کو فرض سمجھوں یا چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھوں ایسا نہیں کروں گا یہ سب کچھ شراح فرماتے ہیں اور میں جواب میں یہ کہا کرتا ہوں کہ نقصان اور زیادتی کا تعلق شیٔ محدود و معین سے ہوا کرتا ہے اور محدود و معین صرف فرائض ہیں، تطوعات تو محدود ہی نہیں ان کی تعداد متعین ہی نہیں تو اس میں کمی زیادتی نہ کرنے کا کیا مطلب، حاصل یہ کہ اس نفی کا تعلق فرائض ہی سے ہے، تطوعات سے اس کا تعلق ہی نہیں لہذا نوافل کے کرنے نہ کرنے کا اعرابی کے کلام میں کوئی ذکر

---

[1] یعنی ذات مکلف

ہی نہیں ہے، فلا اشکال اصلاً۔

قولہ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ: اس روایت میں آپ ﷺ نے اس شخص کے فلاح کو ان صدق کے ساتھ مقید فرمایا ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ ہے مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا [1] یعنی آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو کسی جنتی کو دیکھنا ہو تو اسکو دیکھ لے، یہاں پر آپ نے اس حکم کو صدق کے ساتھ معلق نہیں فرمایا اسکی کیا وجہ ہے؟ اس کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں: ① اسکی موجودگی میں آپ نے مصلحۃً تعلیقاً فرمایا تاکہ اس میں گھمنڈ پیدا نہ ہو اور پھر بعد میں اس کے مجلس سے جانے کے بعد بلا تعلیق اور بالجزم اس کے جنتی ہونے کی بشارت دی، ② اور یہ بھی کہا گیا ہے شروع میں آپ کو اسکی صدقِ نیت کا علم نہ تھا اس لئے اس کو مقید فرمایا اور بعد میں آپ کو اس کے صدقِ نیت کی اطلاع ہو گئی تب آپ نے بلا تعلیق فرمایا، ③ ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ ایک جگہ جنتی ہونے کا ذکر ہے اور ایک جگہ فلاح پانے کا، جنتی ہونا زیادہ خاص بات نہیں کیونکہ ہر مسلم جنتی ہے اور فلاح اس سے اونچا درجہ ہے اس لئے اس کو صدق کے ساتھ معلق کیا کیونکہ فلاح اعلیٰ درجہ کی کامیابی کو کہتے ہیں جس میں ہر طرح کا امن اور عافیت ہو۔

(۲) قولہ: أَفْلَحَ وَأَبِيهِ: یہ باب کی دوسری حدیث ہے پہلی حدیث میں ابو سہیل سے روایت کرنے والے مالک تھے اور اس میں اسماعیل بن جعفر ہیں، اس روایت میں وَأَبِيهِ کی زیادتی ہے جو پہلی روایت میں نہیں تھی اس میں یہ ہے کہ آپ نے اس سائل کے باپ کی قسم کھائی حالانکہ حلف بالآباء کی حدیث میں ممانعت وارد ہے لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ [2] جواب یہ ہے کہ ممکن ہے یہ واقعہ نہی سے پہلے کا ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں پر مضاف محذوف ہے یعنی ورب أبيه اور یہ بھی کہا گیا ہے ممکن ہے کہ کراہت صرف امت کے حق میں ہو شارع ﷺ کیلئے نہ ہو، نیز کہا گیا ہے کہ یہ لفظ وَأَبِيهِ نہیں ہے بلکہ دراصل واللہ تھا لکھنے میں غلطی ہوئی اگر اسی لفظ کے دونوں شوشے بڑھا دیئے جائیں تو یہی واللہ ہو جائے گا نقطوں کو حذف کرنے کے بعد۔

٢ - بَابٌ فِي الْمَوَاقِيتِ

اوقات نماز کا بیان

مواقیت میقات کی جمع ہے جیسے میزان کی جمع موازین، میقات کے معنی ہیں وقت معین جو کسی کام کیلئے مقرر کیا جائے اور اس کا اطلاق مکان معین پر بھی ہوتا ہے جو کسی کام کیلئے تجویز کیا جائے اسی لئے کہتے ہیں کہ میقات کی دو قسمیں ہیں، میقات زمانی، میقات مکانی، کتاب الحج میں احرام کے بیان میں جن مواقیت کا ذکر آتا ہے وہ میقات مکانی ہیں یعنی وہ مخصوص جگہیں جو

[1] صحيح البخاري - كتاب الزكاة - باب وجوب الزكاة ١٣٩٧، صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان الإيمان الذي يدخل به الجنة وأن من تمسك بما أمر به دخل الجنة ١٥

[2] صحيح البخاري - كتاب الأيمان والنذور - باب لا تحلفوا بآبائكم ٦٦٤٨

احرام باندھنے کیلئے معین کی گئی ہیں، اور کتاب الصلوۃ میں مواقیت سے میقات زمانی مراد ہیں، ویسے نماز کیلئے میقات مکانی بھی ہیں مگر ان کو مواقیت سے تعبیر نہیں کیا جاتا بلکہ مساجد سے، چنانچہ مصنفؒ مواقیت کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد ابواب المساجد کو بیان فرمائیں گے یعنی میقات زمانی سے فارغ ہو کر میقات مکانی کو بیان کریں گے۔

مصنفؒ نے کتاب الصلوۃ کے شروع میں حدیث اعرابی کو ذکر کیا جس میں صلوات خمسہ کی فرضیت مذکور ہے، تو گویا اولاً مصنفؒ نے نماز کی فرضیت کو ثابت کیا اس کے بعد اب یہاں سے نماز کے اوقات بیان فرمانا چاہتے ہیں اس لئے کہ نماز کے اوقات ہی نماز کا سبب وجوب ہیں، ظہر کی نماز کا وقت ظہر کی نماز کے وجوب کا سبب ہے اور عصر کی نماز کا وقت صلاۃ عصر کے وجوب کا سبب ہے وہکذا جس شخص پر جس نماز کا وقت ہی نہ آئے وہ نماز اس پر واجب نہیں جیسا کہ کہا گیا ہے کہ بعض ملکوں میں وقت عشاء پایا ہی نہیں جاتا وہاں غروب اور طلوع کے درمیان اتنا فصل ہی نہیں ہے کہ عشاء کا وقت آئے اس لئے وہاں والوں کے حق میں عشاء کی نماز فرض ہی نہ ہوگی، مسبب کیلئے سبب کا تحقق ضروری ہے، غرضیکہ نمازوں کے اوقات ان کے لئے اسباب ہیں اسی کو مصنفؒ یہاں اولاً بیان فرما رہے ہیں۔

فائدہ: امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ نے کتاب الصلوۃ کے شروع میں بجائے حدیث اعرابی کے حدیث الاسراء یعنی حدیث المعراج کو ذکر فرمایا ہے، کیونکہ نماز کی فرضیت معراج ہی میں ہوئی ہے اور حدیث المعراج میں فرضیت صلاۃ کی بھی تصریح ہے، امام ابوداود کی عادت شریفہ اس سنن میں مختصر مختصر احادیث کو لانے کی ہے طویل طویل حدیثیں جن میں واقعات اور قصے مذکور ہوں ان کو اپنی سنن میں ذکر نہیں فرماتے بس خالص اور ٹھوس احادیث احکام کو لیتے ہیں۔

اس باب میں مصنفؒ نے مطلق اوقات صلاۃ کی روایات کو ذکر فرمایا ہے یعنی جن کا تعلق سب نمازوں سے ہے اور اس کے بعد پھر آگے چل کر ہر نماز کے وقت کیلئے الگ الگ باب بھی قائم کئے ہیں۔

پھر جاننا چاہئے کہ مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اولاً حدیث امامت جبرئیل اس کے بعد ایک دوسری حدیث جو سوال سائل کے جواب میں ہے، وہ یہ کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اوقات صلاۃ آپ سے دریافت کئے اس پر آپ نے فرمایا کہ تم دو روز تک یہاں مدینہ میں میرے پاس ٹھہرو اور پھر آپ نے ہر نماز پہلے دن اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز کو اس کے آخر وقت میں پڑھایا تا کہ وقت نماز کا اول و آخر معلوم ہو جائے، جیسا کہ امامت جبرئیل میں بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو لیلۃ الاسراء کی صبح میں پہلے دن ہر نماز اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز کو اس کے آخر وقت میں پڑھایا، میری عادت ہے کہ تمام نمازوں کے اوقات مع اختلاف علماء اس باب کے شروع میں بیان کر دیا کرتا ہوں تا کہ آنیوالی احادیث کے سمجھنے میں بصیرت ہو۔

مأمور بہ کی دو قسمیں: جاننا چاہئے کہ مأمور بہ کی اولاً دو قسمیں ہیں جیسا کہ تم اصول فقہ میں پڑھ چکے ہو،

موقت اور غیر موقت، پھر موقت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جہاں وقت اس مأمور بہ کیلئے معیار ہو، اور ایک وہ جہاں وقت ظرف ہو، وقت کے معیار ہونیکا مطلب یہ ہے کہ تمام وقت کو مأمور بہ کے ادا کرنے میں صرف کرنا ضروری ہے جیسے وقت صوم، صوم کا جو وقت معین ہے صوم کا اس پورے وقت میں پایا جانا ضروری ہے، اور وقت کے ظرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو پورا مأمور بہ کے ادا کرنے میں صرف کرنا ضروری نہیں بلکہ مأمور بہ ادا کرنے کے بعد وقت بچے جیسے اوقات صلاۃ، مثلاً ظہر کے تمام وقت کو ظہر کی نماز پڑھنے میں خرچ کرنا ضروری نہیں۔

ہر نماز کے وقت کے دو سرے ہیں ایک پہلا، ایک اخیر کا یعنی ابتداء وقت اور انتہاء وقت لہذا اب آپ نمازوں کے اوقات کی ابتداء وانتہاء اور اس میں اختلاف علماء سنیئے۔

صلوات خمسہ کے اوقات کی تفصیل مع اختلاف علماء: ظہر کے وقت کی ابتداء باجماع فقہاء زوال کے بعد سے ہوتی ہے، البتہ بعض صحابہ سے اس میں اختلاف منقول ہے ان کے نزدیک زوال سے پہلے شروع ہو جاتا ہے البتہ جمعہ میں امام احمدؒ اور اسحق بن راہویہؒ کا اختلاف ہے ان دونوں کے نزدیک صلاۃ جمعہ قبل الزوال جائز ہے اور آخر وقت ظہر میں ائمہ کا اختلاف ہے، جمہور علماء اور صاحبین کے نزدیک الی مثل ہے یہی ایک روایت امام صاحبؒ سے بھی ہے اور امام صاحب سے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ آخر وقت ظہر الی مثلین ہے، امام مالکؒ اور ایک طائفہ کے نزدیک ایک مثل کے بعد چار رکعات کے بقدر وقت مشترک ہے اس میں ظہر بھی پڑھی جا سکتی ہے اداءً اور عصر بھی، بعض شافعیہ داؤد ظاہری ایک مثل کے بعد فاصلہ کے قائل ہیں یعنی ایک مثل کے بعد تھوڑا سا وقت ایسا ہے جو نہ وقت ظہر ہے اور نہ ہی وقت عصر، بلکہ عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل کے بعد کچھ وقفہ سے ہوتی ہے لیکن جمہور علماء نہ اشتراک کے قائل ہیں نہ فصل کے، اور اول وقت عصر میں وہی اختلاف ہے جو آخر وقت ظہر میں ہے یعنی جمہور علماء اور صاحبین کے نزدیک اس کی ابتداء ایک مثل سے ہو جاتی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مثلین کے بعد سے، اور آخر وقت عصر عند الائمۃ الاربعۃ والجمهور غروب تک ہے، اور ابو سعید اصطخری کے نزدیک الی مثلین، مثلین کے بعد ان کے نزدیک وقت قضاء ہے، وعند البعض آخر وقت العصر الی الاصفرار، اور وقت مغرب کی ابتداء بالاجماع غروب سے ہوتی ہے انتہاء میں اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک الی غروب الشفق ہے اور یہی ایک روایت امام مالکؒ وشافعیؒ سے بھی ہے، اور دوسری روایت ان دونوں سے یہ ہے کہ لیس لها الا وقتٌ واحدٌ بقدر الطهارة وثلاث رکعات او خمس رکعات اور وقت عشاء کی ابتداء بالاجماع غروب شفق سے ہوتی ہے، انتہاء میں اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں الی طلوع الفجر اور امام شافعیؒ ومالکؒ سے مختلف روایتیں ہیں، الی ثلث الیل، الی نصف اللیل، لیکن اصح قول ان دونوں کا یہ ہے کہ الی ثلث اللیل وقت اختیار واستحباب ہے اور اس کے بعد طلوع فجر تک وقت جواز اور ابو سعید اصطخری من الشافعیہ کے نزدیک الی لنصف اللیل، اور صبح کی نماز کی ابتداء بالاتفاق فجر ثانی یعنی صبح صادق کے طلوع سے ہے انتہاء وقت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک الی

طلوع الشمس، اور عند الجمہور الی الاسفار وقت اختیار ہے اور الی طلوع الشمس وقت جواز اور ابو سعید اصطخری (من الشافعیہ) کے نزدیک الی تبین الاسفار، یعنی جب خوب اچھی طرح چاندنی اور روشنی ہو جائے، اس پر آکر ان کے نزدیک فجر کا وقت اداء ختم ہو جاتا ہے، یہ مذکورہ بالا اختلاف علماء فی الاوقات، حضرت شیخؒ نے اوجز میں اور حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں اور خود میں نے الفیض السمائی میں اسی طرح لکھا ہے .... اس میں زیادہ اہم اور مشہور اختلاف آخر وقت ظہر اور اول وقت عصر میں ہے یعنی مثل واحد اور مثلین کا اختلاف، اور دوسرا اہم اختلاف آخر وقت مغرب میں ہے، شافعیہ مالکیہ کے ایک قول میں لیس لھا الا وقت واحد....... ان سب اختلافات کے دلائل انشاء اللہ آئندہ احادیث کے ذیل میں آرہے ہیں۔

۳۹۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ فُلَانِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَيَّاشِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ، وَصَلَّى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلَّى بِي يَعْنِي الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى بِيَ الْفَجْرَ حِينَ حَرُمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلَّى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَيْهِ، وَصَلَّى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلَّى بِيَ الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ» ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: «يَا مُحَمَّدُ، هَذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ»

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جبریل امین نے بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ (دو دن) میری امامت فرمائی پس (پہلے دن) مجھے زوال شمس کے وقت جب سورج کا سایہ جوتے کے تسمہ کے بقدر تھا ظہر کی نماز پڑھائی اور جب ہر چیز کا سایہ (زوال کے سایہ کے علاوہ) ایک مثل ہو گیا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی....... اور جس وقت روزہ دار روزہ کھول لیتا ہے اس وقت جبریل امین نے مجھے مغرب کی نماز پڑھائی....... اور شفق کے چھپ جانے کے وقت جبریل امین نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی....... اور جس وقت روزے دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے اس وقت جبریل امین نے مجھے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر جب اگلا دن ہوا تو جبریل امین نے مجھے ظہر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا....... اور جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا تو مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور روزہ دار کی افطاری کے وقت مجھے مغرب کی نماز پڑھائی....... اور ایک تہائی رات ہو جانے پر مجھے عشاء کی نماز پڑھائی اور جبریل امین نے مجھے فجر کی نماز روشنی ہو جانے کے بعد پڑھائی پھر جبریل امین میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے محمد یہ (دو دنوں میں پانچ نمازوں کے پڑھنے کے اوقات) آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کے اوقات تھے اور ان دونوں دنوں میں پڑھی جانے والی نمازوں کے وقتوں کے درمیان (مستحب) وقت ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (۱٤۹) سنن أبي داود - الصلاة (۳۹۳) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۱/۳۳۳) مسند

أحمد-من مسند بنی هاشم (۱/۳۵٤)

شرح الحدیث: **حدیث امامت جبرئیل کی شرح**: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ.....قولہ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: یہ امامت جبرئیل والی حدیث ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں اوپر آچکا ہے یہ حدیث گو صحیحین میں بھی ہے لیکن، اس میں اوقات کی تفصیل مذکور نہیں بلکہ صرف اس طرح ہے "فصلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی ثم صلی خمس صلوات" بخلاف ابوداؤد وغیرہ سنن کی کتابوں کے کہ ان میں اوقات کی تفصیل بھی موجود ہے، یہ امامت جبرئیل کا قصہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا شب معراج کے بعد آنیوالے دن میں اس میں نماز کی ابتداء صلاۃ ظہر سے کی گئی اسی لئے ظہر کو الصلاۃ الاولی کہتے ہیں اس واقعہ سے نماز کی اہمیت ظاہر ہورہی ہے کہ نمازوں کے اوقات اور ادا کرنے کا طریقہ عملی طور سے بیان کرنے کیلئے اللہ تعالی شانہ نے اس مقصد کیلئے جبرئیل علیہ السلام کو آسمان سے بھیجا چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مسجد حرام میں باب کعبہ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے لوگوں کو نماز پڑھائی اور چونکہ نمازوں کے اوقات میں گنجائش اور وسعت ہے اس لئے یہ امامت کا عمل دو دن کیا گیا تاکہ ہر نماز پہلے دن اول وقت میں اور دوسرے دن آخر وقت میں پڑھ کر نماز کا اول وقت اور آخر وقت بتلادیا جائے۔

یہاں پر ایک مشہور اشکال ہے وہ یہ کہ صلوات خمسہ کی فرضیت بنو آدم کے حق میں ہے ملائکہ کے حق میں نہیں، لہذا اس امامت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام متنفل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام مفترض ہوئے صلاۃ المفترض خلف المتنفل شافعیہ حنابلہ کے نزدیک جائز ہے، حنفیہ مالکیہ کے نزدیک جائز نہیں اور یہی ایک روایت امام احمد رحمہ اللہ کی بھی ہے اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ جبرئیل علیہ السلام کی امامت حقیقتاً نہ تھی امام دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور جبرئیل سامنے معلم کی طرح موجود تھے جو اشارہ وغیرہ سے سمجھاتے رہے ہوں گے، دوسرا جواب یہ ہے کہ گو صلوات خمسہ کے ملائکہ مکلف نہیں لیکن اس وقت چونکہ جبرئیل علیہ السلام اس تعلیم کے مأمور من اللہ تعالی تھے اس لئے فی الوقت یہ نمازیں انکے حق میں بھی فرض ہوگئی تھیں، اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ چونکہ ابھی تک نماز کی تفاصیل کا علم اچھی طرح نہیں ہوا تھا اس لئے وہ آپکے حق میں بھی فرض نہیں تھی، اور اس جواب سے ایک اور سوال بھی حل ہوجاتا ہے وہ یہ کہ صلوات خمسہ کی فرضیت تو رات میں ہوچکی تھی، پھر فجر کی نماز آپ نے کیوں نہیں پڑھی۔

قولہ: فَصَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ: یعنی پہلے دن ظہر کی نماز پڑھائی زوال شمس کے فوراً بعد وَكَانَتْ قَدْرَ الشِّرَاكِ[1] کا مطلب یہ ہے کہ ظل اصلی ہر شئی کا جو نصف النہار کے وقت ہوتا ہے جب اس میں شرقی جانب

---

[1] المراد به نفس الزيادة على الظل الاصلي من غير تقييد بقدر الشراك اي ادنى المقدار ولو بقدر الشراك وهذا اذا كان الظل الاصلي موجوداً اذ ذاك هناك اي بمكة. ولو فرض انه لم يكن الظل الاصلي بمكة فحينئذٍ معنى الحديث ظهور الظل بعد ان لم يكن فظهور الظل هو علامة الزوال وعلى التقدير الاول الزيادة في الظل الاصلي هو علامة الزوال- افاده في الكوكب الدري

اضافہ ہونا شروع ہو جائے تب ظہر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے، خواہ وہ اضافہ شراک کے بقدر ہی ہو، شراک (جوتے کا تسمہ) سے مراد مقدار قلیل ہے۔

جاننا چاہئے کہ نصف النہار سے قبل ہر چیز کا سایہ بجانب مغرب پڑتا ہے اور عین نصف النہار کے وقت قدموں کے برابر میں ہوتا ہے اور سورج کے وسط سماء سے ڈھلنے کے وقت جس کو زوال کہتے ہیں ظل اصلی میں بجانب مشرق اضافہ شروع ہو جاتا ہے اسی ظل اصلی میں اضافہ سے ظہر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے خواہ وہ اضافہ کتنا ہی مقدار قلیل میں ہو، یہ بھی واضح رہے کہ بعض ملکوں میں (کالحجاز علی قولٍ) نصف النہار کے وقت سایہ جسکو ظل اصلی کہتے ہیں وہ پایا ہی نہیں جاتا، ایسے ملکوں میں ظہر کے وقت کی ابتداء نصف النہار کے بعد ظہورِ ظل الی جانب الشرق سے ہوگی، اور جہاں ظل اصلی پایا جاتا ہے وہاں زوال اور وقت ظہر کا تحقق ظل اصلی میں اضافہ سے معلوم ہوگا "وَصَلَّى بِيَ الْعَصْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ" یعنی پہلے دن عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی یہ صاحبین اور جمہور کی دلیل ہے آخر وقت ظہر اور اول وقت عصر کے بارے میں امام صاحبؒ سے بھی یہی ایک روایت ہے، کما تقدم، حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے تقریر ترمذی (الکوکب الدری) میں اسی قول کو من حیث الدلیل ترجیح دی ہے، اور امام صاحب کی دلیل باب فی وقت صلوۃ الظہر میں آرہی ہے۔

قولہ: حِينَ غَابَ الشَّفَقُ: ائمہ ثلاثہ وصاحبین کے نزدیک شفق سے احمر مراد ہے، اور امام صاحبؒ کے نزدیک شفق ابیض جس کا تحقق احمر کے بعد ہوتا ہے مشہور اختلاف ہے۔

قولہ: فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى بِيَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ: یعنی دوسرے دن ظہر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی، اس سے مالکیہ نے اشتراک پر استدلال کیا ہے کہ ایک مثل کے بعد چار رکعت کے بقدر وقت مشترک ہے جیسا کہ بیان اوقات میں گزر چکا اس لئے کہ اسی حدیث میں اس سے پہلے مذکور ہے کہ پہلے روز عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی اور یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ دوسرے روز ظہر کی نماز ایک مثل پر پڑھائی، اب ظاہر ہے کہ اس سے وقت کا اشتراک سمجھ میں آرہا ہے جمہور کی جانب سے اسکا جواب یہ ہے کہ پہلی جگہ مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز ایک مثل پر پڑھنی شروع کی اور یہاں مراد یہ ہے کہ دوسرے روز ایک مثل پر ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، ایک جگہ شروع کرنا مراد ہے اور دوسری جگہ فراغ فلا اشتراک، جمہور کی دلیل عدم اشتراک میں حدیث مسلم ہے جو اس کتاب میں بھی آگے آرہی ہے، وقت الظہر مالم یحضر العصر معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آنے پر ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا۔

قولہ: وَصَلَّى بِيَ الْمَغْرِبَ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ: یہ شافعیہ ومالکیہ کے ایک قول کی دلیل ہے کہ مغرب کیلئے بس ایک ہی وقت ہے وہی ابتداء اور وہی انتہاء تین یا پانچ رکعات کے بقدر اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے مغرب کی نماز دونوں دن ایک ہی وقت میں ادا فرمائی۔

وقت مغرب میں شافعیہ کے مذہب کی تحقیق و تفصیل: امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ شافعیہ کے یہاں مشہور قول یہی ہے "ان المغرب لیس لھا الاوقتٌ واحدٌ" وہ فرماتے ہیں لیکن محققین شافعیہ کے نزدیک دوسرا قول راجح ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک ہے، لحدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ (عند مسلم وأبي داؤد) وقت صلوۃ المغرب مالم یسقط فورا الشفق، اور حدیث امامت جبرئیل کے انہوں نے تین جواب دیئے:

① وہ حدیث محمول ہے وقت اختیار واستحباب پر

② حدیث امامت جبرئیل مقدم ہے، مکہ مکرمہ کا واقعہ ہے اور یہ دوسری احادیث جن سے وقت مغرب میں امتداد معلوم ہوتا ہے یہ بعد کی ہیں یعنی مدینہ کی اور عمل مؤخر پر ہوتا ہے نہ کہ مقدم پر

③ امتداد وقت والی روایات سنداً اصح ہیں حدیث امامت جبرئیل سے۔

قولہ: فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جو لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[1] کے خلاف ہے۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے ملائکہ اس حکم کے مخاطب نہ ہوں، یا ہو یہ کہ اس آیت کا نزول اس واقعہ کے بعد ہوا ہو ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ محمد سے علم مراد نہیں بلکہ معنی وصفی مراد ہیں لکنہ خلاف الظاھر۔

هٰذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ: هٰذَا کا اشارہ عشاء کے علاوہ باقی نمازوں کی طرف ہے اس لئے کہ عشاء کی نماز اس امت کے ساتھ خاص ہے اور باقی چار نمازیں بھی گذشتہ انبیاء میں متفرق طور پائی گئی ہیں نہ کہ مجتمعاً۔

چنانچہ صلاۃ فجر کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جب صبح صادق کے وقت ان کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے دو رکعت بطور شکر اداء کی اور حضرت اسماعیل یا اسحاق علی اختلاف القولین کا فدیہ جو جنت سے لا گیا گیا تھا ظہر کے وقت میں دیا گیا اس کے شکریہ میں انہوں نے چار رکعت ادا کی اسی سے ظہر کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت عزیر علیہ السلام کو نوم طویل سے سو برس کے بعد عصر کے وقت بیدار کیا گیا اس وقت انہوں نے چار رکعت پڑھیں اس سے عصر کی نماز مشروع ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کی معافی غروب کے وقت ہوئی پس وہ چار رکعت پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے لیکن شدت تعب وبکاء کی وجہ سے چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے، اس پر مغرب کی تین رکعات مشروع ہوئیں، اور عشاء کی نماز سب سے پہلے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی، یہ ایک روایت کا مضمون ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں امام طحاویؒ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔

قولہ: وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ: چونکہ ہر وقتِ صلاۃ کے دو سرے ہیں ایک اول اور آخر، ان دو سروں کا وقت ہونا اس دو دن کے عمل امامت سے ثابت ہو گیا، اور درمیانی حصہ کا وقت ہونا اس قول سے ثابت ہوا پس بعض وقت کا ثبوت عمل سے اور بعض کا قول سے ہوا۔

---

[1] مت کرلو بلانا رسول کا اپنے اندر برابر اس کے جو بلاتا ہے تم میں ایک دوسرے کو (سورۃ النور ٦٣)

٣٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ: عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اعْلَمْ مَا تَقُولُ، فَقَالَ: عُرْوَةُ سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «نَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ» يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، «فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ، وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ، فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَيَأْتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأُفُقُ، وَرُبَّمَا أَخَّرَهَا حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّاسُ، وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ، ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا، ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيسَ حَتَّى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلَى أَنْ يُسْفِرَ» قَالَ أبو داوٗد: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوهُ، وَكَذَلِكَ أَيْضًا رَوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَحَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ عُرْوَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَأَصْحَابِهِ إِلَّا أَنَّ حَبِيبًا لَمْ يَذْكُرْ بَشِيرًا، وَرَوَى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الْمَغْرِبِ قَالَ: «ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا». قَالَ أبو داوٗد: وَكَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «ثُمَّ صَلَّى بِيَ الْمَغْرِبَ» يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًا وَاحِدًا، وَكَذَلِكَ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ مِنْ حَدِيثِ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ ممبر پر بیٹھے تھے (اور مسلمانوں کی مصالح اور ضروریات میں مشغول تھے) تو انہوں نے عصر کی نماز کو کچھ مؤخر فرمادیا (کہ وقت مستحب ختم ہونے ہی والا تھا) تو عروہ بن زبیر نے حضرت عمر بن عبد العزیز سے کہا غور سے سنیں حضرت جبریل نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نمازوں کے اوقات کے بارے میں بتلایا تھا...... تو عمر بن عبد العزیز نے عروۃ سے کہا ذرا غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو (یعنی اپنی اس بات کی سند بیان کرو) تو عروۃ نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ مجھے بشیر بن ابی مسعود نے ابو مسعود انصاری کے واسطہ سے نقل کیا وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے مجھے نمازوں کے اوقات کے بارے میں بتلایا پس میں نے جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی پھر میں نے جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی انگلیوں سے پانچ نمازوں کو شمار فرما رہے

تھے راوی کہتا ہے پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ زوال شمس کے وقت ظہر کی نماز ادا فرماتے اور سخت گرمی میں بسا اوقات ظہر کی نماز کو مؤخر فرمادیتے تھے اور میں نے حضور ﷺ کو عصر پڑھتے ہوئے دیکھا جب سورج میں زرد رنگ آنے سے پہلے پہلے سورج آسمان پر سفید اور بلند ہوا کرتا تھا چنانچہ ایک شخص نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد غروب شمس سے پہلے ذوالحلیفہ (جو مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے) پہنچ جاتا تھا...... اور حضور غروب شمس کے وقت مغرب ادا فرماتے تھے اور جس وقت افق سیاہ ہو جاتا ہے عشاء کی نماز ادا فرماتے تھے اور بسا اوقات لوگوں کے جمع ہونے تک عشاء کی نماز مؤخر فرماتے تھے اور صبح کے اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرماتے اور پھر ایک زمانہ میں فجر کی نماز روشنی میں ادا فرمانے لگے پھر اس کے بعد آپ ﷺ فجر کی نماز اندھیرے میں ادا فرمانے لگے اور وفات تک آپ ﷺ کا یہی معمول رہا اور پھر روشنی میں نماز فجر ادا کرنے والا معمول آپ نے نہیں کیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو امام زہری سے معمر...... امام مالک ابن عیینہ شعیب بن ابی حمزہ اور لیث بن سعید وغیرہ نے نقل کیا ہے ان حضرات نے ان اوقات کو ذکر نہیں جس میں حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی بلکہ ان حضرات نے اوقات نماز کو اجمالا تفسیر اور وضاحت کئے بغیر ذکر کیے...... معمر اور ان کے ساتھیوں کی طرح اس روایت کو عروہ بن زبیر سے ھشام بن عروہ اور حبیب بن ابی مرزوق نے بھی روایت نقل کیا ہے البتہ حبیب راوی نے بشیر بن ابی مسعود کے واسطہ کے بغیر روایت کو منقطعاً ذکر کیا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں وھب بن کیسان نے حضرت جابرؓ سے نبی اکرم ﷺ سے مغرب کا وقت روایت کیا ہے چنانچہ حضرت جابر فرماتے ہیں پھر جبریل امین مغرب کے وقت اگلے دن بھی غروب شمس کے وقت حضور کے پاس تشریف دوسرے دن اور پہلے دن مغرب کی نماز کا ایک ہی وقت تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگلے دن جبریل امین نے مجھے مغرب کی نماز پڑھائی اسی وقت میں جس وقت پہلے دن مجھے نماز پڑھائی تھی...... عبداللہ بن عمرو بن عاص سے حسان بن عطیہ نے عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ (میں جدہ کا مصداق) عبداللہ بن عمرو بن عاص ہی ہیں) سے نبی اکرم سے اسی طرح روایت مروی ہے جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

تخریج صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٤٩٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١١) سنن النسائي - المواقيت (٤٩٤) سنن أبي داود - الصلاة (٣٩٤) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٦٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢١/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٤/٥) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢) سنن الدارمي - الصلاة (١١٨٥)

شرح الحدیث **مضمون حدیث**: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ...... قوله: أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ منبر پر بیٹھے تھے ظاہر بات ہے کہ منبر پر بیٹھنا لوگوں کے خطاب یا اور کسی خاص کام کی وجہ سے ہوگا اسی لئے اس روز اتفاقاً ان سے نماز عصر میں تاخیر ہوگئی، یہ روایت حدیث کی دوسری کتابیں صحیحین وغیرہ میں بھی ہے لیکن اس میں منبر پر ہونے کی تصریح موجود

نہیں، ابوداؤد کی اس روایت سے وجہ تاخیر کی طرف اشارہ مل رہا ہے، ورنہ شراح نے اپنے خیال کے مطابق وجوہ تاخیر مختلف لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ وہ جواز تاخیر کے قائل تھے جیسا کہ نووی کی شرح مسلم میں ہے، باقی یہ بات متعین ہے کہ یہ تاخیر زائد نہیں تھی معمولی سی تھی جیسا کہ روایت میں لفظ شَیْئًا سے معلوم ہو رہا ہے، نیز بعض روایات میں یوماً کا لفظ ہے جیسا کہ بخاری میں ہے جس میں اشارہ ہے اس طرف کی انکی عادت تاخیر کی نہ تھی بلکہ ایک روز کسی وجہ سے ایسا ہو گیا تھا، گو ان کے خاندان کے لوگ یعنی بنو امیہ تاخیر صلاۃ کے عادی تھے جیسا کہ شروح حدیث وغیرہ سے معلوم [1] ہوتا ہے حتی کہ حجاج اور اس کا امیر ولید بن عبدالملک کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تو نماز کو قضاہی کر دیتے تھے (کمافی الفیض السمائی)۔

قولہ: فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: حضرت عروہ جو کہ مشہور تابعی اور حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اس تاخیر پر نکیر فرمائی اور فرمایا کہ کیا آپ کے ذہن میں نہیں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کی امامت فرما کر آپ کو نمازوں کے اوقات کی بڑے اہتمام سے تعلیم فرمائی تھی، امامت کا ذکر گو ابوداؤد کی اس روایت میں نہیں ہے لیکن مسلم شریف اور موطا مالک میں مذکور ہے۔

قولہ: فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اعْلَمْ مَا تَقُولُ: اس میں دو احتمال ہیں، اول اِعلَم امر حاضر علم سے دوسرے أَعلِم صیغہ امر اعلام سے تیسرا احتمال یہ کہ اعلم صیغہ واحد متکلم، لیکن یہ احتمال غیر ظاہر ہے، ظاہر یہی ہے کہ یہ صیغہ امر ہے علم سے یا اعلام سے اگر علم سے ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو، وجہ اسکی یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو دراصل امامت جبرئیل علیہ السلام والی حدیث کا بظاہر پہلے سے علم نہ تھا بلکہ انکے ذہن میں جبرئیل علیہ السلام کے امام بننے میں بظاہر اشکال تھا کہ مفضول افضل کا امام بنے امامت تو آپ ﷺ ہی کے شایان شان ہے اسی لئے انہوں نے حضرت عروۃ سے کہا کہ سوچ سمجھ کر کہو کیا کہہ رہے ہو، اور اگر یہ اعلام سے ہے تو اعلام کے معنی ہیں نشاندہی کے اور مراد اس سے انکی یہ ہے کہ اس بات کی آپ سند بیان کیجئے، چنانچہ پھر عروہ نے اسکی سند بیان کی جیسا کہ متن میں مذکور ہے "خَمْسَ صَلَوَاتٍ" یہ ترکیب میں مفعول ہے صَلَّيْتُ کو یا يَحْسُبُ کا، یعنی شمار کرتے تھے آپ ﷺ اپنی انگلیوں پر پانچ نمازوں کو۔

قولہ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: ماقبل میں مجملاً پانچ نمازوں کا ذکر تھا بلا تعیین اوقات کے کہ کون سی نماز کس وقت میں پڑھی اب یہاں سے صحابی اوقات کی تفصیل بیان کر رہے ہیں، ہم نے شروع میں بیان کیا تھا کہ امامت جبرئیل والی حدیث گو صحیحین میں ہے لیکن وہاں اوقات کی تفصیل مذکور نہیں، اوقات کی تفصیل سنن کی روایت میں ہے جیسا

---

[1] واضح رہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خاندان اموی کے ایسے ہونہار اور سعید فرزند تھے جو اپنے اخلاق حمیدہ اور اعمال حسنہ کی وجہ سے پورے خاندان میں ممتاز تھے ان کا زہد و تقویٰ اور بزرگی مشہور ہے قرن اول کے مجدد ہیں، ابوداود کی ایک روایت میں ہے جو آگے آئیگی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کی نماز کو حضور ﷺ کی نماز کیساتھ زیادہ مشابہ اس نوجوان کی نماز سے نہیں دیکھا۔

کہ یہاں ابوداؤد میں مذکور ہے جس کو راوی قَرَأْیتُ سے بیان کر رہا ہے "يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ الخ" اس پر کلام انشاء اللہ باب وقت العصر میں آئے گا "ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ التَّغْلِيسَ" اس پر بھی کلام انشاء اللہ باب فی وقت الصبح میں آئے گا کہ تغلیس اولیٰ ہے جس کے ائمہ ثلاثہ قائل ہیں یا اسفار جو کہ احناف کے یہاں ہے۔

قولہ: قَالَ ابو داؤد: رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ الخ: اوپر سند میں ابن شہاب کے شاگرد اور ان سے روایت کرنے والے اسامہ بن زید تھے ان کی روایت میں اوقات کی تفصیل پائی جاتی ہے، یہاں مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اسامہ کے علاوہ زہری کے دوسرے تلامذہ معمر اور مالک اور سفیان بن عیینہ وغیرہ نے جب اس حدیث کو زہری سے نقل کیا تو ان حضرات نے اپنی روایت میں تفصیل اوقات کو ذکر نہیں کیا، گویا اکثر حضرات نے نہیں کیا بس صرف اسامہ نے کیا، لہٰذا اس حدیث میں ذکر اوقات کا ثبوت سنداً ضعیف ہوا بظاہر اسی لئے اس کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں نہیں لیا۔

قول ابو داود کی تشریح: قَالَ ابو داؤد: وَرَوَى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ: اس قول ابو داؤد کا مطلب سمجھنے کیلئے اولاً غور سے سنیئے: امام ابو داؤدؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں، ایک حدیث امامت جبرئیل جو ابھی چل رہی ہے اور دوسری سوال سائل والی جو ابھی آگے حدثنا مسدد سے شروع ہو رہی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے نمازوں کے اوقات دریافت کئے تو آپ نے ان کو زبانی بتانے کے بجائے دو روز تک اپنے پاس مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا کہ یہاں ٹھہر کر دیکھو کہ میں کس نماز کو کس وقت میں پڑھتا ہوں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن ہر نماز کو اول وقت میں اور دوسرے دن ہر نماز کو اس کے آخری وقت میں پڑھ کر دکھایا یعنی وہی صورت جو امامت جبرئیل میں ہوئی تھی لیکن فرق ان دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ حدیث امامت جبرئیل کے تمام طرق میں ہے کہ مغرب کی نماز دونوں دن وقت واحد میں پڑھی گئی یعنی غروب شمس کے فوراً بعد، اور سوال سائل والی حدیث میں روایات مختلف ہیں اکثر میں تعدد وقت مذکور ہے کہ پہلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز غروب کے فوراً بعد پڑھائی اور دوسرے دن آخر وقت میں اور بعض طرق میں اتحاد وقت مذکور ہے یعنی دونوں دن وقت واحد میں پڑھائی، امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اسکو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ یہ دو حدیثیں الگ الگ ہیں ایک حدیث امامت جبرئیل اور دوسری سوال سائل والی ان دونوں کو ایک سمجھ کر اضطراب اور اختلاف پر محمول نہ کیا جائے "وَرَوَى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرٍ" سے مصنفؒ یہی فرمارہے ہیں کہ یہ حدیث امامت جبرئیل جس طرح ابو مسعودؓ انصاری سے مروی ہے جو ابھی اوپر گزری اسی طرح بعض دوسرے صحابہ جیسے حضرت جابر اور ابوہریرہ اور عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے اور ان سب میں وقت مغرب میں اتحاد مذکور ہے۔

تنبیہ: مصنفؒ کے سیاق کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث بھی امامت جبرئیل کے

سلسلہ میں ہے لیکن بیہقی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے جس کو حضرت نے بذل میں ذکر کیا ہے کہ ان کی حدیث سوال سائل والی حدیث ہے نہ کہ امامت جبرئیل والی، فتأمل۔

۳۹۵ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِي مُوسَى، "أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتَّى أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لِلْفَجْرِ [1] حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، فَصَلَّى حِينَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ - أَوْ أَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ إِلَى جَنْبِهِ - ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ حَتَّى قَالَ: الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ أَعْلَمُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَانْصَرَفَ، فَقُلْنَا أَطَلَعَتِ الشَّمْسُ، فَأَقَامَ الظُّهْرَ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ وَصَلَّى الْعَصْرَ، وَقَدِ اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ - أَوْ قَالَ: أَمْسَى - وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ"، ثُمَّ قَالَ: «أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هَذَيْنِ» قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ [2] سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ هَذَا قَالَ: «ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ». قَالَ بَعْضُهُمْ: «إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ». وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «إِلَى شَطْرِهِ». وَكَذَلِكَ رَوَاهُ [3] ابْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے نماز کے اوقات کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے اس کو جواب مرحمت نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت بلالؓ کو آپ ﷺ نے حکم دیا تو انہوں نے فجر کی اذان اور اقامت اس وقت کہی جب صبح کی روشنی نمودار ہوئی پس آپ ﷺ نے فجر کی نماز اس وقت میں ادا فرمائی کہ اندھیرے کی وجہ سے آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ نہیں پہچان پاتا تھا یا راوی نے یہ کہا کہ آدمی اندھیرے کی وجہ سے اپنے پہلو میں بیٹھے شخص کو نہیں پہچان سکتا تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اذان و اقامت زوال شمس کے وقت کہی یہاں تک کہ بعض کہنے والوں نے یہ کہا کہ نصف النہار (زوال) ہوا بھی کہ نہیں ...... آپ ﷺ تو خوب جانتے تھے کہ زوال شمس ہو چکا ہے پھر حضرت بلالؓ کو آپ ﷺ نے اذان دینے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے عصر کی اذان و اقامت اس وقت کہی جب سورج کی ٹکیا سفید تھی اور سورج بلند تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے مغرب کی اذان و اقامت غروب شمس کے وقت کہی پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے شفق کے غائب ہونے کے وقت عشاء کی اذان و اقامت

---

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیی عبد الحمید کے نسخہ میں فأقام للفجر ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں فأقام الفجر ہے۔

[2] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیی عبد الحمید کے نسخہ میں رواہ ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں ترویٰ ہے۔

[3] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیی عبد الحمید کے نسخہ میں رواہ ہے، جب کہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں ترویٰ ہے۔

کہ پھر اگلے دن آپ ﷺ نے فجر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ فجر کی نماز سے جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو ہم نے سوچا کہ کہیں سورج تو طلوع نہیں ہوا اور آپ ﷺ نے پہلے دن جس وقت عصر کی نماز پڑھائی تھی دوسرے دن اسی وقت ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر کی نماز سورج کے زرد پڑ جانے کے وقت پڑھائی یا راوی نے کہا کہ جس وقت شام ہوگئی اس وقت نماز عصر پڑھائی اور مغرب کی نماز شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات پر پڑھائی پھر فرمایا کہ نماز کے وقت کے متعلق دریافت کرنے والا سائل کہاں ہے ان دو دنوں میں پڑھی جانے والی نمازوں کے وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہوتا ہے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ نے عن عطاء عن جابرؓ کی سند سے حضور ﷺ سے نماز مغرب کے متعلق اسی طرح نقل کیا (کہ دوسرے دن نماز مغرب شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی) راوی کہتا ہے کہ پھر عشاء کی نماز پڑھی بعض حضرات کہتے ہیں کہ ثلث لیل پر عشاء پڑھی اور بعض راوی کے بقول آدھی رات پر نماز عشاء پڑھی ابن بریدۃ نے اپنے والد سے آپ ﷺ سے اسی طرح نقل کیا ہے (کہ آپ ﷺ نے دوسرے دن نماز مغرب شفق کے غائب ہونے سے پہلے پڑھی)۔

تخریج صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١٤) سنن أبي داود - الصلاة (٣٩٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٤١٦)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ...... قوله: أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یہ باب کی وہ دوسری حدیث ہے جو سوال سائل سے متعلق ہے جس کا ذکر ہمارے یہاں اوپر آچکا۔

قوله: حَتَّى قَالَ: الْقَائِلُ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ أَعْلَمُ: مطلب یہ ہے کہ پہلے روز آپ ﷺ نے ظہر کی نماز زوال کے فوراً بعد بالکل ہی اول وقت میں ادا فرمائی ایسے وقت میں جبکہ بعض لوگوں کو اس بات کا بھی شبہ ہوا کہ پتہ نہیں نصف النہار اور زوال کا وقت ہوگیا یا نہیں، وَهُوَ أَعْلَمُ، میں دو احتمال ہیں: ① ایک یہ کہ اس سے مراد حضور ﷺ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو تو بیشک تردد تھا زوال میں کہ ہوا یا نہیں لیکن حضور ﷺ خوب جانتے تھے، کہ زوال ہو چکا، ② دوسرا احتمال اس میں یہ ہے کہ ضمیر ہو قائل ہی کی طرف راجع ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بعض کہنے والے کہتے تھے از راہ تعجب کہ ظہر کا وقت ہو بھی گیا یا نہیں لیکن وہ کہنے والا جانتا تھا اس بات کو کہ نماز کا وقت ہو گیا، لیکن اسکا یہ کہنا کہ وقت ہو بھی گیا یا نہیں اظہار تعجیل کیلئے تھا کہ دیکھئے کتنی جلدی پڑھ رہے ہیں۔

نیز واضح رہے کہ مسئلہ یہ ہے کہ جب تک آدمی کو نماز کے وقت ہو جانے کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک نماز شروع کرنا جائز نہیں، اور یہاں بعض لوگوں کو گویا ایک قسم کا شک تھا، لیکن اصل امام جو ذمہ دار ہے یعنی حضور ﷺ ان کو وقت ہو جانے کا یقین تھا لہذا کچھ اشکال نہیں مقتدی امام کے تابع ہوتے ہیں " فَأَقَامَ الظُّهْرَ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ "یعنی دوسرے دن ظہر کی نماز آپ ﷺ نے اس وقت میں پڑھائے جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس قسم کے الفاظ پہلے بھی آچکے ہیں اور یہ کہ اس سے مالکیہ نے اشتراک وقت پر استدلال کیا ہے اس کا جواب بھی وہاں گزر چکا ہے کہ ایک جگہ شروع کرنا مراد ہے اور

ایک جگہ فراغ۔

کلام مصنف کی تشریح: قولہ: قَالَ ابو داؤد: رَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ الخ: اوپر جو روایت ابو موسی اشعریؓ کی گزری ہے اس میں وقت مغرب میں اختلاف مذکور تھا، یعنی یہ کہ پہلے دن آپ ﷺ نے اسکو اول وقت اور دوسرے دن اسکو آخر وقت میں پڑھا، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح اس روایت میں تعدد وقت مذکور تھا اسی طرح حضرت جابرؓ کی وہ روایت جس کے راوی عطاء بن ابی رباح ہیں اس میں بھی ایسا ہی ہے یعنی تعدد ہے نَحْوَ هَذَا کا یہی مطلب ہے۔

تنبیہ: جابرؓ کی ایک روایت تعلیقاً مصنف کے کلام میں اس سے تقریباً آٹھ دس سطر پہلے بھی گزر چکی ہے اس میں جابرؓ سے روایت کرنے والے وہب بن کیسان تھے وہ روایت روایت عطاء عن جابر کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں بجائے اختلاف کے اتحاد وقت مذکور ہے تو حاصل یہ ہوا کہ جابرؓ سے روایت کرنے والے دو ہیں ایک عطاء دوسرے وہب بن کیسان، عطاء نے ان سے اختلاف وقت ذکر کیا اور وہب نے اتحاد وقت، لیکن جابرؓ کی گذشتہ روایت قصۂ امامت جبرئیل میں تھی اور جابرؓ کی یہ روایت سوال سائل والی روایت سے متعلق ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں اس کی تصریح ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں ذکر کیا ہے یہ مقام ذرا نازک اور تحقیق طلب تھا جو بحمد اللہ ہو گئی "وَكَذَلِكَ رَوَى ابْنُ بُرَيْدَةَ الخ" یعنی اختلاف فی وقت المغرب۔

۳۹۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ، وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ، وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ»

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو اور عصر کا وقت سورج کے زرد ہونے تک رہتا ہے اور مغرب کا وقت شفق کی چمک کے باقی رہنے تک رہتا ہے اور عشاء کا وقت آدھی رات تک رہتا ہے اور فجر کی نماز کا وقت سورج کے طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١٢) سنن النسائي - المواقيت (٥٢٢) سنن أبي داود - الصلاة (٣٩٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢١٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٢٢٣)

شرح الحدیث: قولہ: وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ معلوم ہوا کہ ظہر اور عصر کے وقت کے کسی جزء میں اشتراک نہیں ہے جس کے مالکیہ قائل ہیں [1]، فهذا دليل الجمهور، "وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ فَوْرُ الشَّفَقِ" اور مغرب کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک شفق کی چمک باقی رہے، مصداق شفق میں اختلاف پہلے گزر چکا "وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ" اس سے مراد وقت اختیار و استحباب ہے اور شافعیہ مالکیہ کی ایک روایت میں عشاء کا وقت نصف لیل تک ہی ہے، کما

[1] اور نہ درمیان میں فصل ہے جس کے بعض شافعیہ قائل ہیں۔

تقدیم، اور ابو سعید اصطخری کا مذہب بھی یہی ہے۔

٣- بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ كَانَ يُصَلِّيهَا

نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی نماز پڑھنے کے اوقات کا بیان اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کس طرح ان نمازوں کو ادا فرماتے تھے نماز کے وقت کی چونکہ ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء اس لئے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اجزاء وقت میں سے کس جزء اور حصہ میں نماز پڑھتے تھے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کا معمول بیان کرنا مقصود ہے۔

٣٩٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَّلَ، وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ، وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ»

ترجمہ: محمد بن عمرو سے روایت ہے...... یہ عمرو حسن بن علی نواسۂ رسول کے بیٹے ہیں...... کہ ہم نے حضرت جابر سے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی نماز پڑھنے کے اوقات کے بارے میں پوچھا تو حضرت جابر نے جواب دیا حضور ظہر کی نماز زوال شمس کے وقت دن کے آدھا ہو جانے پر ادا فرماتے اور عصر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب سورج کی روشنی باقی ہوتی اور مغرب کی نماز غروب آفتاب کے وقت ادا فرماتے اور عشاء کی نماز میں (آپ دیکھتے کہ اگر ابتداء وقت میں) لوگ جمع ہو گئے تو اول وقت میں نماز ادا فرماتے اور اگر (لوگ ابتدائے وقت میں تھوڑے ہوتے) تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ (صحابہ کا انتظار کرتے اور) نماز عشاء میں تاخیر فرماتے اور صبح کی نماز اندھیرے میں ادا فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري-مواقيت الصلاة(٥٣٥)صحيح البخاري-مواقيت الصلاة(٥٤٠)صحيح مسلم-المساجد ومواضع الصلاة(٦٤٦) سنن النسائي-المواقيت(٥٢٧)سنن أبي داود-الصلاة(٣٩٧)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٣٦٩/٣)سنن الدارمي-الصلاة(١١٨٤)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ...... قوله: كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ظہر کی دوپہر میں یعنی اول وقت میں پڑھتے تھے اس کو یا تو محمول کیا جائے زمانۂ شتاء پر یا بیان جواز پر کہ کبھی آپ ایسا بھی کرتے تھے اور یا اس کو منسوخ مانا جائے، وجہ ان توجیہات کی یہ ہے تاکہ یہ حدیث حدیث الابراد کے خلاف نہ ہو، ویسے شافعیہ کے یہاں نماز ظہر اول وقت میں ہی پڑھنا اولیٰ ہے اسکی تفصیل انشاء اللہ باب وقت الظہر میں آئے گی "وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ" آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عصر ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ سورج کی شعاعیں یعنی دھوپ زندہ ہو یعنی تیزی پر ہو، اور یا حیات شمس سے مراد صفاء لون ہے وَالصُّبْحَ بِغَلَسٍ غلس کہتے ہیں اخیر شب کی تاریکی کو جس میں صبح کی روشنی کی آمیزش ہو اس کی مستقل بحث اختلاف وغیرہ باب وقت الصبح میں آئے گی۔

٣٩٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ، وَيَرْجِعُ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ لَا يُبَالِي تَأْخِيرَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ» - قَالَ: ثُمَّ قَالَ: إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ - قَالَ: «وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا، وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ»

ترجمہ: حضرت ابو برزہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ زوال شمس کے وقت ظہر کی نماز ادا فرماتے اور عصر کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ (نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد) ہم میں سے ایک شخص مدینہ منورہ کے آخری کونے تک جاتا اور واپس (مسجد نبوی) آجاتا اس سب کے باوجود سورج کی روشنی باقی ہوتی (سورج زرد نہ پڑتا) راوی کہتے ہیں کہ میں بھول گیا کہ حضرت ابو برزہؓ نے نماز مغرب کے بارے میں کیا فرمایا تھا...... اور حضور ایک تہائی رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے کی پروا نہیں فرماتے تھے، اور ابو برزہؓ نے کبھی یہ فرمایا کہ آدھی رات تک عشاء کی نماز مؤخر فرمانے کی پرواہ نہ فرماتے، ابو المنہال راوی کہتے ہیں جناب رسول ﷺ نماز عشاء سے پہلے سونے اور نماز عشاء کے بعد گفتگو کرنے کو ناپسند فرماتے اور فجر کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ ہم میں سے کوئی اپنے ساتھ میں بیٹھے ہوئے ہمنشین کو نہ پہچان پاتا جس کو وہ پہلے سے جانتا ہوتا اور فجر کی نماز میں حضور ﷺ ساٹھ ٦٠ آیتوں سے لیکر سو آیات تک تلاوت فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري – مواقيت الصلاة (٥١٦) صحيح البخاري – مواقيت الصلاة (٥٢٢) صحيح البخاري – مواقيت الصلاة (٥٤٣) صحيح البخاري – مواقيت الصلاة (٥٧٤) صحيح البخاري – الأذان (٧٣٧) صحيح مسلم – الصلاة (٤٦١) صحيح مسلم – المساجد ومواضع الصلاة (٦٤٧) جامع الترمذي – الصلاة (١٦٨) سنن النسائي – المواقيت (٤٩٥) سنن النسائي – المواقيت (٥٢٥) سنن النسائي – المواقيت (٥٣٠) سنن النسائي – الافتتاح (٩٤٨) سنن أبي داود – الصلاة (٣٩٨) سنن ابن ماجه – الصلاة (٦٧٤) سنن ابن ماجه – الصلاة (٧٠١) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٨) مسند أحمد – أول مسند البصريين (٤١٩/٤) مسند أحمد – أول مسند البصريين (٤٢٠/٤) مسند أحمد – أول مسند البصريين (٤٢١/٤) مسند أحمد – أول مسند البصريين (٤٢٣/٤) مسند أحمد – أول مسند البصريين (٤٢٤/٤) مسند أحمد – أول مسند البصريين (٤٢٥/٤) سنن الدارمي – الصلاة (١٣٠٠) سنن الدارمي – الصلاة (١٤٢٩)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ...... قوله: عَنْ أَبِي بَرْزَةَ: یہ ابو برزہ الاسلمی[1] ہیں نام نضلہ بن عبید ہے۔

وَيُصَلِّي الْعَصْرَ وَإِنَّ أَحَدَنَا: یعنی آپ ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ آدمی آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنے گھر جو منتہائے مدینہ یعنی بستی کے آخر میں ہے وہاں چلا جائے اور پھر لوٹ کر دوبارہ مسجد کی طرف آجائے اس حال میں کہ سورج کی تپش اور تیزی باقی ہو، ابو داؤد کی اس حدیث میں جانا اور آنا دونوں مذکور ہے کہ آدمی اپنے گھر جا کر واپس بھی آجائے

---

[1] نضلة بن عبيد الأسلمي أبو برزة مشهور بكنيته...... اسمه عبد الله بن نضلة بن عبيد بن الحارث بن حبال بن ربيعة بن دعبل بن أنس بن جذيمة بن مالك بن سلامان بن أسلم بن أفصى (الإصابة في تمييز الصحابة – ج ٦ ص ٢٣٧). نضلة بن عُبَيْد بن الحارث بن حبال بن ربيعة بن دعبل بن أنس بن خزيمة بن مالك بن سلامان بن أسلم بن أفصى الأسلمي، وقيل: نضلة بن عبد الله بن الحارث، وقيل: عبد الله بن نضلة. (أسد الغابة في معرفة الصحابة – ج ٥ ص ٣٠٥)

تب بھی دھوپ میں تیزی باقی ہو یہ روایت بخاری شریف کی روایت کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں صرف جانا مذکور ہے واپسی کا ذکر نہیں، ہمارے یہاں امامت جبرئیل میں جو روایت گزری ہے اس میں بھی صرف جانا ہی مذکور ہے واپسی کا ذکر نہیں جس کے لفظ یہ ہیں: فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَيَأْتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ. لہٰذا ابو داؤد کی اس روایت کی تاویل کی جائے گی وہ یہ کہ وَيَرْجِعُ تفسیر ہے يذهب کی کہ جانے سے مراد گھر کی طرف واپسی ہے جانا اور آنا دونوں مراد نہیں، یا يَرْجِعُ کو حال قرار دیا جائے، ای يذهب راجعاً الى المدينة۔

نوم قبل العشاء اور حدیث بعد العشاء کی تفصیل: وَكَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم کے نزدیک نوم قبل العشاء مکروہ ہے اور بعضوں کے نزدیک اس میں رخصت ہے اور بعض علماء نے صرف رمضان میں اجازت دی ہے ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ بعض حضرات اس میں متشدد ہیں جیسے عمر، ابن عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اسی کو اختیار کیا ہے امام مالکؒ نے، اور بعض نے اس میں گنجائش رکھی ہے جیسے حضرت علی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اور یہی مذہب ہے کوفیین کا، اور امام طحاوی وغیرہ بعض علماء نے جواز نوم کیلئے شرط لگائی ہے کہ اگر بیدار کرنے کیلئے کسی کو متعین کر دے تب جائز ہے، امام نوویؒ نے امام مالک اور شافعیہ دونوں کا مسلک کراہت لکھا ہے "وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا" یعنی عشاء کی نماز کے بعد بات کرنے کو آپ مکروہ سمجھتے تھے، امام نوویؒ نے علماء کا حدیث بعد العشاء کی کراہت پر اتفاق نقل کیا ہے الا یہ کہ کسی امر خیر میں ہو [1]، سعید بن المسیب سے منقول ہے: لَأَنْ أَنَامَ عَنِ الْعِشَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ اللَّغْوِ بَعْدَهَا [2] کہ میں بغیر عشاء پڑھے سو جاؤں اس کو بہتر سمجھتا ہوں اس سے کہ نماز عشاء کے بعد فضول باتیں کروں، حضرت عمرؓ سمر بعد العشاء پر لوگوں کی پٹائی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: اسمراً اول الليل ونوماً آخره؟ [3] کہ شروع رات میں باتیں کر رہے ہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اخیر شب میں سوتے رہ جاؤ گے تہجد فوت ہوگا۔

لیکن واضح رہے کہ علماء نے اس کراہت کو مقید کیا ہے بیکار اور فضول بات پر، مفید بات جس میں کوئی دینی مصلحت ہو یا علمی مذاکرہ وغیرہ وہ اس میں داخل نہیں، امام ترمذیؒ نے سَمَرَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اکثر احادیث سے رخصت معلوم ہوتی ہے، اور انہوں نے اس سلسلہ کی ایک حدیث مرفوع بھی نقل کی ہے لَا سَمَرَ إِلَّا لِمُصَلٍّ، أَوْ مُسَافِرٍ [4] یعنی جو شخص نفلیں پڑھنے کیلئے جاگ رہا ہو اسکو اگر نیند آنے لگے تو اپنے ساتھی سے باتیں کر سکتا ہے ایسے

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٥ ص ١٤٧

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج ٢ ص ٢٧٥

[3] فتح الباري شرح صحيح بخاري – ج ٢ ص ٣٨٦

[4] جامع الترمذي – كتاب الصلاة – باب ما جاء من الرخصة في السمر بعد العشاء ١٦٩

ہی مسافر حالت سفر میں قطع مسافت کی سہولت کیلئے بات کر سکتا ہے، نیز ایک روایت [1] میں مصلی اور مسافر کے ساتھ عروس کا بھی اضافہ ہے کہ اپنی دلہن کے ساتھ اسکی دل بستگی کیلئے سمر بعد العشاء کی اجازت ہے اسی طرح حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ دونوں کا سمر بعد العشاء روایات میں موجود ہے امام بخاریؒ نے بھی باب السمر فی العلم ترجمہ قائم کیا ہے، غرضیکہ منع کی روایات کو غیر مفید اور غیر ضروری بات کے ساتھ مقید ماننا پڑیگا۔

وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ: یہاں پر نسخے مختلف ہیں بعض نسخوں میں ومایعرف ہے حرف نفی کے ساتھ اور بعض میں ویعرف ہے اور وہی نسخہ زیادہ صحیح ہے جس میں حرف نفی نہیں ہے اس لئے کہ وہ بخاری اور مسلم کی روایات کے موافق ہے، بہر حال مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کی صورت کو دیکھ کر پہچان سکے اور مانافیہ ہونے کی صورت میں ظاہر ہے کہ اس میں معرفت کی نفی ہوگی کہ نہ پہچان سکے، نسخہ صحیحہ مسلک احناف کے زیادہ قریب ہے جو صبح میں اسفار کے قائل ہیں، ہاں البتہ نساء کے بارے میں آتا ہے مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ جس پر کلام ہمارے یہاں انشاء اللہ آگے آئے گا، اور اگر یہاں پر نسخہ مایعرف کو بھی صحیح مانا جائے تو دونوں نسخوں میں تطبیق کی شکل یہ ہوگی کہ عدم معرفت کو نماز شروع کرنے کے وقت پر محمول کیا جائے اور معرفت کی روایت کو نماز سے فارغ ہونے پر۔

٤ - بَابٌ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ

نماز ظہر کے وقت کا بیان

سردی کے زمانہ میں ظہر کی نماز میں تعجیل بالاتفاق اولیٰ وافضل ہے اور گرمی میں جمہور علماء ائمہ ثلاث جس میں حنفیہ بھی ہیں کے نزدیک تاخیر اولیٰ ہے، امام شافعیؒ اس میں جمہور کے ساتھ نہیں ان کے نزدیک گرمی میں استحباب تاخیر چند شرطوں کے ساتھ مقید ہے: ① اول یہ کہ شدت حرارت ہو ② حرارة البلد ③ جماعت کی نماز ہو منفرد کیلئے نہیں ④ اتیان من بعید یعنی مسجد فاصلہ پر ہو اس کیلئے لمبی مسافت طے کرنی پڑتی ہو مسجد قریب میں نہیں ان کے نزدیک ان چار شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو پھر تاخیر اولیٰ نہیں۔

امام ترمذی کا مسلک شافعی پر نقد: امام ترمذی مسلکاً شافعی ہیں کسی مسئلہ میں ان کے خلاف نہیں بولے لیکن یہاں امام شافعیؒ کی ان شرائط پر انہوں نے جامع ترمذی میں اعتراض کیا ہے کہ یہ شرائط خلاف حدیث ہیں۔

٣٩٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: «كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى

---

[1] عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "لَا سَمَرَ إِلَّا لِثَلَاثَةٍ: مُصَلٍّ، أَوْ مُسَافِرٍ، أَوْ عَرُوسٍ". (فتح الباري شرح صحيح بخاري لابن رجب - ج ٣ ص ٣٩٠)

لِتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَضَعُهَا لِجَبْهَتِي أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ».

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتا تھا تو میں سخت گرمی کی وجہ سے کنکریوں کو ایک مٹھی میں بھر کر اپنی ہتھیلی میں ٹھنڈی کرتا تا کہ اپنی پیشانی کی جگہ پر رکھ کر ان کنکریوں پر سجدہ کروں۔

تخریج: سنن النسائي- التطبيق(۱۰۸۱)سنن أبي داود- الصلاة(۳۹۹)مسند أحمد- باقي مسند المكثرين(۳۲۷/۳)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ...... قوله: كُنْتُ أُصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَآخُذُ قَبْضَةً مِنَ الْحَصَى: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتا تھا تو مٹھی میں کنکریاں دبا لیتا تھا تا کہ وہ ٹھنڈی رہیں اور پھر جب سجدہ میں جاتا تو ان پر سجدہ کرنے کیلئے ان کو سجدہ کی جگہ رکھ دیتا زمین کی تپش سے بچنے کے لئے، خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اخذ قبضة من الحصی عمل قلیل ہے جو مفسد صلاۃ نہیں، یہ معلوم ہوا کہ مصلی کو ثوب ملبوس پر سجدہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اگر جائز ہوتا تو پھر اس تکلف یعنی تبرید حصی کی ضرورت نہ ہوتی، جاننا چاہئے کہ ثوب متصل پر سجدہ کرنا شافعیہ کے یہاں ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے حنفیہ کے یہاں جائز ہے زائد سے زائد مکروہ ہے، تو خطابیؒ اس حدیث سے اپنے مسلک کو ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ روایات سے سجود علی ثوب المصلی ثابت ہے، لیکن شافعیہ ان روایات کو تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس ثوب سے ثوب متصل اور ملبوس مراد نہیں بلکہ ثوب منفصل ہے، ہم کہتے ہیں کہ یہ خلاف ظاہر ہے، صحابہ کرامؓ کے پاس اتنے کپڑے کہاں تھے پہننے کیلئے الگ بچھانے کیلئے الگ، اولکلم ثوبان حدیث یاد کیجئے۔

۴۰۰- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُدْرِكٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: «كَانَتْ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ»

ترجمہ: اسود کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نماز ظہر گرمی کے زمانہ میں اس وقت ہوتی تھی جب ہر چیز کا سایہ تین قدم سے لیکر پانچ قدم تک ہو جاتا اور سردی کے موسم میں حضور ﷺ ظہر کی نماز اس وقت ادا فرماتے جب ہر چیز کا سایہ پانچ قدم سے لیکر سات قدم تک ہو جاتا۔

تخریج: سنن النسائي- المواقيت(۵۰۳)سنن أبي داود- الصلاة(۴۰۰)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ...... قوله: فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خَمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خَمْسَةَ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ: اس حدیث سے مقصود ظہر کی نماز کے وقت کو بیان کرنا ہے، پہلے زمانہ میں مروجہ گھڑیاں اور گھنٹے تو تھے نہیں اوقات کا حساب اور ان کی معرفت و تعیین طلوع اور غروب اور دھوپ و سایہ کے لحاظ سے کرتے تھے،

چنانچہ اس حدیث پاک میں ان صحابی نے بھی ظہر کی نماز کے وقت کو سایہ کی مقدار کے اعتبار سے سمجھایا ہے اور وہ یہ کہ آپ ﷺ اوائل صیف (گرمی کی ابتداء) میں نماز ظہر اسوقت اداء فرماتے تھے جب کہ سایہ تین قدم کے بقدر ہوتا تھا اور شدت صیف میں تاخیر سے پڑھتے تھے یعنی جبکہ سایہ پانچ قدم کے بقدر ہو جاتا، یہ بات ایک بدیہی سی ہے جتنی تاخیر ہوگی اتنا ہی سایہ میں اضافہ ہوگا۔

پھر جاننا چاہئے کہ ظل کی دو قسمیں ہیں، ظل اصلی اور ظل زائد، عین نصف النہار کے وقت جو سایہ ہوتا ہے وہ ظل اصلی کہلاتا ہے اور زوال شمس کے بعد سے جو سایہ بڑھنا شروع ہوتا ہے وہ ظل زائد کہلاتا ہے، دراصل تعجیل وتاخیر کا مدار اسی ظل زائد پر ہے اس کا زائد ہونا تاخیر پر دلالت کرتا ہے اور کم ہونا تعجیل پر، لیکن اس حدیث میں جو ظل مذکور ہے وہ مطلقاً ہے اس میں زائد یا اصلی کی قید نہیں، بلکہ مجموعۂ ظل مراد ہے۔

لہذا یہ دیکھا جائیگا کہ اس حدیث میں سایہ کی جو مقدار مذکور ہے اس میں ظل اصلی کتنا ہے اور ظل زائد کتنا، تب تعجیل یا تاخیر کا صحیح علم ہو سکے گا، لہذا آگے سنیے۔

امام خطابی اور سبکی کی رائے کا اختلاف: اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام خطابیؒ کی رائے یہ ہے کہ حجاز مقدس میں گرمی کے زمانہ میں ظل اصلی تین قدم کے قریب ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ اول صیف میں آپ ﷺ نماز اول وقت میں پڑھتے تھے، اور پھر بعد میں شدت حر کے زمانہ میں دو قدم کے بقدر تاخیر فرما کر کل پانچ قدم پر پڑھتے تھے لاجل الابراد۔

اور اس کے بالمقابل تقی الدین سبکی فرماتے ہیں جیسا کہ شارح ابن رسلان نے ان سے نقل کیا ہے کہ حجاز میں گرمی کے زمانہ میں نصف النہار کے وقت ظل اصلی مطلقاً ہوتا ہی نہیں، لہذا ان کے اس قول کے پیش نظر آپ ﷺ کا تین قدم کے بقدر سایہ پر نماز پڑھنا یہ تاخیر اور ابراد کیلئے تھا اور پھر بعد میں جب ظل اصلی دو قدم کے بقدر ہونے لگتا تھا تو اس وقت پانچ قدم پر ظہر پڑھتے تھے، یعنی ظل زائد اس وقت بھی تین ہی قدم ہوتا تھا حاصل یہ کہ سبکی کے نزدیک آپ ﷺ نے ظہر کی نماز مطلقاً اول صیف وآخر صیف میں تین قدم سایہ پر پڑھی اور تین قدم سایہ تقریباً نصف مثل ہوتا ہے (کیونکہ مشہور ہے کہ آدمی کا قد اس کے سات قدم کے بقدر ہوتا ہے) لہذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ گرمی میں آپ ظہر کا تقریباً نصف وقت گزار کر نماز پڑھتے تھے (کیونکہ جمہور کے نزدیک ظہر کا وقت ایک ہی مثل پر آکر ختم ہو جاتا ہے) اور خطابی کی رائے کا تقاضا جو اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہ ہے کہ گرمی کے شروع زمانہ میں آپ ظہر اول وقت میں پڑھتے تھے بدون ابراد کے اور پھر آگے چل کر گرمی کی شدت کے زمانہ میں صرف دو قدم سایہ کے بقدر تاخیر فرماتے، ان شارحین کا یہ اختلاف اس بات پر مبنی ہے .... کہ ان میں سے ایک کے نزدیک حجاز میں موسم گرما میں ظل اصلی نصف النہار کے وقت تین قدم کے

قریب ہوتا ہے اور دوسرے شارح کے نزدیک ہوتا ہی نہیں وھذا غایۃ التحقیق والتوضیح ،لھذا المقام واللہ ولی المرام وبیدہ حسن الختام، یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے حدیث کے جزء اول سے متعلق ہے یعنی ظہر کی نماز زمانہ صیف میں۔

اور حدیث کا جزء ثانی جو شتاء سے متعلق ہے اس میں شراح کا کوئی اختلاف نہیں، حجاز مقدس میں اول شتاء میں ظل اصلی پانچ قدم اور پھر آگے چل کر سات قدم ہو جاتا ہے، اس لئے آپ کی ظہر سردی کے زمانہ میں مطلقاً اول وقت ہوئی اور مسئلہ بھی یہی ہے کہ سردی کے زمانہ میں ظہر کو بالاتفاق اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے۔

٤٠١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: ابو داود أَبُو الْحَسَنِ هُوَ مُهَاجِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: «أَبْرِدْ». ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ: «أَبْرِدْ» - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - حَتَّى رَأَيْنَا فَيْءَ التُّلُولِ، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ»

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم (ایک سفر میں) حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو موذن نے ظہر کی اذان دینے کا ارادہ فرمایا حضور ﷺ نے (موذن سے) فرمایا نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ پھر دوبارہ موذن (حضرت بلال) نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ دو یا تین مرتبہ آپ نے یونہی فرمایا یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس لینے کے سبب ہوتی ہے جب گرمی کی شدت ہو جائے تو تم لوگ نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥١٢) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥١٤) صحيح البخاري - الأذان (٦٠٣) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣٠٨٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١٦) جامع الترمذي - الصلاة (١٥٨) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٥٥/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٦٢/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٧٦/٥)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ...... قوله: فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: «أَبْرِدْ»: یہ سفر کا واقعہ ہے حضرت بلالؓ نے ظہر کیلئے اذان کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے ابراد کا حکم فرمایا کہ ابھی ٹھہر و گرمی کی تیزی کم ہونے دو، یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ بلالؓ نے تو اذان کا ارادہ کیا تھا اور ابراد یعنی شدت حرارت سے بچنا نماز کے اعتبار سے ہے نہ کہ اذان کے، پھر اذان سے کیوں روکا گیا؟ اس پر حافظؒ لکھتے ہیں کہ دراصل علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اذان وقت کیلئے ہوتی ہے یا نماز کیلئے، اور اس حدیث سے تائید ہو رہی ہے ان کی جو کہتے ہیں کہ نماز کیلئے ہے، کرمانی فرماتے ہیں کہ نہیں اذان تو وقت ہی کیلئے ہوتی ہے لیکن چونکہ اس زمانہ میں حضرات صحابہؓ کی عادت یہ تھی کہ اذان سننے کے بعد پھر حضور للصلوۃ میں دیر نہیں کرتے تھے اس لئے اذان میں ابراد کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔

قوله: مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا: حضرت بلالؓ نے کچھ دیر بعد دوبارہ اذان دینے کا ارادہ فرمایا پھر آپ نے وہی فرمایا ابرد پھر آگے شک راوی ہے کہ تیسری مرتبہ بھی آپ کو ابرد فرمانے کی نوبت آئی یا نہیں۔

قولہ: حَتّٰی رَأَیْنَا فَيْءَ التُّلُولِ: تلول جمع تل کی ہے اس کا اطلاق ٹیلے پر ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ پھر حضرت بلالؓ نے اتنی تاخیر کی کہ ہم لوگوں کو ٹیلوں کا سایہ نظر آنے لگا، ٹیلہ منبطح ومنبسط چیز ہوتی ہے یعنی پھیلی ہوئی اور دراز، اور ایسی چیز کا سایہ زمین پر جلدی پڑنا شروع نہیں ہوتا جیسا کہ مشاہد ہے بلکہ کافی دیر سے ہوتا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں تو آتا ہے حَتّٰی سَاوَی الظِّلُّ التُّلُولَ ❶ کہ ٹیلوں کا سایہ خود ٹیلوں کے برابر ہو گیا اس سے تو بہت ہی زائد تاخیر معلوم ہو رہی ہے جو یقیناً مثلین کو پہنچ جائے گی جیسا کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے اور جمہور کے یہاں تو ایک ہی مثل پر ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے لہذا یہ حدیث وقت ظہر کے بارے میں امام صاحبؒ کی دلیل ہوئی۔

حدیث الباب کی شافعیہ کی طرف سے توجیہات: اسی لئے حضرات شافعیہ اس کی تاویل میں متفکر ہیں خصوصاً روایت بخاری کے لفظ میں، چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مساوات کا مطلب یہ نہیں کہ ٹیلوں کا سایہ مقدار میں ان کے برابر ہو گیا یعنی مساوات فی المقدار مراد نہیں بلکہ مساوات فی التحقق والظہور مراد ہے یعنی جیسے ٹیلے موجود تھے اسی طور پر ان کا سایہ بھی پایا جا رہا تھا اور دوسری تاویل حافظ نے یہ کی کہ اس کو جمع بین الصلوتین پر محمول کیا جائے کیونکہ یہ سفر کا واقعہ ہے، لہذا آپ ﷺ کا قصد ظہر کو وقت عصر میں پڑھنا تھا ❷، انتہی کلام الحافظ، دیکھئے حافظ صاحبؒ کیا فرما رہے ہیں! اسی لئے تو ہم نے کہا تھا کہ یہ امام صاحبؒ کی دلیل ہے ورنہ اس تاویل کی کیا حاجت تھی۔

وقت ظہر إلی مثلین کے بارے میں امام اعظم کے دلائل: امام صاحبؒ کے پاس اور بھی بعض دلائل ہیں مثلاً یہی حدیث الابراد اس لئے کہ ابراد ایک مثل کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے خصوصاً عرب میں (کما فی تقریر شیخ الھند) اور اسی طرح وہ مشہور حدیث جو مشکوۃ کے اخیر میں باب ثواب ھذہ الامۃ کے ذیل میں مذکور ہے کہ اس امت کی مثال قلت عمل اور کثرت اجر کے بارے میں یہود و نصاری کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص کام کرانے کے لئے مزدور طلب کرے بعض مزدور کام کریں صبح سے لیکر ظہر تک اور بعض ظہر سے عصر تک اور دونوں کیلئے اجرت ایک ایک دینار تجویز کرے اور بعض مزدوروں کو عصر سے غروب تک کیلئے بلائے اور ان کے لئے اجرت دو، دو دینار تجویز کرے تو اس سے وہ دونوں گروہ مالک پر ناراض ہوئے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم دونوں کا عمل زائد اور اجرت کم اور تیسرے گروہ کا عمل کم اور اجرت زائد، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے دو گروہ مثال ہیں یہود و نصاری کی اور تیسرا گروہ مثال ہے امت محمدیہ کی، اس حدیث ❸ سے استدلال اس طور پر ہے کہ عمل کی کمی اور اجرت کی زیادتی جبھی ہو سکتی ہے جب عصر کا وقت مثلین سے مانا جائے

---

❶ صحیح البخاري - کتاب الأذان - باب الأذان للمسافر إذا کانوا جماعة والإقامة ۶۰۳

❷ فتح الباري شرح صحیح البخاري لابن حجر - ج ۲ ص ۲۱

❸ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح - کتاب المناقب والفضائل - باب ثواب ھذہ الأمة ۶۲۸۳

اور اور ایک مثل سے مانیں تب نہیں، اس کا جواب بعض نے جمہور کی طرف سے یہ دیا ہے کہ اگر عصر کے وقت کی ابتداء ایک مثل سے مانی جائے تب بھی عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہی رہتا ہے۔

گو معمولی سی سا ہی فرق ہو جواب یہ ہے کہ یہ کچھ نہیں، یہ حدیث امثال کے قبیلہ سے ہے مثالیں بہت واضح اور نمایاں ہوا کرتی ہیں ایسا باریک فرق ان میں نہیں چلتا۔

قولہ: إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ: گرمی کی شدت حرارت جہنم کی وسعت اور اس کے انتشار کی وجہ سے ہے اس حدیث کو بعض علماء نے مجازِ تشبیہ پر محمول کیا ہے یعنی یہ سمجھئے کہ موسم گرما میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے وہ جہنم کی حرارت کی طرح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام اپنی حقیقت پر محمول ہے، کما قال الحافظ وغیرہ من الشراح، اس لئے کہ ایک روایت میں تصریح ہے: اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا، فَقَالَتْ: يَا رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا؛ فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ[1] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جہنم جب باہر کا سانس لیتی ہے تو یہ گرمی اس سے پیدا ہوتی ہے، اور گویا جب اندر کا سانس لیتی ہے تو دنیا میں حرارت کے بجائے برودت پیدا ہوتی ہے یا یہ کہا جائے کہ جہنم کا ایک طبقہ زَمْهَرِير بھی ہے جس میں شدید قسم کی برودت اور ٹھنڈک ہے، اس طبقہ کے سانس کی وجہ سے دنیا میں سردی ہو جاتی ہے، ھکذا قالوا۔

ایک اشکال و جواب: لیکن یہاں پر ایک سوال ہے کہ اگر موسم گرما کی گرمی جہنم کے اثر سے ہے تو وہ بیک وقت تمام عالم کو محیط ہونی چاہیے یہ کیا کہ ایک ہی زمانہ میں کسی اقلیم میں گرمی ہے اور کسی میں سردی، جواب یہ ہے کہ ہر چیز پہلے اپنے مرکز میں پہنچتی ہے، پھر وہاں سے دوسری جگہ پہنچتی ہے تو دنیا میں حرارت کا مرکز شمس ہے لہذا جہنم کی حرارت جب دنیا کی طرف آتی ہے تو اس کو سورج اپنے اندر کھینچ لیتا ہے اور سورج کو چونکہ زمانہ واحد میں بعض امکنہ سے قرب اور بعض سے بعد ہوتا ہے تو اس سورج کے قرب و بعد کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ کہیں گرمی ہے اور کہیں نہیں إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ. فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ[2] جو لوگ مطلقاً ابراد کے قائل نہیں وہ حدیث الابراد کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ برد النہار کہتے ہیں اول النہار کو، لہذا أَبْرِدُوا کے معنی یہ ہوئے کہ برد الوقت یعنی اول وقت میں نماز پڑھو، لیکن چونکہ حدیث میں إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ موجود ہے پھر یہ تاویل کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور ایسے ہی قصہ بلال جو اوپر گزرا اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ابراد سے مراد تاخیر ہے۔

٤٠٢ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ. فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ» قَالَ: ابْنُ مَوْهَبٍ: «بِالصَّلَاةِ، فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ»

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر لمن يمضي إلى جماعة، ويناله الحر في طريقه ٦١٧

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر لمن يمضي إلى جماعة، ويناله الحر في طريقه ٦١٥

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کیا کرو ابن موھب راوی نے ابردوا بالصلوۃ نقل کیا (جبکہ قتیبہ بن سعید نے أَبْرِدُوا عَنِ الصَّلاَةِ نقل کیا) کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی سانس لینے کے سبب سے ہوتی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥١٠) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥١٢) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١٥) جامع الترمذي - الصلاة (١٥٧) سنن النسائي - المواقيت (٥٠٠) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٢) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٧٧) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٧٨) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢٨) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٠٧)

٤٠٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، «أَنَّ بِلاَلاً كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ»

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلال زوال شمس کے وقت نماز ظہر کی اذان دیتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٣) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٧٣)

شرح الحدیث: أَنَّ بِلاَلاً كَانَ يُؤَذِّنُ الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ: دحض کے معنی زلق اور پھسلنے کے ہیں مراد یہاں سورج کا وسط سماء سے منتقل اور زائل ہونا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ زوال کے فوراً بعد اذان کہتے تھے اور مسلم کی روایت میں ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ [1] امام نوویؒ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں تقدیم و تعجیل مستحب ہے [2]، وبه قال الشافعي والجمهور، میں کہتا ہوں اس مسئلہ میں جمہور اور امام شافعیؒ ہی کا تو اختلاف ہے پھر جمہور کی طرف نسبت کیسے کر دی اس لئے جمہور سردی میں تعجیل اور گرمی میں تاخیر کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ کے یہاں گرمی میں بھی تعجیل ہے الابشرائط، لہذا جمہور کی جانب سے توجیہ یہ ہوگی یا تو یہ کہا جائے کہ دوام مراد نہیں بلکہ احیاناً لبیان الجواز یا یہ کہا جائے ممکن ہے کہ یہ امر بالابراد سے پہلے کا واقعہ ہو، یا زمن شتاء پر محمول کیا جائے، اور علامہ عینیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جو شخص ظہر ابراد کے ساتھ پڑھتا ہے اس پر بھی تو یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے زوال شمس کے بعد نماز پڑھی، عینی کی مراد یہ ہے کہ اس کو علی الفور پر محمول نہ کیا جائے بلکہ بعد الفصل تاکہ حدیث ابراد کے خلاف نہ ہو۔

٥ - بَابٌ فِي وَقْتِ صَلاَةِ الْعَصْرِ

نماز عصر کے وقت کا بیان

جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر میں تعجیل اولیٰ ہے اور حنفیہ کے یہاں تاخیر (قاله ابن العربي في شرح الترمذي) ✽

---

1. صحيح مسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة باب استحباب الإبراد بالظهر في شدة الحر لمن يمضي إلى جماعة. ويناله الحر في طريقه ٦١٨
2. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٥ ص ١٢٠

٤٠٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ» وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ

ترجمہ: انس بن مالک نے ابن شہاب زہری کو بتلایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے کہ سورج سفید (بغیر زردی) ہوتا بلند ہوتا اور اسکی روشنی باقی ہوتی اور (نماز عصر پڑھنے کے بعد) ایک شخص عوالی جاتا اور سورج بلند ہوا کرتا تھا۔

شرح الحدیث: **جمہور کا حدیث سے تعجیل عصر پر استدلال اور حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب**: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ...... قولہ: وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ: یعنی عوالی مدینہ میں رہنے والے صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس ہوتے تھے اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج بلند ہوتا تھا اور اس سے اگلی روایت میں آرہا ہے کہ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ عوالی مدینہ سے دو یا تین یا چار میل کی مسافت پر واقع ہے بظاہر مطلب یہ ہے کہ بعض عوالی مدینہ سے دو میل کی مسافت پر ہیں اور بعض چار میل کی جیسا کہ بخاری کی ایک روایت میں اسکی تصریح ہے اور حافظؒ بعض روایات کے پیش نظر لکھتے ہیں کہ أبعد العوالی [1] چھ میل پر ہے مگر اس روایت کے ثبوت میں حافظ کو تردد ہے کیونکہ بخاری کی روایت کے خلاف ہے، اور مدونہ میں تو امام مالک سے یہ مروی ہے کہ ابعد العوالی تین میل کی مسافت پر ہیں، اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زائد سے زائد مسافت آٹھ میل کی ہے (کمافی البذل) اب بخاری کی روایت کو اگر سامنے رکھا جائے تو چار میل سے زائد فاصلہ نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ عصر پڑھنے والے اپنے گھر چار میل پہنچ جاتے تھے پھر بھی سورج کی حرارت، ارتفاع اور بلندی باقی رہتی اس سے یہ سب حضرات یعنی جمہور علماء تعجیل عصر پر استدلال کر رہے ہیں اور یہ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب لامع میں حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس حدیث سے وقت کی تعیین پر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ لوگ اپنی چال اور رفتار میں مختلف ہوتے ہیں، بعض سریع السیر اور بعض بطئ السیر نیز عوالی کی مقدار بھی بُعد کے اعتبار سے مختلف ہے بعض عوالی دو میل پر ہیں اور بعض تین اور بعض چار پر تو ایسی صورت میں کیا استدلال ہو سکتا ہے، حضرت شیخؒ حاشیہ لامع میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ وہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں جب ان کا قیام نظام الدین میں تھا تو روزانہ دو وقت پڑھنے کیلئے وہاں سے مدرسہ حسین بخش دہلی میں آتے جاتے تھے پیدل آنا جانا ہوتا تھا تو وہ فرماتے تھے کہ میں بستی نظام الدین سے مدرسہ حسین بخش آدھ پون گھنٹے کے درمیان پہنچ جاتا تھا حالانکہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت تقریباً ساڑھے تین میل ہے معلوم ہوا کہ سریع السیر شخص عوالی جتنی

[1] لتحصل من ذلك أن أقرب العوالي من المدينة مسافة ميلين وأبعدها مسافة ستة أميال (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٣١٦)

مسافت تقریباً گھنٹے میں طے کرلیتا ہے تو اگر عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے اور پھر اس پر مزید آدھ گھنٹہ گزر جائے تو بظاہر ارتفاع شمس پایا جائے گا یہی بات حدیث مذکور ہے، کم از کم اتنا تو کہہ ہی سکتے ہیں کہ اس حدیث کا مفید تعجیل ہونا متیقن نہیں یہی بات امام ابو بکر جصاص رازی نے بھی احکام القرآن میں لکھی ہے چنانچہ حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں وقال الرازي في الأحكام لايمكن الوقوف منه على مقدار معلوم من الوقت، لأنه على المسافة والسرعة في المشي [1]۔

٤٠٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَالْعَوَالِي عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: أَوْ أَرْبَعَةٍ

ترجمہ: زہری کہتے ہیں عوالی دو میل یا تین میل کے فاصلے پر ہے۔ معمر کہتے ہیں میرے خیال میں امام زہری نے یہ بھی فرمایا تھا کہ عوالی یا چار میل کے فاصلے پر ہے۔

٤٠٦ - حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: «حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا»

ترجمہ: خیثمہ کہتے ہیں کہ سورج کی حیات (زندگی) یہ ہے کہ گرمی تمہیں محسوس ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٢٣) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٢٥) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٢٦) صحيح البخاري - الاعتصام بالكتاب والسنة (٦٨٩٨) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٢١) سنن النسائي - المواقيت (٥٠٦) سنن النسائي - المواقيت (٥٠٧) سنن النسائي - المواقيت (٥٠٨) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٤) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٨٢) موطأ مالك - وقوت الصلاة (١٠) موطأ مالك - وقوت الصلاة (١١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٠٨)

٤٠٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: عُرْوَةُ، وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ»

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہؓ نے مجھے بیان کیا کہ حضور ﷺ نماز عصر اس حال میں ادا فرماتے کہ سورج کی دھوپ حضرت عائشہ کے گھر کی دیوار پر چڑھنے سے پہلے ابھی ان کے صحن میں ہی ہوتی۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٤٩٩) جامع الترمذي - الصلاة (١٥٩) سنن النسائي - المواقيت (٥٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧/٦) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢)

شرح الحدیث اور طریق استدلال: قوله: كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے ایسے وقت میں کہ دھوپ انکے حجرے کے صحن میں موجود ہوتی تھی قبل اس کے کہ دھوپ دیواروں پر چڑھے تظہر ظہور سے ہے جسکے معنی یہاں صعود اور علو کے ہیں، کما فی قولہ تعالیٰ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ [2]، یہ حدیث متفق علیہ ہے.............اور بظاہر تعجیل عصر پر دلالت کررہی ہے اور یہ کہ عصر کا وقت ایک مثل سے

---

[1] أحكام القرآن للجصاص - ج ٣ ص ٢٥٤، أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ١ ص ٢٩٢

[2] اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں (سورة الزخرف ٣٣)

شروع ہو جاتا ہے جبھی تو دھوپ حجرے کے اندر ہوتی تھی ورنہ تاخیر سے پڑھنے کی............ صورت میں حجرے میں دھوپ کیسے ہو سکتی ہے، امام طحاویؒ اس پر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تعجیل پر استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ حجرے کی دیواریں قصیر چھوٹی اور نیچی تھیں اور جس مکان کی دیواریں چھوٹی چھوٹی اور پست ہوں اس میں تو سورج کی دھوپ شام تک رہتی ہی ہے، ہاں دیواروں کے بلند ہونے کی صورت میں دھوپ کا مکان کے صحن میں ہونا یقیناً تعجیل کو مقتضی ہے اور یہاں ایسا نہ تھا، الحاصل یہ کہ اس حدیث سے تعجیل پر استدلال طول جدر ان پر موقوف ہے اور ایسا ہے نہیں، اور یہی بات صاحب بدائع نے بھی فرمائی ہے کما فی الاوجز، اس پر جمہور نے کہا کہ صرف دیواروں کا پست ہونا تاخیر کیلئے کافی نہیں ہے جب تک اس کے ساتھ دوسری چیز نہ پائی جائے یعنی اتساع صحن (صحن کا کشادہ ہونا) اور وہ یہاں مفقود ہے جیسے دیواریں اونچی نہیں تھیں ایسے ہی صحن حجرہ وسیع بھی نہ تھا، فحینئذ لا دلالة فیه علی التاخیر۔

جاننا چاہئے کہ حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں کہ یہ سب قیل و قال تو اس صورت میں ہے جبکہ حدیث میں دھوپ سے مراد وہ دھوپ لی جائے جو چھتوں کے اوپر سے آرہی ہو اور اگر اس سے مراد وہ دھوپ لیجائے، جو حجرہ شریفہ کے دروازے کی جانب سے آرہی ہو اس لئے کہ باب حجرہ [1] غربی تھا تو پھر اس ساری بحث کی حاجت ہی نہ ہوگی اور اس صورت میں حدیث کی دلالت بجائے تعجیل کے تاخیر پر اظہر ہوگی [2]۔

۴۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: «قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً»

ترجمہ علی بن شیبان کہتے ہیں کہ ہم (یمامہ سے وفد کی شکل میں) مدینہ منورہ نبی اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نماز عصر کو اس وقت تک مؤخر فرماتے جبتک سورج کی ٹکیہ سفید رہتی اور اس میں زرد رنگ شامل نہ ہوتا۔

شرح الحدیث عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ...... قوله: فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً: علی بن شیبان کی یہ حدیث تاخیر عصر کے بارے میں صریح ہے حنفیہ کے پاس اور بھی دلائل ہیں جو کتب فقہیہ اور شروح حدیث میں مذکور ہیں، حضرتؒ نے بھی بذل میں اس جگہ لکھے ہیں حضرت شیخؒ نے اپنی تصنیفات میں لکھا ہے اور درس میں بھی فرمایا کرتے تھے کہ حنفیہ کی اول نظر قرآن پر جاتی ہے وہ اختلاف روایات کے وقت اس روایت کو لیتے ہیں جو اوفق بالقرآن ہو اور تاخیر عصر کی

---

[1] واضح رہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ بجانب جنوب ہے اور حجرۂ عائشہؓ شرقی جانب اور مسجد نبوی غرب میں ہے اسی طرف حجرہ کا دروازہ ہے اس لئے جب حجرہ کا دروازہ کھلا ہوگا تو مسجد کی جانب سے حجرہ شریفہ میں دھوپ داخل ہوگی۔ ۱۲ منہ

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ۱ ص ۲۶۸ - ۲۶۹

روایات اوفق بالقرآن ہیں وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا؛[1] حضرت فرماتے تھے کہ اس آیت کا مقتضی تاخیر فی الفجر والعصر ہے جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے، امام محمدؒ موطا میں فرماتے ہیں کہ بعض ائمہ سے منقول ہے إنما سمي العصر عصرا لأنها تعصر وتؤخر[2] صاحب منہل نے حدیث الباب کا جواب جمہور کی طرف سے التعليق الممجد (حاشیہ موطا محمد) سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ اس کے راوی یزید بن عبد الرحمن ہیں جو مجہول ہیں۔

٦- بَابٌ فِي صَلَاةِ الْوُسْطَى

درمیانی نماز کا بیان

٤٠٩- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: «حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا»

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خندق والے دن ارشاد فرمایا ان مشرکین نے ہمیں صلاۃ الوسطی نماز عصر ادا نہیں کرنے دی اللہ پاک انکے گھروں اور انکی قبروں کو آگ سے بھر دے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٧٧٣) صحيح البخاري - المغازي (٣٨٨٥) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٥٩) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٣٣) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٢٧) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٨٤) سنن النسائي - الصلاة (٤٧٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٠٩) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٨٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٣٢)

شرح الحدیث: بذل المجہود کے نسخے میں اس جگہ باب نہیں ہے بلکہ اس میں یہ حدیث باب سابق کے تحت میں ہے عن عبيدة عن علي یہ عبیدہ بفتح العین ہے اس سے مراد عبیدہ سلمانی ہیں، سلمانؒ ایک قبیلہ کا نام ہے یہ حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے مشہور اصحاب میں سے ہیں۔

قوله: قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ: غزوۂ خندق ذیقعدہ ۵ھ میں پیش آیا اور امام بخاری کی رائے یہ کے شوال ۴ھ میں، چونکہ اس غزوہ میں مدینہ کے ارد گرد خندق کھودی گئی تھی اس لیے اسکو غزوة الخندق کہتے ہیں اور غزوة الاحزاب بھی اسی کو کہتے ہیں، کیونکہ مشرکین کے بہت سے قبائل جس میں یہود مدینہ بھی شامل ہو گئے تھے مدینہ پر چڑھ آئے تھے، مشرکین کی تعداد دس ہزار اور مسلمانوں کی تین ہزار لکھی ہے اس کے باوجود بحمد اللہ مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، انتہائی تیز ہوا چلی جس نے کھانے کی ہانڈیوں اور چولہوں میں جو آگ جل رہی تھی سب کو اٹھا کر پھینک دیا اس کے

[1] اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (سورۃ طٰہٰ ۱۳۰)۔

[2] موطأ مالك (رواية محمد بن الحسن) — أبواب الصلاة — باب وقوت الصلاة رقم الحديث ٤ (تحقيق تقي الدين الندوي، الناشر: دار القلم)

علاوہ اور بھی چیزیں پائی گئیں جس سے مشرکین پریشان ہو کر بھاگ گئے، اس حدیث میں آنحضرت ﷺ فرمارہے ہیں کہ مشرکین نے ہم کو صَلاۃِ الْوُسْطیٰ یعنی صَلاۃِ الْعَصْرِ پڑھنے سے روک دیا، (حتی کہ وہ قضا ہوگئی)۔

قولہ: مَلأَ اللّٰہُ بُیُوتَھُمْ وَقُبُوْرَھُمْ نَارًا: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے، اول احیاء کے اعتبار سے ہے اور ثانی اموات کے اعتبار سے اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صلاۃ وسطی کا مصداق صلاۃ عصر ہے۔ مسئلہ مختلف فیہ ہے اس میں تقریباً بیس قول ہیں بذل میں علامہ عینیؒ کے حوالہ سے مذکور ہیں لیکن زیادہ معروف ان میں تین ہیں جن کو امام ترمذیؒ نے ذکر کیا ہے: ① اسکا مصداق صلاۃ العصر ہے یہی حنفیہ حنابلہ کا مشہور قول ہے اسی کو امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے راجح قرار دیا ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وھو قول اکثر العلماء ترمذی میں حضرت سمرۃ بن جندب اور عبد اللہ بن مسعود دونوں سے مرفوعاً یہی مروی ہے [1]، ② اس کا مصداق صلاۃ الفجر ہے اسی کے قائل ہیں ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور یہی منقول ہے امام شافعی اور مالک سے، ③ اس کا مصداق صلاۃ ظہر ہے یہ زید بن ثابت اور عائشہؓ سے منقول ہے، وروایۃ عن الامام الاعظم۔

علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ وسطی وسط بسکون السین بمعنی درمیان سے ماخوذ ہے یا وسط بفتح السین بمعنی فضیلت سے۔

غزوۂ خندق میں فائتہ نمازوں کی تعداد: ابو داؤدؒ کی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ غزوۂ خندق میں آپ ﷺ کی صرف ایک نماز یعنی عصر فوت ہوئی صحیحین کی روایت سے بھی یہی ثابت ہے لیکن ترمذی اور نسائی وغیرہ سنن کی روایات دو طرح کی ہیں بعض میں صرف عصر کے فوت ہونے کا ذکر ہے اور بعض میں چار نمازوں کے ظہر، عصر، مغرب، عشاء، یہ سب نمازیں عشاء کے وقت میں پڑھی گئیں عشاء کی نماز بھی چونکہ معمول سے مؤخر ہوگئی تھی اس لئے راوی نے اسکو بھی قضا کہدیا، یہ بظاہر تعارض ہے ایک اور چار کا، اسکی تطبیق دو طرح کی گئی ہے، بعض ترجیح کیطرف مائل ہوئے ہیں جیسے ابن العربی، انہوں نے صحیحین کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی صرف عصر کی نماز فوت ہوئی تھی اور سنن کی روایات کو انہوں نے ضعیف اور منقطع لکھا ہے اور بعض نے جمع بین الروایتیں کو اختیار کیا اور یہی رائے حضرت گنگوہیؒ کی کوکب میں ہے کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں کہ کسی دن ایسا ہوا کہ صرف ایک نماز فوت ہوئی اور کسی دن چار نمازیں اس لئے کہ غزوۂ خندق میں مقابلہ کئی روز تک چلتا رہا بعض نے چوبیس دن لکھے ہیں۔

ایک سوال یہاں پر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس موقع پر صلاۃ الخوف کیوں نہ پڑھی تاکہ نمازوں کے قضا ہونے کی نوبت نہ آتی اسکے دو جواب دئے گئے ہیں: ① اول یہ کہ اس وقت تک صلاۃ الخوف مشروع ہی نہ ہوئی تھی اسلئے کہ صلاۃ الخوف کی مشروعیت یوم عسفان میں ہوئی ہے (کما ھو مصرح فی روایۃ ابی داود) اور غزوۂ عسفان بعد الخندق ہے، ② اور دوسرا جواب یہ

---

[1] جامع الترمذی - أبواب الصلاۃ - باب ما جاء فی صلاۃ الوسطی أنھا العصر ۱۸۲

ہے کہ آپ ﷺ کو صلاۃ الخوف پڑھنے کی بھی قدرت نہ ہوئی استیلاء عدو کی وجہ سے کہ کفار جمیع جوانب سے احاطہ کئے ہوئے تھے۔

۴۱۰ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ: " إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي: { حَٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ }، « فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا، فَأَمْلَتْ عَلَيَّ» حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ " ، ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ: «سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: ابو یونس، حضرت عائشہ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کیلئے قرآن پاک کا ایک مصحف لکھوں اور حضرت عائشہؓ نے مجھ سے فرمایا جب تم اس آیت کو لکھنے لگو تو مجھے بتلا دینا وہ آیت یہ ہے حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ چنانچہ جب میں اس آیت پر پہنچا تو میں نے حضرت عائشہؓ کو بتلایا پس حضرت عائشہؓ نے مجھے لکھوایا (کہ اسطرح لکھوں) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى، وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ، پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاۃ (۶۲۹) جامع الترمذي - تفسیر القرآن (۲۹۸۲) سنن النسائي - الصلاۃ (۴۷۲) سنن أبي داود - الصلاۃ (۴۱۰) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۷۳/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۱۷۸/۶) موطأ مالك - النداء للصلاۃ (۳۱۵)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ...... قوله: فَأَمْلَتْ عَلَيَّ. حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى: أَمْلَتْ تشدید لام سے بھی ہو سکتا ہے املال سے اور سکون لام کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے املاء سے مضمون حدیث یہ ہے کہ ابو یونس جو حضرت عائشہؓ کے غلام تھے کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت عائشہؓ کے حکم دیا کہ میں ان کیلئے ایک مصحف شریف نقل کروں اور یہ فرمایا کہ جب لکھتے لکھتے اس آیت پر پہنچو حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلَوٰةِ الْوُسْطَىٰ [1] تو مجھے خبر کرنا چنانچہ انہوں نے خبر کی تو عائشہؓ نے فرمایا کہ اس طرح لکھو جس طرح اوپر روایت میں گزرا جس میں صلاۃ وسطی کے بعد وصلاۃ العصر کا اضافہ ہے، اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے یہ آیت اسی طرح سنی ہے۔

حضرت عائشہؓ کی اس قرأت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ عطف مغایرت کیلئے ہو دوسرا احتمال یہ کہ تفسیر کیلئے ہو، حضرت عائشہؓ کا مسلک پہلے گزر چکا کہ ان کے نزدیک صلاۃ وسطی کا مصداق ظہر ہے اس کا تقاضا تو یہی ہے کہ اس عطف کو مغایرت کیلئے مانا جائے، یہاں پر دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جو اضافہ کرایا ہے اگر یہ انہوں نے بطور قرأۃ کرایا ہے تو یہ بالاتفاق قرأۃ شاذہ ہو گی ممکن ہے شروع میں یہ قرأۃ رہی ہو جسکے نسخ کا علم عائشہؓ کو نہ ہو سکا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے یہ

---

[1] خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے (سورۃ البقرۃ ۲۳۸)

اضافہ بطور تفسیر کرایا ہو اور آپ ﷺ نے بھی یہ لفظ بطور تفسیر ہی فرمایا ہو، بعض صحابہ الفاظ تفسیریہ کے مصحف میں لکھنے کے جواز کے قائل تھے ہو سکتا ہے یہ بھی اسی میں سے ہو۔

۴۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي حَكِيمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الزِّبْرِقَانَ يُحَدِّثُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةً أَشَدَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا، فَنَزَلَتْ { حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى } وَقَالَ: «إِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ».

ترجمہ: حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ زوال کے وقت سخت گرمی میں نماز ظہر ادا فرماتے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ پر ظہر کی نماز سے زیادہ کوئی نماز گراں نہ تھی چنانچہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی { حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى } راوی کہتا ہے کہ اس نماز سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور اس نماز کے بعد بھی دو نمازیں ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۴۱۱) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۸۳/۵)

شرح الحدیث: حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ظہر عین دوپہر اور شدت حر کے وقت پڑھتے تھے، اسی لئے صحابہ کرامؓ پر کوئی نماز اس سے زیادہ شاق نہیں تھی، اس نماز میں انکو بہت مشقت اٹھانی پڑتی تھی اس پر یہ آیت حٰفِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى نازل ہوئی، زید بن ثابت کی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صلاۃ وسطیٰ کا مصداق ظہر ہے۔

وَقَالَ: إِنَّ قَبْلَهَا صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ: حدیث کا یہ ٹکڑا موقوف بھی ہو سکتا ہے اور مرفوع بھی، یعنی قال کی ضمیر ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ کیطرف راجع ہو، ہو سکتا ہے صحابی کی طرف راجع ہو، ظہر کے صلاۃ وسطیٰ ہونے کی وجہ تسمیہ بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ یہ بیچ کی نماز ہے، دو اس سے پہلے ہیں، دو اس کے بعد میں، لیکن اس پر اشکال ہے کہ یہ بات تو ہر نماز پر صادق آسکتی ہے جس نماز کو بھی آپ لیں گے دو اس سے پہلے ہوں گی دو اس کے بعد میں کیونکہ کل پانچ نمازیں ہیں جواب یہ ہے کہ مراد انکی یہ ہے کہ بعض نمازیں لیلی ہیں اور بعض نہاری ظہر کی نماز پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس سے پہلے ایک نماز لیلی ہے اور ایک نہاری اور ایسے ہی اس کے بعد ایک لیلیہ ہے اور ایک نہاریہ، یہ بات کسی اور نماز پر صادق نہیں آتی۔

۷- باب من أدرك ركعة من الصلوة فقد أدركها

جس شخص نے نماز کی ایک رکعات پالی تو اس نے نماز پالی

بذل المجهود کے نسخے میں یہاں پر یہ باب بھی نہیں ہے بلکہ اس میں یہ تمام احادیث باب سابق یعنی باب فی وقت صلاۃ العصر کے تحت لائی گئی ہیں۔

٤١٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ، وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ»

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے عصر کی نماز کی ایک رکعت پالی غروب آفتاب سے پہلے اس نے نماز عصر کو پالیا اور جس شخص نے طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز فجر کو پالیا۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٣١) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٥٤) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٥٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٨) جامع الترمذي - الصلاة (١٨٦) سنن النسائي - المواقيت (٥١٤) سنن النسائي - المواقيت (٥١٥) سنن النسائي - المواقيت (٥١٦) سنن النسائي - المواقيت (٥١٧) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٣) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٤) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٥) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٦) سنن أبي داود - الصلاة (٤١٢) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٩٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١١٢٢) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٥) موطأ مالك - وقوت الصلاة (١٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٢٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٢٢)

شرح الحدیث اور مسلک احناف کی تحقیق: یہ حدیث متفق علیہ ہے بلکہ جملہ صحاح ستہ میں ہے اس حدیث کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ اگر عصر کی نماز کے درمیان غروب شمس اور ایسے ہی صبح کی نماز میں طلوع شمس ہو جائے تو دونوں نمازیں صحیح ہو جانی چاہئیں، چنانچہ جمہور اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہی ہے، حنفیہ نماز عصر میں تو اسی کے قائل ہیں کہ وہ صحیح ہو جائے گی لیکن نماز فجر کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ صحیح نہ ہو گی اس لئے جمہور حنفیہ کو عمل ببعض الحدیث کا الزام دیتے ہیں کہ آپ بعض حدیث پر عمل کر رہے ہیں اور بعض کو ترک کر رہے ہیں، حنفیہ اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ الزام ہم پر اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب حدیث کا مفہوم ہمارے نزدیک بھی وہی ہو جو آپ نے سمجھا، ہمارے نزدیک حدیث کا وہ مفہوم ہی نہیں ''واذلیس فلیس''۔

جمہور کے نزدیک تو ادراک سے مراد ادراک من حیث الفعل ہے یعنی نماز پڑھنا مراد ہے، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ادراک سے ادراک من حیث الوقت والوجوب ہے یعنی جس نے ایک رکعت کے بقدر عصر یا فجر کا وقت پالیا اس نے وجوب صلاۃ کو پالیا اس کے ذمہ میں یہ دونوں نمازیں واجب ہو گئیں، جیسے صبی ایسے وقت میں بالغ ہو یا کافر ایسے وقت میں اسلام لائے یا حائض ایسے وقت میں حیض سے فارغ ہو کر طاہر ہو کہ ایک رکعت کے بقدر وقت باقی ہو تو ان سب لوگوں پر نماز کا وجوب ہو جائے گا اپنے اپنے وقت میں اس نماز کو ادا کریں، حنفیہ کی طرف سے یہ توجیہ مشہور ہے جس کو امام طحاویؒ نے اختیار [1] کیا ہے اگر کوئی

[1] اور جس روایت میں فقد ادرك الصلوة کے بجائے فليتم صلوته وارد ہے جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے یعنی ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ اپنی نماز کو پورا کرے یہ روایت حنفیہ کی توجیہ کے خلاف ہے اسکا جواب یہ ہے کہ اسمیں احتمال ہے کہ اس سے مراد فليودها على وجه التمام ہو یعنی

احناف سے یہ سوال کرے کہ آخر آپ یہ معنی کیوں مراد لیتے ہیں حدیث کو اسکے متبادر معنی پر کیوں محمول نہیں کرتے، اسکا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے متبادر اور ظاہری معنی پر کسی کے نزدیک بھی محمول نہیں اسلئے کہ ظاہر حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے فجر یا عصر کی ایک رکعت پڑھی اور درمیان میں سورج طلوع یا غروب ہو گیا تو بس اس نے نماز کو پالیا گویا آگے باقی رکعات پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں، لہٰذا حدیث بالاجماع مؤول ہوئی اسلئے ہم نے حدیث کے وہ معنی لئے جو اوپر مذکور ہوئے تاکہ یہ حدیث حدیث النہی عن الصلوٰۃ عن الطلوع کے خلاف نہ ہو اور اگر ہم وہی معنی مراد لیں جو آپ نے لئے تو اس صورت میں واقعی علم ببعض الحدیث ہو گا، سو اسکا جواب ہماری طرف سے اہل اصول نے یہ دیا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کے تعارض کے وقت حدیث کیطرف اور احادیث کے تعارض کے وقت قیاس کیطرف رجوع کیا جاتا ہے اب یہاں چونکہ یہ حدیث، حدیث النہی عن الصلوٰۃ کے خلاف ہے تو اسلئے ہم قیاس کیطرف رجوع کریں گے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عصر کی نماز تو صحیح تو ہو جائے اور فجر صحیح نہ ہو فعملنا بالقیاس، اور وہ قیاس یہ ہے کہ نماز کا سبب وجوب وقت ہے لیکن پورا وقت نہیں بلکہ جزء متصل بالتحریمہ، اور نیز قاعدہ کی بات ہے کہ جیسا سبب ہوتا ہے ایسا ہی مسبب، اگر سبب کامل ہے تو مسبب کو بھی علی وجہ الکمال اداء کرنا ضروری ہو گا اور اگر سبب ناقص ہے تو مسبب بھی ناقص ہی واجب ہو گا، اب ہم دیکھتے ہیں کہ عصر کا نماز کا کچھ وقت تو کامل ہے اور کچھ ناقص، آخر وقت یعنی وقت اصفرار ناقص ہے تو جو شخص عصر کو اسکے آخری وقت میں شروع کر رہا ہے ظاہر ہے کہ یہاں سبب وجوب ناقص پایا گیا لہٰذا اس شخص پر مامور بہ ناقص ہی واجب ہوا ایسی صورت میں اداء ناقص سے ہی بری الذمہ ہو جائے گا اسکے بالمقابل فجر کا پورا وقت کامل ہے وہاں جس شخص نے فجر کی نماز آخر وقت میں شروع کی تو جو وقت متصل بالتحریمہ ہے وہ کامل ہے لہٰذا مامور بہ بھی اسکے ذمہ کامل واجب ہوا اور گویا اس نے اپنے اوپر اداء کامل ہی کا التزام کیا حالانکہ درمیان طلوع شمس کی وجہ سے مامور بہ میں نقصان واقع ہو گیا، لہٰذا یہ شخص اس اداء ناقص کے ذریعہ عہدہ برآ نہو گا۔

حنفیہ کی توجیہہ پر خود ان کے قاعدہ کی مخالفت کا اشکال: یہاں پر یہ خلجان ہوتا ہے کہ اصول حنفیہ میں یہ بات ہے کہ نھی فساد منھی عنہ کو مستلزم نہیں، النھی عن الافعال الشرعیۃ یقتضی تقریرھا، لہٰذا صلوٰۃ عند الطلوع جس پر نہی وارد ہوئی ہے وہ آپ کے نزدیک فاسد ہی نہ ہونی چاہئے، لیکن مذکورہ بالا تقریر و تعبیر پر یہ شبہ عائد ہی نہیں ہوتا اس لئے کہ ہم اس نماز کو فاسد نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ناقص یا فاسد من حیث الفرض لا مطلقاً، چنانچہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اسکی فرض نماز اداء نہ ہو گی نفل نماز ہو سکتی ہے اور یہی رائے امام ابو یوسف کی ہے، البتہ امام محمدؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی

لے بعد میں اس نماز کو کامل ادا کرے اور اگر یہی مراد ہے کہ اسی وقت پورا کرے تو پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ حدیث احادیث منع عن الصلوٰۃ عند الطلوع کے خلاف ہے محرم و مبیح میں جب تعارض ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

ہے کمافی معارف السنن عن البدائع ومبسوط السرخسی اسی طرح ایام منہیہ میں صوم کو ہمارے یہاں اسی اصول کے پیش نظر صحیح ہو جاتا ہے لیکن نذر مطلق کا روزہ اگر ایام منہیہ میں رکھے گا تو اس سے بھی عہدہ برآ نہو گا، ہاں اگر ایام منہیہ ہی سے نذر متعلق ہو تو اس صورت میں نذر پوری ہو جائیگی غرضیکہ اداء مامور بہ حسب التزام مکلف ہونا چاہئے۔

مذکورہ بالا جواب پر جمہور نے یہ کہا کہ آپکا یہ کہنا کہ حدیث الباب اور حدیث النہی عن الصلوۃ میں تعارض ہے ایسا نہیں، حدیث النہی عن الصلوۃ نوافل پر محمول ہے اور یہ حدیث ادراک فرض نماز پر فلا تعارض بین الحدیثین اسکا جواب حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں علامہ عینیؒ سے یہ نقل فرمایا ہے کہ لیلۃ التعریس کا واقعہ جس میں آپکی فرض نماز قضاء ہوئی تھی اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرض نماز بھی وقت مکروہ میں نہیں پڑھی بلکہ اس وادی سے گزر جانے کے بعد ارتفاع شمس کے بعد پڑھی، روایت میں آتا ہے حَتَّى إِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ [1] اور ایک روایت میں ہے حَتَّى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ [2] معلوم ہوا کہ فرض نماز بھی اوقات منہیہ میں پڑھنی ممنوع ہے، جمہور کہتے ہیں اس وادی سے منتقل ہو کر آگے پہنچ کر نماز پڑھنے کی وجہ یہ نہیں جو آپ کہہ رہے ہیں بلکہ اسکی علت وہ ہے جس کی تصریح حدیث مرفوع میں ہے ان ھذا واد حضر فیہ الشیطان [3] جواب یہ ہے کہ دونوں علتوں میں تضاد کیا ہے ایک فعل کی متعدد مصالح ہو سکتی ہیں ایک کا ذکر آپکے کلام میں ہے اور دوسری کا صحابی کے کلام میں۔

یہ تمام تقریر حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود میں علامہ عینیؒ کے کلام سے نقل فرمائی ہے اور اس پر حضرت نے کوئی خلجان ظاہر نہیں فرمایا البتہ حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ نے الکوکب الدری میں احناف کی توجیہات کو قبول نہیں فرمایا لیکن اس کے حاشیہ میں حضرت شیخؒ نے فقہاء احناف کی بات کیطرف ہی اپنا میلان ظاہر فرمایا ہے، دراصل ہمارے فقہاء تقبل اللہ مساعیہم نے نظر عقل اور قیاس کی مدد سے ان احادیث مختلفہ کے درمیان توجیہ و تطبیق فرما کر عمل بالحدیث کی محتاط شکل نکالی ہے نہ یہ کہ قیاس کے مقابلہ میں کسی حدیث کو ترک کیا ہے ہمارے مسلک میں احتیاط کا ہونا مذہب جمہور کی بنسبت ظاہر ہے یہاں پر ایک بات رہ گئی کہ حدیث میں ہے وَمَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً تو اگر کسی کو ایک رکعت سے کم ملے اس کا حکم کیا ہے، سو یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بعض صلاۃ ہے پوری رکعت کی قید نہیں، چنانچہ اگر تکبیر تحریمہ کے بقدر بھی وقت پائے تب بھی معتبر ہے ذمہ میں وجوب ہو جائے گا، امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ مادون الرکعت معتبر نہیں اور اسی کے قائل ہیں امام مالک، اور امام شافعی کا اصح قول یہ ہے کہ معتبر ہے جیسا کہ حنفیہ کے یہاں، گویا یہ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في من نام عن الصلاة أو نسيها ٤٣٨

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في من نام عن الصلاة أو نسيها ٤٤٣

[3] فَإِنَّ هَذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ (صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب قضاء الصلاة الفائتة، واستحباب تعجيل قضائها ٦٨٠)

قید مالکیہ کے یہاں احترازی ہوئی اور حنفیہ شافعیہ کے یہاں بطور مثال کے۔

٤١٣ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّي الْعَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذَكَرَهَا، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ «تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ يَجْلِسُ أَحَدُهُمْ حَتَّى إِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ، أَوْ عَلَى قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا».

ترجمہ: علاء بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں (بصرہ میں جہاں انکا گھر مسجد کے برابر میں واقع تھا) نماز ظہر کے بعد حاضر ہوئے تو وہ نماز عصر پڑھنے کھڑے ہو گئے جب حضرت انسؓ اپنی نماز عصر سے فارغ ہو چکے تو ہم نے ان سے نماز عصر جلدی پڑھنے کی وجہ دریافت کی یا حضرت انسؓ نے از خود نماز عصر جلد پڑھنے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ یہ (نماز جو سورج کے زرد ہو جانے پر پڑھی جائے) منافق کی نماز ہے یہ منافق کی نماز ہے یہ منافق کی نماز ہے کہ ایک شخص نماز سے (غافل کاموں میں لگا) بیٹھا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب سورج زرد پڑ جاتا ہے اور شیطان کی دو سینگوں کے درمیان میں آجاتا ہے یا فرمایا کہ شیطان کی دو سینگوں کے اوپر سورج آجاتا ہے تو یہ شخص کھڑے ہو کر چار ٹھونگے (چار رکعت نماز عصر پڑھتا ہے) مارتا ہے اس نماز میں اللہ پاک کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٢٤) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٢٢) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٢٣) جامع الترمذي - الصلاة (١٦٠) سنن النسائي - المواقيت (٥٠٩) سنن النسائي - المواقيت (٥١٠) سنن النسائي - المواقيت (٥١١) سنن أبي داود - الصلاة (٤١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٧/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٥١٢)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ...... قوله: دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ: علاء بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کی خدمت میں ان کے مکان پر گئے یہ بصرہ کا واقعہ ہے جہاں پر حضرت انسؓ کا قیام تھا یہ حدیث مسلم میں بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے وَدَارُهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ[1] کہ ان کا مکان مسجد کے قریب ہی تھا "بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّي الْعَصْرَ الخ" یعنی ہم ظہر کی نماز پڑھ کر ان کی خدمت میں پہنچے تھے تو ہمارے پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد وہ عصر کی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، مسلم کی ایک روایت[2] میں ہے کہ ہم ظہر کی نماز مسجد میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے ساتھ پڑھ کر حضرت انسؓ کی خدمت میں گئے انہوں نے ہم سے پوچھا کہ کیا عصر پڑھ چکے ہو ہم نے عرض کیا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہیں یعنی عصر ابھی نہیں پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ چلو عصر پڑھیں چنانچہ ہم نے ان کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب استحباب التبكير بالعصر ٦٢٢

[2] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب استحباب التبكير بالعصر ٦٢٣

قولہ: فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَرْنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذَكَرَهَا: یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے ان سے سوال کیا یا بغیر سوال کے خود انہوں نے ہم سے بیان کیا، (راوی کو اس میں شک ہے) عصر کی نماز اتنی جلدی پڑھنے کے بارے میں سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو عصر کی نماز دیر سے پڑھی جاتی ہے منافقوں کی نماز ہے منافق لوگ اسکو وقت سے ٹلا کر پڑھتے ہیں یہ لوگ بیٹھے رہتے ہیں جان بوجھ کر نماز میں دیر کرتے ہیں (کیونکہ بوجہ نفاق اعتقاد ثواب تو ہے ہی نہیں) یہاں تک کہ جب دھوپ میں صفرت آجاتی ہے اور وقت مکروہ شروع ہو جاتا ہے تب پڑھتے ہیں۔

حدیث میں دو بحثیں: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ① ایک حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ظہر کو تاخیر سے پڑھنا، ② دوسرے حضرت انسؓ کا بجائے مسجد کے اپنے گھر میں عصر اول وقت اداء کرنا، شراح نے لکھا ہے کہ شروع میں عمر بن عبد العزیزؒ بھی تاخیر سے نماز پڑھتے تھے جیسا کہ اس زمانہ کے امراء بنو امیہ کی عادت تھی لیکن پھر بعد میں عمر بن عبد العزیزؒ طریقہ سنت معلوم ہونے کے بعد تقدیم کرنے لگے تھے، نیز لکھا ہے کہ یہ واقعہ ان کے دور خلافت کا نہیں بلکہ اس وقت کا ہے جبکہ وہ ولید کی جانب سے مدینہ منورہ کے نائب امیر اور گورنر تھے اور یہ اس لئے کہ حضرت انسؓ نے انکی خلافت کا زمانہ پایا ہی نہیں بلکہ حضرت انسؓ ان کے خلیفہ بننے سے آٹھ دس سال پہلے وفات پا چکے تھے اور زمانہ خلافت میں تو ان کا حال انابت الی اللہ اور عبادت میں اہتمام وانہماک مشہور معروف ہے اور دوسری بات یعنی حضرت انسؓ کا گھر میں نماز پڑھنا اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہ سے .... ارشاد فرمایا تھا کہ اگر تمہارے زمانے کے امراء نماز میں تاخیر کرنے لگیں اور وقت مستحب گزار کر پڑھیں تو تم ایسا کرنا کہ اپنی نماز وقت مستحب میں الگ پڑھ لیا کرو اور بعد میں اگر مسجد کی نماز پڑھنے کی نوبت آئے تو وہ بھی پڑھ لیا کرو، دوسری نماز نفل ہو جائے گی جیسا کہ اس قسم کی روایات آگے مستقل باب "اذا اخر الامام الصلوة عن الوقت" کے ذیل میں آرہی ہیں۔

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بذل المجهود والے نسخے سے (باب وقت صلاة العصر) بالکل ظاہر ہے اور دوسرے نسخہ کے اعتبار سے کوئی مناسبت نہیں لہذا بذل ہی والا نسخہ بہتر ہے۔

شرح الحدیث: قولہ: فَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ: یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگ یعنی اس کے سر کی دو جانبوں کے درمیان ہو جاتا ہے، یہ جملہ یا تو اپنی حقیقت پر محمول ہے کہ شیطان غروب شمس کے قریب سورج کے سامنے جاکر کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے کہ اس وقت عبدۃ الشمس شمس کی عبادت کرتے ہیں تو ایسا کرنے سے شیطان اپنے چیلوں کو یہ دکھاتا ہے کہ دیکھو میری عبادت ہو رہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے معنی مجازی مراد ہیں شیطان کے سورج کے قریب پہنچنے سے مراد اسکا عروج اور ترقی ہے اور شیطان کا عروج اور ترقی اس وقت میں اس لئے ہے کہ بہت سے لوگ اس وقت میں شیطان کی منشاء کے مطابق غیر اللہ یعنی شمس کی پرستش کرتے ہیں۔

قوله: قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا: یعنی منافق آدمی غروب شمس کے قریب نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہوتا ہے اور جلدی جلدی چار ٹھونگیں سی زمین پر مارتا ہے اس سے مراد اس کے چار سجدے ہیں گو عصر کی نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں ہر رکعت میں دو سجدے، لیکن چونکہ اس کے سجدے بہت ناقص اور سرعت کے ساتھ ہوتے ہیں اس لئے دو سجدے مل کر بھی ایک سجدے کے برابر نہیں ہوتے اسی وجہ سے چار کہا۔

٤١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ» قَالَ ابو داؤد: وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: «أُتِرَ» وَاخْتُلِفَ عَلَى أَيُّوبَ فِيهِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «وُتِرَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو گئی تو گویا کہ اس کے گھر بار اور مال و دولت لوٹ لیا گیا، امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن عمر نے اس روایت میں اُتِرَ کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس لفظ کے نقل کرنے میں ایوب کے شاگردوں میں اختلاف واقع ہوا ہے امام زہری نے اپنی سند سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے وُتِرَ کا لفظ فرمایا تھا۔

٤١٥ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ: وَذَلِكَ أَنْ تَرَى مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ صَفْرَاءَ.

ترجمہ: اوزاعی فرماتے ہیں کہ عصر کی نماز فوت ہونے کا معنی یہ ہے کہ سورج کی دھوپ جو زمین پر پڑ رہی ہو اس میں زردی آجائے۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٢٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٢٦) جامع الترمذي - الصلاة (١٧٥) سنن النسائي - الصلاة (٤٧٨) سنن النسائي - الصلاة (٤٧٩) سنن النسائي - الصلاة (٤٨٠) سنن النسائي - المواقيت (٥١٢) سنن النسائي - المواقيت (٥١٢) سنن أبي داود - الصلاة (٤١٤) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٨٥) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٣٠)

شرح الحدیث: قولہ: الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَأَنَّمَا وُتِرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ: أَهْلَهُ وَمَالَهُ کو رفع اور نصب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، رفع نائب فاعل ہونے کی بناء پر اور نصب مفعول ثانی ہونے کی بناء پر اور اس صورت میں نائب فاعل وتر کی ضمیر مستتر ہو گی جو راجع ہے الَّذِي کیطرف یعنی عصر کی نماز کے فوت ہونے کو ایسا ہی نقصان اور خسارہ سمجھنا چاہئے جیسے مال و اولاد کے چھن جانے کو سمجھا جاتا ہے۔

قولہ: قَالَ ابو داؤد: وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: «أُتِرَ»: عبید اللہ نافع کے شاگرد ہیں اوپر سند میں ان کے شاگرد مالک آئے تھے تو مطلب یہ ہوا کہ نافع سے مالک نے روایت کا لفظ وُتِرَ اور عبید اللہ نے بجائے وُتِرَ کے أُتِرَ نقل کیا ہے۔

قوله: وَاخْتُلِفَ عَلَى أَيُّوبَ فِيهِ: ایوب بھی نافع کے شاگرد ہیں اور اختلاف علی ایوب کا مطلب یہ ہے کہ ایوب کے اصحاب وتلامذہ ایوب سے روایت کرنے میں مختلف ہیں بعض نے ان سے وُتِرَ اور بعض نے أُتِرَ نقل کیا ہے اصل میں تو یہ لفظ وُتِرَ ہی ہے لیکن واو کو کبھی ہمزہ سے بدل دیتے ہیں جیسے وجوہ میں اجوہ اور وقتت میں اقتت۔

قوله: وَذَلِكَ أَنْ تَرَى مَا عَلَى الْأَرْضِ: حدیث میں صلاۃ عصر کے فوت ہونے کا مطلب بیان کر رہے ہیں اوزاعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد وقت مستحب کا فوت ہونا ہے کہ اس کو گزار کر وقت مکروہ میں پڑھی جائے، اسکی تفسیر میں دو قول اور ہیں، مطلق وقت کا فوت ہونا اور نماز کو قضاء کر دینا یا جماعت کا فوت ہو جانا۔

٨- بَابٌ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ

نماز مغرب کے وقت کا بیان

٤١٦ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَرْمِي فَيَرَى أَحَدُنَا مَوْضِعَ نَبْلِهِ»

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز مغرب ادا کرتے پھر (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) ہم تیر اندازی کرتے تھے تو ہم میں سے ایک اپنے تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیتا تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٥/٣)

شرح الحدیث: قوله: كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَرْمِي فَيَرَى أَحَدُنَا مَوْضِعَ نَبْلِهِ: یعنی ہم آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ نماز پڑھ کر جب گھر کیطرف لوٹتے تو راستہ میں مشق کے طور پر نشانہ باندھنے کے لئے تیر چلاتے ہوئے آتے تھے تو اس وقت تک اتنی روشنی باقی ہوتی تھی کہ تیر جہاں جاکر گرا ہے اس کو دیکھ کر اٹھالیں، مغرب میں بالاتفاق تعجیل اولیٰ ہے۔

٤١٧ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عِيسَى، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ إِذَا غَابَ حَاجِبُهَا»

ترجمہ: حضرت سلمہ بن الاکوعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب اس وقت ادا فرماتے جب سورج غروب ہو جاتا اور سورج کے اوپر والا کنارہ غائب ہو جاتا۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٣٦) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٣٦) جامع الترمذي - الصلاة (١٦٤) سنن أبي داود - الصلاة (٤١٧) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٨٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥١/٤) مسند أحمد - أول

مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٥٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٠٩)

شرح الحديث: آپ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج کا بالائی سرا اور کنارہ (جو دیکھنے والوں کیطرف ہوتا ہے) نظروں سے غائب ہو جاتا، حاصل یہ کہ جب سورج کا پورا قرص (ٹکیہ) غائب ہو جاتا تب آپ ﷺ نماز پڑھتے یعنی کامل غروب کے بعد یہ نہیں کہ غروب آفتاب کے آغاز ہی پر پڑھ لیتے ہوں۔

٤١٨ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو أَيُّوبَ غَازِيًا وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلَى مِصْرَ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو أَيُّوبَ، فَقَالَ: لَهُ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ يَا عُقْبَةُ، فَقَالَ: شُغِلْنَا، قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ» - أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ - مَا لَمْ يُؤَخِّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ".

ترجمة: مرثد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب انصاری ہمارے ہاں (مصر میں) غازی بن کر داخل ہوئے...... اس زمانہ میں عقبہ بن عامر مصر کے گورنر تھے (امیر معاویہ کی طرف سے) تو عقبہ بن عامر نے مغرب کی نماز کو مؤخر کیا تو حضرت ابو ایوب انصاری عقبہ بن عامر کی طرف کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اے عقبہ یہ کیسی نماز ہے (اتنی دیر سے آپ نے نماز کیوں پڑھائی) حضرت عقبہ نے فرمایا کہ ہم مشغول تھے (اس لئے مغرب کی نماز اس کے اول وقت میں نہ پڑھ سکے) حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کیا آپ نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ میری امت بھلائی پر رہے گی یا فرمایا فطرت پر قائم رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کی نماز کو ستاروں کے جمع ہونے کے وقت تک مؤخر نہ کریں۔

تخريج: سنن أبي داود - الصلاة (٤١٨) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٤٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤١٧)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے کہ مرثد بن عبد اللہ مصری فرماتے ہیں کہ جب ابو ایوب انصاری مصر میں غازیانہ اور فاتحانہ داخل ہوئے، یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ مصر کے امیر اور گورنر امیر معاویہؓ کی جانب سے عقبہ بن عامرؓ تھے، ایک روز ایسا ہوا کہ امیر نے مغرب کی نماز دیر سے پڑھائی تو ابو ایوب انصاری نے کھڑے ہو کر تاخیر کا اشکال کیا انہوں نے کسی مشغولی کا عذر پیش کیا تو اس پر ابو ایوبؓ نے یہ حدیث سنائی کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ میری امت خیر پر قائم رہے گی جب تک مغرب کی نماز میں تاخیر نہ کرے گی "إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ" یہاں تک کہ چمکتے ہوئے ستاروں کا ہجوم ہو جائے۔

مغرب کے وقت مستحب میں اہل سنت و اہل تشیع کا اختلاف مع الدلیل: مغرب کی نماز میں بالاتفاق تعجیل مستحب ہے البتہ بعض تابعین تاخیر کے قائل ہیں جیسے عطاء، طاؤس، وہب بن منبہ اور شیعہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وقت مغرب داخل ہی نہیں ہوتا جب تک کہ اشتباک نجوم نہ ہو، مذکورہ بالا حدیث ان کی تردید کیلئے کافی ہے ان بعض تابعین کا استدلال ابو بسرہ غفاریؓ کی حدیث سے ہے جسکے آخر میں یہ ہے ولا صلوة بعد العصر حتى يطلع الشاهد والشاهد

النجم ❶ یہ روایت نسائی شریف میں ہے حتی کہ امام نسائی نے اس پر تاخیر المغرب کا باب باندھا ہے، علامہ عینیؒ کہتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ان احادیث شہیرہ کثیرہ متواترہ کے خلاف ہے جن میں یہ وارد ہے کہ آپ ﷺ مغرب کی نماز غروب شمس پر پڑھتے تھے، اور بندہ کے ذہن میں اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حَتّٰی یَطْلُعَ الشَّاهِدُ میں طلوع شاہد سے مراد دخول لیل ہے اس لئے کہ رات محل نجوم ہے اور دخول لیل کا تحقق شرعاً غروب سے ہو جاتا ہے پس طلوع نجم کنایہ ہوا غروب شمس سے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

٩ـ بَابٌ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

عشاء کی نماز کے وقت کا بیان

عشاء کی صفت آخرہ لانے کی وجہ: عشاء کی صفت الآخرہ جیسا کہ ترجمۃ الباب اور حدیث دونوں میں ہے لانیکی وجہ یہ ہے کہ بعض اعراب عشاء پر عتمہ اور مغرب پر عشاء کا اطلاق کرتے تھے جس پر حدیث میں نہی بھی وارد ہوئے ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے اور امام بخاریؒ نے دونوں کے سلسلہ میں باب ❷ بھی قائم کئے ہیں کہ مغرب کو عشاء اور عشاء کو عتمہ سے موسوم نہ کیا جائے تو چونکہ مغرب پر عشاء کا اطلاق بعض لوگ کرتے تھے اس لئے عشاء کو عشاء آخرہ کہنے کی ضرورت پیش آئی تاکہ وہ مغرب سے ممتاز ہو جائے۔

اصمعی کی رائے یہ ہے کہ عشاء کو عشاء آخرہ کہنا مکروہ ہے اس لئے کہ وہ مشعر ہے اس بات کو کہ مغرب عشاء اول ہے حالانکہ حدیث میں مغرب کو عشاء کہنے کی ممانعت آئی ہے مگر حدیث میں عشاء کی صفت آخرہ لائی گئی ہے یا تو اعراب کے اطلاق کے اعتبار سے، یا یہ کہا جائے کہ ممانعت اس سے ہے کہ ہمیشہ عشاء کو عتمہ اور مغرب کو عشاء کہا جائے گاہ بگاہ کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں (غلبۂ اعراب نہ ہونا چاہئے) اسی لحاظ سے عشاء کی صفت آخرہ لائی گئی ہے۔

٤١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هَذِهِ الصَّلَاةِ «صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ»

ترجمہ: نعمان بن بشیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اس نماز عشاء کے وقت کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ حضور ﷺ اس نماز کو اس وقت ادا فرماتے کہ جس وقت تیسری رات کا چاند غروب ہوتا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (١٦٥) سنن النسائي - المواقيت (٥٢٨) سنن النسائي - المواقيت (٥٢٩) سنن أبي داود - الصلاة (٤١٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين

---

❶ ولا صَلَاةَ بَعْدَهَا حَتَّى يَطْلُعَ الشَّاهِدُ، وَالشَّاهِدُ: النَّجْمُ (سنن النسائي - كتاب المواقيت - باب تأخير المغرب ٥٢١)

❷ صحیح بخاری - کتاب مواقیت الصلاۃ - میں باب من كره أن يقال للمغرب العشاء اور باب ذكر العشاء والعتمة ومن رآه واسعا

(۲۷٤/٤) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۱۱)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ.....قوله: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِوَقْتِ هَذِهِ الصَّلَاةِ: ابن رسلان اس پر لکھتے ہیں "وفيه ثناء الرجل على نفسه لمصلحة قبول روايته وانتشار العلم به "یعنی اگر کوئی شخص روایت حدیث کے وقت اپنے حق میں کوئی تعریفی کلمہ اس مصلحت سے کہے تاکہ سامعین اس کی روایت کو توجہ سے سنیں اور قبول کریں تو اسکی اجازت ہے کیوں کہ اس خودستائی میں اپنی کوئی ذاتی مصلحت اور نفسانی غرض نہیں ہے لوگوں کا نفع ہی پیش نظر ہے، بذل میں ملا علی قاریؒ سے نقل کیا ہے کہ ممکن ہے ان کا یہ کہنا اکابر صحابہ کے انتقال کے بعد ہو جو راوئ حدیث نعمان بن بشیرؓ سے علم میں بڑھے ہوئے تھے اس پر حضرتؒ لکھتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ انہوں نے یہ بات اس لحاظ سے فرمائی ہو کہ وقت عشاء کو اس خاص علامت کے ساتھ ان کے نزدیک کوئی اور نہیں جانتا۔

قوله: يُصَلِّيهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةٍ: سقوط سے مراد غائب ہونا اور ثَالِثَة سے مراد لیلۂ ثالثہ ہے یعنی آپ ﷺ عشاء کی نماز ہمیشہ ایسے وقت میں پڑھتے تھے جس وقت مہینے کی تیسری تاریخ کو چاند نظروں سے غائب ہوتا ہے اس پر شیخ ابن حجر مکی شافعی شارح مشکوۃ لکھتے ہیں کہ تیسری تاریخ کو چاند عام طور سے شفق احمر کے ساتھ ساتھ غائب ہوتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھنے کا تھا جیسا کہ یہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے۔

وقت مذکور فی الحدیث کی تعیین میں ابن حجر مکی اور علی قاری کا اختلاف: لیکن ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابن حجرؒ کی یہ بات خلاف تحقیق ہے اس لئے کہ چاند کی غیبوبت شفق کے ساتھ ساتھ دوسری شب میں ہوتی ہے نہ کہ تیسری شب میں اور یہ امر مشاہد ہے جو چاہے تجربہ کرلے، ملا علی قاریؒ کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ آپ ﷺ عشاء غروب شفق کے فوراً بعد نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کے کافی بعد پڑھتے تھے، غروب شفق کے وقت تو چاند دوسری رات میں غائب ہوتا ہے نہ کہ تیسری رات میں، اور یقینی بات ہے کہ تیسری رات میں چاند اس کے کافی دیر بعد غائب ہوگا، اور ہمارے حضرت شیخؒ نے جمع بین القولین اس طرح فرمایا کہ ممکن ہے یہ اختلاف ان دونوں کی رائے کا اختلاف رؤیت پر مبنی ہوا انتیس کی رؤیت ہونے کی صورت میں ایسا ہوتا ہو جو ابن حجرؒ کہہ رہے ہیں اور تیس کی رؤیت میں وہ ہو جو ملا علیؒ کہہ رہے ہیں احقر کو حضرت کی یہ بات بہت پسند آئی ورنہ اشکال ہوتا کہ یہ حضرات شراح حدیث امر مشاہد میں بھی مختلف [1] ہو رہے ہیں۔

۴۲۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ أَمْ غَيْرُ ذَلِكَ، فَقَالَ: حِينَ خَرَجَ «أَتَنْتَظِرُونَ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَوْلَا أَنْ تَثْقُلَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هَذِهِ السَّاعَةَ»، ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ

---

[1] حضرت بنوریؒ نے معارف السنن میں (از مترجم)

فَأَقَامَ الصَّلَاةَ.

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک رات نماز عشاء پڑھنے کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کررہے تھے۔ پس ایک تہائی رات گزرنے بعد یا اس کے کچھ وقت کے بعد جناب رسول اللہ ہمارے پاس تشریف لائے...... ہمیں نہیں معلوم کہ آپکو کوئی کام پیش آگیا تھا (جسکی وجہ سے آپ نے عشاء کو اتنا مؤخر فرمایا) یا کوئی اور سبب تھا...... جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ مبارکہ سے نکلتے ہوئے ارشاد فرمایا کیا تم لوگ اس نماز عشاء کے انتظار میں بیٹھے ہو اگر مجھے اپنی امت پر اس حکم کی گرانی اور مشقت کا خوف نہ ہوتا تو عشاء کی نماز ہمیشہ انکو اسی وقت پر پڑھاتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا اور اس نے نماز کی اقامت کہی۔

تخریج صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٤٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٣٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٣٩) سنن النسائي - المواقيت (٥٣٧) سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٠) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٨٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٢٦).

٤٢١ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ السَّكُونِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، يَقُولُ: أَبْقَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ فَأَخَّرَ حَتَّى ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مِنَّا يَقُولُ: صَلَّى. فَإِنَّا لَكَذَلِكَ حَتَّى خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوا لَهُ كَمَا قَالُوا. فَقَالَ لَهُمْ: «أَعْتِمُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّكُمْ قَدْ فُضِّلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ».

ترجمہ عاصم بن حمید کہتے ہیں کہ انہوں نے معاذ بن جبل سے سنا کہ ہم نے عشاء کی نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کافی انتظار کیا۔ آپ کافی مؤخر ہو گئے تھے یہاں تک کہ بعض لوگ یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی طرف باہر تشریف نہیں لائیں گے۔ اور ہم میں سے کوئی یہ کہتا کہ آپ نے (گھر میں) نماز ادا فرمالی ہے۔ ہم اسی تذبذب کی حالت میں تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے کمرے سے مسجد) تشریف لائے تو صحابہ نے آپ سے وہی باتیں کہیں جو ابھی آپس میں کہہ چکے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نماز عشاء کو مؤخر کر کے انتہائی اندھیرے میں پڑھو کیونکہ تمہیں دیگر امتوں پر اس نماز کے ذریعہ فضیلت دی گئی۔ تم سے پہلے کسی امت نے نماز عشاء نہیں پڑھی۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٢١) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/٢٣٧)

شرح الحديث حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ: مضمون حدیث یہ ہے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشاء کی نماز کیلئے انتظار کررہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی، بعض حاضرین یہ سمجھ رہے تھے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائیں گے، کوئی کہتا تھا کہ شاید آپ نے نماز پڑھ لی غرضیکہ ہم اسی تردد میں تھے، کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے صحابہ نے آپ سے اس تاخیر کا ذکر کیا اور وہی اپنے خیالات ظاہر کئے کہ ہم یہ سمجھ رہے

تھے اور یوں سمجھ رہے تھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز کو تم دیر ہی سے پڑھا کرو اس لئے کہ یہ نماز صرف تمہاری خصوصیت ہے کسی اور امت کو یہ فریضہ عطاء نہیں ہوا، مطلب یہ کہ یہ نماز صرف تمہارے لئے عطیۂ خداوندی ہے اس کے اہتمام میں جتنی بھی مشقت برداشت کی جاسکے وہ کرنی چاہئے، اور اسی اہتمام میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کو وقت افضل میں پڑھا جائے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عشاء میں تاخیر افضل ہے۔

۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى مَضَى نَحْوٌ مِنْ شَطْرِ اللَّيْلِ فَقَالَ: «خُذُوا مَقَاعِدَكُمْ» فَأَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ: «إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَأَخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ وَلَوْلَا ضَعْفُ الضَّعِيفِ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخَّرْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ».

ترجمۃ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھنے کا ارادہ کیا پس آدھی رات کے قریب تک جناب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے مسجدؐ کی طرف نہیں نکلے پھر آپ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تم لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے رہو پس ہم اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ (معذور مرد، عورتیں اور بچے) نماز عشاء پڑھ کر فارغ ہو چکے اور سونے کیلئے اپنے بستروں میں چلے گئے ہیں اور تم لوگ جب سے نماز عشاء کے انتظار میں ہو اس وقت سے تمہیں نماز عشاء پڑھنے کا ثواب مل رہا ہے...... اگر کمزور لوگوں کی کمزوری اور بیمار لوگوں کی بیماری کا خوف نہ ہوتا تو میں اس نماز عشاء کو آدھی رات تک مؤخر کرتا۔

تخریج: سنن النسائي - المواقيت (۵۳۸) سنن أبي داود - الصلاة (۴۲۲) سنن ابن ماجه - الصلاة (۶۹۳)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ...... قوله: إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَأَخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ: صحابہ کرامؓ چونکہ نماز کے انتظار میں بہت دیر تک بیٹھے رہے اس لئے آپ ﷺ ان کے فعل کی تحسین اور انتظار کرنے والوں کی ہمت افزائی فرما رہے ہیں کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے اسی کی توفیق سے تم یہاں بیٹھے انتظار کر رہے ہو ورنہ دوسرے لوگ تو اپنی اپنی نماز پڑھ کر سو رہے، ان لوگوں سے کون مراد ہیں یا تو معذور قسم کے لوگ مراد ہوں گے یا نساء وصبیان، یا دونوں، یا ممکن ہے دوسرے مساجد والے لوگ مراد ہوں کہ وہ اپنی اپنی نمازیں پڑھ کر فارغ ہو گئے، انہوں نے اول وقت میں جماعت کر لی اس لئے کہ آخر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ اور دوسری مساجد بھی تو ہوں گی اس لئے وہاں والے مراد ہو سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تاخیر عشاء اور اس کی تقدیم میں اختلاف علماء کا منشا: احادیث الباب سے تاخیر عشاء کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے اور شافعیہ کا قول مشہور افضلیت تعجیل ہے ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا غالب حال اور معمول اکثری تعجیل عشاء تھا اور تاخیر آپ نے احیاناً فرمائی ہے کسی عذر یا مصلحت کی وجہ سے، اور ہم یہ کہتے ہیں

کہ آپ کی احادیث قولیہ اور ارشادات تاخیر عشاء کی فضیلت میں واضح اور صریح ہیں......اور اگر یہ بات تسلیم کرلیجائے کہ آپ کا معمول تعجیل کا تھا تو پھر اس کی وجہ مقتدیوں کے حال کی رعایت ہے کہ وہ خیر کا زمانہ تھا لوگ اول وقت مسجد میں جمع ہو جاتے تھے اس لئے تاخیر میں ان کو مشقت لاحق ہوتی۔

١٠ ـ بَابٌ فِي وَقْتِ الصُّبْحِ

نماز صبح کے وقت کا بیان

جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صبح کی نماز میں تعجیل اور اس کو غلس میں پڑھنا اولیٰ ہے، امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کے نزدیک تاخیر اور اسفار میں پڑھنا اولیٰ ہے، امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ اواخر غلس میں نماز کی ابتداء ہو کر اسفار میں انتہاء ہونی چاہئے تاکہ دونوں طرح کی روایتوں پر عمل ہو جائے اور اسی کو اختیار کیا ہے حافظ ابن قیمؒ نے۔

مصنفؒ اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں، پہلی حدیث بظاہر جمہور کی موافقت میں ہے اور دوسری حنفیہ کی۔

٤٢٣ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا، قَالَتْ: «إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ»

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بیشک رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز ادا فرماتے پس عورتیں اپنی پوری چادر میں لپٹی ہوئیں گھروں کو چلی جاتیں اور وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٤٥) جامع الترمذي - الصلاة (١٥٣) سنن النسائي - المواقيت (٥٤٥) سنن النسائي - المواقيت (٥٤٦) سنن النسائي - السهو (١٣٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٣) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٦٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٥٩/٦) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢١٦)

شرح الحديث حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ......قوله: فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ: یہ لفظ دو طرح مروی ہے مُتَلَفِّفَاتٍ [1]، تلفف سے اور مُتَلَفِّعَاتٍ، تلفع سے جو ماخوذ ہے لفاع سے، مروط مرط کی جمع ہے چادر کے معنی میں۔

یعنی حضور ﷺ صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ جب عورتیں نماز پڑھ کر فارغ ہوتی تھیں یا اپنے گھروں کیطرف لوٹتی تھیں (انصراف کی یہ دونوں تفسیریں کی جاتی ہیں) اس حال میں کہ وہ چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں غلس کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں، تلفف اور تلفع کو اکثر شراح نے ہم معنی لکھا ہے اور بعض شراح مؤطا نے دونوں میں فرق لکھا ہے وہ یہ کہ تلفع بغیر تغطیہ رأس کے نہیں ہوتا اور تلفف تغطیہ رأس اور کشف رأس دونوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

---

[1] جامع الترمذي — كتاب الصلاة — باب ما جاء في تغليس بالفجر (١٥٣)

شرح حدیث میں شراح کی آراء کا اختلاف: شراح کا اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ مَا يُعْرَفْنَ [1] میں عدم معرفت سے کیا مراد ہے، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ معرفت أعیان کی نفی مقصود ہے یعنی یہ نہیں پتہ چلتا تھا کہ یہ عورت کون سی ہے مثلاً زینب یا خدیجہ، اور امام نوویؒ کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ سامنے جو تصویر اور جثہ ہے کس کا ہے مرد کا یا عورت کا گویا نفی، معرفت جنس کے اعتبار سے ہے [2]، حافظ وغیرہ شراح نے اسکی تردید کی ہے اسلئے کہ معرفت کا تعلق اعیان سے ہوتا ہے اور اگر مراد وہ ہوتا جو نووی کہہ رہے ہیں تو روایت میں بجائے لفظ معرفت کے لفظ علم اختیار کیا جاتا یعنی مایعلمن [3] امام نوویؒ نے اپنے قول کی وجہ یہ بیان کی کہ معرفت أعیان کا تحقق تو دن میں بھی مشکل ہے، عورتوں کے چادروں میں ملفوف ومستور رہنے کی وجہ سے تو پھر اس میں غلس کو کیا دخل ہوا لیکن اسکا جواب دوسرے حضرات یہ دیتے ہیں کہ یہ بات نہیں کہ معرفت عین، دن میں بھی نہیں ہوگی اس لئے کہ ہر عورت کے چال ڈھال کی ایک خاص ہیئت ہوتی ہے جس سے وہ پہچان لی جاتی ہے اگرچہ چادر میں مستور ہو، اور علامہ باجی کی رائے جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے یہ ہے کہ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الغَلَسِ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عورتیں سافرات الوجوہ ہوں (چہرہ کھلا ہوا) نہ کہ متنقبات اس کیلئے نقاب والی عورت تو دن میں بھی نہیں پہچانی جائے گی تو پھر اس میں غلس کو کیا دخل ہوا، حافظ فرماتے ہیں یہ بھی وہی نووی والی بات ہوئی۔

جمہور کا حدیث سے تعجیل فجر پر استدلال اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب: اس حدیث سے جمہور علماء تعجیل فجر پر استدلال کرتے ہیں، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ غلس سے غلس مسجد مراد ہے یعنی مسجد کے اندورنی حصہ میں تاریکی ہوتی تھی اس لئے کہ مسجد نبوی کی چھت نیچی تھی دراصل وہ ایک چھپر کی شکل میں تھی، جیسا کہ سقف مسجد کے بارے میں روایات میں آتا ہے إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ [4] اور انصراف نساء سے مراد انصراف الی البیت نہیں، (گھروں کی طرف جانا) بلکہ فراغ عن الصلاۃ مراد ہے، غرضیکہ اس حدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ داخل مسجد سے متعلق ہے صحن مسجد اور خارج مسجد کا حال بیان نہیں کیا جارہا ہے۔

دو حدیثوں میں دفع تعارض: اس لئے کہ صحیحین کی روایت میں آتا ہے اور ابو داوٗد میں بھی گزر چکا وَيَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ [5] کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ایسے وقت میں ادا فرماتے تھے کہ آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کو پہچان سکے، پاس

---

[1] قلت وقد تقدم ويصلي الصبح ويعرف احدنا جليسه. واما عدم معرفة الرجال النساء كما في هذا الحديث فلاجل بعدهن عن الرجال في المسجد ولامدخل للتلفف في عدم المعرفة بل هو بيان الواقع والا فالتلفف مانع عن المعرفة مطلقا ولو كان الوقت وقت الاسفار كما لا يخفى. فالسبب لعدم المعرفة هو وجود شئ من الظلمة مع بعدهن عن الرجال، واما الرجال فكان يعرف بعضهم بعضاً فلايتوهم التعارض بين الحديثين. هذا ما عندي، والله تعالى اعلم۔

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج۵ ص ١٤٤

[3] اس لئے کہ معرفت کا استعمال جزئیات میں اور علم کا کلیات میں ہوتا ہے۔

[4] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب في الرخصة في ترك الغسل يوم الجمعة ٣٥٣

[5] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في وقت صلاة النبي صلى الله عليه وسلم وكيف كان يصليها ٣٩٨

بیٹھنے والے کو پہچاننا جبھی ہو سکتا ہے جب کہ اِسفار میں پڑھی جائے، اب رہی یہ بات کہ اس حدیث میں تو معرفت کی نفی ہے مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں عورتیں مردوں کی جلیس کہاں ہوتی تھیں وہ تو مردوں سے فاصلہ پر ہوتی تھیں تو وہاں نہ پہچاننا بعد کی وجہ سے تھا بخلاف مرد کے کہ مرد ایک دوسرے کو بوجہ قریب ہونے کے پہچانتے تھے، بندہ کے نزدیک علامہ باجیؒ کی رائے زیادہ صحیح ہے گو حافظؒ نے اس کو رد کیا ہے کہ وہ عورتیں سافرات الوجوہ ہوتی تھیں، اور پہلے بعض شراح موطا سے گزر ہی چکا ہے کہ تلفف کے مفہوم کیلئے تغطیۂ رأس ضروری نہیں اور اگر ضروری بھی ہو جیسا کہ مجمع البحار میں ہے "متلففات ای مغطیات الرؤس والاجساد" تو صرف تغطیۂ رأس اس کے مفہوم میں داخل ہے نہ کہ تغطیۂ وجہ، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مرد مرد کو پہچانتا تھا لیکن مرد عورت کو اس لئے نہیں پہچانتا تھا کہ وہ اس کی جلیس نہیں ہے بلکہ فاصلہ پر ہے، اور روشنی بھی اچھی طرح نہیں ہوئی بس اتنی معمولی سی روشنی ہوتی تھی کہ آدمی اپنے جلیس کو پہچان سکے، هذا ما ظهر لی فی وجه الجمع بين الحديثين والله الموفق۔

٤٢٤ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ».

ترجمہ رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح کہ نماز کو روشن کر کے پڑھو کیونکہ روشنی میں نماز فجر پڑھنے سے تمہارے ثواب میں اضافہ ہو گا۔ راوی کہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ فرمایا یا أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ فرمایا۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (١٥٤) سنن النسائي - المواقيت (٥٤٨) سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٤) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٧٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٦٥/٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٠/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٢/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢١٧)

شرح الحديث **حنفیہ کی دلیل اور شافعیہ کی طرف سے اسکی تأویل**: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ......

قوله: أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِأُجُورِكُمْ: یہ رافع بن خدیج کی روایت ہے جو مختلف الفاظ سے مروی ہے، نسائی کی روایت میں ہے أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ [1] اور ترمذی میں أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ، فَإِنَّهُ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ [2] اور نسائی ایک دوسری حدیث میں ہے مَا أَسْفَرْتُمْ بِالْفَجْرِ فَإِنَّهُ أَعْظَمُ بِالْأَجْرِ [3] ایک اور روایت میں ہے أَسْفِرُوا بِالْفَجْرِ فَكُلَّمَا أَسْفَرْتُمْ، فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ [4] اسی طرح حنفیہ کے دلائل میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی متفق علیہ حدیث مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى صَلَاةً بِغَيْرِ

---

[1] سنن النسائي - كتاب المواقيت - باب الاسفار ٥٤٨

[2] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ماجاء في الإسفار بالفجر (١٥٤)

[3] سنن النسائي - كتاب المواقيت - باب الاسفار ٥٤٩

[4] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب الوقت الذي يصلي فيه الفجر أي وقت هو؟ ١٠٦٦

مِيقَاتِهِمَا إِلَّا صَلَاتَيْنِ اور اس کے اخیر میں ہے وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيقَاتِهَا [1] مزدلفہ میں صبح کی نماز میں تغلیس بالاجماع مستحب ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اسکو صلاۃ قبل الوقت فرمارہے ہیں جس سے صاف معلوم ہورہاہے کہ حج کے زمانہ کے علاوہ میں آپکا معمول تغلیس کا نہ تھا، اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ ﷺ کا عمل تغلیس پر تھا تو پھر روایات قولیہ اسفار پر دال ہیں اور قول و فعل میں تعارض کے وقت قول کو ترجیح ہوتی ہے اور اس سے بھی بہتر توجیہ یہ ہے جس کو اختیار کیا ہے امام طحاوی اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ تعالی نے وہ یہ کہ غلس کی روایات ابتداء صلاۃ پر محمول ہیں اور اسفار کی روایات اختتام صلاۃ پر محمول ہیں جیساکہ حضور ﷺ اور صحابہ کرام کی شان تھی صبح کی نماز میں قراۃ طویلہ کی نہایت اطمینان کے ساتھ، لیکن شافعیہ وغیرہ اسفار اور اصباح کی روایت کا ایک جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے بعض صحابہ اول وقت کی فضیلت حاصل کرنے کے شوق میں طلوع فجر سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہوں اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا أَصْبِحُوا بِالصُّبْحِ کہ اتنی جلدی مت کرو صبح ہونے دو، یہ تاویل ان کی مشہور ہے اور ہماری طرف سے اس پر اشکال بھی مشہور ہے وہ یہ کہ قبل الوقت تو نماز صحیح ہی نہیں ہے اس میں نہ اجر قلیل ہے اور نہ کثیر اور اس حدیث میں قلت اجر اور کثرت اجر کو بیان کیا جارہاہے، اسی طرح جمہور نے ایک تاویل اور کی کہ اسفار کی روایات لیالی مقمرہ (چاندنی راتیں) پر محمول ہیں یعنی جن تاریخوں میں چاند صبح تک روشن رہتاہے کہ ان تاریخوں میں احتیاط کی ضرورت ہے اچھی طرح صبح ہونے دیجائے ایسا نہ ہو کہ روشنی کے اشتباہ میں وقت سے پہلے نماز پڑھ لی جائے۔

۱۱۔ بَابٌ فِي الْمُحَافَظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ

نمازوں کو ان کے اوقات میں پابندی سے ادا کرنے کا بیان

صلوات خمسہ کے اوقات مستحبہ کی تفصیل عند الائمۃ الاربعۃ: صلوات خمسہ میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ باب قائم کرنے کے بعد مصنفؒ نے یہ ایسا جامع باب قائم کیا ہے جس کا تعلق سب نمازوں سے ہے محافظت یعنی نگرانی، یا تو نماز کے سنن و مستحبات اور خشوع و خضوع کے اعتبار سے مراد ہے یا اوقات مستحبہ کے اعتبار سے کہ تمام نمازوں کو ان کے اوقات مستحبہ میں پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے مناسب معلوم ہوتاہے کہ یہاں پر صلوات خمسہ کے اوقات مستحبہ مع اختلاف ائمہ بیان کردئے جائیں۔

جاننا چاہئے کہ ائمہ اربعہ مغرب میں اسکی تعجیل کے استحباب پر متفق ہیں اس میں ائمہ کا کوئی اختلاف نہیں البتہ دوسری نمازوں میں اختلاف ہے، فجر اور عصر میں جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ تعجیل کے قائل ہیں، اور امام ابو حنیفہؒ اور ان دونوں کی تاخیر کے، اور صلاۃ ظہر میں سردی کے زمانہ میں اسکی تعجیل پر اور زمانہ صیف میں تاخیر پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے بجز امام شافعیؒ کے کہ انکے

[1] صحيح البخاري — كتاب الحج — باب متى يصلي الفجر بجمع ١٥٩٨

نزدیک تاخیر ظہر مقید ہے چار شرطوں کے ساتھ جن کا ذکر پہلے آچکا، رہ گئی صلاۃ عشاء سو اسکے بارے میں اقاویل مختلف ہیں، جسکو ہم باب صلاۃ العشاء میں ذکر کر چکے ہیں اور اسی طرح لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، لَأَمَرْتُهُمْ بِتَأْخِيرِ الْعِشَاءِ، وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ [1] حدیث کے ذیل میں بھی، حاصل یہ کہ حنفیہ کے اسمیں دو قول ہیں: ① مطلقاً تاخیر اولیٰ ہے، ② زمانہ شتاء جس میں راتیں لمبی ہوتی ہیں اسمیں تاخیر اور گرمی کے زمانہ میں تعجیل، امام شافعیؒ کا ایک قول تاخیر عشاء کے استحباب کا ہے اور مشہور قول ان کا اولویۃ تعجیل ہے امام مالکؒ کے بھی اسمیں دونوں قول ہیں، اور ایک قول مالکیہ کا یہ ہے کہ اسکا مدار لوگوں کے اجتماع پر ہے اگر لوگ سویرے جمع ہو جائیں تو تعجیل اولیٰ ہے ورنہ تاخیر، اور ابن رسلان نے امام احمدؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اول الاوقات اعجب الی الافی الاثنین صلاۃ العشاء وصلوۃ الظھر [2] اس سے معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے نزدیک بھی عشاء اور ظہر میں تاخیر اولیٰ ہے اور باقی میں تعجیل، اسی طرح امام ترمذیؒ نے بھی امام احمدؒ کا مسلک تاخیر عشاء لکھا ہے۔

جمعہ کے وقت مستحب میں اختلاف علماء: اب رہ گیا مسئلہ صلاۃ جمعہ کا سو اس سلسلہ میں امام بخاریؒ نے ایک باب قائم کیا باب إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اس پر شراح بخاری لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا میلان جمعہ کے بارے میں ظہر کی طرح مشروعیت ابراد کیطرف ہے کہ جس طرح گرمی کے زمانہ میں ظہر کی تاخیر اولیٰ ہے اسی طرح جمعہ کی بھی حضرت شیخ نے حاشیۂ لامع میں جمہور علماء ائمہ ثلاث شافعیہ مالکیہ حنابلہ کا مسلک ان کی کتابوں سے عدم ابراد نقل فرمایا ہے اس لئے کہ جمعہ کے بارے میں احادیث میں تبکیر کا حکم وارد ہے اس کیلئے لوگ اول وقت میں مجتمع ہو جاتے ہیں اب اگر اس میں تاخیر کیجائے تو لوگوں پر شاق گزریگی لہذا جمعہ کو ظہر پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اور حنفیہ کا مذہب در مختار میں تو یہ لکھا ہے کہ جمعہ مثل ظہر کے ہے اصل وقت اور وقت مستحب دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سردی میں اس لئے کہ جمعہ ظہر کا بدل اور اس کا نائب ہے لیکن علامہ شامی کی تحقیق اس کے خلاف ہے کہ جمعہ کے اندر مطلقاً تقدیم اولیٰ ہے، کما ھو مسلك الجمھور۔

٤٢٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصُّنَابِحِيِّ، قَالَ: زَعَمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ، فَقَالَ: عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ»

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب السواك ٤٦

[2] أول الأوقات أعجب إلي في الصلوات كلها، إلا في صلاتين: صلاة العشاء الآخرة، وصلاة الظهر (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد - ج ٥ ص ٨)

ترجمہ: عبداللہ بن صنابحی کہتے ہیں کہ ابو محمد نے فرمایا کہ وتر کا پڑھنا سنت کی رو سے امر مؤکد ہے تو حضرت عبادہ بن صامت نے فرمایا کہ ابو محمد نے غلط کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ پانچ نمازیں اللہ پاک نے فرض فرمائی ہیں۔ جو شخص ان نمازوں کے وضو کو اچھی طرح (اس کے آداب اور سنتوں کی رعایت کے ساتھ) کرے گا اور ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کرے گا اور ان کے رکوع کو کامل طریقہ سے (اطمینان کے ساتھ) ادا کرے گا اور ان نمازوں کے اندر خشوع کو مکمل طریقہ سے بجالائے (کہ اس کا دل اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو) تو اللہ پاک پر (بطور تفضل) یہ لازم ہے کہ ایسے آدمی کی مغفرت فرمائیں گے اور جو شخص ان آداب کی رعایت کے ساتھ پانچ نمازیں نہ پڑھے تو اس کا اللہ کے ذمہ کوئی وعدہ نہیں چاہے تو اللہ پاک اسکی بخشش فرمادیں اور چاہیں تو اللہ پاک اس کو عذاب دیں۔

تخریج سنن النسائي - الصلاة (٤٦١) سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٠١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣١٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣١٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣١٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٢٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٧٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٥٧٧).

شرح الحديث: **تحقيق صنابحی** حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ...... قوله: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصُّنَابِحِيِّ: یہاں پر بعض نسخوں میں اور نسخہ بذل میں بھی عن عبداللہ بن الصنابحی ہے، عبداللہ اور الصنابحی کے درمیان لفظ بن یہ بالکل غلط ہے صحیح نسخوں میں عن عبداللہ الصنابحی ہے۔

جاننا چاہئے کہ عبداللہ الصنابحی کے بارے میں حضرات محدثین کی دو جماعتیں ہیں ایک جماعت جس میں امام بخاریؒ اور ان کے استاذ علی بن مدینی ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ صحیح ابو عبداللہ الصنابحی ہے جو کہ کنیت ہے عبدالرحمن بن عسیلہ کی اور وہ تابعی ہیں حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے آپ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے لیکن ابھی یہ راستہ ہی میں تھے کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا، اور عبداللہ الصنابحی جیسا کہ یہاں متن میں ہے امام بخاریؒ وغیرہ کے نزدیک یہ وہم راوی ہے ان کے نزدیک اس نام کے کسی صحابی کا وجود نہیں اور ان حضرات کا گمان ہے کہ یہ وہم امام مالکؒ کو ہوا ہے انہوں نے اولاً مؤطا میں اس راوی کا نام اسی طرح ذکر کیا ہے اور پھر اسی طرح یہ غلط نقل ہوتا چلا گیا، اور دوسری جماعت جس میں ابن السکن امام ترمذی اور حافظ ابن حجر وغیرہ حضرات ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ الصنابحی صحیح ہے اور یہ صحابی ہیں (علی قول) اور ابو عبداللہ الصنابحی راوی الگ ہیں جو تابعی ہیں جن کا نام عبدالرحمن بن عسیلہ ہے امام ترمذیؒ نے اپنی یہ رائے جامع ترمذی کے بالکل شروع میں پہلے ہی صفحہ پر بیان کی ہے حضرت نے بذل میں تهذیب التهذیب سے نقل کیا ہے کہ امام ترمذی نے فرمایا کہ میں نے اس راوی کے بارے میں امام بخاری سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا وهم فيه مالك والصحيح ابو عبدالله [1] اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں امام ترمذیؒ امام بخاریؒ کی رائے سے اتفاق نہیں رکھتے، وله نظائر امام ترمذیؒ نے

[1] قال الترمذي سألت محمد بن اسماعيل عنه فقال وهم فيه مالك وهو أبو عبد الله واسمه عبد الرحمن بن عسيلة (تهذيب التهذيب ج ٦ ص ٨٣).

جامع ترمذی میں ایک تیسرے صنابحی کا بھی اعتراف کیا ہے لیکن وہ فی الواقع صنابحی نہیں بلکہ ان کا صحیح نام صنابح بن الاعسر احمسی ہے ان کو صنابحی کہنا غلط ہے، لیجئے ترمذی شریف کا بھی یہ مقام حل ہو گیا، فالحمد للہ۔

وجوب وتر کی دلیل: قولہ: قَالَ: زَعَمَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ: ابو محمد ایک صحابی ہیں جن کے نام کے تعیین میں اختلاف ہے بذل میں ان کے کئی نام ذکر کئے ہیں قیل مسعود بن اوس وقیل قیس ابن عامر وقیل سعد بن اوس، مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابو محمد صحابیؓ نے فرمایا اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ تو اس پر عبادہ بن الصامت بولے کَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ کہ ابو محمد غلط کہتے ہیں اس لئے کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے جو ان کیلئے وضوء اچھی طرح کرے گا اور ان نمازوں کو ان کے اوقات میں کامل طریقہ سے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص سے عہد یعنی پختہ وعدہ ہے اس کی مغفرت کرے گا اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں چاہیں گے، مغفرت فرما دیں گے اور چاہیں گے تو عذاب دینگے۔

یہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ وجوب وتر میں اختلاف ہے، امام صاحبؒ اس کو واجب اور جمہور وصاحبین سنت مانتے ہیں ابو محمد کا قول امام صاحبؒ کے موافق ہے، اور حضرت عبادہ نے جو وجوب کی نفی کی ہے وہ کسی صریح حدیث کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے اجتہاد سے اس لئے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ نمازیں پانچ فرض ہیں تو وہ اس سے وتر کے واجب نہ ہونے پر استدلال فرمارہے ہیں یہ استدلال صحیح کہاں ہوا واجب اور فرض میں تو زمین وآسمان کا فرق ہے [1]، نمازیں فرض امام صاحبؒ کے یہاں بھی پانچ ہی ہیں اور اس کے باوجود وہ وتر کو واجب مانتے ہیں، حضرت شیخؒ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ محمد بن نصر (مشہور محدث) نے اپنی کتاب قیام اللیل میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صاحب امام اعظمؒ کی خدمت میں آئے اور ان سے سوال کیا کہ فرض نمازیں کتنی ہیں انہوں نے جواب دیا پانچ سائل نے سوال کیا کہ وتر کیا ہے، انہوں نے فرمایا ھی فریضة اس نے پھر سوال کیا کہ فرض نمازیں کتنی ہیں، امام صاحبؒ نے پھر وہی جواب دیا کہ پانچ اس نے پھر سوال کیا کہ وتر کیا ہے تو انہوں نے فرمایا فریضة اس نے حیرت زدہ ہو کر تیسری مرتبہ پھر سوال کیا کہ فرض نمازیں کتنی ہیں انہوں نے وہی جواب دیا وہ شخص اس پر بگڑا اور یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا أنت لا تحسن الحساب کہ آپ کو دو اور چار کا بھی حساب نہیں آتا [2]۔ امام صاحبؒ کی مراد فریضة سے واجب تھی اور فرض وواجب میں فرق ظاہر ہے جس کو سائل سمجھا نہیں اسی لئے بار بار سوال وجواب ہوتا رہا یہی بات حضرت عبادہؓ کو پیش آئی کہ انہوں نے بھی فرض اور واجب کے درمیان فرق نہیں کیا اور ابو محمدؓ نے جو بات کہی تھی اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ تو یہ قول صحابی غیر مدرک بالرائے مسئلہ میں ہونے کی وجہ سے حکم میں مرفوع کے ہے اور حضرت عبادہؓ کی

---

[1] یہ امام ابو حنیفہؒ کا مقولہ ہے۔
[2] مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر — ص ۲۷۶

بات ان کے اجتہاد پر مبنی ہے، فالحمد اللہ علی صحۃ مذھب ابی حنیفۃ۔

یہاں پر ایک اشکال ہوتا ہے کہ عبادہؓ نے كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ کیسے کہہ دیا کذب تو عام باتوں میں بھی حرام ہے چہ جائیکہ امر دین میں تو اشکال یہ ہے کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کے بارے میں ایسی سخت بات کیسے فرمائی، جواب یہ ہے کہ کذب کی دو قسمیں ہیں ایک عمداً اور ایک بلا عمد، اصل کذب تو وہی ہے جو عمداً ہو وہ یہاں مراد نہیں کذب بغیر عمد جس کی مشہور تعبیر خطا ہے یہاں مراد ہے اور محاورۂ عرب میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ کذب کو خطا کے معنی میں استعمال کرتے ہیں یقال کذب سمعی وکذب بصری یعنی مجھ سے سننے میں اور دیکھنے میں غلطی ہوئی، قال اللہ تعالی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى [1]۔

٤٢٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ، قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا». قَالَ: الْخُزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَمَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ فَرْوَةَ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ

ترجمہ: ام فروہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کونسا عمل سب سے زیادہ افضل ہے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا۔ خزاعی نے اپنی حدیث میں سے الفاظ نقل کئے کہ قاسم بن غنام اپنی ایک پھوپھی سے نقل کرتے ہیں جن کو ام فروہ کہا جاتا تھا اور انہوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (١٧٠) سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٦)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ..... قوله: عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ: یہ بعض امہات مجہولہ ہے کچھ پتہ نہیں کہ کون ہے کیا نام ہے اور یہ ام فروہ قاسم کی عمہ (پھوپھی) ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ ام فروہ انصاریہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ یہ بنت ابی قحافہ ہیں ابو بکر صدیق کی بہن۔

قوله: قَالَ: الْخُزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَمَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ فَرْوَةَ الخ: مصنفؒ کے دو استاذ ہیں، محمد بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن مسلمہ، مصنفؒ ان دونوں کی سند کا اختلاف بیان کر رہے ہیں، اوپر جو سند کے الفاظ آئے ہیں وہ عبد اللہ بن مسلمہ کے ہیں اور یہ الفاظ دوسرے استاذ کے ہیں۔

سند حدیث میں اختلاف: اس کلام کی شرح میں دو احتمال ہیں: ① سند میں صرف لفظ عمہ کے اضافہ کو بیان کرنا ہے کہ خزاعی کی سند میں ام فروہ کی صفت عمہ ہونا ذکر کی گئی ہے نیز ایک اور صفت بھی قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

[1] جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا (سورۃ النجم ١١)

وَسَلَّمَ ام فروہ کی یہ دو صفتیں عبد اللہ بن مسلمہ نے ذکر نہیں کیں، احتمال ثانی یہ ہے کہ خزاعی کی روایت میں قاسم بن غنام کے بعد عن بعض امہاتہ مذکور نہیں بلکہ قاسم براہ راست ام فروہ سے روایت کرتے ہیں دونوں سندوں میں ذکر واسطہ وعدم ذکر واسطہ کا فرق ہے، اس حدیث کی ایک تیسری سند اور ہے جو مسند احمد میں ہے وہ اس طرح ہے: عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ جَدَّتِهِ الدُّنْيَا، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ[1] یعنی قاسم اور ام فروہ کے درمیان واسطہ بجائے عن بعض امہاتہ کے عن جدتہ الدنیا ہے اب تین سندیں اسطرح ہوگئیں: ① عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ ② عن القاسم بن غنام عن ام فروة ③ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ غَنَّامٍ، عَنْ جَدَّتِهِ الدُّنْيَا، عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ۔

وقت اول کی فضیلت اور اس پر کلام: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا: آپ ﷺ سے افضل الاعمال کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ کون سا ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فرض نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا، اس حدیث سے جمہور خصوصاً شافعیہ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے کہ تقریباً تمام نمازوں کو ان کے اول وقت میں پڑھنا اولیٰ ہے نمازوں کے اوقات مستحبہ میں اختلاف پہلے گزر چکا، حنفیہ کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ اول وقت سے مراد اول وقت جواز نہیں بلکہ اول وقت استحباب ہے یعنی جس نماز کا جو وقت مستحب ہے اس نماز کو اسی میں پڑھنا اور یا یہ کہا جائے کہ یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے لہذا جن نمازوں کے تاخیر کی ترغیب وارد ہوئی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح شافعیہ نے ابن عمرؓ کی حدیث جس کو امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي الْوَقْتِ الْأَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ میں ذکر کیا ہے سے استدلال کیا ہے الْوَقْتُ الْأَوَّلُ مِنَ الصَّلَاةِ رِضْوَانُ اللهِ، وَالْوَقْتُ الْآخِرُ عَفْوُ اللهِ[2] اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نماز میں تاخیر سراسر تقصیر ہے لیکن یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی ہے یعقوب بن الولید جس کی امام احمد اور دیگر حفاظ حدیث نے تکذیب کی ہے بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے تمام طرق کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

افضل الاعمال کا مصداق اور اس میں اختلاف علماء: حدیث الباب میں فرمایا گیا ہے کہ نماز کو اول وقت مستحب میں پڑھنا یہ افضل الاعمال ہے چنانچہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فرض نمازوں کو انکے اوقات میں اچھی طرح ادا کرنا تمام اعمال میں سب سے افضل ہے، پھر اس کے بعد جمہور کی رائے یہ ہے کہ علم دین میں اشتغال افضل ہے، اشتغال بالنوافل[3] سے لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اشتغال بالعلم اور جہاد میں کون افضل ہے جمہور کی رائے یہ ہے کہ شغل علم ہی افضل ہے جہاد سے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ جہاد افضل ہے لیکن اختلاف جہاد نفل میں ہے اور جہاد فرض بالاتفاق اشتغال علم

---

[1] مسند الإمام أحمد بن حنبل مسند النساء حديث أم فروة ٢٧١٠٤

[2] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل ١٧٢

[3] البتہ امام شافعی کے نزدیک اشتغال بالنوافل افضل ہے۔ ١٢

سے افضل ہے، افضل الاعمال میں اختلاف اور اس پر بحث حضرت شیخ نے لامع الدراری جلد ثانی کتاب الجہاد کے شروع میں تحریر فرمائی ہے نیز اس میں لکھا ہے کہ وہ احادیث جو فضیلت علم میں وارد ہیں اکثر ہیں ان سے جو وارد ہیں فضیلت جہاد میں۔
نیز واضح رہے کہ چونکہ بعض احادیث میں ایمان کو افضل الاعمال قرار دیا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ان احادیث میں اعمال سے اعمال بدنیہ مراد ہیں لہٰذا اعمال قلبیہ میں سب سے افضل ایمان اور اعمال بدنیہ میں صلاۃ ہے۔

٤٢٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُمَارَةَ بْنِ رُؤَيْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ» ، قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْهُ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: نَعَمْ، كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ.

ترجمہ: ابو بکر بن عمارہ بن رویبہ اپنے والد عمارہ سے نقل کرتے ہیں کہ بصرہ کے ایک شخص نے حضرت عمارہ سے دریافت کیا کہ مجھے بتایئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے تو حضرت عمارہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص طلوع آفتاب سے پہلے (نماز فجر) ادا کرے اور غروب آفتاب سے پہلے (نماز عصر) ادا کرے وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ اس بصرہ کے رہنے والے نے کہا کہ آپ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے؟ اسنے تین مرتبہ یہ سوال کیا حضرت عمارہ نے فرمایا ہاں میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے ہر دفعہ حضرت عمارہ فرماتے تھے میرے کانوں نے یہ بات سنی ہے اور میرے دل نے اسکو محفوظ کیا ہے تو ان بصرہ والے صاحب نے فرمایا کہ میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٦١/٤)

٤٢٨ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنِي «وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ» ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ فَمُرْنِي بِأَمْرٍ جَامِعٍ إِذَا أَنَا فَعَلْتُهُ أَجْزَأَ عَنِّي، فَقَالَ: «حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ» وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا، فَقُلْتُ: وَمَا الْعَصْرَانِ؟، فَقَالَ: «صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا»

ترجمہ: عبد اللہ بن فضالہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کے اعمال اور احکام کی تعلیم دی۔ ان تعلیمات میں یہ ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازوں کی حفاظت کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یہ ایسے اوقات ہیں جن میں مجھے کچھ دنیوی اور مشغولتیں ہیں لہٰذا مجھے ایسا جامع حکم ارشاد فرمائیں کہ میں اس کو کرلوں تو دیگر کاموں سے میرے لئے کافی ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم عصرین کی حفاظت کرو...... چونکہ ہماری زبان میں عصرین کا لفظ مستعمل نہیں ہوتا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصرین سے کیا مراد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا طلوع شمس سے پہلے والی نماز (نماز فجر) اور

غروب شمس سے پہلے والی نماز۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٢٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٤٤/٤)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ...... قولہ: «وَحَافِظْ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ» ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتٌ لِي فِيهَا أَشْغَالٌ الخ: مضمون حدیث یہ ہے فضالہ لیثی فرماتے ہیں کہ جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں (بظاہر بیعت علی الاسلام کیلئے) حاضر ہوا تو آپ نے مجھے احکام دین کی تعلیم فرمائی، نیز صلوات خمسہ کی محافظت کا حکم فرمایا یعنی سب نمازوں کو ان کے اوقات میں پڑھنا انہوں نے اس پر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ جو نمازوں کے اوقات ہیں مجھ سے فارغ نہیں ہیں بلکہ ان میں مجھے بہت سے کام ہوتے ہیں، لہذا مجھے کوئی ایسا جامع عمل بتلا دیجئے جو میرے لئے کافی ہو جائے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وہ کہتے ہیں کہ میں عصرین کے معنی نہیں جانتا تھا اس لئے میں نے پوچھا کہ عصرین سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا صبح کی نماز اور عصر کی نماز یعنی تم ان دو نمازوں کا اہتمام کر لیا کرو۔

حدیث پر اشکال اور اس کی تأویل: اس حدیث پر قوی اشکال ہے کیونکہ اس سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ اس شخص کے لئے صرف دو نمازیں پڑھ لینا کافی ہیں، اس کی علماء نے دو طرح تاویل کی ہے:

① بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو فرمایا تھا کہ صلوات خمسہ کو ان کے اوقات مستحبہ کی رعایت کر کے پڑھیں انہوں نے عذر کر دیا کہ میرے یہ اوقات خالی نہیں تو بعد میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا کم از کم دو نمازوں کو ان کے خاص وقت میں پڑھ لیا کریں باقی نمازوں کو جب وقت ملے پڑھ لیں اور یہ مطلب نہیں کہ صرف دو نماز پڑھنا کافی ہے،

② اور دوسری تاویل اس حدیث کی وہ ہے جو علامہ سیوطیؒ نے اختیار کی وہ یہ کہ حضور ﷺ کے خصوصیات میں سے ہے یہ بات کہ آپ جس امتی کے حق میں چاہیں اس کے فرائض میں تخفیف فرما سکتے ہیں اسی لئے سیوطی نے اس حدیث کو اپنی مشہور تالیف الخصائص الکبری میں ذکر کیا ہے انہوں نے اس سلسلہ میں مسند احمد کی ایک صریح روایت ذکر کی ہے جس میں یہ ہے ایک شخص آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لایا، اس شرط پر کہ دو نمازوں کے علاوہ نہ پڑھے گا، آپ ﷺ نے اس شرط کو قبول فرمالیا[1]، واللہ تعالی اعلم۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث سے فجر و عصر کی بڑی اہمیت معلوم ہو رہی ہے ایسے ہی بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ[2] بردین سے مراد بھی یہی دو نمازیں ہیں۔

---

[1] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ، "أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ عَلَى أَنَّهُ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ، فَقَبِلَ ذَلِكَ مِنْهُ" (مسند احمد - مسند البصريين - حديث رجال من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ٢٠٢٨٧)

[2] صحیح بخاری - كتاب مواقيت الصلاة - باب فضل صلاة الفجر ٥٤٨

۴۲۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، وَأَبَانُ، كِلَاهُمَا، عَنْ خُلَيْدٍ الْعَصَرِيِّ، [عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ] عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلَى وُضُوئِهِنَّ وَرُكُوعِهِنَّ وَسُجُودِهِنَّ وَمَوَاقِيتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ" قَالُوا: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ؟ قَالَ: «الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ».

ترجمہ حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص پانچ چیزیں ایمان کے ساتھ لائے گا (یعنی جو شخص بھی تصدیق و ایمان کے ساتھ پانچ افعال پر محافظت کرے گا) جنت میں داخل ہوگا، ① جو شخص پانچوں نمازوں کی ان کے وضو اور رکوع و سجو اور ان کے اوقات کی محافظت کرتے، ② اور رمضان شریف کے روزے رکھے، ③ بیت اللہ کا حج کرے اگر اس کی طاقت رکھتا ہو، ④ اور زکاۃ ادا کرے خوش دلی کے ساتھ، ⑤ اور امانت ادا کرے۔ صحابہؓ نے سوال کیا! اے ابو الدرداءؓ امانت ادا کرنے سے کیا مراد ہے، تو فرمایا کہ جنابت کا غسل کرنا۔

۴۳۰ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ ضُبَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السُّلَيْكِ الْأَلْهَانِيِّ، أَخْبَرَنِي ابْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ: إِنَّ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ أَخْبَرَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: «إِنِّي فَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهِدْتُ عِنْدِي عَهْدًا أَنَّهُ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ أَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي»

ترجمہ حضرت ابو قتادہ ربعیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ (اے محمد ﷺ!) میں نے آپ ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور میں نے ایک عہد کر رکھا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت کی رعایت کرتے ہوئے پابندی سے ادا کرے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا، اور جو شخص ان نمازوں کی پابندی نہ کرے تو اس کیلئے میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

تخریج سنن أبي داود – الصلاة (۴۳۰) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۴۰۳)

۱۲ ـ بَابٌ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ

جب حاکم وقت نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کردے (تو رعایا کیا کرے؟)

ترجمة الباب کی تشریح: یعنی اگر امام نماز کو وقت مستحب کے نکل جانے کے بعد تاخیر سے پڑھے تو لوگوں کو کیا کرنا چاہئے؟ حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایسی صورت میں آدمی کو چاہئے کہ اپنی نماز علیحدہ وقت مستحب میں پڑھ لے

تو بہتر ہے اور اس کے بعد اگر مسجد پر گزر ہو تو مخالفت امام سے بچنے کے لئے مسجد میں بھی جماعت سے نماز پڑھ لے، یہ دوسری نماز نفل ہو جائے گی غرضیکہ امام پر نکیر اور اس کی مخالفت نہ کرے، دراصل نماز پڑھانا منصب ہے امام المسلمین کا یا جس کو وہ متعین کرے، نیز اسلامی ممالک میں مساجد کا انتظام حکومت کی طرف سے ہوتا ہے تو ایسی ہی صورت کے لئے حدیث میں یہ حکم فرمایا گیا ہے، اور ائمہ پر اعتراض کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ ملکی نظام صحیح قائم رہ سکے اور فتنہ برپا نہ ہو اور اگر صورت حال یہ ہو کہ مساجد کا انتظام نصب امام وغیرہ اہل محلہ اپنے اختیار سے خود کرتے ہوں جیسا کہ آج کل ہمارے زمانہ میں تو پھر ظاہر ہے کہ ان کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

٤٣١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عِمْرَانَ يَعْنِي الْجَوْنِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ؟ - أَوْ قَالَ: يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ؟ -". قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، قَالَ: «صَلِّ الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّهَا فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ»

ترجمہ: ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذرؓ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم پر ظالم حکمران مسلط ہونگے جو نماز کو ان کے وقت مستحب کے بعد پڑھیں گے راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ یا يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ....... حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز کو (ایسی صورت میں منفردا) اپنے وقت (مستحب) میں پڑھ لینا۔ پس اگر تم نے ان حکمرانوں کے ساتھ بھی اس نماز کو پالیا تو تم اس نماز کو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا کیونکہ یہ جماعت کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز تمہارے لئے نفل (فرض سے زائد نماز) شمار ہوگی۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٤٨) جامع الترمذي - الصلاة (١٧٦) سنن النسائي - الإمامة (٧٧٨) سنن أبي داود - الصلاة (٤٣١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٥٦) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٥٩/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٦٩/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٢٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٢٨)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ.... يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ؟ حضور ﷺ حضرت ابوذرؓ سے وہی بات ارشاد فرمارہے ہیں جو اوپر ترجمۃ الباب میں مذکور ہے کہ اگر تم پر ایسے امراء مسلط ومقرر ہو جائیں، تو تم ایسی صورت میں کیا کروگے۔

يُمِيتُونَ الصَّلَاةَ کے بظاہر معنی نماز قضا کر دینے کے ہیں لیکن امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس سے مراد قضا کر دینا نہیں بلکہ غیر وقت مستحب میں پڑھنا مراد ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ امراء سے نمازوں کا قضا کرنا منقول نہیں ہے[1]، لیکن حافظ

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ٥ ص ١٤٧

ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اماتۃ صلاۃ کے ظاہری معنی نماز قضاء کرنے کے ہیں اور نیز بہت سے امراء بنو امیہ سے نماز کا قضا کرنا بلکہ ترک کرنا ثابت ہے چنانچہ حجاج بن یوسف اور اس کا امیر ولید بن عبد الملک نماز کو قضا کر دیتے تھے، (كذا في الفيض السمائي)۔

قوله: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا تَأْمُرُنِي: حضرت ابو ذرؓ نے عرض کیا کہ مجھے ایسے وقت میں کیا کرنا چاہئے؟ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ان کو ہدایت فرمادی لیکن واضح رہے کہ ابو ذر غفاریؓ کو اس کی نوبت نہیں آئی اس لئے کہ ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے دور خلافت ۳۲ھ میں ہوئی ہے اس قسم کے امراء کے دور تک وہ زندہ نہیں رہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو یہ تو معلوم تھا کہ آئندہ آنے والے زمانے میں اس قسم کے امراء پیدا ہوں گے لیکن وقت کی صحیح تعیین آپ ﷺ کے علم میں نہیں تھی، اسی طرح احادیث الفتن میں بہت سی چیزیں ایسی مذکور ہیں جن کی آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی، لیکن وقت کی صحیح تعیین آپ ﷺ نہ فرماسکے کیونکہ علم غیب آپ ﷺ کو نہیں تھا جن امور کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا وہ چیزیں آپ ﷺ کے علم میں آگئیں اور جن چیزوں کی اطلاع آپ ﷺ کو نہیں کی گئی آپ ﷺ ان سے ناواقف رہے۔

قوله: فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ: یعنی یہ دوسری نماز جو جماعت سے پڑھی جائے گی تمہارے لئے نفل ہو جائے گی، یہاں پر چند بحثیں اور مسائل ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔

حدیث سے متعلق مسائل فقہیہ: البحث الأول: اعادۂ صلاۃ کی روایات جس طرح مصنفؒ نے یہاں بیان کی ہیں اسی طرح کی روایات آگے ابواب الامامۃ والجماعۃ میں بھی آرہی ہیں، یہ تکرار کیوں؟ جواب یہ ہے کہ اعادۂ صلاۃ کی نوعیت دونوں جگہ کی مختلف ہے آئندہ جو اعادہ کی روایات آرہی ہیں اس کی نوعیت یہ ہے کہ کسی شخص نے یہ سمجھ کر کہ مسجد میں جماعت ہو چکی اپنے گھر اور منزل میں منفرداً نماز پڑھ لی، لیکن بعد میں جب مسجد پر کو گزر ہوا تو معلوم ہوا کہ نماز ابھی تک نہیں ہوئی، لہٰذا ان دونوں قسم کی روایات وابواب میں تکرار نہیں۔

البحث الثاني: اعادہ تمام نمازوں کا ہوگا یا بعض کا مسئلہ مختلف فیہ ہے امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک تمام نمازوں کا اعادہ ہوگا البتہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مغرب کی نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کیا جائے اور امام مالکؒ کے نزدیک مغرب کے علاوہ باقی چاروں نمازوں کا اعادہ کر سکتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک اصولاً اعادہ صرف دو نمازوں کا ہے ظہر اور عشاء اس لئے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل نماز فجر اور عصر کے بعد مکروہ ہے اور نماز مغرب کا اعادہ اس لئے نہیں کہ نفل نماز ثلاثی نہیں ہوتی بلکہ ثنائی ہوتی ہے یا رباعی، اور ایک رکعت کا اضافہ کرتے ہیں تو مخالفت امام لازم آتی ہے، لہٰذا انکے یہاں صرف دو نمازوں کا اعادہ رہ گیا ظہر اور عشاء۔

البحث الثالث: ان دونوں نمازوں میں سے کون سی نماز فرض ہوگی اور کونسی نفل، ائمہ ثلاثہ جس میں حنفیہ بھی ہیں کے نزدیک پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہوگی، وعند المالکیۃ احدٰ اھما لاعلیٰ التعیین والتعیین ، مفوض الی اللہ تعالی۔ ایسے ہی بعض شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ جونسی نماز زیادہ عمدہ اور کامل ہو وہ فرض ہے اور دوسری نفل "الفرض اکملھما"، اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک جمہور کے مسلک کے برعکس ہے اول نماز نفل اور ثانی فرض، اور شعبی کا مسلک عجیب ہے کہ دونوں نمازیں فرض شمار ہوں گی۔

اس مسئلہ میں جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ، نیز اس سے اگلی روایت میں آرہا ہے وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً کہ جماعت سے جو نماز پڑھی اس کو نفل قرار دیے اور امام اوزاعیؒ کی دلیل ابواب الجماعۃ میں جو روایات آرہی ہے وہاں ایک روایت میں ہے تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ[1]، اس روایت میں بعد والی نماز کو فرض کہا جارہا ہے، امام نوویؒ وبیہقیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے ھذہ روایۃ شاذۃ مخالفۃ للثقات، اور یا یہ کہا جائے کہ ہذہ کا اشارہ بجائے اقرب کے ابعد یعنی صلاۃ اول کیطرف ہے۔

حدیث الباب بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ احادیث الباب میں مطلقاً اعادہ صلاۃ کا حکم ہے جبکہ احناف کے نزدیک صرف دو نمازوں کا اعادہ ہوسکتا ہے کما سبق، لہذا یہ روایت حنفیہ کے خلاف ہے: ① جواب ہوسکتا ہے کہ یہ روایات نھی عن الصلوۃ فی الأوقات المکروھۃ سے پہلے کی ہوں، ② نفل کی ممانعت ان اوقات میں جب ہے جبکہ نماز پڑھنا اپنے اختیار سے ہو اور یہاں جو دوسری نماز نفل پڑھی جارہی ہے مصلحۃ وضرورۃ ہے والضرورات تبیح المحظورات[2] (قالہ علی القاری رحمہ اللہ تعالی) الحمد للہ متعلقہ مباحث پورے ہوگئے۔

۴۳۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ يَعْنِي ابْنَ عَطِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْيَمَنَ رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا، قَالَ: فَسَمِعْتُ تَكْبِيرَهُ مَعَ الْفَجْرِ رَجُلٌ أَجَشُّ الصَّوْتِ، قَالَ: فَأُلْقِيَتْ عَلَيْهِ مَحَبَّتِي فَمَا فَارَقْتُهُ حَتَّى دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَيِّتًا، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى أَفْقَهِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَأَتَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَلَزِمْتُهُ حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كَيْفَ بِكُمْ إِذَا أَتَتْ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا»، قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «صَلِّ الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً».

ترجمہ: عمرو بن میمون اودی کہتے ہیں کہ معاذ بن جبلؓ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے قاصد بن کر یمن تشریف لائے تو

---

[1] سنن أبي داود - کتاب الصلاۃ - باب فیمن صلی في منزلہ ثم أدرك الجماعۃ يصلي معھم ۵۷۷

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ۲ ص ۲۸۵

میں نے فجر کی نماز کے وقت ان کی تکبیر کو سنا۔ اس آواز سے مجھے لگا کہ یہ ایک ایسے صاحب ہیں جن کی تیز آواز میں غنہ پایا جاتا ہے پس مجھے ان سے محبت ہو گئی اور میں پھر ان کے ساتھ ہی رہا یہاں تک کہ ملک شام میں ان کے انتقال کے بعد میں نے انہیں دفنایا پھر (ان کے انتقال کے بعد) میں نے غور کیا سب سے زیادہ فقیہ صحابی کون ہیں چنانچہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر ان کی وفات تک ان کے ساتھ ہی رہا...... عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم پر ظالم حکمران مسلط ہونگے جو نماز کے مستحب وقت کے علاوہ نماز پڑھائیں گے؟ تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر میں یہ وقت پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم نماز کو اس کے مستحب وقت میں پڑھ لینا اور ان حکمرانوں کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کو تم نفل بنا لینا۔

تخریج سنن النسائي – الإمامة (٧٩٩) سنن أبي داود – الصلاة (٤٣٢) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٥٥) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٠٩) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٢٤) مسند أحمد – مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٥٥)

شرح الحدیث حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ دُحَيْمٌ الدِّمَشْقِيُّ... قوله: قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: مضمون حدیث یہ ہے کہ عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں یمن میں معاذ بن جبلؓ تشریف لائے رسول اللہ ﷺ کے فرستادہ، حضرت معاذؓ یمن میں صبح کے وقت جب داخل ہو رہے تھے تو ذرا بلند آواز سے تکبیر اللہ اکبر کہتے ہوئے داخل ہوئے ان کی یہ صدا صبح کے وقت میں میں نے اپنے کان سے سنی حضرت معاذؓ کی آواز میں ذرا غنہ پایا جاتا تھا اپنی اسی آواز سے انہوں نے اللہ اکبر کہا اس آواز تکبیر کے سننے کا مجھ پر ایسا اثر ہوا کہ میرے قلب میں ان کی محبت واقع ہو گئی اور میں ان کا گرویدہ ہو گیا اور ہمیشہ ان کی صحبت میں رہا اور ان سے کبھی جدائی اختیار نہیں کی تا آنکہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے ملک شام میں دفن کیا، پھر میں نے سوچا کہ یہ تو چل بسے اب کسی اور فقیہ صحابی کی صحبت اختیار کرنی چاہئے تا کہ باقی زندگی ان کے ساتھ رہ کر گزاری جا سکے تو میں نے صحبت کے لئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا انتخاب کیا اور میں انہیں سے چمٹا رہا یہاں تک کہ ان کا بھی وصال ہو گیا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٤٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى، عَنِ ابْنِ أُخْتِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ الْمَعْنَى، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى الْحِمْصِيِّ، عَنْ أَبِي أُبَيٍّ ابْنِ امْرَأَةِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي أُمَرَاءُ تَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءُ عَنِ الصَّلَاةِ لِوَقْتِهَا حَتَّى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لِوَقْتِهَا». فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ أُصَلِّي مَعَهُمْ؟ قَالَ: «نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ» - وَقَالَ سُفْيَانُ: إِنْ أَدْرَكْتُهَا مَعَهُمْ أُصَلِّي مَعَهُمْ؟ - قَالَ: «نَعَمْ، إِنْ شِئْتَ».

ترجمہ: عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران مسلط ہونگے کہ ان کو ان کی مشغولیتیں نماز کو اس کے مستحب وقت پر ادا کرنے سے روک دیں گی پس تم لوگ نماز کو اس کے (مستحب) وقت پر (منفرداً) ادا کرلینا تو ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں امام کے ساتھ (باجماعت) نماز میں شریک ہو جاؤں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو انکے ساتھ شریک ہو جاؤ، سفیان راوی نے یہ الفاظ ذکر کئے کہ یا رسول اللہ اگر میں ان لوگوں کے ساتھ نماز باجماعت کو پالوں تو کیا میں ان کے ساتھ نماز ادا کروں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم چاہو تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو سکتے ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٣٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٩/٥)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ ... قوله: عَنِ ابْنِ أُخْتِ عُبَادَةَ: یہ غلط ہے صحیح وہ ہے جو آگے آرہا ہے "عن ابن امرأة عبادة"۔

٤٣٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ يَعْنِي الزَّعْفَرَانِيَّ، حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَكُونُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ مِنْ بَعْدِي يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَهِيَ عَلَيْهِمْ، فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ».

ترجمہ: قبیصہ بن وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران مسلط ہونگے جو نماز کو تاخیر سے پڑھیں گے پس یہ تاخیر سے پڑھی جانے والی نماز تمہارے لئے نفع اور ثواب کا باعث ہوگی اور ان حکمرانوں پر باعث مضرت اور نقصان ہوگی پس تم ان حکمرانوں کے ساتھ نماز ادا کرتے رہو جب تک کہ وہ قبلہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے رہیں (جب تک وہ اسلام پر قائم رہیں)۔

شرح الحديث: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ ... قوله: فَهِيَ لَكُمْ: یعنی جو امراء تاخیر سے نماز پڑھیں گے تو تمہارا اس میں کچھ حرج نہیں بلکہ تمہارے حق میں تو انکے ساتھ پڑھنا ہی بہتر ہے (اس لئے کہ ہماری طرف سے تم کو ہدایت یہی ہے) وَهِيَ عَلَيْهِمْ اور یہ تاخیر والی نماز ان کے حق میں سراسر مضر ہے اس لئے کہ ان کی یہ تاخیر اپنے اختیار اور غفلت سے ہے۔

قوله: فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلَّوُا الْقِبْلَةَ: یعنی تم ان کی اطاعت کرتے رہو ان کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہو ان کیخلاف علم بغاوت بلند مت کرو جب تک یہ امراء مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھتے رہیں یعنی جب تک ان میں علامات اسلام پائی جائیں اور دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہوں۔

۱۳- بَابٌ فِي مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ، أَوْ نَسِيَهَا

﴿جب کوئی شخص کسی نماز سے سو تارہ جائے یا بھول جائے تو (یہ نماز کب پڑھے؟)﴾

یعنی نماز کے وقت کوئی شخص سو تارہ جائے یا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا بھول جائے تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے، نسیان یا نوم سے نماز ساقط ہوتی ہے یا نہیں؟

واقعہ لیلۃ التعریس کے تعدد میں اختلاف علماء: اس باب میں مصنفؒ نے لیلۃ التعریس کا واقعہ متعدد صحابہ کی روایات اور مختلف طرق سے تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے حضرات محدثین کے درمیان اس میں اختلاف ہورہا ہے کہ یہ واقعہ صرف ایک بار پیش آیا یا متعدد بار، اُصیلیؒ ایک محدث ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اس میں تعدد نہیں صرف ایک مرتبہ پیش آیا جبکہ آپ ﷺ غزوۂ حنین سے واپس ہو رہے تھے، اور اکثر محدثین جس میں قاضی عیاضؒ حافظ ابن حجرؒ، علامہ سیوطیؒ وغیرہ حضرات ہیں تعدد کے قائل ہیں ابن العربیؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ تین بار پیش آیا، ظاہر احادیث سے بھی تعدد ہی سمجھ میں آتا ہے اس لئے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر کے سفر میں پیش آیا اور بعض میں حدیبیہ کا ذکر ہے اور بعض میں طریق تبوک اور بعض میں حنین کا، اور یہ سب روایات اسی کتاب سنن ابوداؤد میں آرہی ہیں، اسی طرح بعض روایات میں ہے سب سے پہلے بیدار ہونے والے ابو بکرؓ تھے اور بعض میں ہے کہ حضور ﷺ تھے اور بعض میں ہے کہ ذو مخبر صحابی تھے، لہذا بغیر تعدد واقعہ تسلیم کئے جمع بین الروایات مشکل ہے۔

٤٣٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَسَارَ لَيْلَةً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَنَا الْكَرَى عَرَّسَ، وَقَالَ لِبِلَالٍ: «اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ» قَالَ: فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَهُمُ اسْتِيقَاظًا، فَفَزِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «يَا بِلَالُ»، فَقَالَ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: "مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: «أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرَى»، قَالَ يُونُسُ: وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا كَذَلِكَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ عَنْبَسَةُ: يَعْنِي عَنْ يُونُسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ «لِلذِّكْرَى»، قَالَ أَحْمَدُ: الْكَرَى النُّعَاسُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب غزوۂ خیبر سے مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے ایک رات سفر میں گزاری (چلتے رہے) یہاں تک کہ ہمیں نیند آنے لگی پس آپ نے اس رات کے آخری حصے میں آرام کیلئے

ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا اور حضرت بلالؓ سے فرمایا آج رات ہماری (جاگ کر) پہرہ داری کرنا پس حضرت بلالؓ کی آنکھیں بند ہو گئیں (وہ سو گئے) وہ اپنی سواری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے پس جب سورج کی گرمی ان حضرات کو لگی تب ہی جا کر آپ ﷺ اور حضرت بلالؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ بیدار ہوئے پس سب سے پہلے بیدار ہونے والے آپ ﷺ تھے پس آپ ﷺ گھبرا گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال! (تم کیوں سو گئے تھے) تو حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس ذات نے آپ ﷺ کو نیند عطا فرمائی اسی ذات نے مجھے بھی سُلا دیا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں تو صحابہؓ نے اپنی سواریوں کی لگاموں کو کھینچا پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے صحابہؓ کے لئے صبح کی نماز کی اقامت کہی اور حضور ﷺ نے صحابہؓ کو نماز فجر پڑھائی پس جب آپ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی کسی نماز سے غافل رہ جائے تو جب اسے وہ نماز یاد آئے تو اس نماز کو پڑھ لے کیونکہ اللہ پاک کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز کو ادا کرو جب نماز یاد آ جائے، یونس کہتے ہیں کہ ابن شہاب اسی طرح أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلذِّكْرَىٰ پڑھا کرتے تھے، مصنفؒ کے استاد احمد بن سالم نے عنبسہ سے نقل کیا ہے کہ یونس نے اس حدیث میں لِلذِّكْرَىٰ نقل کیا ہے احمد استاد کہتے ہیں کہ حدیث میں اصابھم الکری میں الکری کے معنی اونگھنے کے ہیں۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ... قوله: حَتَّى إِذَا أَدْرَكَنَا الْكَرَى عَرَّسَ: أَدْرَكَنَا جمع متکلم کا صیغہ نہیں ہے بلکہ واحد مذکر کا صیغہ ہے اور نا ضمیر منصوب متصل ہے جیسے حدثنا و اخبرنا اور الکریٰ ترکیب میں فاعل ہے کریٰ کی تفسیر آگے خود کتاب میں نعاس آ رہی ہے یعنی جب ہمیں نیند آنے لگی عرس تعریس کہتے ہیں مسافر کا چلتے چلتے آخر شب میں استراحت کے لئے نزول یعنی کسی منزل پر پڑاؤ ڈالنا تاکہ نماز کے وقت سے پہلے تھوڑی دیر آرام پا لے اور پھر نشاط کے ساتھ نماز اداء کر سکے اسی کا نام تعریس ہے۔

قوله: وَقَالَ لِبِلَالٍ: «اكْلَأْ لَنَا اللَّيْلَ»: آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ سفر میں کسی جگہ تعریس فرماتے تو رفقاء سفر میں سے کسی ایک کو جاگتے رہنے پر مامور فرما دیتے تاکہ وہ جاگ کر پورے قافلہ کی حفاظت و نگرانی کرتا رہے اور صبح ہونے پر نماز کیلئے دوسروں کو بیدار کر دے، آگے یہاں روایت میں یہ ہے کہ حضرت بلالؓ نے چونکہ بیدار رہنے کی ذمہ داری لی تھی تو انہوں نے یہ کیا کہ اپنی سواری کو بٹھا کر اس پر ٹیک لگا کر مشرق کی جانب اپنا رخ کر کے بیٹھ گئے تاکہ صبح صادق کی روشنی جو جانب مشرق سے نمودار ہوتی ہے وہ آنکھوں کے سامنے رہے، لیکن ہوا یہ کہ اتفاق سے انکی بھی آنکھ لگ گئی یہاں تک صبح صادق ہو کر نماز کا وقت بھی ختم ہو گیا اور سورج نکل آیا اس روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے بلالؓ کو آواز دے کر فرمایا یا بلال صرف اتنا ہی فرمایا مطلب ظاہر تھا کہ یہ تم نے کیا کیا، اس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے بھی اسی نے سلا دیا جس ذات نے آپ کو سلایا، اور بخاری کی

روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ ایسی غیر اختیاری نیند مجھے کبھی نہیں آئی، سبحان اللہ! کیا خوب کیا کہ جواب میں کمال نیاز مندی وجاں نثاری کے ساتھ صاف اور بے تکلف اپنا عذر پیش کر دیا انکو یہ کہتے ہوئے کہ جس ذات نے آپکو سلایا اسی نے مجھ کو بھی سلایا کوئی تأمل اور آپکے ناراض ہونے کا اندیشہ نہ ہوا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے مزاج مبارک اور اخلاق عالیہ حق گوئی وحق پسندی کو خوب جانتے تھے کہ اس دربار میں حق ہی بات کہی جاتی ہے اور وہی سنی جاتی ہے بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے صریح الفاظ میں حضرت بلالؓ کا عذر قبول فرمایا: إِنَّ اللهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ [1]، اس پر بندہ کو محمود وایاز کا قصہ یاد آجاتا ہے گراں قیمت جوہر کے توڑ دینے کا جو ایاز نے بادشاہ سلامت کے حکم پر فوراً توڑ دیا تھا اور پھر انہوں نے سوال کیا کہ تم نے یہ کیا کیا تو اس پر ایاز نے آداب شاہی کے مناسب دست بستہ ہو کر عرض کیا کہ مجھ سے قصور ہو گیا معافی چاہتا ہوں اس واقعہ کو لوگ اگرچہ ایاز کے مناقب میں شمار کرتے ہیں لیکن حضرت بلالؓ کے طرز عمل میں جو صداقت وصفائی ہے وہ اس میں کہاں کما لایخفی، یہی وہ واقعہ ہے جو لیلۃ التعریس کے نام سے مشہور ہے جس پر حضور ﷺ اور پورے قافلے کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

قولہ: وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لَهُمُ الصَّلَاةَ: اس موقعہ پر آپ ﷺ نے صبح کی نماز باجماعت اداء فرمائی اذان واقامت کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض میں دونوں کا ذکر ہے جیسا کہ آگے روایت میں آرہا ہے اور بعض میں صرف اقامت کا جیسا کہ اس حدیث میں اور مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔

قضاء نماز کیلئے جماعت اور اذان و اقامت میں اختلاف: حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک فائتہ نماز کے لئے اذان واقامت دونوں ہیں اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور وہی ان کے اصحاب کے نزدیک راجح ہے اور ان کا قول جدید یہ ہے کہ فائتہ کیلئے صرف اقامت ہے اذان نہیں اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا، نیز اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قضاء نماز کے لئے بھی جماعت مسنون ہے جیسا کہ جمہور اور ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اس میں لیث بن سعد کا اختلاف ہے وہ اس کے قائل نہیں، امام بخاریؒ نے قضا نماز کے لئے جماعت کا مستقل باب باندھا ہے اور اس میں یہی حدیث ذکر فرمائی ہے مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ { وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ [لِلذِّكْرٰى] [2] } یعنی جو شخص نماز کو بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ جس وقت نماز یاد آئے اسی وقت اس کو پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز قائم کرو اس کے یاد آنیکے وقت [3]۔

---

1. صحيح البخاري - كتاب مواقيت الصلاة - باب الأذان بعد ذهاب الوقت ٥٧٠
2. اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو (سورۃ طٰہٰ ١٤)
3. صحيح البخاري - كتاب مواقيت الصلاة - باب من نسي الصلاة فليصل إذا ذكرها ولا يعيد إلا تلك الصلاة ٥٧٢

یہاں پر دو قرأتیں ہیں ایک لِذِکرِیْ یاء متکلم کے ساتھ دوسری للذکریٰ،ذکریٰ دراصل مصدر ہے اور الف لام اس میں مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور لام بمعنی وقت ہے لہذا للذکریٰ کے معنی ہوئے وقت ذکر الصلاۃ کہ جس وقت نماز یاد آئے، یہاں پر روایت میں یہی دوسری قرأت منقول ہے اور اسی سے تقریب ❶ بھی تام ہوسکتی ہے، پہلی قرأت یہاں منطبق نہیں ہوتی جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث سے متعلق مسائل فقہیہ واختلاف علماء: اس حدیث میں چند مسئلے ہیں جس میں سے بعض ابھی گذرے اور بعض باقی ہیں:

① قضاء الصلوۃ فی الأوقات المنہیۃ: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے اور حنفیہ کے یہاں اس میں تفصیل ہے وہ یہ کہ اوقات منہیہ دو قسم کے ہیں ایک وہ جن میں مطلقاً نماز پڑھنا جائز نہیں نہ قضاء نہ نفل وہ تین ہیں، طلوع، غروب، وقت الاستواء، اور دو وقت ایسے ہیں جن میں نوافل ممنوع اور قضاء نماز جائز ہے، یعنی بعد العصر والفجر۔

② دوسراء مسئلہ ترتیب بین الوقتیۃ والفائتۃ ہے: چنانچہ ائمہ ثلاث کے نزدیک یہ ترتیب واجب ہے کہ پہلے قضاء نماز پڑھی جائے اس کے بعد وقتیہ، امام شافعیؒ اور ظاہریہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے یہاں یہ ترتیب واجب نہیں لیکن جمہور کے نزدیک یہ ترتیب کثرت فوائت سے ساقط ہو جاتی ہے اور کثرت کے مصداق میں اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک حد قلت چار نمازوں تک ہے اگر پانچ ہو جائیں تو وہ کثیر ہیں اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ پانچ تک قلیل ہیں اس سے زائد کثیر ہیں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ ضیق وقت سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یا نہیں اکثر کے نزدیک ساقط ہو جاتی ہے اور مالکیہ کے یہاں نہیں البتہ نسیان سے سب کے یہاں ساقط ہو جاتی ہے جمہور علماء جو وجوب ترتیب کے قائل ہیں وہ دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ خندق میں چار نمازیں فوت ہوئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترتیب کے ساتھ اداء فرمایا تھا، نیز ایک دوسرے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ❷۔

③ یہاں ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ حدیث الباب تو یہ ہے مَنْ نَسِيَ صَلَاةً، لیکن اگر کوئی قصداً نماز کو اس کے وقت میں نہ پڑھے تو اس صورت میں بھی قضاواجب ہے یا نہیں؟ جمہور علماء ائمہ اربعہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں قضاء بطریق اولی واجب ہے جب نسیان سے نماز ساقط نہیں ہوتی جو کہ اکثر مسائل میں عذر شرعی قرار دیا گیا ہے تو پھر عمداً ترک کی صورت میں تو کوئی عذر بھی نہیں اس میں قضا کیوں واجب نہ ہوگی اور یہ وجوب بطریق دلالۃ النص ہوگا نہ بطریق قیاس، ظاہریہ کا اس میں اختلاف ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں نسیان کی قید ہے لہذا عمداً ترک کی

---

❶ دلیل کا دعویٰ پر انطباق، ۱۲

❷ صحیح البخاري - کتاب الأذان - باب الأذان للمسافر إذا کانوا جماعة والإقامة وکذلك بعرفة الخ ۶۰۵

صورت میں قضاواجب نہ ہوگی گویا عمداً ترک کرنا ایسا شدید جرم ہے جس کی تلافی ممکن نہیں، منہل میں لکھا ہے کہ بعض صحابہ بھی اسی کے قائل تھے جیسے، عمر، اور عبد اللہ بن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابن مسعود، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم۔

٤٣٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْغَفْلَةُ»، قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى، قَالَ أبو داود: رَوَاهُ مَالِكٌ، وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَابْنِ إِسْحَاقَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ الْأَذَانَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ هَذَا، وَلَمْ يُسْنِدْهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا الْأَوْزَاعِيُّ، وَأَبَانُ الْعَطَّارُ، عَنْ مَعْمَرٍ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے گزشتہ حدیث والا واقعہ مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس جگہ تمہیں غفلت لاحق ہوئی ہے اس جگہ سے تم لوگ نکل چلو پس (دوسری جگہ جاکر) آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان واقامت کہی پس آپ ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ امام مالک، سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی اور عبد الرزاق نے معمر اور ابن اسحاق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان راویوں میں سے کسی نے زہری کی حدیث میں اذان دینے کا ذکر نہیں کیا اور اس روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ سے مسنداً نقل کرنے والے صرف امام اوزاعی ہیں اور ابان بن عطار نے بھی معمر سے اس کو مسنداً نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٨٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣١٦٣) سنن النسائي - المواقيت (٦١٨) سنن النسائي - المواقيت (٦١٩) سنن النسائي - المواقيت (٦٢٠) سنن النسائي - المواقيت (٦٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٣٥) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٩٧) موطأ مالك - وقوت الصلاة (٢٥).

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ... قوله: تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْغَفْلَةُ: یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وادی سے نکلو کہ جس میں تم کو غفلت لاحق ہوئی اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے فَإِنَّ هَذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ کہ اس منزل میں ہمارے پاس شیطان آ گیا۔

اس وادی سے تحول و انتقال کا سبب: جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ اس وادی سے منتقل ہونے کی وجہ یہ تھی جو اس حدیث میں مذکور ہے اور وہ وجہ نہیں تھی جو حنفیہ بتاتے ہیں کہ طلوع شمس کے وقت قضاء نماز جائز نہیں اس لئے آپ ﷺ آگے بڑھے تھے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں ایک فعل کی مختلف مصلحتیں ہو سکتی ہیں، اس سلسلہ کی روایات کے الفاظ کو دیکھنا چاہئے، چنانچہ بعض روایات میں ہے فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَاضَّتْ قَامَ فَصَلَّى[1]، اور ایک روایت میں ہے فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتَّى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ فَصَلَّى بِهِمْ[2]، اب آپ ان الفاظ میں غور

[1] صحيح البخاري - كتاب مواقيت الصلاة - باب الأذان بعد ذهاب الوقت ٥٧٠

[2] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب الأذان والإقامة للفائتة ١٨٩٨ (ج ١ ص ٥٩٤)

فرمائے کہ جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ نہیں، یہ مضمون ہم "من ادرك ركعةً من الفجر فقد ادرك الصبح" حدیث کے ذیل میں بھی بیان کر چکے ہیں۔

قولہ: قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ وَأَقَامَ: اس روایت میں اذان واقامت دونوں مذکور ہیں جیسا کہ حنفیہ وحنابلہ کا مذہب ہے اور اس سے پہلی روایت میں صرف اقامت کا ذکر تھا۔

شرح السند: قَالَ ابو داؤد: رَوَاهُ مَالِكٌ الخ: مصنف اسی اذان واقامت کے اختلاف کو بیان کر رہے ہیں کہ زہری کے اکثر تلامذہ نے اس روایت میں زہری سے صرف اقامت کو ذکر کیا ہے، جیسے مالک، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، معمر، ابن اسحاق، لہذا راجح اس روایت میں عدم ذکر اذان ہے۔

واضح رہے کہ اوپر جو زہری کی روایت گزری ہے جس میں اذان واقامت دونوں مذکور ہیں اس میں زہری سے روایت کرنے والے معمر ہیں اور معمر کا نام مصنفؒ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی ذکر کیا جن کی روایت میں ذکر اذان نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل معمر کی روایتیں دو ہیں ایک میں ان کے شاگرد ابان ہیں اور دوسری میں عبد الرزاق، ابان کی روایت جو معمر سے ہے اس میں ذکر اذان ہے اور عبد الرزاق کی روایت میں اذان کا ذکر نہیں اسی لئے مصنفؒ نے فرمایا عبد الرزاق عن معمر، خوب سمجھ لیجئے۔

قولہ: وَلَمْ يُسْنِدْهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ الخ: یہاں سے دوسرا اختلاف بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ بعض رواۃ اس حدیث کو مرسلاً بغیر ذکر ابوہریرہؓ کے اور بعض مسنداً ذکر ابوہریرہؓ کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور مسنداً روایت کرنے والوں میں سے ایک معمر ہیں جن کی روایت اوپر متن میں گزری، دوسرے اوزاعی ہیں۔

مستدل حنفیہ پر مصنف کا نقد اور اسکا جواب: دراصل مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث جس میں اقامت کے ساتھ اذان مذکور ہے یہ ضعیف اور مضطرب ہے چنانچہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ زہری کے اکثر تلامذہ نے اذان کو ذکر نہیں کیا اور دوسرا اختلاف یہ بیان کر رہے ہیں کہ اس حدیث کو بعض نے مرسلاً اور بعض نے مسنداً ذکر کیا، لہذا یہ حدیث مضطرب ہوئی اس کا جواب اصولاً ہماری طرف سے یہ ہے کہ حدیث کا رفع ارسال کے مقابلہ میں بمنزلہ زیادۃ کے ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ زیادۃ ثقہ معتبر ہے اور اس حدیث کو مسنداً نقل کرنے والے جو راوی ہیں وہ ثقہ ہیں (قالہ الزرقانی) واللہ تعالیٰ أعلم۔

٤٣٧ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْتُ مَعَهُ، قَالَ: «انْظُرْ»، فَقُلْتُ: هَذَا رَاكِبٌ، هَذَانِ رَاكِبَانِ، هَؤُلَاءِ ثَلَاثَةٌ، حَتَّى صِرْنَا سَبْعَةً، فَقَالَ: «احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا» - يَعْنِي صَلَاةَ الْفَجْرِ - فَضُرِبَ عَلَى

آذاهم فَمَا أَيْقَظَهُمْ إِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامُوا فَسَارُوا هُنَيَّةً ثُمَّ نَزَلُوا فَتَوَضَّئُوا وَأَذَّنَ بِلَالٌ فَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ صَلَّوُا الْفَجْرَ وَرَكِبُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: قَدْ فَرَّطْنَا فِي صَلَاتِنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ لَا تَفْرِيطَ فِي النَّوْمِ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ فَإِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ عَنْ صَلَاةٍ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَذْكُرُهَا وَمِنَ الْغَدِ لِلْوَقْتِ».

ترجمہ: ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے ایک سفر میں تھے پس آپ ﷺ راستہ سے ایک طرف کو ہٹ گئے تو میں بھی راستہ سے ہٹ کر آپ کے ساتھ ہو لیا پس حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا ابو قتادہؓ دیکھو (کچھ اور ساتھی بھی آرہے ہیں) تو میں نے عرض کیا یہ ایک سوار آرہا ہے، یہ دو سوار آرہے ہیں، یہ تین سوار آرہے ہیں یہاں تک کہ ہم سات افراد ہو گئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہماری نماز کا دھیان رکھو نماز سے مراد نماز فجر ہے......... پس صحابہ پر نیند طاری ہو گئی اور سورج کی تپش اور گرمی سے وہ بیدار ہوئے پس صحابہ کرام نے تھوڑا بہت سفر کیا پھر ایک مقام پر اترے اور انہوں نے وضوء کیا اور حضرت بلال نے اذان دی پس صحابہ نے فجر کی سنتیں ادا کیں پھر نماز فجر پڑھی اور اپنی سواریوں پر سوار ہو گئے بعض صحابہ نے دوسرے صحابہ سے کہا کہ ہم نے اپنی نماز میں کوتاہی برتی ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے میں نماز رہ جانے میں کوئی کوتاہی نہیں۔ کوتاہی تو اس وقت ہوتی ہے جب آدمی جاگتے ہوئے نماز نہ پڑھے (اس کوتاہی پر بندہ سے مؤاخذہ اور پکڑ ہوا کرتی ہے) پس تم میں سے کوئی شخص جب نماز کو بھول جائے تو جس وقت اسے یاد آئے اس وقت میں اس نماز کو پڑھ لے اور اگلے دن اس نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ: آپ کو شاید یاد ہو اوائل کتاب میں جب اسی قسم کی سند آئی تھی تو ہم نے بتایا تھا کہ موسی بن اسماعیل جب حماد سے روایت کرتے ہیں تو اکثر و بیشتر اس سے حماد بن سلمہ مراد ہوتے ہیں، موسی بن اسماعیل حماد بن زید سے قلیل الروایۃ ہیں یہاں پر حماد سے حماد بن زید ہی مراد ہیں جیسا کہ بعض نسخوں میں اس کی تصریح بھی ہے ویسے فی نفسہ یہ روایت حماد بن سلمہ اور زید دونوں ہی سے ہے، کما فی البذل[1]۔

قولہ: فَمَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْتُ مَعَهُ: اس کی شرح کی اگرچہ یہاں حاجت نہیں اس لئے کہ اس طرح کا لفظ باب المسح علی الخفین کی روایت میں آچکا، جس کے لفظ یہ تھے عَدَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَعَدَلْتُ مَعَهُ[2]، اس کی توضیح ہم وہاں کر چکے ہیں۔

شرح الحدیث: جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں اونٹ سوار مسافروں کے جو قافلے چلتے تھے وہ قطار باندھ کر چلتے تھے اگر کسی شخص کو ان میں سے استنجاء وغیرہ کی ضرورت پیش آتی تو وہ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قطار اور

---

❶ بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۳ ص ۲۵۵

❷ سنن أبي داود – كتاب الطهارة – باب مسح على الخفين ۱۴۹

لائن سے باہر نکل آتا دوسرے قافلے والے بدستور چلتے رہتے پھر وہ شخص اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر یا تو کوشش کر کے آگے بڑھ کر اسی قافلہ میں شامل ہو جاتا یا اگر کچھ ساتھی پیچھے آرہے ہوں تو ان کا انتظار کر کے ان میں مل جاتا، چنانچہ یہاں آگے روایت میں آرہا ہے قَالَ: «انْظُرْ» . فَقُلْتُ: هَذَا رَاكِبٌ، هَذَانِ رَاكِبَانِ الخ یعنی آپ ﷺ نے ابو قتادہ سے فرمایا کہ دیکھو پیچھے سے کچھ ساتھی آرہے ہیں یا نہیں تو یہ غور سے دیکھنے لگے تو ان کو دور سے آتا ہوا ایک سوار نظر آیا انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ ایک ساتھی آرہا ہے پھر ایک اور نظر آیا تو یہ کہنے لگے کہ اب آنے والے دو ہو گئے اس طرح ہوتے ہوتے کل سات نفر ہو گئے، بذل [1] میں اس کلام کی تشریح اسی طرح کی ہے لیکن ابن رسلان نے دوسری [2] طرح کی ہے غرضیکہ آپ ﷺ نے پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ فرمالیا اور فرمایا کہ نماز کا خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ سوتے رہ جائیں۔

قولہ: فَضُرِبَ عَلَى آذَانِهِمْ الخ: یہ لفظ کنایہ ہے نوم سے یعنی وہ سب نماز کے وقت سوتے رہ گئے لفظی ترجمہ تو اس کا یہ ہے کہ ان کے کانوں پر پردے ڈالدیئے گئے جس سے وہ کان آوازیں نہ سن سکیں اور یہ کیفیت آدمی کی نیند ہی میں ہوتی ہے کہ کسی کی آواز نہیں سنتا اسی طرح قرآن کریم میں بھی ہے: فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ○ [3]۔

قولہ: فَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ: اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی سنتوں کی قضاء ہے، چنانچہ امام محمدؒ اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک قضاء مطلقاً ہے اور شیخین (ابو حنیفہؒ وابو یوسفؒ) کے نزدیک صبح کی سنتوں کی قضاء مستقلاً نہیں بلکہ تبعاً للفرض ہے، منہل میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک تو قضاء نہیں لیکن علماء مالکیہ کے نزدیک ہے۔

قولہ: إِنَّهُ لَا تَفْرِيطَ فِي النَّوْمِ. إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ: نماز کے قضاء ہونے کی بناء پر صحابہؓ افسوس کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم سے نماز کے بارے میں بڑی تقصیر اور کوتاہی ہوئی اسپر آپ ﷺ نے ان حضرات کی تسلی کیلئے ارشاد فرمایا۔

شرح الحدیث: کہ حالت نوم میں تفریط نہیں ہوتی، تفریط بیداری کی حالت میں ہوتی ہے کہ باوجود آدمی بیدار ہونے کے نماز کو قضا کر دے ہاں البتہ اسباب نوم کے اعتبار سے تفریط فی النوم ہو سکتی ہے مثلاً کوئی شخص نماز کے وقت کے قریب لیٹ کر ارادۃً سو جائے اور کسی بیدار کرنے والے کا بھی بندوبست نہ کرے اس صورت میں یقیناً اسکی طرف سے تفریط پائی گئی ایسے ہی کسی شخص کو اپنی عادت معلوم ہے کہ بغیر دوسرے کے بیدار کئے وہ نماز کے وقت اٹھ نہیں سکتا تو

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۳ ص ۲۵۶ -

[2] شارح ابن رسلانؒ نے اس کلام کی شرح مسلم کی روایت مفصلہ کے پیش نظر اس طرح نہیں کی بلکہ انہوں نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ حضور ﷺ جبکہ سواری پر سوار ہو کر چل رہے تھے تو آپ ﷺ کو اونگھ آنے لگی، جس کی وجہ سے آپ ﷺ سواری پر بیٹھے بیٹھے ایک طرف کو جھکنے لگے جیسے گر رہے ہوں، ابو قتادہؓ آپ ﷺ کے خادم جو ساتھ تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اپنی کہنی سے روک لیا جس سے آپ ﷺ سواری پر سیدھے ہو گئے۔

[3] پھر تھپک دیئے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے (سورۃ الکھف ۱۱)

اس کو چاہئے کہ اپنے بیدار ہونیکا نظم کرے ورنہ یہ اس کی طرف سے تفریط ہوگی خوب سمجھ لیجئے۔

حدیث کی تشریح اور تاویل: قولہ: وَمِنَ الْغَدِ لِلْوَقْتِ: اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک وہ جو من حیث الاصول صحیح ہے اور دوسرا وہ جو غلط ہے، ① صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر کسی دن آدمی کی نماز نسیان یا نوم کی وجہ سے قضا ہو جائے تو جس وقت آیاد آئے اس کو فوراً پڑھ لے لیکن ایسا نہ ہو کہ کل آئندہ بھی اسی طرح نماز قضا کر دے بلکہ اگلے روز اس نماز کو وقت پر پڑھے گویا مطلب یہ ہے کہ روز روز نماز قضاء نہیں ہونی چاہئے کسی روز اتفاقاً ہوگئی تو کوئی حرج نہیں، اور ② دوسرا مطلب جو غلط ہے وہ یہ ہے کہ آج جو نماز قضاء ہو جانے کی وجہ سے بے وقت پڑھی ہے آئندہ کل اس کو دوبارہ اس کے وقت میں پڑھے، اس مطلب کی تائید اگلی روایت سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا، لیکن یہ روایت ثانیہ وہم ہے اس کی سند میں ایک راوی ہیں خالد بن سمیر ان سے یہ وہم ہوا ہے اسی لئے امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے: باب من نسي الصلاة فليصل إذا ذكرها ولا يعيد إلا تلك الصلاة، امام بخاریؒ نے اس ترجمۃ الباب میں تصریح فرمائی ہے کہ نماز کا اعادہ نہیں ہوگا، شراح بخاری لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض ابوداؤد کی اس روایت کے رد کیطرف اشارہ ہے جس میں اعادۂ صلاۃ کا امر ہے بلکہ نسائی کی ایک حدیث میں بروایت عمران بن حصینؓ یہ ہے کہ بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا أَلَا نَقْضِيهَا لِوَقْتِهَا مِنَ الْغَدِ؟ کہ کیا اس نماز کو دوبارہ آئندہ کل اس کے وقت میں نہ پڑھ لیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا لا... يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الرِّبَا وَيَأْخُذُهُ مِنْكُمْ [1] نہیں، اللہ تعالیٰ سود سے بندوں کو تو منع کرتے ہیں اور تم سے سود لیں گے، نیز خود ابوداؤد کی ایک روایت میں آگے آرہا ہے فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ [2]، اس سب سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پہلا ہی مطلب صحیح ہے، امام خطابیؒ نے اس جملہ سے پریشان ہو کر یہ فرما دیا تھا کہ شاید اعادہ کا حکم استحباب کے طور پر ہو [3]، لیکن یہ بھی درست نہیں اول تو اس لئے کہ دوسری روایات کے خلاف ہے، دوسرے اس لئے کہ اہل علم میں سے کوئی اعادہ کے استحباب کا قائل نہیں ہے۔

۴۳۸ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سُمَيْرٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ، مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَتِ الْأَنْصَارُ تُفَقِّهُهُ، فَحَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَارِسُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأُمَرَاءِ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: فَلَمْ تُوقِظْنَا إِلَّا الشَّمْسُ طَالِعَةً فَقُمْنَا وَهِلِينَ لِصَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «رُوَيْدًا رُوَيْدًا». حَتَّى إِذَا تَعَالَتِ الشَّمْسُ، قَالَ

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٢ ص ٧١

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في من نام عن الصلاة أو نسيها ٤٤٢

[3] معالم السنن - ج ١ ص ١٣٩

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَرْكَعْهُمَا» . فَقَامَ مَنْ كَانَ يَرْكَعُهُمَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَرْكَعُهُمَا فَرَكَعَهُمَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَادَى بِالصَّلَاةِ فَنُودِيَ بِهَا فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «أَلَا إِنَّا نَحْمَدُ اللهَ أَنَّا لَمْ نَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلَكِنَّ أَرْوَاحَنَا كَانَتْ بِيَدِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَرْسَلَهَا أَنَّى شَاءَ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحًا فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا» .

ترجمہ: خالد بن سمیر کہتے ہیں عبد اللہ بن رباح الانصاری مدینہ طیبہ سے ہمارے ہاں بصرۃ تشریف لائے اور انصار مدینہ عبد اللہ بن رباح کو فقیہ شمار کرتے تھے۔ پس عبد اللہ بن رباح نے بیان کیا کہ ابو قتادہ انصاری جن کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے فارس (شاہ سوار) کا لقب ملا تھا...... نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے جیش الامراء (غزوۂ موتہ) کے موقع پر لشکر روانہ کیا آگے خالد راوی نے گزشتہ حدیث والا واقعہ بیان کیا اس کے بعد یہ اضافہ ہے کہ ہمیں نہیں اٹھایا مگر اس سورج نے جو طلوع ہو چکا تھا پس ہم اپنی نماز کے فوت ہو جانے کی وجہ سے گھبرائے ہوئے اٹھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذرا ٹھہرو یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جو شخص فجر کی سنتیں پڑھنا چاہے تو فجر کی سنتیں پڑھ لے پس جن صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ وہ سفر میں سنتیں ادا کرتے تھے وہ بھی سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے اور جن صحابہ کرامؓ کی عادت سفر میں سنتیں پڑھنے کی نہیں تھی وہ بھی سنتیں پڑھنے کھڑے ہو گئے پس حضور ﷺ نے فجر کی اذان (یا اقامت) کہنے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ اقامت کہی گئی پھر حضور ﷺ نے فوت شدہ نماز فجر ہمیں پڑھائی جب آپ ﷺ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا سن لو ہم اللہ پاک کی تعریف کرتے ہیں کہ ہم کسی دنیوی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز سے غافل نہیں رہے لیکن ہماری روحیں اللہ پاک کے قبضہ قدرت میں چلی گئیں تھیں (کہ ہم سوتے رہ گئے) پس اللہ پاک نے جب چاہا ان روحوں کو چھوڑ دیا پس تم میں سے جو شخص آئندہ کل فجر کی نماز کو اس کے وقت میں پائے تو اس فجر کی نماز کے ساتھ آج کی نماز کو دوبارہ پڑھے (یہ روایت وہم ہے)۔

۴۳۹ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَقَالَ: «إِنَّ اللهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حَيْثُ شَاءَ وَرَدَّهَا حَيْثُ شَاءَ قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ» فَقَامُوا فَتَطَهَّرُوا، حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ.

ترجمہ: ابو قتادہ نے یہ واقعہ بیان کیا اس میں یہ اضافہ ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے جب چاہا تمہاری روحوں کو قبض فرما لیا اور جب چاہا تم پر روحیں واپس لوٹا دیں۔ کھڑے ہو اور نماز کی اذان دو پس صحابہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے پاکی (وضو وغیرہ) حاصل کی جب سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۴۴۰ - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِمَعْنَاهُ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ حِينَ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى بِهِمْ.

ترجمة حضرت ابو قتادہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے سورج کے بلند ہو جانے پر وضو فرمایا اور صحابہ کو نماز پڑھائی (تو گویا اس حدیث میں پچھلی حدیث کے برعکس سورج کے بلند ہو جانے کے بعد وضو کرنے کا ذکر ہے اور گزشتہ حدیث میں سورج بلند ہونے سے پہلے وضو کرنے کا ذکر تھا)۔

تخريج صحيح البخاري-مواقيت الصلاة (٥٧٠) صحيح البخاري-التوحيد (٧٠٣٣) صحيح مسلم-المساجد ومواضع الصلاة (٦٨١) جامع الترمذي-الصلاة (١٧٧) سنن النسائي-المواقيت (٦١٥) سنن النسائي-المواقيت (٦١٦) سنن النسائي-المواقيت (٦١٧) سنن النسائي-الإمامة (٨٤٦) سنن أبي داود-الصلاة (٤٣٧) سنن ابن ماجه-الصلاة (٦٩٨) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٢٩٩/٥) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٣٠٧/٥)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ...... قوله: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأُمَرَاءِ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ -: أي حدث الراوي بهذه القصة کہ راوی نے مذکورہ بالا قصہ بیان کیا [1]۔

جیش الامراء کا مصداق: جاننا چاہئے کہ جیش الامراء کا اطلاق غزوۂ موتہ پر ہوتا ہے جو ایک مشہور جنگ ہے دراصل یہ ایک سریہ تھا جس میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شریک نہیں تھے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس سریہ کا امیر زید بن حارثہ کو متعین فرمایا تھا اور ہدایت فرمائی تھی إِنْ أُصِيبَ زَيْدٌ فَجَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَى النَّاسِ، فَإِنْ أُصِيبَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ [2] کہ زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو پھر امیر جعفر بن ابی طالب ہوں گے اور وہ بھی اگر شہید ہو جائیں تو امیر عبد اللہ بن رواحہ ہوں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یکے بعد دیگرے یہ تینوں حضرات شہید ہو گئے اور بعد میں مشورہ [3] سے صحابہ نے خالد بن الولید کو امیر بنایا، غرضیکہ جیش الامراء غزوۂ موتہ کا نام ہے جسمیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بالاتفاق شریک نہیں تھے اور یہاں حدیث میں جو واقعہ چل رہا ہے وہ لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے جس میں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شریک تھے تو اب بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ لفظ یہاں وہم راوی ہے اور بعض نے اسکی توجیہ یہ کی کہ اس سے مراد غزوۂ خیبر ہے اور غزوۂ خیبر کو جیش الامراء اس لئے کہا گیا ہے کہ غزوۂ خیبر میں ایک روز ایسا ہوا کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کسی عذر کی وجہ سے قتال میں شریک نہ ہو سکے تو پہلے دن آپ کی نیابت ابو بکر صدیق نے کی تھی اور جھنڈا انہی کے ہاتھ میں رہا اور اس کے بعد حضرت عمر نے اور پھر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ فرمایا تھا کہ آئندہ کل یہ جھنڈا میں اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت کرتے ہیں، چنانچہ آپ نے اگلے روز وہ جھنڈا حضرت علی کے ہاتھ میں دیا، حاصل یہ کہ اس مناسبت سے غزوۂ خیبر کو بھی جیش الامراء کہا جا سکتا ہے۔

قوله: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَرْكَعْهُمَا: جو شخص تم میں سے سفر میں صبح کی سنتیں پڑھا کرتا ہو اسکو چاہئے کہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٢٦٣

[2] البداية والنهاية - ج ٦ ص ٤١٢

[3] بخاری شریف میں تصریح ہے کہ حضرت خالد بن ولید بغیر مشورہ امیر بن گئے تھے، فلیراجع (از مترجم)

سنت فجر پڑھ لے آپ کے اس ارشاد پر سبھی لوگ سنت پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے جو پڑھا کرتے تھے وہ بھی اور جو نہیں پڑھتے تھے وہ بھی۔

٤٤١ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَهُوَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ أَنْ تُؤَخِّرَ صَلَاةً حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ أُخْرَى».

ترجمہ: ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سوتے میں نماز رہ جانے میں کوئی کوتاہی نہیں، کوتاہی تو اس وقت شمار ہوگی جب بیداری میں تم نماز کو دیر سے پڑھو یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٨١) جامع الترمذي - الصلاة (١٧٧) سنن النسائي - المواقيت (٦١٥) سنن النسائي - المواقيت (٦١٦) سنن أبي داود - الصلاة (٤٤١) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٩٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٩/٥)

٤٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو آدمی نماز کو بھول جائے تو جب اسے یاد آئے تو وہ اس نماز کو پڑھ لے اس شخص کیلئے اس کے علاوہ کوئی کفارہ نہیں۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٨٤) جامع الترمذي - الصلاة (١٧٨) سنن النسائي - المواقيت (٦١٣) سنن النسائي - المواقيت (٦١٤) سنن أبي داود - الصلاة (٤٤٢) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٩٥) سنن ابن ماجه - الصلاة (٦٩٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢١٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٢/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٢٩)

٤٤٣ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَنَامُوا عَنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَاسْتَيْقَظُوا بِحَرِّ الشَّمْسِ فَارْتَفَعُوا قَلِيلًا حَتَّى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ، ثُمَّ أَمَرَ مُؤَذِّنًا فَأَذَّنَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَقَامَ، ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ».

ترجمہ: عمران بن حصینؓ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ اپنے ایک سفر میں تھے پس صحابہ کرامؓ اس سفر میں نماز فجر سے سوتے رہ گئے (انکی نماز فجر قضاء ہو گئی) پس سورج کی گرمی سے حضرات صحابہؓ بیدار ہوئے پس تھوڑے وقت وہ چلے یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا پھر حضور ﷺ نے موذن کو حکم دیا اس نے فجر کی اذان دی، حضور ﷺ کے فرض سے پہلے فجر کی سنتیں ادا فرمائیں پھر موذن نے اقامت کہی پھر حضور ﷺ نے فجر کے فرض ادا فرمائے۔

تخریج: صحيح البخاري - التيمم (٣٣٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٨٢) سنن أبي داود - الصلاة (٤٤٣)

٤٤٤ - حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَهَذَا لَفْظُ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي الْقِتْبَانِيَّ، أَنَّ كُلَيْبَ بْنَ صُبْحٍ، حَدَّثَهُمْ أَنَّ الزِّبْرِقَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ عَمِّهِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فَنَامَ، عَنِ الصُّبْحِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «تَنَحَّوْا عَنْ هَذَا الْمَكَانِ»، قَالَ: «ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ تَوَضَّئُوا وَصَلَّوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الصُّبْحِ».

ترجمہ: عمرو بن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے پس حضور ﷺ فجر کی نماز سے سوتے رہ گئے۔ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا پس حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس جگہ سے نکل چلو پھر حضور ﷺ نے (دوسری جگہ پہنچ کر) حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا فرمایا حضرت بلالؓ نے اذان دی پھر صحابہؓ نے وضو کیا اور فجر کی سنتیں ادا کیں پھر حضرت بلالؓ کو حضور ﷺ نے اقامت کہنے کا فرمایا انہوں نے اقامت کہی پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نماز فجر باجماعت پڑھائی۔

٤٤٥ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ يَعْنِي الْحَلَبِيَّ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ ذِي مِخْبَرٍ الْحَبَشِيِّ، وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وُضُوءًا لَمْ يَلْثَ مِنْهُ التُّرَابُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ عَجِلٍ، ثُمَّ قَالَ لِبِلَالٍ: «أَقِمِ الصَّلَاةَ»، ثُمَّ صَلَّى الْفَرْضَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ، قَالَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صُلَيْحٍ، حَدَّثَنِي ذُو مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِنَ الْحَبَشَةِ وقَالَ عُبَيْدٌ: يَزِيدُ بْنُ صَالِحٍ.

ترجمہ: ذی مخبر حبشی سے روایت ہے...... یہ ذی مخبر حضور ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے...... انہوں نے اس واقعہ میں بیان کیا کہ حضور ﷺ نے اتنا مختصر سا وضو فرمایا کہ جس سے مٹی بھی گیلی نہ ہوئی پھر حضرت بلالؓ کو اذان دینے کو فرمایا انہوں نے اذان دی پھر حضور ﷺ نے اطمینان کے ساتھ فجر کی سنتیں ادا فرمائیں پھر حضرت بلالؓ سے ارشاد فرمایا کہ نماز کی اقامت کہو۔ پھر حضور ﷺ نے اطمینان سے فجر کے فرض ادا فرمائے، ابراہیم راوی نے حجاج سے نقل کیا۔ حجاج نے یزید بن صلیح سے نقل کیا کہ مجھے ذو مخبر حبشہ کے ایک صاحب نے بیان کیا...... اور عبید راوی نے یزید بن صالح کا ذکر کیا ہے۔

٤٤٦ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ حَرِيزٍ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ذِي مِخْبَرٍ ابْنِ أَخِي النَّجَاشِيِّ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَأَذَّنَ وَهُوَ غَيْرُ عَجِلٍ.

ترجمہ: یزید بن صالح ذی مخبر سے اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں...... یہ ذی مخبر نجاشی کے بھتیجے ہیں...... اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ذی مخبر کہتے ہیں کہ موذن نے اطمینان سے اذان دی۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٤٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٩١/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٣٩/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٨٨/٥)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ...... قوله: فَتَوَضَّأَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وُضُوءًا لَمْ يَلُثَّ مِنْهُ التُّرَابُ: یعنی آپ ﷺ نے ایسا مختصر وضوء فرمایا جس میں پانی بہت کم استعمال کیا اس طور پر کہ جس جگہ بیٹھ کر وضوء فرمایا تھا اس جگہ کی مٹی بھی اچھی طرح تر نہیں ہوئی، یہ ماخوذ ہے لثی یلثی مثل خشی یخشی سے جس کے معنی تر ہونے کے ہیں، اس لفظ کو دوسری طرح بھی پڑھا گیا ہے لم یلت بجائے ثاء کے تاء کے ساتھ جسکے معنی ہیں لم یختلط یہ ماخوذ ہے لت السویق بالماء سے یعنی ستو کو پانی میں ملایا اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا، ایسی وضوء کہ جس سے مٹی پانی سے نہیں ملی یعنی اس جگہ گارا نہیں ہوا، آگے اس روایت میں اذان واقامت دونوں کا ذکر ہے، نیز یہ ہے کہ آپ ﷺ نے صبح کی سنتیں بہت اطمینان سے پڑھیں، غَيْرَ عَجِلٍ۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی آئے ہیں یزید بن صالح، اس نام میں اختلاف ہے بعض ابن صالح کہتے ہیں اور بعض یزید بن صلیح اور بعض یزید صلیح اور بعض یزید بن صبیح اور بعض یزید بن صبح بذل میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ صحیح اس میں ابن صلیح ہے، نیز لکھا ہے کہ یہ راوی مجہول ہے [1]۔

٤٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي عَلْقَمَةَ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ يَكْلَؤُنَا» فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا. فَنَامُوا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: «افْعَلُوا كَمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ». قَالَ: فَفَعَلْنَا. قَالَ: «فَكَذَلِكَ فَافْعَلُوا لِمَنْ نَامَ أَوْ نَسِيَ»

ترجمہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ واپس آرہے تھے پس حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج ہماری نگہداشت کون کرے گا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: میں کروں گا پس صحابہ کرامؓ سوتے رہ گئے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا تو حضور ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جیسے تم لوگ روزانہ نماز ادا کرتے تھے ایسے ہی آج فجر کی نماز قضاء کرو، صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے ویسا ہی کیا (ہم نے وضو کیا، اذان واقامت دینے کے بعد فجر کی سنتیں اور پھر فرض ادا کئے) جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز سے سو جائے یا نماز کو بھول جائے اس کے متعلق ارشاد فرمایا: تم لوگ ایسا ہی کرنا۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٤٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٨٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٦٤/١)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى... قوله: «مَنْ يَكْلَؤُنَا» فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا: یہ پہلے بھی آچکا ہے کہ آپ ﷺ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٢٧٣

نے لیلۃ التعریس میں فرمایا تھا کہ کون ہماری نگرانی کرے گا تو اس پر حضرت بلالؓ نے فرمایا أَنَا، بعض مشائخ سے ایک عبرت کی بات سننے میں آئی وہ یہ کہ حضرت بلالؓ نے اس موقعہ پر لفظ أَنَا کہہ کر ذمہ داری قبول کرلی اور انشاء اللہ وغیرہ بھی نہیں کہا چنانچہ پھر وہی ہوا جو ہونا تھا، اسی قسم کا واقعہ بخاری شریف میں حضرت سلیمان علی نبینا الصلاۃ وعلیہ والسلام کا بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ آج کی شب میں اپنی تمام ازواج کے پاس پہونچ کر صحبت کروں گا اور پھر اس صحبت سے ہر ایک سے ایک مرد مجاہد شہسوار پیدا ہوگا، اس موقعہ پر وہ بھی انشاء اللہ نہ کہہ سکے تھے باوجود فرشتہ کے توجہ دلانے کے، روایت میں آتا ہے کہ اس شب کی صحبت سے ایک بھی بیوی سے بچہ پیدا نہیں ہوا صرف ایک سے پیدا ہوا وہ بھی ولد ناتمام [1]، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ یہ ایک بچہ بھی شاید اس وجہ سے پیدا ہوگیا کہ انشاء اللہ کہنے کا ارادہ کیا ہوگا ورنہ یہ بھی نہ ہوتا، واللہ تعالی أعلم۔

یہ باب بحمد اللہ پورا ہوا جو کافی طویل تھا جس میں مصنفؒ نے متعدد صحابہ سے متعدد روایات لیلۃ التعریس سے متعلق ذکر فرمائی ہیں غالبا مصنفؒ کا رجحان لیلۃ التعریس کے تعدد کی طرف ہے، نیز اس سے مصنفؒ کا اس واقعہ کے ساتھ اہتمام واعتناء معلوم ہورہا ہے ورنہ مصنفؒ کی عادت تکثیر روایات کی نہیں ہے۔

واقعۂ لیلۃ التعریس اور تعلیم فعلی: یہاں ایک چیز قابل تنبیہ ہے جس کو ہمارے حضرت شیخ بھی اہتمام سے بیان فرمایا کرتے تھے وہ یہ کہ سرور کونین ﷺ کی بعثت تعلیم قولی اور تعلیم فعلی، یعنی عملی مشق (نمونہ پیش کرنا) دونوں کے لئے تھی یہ نماز قضاء ہونے کا واقعہ تکوینی طور پر اسی لئے پیش آیا کہ قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ بھی آپ ﷺ کے ذریعہ عملی طور پر مشاہدہ میں آجائے، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اداء کی طرح قضاء نماز کے لئے بھی جماعت مشروع ہے نیز صبح کی سنتوں کی قضاء...... اور قضاء نماز کے لئے اذان واقامت کا مسئلہ وغیرہ آپ ﷺ خود فرماتے ہیں إِنِّي لَأَنْسَى أَوْ أُنَسَّى لِأَسُنَّ [2] کہ میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ امت کو احکام نسیان کا علم ہو، چنانچہ سہو فی الصلاۃ آپ کو چند بار پیش آیا، اسی طرح یہ واقعہ لیلۃ التعریس کا بھی عند الاکثر دو تین بار پیش آیا ورنہ حضور اقدس ﷺ کی شان تو بہت اعلی وارفع ہے آپ کے غلاموں کے غلاموں کا حال یہ منقول ہے کہ ان میں سے بعض نے چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا فرمائی جیسے امام اعظمؒ کے بارے میں مشہور ہے اور بعض حضرات کے بارے میں پچاس سال تک عشاء کی وضوء سے صبح کی نماز پڑھنا منقول ہے اس تعلیم فعلی میں جو کام منصب نبوت کے خلاف نہ تھے وہ خود آنحضرت ﷺ کو پیش آئے مثلاً نماز قضا ہوجانا نماز میں سہو پیش آنا اور خانگی ومعاشرتی امور وحالات میں ازواج مطہرات کے ساتھ بعض ناگوار امور کا پیش آنا جیسے ترک کلام اور اسی طرح طلاق کا وقوع وغیرہ وغیرہ اور جو امور منصب نبوت کے خلاف تھے آپ سے ان کا صدور شان نبوت کے خلاف تھا تو ایسے امور میں تعلیم کی تکمیل کیلئے حق

---

[1] صحیح البخاري - کتاب التوحید - باب في المشیئة والإرادة وما تشاؤون إلا أن یشاء الله / الإنسان ۷۰۳۱

[2] موطأ مالك - کتاب السهو - باب العمل في السهو ۳۳۱

تعالیٰ شانہ نے آپ کے صحابہ کرام کا انتخاب فرمایا صحابہؓ نے بخوشی اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا، خواہ اس میں صورۃً ان کی ذلت ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ بعض صحابہ کے ساتھ زنا وحدزنا وغیرہ کے واقعات پیش آئے اور اس طور پر ان مسائل کی تکمیل ہوئی ان حضرات کے لئے ان واقعات میں بھی سرخروئی ہے۔

أَجِدُ[1] الْمَلَامَةَ فِي هَوَاكِ لَذِيذَةً ... حُبًّا لِذِكْرِكِ فَلْيَلُمْنِي اللُّوَّمُ

١٤ - بَابٌ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

یہ باب ہے مسجد کی تعمیر کے بیان میں

بعض نسخوں میں اس کے بجائے "تفريع أبواب المساجد" ہے۔ تفریع کا لفظ مصنفؒ اکثر استعمال فرماتے ہیں تفریع کے معنی ہیں تجزیہ اور تفصیل جو فرع سے مشتق ہے بمعنی شاخ، ابواب المواقیت کے بعد اب یہاں سے مصنفؒ ابواب المساجد شروع فرمارہے ہیں، ان ابواب کی ماقبل سے مناسبت ظاہر ہے وہ یہ کہ اب تک بیان ہو رہا تھا ازمنہ صلاۃ کا اب یہاں سے امکنۂ صلوۃ کو بیان کر رہے ہیں مسجد کے لغوی معنی موضع السجود ہیں اور عرف میں اس بقعہ کا نام ہے جو عبادت کے لئے مخصوص ہو۔

٤٤٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي فَزَارَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ». قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے (اللہ کی طرف سے) یہ حکم نہیں دیا گیا کہ مسجد (کی عمارت) کو بلند وبالا (یا چونے سے پختہ) بناؤں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں تم ضرور اپنی مساجد کو آراستہ ومزین کروگے جس طرح یہود ونصاری نے (اپنے عبادت خانوں کو) آراستہ ومزین کیا۔

شرح الحدیث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ... قوله: عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ: یہ ام المومنین حضرت میمونہؓ کے بھانجے ہیں، یہ روایت کر رہے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے اتفاق سے وہ بھی حضرت میمونہؓ کے بھانجے ہیں، میمونہ ان دونوں کی خالہ ہیں۔

قوله: مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ: تشیید کے دو معنی آتے ہیں رفع البناء وتطویلہ یعنی مکان کی عمارت کو بلند کرنا اور دوسرے معنی اس کے تجصیص البناء کے ہیں، شید بمعنی جص (چونہ) سے ماخوذ ہے یعنی عمارت کو چونہ سے پختہ بنانا، باری تعالیٰ کا

---

[1] شاعر اپنے معشوق کو خطاب کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ لوگ جو مجھ کو تیری محبت کے بارے میں ملامت کرتے ہیں مجھے اس ملامت میں لذت آتی ہے اسلئے کہ ملامت گر بوقت ملامت محبوب کا نام بار بار لیتے ہیں۔

قول وقصر مشید کی تفسیر میں بھی یہ دونوں قول مروی ہیں، ابن رسلان فرماتے ہیں کہ مشہور اس حدیث میں پہلے معنی ہیں کما قال النووی وغیرہ، حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس بات کا امر نہیں کیا گیا کہ میں مسجد کی بناء کو بلند وبالا بناؤں اس لئے کہ یہ اسراف ہے لیکن واضح رہے کہ عدم امر عدم جواز کو مستلزم نہیں، لہٰذا نیک نیتی کے ساتھ مثلاً تعظیم مسجد کی نیت سے اگر بلند کیا جائے تو یقیناً جائز ہوگا۔

قوله: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى: اس جملہ کے قائل حضرت ابن عباسؓ ہیں اس لئے حدیث کا یہ ٹکڑا موقوف ہوا لیکن یہ ایسا موقوف ہے جو حکم میں مرفوع کے ہے اس لئے کہ یہ مضمون اخبار بالغیب کے قبیل سے ہے جو منصب ہے صاحب رسالت کا، زخرفہ ماخوذ ہے زخرف سے، زخرف کے اصل معنی ذہب کے ہیں لہٰذا زخرفہ کے معنی ہوئے سونے کا پانی پھیرنا ملمع کاری، بعد میں اس لفظ کا استعمال مطلق تزیین کے معنی میں ہونے لگا یعنی جس طرح یہود ونصاریٰ نے اپنے معابد کو آراستہ ومزین کیا اسی طرح یہ امت بھی اپنی مساجد کو مزین کرے گی، علماء نے لکھا ہے أول من زخرف المساجد الوليد بن عبد الملك بن مروان [1]، مگر اس زمانہ کے صحابہ نے اس پر سکوت فرمایا، لاجل خوف الفتنة

تزیین مساجد کا حکم: شراح حدیث حافظ ابن حجر وغیرہ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک تزیین المساجد بدعت اور مکروہ ہے اور حنفیہ کے نزدیک اس میں رخصت ہے انہوں نے اس کو جائز قرار دیا ہے جبکہ تعظیماً للمسجد ہو نہ کہ مباہاۃ اور فخر کے طور پر حنفیہ کا مسلک در مختار میں یہ لکھا ہے کہ تنقیش مساجد میں کچھ مضائقہ نہیں، بجز محراب مسجد کے کہ اس کی تنقیش مکروہ ہے اس لئے کہ اس کے سامنے ہونیکی وجہ سے نماز کے خشوع میں فرق آتا ہے نیز وہ آگے لکھتے ہیں کہ گو نفس تنقیش جائز ہے لیکن تکلف بدقائق النقوش مکروہ ہے خصوصاً جدار قبلہ میں چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ سقف مسجد میں جائز ہے علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ تنقیش حنفیہ کے نزدیک صرف جائز اور لا بأس بہ کے درجہ میں ہے موجب ثواب اور مستحب نہیں اسی لئے تصدق بالمال اولیٰ ہے تزیین مسجد میں مال خرچ کرنے سے نیز جواز بھی اس صورت میں ہے جبکہ آدمی اپنا ذاتی مال خرچ کرے مال وقف سے ایسا کرنا حرام ہے، البتہ احکام مسجد بالجص (پختہ بنانا) بلاشبہ جائز ہے، ابن المنیر مشہور شارح حدیث کی رائے بھی جواز تنقیش کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ چونکہ لوگوں کی عادت جب اپنے گھروں کو آراستہ کرنے کی ہوگئی تو مناسب ہے کہ مساجد کو بھی آراستہ رکھا جائے ان کو بے حرمتی سے بچانے کیلئے، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسجد نبوی کی تعمیر از سر نو کرائی تھی جیسا کہ آگے کتاب میں آرہا ہے اور صحیحین میں بھی موجود ہے انہوں نے اس کی عمارت کو چونے کے ذریعہ سے پختہ بنوایا تھا جبکہ حضور ﷺ اور شیخینؓ کے زمانہ میں اس کی بناء کچی اینٹوں اور چھپر کی تھی صحابہ نے جب ان کے ان تغیرات پر اعتراض کیا تو

---

[1] عمدة القاري شرح صحيح البخاري - ج ٤ ص ٢٠٧

انہوں نے جواب میں حدیث مرفوع پیش فرمائی مَنْ بَنَى لِلّٰهِ مَسْجِدًا، بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ [1]، لیکن حضرت عثمانؓ نے [2] جو کچھ کرایا تھا وہ احکام بناء کے قبیل سے تھا تزیین مقصود بالذات نہیں تھی، شراح نے لکھا ہے کہ وہ نقشین پتھر جن کے ستون بنائے گئے تھے وہ ان کو ایسے ہی بنے بنائے بعض ولایات سے مل گئے تھے خود انہوں نے ان کی تنقیش نہیں کرائی تھی۔

فائدہ: اس حدیث کا جو حصہ موقوف علی ابن عباس ہے اس کو امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً ذکر فرمایا ہے گو اصل حدیث کو انہوں نے نہیں لیا جس کی وجہ حافظ ابن حجرؒ نے یہ لکھی ہے کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے بعض رواۃ نے اس کو موصولاً اور بعض نے مرسلاً ذکر کیا ہے، نیز جاننا چاہئے کہ لَتُزَخْرِفُنَّهَا فتح لام کے ساتھ ہے اور یہ لام لام القسم ہے گویا ابن عباسؓ قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ تم لوگ ایسا ضرور کروگے اس میں علامہ طیبی شارح مشکوۃ کو وہم ہو گیا انہوں نے اس لام کو لام جارہ سمجھ کر اس جملہ کو ماقبل سے متعلق قرار دیدیا اور اس سب کو انہوں نے ایک ہی حدیث سمجھا اور مطلب حدیث یہ بیان کیا کہ آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ مجھ کو مساجد کے بلند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تا کہ تم اس کے ذریعہ ان کو مزخرف و مزین کرو [3]۔

٤٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ (اپنی اپنی) مساجد (کی تعمیر) کے متعلق آپس میں ایک دوسرے سے فخر نہ کریں گے (یعنی ہر کوئی کہے گا کہ میری مسجد زیادہ بلند، خوبصورت، وسیع اور اچھی ہے)۔

تخریج: سنن النسائي - المساجد (٦٨٩) سنن أبي داود - الصلاة (٤٤٩) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٣/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٠٨)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْخُزَاعِيُّ...... قوله: وَقَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ: قتادہ کا عطف ابی قلابہ پر ہے یعنی ایوب اس حدیث کو ابو قلابہ اور قتادہ دونوں سے روایت کرتے ہیں اور پھر یہ دونوں روایت کرتے ہیں انسؓ سے لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ یعنی قیامت سے پہلے اس بات کا پایا جانا ضروری ہے کہ لوگ اپنی اپنی مسجدوں کے بارے میں فخر کریں گے کہ ہماری مسجد فلاں قوم کی مسجد سے اونچی اور اچھی ہے اس حدیث کے متبادر معنی یہی ہیں اس کا ایک دوسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ لوگ مسجدوں میں بیٹھ کر فخر و مباہاۃ کی مجلسیں قائم کریں گے حالانکہ مسجدیں اس لئے نہیں ہیں کہ

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب المساجد والجماعات - باب من بنى لله مسجدا ٧٣٦

[2] حضرت عثمانؓ نے ذاتی مال خرچ کیا تھا۔ (از مترجم)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٥٤٠

ان میں بیٹھ کر فخر وریا کی باتیں کی جائیں۔

٤٥٠ - حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى، حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ».

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ (جو کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے طائف کے گورنر تھے) سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا (جب انہیں گورنر بنایا تھا) کہ طائف میں خاص اس جگہ مساجد بنائیں جہاں پہلے کفار کے بت رکھے ہوئے تھے (یعنی بت خانوں کو منہدم کر کے مساجد بنائیں تا کہ کفر ذلیل ہو، اس کے اثرات ختم ہوں اور کفار کو ایذاء اور ندامت ہو)۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاۃ (٤٥٠) سنن ابن ماجہ - المساجد والجماعات (٧٤٣)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى ..... قولہ: أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ جو کہ آپ ﷺ کی طرف سے طائف کے عامل اور حاکم تھے ان کو آپ نے حکم فرمایا کہ شہر طائف میں خاص اس جگہ مسجد بنائیں جہاں پہلے کفار کے اصنام رکھے ہوئے تھے یعنی بتخانہ کو منہدم کر کے اس کی جگہ مسجد تعمیر کریں تا کہ جس جگہ غیر اللہ کی عبادت ہوتی تھی وہاں اب معبود حقیقی کی عبادت کی جائے اور آثار کفر کا خاتمہ اور ان کی اہانت ہو، طاغوت کا اطلاق شیطان اور صنم دونوں پر ہوتا ہے۔

٤٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَهُوَ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، أَخْبَرَهُ، "أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ - قَالَ مُجَاهِدٌ: وَعُمُدُهُ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ - فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بِنَائِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمُدَهُ - قَالَ مُجَاهِدٌ: عُمُدَهُ خَشَبًا - وَغَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً، وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ - قَالَ مُجَاهِدٌ: وَسَقَّفَهُ السَّاجَ -". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْقَصَّةُ: الْجِصُّ.

ترجمہ: نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں بتایا کہ مسجد نبوی عہد نبوی میں کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی ہوئی تھی (یعنی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی) اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے۔ مجاہد استاد نے عمدہ کہا ہے (اصل میں مصنف نے یہ روایت اپنے دو اساتذہ سے لی ہے۔ محمد بن یحییٰ بن فارس استاد نے لفظ عمدہ کو بفتح العین والمیم ذکر کیا ہے جبکہ مجاہد بن موسیٰ استاد نے بضم العین والمیم ذکر کیا ہے)۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اس میں کچھ اضافہ نہیں فرمایا (یعنی بغیر کسی ترمیم کے پہلے ہی جیسے سامان سے اسکی دوبارہ تعمیر کرائی پہلی عمارت کے کمزور ہونے کے بعد) پھر حضرت عمرؓ نے اس میں

اضافہ فرمایا اور اس کو اسی طرح کچی اینٹوں اور کھجور کے پتوں سے تعمیر کروایا جس طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اسکی تعمیر تھی (زیادتی یہ کی کہ قبلہ کی طرف سے تھوڑی سی زمین کا اضافہ کیا اور مسجد کو وسیع کیا) اور اس مسجد میں پہلے والے (کھجور کے تنوں کے) ستون لگائے (یحیٰی استاد نے عمدہ کو بفتح العین والمیم ذکر کیا جبکہ) مجاہد استاد نے عمدہ کہا (یعنی بضم العین والمیم اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصنف یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ محمد بن یحیٰی استاد نے صرف "عمدہ" کہا جبکہ مجاہد استاد نے "خشبا" کا اضافہ کیا اور "عمدہ خشبا" کہا) حضرت عثمان نے (دونوں جہتوں سے) اس میں ترمیم کروائی (یعنی کشادہ بھی کیا اور الات کو بھی تبدیل کیا) چنانچہ (ترمیم یہ ہوئی کہ) اس میں بہت زیادہ توسیع فرمائی (یعنی اس میں مزید زمین شامل کرکے بہت کشادہ کیا) اور پکی اینٹوں اور چونے سے اسکی دیواریں بنوائیں اور اس کے ستون مضبوط منقش پتھروں کے بنائے (کھجور کے تنوں کو تبدیل کرکے) اور اسکی چھت ساگون کی لکڑی کی بنائی اور مجاہد نے استاد سقفہ، الساج کیا (یعنی مصنف کے ایک استاد محمد بن یحیٰی نے سقفہ بالساج باء جارہ کے ساتھ کہا جبکہ دوسرے استاد مجاہد نے بغیر حرف جر کے سقفہ الساج کہا) امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ قصہ چونے کو کہتے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (٤٥١)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ ...... قوله: أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيدِ: یعنی مسجد نبوی آپ ﷺ کے زمانہ میں کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے، جیسے ہمارے یہاں گھاس پھوس کا چھپر ہوتا ہے اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے لفظ عَمَد بفتحتین اور عُمُد بضمتین دونوں طرح مروی ہے جو کہ جمع ہے عمود بمعنی ستون کی۔

قوله: فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا: یعنی صدیق اکبرؓ کے زمانے میں جب مسجد کی بناء ضعیف ہوگئی تو انہوں نے بلا کسی ترمیم اور زیادتی کے پہلے ہی جیسے سامان سے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں بنایا تو اس کو اسی طرح کے سامان سے، لیکن انہوں نے مسجد کے رقبہ میں زیادتی اور توسیع بھی فرمائی۔

قوله: وَقَالَ مُجَاهِدٌ: عُمُدُهُ خَشَبًا: مصنفؒ کے یہاں دو استاذ ہیں محمد بن یحیٰی اور مجاہد، دونوں کے لفظوں میں فرق بیان کررہے ہیں، فرق یا تو یہ ہے کہ ایک استاذ نے لفظ عمد کو بضمتین ذکر کیا ہے دوسرے نے بفتحتین اور ہوسکتا ہے کہ مراد یہ ہو کہ ایک استاذ نے لفظ خشبا کہا اور دوسرے نے نہیں، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسجد میں اضافہ قبلہ کی جانب کیا تھا[1]، اور منہل میں لکھا ہے کہ انہوں نے زیادتی مسجد کے طول وعرض دونوں میں کی تھی، اور پھر صاحب منہل نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے[2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٢٨٣

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٤٩-٥١

قوله: وَغَيَّرَهُ عُثْمَانُ: حضرت عثمانؓ نے مسجد میں نہ صرف توسیع بلکہ مسجد کی تعمیر پختہ کرائی چونے اور پکی اینٹوں سے اور اس کی چھت کو بھی بدل دیا بجائے کھجور کی شاخوں کے اس کی کڑیاں ساگون کی لکڑی کی بنوائیں، ساگون ایک مشہور درخت ہے جو ہندوستان میں ہوتا ہے جو بہت لمبا اور موٹا ہوتا ہے جس کے پتے بھی بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔

قوله: وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ: یہ لفظ مجرد اور مزید دونوں سے ہو سکتا ہے سَقَفَهُ، سَقَّفَهُ ایک استاذ نے بالساج کہا باء جارہ کے ساتھ اور دوسرے نے بغیر حرف جر کے، بناء عثمان کا ذکر کسی قدر تفصیل سے باب کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

٤٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، «أَنَّ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوَارِيهِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِجَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَبِجَرِيدِ النَّخْلِ، ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْآجُرِّ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّى الْآنَ».

ترجمة: ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے مسجد کا بالائی حصہ (یعنی چھت) کھجور کی شاخوں کا بنایا گیا تھا۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ستون پرانے (اور کمزور) ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اسے (دوبارہ) کھجور کے درخت کے تنوں اور کھجور کی شاخوں سے بنایا (یعنی پرانے تنوں اور شاخوں کو تبدیل کر کے نئے تنے اور شاخیں لگائیں) پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ستون (ایک مرتبہ پھر) کمزور ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے مسجد کی دیواریں اور ستون پکی اینٹوں کے بنائے چنانچہ آج تک (یعنی ابن عمرؓ کے اس حدیث کو روایت کرنے کے زمانہ تک) مسجد نبوی کی تعمیر اس طرز پر (حضرت عثمانؓ کی تعمیر کی طرح) قائم ہے۔

تخريج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (٤٥٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٣٠).

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ... قوله: ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْآجُرِّ: آجُرّ پختہ اینٹ لبن کا مقابل، اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسجد نبوی کے ستونوں کو حضرت عثمانؓ نے پختہ اینٹوں سے بنوایا تھا، اور اس سے پہلے گزر چکا بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ، لیکن یہ حدیث پہلی حدیث کے مقابلہ میں ضعیف ہے اس کی سند میں عطیہ بن سعد العوفی ہیں جو ضعیف ہیں، یا یہ کہا جائے کہ بعض اساطین حجارہ منقوشہ سے اور بعض اینٹوں سے بنوائے تھے۔

٤٥٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي عُلْوِ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ: لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ سُيُوفَهُمْ، فَقَالَ أَنَسٌ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ، وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّي

فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَإِنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ، فَأَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ: «يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا» فَقَالُوا: وَاللَّهِ، لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ أَنَسٌ: وَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ. كَانَتْ فِيهِ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَتْ فِيهِ خِرَبٌ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ، فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَنُبِشَتْ وَبِالْخِرَبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ، وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً، وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخْرَ، وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ، وَهُوَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةْ فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةْ»..

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے بالائی حصہ میں مقیم ایک قبیلہ کے ہاں قیام فرمایا (علو مدینہ سے مراد وہ حصہ ہے جو مسجد کی طرف ہے۔ بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے اسے "عالیہ" کہتے ہیں) اس قبیلہ کا نام بنو عمرو بن عوف ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے یہاں چودہ راتیں قیام فرمایا پھر آپ نے (ایک قاصد کو بھیج کر) بنو النجار کو بلوایا (یہ حضور ﷺ کے ننہیالی قرابت دار تھے اس لئے کہ عبد المطلب کی والدہ سلمی انہی میں سے تھیں اسی لئے اب انکے ہاں قیام کا ارادہ فرمایا۔ بنو النجار خزرج کی شاخ ہے) تو وہ (حضور ﷺ کے استقبال کیلئے) اپنی گردنوں میں اپنے ہتھیار لگائے ہوئے آئے حضرت انسؓ (راوی حدیث) کہتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی سواری پر تشریف فرما ہیں اور حضرت ابو بکرؓ آپکے ردیف ہیں (حضرت ابو بکرؓ کی علوشان کے اظہار کیلئے انہیں اپنے پیچھے ایک ہی سواری پر بٹھالیا) اور بنو النجار کے رؤساء اور سردار آپکے ارد گرد (آگے پیچھے دائیں بائیں) ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے حضرت ابو ایوبؓ کے صحن کے (دروازہ کے) پاس پڑاؤ ڈالا (مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے) حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جس جگہ بھی نماز کا وقت آجاتا آپ نماز ادا فرمالیتے اور بکریوں کے باڑہ میں بھی نماز ادا فرمالیتے اور (پھر) آپ نے (لوگوں کو) مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے (ایک قاصد کو بھیج کر) بنو النجار کو بلوایا (وہ آئے تو) آپ نے (ان سے) کہا مجھے اپنا یہ باغ قیمت لیکر فروخت کر دو تو بنو النجار نے عرض کیا بخدا ہم تو اسکی قیمت اللہ تعالیٰ سے ہی لیں گے (یعنی فی سبیل اللہ اسکو دے کر آخرت میں اللہ سے اس کا اجر لیں گے) حضرت انسؓ راوی حدیث کہتے ہیں اس باغ میں (جسکی جگہ مسجد بنائی تھی) وہ تھا جو میں تمہیں بیان کروں گا اس (کے بعض اطراف) میں مشرکین کی قبریں تھیں اور بعض حصہ میں غار تھے اور بعض حصہ میں کھجور کے درخت تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی قبروں کو اکھیڑنے کا حکم دیا چنانچہ انہیں اکھیڑ اگیا (اور اس میں سے مشرکین کی ہڈیاں نکال دی گئیں) اور گڑھوں اور غاروں کو بھرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ انہیں (مٹی سے) بھر دیا گیا اور کھجور کے تنوں کو تعمیر میں لانے کا حکم دیا چنانچہ مسجد کے قبلہ کی جانب کھجور کے تنوں کو (بطور ستون) قائم کر دیا گیا اور لوگوں نے مسجد کے دروازہ کے دونوں چوکھٹیں پتھروں کی بنادیں (یعنی کھجور کے تنوں کے دونوں جانب مضبوطی کیلئے پتھر لگادیئے) اور صحابہؓ نے بڑے بڑے پتھر لانا شروع کر دیئے (چوکھٹیں بنانے کیلئے) اور صحابہؓ رجزیہ اشعار پڑھ رہے تھے حضور ﷺ بھی انکے ساتھ

شامل تھے (تعمیر میں) اور حضور ﷺ یہ شعر پڑھ رہے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی ہے لہٰذا مہاجرین وانصار کی نصرت فرما۔

شرح الحدیث حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... قولہ: فَنَزَلَ فِي عُلْوِ الْمَدِينَةِ: علو میں عین کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں علو المدینہ کو عالیہ بھی کہتے ہیں جس کی جمع عوالی آتی ہے اور یہ مدینہ کا وہ حصہ ہے جو نجد (بلندی) کیطرف ہے اور مدینہ کا وہ حصہ جو تہامہ کی جانب ہے جس طرف مکہ ہے اس کو سافلہ کہتے ہیں، یہاں علو المدینہ سے مراد قبا ہے جو کہ عوالی مدینہ سے ہے، یہ مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے جس میں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے سب سے زیادہ ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا آپ ﷺ کا نزول قبا میں انہیں کے یہاں ہوا بتاریخ آٹھ یا بارہ ربیع الاول علی اختلاف القولین، آنحضرت ﷺ نے دخول مدینہ کیلئے بلندی والا راستہ اختیار فرمایا، اس سے علماء نے آپ ﷺ اور آپ کے دین کی بلندی کی نیک فال نکالی ہے کہ آپ ﷺ اور آپ کے دین کیلئے سربلندی ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، فالحمد للہ علی ذلک۔

قولہ: فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً: قبا میں آپ ﷺ کی مدت قیام میں روایات مختلف ہیں بخاری شریف کی ایک روایت میں چودہ روز اور ایک میں چوبیس روز مذکور ہیں اور تیسرا قول صرف چار روز قیام کا ہے اسکی تفصیل انشاء اللہ بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى کی بحث میں آجائے گی۔

روایت میں اختصار: قولہ: ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ: یہاں روایت میں اختصار ہے آپ چند روز قبا میں قیام فرما کر جمعہ کے روز وہاں سے روانہ ہوئے مدینہ کے راستہ میں محلہ بنو سالم پڑتا تھا وہاں پہنچتے پہنچتے جمعہ کا وقت آگیا اس لئے آپ ﷺ نے مسجد بنو سالم میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی، یہ اسلام میں جمعہ کی سب سے پہلی نماز تھی جو مسجد بنو سالم میں آپ نے قائم فرمائی، نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہوئے اور صدیق اکبرؓ کو آپ نے اپنی ہی سواری پر بٹھالیا، ہجرت کے وقت میں آپ ﷺ اور صدیق اکبرؓ الگ الگ سواری پر سوار تھے، غالباً یہاں حضور ﷺ نے مصلحتاً لوگوں پر صدیق اکبرؓ کی علوشان ظاہر کرنے کیلئے اپنی ہی سواری پر ان کو ردیف بنالیا، یہاں کی روانگی سے پہلے آپ نے ایک قاصد قبیلہ بنو نجار جو آپ کے ننھالی قرابت دار تھے (اس لئے کہ عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ انہیں میں سے تھیں) ان کے پاس بھیجا کہ آپ کا ارادہ انہیں کے یہاں قیام کا تھا، چنانچہ وہ آپ کے استقبال کیلئے ہتھیار لگائے ہوئے حاضر ہوئے اور آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ساتھ چلتے رہے ہر شخص کی خواہش اور درخواست آپ سے یہ تھی کہ آپ ﷺ کا قیام اس کے یہاں ہو آپ ﷺ ان کو دعا دیتے اور یہ فرماتے کہ یہ ناقہ منجانب اللہ مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہیں میرا قیام ہوگا بالآخر آپ ﷺ کی ناقہ محلہ بنو نجار میں پہنچ کر خود بخود اس مقام پر رک گئی جہاں اس وقت مسجد نبوی ہے سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ لیکن آپ ﷺ ناقہ سے نہ اترے کچھ دیر بعد ناقہ خود بخود اٹھی اور ابو ایوب انصاریؓ کے دروازے پر جو سامنے ہی تھا جاکر بیٹھی اس وقت حضور ﷺ ناقہ سے اترے اور ابو ایوب

انصاریؓ آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے، رسول اللہ ﷺ کا طبعی میلان بھی یہی تھا کہ آپ کسی طرح بنو نجار میں اتریں جو اخوال عبد المطلب یعنی آپ کے دادا کے ننہالی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کی اس معجزانہ طور سے پورا فرمایا کہ خود بخود ناقہ وہیں جا کر ٹھہری تا کہ دوسرے حضرات جو آپ کے قیام کے خواہش مند تھے ان میں سے کسی کو یہ تاثر نہ ہو کہ ہمیں چھوڑ کر فلاں کو ترجیح دی۔

قولہ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي: مسجد نبوی کی بناء سے پہلے آپ ﷺ جس جگہ بھی نماز کا وقت ہو جاتا وہیں (غیر مسجد میں) پڑھ لیتے، اب کیونکہ یہاں کہیں آس پاس مسجد نہ تھی اس لئے آپ نے مسجد بنانے کا اور اس کے لئے جگہ خریدنے کا ارادہ فرمایا جس کا ذکر آگے روایت میں آرہا ہے، چنانچہ آپ کی ناقہ جس جگہ آکر بیٹھی تھی وہ بنو نجار کے دو یتیموں [1] کا مربد یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے اور ابوداؤد کی روایت میں اس کو حائط کہا گیا ہے یعنی باغ، ممکن ہے کہ وہ باغ ہو اور پھر اس کے ویران ہونے کے بعد اس کو مربد بنالیا گیا ہو، یا بعض حصہ باغ ہو اور بعض حصہ مربد، غرضیکہ آپ ﷺ نے اس زمین کے خریدنے کے بات چیت فرمائی ان لوگوں نے عرض کیا ہم بلا عوض کے اس کو دینا چاہتے ہیں، مگر حضور ﷺ اس کیلئے تیار نہ ہوئے بلکہ آپ نے اس کو ثمن دے کر خریدا، ایک روایت میں ہے کہ مقدار ثمن دس دینار دی گئی، ظاہر یہ ہے کہ خریداری کا معاملہ یتیمین سے ان کے ولی کے توسط سے ہی ہوا ہو گا، آگے روایت میں یہ ہے کہ اس زمین میں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں جن کو اکھاڑ دیا گیا۔

قبور مشرکین کا نبش: جس سے معلوم ہوا کہ قبور مشرکین کا نبش جائز ہے، امام بخاریؒ نے اسی لئے اس حدیث پر هَلْ يُنْبَشُ قُبُورُ مُشْرِكِي الخ باب قائم کیا ہے اور امام ابوداؤدؒ نے بھی کتاب الخراج کے بالکل اخیر میں ایک باب باندھا ہے بَابُ نَبْشِ الْقُبُورِ الْعَادِيَةِ جس میں انہوں نے ابورغال کی قبر اور اس کے نبش کا واقعہ ذکر کیا ہے [2]، شامی میں بھی اس مسئلہ کی تصریح ہے کہ قبور مشرکین کا نبش بلا کراہت جائز ہے۔

قولہ: وَكَانَتْ فِيهِ خَرِبٌ: خرب بروزن کلم جو جمع ہے خربۃ بروزن کلمۃ کی، بمعنی غار غرضیکہ قبور مشرکین کو تو اکھاڑ دیا گیا اور جو اس زمین میں غار وغیرہ تھے ان کو مٹی بھر کر ہموار کر دیا گیا اور جو وہاں کھجور کے درخت تھے ان کے تنوں کو مسجد کی تعمیر کے کام میں لایا گیا۔

قولہ: فَصُفِّفَ النَّخْلُ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ: یعنی مسجد میں قبلہ کی جانب کھجوروں کے تنوں کو بطور ستون قائم کر دیا گیا اور باب

---

[1] جن کا نام ایک روایت کے مطابق سہل اور سہیل تھا جو اسعد بن زرارہ کی تربیت میں تھے، ویسے ان دونوں کی تعیین میں علماء رجال کا اختلاف ہے جس کو ابن الاثیر جزری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ (هامش بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٢٨٨)

[2] سنن أبي داود - كتاب الخراج والإمارة والفيء - باب نبش القبور العادية يكون فيها المال ٣٠٨٨

مسجد کی دونوں جانبوں میں چوکھٹ کے طور پر پتھر نصب کر دیئے گئے۔

قولہ: وَهُمْ يَرْتَجِزُونَ: جب صحابہ کرام مسجد کی تعمیر کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے تو ذوق وشوق میں یہ رجز پڑھ رہے تھے اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ الخ، رجز شعر کی ایک قسم ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ باقاعدہ شعر نہیں ہوتا بلکہ وہ کلام موزون کی ایک قسم ہے جیسے ترانہ ہوتا ہے۔

٥٥ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ مَوْضِعُ الْمَسْجِدِ حَائِطًا لِبَنِي النَّجَّارِ، فِيهِ حَرْثٌ وَنَخْلٌ، وَقُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «ثَامِنُونِي بِهِ» فَقَالُوا: لَا نَبْغِي بِهِ ثَمَنًا، فَقَطَعَ النَّخْلَ وَسَوَّى الْحَرْثَ وَنَبَشَ قُبُورَ الْمُشْرِكِينَ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ: «فَاغْفِرْ» مَكَانَ «فَانْصُرْ»، قَالَ مُوسَى: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، بِنَحْوِهِ، وَكَانَ عَبْدُ الْوَارِثِ، يَقُولُ: خَرِبٌ، وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ، أَنَّهُ أَفَادَ حَمَّادًا هَذَا الْحَدِيثَ.

ترجمہ انس بن مالکؓ کہتے ہیں مسجد نبوی کی جگہ بنو النجار کا باغ تھا اس میں انکی کھیتی، کھجور کے درخت اور مشرکین کی قبریں تھیں چنانچہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا کہ مجھ سے اس باغ کا بھاؤ تاؤ کر لو تو انہوں نے کہا ہم (آپ سے ثمن کا) مطالبہ نہیں کرتے (بلکہ ثواب کی نیت سے بلا معاوضہ دیتے ہیں) چنانچہ درخت کاٹ دیئے گئے اور اور کھیتی کی جگہ برابر کر دی گئی اور مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں اور (پھر اس کے بعد) حماد بن سلمہ نے مکمل حدیث (اسی طرح) بیان کی (جس طرح عبد الوارث نے بیان کی تھی) اور حماد بن سلمہ نے فانصر کی جگہ فاغفر کہا۔ موسی استاد کہتے ہیں عبد الوارث نے بھی حدیث اسی طرح بیان کی جس طرح حماد بن ابی سلمہ نے بیان کی تھی (اور موسیٰ بن اسماعیل نے یہ بھی کہا کہ) عبد الوارث راوی خَرِبٌ کہتے تھے (جبکہ حماد بن سلمہ استاد نے حرث کہا تھا) اور عبد الوارث کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ حدیث حماد کو پہنچائی ابو التیاح سے روایت کر کے پھر حماد بن سلمہ یہ حدیث عبد الوارث سے حاصل کرنے کے بعد ابو التیاح کے پاس سفر کر کے گئے اور ان سے اس حدیث کا سماع کیا۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (٢٣٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤١٨) صحيح البخاري - الصلاة (٤١٩) صحيح البخاري - الحج (١٧٦٩) صحيح البخاري - البيوع (٢٠٠٠) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦١٩) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢٢) صحيح البخاري - الوصايا (٢٦٢٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٢٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٥٠) سنن النسائي - المساجد (٧٠٢) سنن أبي داود - الصلاة (٤٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٤/٣)

شرح الحدیث حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ... قولہ: وَسَاقَ الْحَدِيثَ: ساق کی ضمیر حماد بن سلمہ کیطرف راجع ہے جو ابو التیاح کے شاگرد ہیں، اس سے پہلی سند میں ان کے شاگرد عبد الوارث تھے اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جب سند میں اس طرح کی عبارت آئے تو ضمیر اس راوی کی طرف راجع ہوگی جو نیا راوی اس دوسری سند میں آئے اور وہ یہاں حماد بن سلمہ ہیں، حماد کی روایت میں فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ کے بجائے فَاغْفِرِ الْأَنْصَارَ ہے نیز اس دوسری روایت میں بجائے لفظ خرب کے حرث ہے (کھیتی)۔

شرح السند: قولہ: وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ، أَنَّهُ أَفَادَ حَمَّادًا هَذَا الْحَدِيثَ: اس جملہ کی تشریح یہ ہے کہ اس دوسری سند میں حماد براہ راست روایت کر رہے ہیں ابو التیاح سے اور پہلی سند میں ابو التیاح سے روایت کرنے والے عبد الوارث تھے جس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ عبد الوارث اور حماد دونوں رفیق ہیں اور ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں لیکن عبد الوارث یہ کہہ رہے ہیں کہ شروع میں یہ حدیث حماد نے مجھ سے ہی حاصل کی تھی لہذا حماد عبد الوارث کے شاگرد ہوئے نہ کہ رفیق، لیکن پھر بعد میں یہ ہوا کہ حماد نے ترقی کر کے حدیث اپنے استاذ الاستاذ یعنی ابو التیاح سے حاصل کر لی اس لئے حماد اس حدیث کو براہ راست ابو التیاح سے روایت کرنے لگے اسی ترقی کا نام علو سند ہے۔

١٥ - بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ

یہ باب ہے محلوں اور قبیلوں میں مساجد بنانے کے بیان میں

٤٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ، وَأَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے محلوں اور قبیلوں میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور (اس بات کا حکم دیا کہ ان مساجد کو) پاک صاف کیا جائے اور خوشبو دار کیا جائے۔

تخریج: جامع الترمذي - الجمعة (٥٩٤) سنن أبي داود - الصلاة (٤٥٥) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٥٩)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ... قولہ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ: دور، دار کی جمع ہے جس کے معنی بیت اور منزل کے بھی آتے ہیں اور محلہ وقبیلہ کے بھی، ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں، یعنی ہر ہر محلہ میں مسجدیں بنانی چاہئیں اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوگا تو ایک محلہ والے دوسرے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے جائیں گے اور فاصلہ کی وجہ سے جماعت کے فوت ہونے کا اندیشہ رہے گا، لہذا حسب ضرورت ہر ہر محلہ میں مسجدیں ہونی چاہئیں اور اگر حدیث میں دار سے پہلے معنی مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر گھر میں ایک مخصوص جگہ نماز کیلئے بھی ہونی چاہئے، مثلاً کوئی چبوتری یا چوکی، آدمی جس طرح مکان میں اپنی دوسری ضرورت کی چیزیں تعمیر کراتا ہے، غسل خانہ باورچی خانہ وغیرہ، تو نماز کیلئے بھی کوئی خاص جگہ ہونی چاہئے جس کو نماز ہی پڑھنے کے لئے صاف اور ستھرا رکھا جائے، لیکن اس صورت میں مسجد سے مسجد شرعی مراد نہ ہوگی بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں مسجد شرعی مراد ہے۔

٤٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سَمُرَةَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْمَسَاجِدِ أَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا، وَنُصْلِحَ صَنْعَتَهَا وَنُطَهِّرَهَا».

ترجمہ: سلیمان بن سمرہ اپنے والد سمرہ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سمرہ بن جندب نے اپنے بیٹے کو خط لکھا (جس کا مضمون یہ تھا) اما بعد بے شک رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں اور انکی عمارت کو خوبصورت بنائیں اور ان کو پاک صاف رکھیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٥٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٧/٥)

شرح الحدیث

صحیفہ سمرہؓ کی پہلی حدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ...... قوله:

أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ: اس حدیث کو خبیب اپنے باپ سلیمان سے اور سلیمان اپنے باپ سمرہ بن جندبؓ صحابی سے روایت کرتے ہیں اس کتاب میں اسی سند سے اور اسی طرز پر کل چھ حدیثیں ہیں اور مسند بزار میں اس طرح کی تقریباً سو حدیثیں ہیں، دراصل یہ ایک صحیفہ ہے، صحیفہ سمرہ کے نام سے جس میں انہوں نے بہت سی حدیثیں جمع کر کے اپنے بیٹوں کے پاس بھیجی تھیں، اس کی جملہ احادیث ایک ہی سند سے مروی ہے اسی لئے وہ سند صحیفہ کے شروع میں لکھدی گئی ہے صحیفہ کے شروع میں سند کے ساتھ لفظ أَمَّا بَعْدُ بھی ہے، اب جو مصنف اس صحیفہ سے کوئی سی حدیث لیتا ہے تو شروع میں جو سند ہے اس کو لے لیتا ہے اسی لئے ہر جگہ اس صحیفہ کی حدیث میں لفظ اما بعد ملتا ہے، یہ بات مقدمۃ الکتاب میں بھی آگئی ہے کتابت حدیث کی بحث میں، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ محدثین کے یہاں یہ سند ضعیف شمار ہوتی ہے کیونکہ اس کی سند کے راوی سب مجہول اور غیر معروف ہیں، بذل میں لکھا ہے قال ابن القطان: ما من هؤلاء من يعرف حاله [1]۔

١٦ - بَابٌ فِي السُّرُجِ فِي الْمَسَاجِدِ

یہ باب ہے مساجد کو چراغ کے ذریعہ روشن کرنے کے بیان میں

مساجد میں چراغ روشن کرنا، ابن رسلانؒ شارح ابی داود لکھتے ہیں: وأول من أسرج في المساجد تميم الداري [2]۔

٤٥٧ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سَوْدَةَ، عَنْ مَيْمُونَةَ، مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَ: «ائْتُوهُ فَصَلُّوا فِيهِ» وَكَانَتِ الْبِلَادُ إِذْ ذَاكَ حَرْبًا، «فَإِنْ لَمْ تَأْتُوهُ وَتُصَلُّوا فِيهِ، فَابْعَثُوا بِزَيْتٍ يُسْرَجُ فِي قَنَادِيلِهِ».

ترجمہ: حضرت میمونہؓ جو رسول اللہ ﷺ کی باندی اور خادمہ تھیں انہوں نے (حضور ﷺ سے) پوچھا اے اللہ کے رسول ہمیں بیت المقدس کے بارے میں فتوی دیں (کہ اسکی طرف سواری پر سفر کر کے جاکر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟) تو حضور

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٢٩٣
2. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: «أَوَّلُ مَنْ أَسْرَجَ فِي الْمَسَاجِدِ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ» (سنن ابن ماجه - كتاب المساجد والجماعات - باب تطهير المساجد وتطيبها ٧٦٠)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ وہاں جاؤ اور نماز پڑھو اس زمانہ میں ان علاقوں میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ جاری تھی...... حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اگر تم بیت المقدس جاکر نماز نہ پڑھ سکو تو زیتون کا تیل وہاں بھجوا دو جو بیت المقدس کی مسجد کے چراغوں میں جلایا جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٥٧) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٤٦٣)

شرح الحدیث: قوله: قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ: ایک عورت نے آپ سے سوال کیا کہ بیت المقدس کے بارے میں ہمیں حکم شرعی سے آگاہ کیجئے، یعنی یہ کہ ہم وہاں سفر کرکے جاسکتے ہیں اور اس میں نماز وغیرہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ہاں! وہاں تم جاسکتی ہو اور اس میں نماز پڑھ سکتی ہو آگے راوی کہتا ہے وَكَانَتِ الْبِلَادُ إِذْ ذَاكَ حَرْبًا یعنی اس وقت تک اہل اسلام اور اہل شام کے درمیان حرب قائم تھی، ملک شام جہاں بیت المقدس ہے مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تھا کسی مسلمان کا وہاں جانا دشوار تھا اسی لئے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا فَإِنْ لَمْ تَأْتُوهُ وَتُصَلُّوا فِيهِ الخ کہ اگر تم وہاں نہ جا سکو تو ایسا کرو کہ کسی ذریعہ سے وہاں روغن زیتون بھیج دو جو بیت المقدس کے قنادیل اور چراغوں میں جلایا جائے، اس حدیث سے مسجد میں چراغ روشن کرنے کی مشروعیت ثابت ہورہی ہے، نیز اس سے مساجد میں تیل بھیجنے کی اصلیت بھی ثابت ہوئی جیسا کہ عام طور سے عورتیں مساجد میں تیل بھیج دیا کرتی ہیں، معلوم ہوا کہ یہ بے اصل نہیں ہے۔

١٧- بَابٌ فِي حَصَى الْمَسْجِدِ

مسجد میں چھوٹی کنکریاں بچھانے کا حکم

حصٰی جمع ہے حصاۃ کی "الاحجار الصغار" (کنکریاں) مطلب یہ ہے کہ مسجد میں کنکریاں بچھا سکتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں جیسا کہ حدیث الباب سے معلوم ہورہا ہے۔

٤٥٨ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّامِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْحَصَى الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: مُطِرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ مُبْتَلَّةً، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْحَصَى فِي ثَوْبِهِ، فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَالَ: «مَا أَحْسَنَ هَذَا».

ترجمہ: ابو الولید کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے دریافت کیا کہ جو کنکریاں مسجد میں بچھائی جاتی ہیں (کیا اس کے متعلق حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی کوئی حدیث ہے اور کیا یہ عمل جائز ہے؟) عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا ایک رات ہم پر بارش ہوئی تو مسجد کی زمین گیلی ہوگئی پس نماز پڑھنے والا شخص اپنے کپڑوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں لاتا اور اس کو اپنے نیچے بچھالیتا (تاکہ اس کے کپڑے گیلے اور خراب نہ ہوں) پس نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تم نے خوب کیا۔

شرح الحديث قوله: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْحَصَى الَّذِي فِي الْمَسْجِدِ؟ مسجد نبوی کے صحن میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں، چٹائیوں اور صفوں کا تو اس وقت دستور نہ تھا اس کے بارے میں ایک تابعی نے ابن عمرؓ سے دریافت کیا کہ یہ جو مسجد نبوی میں کنکریاں بچھی ہوئی ہیں یہ کب سے بچھی ہیں اور اس کا کیا منشا ہوا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ مدینہ منورہ میں رات میں بارش ہوئی مسجد کا سارا صحن پانی سے تر ہو گیا تو لوگوں نے یہ کیا کہ اپنے پلوں میں کنکریاں بھر کر مسجد میں ساتھ لے گئے اور ہر شخص نے اپنے نماز پڑھنے کی جگہ میں ان کو پھیلا کر ان پر نماز پڑھی تا کہ کپڑے نہ بھیگیں، حضور ﷺ نے نماز سے فراغ پر جب ان کنکریوں کو دیکھا تو فرمایا مَا أَحْسَنَ هٰذَا کہ یہ تم نے کیا ہی اچھا کیا، غرضیکہ اس وقت سے یہ کنکریاں بچھی چلی آرہی ہیں، میں کہتا ہوں کہ ۱۳۹۳ھ میں جب ہم پہلی بار حج کیلئے حاضر ہوئے اس وقت تک یہ کنکریوں کا سلسلہ قائم رہا مسجد حرام میں بھی اور مسجد نبوی میں بھی لیکن پورے صحن میں نہیں بلکہ اس کے بعض حصوں میں، گویا یہ قدیم یادگار چلی آرہی تھی، لیکن چند سال بعد جب ہماری پھر حاضری ہوئی تو دیکھا وہاں سے ان کنکریوں کو اٹھا دیا گیا تھا اور اس کے بجائے پختہ فرش بنا دیا گیا، وجہ اسکی یہ سننے میں آئی تھی کہ عورتیں اپنے ساتھ گود کے بچوں کو نماز کے وقت جب حرم لیجاتی تھیں تو بچوں کی نجاست پیشاب وغیرہ وہ کنکریوں کے اندر دبا دیتی تھیں اس لئے وہاں کے منتظمین نے یہ کنکریوں کا سلسلہ ہی ختم کر دیا" إنا لله وإنا إليه راجعون، فإلي الله المشتكي" حضور ﷺ کے زمانہ کی ایک نشانی ختم ہو گئی۔

۴۵۹- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: "كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُهُ"

ترجمہ ابو صالح سے روایت ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص مسجد سے کنکریاں نکالتا ہے تو وہ کنکر اُسے اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہے کہ مجھے مسجد سے مت نکالو۔

شرح الحديث قوله: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ يُنَاشِدُهُ: اگر کوئی شخص مسجد سے کنکری باہر نکالتا ہے یعنی اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیتا ہے یا اٹھا کر اپنے ساتھ مسجد سے باہر لے آتا ہے تو وہ کنکری اس سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتی ہے کہ تو مجھے یہاں سے مت نکال، کنکری کا یہ سوال کرنا یا تو اس لئے ہے کہ مسجد پاک اور صاف ستھری جگہ ہے اس لئے وہاں سے نکلنا نہیں چاہتی، یا اس لئے کہ مسجد رحمت وبرکت اور عبادت کی جگہ ہے لوگ اس پر نماز پڑھتے ہیں اور باہر جانے کے بعد وہ ان سب چیزوں سے محروم ہو جائے گی، نیز یہ کنکری کا سوال کرنا ہو سکتا ہے بلسان قال اور حقیقۃً ہو جس کی کیفیت سے ہم ناواقف ہیں، چنانچہ جمہور سلف کی رائے جمادات اور حیوانات کی تسبیح کے بارے میں یہی ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ[1]، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ سوال بلسان حال ہو گویا کنکری کی موجودہ حالت مسجد میں پڑے

[1] اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی (سورۃ الإسراء ٤٤)

ہوئے ہونے کی اس بات کو مقتضی ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اس کو وہیں رہنے دیا جائے گو زبان سے وہ نہ کہہ سکے، یہاں پر روایت میں یہ ہے كَانَ يُقَالُ یعنی صحابہ آپس میں یہ کہتے تھے کہ جب کوئی کنکری کو مسجد سے نکالتا ہے تو وہ یوں کہتی ہے لیکن ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام یہ بات قیاس سے تو کہہ نہیں سکتے انہوں نے آپ ﷺ ہی سے سنا ہوگا لہذا یہ حدیث حکم میں مرفوع کے ہے اس سے آگے جو حدیث آرہی ہے اس میں بھی اس حدیث کے مرفوع ہونے کا ذکر ہے گو تردد کے ساتھ۔

٤٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الصَّاغَانِيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، حَدَّثَنَا أَبُو حَصِينٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو بَدْرٍ: أُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الْحَصَاةَ لَتُنَاشِدُ الَّذِي يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ».

ترجمہ ابوبدر راوی کہتے ہیں میرے خیال میں یہ حدیث مرفوع ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کنکر کو کوئی شخص مسجد سے باہر نکالتا ہے تو وہ کنکر اس کو اللہ پاک کے نام کا واسطہ دے کر کہتا ہے کہ مجھے مسجد سے نہ نکالو۔

١٨ - بَابٌ فِي كَنْسِ الْمَسْجِدِ

مسجد کی جھاڑو دینے کا بیان

یعنی مسجد میں جھاڑو دینا مکنسہ آلہ کنس یعنی جھاڑو۔

٤٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْحَكَمِ الْخَزَّازُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوبُ أُمَّتِي، فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أُوتِيهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَهَا».

ترجمہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: مجھ پر میری امت کے اعمال کے اجرو ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص مسجد سے خس وخاشاک (ہر وہ چیز جو نمازیوں کو تکلیف پہنچائے) نکالے اس کا ثواب بھی مجھ پر پیش کیا گیا اور مجھ پر میری امت کے گناہوں کو پیش کیا گیا پس میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن کی سورت یا آیت عطاء کی گئی پھر اس نے اس کو بھلا دیا۔

تخریج جامع الترمذي - فضائل القرآن (٢٩١٦) سنن أبي داود - الصلاة (٤٦١)

شرح الحديث قوله: عُرِضَتْ عَلَيَّ أُجُورُ أُمَّتِي حَتَّى الْقَذَاةُ: أي أجور أعمال أمتي، بحذف مضاف [1] اور مسلم شریف

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٣٠١

کی روایت میں ہے عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي [1]، اب دونوں میں کوئی منافات نہیں جس طرح اجور پیش ہو سکتے ہیں اسی طرح اعمال بھی۔

اور عرض سے مراد یا تو احاطہ علمی ہے کہ ان چیزوں کو آپ کے علم میں لایا گیا، اور یہ عرض اپنی حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے اس طور پر کہ اعمال حسنہ کو اچھی صورت شکل میں پیش کیا گیا ہو اور اعمال سیئہ کو گھٹیا صورت میں جیسا کہ وزن اعمال میں بھی ایک قول یہی ہے، اب رہی یہ بات کہ یہ عرض کب ہوا اور کہاں ہوا؟ ہو سکتا ہے کہ لیلۃ المعراج میں ہوا ہو یا کسی اور موقعہ پر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

قوله: حَتَّى القَذَاةُ: قذاۃ اس خس وخاشاک کو کہتے ہیں جو آنکھ یا پانی یا کسی پینے کی چیز میں گر جاتا ہے جو بہت معمولی سا ہوتا ہے، اس میں بڑا مبالغہ ہے مساجد کو صاف رکھنے میں، کہ جب اتنی ذرا سی چیز کے دور کرنے میں ثواب ہے تو اس سے زائد میں بطریق اولیٰ ہوگا۔

قوله: فَلَمْ أَرَ ذَنْبًا أَعْظَمَ مِنْ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ الخ: یعنی مجھ پر میری امت کے گناہ بھی پیش کئے گئے تو میں نے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے قرآن کی کوئی سورت یا آیت یاد کی ہو اور پھر اس کو بھول گیا ہو۔

بعض اشکال وجواب: یہاں پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ایک دوسری حدیث میں اعظم الذنوب شرک باللہ کو قرار دیا گیا ہے، چنانچہ وارد ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا، وَهُوَ خَلَقَكَ [2]، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، ایک یہ کہ اس حدیث میں تمام گناہوں سے اعظم مراد نہیں بلکہ بالنسبة إلى الصغائر یعنی صغیرہ گناہوں میں سب سے بڑا یہ ہے، یا یہ کہا جائے مراد یہ ہے کہ نسیان علم پر مرتب ہونے والے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ نسیان قرآن ہے، ایک دوسرا اشکال یہاں یہ ہوتا ہے کہ نسیان تو شریعت میں معاف ہے پھر اس پر مواخذہ کیوں؟ جواب یہ ہے کہ دو چیزیں ہیں ایک بھول جانا اور ایک بھلا دینا، یہاں ثانی مراد ہے اور مطلب ثُمَّ نَسِيَهَا کا یہ ہے ثم ترکها حتی نسیها، اور ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ نسیان سے مراد عدم الإیمان بها [3] ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا [4]۔

نسیان قرآن کا حکم: پھر جاننا چاہئے کہ اسمیں فقہاء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ نسیان آیت کیسا ہے منہل [5] میں لکھا ہے

---

[1] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها ٥٥٣

[2] الجامع لشعب الإيمان للبيهقي - ج ١ ص ٤٥٢

[3] تركها ولم تؤمن بها (تفسير الجلالين ص ٤٢١)

[4] نہیں پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں پھر تو نے ان کو بھلا دیا (سورۃ طٰہٰ ١٢٦)

[5] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٧٠

کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کے یہاں حرام [1] اور گناہ کبیرہ ہے، البتہ امام مالکؒ کے نزدیک ماتصح بہ الصلوۃ سے زائد یاد کرنا مستحب ہے ابتداء بھی اور دواماً بھی، لہذا اس کا نسیان ان کے یہاں صرف مکروہ ہے۔

١٩ ۔ بَابٌ فِي اعْتِزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ

مسجد میں عورتوں کا مردوں سے الگ تھلگ رہنے کا بیان

حضور ﷺ کے زمانہ میں چونکہ عورتیں مسجد میں مردوں کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتی تھیں اس لئے اس سے متعلق یہ باب ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ ان کا مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہونے پائے۔

٤٦٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ»، قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ، حَتَّى مَاتَ، وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ أَصَحُّ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ہم اس دروازہ کو عورتوں کیلئے چھوڑ دیں (باب النساء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ پھر وفات تک اس دروازہ سے داخل نہیں ہوئے۔ عبدالوارث راوی کے علاوہ راویوں نے کہا کہ یہ روایت حضرت عمرؓ کا اثر موقوف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نہیں اور یہی بات زیادہ صحیح ہے۔

٤٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمَعْنَاهُ، وَهُوَ أَصَحُّ.

ترجمہ: نافع نے کہا حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا اور یہی بات زیادہ صحیح ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس دروازہ سے داخل ہونے کو منع فرمایا تھا۔

٤٦٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، «كَانَ يَنْهَى أَنْ يُدْخَلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ».

ترجمہ: نافع کہتے ہیں کہ عمرؓ بن الخطاب مردوں کو منع کرتے تھے کہ وہ باب النساء سے داخل ہوں۔

---

[1] کتاب الصلوۃ کے اواخر میں ایک باب آرہا ہے بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ حَفِظَ الْقُرْآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ اور اس کے ذیل میں مصنفؒ سعد بن عبادہ کی یہ حدیث مرفوع لائے ہیں مَا مِنِ امْرِئٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، ثُمَّ يَنْسَاهُ، إِلَّا لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجْذَمَ (رقم الحديث ١٤٧٤)، اس پر حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک نسیان سے مراد یہ ہے کہ اس کو بالغیب یعنی حفظاً نہ پڑھ سکے اور حنفیہ کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اتنا بھلا دے کہ بالنظر بھی نہ پڑھ سکے، واللہ تعالیٰ اعلم (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٧ ص ٣١٥)۔

شرح الاحادیث قولہ: لَوْ تَرَكْنَا هٰذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ: حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے ایک دروازے کی کیطرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر اس دروازے کو ہم عورتوں کے لئے چھوڑ دیں تو کیا ہی اچھا ہے یعنی اس دروازے سے مسجد میں آنا جانا صرف عورتوں کو ہو مرد اپنا آنا جانا دوسرے دروازے سے رکھیں، اس وقت تو مسجد نبوی میں باب کئی ہیں تقریباً سات آٹھ ہوں گے، لیکن اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت کم از کم دو دروازے تھے، منہل میں لکھا ہے کہ جس دروازے کیطرف اس حدیث میں اشارہ ہے یہ وہ دروازہ ہے جو تحویل قبلہ کے بعد شمالی جانب جس طرف بیت المقدس ہے کھولا گیا تھا[1]، کیونکہ پہلے تو اس طرف قبلہ تھا، اب جب قبلہ مکہ کی جانب ہو گیا جو کہ مدینہ سے جانب جنوب میں ہے تو اس کی جانب مقابل شمال میں دروازہ کھولا گیا تھا۔

قولہ: قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ: نافع ابن عمرؓ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد ابن عمرؓ مرتے دم تک کبھی اس دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شدید الاتباع بالسنة تھے، اس سے بطور مفہوم مخالف کے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ غیر ابن عمرؓ اس دروازے سے داخل ہوتے تھے، سو اول تو یہ کوئی ضروری نہیں، تخصیص ذکری تخصیص حکم کو مستلزم نہیں اور اگر مان بھی لیں تو ہو سکتا ہے کہ دوسرے صحابہ غیر اوقات صلاۃ میں اس دروازے سے داخل ہوتے ہوں اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ نے حضور ﷺ سے اس سلسلہ میں منع عن الدخول کی کوئی صریح ممانعت نہیں سنی تھی اس لئے داخل ہوتے تھے۔

قولہ: وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ: قَالَ عُمَرُ: وَهُوَ أَصَحُّ: اس حدیث میں جو رواۃ کا اختلاف ہے، مصنفؒ اسکو بیان کر رہے ہیں۔

مصنفؒ کی رائے اور اس پر نقد: وہ یہ کہ اس حدیث میں ایوب کے دو شاگرد ہیں ایک عبد الوارث جو پہلی سند میں ہیں دوسرے اسماعیل جو دوسری سند میں آرہے ہیں اول الذکر نے اس حدیث کو مرفوع قرار دیا اور مؤخر الذکر نے موقوف، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا موقوف علی عمرؓ ہونا زیادہ صحیح ہے بنسبت مرفوع ہونے کے، اس کے بعد مصنفؒ نے وہ دوسری روایت ذکر کی جو موقوف ہے اس کے بعد پھر ایک اور روایت ذکر کی أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَنْهَى الخ مصنفؒ کی غرض ان دونوں روایتوں کو ذکر کرنے سے وقف کو رفع پر ترجیح دینا ہے، لیکن اس میں اشکال ہے اس لئے کہ اسماعیل کی روایت منقطع ہے نافع کا سماع عمرؓ سے ثابت نہیں، نیز عمرؓ کے منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور ﷺ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو، نیز عبد الوارث جو اس کو مرفوعاً نقل کر رہے ہیں وہ ثقہ ہیں ان کی سند بھی متصل ہے، فکیف ترجیح الوقف (من البذل[2])۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٧١

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٣٠٤

٢٠ - بَابُ فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ

باب ہے اس بیان میں کہ آدمی مسجد میں داخل ہوتے وقت کون سی دُعا پڑھے

دخول مسجد کے وقت جو دعا پڑھنا چاہئے اس کا بیان۔

٤٦٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ".

ترجمہ: عبد الملک بن سعید بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے ابو حمید یا ابو سید انصاریؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیجے پھر یہ دعا پڑھے: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب (مسجد سے) نکلے تو یہ دُعا پڑھے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧١٣) سنن النسائي - المساجد (٧٢٩) سنن أبي داود - الصلاة (٤٦٥) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٧٢) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٩٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢٥/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٩٤) سنن الدارمي - الاستئذان (٢٦٩١)

شرح الحدیث: قوله: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ: اسی طرح شک کے ساتھ مسلم کی روایت میں ہے، بظاہر یہ شک خود عبد الملک کو اپنے بارے میں ہو رہا ہے کہ میں نے ان دونوں میں سے کسی ایک سے یہ حدیث سنی، اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں صرف عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ ہے اور ایک روایت میں دونوں سے روایت ہے: عن أبي حميد وأبي أسيد يقولان (منہل [1]) یہ ابو حمید الساعدیؓ مشہور صحابی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے اور ابو اسید کا نام مالک بن ربیعہ ہے، ابو اسید بضم الہمزہ مصغراً یہ بھی ساعدی ہیں، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں وقیل بفتح الہمزہ، احقر کہتا ہے کہ ابو اسید بفتح الہمزہ دوسرے صحابی ہیں ابو اسید بن ثابت الانصاری جن کا نام عبد اللہ ہے اور ایک اور راوی ہیں عطاء بن اسید یہ بھی بفتح الہمزہ ہے (کذا فی الفیض السمائی)۔

قوله: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ الخ: جب آدمی مسجد میں داخل ہو تو اولاً حضور ﷺ پر سلام بھیجے اور پھر یہ دعا پڑھے اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، ابن السنیؒ نے بروایۃ انسؓ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تھے قَالَ: «بِسْمِ اللهِ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ». اسی طرح جب مسجد سے باہر آتے تو یہی پڑھتے [2]، مسند احمد اور ابن ماجہ کی ایک

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٧٤

[2] عمل اليوم والليلة لابن السني رقم الحديث ٨٨ ص ٧٢

حدیث میں فاطمۃ الزہراءؓ سے روایت ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو پڑھتے بِسْمِ اللهِ، وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللهِ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، اور اسی طرح مسجد سے باہر آنے کیوقت بھی یہی پڑھتے اور بجائے أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کے أَبْوَابَ فَضْلِكَ پڑھتے [1]، نیز ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ مسجد سے باہر آنے کے وقت حضور ﷺ پر سلام بھیجنے کے بعد یہ پڑھے اللّٰهُمَّ اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ [2]۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ خود جناب رسالت مآب ﷺ اپنے اوپر سلام بھیجتے تھے اس کے بارے میں شراح نے تو یہاں کچھ نہیں لکھا، بظاہر اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں: ① آپ تعلیماً للامۃ ایسا کرتے تھے، ② خود نبی کو اپنی نبوت اور رسالت پر ایمان لانا واجب ہے بلکہ سب سے پہلے تو وہی اس بات کا مکلف ہوتا ہے کہ وہ اپنی نبوت پر ایمان لائے اور اس پر یقین رکھے، علی ہذا القیاس دوسری چیزیں بھی اسی میں آگئیں اپنے مقام رسالت کی تعظیم اور تکریم اور صلاۃ وسلام بھیجنا وغیرہ اور یہ اس لئے کہ رسول میں وصف نبوت ورسالت کے علاوہ ایک حیثیت بشر اور ابن آدم ہونے کی ہے، تو نبی اپنی اس دوسری حیثیت کے لحاظ سے اپنی ذات کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو ایک امتی کو اپنے نبی کے ساتھ کرنا چاہئے۔

٤٦٦ - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، فَقُلْتُ لَهُ: بَلَغَنِي أَنَّكَ حَدَّثْتَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: «أَعُوذُ بِاللهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ»، قَالَ: أَقَطْ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِذَا قَالَ: ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حُفِظَ مِنِّي سَائِرَ الْيَوْمِ.

ترجمہ: حیوہ بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن مسلم سے ملاقات کی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں اور وہ نبی اکرم ﷺ سے کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ مسجد داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: أَعُوذُ بِاللهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ عقبہ نے کہا کیا یہ حدیث اتنی ہی ہے (جو میری طرف سے تمہیں پہنچی ہے) میں نے کہا ہاں (مجھے آپکی طرف سے اتنی ہی حدیث پہنچی ہے) عقبہ کہتے ہیں جب دعا پڑھنے والا یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے یہ شخص مجھ سے پورے دن کیلئے محفوظ ہو گیا۔

شرح الحدیث: قوله: فَقُلْتُ لَهُ: بَلَغَنِي أَنَّكَ حَدَّثْتَ الخ: حیوہ بن شریح کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن مسلم سے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایک حدیث مرفوع بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے (جو کتاب میں مذکور ہے) تو انہوں نے اس کی تصدیق کی، لیکن انہوں نے ساتھ یہ

---

[1] سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد والجماعات - باب الدعاء عند دخول المسجد ٧٧١

[2] سنن ابن ماجہ - کتاب المساجد والجماعات - باب الدعاء عند دخول المسجد ٧٧٣

بھی فرمایا کہ کیا تمہیں بس اتنی ہی حدیث پہنچی ہے؟ میں نے کہا ہاں اس پر انہوں نے فرمایا کہ نہیں اس میں آگے کچھ اور بھی ہے وہ یہ کہ فَإِذَا قَالَ: ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ الخ یعنی جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہونے کے وقت دعا مذکور پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص پورے دن کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا۔

ادعیۂ ماثورہ کا اہتمام: سبحان اللہ کیا اچھی دعا ہے، لہذا اس دعا کو مسجد میں داخل ہونے کے وقت ضرور پڑھنا چاہئے بلکہ تمام ہی ادعیۂ ماثورہ کا ان کے معانی اور فوائد کے استحضار کے ساتھ ہمیشہ یاد رکھنے اور پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

٢١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ

باب ہے ان احادیث کے بیان میں جو تحیۃ المسجد کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

٤٦٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ».

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرلے۔

٤٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ زَادَ: «ثُمَّ لِيَقْعُدْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ أَوْ لِيَذْهَبْ لِحَاجَتِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو قتادہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل حدیث کی طرح حدیث بیان کرتے ہیں اور (اس سند میں مذکورہ راوی) ابو عمیس نے (مالک راوی کی حدیث پر) اس جملہ کا اضافہ فرمایا پھر اسے چاہئے (تحیۃ المسجد کی دو رکعات پڑھنے کے بعد) اگر چاہے تو بیٹھ جائے یا اسے چاہئے کہ اپنی ضرورت (کو پورا کرنے) کیلئے چلا جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٣٣) صحيح البخاري - الجمعة (١١١٤) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧١٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣١٦) سنن النسائي - المساجد (٧٣٠) سنن أبي داود - الصلاة (٤٦٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠١٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٣/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١١/٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٩٣)

شرح الأحاديث: قوله: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ: اس باب اور حدیث سے مصنفؒ نے تحیۃ المسجد کو ثابت کیا، اس حدیث میں پانچ بحثیں ہیں۔

حدیث سے متعلق مباحث خمسہ: ① تحیۃ المسجد کا حکم، ② تحیۃ المسجد کس شخص کیلئے ہے؟ ③ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے اگر بیٹھ جائے تو اس جلوس سے تحیۃ المسجد فوت ہوتی ہے یا نہیں؟ ④ کیا یہ نماز

اوقات مکروہہ میں بھی پڑھی جائے گی یا نہیں؟ ⑤ جن علماء کے یہاں تنفل بر کعۃ جائز ہے تو کیا ان کے نزدیک ایک رکعت سے تحیۃ المسجد اداء ہو گی یا نہیں؟

بحث اول (تحیۃ المسجدکا حکم): تحیۃ المسجد عند الجمہور مستحب ہے اور عند الظاہریہ واجب ہے لیکن ابن حزمؒ اس میں جمہور کے ساتھ ہیں، وہ سنیت کے قائل ہیں ظاہریہ صیغہ امر سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور نے حدیث اعرابی هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ [1] وغیرہ احادیث سے استدلال کیا، نیز طحاوی شریف میں ایک روایت ہے عبد اللہ بن بسر صحابی سے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور تخطی رقاب کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا تو اس پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ [2] حالانکہ اس نے ابھی تک تحیۃ المسجد نہیں پڑھی تھی۔

بحث ثانی (تحیۃ المسجد کے مخاطب): امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تحیۃ المسجد کا حکم اس شخص کیلئے ہے جو مسجد میں داخل ہو بقصد جلوس، اور جس شخص کا ارادہ بیٹھنے کا نہ ہو بلکہ صرف عبور و مرور مقصود ہو تو اس کے لئے نہیں، بظاہر انہوں نے یہ قید جلوس لفظ حدیث قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ سے مستنبط کی ہے، اور جمہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک تحیۃ المسجد کا حکم ہر شخص کے لئے ہے چاہے مسجد میں بیٹھنے کے ارادے سے داخل ہوا ہو یا ویسے ہی۔

بحث ثالث (جلوس کا تحیۃ المسجد پر اثر): حنابلہ کے نزدیک جلوس طویل سے فوت ہوتی ہے قصیر سے نہیں اگر عمداً ہو اور شافعیہ کے نزدیک جلوس طویل سے نیز جلوس قصیر سے بھی اگر عمداً ہو اور حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مطلقاً فوت نہیں ہوتی بیٹھنے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں۔

بحث رابع (مکروہ اوقات میں تحیۃ المسجد کا حکم): امام شافعیؒ کے نزدیک اوقات مکروہہ اور غیر مکروہہ سب میں پڑھی جائے گی باقی ائمہ ثلاث کے نزدیک صرف اوقات غیر مکروہہ میں، لہٰذا جو شخص مسجد میں اوقات منہیہ میں داخل ہو تو اس کیلئے تحیۃ المسجد کا بدل ذکر اللہ ہے۔

بحث خامس (تحیۃ المسجد تنفل برکعۃ): امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک اگرچہ تنفل برکعۃ جائز ہے لیکن ان کے اصح قول میں تحیۃ المسجد برکعۃ کافی نہیں اس لئے کہ حدیث میں رکعتین کی قید مذکور ہے۔

فائدہ: تحیۃ المسجد کے حکم سے مسجد حرام مستثنیٰ ہے اس لئے کہ اس مسجد کا تحیہ نماز نہیں بلکہ طواف ہے جیسا کہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے الا یہ کہ کسی شخص کا ارادہ داخل ہوتے ہی فوراً طواف کا نہ ہو بلکہ بیٹھنے کا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھنے سے پہلے رکعتین پڑھ لے۔

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الإیمان - باب بیان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام ١١

[2] شرح معاني الآثار - کتاب الصلاة - باب الرجل يدخل المسجد يوم الجمعة والإمام يخطب هل ينبغي له أن يركع أم لا؟ ٢١٥٦ (ج ١ ص ٣٦٦)

قولہ: زَادَ: ثُمَّ لِيَقْعُدْ بَعْدُ إِنْ شَاءَ: یہ حدیث بھی ابو قتادہؓ ہی کی ہے لیکن دوسرے طریق سے، پہلے طریق میں عامر بن عبد اللہ سے روایت کرنے والے مالک تھے اور اس میں ان سے روایت کرنے والے ابو عمیس ہیں۔ زاد کی ضمیر انہیں کی طرف راجع ہے، اس روایت میں زیادتی ہے کہ تحیۃ المسجد پڑھنے کے بعد اگر جی چاہے تو بیٹھے یا جس کام کے لئے آیا ہے اس کے لئے جائے، اس سے بظاہر مذہب مالک کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تحیۃ المسجد اس شخص کیلئے ہے جو مسجد میں بیٹھنے کے لئے آیا ہو۔

۲۲۔ بَابٌ فِي فَضْلِ الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ

یہ باب ہے مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت کے بیان میں

یہ باب قعود فی المسجد کی فضیلت کے بیان میں ہے، امام بخاریؒ نے بھی یہی باب باندھا ہے لیکن انہوں نے اس میں ایک قید لگائی ہے مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، فرق یہ ہوا کہ مصنفؒ کی رائے میں قعود فی المسجد کی فضیلت مطلقاً ہے اور امام بخاریؒ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت اس وقت ہے جب یہ بیٹھنا انتظار صلاۃ یا کسی اور عبادت کے لئے ہو، لیکن مصنفؒ نے اس باب میں دونوں طرح کی روایتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ باب کی پہلی حدیث سے مطلق جلوس فی المسجد کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں ایک دوسری قید ہے وہ یہ کہ جب تک اسی جگہ بیٹھا رہے جہاں فرض نماز پڑھی ہے، اور دوسری و تیسری حدیث سے اس جلوس کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے جو انتظار صلاۃ کے لئے ہو۔

٤٦٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے برابر اس شخص کیلئے یہ دعا کرتے رہتے ہیں: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ جو اپنی نماز کی جگہ پر (بیٹھا) ہو جب تک کہ اس کو حدث لاحق نہ ہو (یعنی وضو نہ ٹوٹے) یا (اپنی جگہ سے) کھڑا نہ ہو۔

تخریج: صحيح البخاري-الوضوء(١٧٤)صحيح البخاري-الصلاة(٤٦٥)سنن النسائي-المساجد(٧٣٣)سنن أبي داود-الصلاة(٤٦٩)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٥٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٦١)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٦٦)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٩٠)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٣٩٤)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤١٥)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٢١)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٥٢٨)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٥٣٢)مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٥٣٣)موطأ مالك-النداء للصلاة(٣٨٢)موطأ مالك-النداء للصلاة(٣٨٣)موطأ مالك-النداء للصلاة(٣٨٥)

شرح الحدیث: قولہ: مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: یعنی ملائکہ ایسے شخص کیلئے استغفار اس وقت تک کرتے رہتے ہیں جبتک وہ باوضوء رہے اسکو حدث لاحق نہ ہو اور جب تک وہ[1] اپنی مجلس سے کھڑا نہ ہو، معلوم ہوا کہ انتقاض وضوء سے دعا ملائکہ منقطع ہو جاتی ہے۔

---

[1] اسی طرح بخاری کی ایک روایت (رقم ٤٦٥) میں مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ کی قید ہے حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں جیسا کہ لامع میں ہے ظاہر یہ ہے کہ تمام مسجد ←

اشکال وجواب: یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ استغفار ملائکہ میں منتظر صلاۃ کی کیا تخصیص ہے جبکہ قرآن شریف میں ملائکہ حملۃ العرش کے بارے میں ہے وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا[1] جس سے معلوم ہورہا ہے کہ ملائکہ تمام مؤمنین کے لئے استغفار کرتے ہیں، ابن رسلانؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حملۃ العرش کی دعا جو تمام مؤمنین کے لئے عام ہوتی ہے وہ صرف استغفار ہے اور منتظر صلاۃ کیلئے استغفار اور دعا رحمت دونوں ہیں جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح ہے اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، اور مغفرت ورحمت میں فرق ہے، مغفرت صرف گناہوں کی معافی کا نام ہے اور رحمت مزید لطف واحسان کا۔

۴۷۰ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ، لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ».

ترجمۃ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو نماز روکے رکھے (یعنی وہ نماز کے انتظار میں بیٹھا ہو) اسے گھر جانے سے صرف نماز روک رہی ہو ایسا شخص نماز ہی میں شمار ہوتا ہے (یعنی اخروی اعتبار سے ایسے شخص کو نماز کا ثواب مسلسل ملتا رہتا ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الوضوء (١٧٤) صحيح البخاري - الصلاة (٤٦٥) سنن النسائي - المساجد (٧٣٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٥)

۴۷۱ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاهُ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، تَقُولُ الْمَلَائِكَةُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ، حَتَّى يَنْصَرِفَ، أَوْ يُحْدِثَ". فَقِيلَ: مَا يُحْدِثُ؟ قَالَ: يَفْسُو، أَوْ يَضْرِطُ.

ترجمۃ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی جب تک اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے تو ایسا شخص حکماً نماز پڑھنے والا شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے نماز سے فارغ ہونے تک یا حدث کے لاحق ہوجانے تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں اے اللہ اسکی مغفرت فرمااے اللہ اس پر رحم فرما۔ ایک شخص نے حضرت ابو ہریرہؓ سے

یہ حکم میں مجلس ہی کے ہے خاص وہی جگہ جہاں نماز پڑھی ہے مراد نہیں حاشیۂ لامع میں حضرت شیخؒ نے حافظ ابن حجر سے بھی یہی نقل کیا ہے اس لئے کہ ایک روایت میں مطلق منتظر صلوۃ کے بارے میں یہ آیا ہے کہ وہ حکم میں نماز کے ہے لَا يَزَالُ فِي صَلَاةٍ مَا انْتَظَرَ الصَّلَاةَ (مسند أبي داود الطيالسي - ج ٤ ص ١١٨ - ١١٩)، اور حدیث میں منتظر صلوۃ کو مصلی کے حکم میں قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ فِي مُصَلَّاهُ سے مراد مطلق موضع صلوۃ ہے۔

[1] اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے (سورۃ غافر ۷)

کہاحدث سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ بغیر آواز کے ہوا نکل جائے یا آواز سے ہوا خارج ہو جائے۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (١٧٤) صحيح البخاري - الصلاة (٤٦٥) سنن النسائي - المساجد (٧٣٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٢) مسند أحمد - بقي مسند المكثرين (٢/٢٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٨٥)

شرح الحديث قوله: فَقِيلَ مَا يُحْدِثُ؟ حضرت ابوہریرہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ حدیث میں یُحْدِثُ سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا خروج ریح، فساء کہتے ہیں اس ریح کو جو بلا آواز ہو اور ضراط وہ جو آواز کے ساتھ ہو راوی نے یُحْدِثُ کے معنی اس لئے دریافت کئے کہ احداث کے ایک دوسرے معنی احداث فی الدین یعنی بدعت کے بھی آتے ہیں۔

اخراج ریح فی المسجد کا حکم: جاننا چاہئے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اخراج ریح فی المسجد جائز ہے چنانچہ امام بخاریؒ نے اس حدیث پر الْحَدَثِ فِي الْمَسْجِدِ باب قائم کیا ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا حرام تو نہیں لیکن مکروہ ہے، علامہ دردیر مالکیؒ نے بھی اس کو ممنوع لکھا ہے لیکن ابن العربی مالکیؒ نے جائز لکھا ہے اور بحر الرائق میں یہ ہے کہ ہمارے مشائخ کا اس کی کراہت میں اختلاف ہے اور علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ایک قول اس میں یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور اصح یہ ہے کہ عند الحاجۃ جائز ہے ورنہ مکروہ۔

جلوس المحدث فی المسجد: یہ تو گفتگو تھی حدث فی المسجد میں، اور دوسری چیز ہے یہاں پر جلوس المحدث فی المسجد، چنانچہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حدث اصغر جلوس فی المسجد کے جواز سے مانع نہیں وہ کہتے ہیں کہ بعض علماء نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے لیکن نقل اجماع صحیح نہیں ہے اس لئے کہ سعید بن المسیبؒ اور حسن بصریؒ کا مذہب یہ ہے کہ جلوس فی المسجد محدث کے لئے جائز نہیں صرف مرور کر سکتا ہے [1]۔

٤٧٢ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ الْأَزْدِيُّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ الْعَنْسِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مسجد کسی بھی دینی مقصد یا دینوی غرض کیلئے جائے تو وہی مقصد اس کے نصیب میں آتا ہے (اگر اسکا مقصد نیک یا کوئی دینی امر تھا تو اسکا ثواب ملے گا ورنہ اس پر پکڑ ہو گی)۔

شرح الحديث: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ...... قوله: مَنْ أَتَى الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَظُّهُ: یعنی جو شخص مسجد میں

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح — ج 2 ص 381

جس غرض سے آئے گا وہی شئی اس کے حصہ میں آئے گی اب اگر وہ آنا مسجد میں کسی دینی غرض سے ہو گا تو اس کو اس کا ثواب حاصل ہوگا اور اگر کسی دنیوی غرض سے تو کچھ بھی ثواب نہ ہو گا۔

تنبیہ: یہ نہ سمجھا جائے کہ اس حدیث میں اور باب کی پہلی حدیث میں تعارض ہے، پہلی حدیث سے مطلقاً بیٹھنے کی فضیلت معلوم ہوتی تھی اور اس میں یہ ہے کہ جو جس نیت سے مسجد میں جائے گا اس کو وہی ملے گا اس لئے کہ پہلی حدیث کا تعلق اس شخص کے جلوس سے ہے جو مسجد میں نماز کیلئے آیا تھا اور پھر وہیں بیٹھا رہا اور یہ حدیث عام ہے خواہ اس کا مسجد میں آنا کسی نیت سے ہو، میں کہتا ہوں کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مسجد میں کسی دنیوی غرض سے جائے، اپنے کسی ذاتی کام سے تو اسکے لئے کچھ ثواب نہیں اور جو شخص مسجد میں نماز یا کسی اور عبادت کی غرض سے جائے تو جب تک بھی مسجد میں رہے گا خواہ پورا وقت عبادت میں نہ گذرے اس کو اس کا ثواب ملتا رہے گا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

٢٣ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ إِنْشَادِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں گمشدہ چیز کے اعلان لگانے کی ناپسندیدگی کا بیان

ضالہ گمشدہ چیز، اور مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حیوان کیساتھ اور غیر حیوان کو لقطہ اور ضائع کہتے ہیں انشاد، جو کہ باب افعال کا مصدر ہے اسکے معنی ہیں گمشدہ چیز کی تعریف کرنا یعنی یہ اعلان کرنا کہ اگر کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی ہو تو ہم سے آکر معلوم کرے، اور مجرد میں نشد ینشد نشداً و نشداناً اس کے معنی ہیں گمشدہ چیز کو تلاش اور طلب کرنا، اور بعض نے کہا کہ جو ثلاثی مجرد سے ہے اس کے معنی تعریف اور طلب دونوں ہیں بخلاف انشاد کے کہ اس کے معنی صرف تعریف کے ہیں چونکہ گمشدہ چیز کی تعریف یا طلب بلند آواز سے ہوتی ہے جو کہ احترام مسجد کے خلاف ہے اس لئے حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے حتی کہ امام مالکؒ اور بعض علماء کے نزدیک مسجد میں تعلیم و تعلم کے لئے بھی آواز بلند کرنا مکروہ ہے، لیکن امام ابو حنیفہؒ نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

٤٧٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ يَعْنِي ابْنَ شُرَيْحٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ نَوْفَلٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ، مَوْلَى شَدَّادٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلْيَقُلْ: لَا أَدَّاهَا اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا".

ترجمہ: ابو عبد اللہ، شداد کے آزاد کردہ غلام نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی آدمی کو مسجد میں گمشدہ شے کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اس اعلان کرنے والے سے کہے خدا تجھ تک تیری شے نہ پہنچائے، کیونکہ مسجدیں اس کام کیلئے نہیں بنائی گئیں۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٦٨) جامع الترمذي - البيوع (١٣٢١) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٣) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٠١)

شرح الحديث قوله: لَا أَدَّاهَا اللهُ إِلَيْكَ: اس جملہ میں دو احتمال مشہور ہیں: ① یہ کہ یہ ایک جملہ ہے اور مطلب یہ ہے خدا تجھ تک تیری چیز نہ پہنچائے، ② یہ دو جملے ہیں اور حرف لا کا مدخول محذوف ہے یعنی لاتنشد، اور دوسرا جملہ أَدَّاهَا اللهُ إِلَيْكَ یعنی اولاً اس کو مسجد میں آواز بلند کرنے سے روکا پھر اس کیلئے دعا کی اللہ تعالیٰ تیری چیز ملادے۔

قوله: فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا: یا تو یہ بھی مجملہ مقول کے ہے کہ یہ ساری بات اس سے کہے اور یا یہ حکم مذکور کی علت ہے، یہ مطلب نہیں کہ یہ بھی ساتھ میں کہے۔

٢٤ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

مسجد میں تھوکنے کی ناپسندیدگی کا بیان

بزاق اور بصاق اور بساق تینوں طرح ہے یعنی ماء الفم (تھوک) منہ سے باہر آنے کے بعد اور جب تک منہ کے اندر ہے تو اس کو ریق کہتے ہیں، یہ ابواب المساجد چل رہے ہیں ان ابواب میں مصنفؒ احکام و آداب مساجد کو بیان فرما رہے ہیں مجملہ ان کے یہ ہے جو اس باب میں مذکور ہے۔

٤٧٤ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، وَأَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهُ أَنْ تُوَارِيَهُ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی اس تھوک کو مسجد میں دفنا دے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٠٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٢) جامع الترمذي - الجمعة (٥٧٢) سنن النسائي - المساجد (٧٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٢/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٩٥)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ... قوله: التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهُ أَنْ تُوَارِيَهُ: یعنی مسجد میں تھوکنا خطا ہے لہذا ایسا نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کرے تو اس کا کفارہ اور تلافی یہ ہے کہ اس کو پاؤں سے مٹی میں چھپا دے، اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ تفل فی المسجد مطلقاً خطا ہے یہی رائے امام نوویؒ کی ہے۔

شرح حدیث میں نوویؒ اور قاضی عیاضؒ کا شدید اختلاف: اس میں امام نوویؒ اور قاضی عیاضؒ کا اختلاف مشہور ہے، قاضی صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ تفل فی المسجد اس وقت خطا ہے جبکہ اسکو دفن نہ کرے اور اگر دفن کے ارادے سے مسجد میں تھوکے تب جائز ہے، امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس رائے کی شدت سے تردید کی ہے کہ یہ رائے بالکل باطل ہے [1]، حافظ ابن حجرؒ نے اس اختلاف کی توضیح اس طرح فرمائی ہے کہ یہاں پر دو حدیثیں ہیں: التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ اور دوسری

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج٥ ص ٤١

حدیث ہے: وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ یعنی جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور کھانسی کی وجہ سے بلغم اسکے منہ میں آجائے تو اسکو چاہئے کہ نہ دائیں طرف تھوکے اور نہ سامنے، بلکہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے، یہ دوسری حدیث بظاہر عام ہے خواہ وہ شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو یا خارج مسجد، لہذا احادیثین میں تعارض ہوا، دفع تعارض کی شکل امام نوویؒ نے تو یہ اختیار کی کہ منع کی حدیث کو اس کے عموم پر رکھا، اور جواز والی حدیث کو خاص کیا اس صورت کے ساتھ جبکہ خارج مسجد نماز پڑھ رہا ہو اور قاضی عیاضؒ نے اس کا برعکس کیا کہ جواز کی روایت کو اسکے عموم پر رکھا خواہ نماز مسجد میں پڑھ رہا ہو یا خارج مسجد اور منع کی روایت کو خاص کیا اس شخص کے ساتھ جو مسجد میں تھوک کر اسکو دفن نہ کرے [1]، ویسے حافظ کا میلان قاضی عیاضؒ کی رائے کی طرف ہے اس لئے کہ انہوں نے اس قسم کی بہت سی روایات کا حوالہ دیا جن سے قاضی عیاضؒ کی رائے کی تائید ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تفل فی المسجد اسی وقت خطا ہے جبکہ اس کو دفن نہ کرے، میں کہتا ہوں کہ باب کی تیسری حدیث سے بھی قاضی عیاضؒ کی تائید ہوتی ہے مَنْ دَخَلَ هَذَا الْمَسْجِدَ الخ یعنی جو شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس میں ضرورۃً تھوکے تو اس کو چاہئے کہ مٹی میں دفن کر دے اور اگر وہاں دفن کی کوئی شکل نہ ہو تو اپنے کسی کپڑے کے کونے میں تھوک لے اور اس کو دبادے تاکہ کپڑے میں جذب ہو جائے۔

٤٧٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - «الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ آدمی اس تھوک کو مٹی میں دفنادے۔

٤٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ» فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت انسؓ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرمایا مسجد میں بلغم تھوکنا گناہ ہے (اس حدیث میں لفظ "نخاعہ" ہے جس کا معنی ہے سر سے اور سینے سے آنے والا بلغم جب کہ گزشتہ حدیث میں لفظ بزاق تھا اس کا معنی منہ سے نکلنے والا تھوک۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٠٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٢) جامع الترمذي - الجمعة (٥٧٢) سنن النسائي - المساجد (٧٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٢/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٩٥).

٤٧٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَوْدُودٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ دَخَلَ هَذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ فِيهِ، أَوْ تَنَخَّمَ فَلْيَحْفِرْ فَلْيَدْفِنْهُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيَبْزُقْ فِي ثَوْبِهِ ثُمَّ لِيَخْرُجْ بِهِ».

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ١ ص ٥١١ - ٥١٢

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں داخل ہونے کے بعد منہ سے تھوک یا بلغم نکالنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ مٹی میں کھود کر اس تھوک اور بلغم کو دفنا دے اگر کوئی شخص مسجد میں مٹی کھود کر تھوک بلغم دفن نہ کرے تو اسے چاہیئے کہ اپنے کپڑے میں تھوک لے اور اس تھوک کو مسجد سے نکال دے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٠) سنن النسائي - الطهارة (٣٠٩) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٢٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٣٢)

٤٧٨ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُحَارِبِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا قَامَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ، أَوْ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ، فَلَا يَبْزُقْ أَمَامَهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلَكِنْ عَنْ تِلْقَاءِ يَسَارِهِ، إِنْ كَانَ فَارِغًا أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ لِيَقُلْ بِهِ».

ترجمہ: طارق بن عبد اللہ المحاربی کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہو...... یا فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنے سامنے مت تھوکے اور نہ ہی اپنے دائیں جانب تھوکے لیکن اگر بائیں جانب کوئی شخص نہ ہو تو اس جانب تھوک لے یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے پھر اس تھوک کو صاف کر لے۔

تخریج: جامع الترمذي - الجمعة (٥٧١) سنن النسائي - المساجد (٧٢٦) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٢١)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ... قوله: فَلَا يَبْزُقْ أَمَامَهُ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ: یعنی نماز میں اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آئے تو نہ آگے کی جانب تھوکے کہ اس جانب قبلہ ہے اور نہ دائیں جانب اس لئے کہ جانب یمین محترم ہے ہاں بائیں جانب تھوک لے اگر اس طرف کوئی نمازی نہ ہو۔

جانب یمین اور جانب یسار میں فرق کی وجہ: یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ بائیں جانب تھوکنے کی اجازت کیوں ہے؟ جبکہ اس جانب بھی فرشتہ ہوتا ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ دائیں طرف کی ممانعت فرشتہ کیوجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ جانب یمین فی نفسہ اشرف ہے، اور بعض نے اس کا جواب یہ دیا کہ ملک الیمین کاتب حسنات ہے اور ملک الیسار کاتب سیئات ہے اور کاتب حسنات امیر ہوتا ہے کاتب سیئات پر، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے تو ملک الیمین ملک الیسار کو چند ساعات کے لئے اس کی کتابت سے روکتا ہے کہ شاید وہ شخص اپنی معصیت سے رجوع کر لے، اور بعض شراح نے یہ وجہ بیان کی کہ نماز حسنہ ہے دائیں جانب والا فرشتہ جو کاتب حسنات ہے وہ اس وقت نمازی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کاتب سیئات کے عمل کا یہ وقت نہیں وہ ایک طرف کو بیٹھا رہتا ہو گا لہذا بائیں جانب تھوکنے میں کوئی مضائقہ نہیں، اور اس سے بہتر جواب وہ ہے جو طبرانی کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ کھڑا ہوتا ہے

اور بائیں جانب قرین یعنی شیطان، اس سے معلوم ہو گیا کہ دائیں جانب کی ممانعت کاتب حسنات کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے علاوہ ایک اور فرشتہ اس وقت دائیں طرف ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل بائیں طرف شیطان۔

قولہ: ثُمَّ لِيَقُلْ بِهِ: یہاں پر لیقل لیفعل کے معنی میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارے سے سمجھایا کہ پھر اس طرح کرلے یعنی اس کو مٹی میں دفن کر دے، عرب لوگ قول کو مختلف معنی میں استعمال کرتے ہیں، قال بیدہ قال برجلہ، یعنی ہاتھ سے پکڑا پاؤں سے چلاو غیرہ وغیرہ۔

٤٧٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمًا إِذْ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَكَّهَا، قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: فَدَعَا بِزَعْفَرَانٍ فَلَطَخَهُ بِهِ، وَقَالَ: «إِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِ أَحَدِكُمْ إِذَا صَلَّى، فَلَا يَبْزُقْ بَيْنَ يَدَيْهِ»، قَالَ ابو داود: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ، وَعَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، وَمَالِكٌ، وَعُبَيْدُ اللَّهِ، وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعٍ، نَحْوَ حَمَّادٍ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرُوا الزَّعْفَرَانَ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، وَأَثْبَتَ الزَّعْفَرَانَ فِيهِ، وَذَكَرَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ الْخَلُوقَ.

ترجمہ عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن خطبہ دے رہے تھے کہ آپکی نگاہ مسجد کے جانب قبلہ میں لگے ہوئے بلغم پر پڑی پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر غصہ کا اظہار کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلغم کو کھرچا، راوی کہتا ہے میرے خیال میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران منگوا کر اس بلغم کی جگہ پر لگائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو اللہ پاک اس کے چہرے کی جانب ہوتے ہیں (لہذا جانب قبلہ میں تھوک اور بلغم وغیرہ مت لگا چھوڑو) پس کوئی شخص اپنے سامنے مت تھوکے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٩٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٢٠) صحيح البخاري - الجمعة (١١٥٥) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٦٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٧) سنن النسائي - المساجد (٧٢٤) سنن أبي داود - الصلاة (٤٧٩) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٦٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٥٣/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٧٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٩/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٤/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٥٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٩٧)

٤٨٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَاجِينَ وَلَا يَزَالُ فِي يَدِهِ مِنْهَا، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ مُغْضَبًا، فَقَالَ: «أَيَسُرُّ أَحَدَكُمْ أَنْ يُبْصَقَ فِي وَجْهِهِ؟ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ

الْقِبْلَةَ فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِينِهِ، فَلَا يَتْفُلْ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا فِي قِبْلَتِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ، أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ، فَإِنْ عَجِلَ بِهِ أَمْرٌ فَلْيَقُلْ هَكَذَا» وَوَصَفَ لَنَا ابْنُ عَجْلَانَ ذَلِكَ أَنْ يَتْفُلَ فِي ثَوْبِهِ، ثُمَّ يَرُدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ.

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ درخت کی شاخ (چھڑی) کو پسند فرماتے تھے اور عموماً یہ چھڑی آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی تھی پس نبی اکرم ﷺ ایک مرتبہ مسجد تشریف لائے اور آپ ﷺ نے مسجد کی دیوار میں جو جانب قبلہ میں تھی بلغم لگا دیکھا تو آپ ﷺ نے (اس چھڑی سے) اس بلغم کو صاف فرمادیا۔ پھر لوگوں کی طرف ناراضگی کے ساتھ متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے چہرے پر تھوکا جائے...... جب تم میں سے کوئی شخص قبلہ رخ ہو کر (نماز پڑھتا ہے) تو وہ شخص اپنے رب عزوجل کے سامنے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے پس نہ تو یہ شخص اپنی دائیں طرف تھوکے اور نہ ہی جانب قبلہ میں اور اس کو چاہیئے کہ اپنے بائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے پس اگر اسے اچانک فوری ضرورت پیش آجائے تو وہ اس طرح کرلے۔ خالد بن حارث کہتے ہیں کہ ابن عجلان نے "اس طرح" کی وضاحت یوں فرمائی کہ اپنے کپڑے میں تھوک لے اور پھر اپنے کپڑے کو مل لے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٠٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٠٩) صحيح البخاري - الصلاة (٤٠٤) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٨) سنن النسائي - المساجد (٧٢٥) سنن أبي داود - الصلاة (٤٨٠) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٩٨)

مضمون حدیث حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ . . . قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَاجِينَ: مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے دست مبارک میں درخت کی شاخ (چھڑی) رکھنا پسند فرماتے تھے جب کہیں تشریف لیجاتے تو ہاتھ میں چھڑی ہوتی، ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو سامنے جدار قبلہ میں آپ ﷺ نے بلغم لگا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو اس چھڑی سے کھرچ دیا اور لوگوں کیطرف ناراضگی کے ساتھ متوجہ ہوئے، آگے مضمون حدیث واضح ہے۔

قوله: فَإِنْ عَجِلَ بِهِ أَمْرٌ: یعنی اگر کسی کو ایکدم تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو اپنے کپڑے کے کونے پر تھوک کو لے لے اور پھر اس کو مل دے کہ جذب ہو جائے۔

یہ حدیث طہارت بزاق پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے البتہ ابراہیم نخعیؒ نجاست بزاق کے قائل ہیں (ابن رسلانؒ)۔

٤٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ الْجُذَامِيِّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ خَيْوَانَ، عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ - قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي

الْقِبْلَةِ، وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: «لَا يُصَلِّي لَكُمْ»، فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «نَعَمْ»، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: «إِنَّكَ آذَيْتَ اللهَ وَرَسُولَهُ».

ترجمہ: حضرت ابو سہلہ سائب بن خلادؓ جو کہ صحابی رسول ہیں سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کی امامت کی اور اس نے جانب قبلہ میں تھوکا، اس وقت رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے، پس وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ صاحب تمہیں نماز نہ پڑھایا کریں..... اس کے بعد ان صاحب نے ان قبیلہ والوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے اس کو منع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی اس کو خبر دی تو اس شخص نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تو حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے تم کو منع کیا ہے نماز پڑھانے سے، راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٨١) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٥٦/٤)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ... قوله: إِنَّكَ آذَيْتَ اللهَ وَرَسُولَهُ: جس شخص نے نماز پڑھاتے وقت قبلہ کی جانب تھوکا تھا اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی، یہ بڑی وعید ہے قبلہ کی جانب تھوکنے کے بارے میں خصوصاً نماز کی حالت میں۔

اشکال وجواب: یہاں پر ایک اشکال بھی ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچانے والوں کو ملعون فی الدنیا والآخرہ کہا گیا ہے، اور یہ شخص مسلمان بلکہ صحابیؓ تھے، جواب یہ ہے کہ قرآن والی وعید یہاں صادق نہیں آتی اس لئے کہ قرآن میں ایذاء سے ایذاء بالقصد مراد ہے اور یہاں حدیث میں ایذاء خطاءً وجہلاً مراد ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ شخص منافق ہو پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں[1]۔

٤٨٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَبَزَقَ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى».

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز ادا فرما رہے تھے پس آپ نے دوران نماز اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک ڈالا۔

٤٨٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، بِمَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ دَلَكَهُ بِنَعْلِهِ

ترجمہ: ابو العلاء اپنے والد سے پچھلی حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ ﷺ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٣٢٩

نے اپنے چمڑے کے موزے سے اسے رگڑا۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٤) سنن النسائي - المساجد (٧٢٧) سنن أبي داود - الصلاة (٤٨٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٥/٤)

شرح الأحاديث: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. . . وَهُوَ يُصَلِّي فَبَزَقَ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى: امام نوویؒ کی رائے کا تقاضا یہ ہے کہ واقعہ غیر مسجد کا ہو اور قاضی عیاضؒ کی رائے کے پیش نظر تخصیص کی حاجت نہیں۔

٤٨٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ، "فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ بَصَقَ عَلَى الْبُورِيِّ، ثُمَّ مَسَحَهُ بِرِجْلِهِ، فَقِيلَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ: لِأَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ".

ترجمہ: ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن الاسقع کو دیکھا (صحیح بات یہ ہے کہ یہ راوی ابو سعد ہیں جو کہ مجہول راوی ہیں) دمشق کی مسجد میں ایک بوریہ پر انہوں نے (دوران نماز) تھوکا پھر اس تھوک کو اپنے پاؤں سے مل لیا ان سے کہا گیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے ارشاد فرمایا میں نے رسول اللہ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٤٨٤) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٩٠/٣)

شرح الحديث: قوله: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ: ابو سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ کو دیکھا کہ دمشق کی مسجد میں (نماز پڑھتے ہوئے) بوریے پر تھوکا اور پھر اس کو پاؤں سے مل دیا، ان سے کہا گیا کہ یہ آپ نے کیا کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے، یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں فرج بن فضالہ ضعیف ہے اور ان کے استاذ ابو سعید مجہول ہیں لہذا مسجد کی صف پر تھوکنا جائز نہ ہوگا، للحديث الصحيح التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ، وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا [1]۔ دفن کا تحقق کچی زمین میں ہی ہو سکتا ہے پختہ فرش یا صف پر رگڑنے سے مزید تلویث لازم آئے گی لہذا یہ حدیث قابل عمل نہیں۔

٤٨٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، وَهِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيَّانِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ - وَهَذَا لَفْظُ يَحْيَى بْنِ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيِّ -، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَهُوَ فِي مَسْجِدِهِ، فَقَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا، وَفِي يَدِهِ عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ فَنَظَرَ فَرَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَحَتَّهَا بِالْعُرْجُونِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يُعْرِضَ اللَّهُ عَنْهُ بِوَجْهِهِ» ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي فَإِنَّ اللَّهَ قِبَلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى، فَإِنْ عَجِلَتْ بِهِ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهِ هَكَذَا» وَوَضَعَهُ عَلَى

[1] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغيرها ٥٥٢

فِيهِ ثُمَّ دَلَكَهُ، ثُمَّ قَالَ: «أَرُونِي عَبِيرًا» فَقَامَ فَتًى مِنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِخَلُوقٍ فِي رَاحَتِهِ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَهُ عَلَى رَأْسِ الْعُرْجُونِ ثُمَّ لَطَخَ بِهِ عَلَى أَثَرِ النُّخَامَةِ، قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوقَ فِي مَسَاجِدِكُمْ.

ترجمہ عبادہ بن ولید کہتے ہیں کہ ہم جابر بن عبد اللہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اپنے محلہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے تو حضرت جابرؓ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ہاتھ میں ابن طاب (کھجور کی ایک قسم) کی شاخ تھی۔ پس نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نظر پڑی تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسجد کی جانب قبلہ والی دیوار میں بلغم لگا دیکھا پس آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس چھڑی سے اس بلغم کو صاف فرمادیا پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ پاک اس سے اپنا چہرہ موڑلے (قبلہ کی دیوار میں بلغم لگانا اللہ پاک کی ناراضگی اور اعراض کا سبب ہے) پھر ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ پاک اسکے سامنے ہوتے ہیں لہٰذا وہ اپنے سامنے کی جہت میں نہ تھوکے اور نہ ہی اپنی دائیں جہت میں تھوکے اسے چاہئے کہ اپنی بائیں جانب بائیں پاؤں کے نیچے تھوکے اگر اسے فوری ضرورت آجائے تو اپنے کپڑے میں تھوک کر اس طرح کرلے چنانچہ آپ نے کپڑا اپنے منہ میں رکھ کر اس کپڑے کو مل لیا۔ پھر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے عبیر لاکر دو پس ہمارے محلہ کا ایک نوجوان کھڑا ہوا اور وہ دوڑتا ہوا اپنے گھر گیا اور گھر سے زعفران ملی ہوئی خوشبو اپنی ہتھیلی پر لیکر آیا پس حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وہ خوشبو اس سے لی اور اپنی چھڑی کے کنارے پر اسے لگایا پھر بلغم لگنے کی جگہ پر اس خلوق کو مل دیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اس فعل کی وجہ سے تم لوگ اپنی مسجدوں میں خلوق (خوشبو) لگاتے ہو۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٨٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٦/٣)

شرح الحديث حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ . . . قوله: وَفِي يَدِهِ عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ: عبادہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت جابرؓ کی خدمت میں گئے جب کہ وہ اپنی مسجد میں تھے، اس سے مراد مسجد بنو سلمہ ہے جس کو مسجد بنی حرام بھی کہتے ہیں (کمافی وفاء الوفاء) توانہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اس وقت آپ کے دست مبارک میں ابن طاب کی ایک چھڑی تھی، ابن طاب کھجور کی ایک خاص قسم کا نام ہے، دراصل مدینہ میں یہ ایک شخص تھا جس کی طرف یہ کھجور منسوب ہے، آگے مضمون حدیث واضح ہے، اور پھر آخر حدیث میں یہ ہے ثُمَّ قَالَ: أَرُونِي عَبِيرًا یعنی آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس چھڑی کے ذریعہ اس بلغم کو اولاً صاف کیا اور فرمایا کہ اگر کسی کے پاس عبیر ہو تو لے آؤ عبیر کی تفسیر زعفران کے ساتھ کرتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ ایک مرکب خوشبو ہے جس میں زاعفران بھی ہوتی ہے عبیر کا ذکر گلستان کے ایک شعر میں بھی ہے:

ع بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلا ویزے تو مستم

اس پر ایک نوجوان انصاری دوڑتے ہوئے اپنے گھر گئے اور اپنی ہتھیلی پر خلوق جو کہ ایک خوشبو کا نام ہے لے کر آئے آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوشبو اپنی چھڑی کے سرے پر لگا کر اس کو بلغم کی جگہ پھیر دیا۔

قولہ: قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوقَ فِي مَسَاجِدِكُمْ: یعنی آپ لوگ اپنی مساجد میں جو خوشبو وغیرہ لگاتے ہو (خواہ دھونی دیکر یا عطر پاشی سے) اس کی اصل یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے، میں کہتا ہوں کہ امام نسائیؒ نے اس پر مستقل باب باندھا ہے بَابُ تَخْلِيقُ الْمَسَاجِدِ اور امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا ذُكِرَ فِي تَطْيِيبِ الْمَسَاجِدِ۔

اسطوانۂ مخلقہ: اور مسجد نبوی کے اساطین میں ایک اسطوانہ الاسطوانۃ المخلقہ کے نام سے مشہور ہے بظاہر اس پر خاص طور سے خوشبو لگائی جاتی ہوگی، مسجد نبوی کے بعض ستون ایسے ہیں جو کسی خاص وصف اور نام کے ساتھ موسوم ہیں بلکہ ان پر ان کا نام بڑا خوشخط لکھا ہوا ہے جن کی تفصیل وفاء الوفاء میں بھی ہے بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے بھی ان اساطین مبارکہ کی زیارت کی ہے۔

تنبیہ: ان احادیث میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھڑی کے ذریعہ اپنے دست مبارک سے خوشبو لگائی اور نسائی کی روایت میں یہ ہے فَقَامَتِ امْرَأَةٌ کہ ایک عورت کھڑی ہوئی اور اس نے یہ خوشبو لگائی [1]، ابن ماجہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے [2]، اب یا تو اس کو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے اور یا یہ کہا جائے کہ ابوداؤد کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت مجازی ہے آمر ہونے کی حیثیت سے (الفیض السمائی)۔

٢٥ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُشْرِكِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

مشرک آدمی کے مسجد میں داخل ہونے کا بیان

دخول مشرک فی المسجد مختلف فیہ ہے۔

مسئلہ مترجم بہا میں مذاہب ائمہ: صحیح یہ ہے کہ دخول مشرک فی المسجد عند الحنفیہ مطلقاً جائز ہے خواہ کافر حربی ہو یا ذمی اور کتابی، اور اس کے بالمقابل امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مسجد حرام میں ناجائز اور دوسری مساجد میں جائز ہے اور امام احمدؒ بھی امام شافعی کی طرح مسجد حرام میں تو ناجائز فرماتے ہیں اور غیر مسجد حرام میں ان کی دو روایتیں ہیں: ① عدم الجواز مطلقاً، ② الجواز باذن الامام، اس مسئلہ کی تفصیل أماني الأحبار [3] میں مذکور ہے، ہمارے فقہاء کی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جواز دخول صرف ذمی کیلئے ہے کوکب میں بھی اسی طرح لکھا ہے لیکن شامی باب الجزیہ میں علامہ سرخسیؒ سے نقل کیا ہے کہ عند الحنفیہ جواز دخول میں کتابی اور حربی برابر ہیں اور أماني الأحبار میں بھی اسی طرح ہے اور

---

[1] السنن الصغرى للنسائي - كتاب المساجد - باب تخليق المساجد ٧٢٨

[2] سنن ابن ماجه - كتاب المساجد الجماعات - باب كراهية النخامة في المسجد ٧٦٢

[3] أماني الأحبار في شرح معاني الآثار - ج١ ص١٩

حنفیہ کیطرف سے آیت کریمہ إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ [1] کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد دخول لاجل الحج ہے، کمافی الکوکب [2]۔

٤٨٦ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ، فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ أَجَبْتُكَ» فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي سَائِلُكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اونٹ پر سوار مسجد میں داخل ہوا اس نے مسجد میں اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اس کو باندھا پھر کہا تم میں محمد کون ہے؟ نبی اکرم ﷺ ہمارے درمیان سہارا لگائے ہوئے تشریف فرما تھے ہم نے اس سے کہا کہ یہ سرخ و سفید شخصیت جو سہارا لگائے تشریف فرما ہیں وہ ہی محمد ﷺ ہیں پس اس شخص نے کہا، اے عبدالمطلب کی اولاد؟ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا میں تمھاری بات سن چکا ہوں پس اس شخص نے کہا اے محمد! میں آپ سے کچھ سوالات کرنے آیا ہوں اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی (اس حدیث کو امام بخاریؒ نے تفصیلا کتاب العلم میں باب القراءة والعرض علی المحدث کے تحت حدثنا عبداللہ بن یوسف کی سند سے ذکر کی ہے، از مترجم)۔

٤٨٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ نُوَيْفِعٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ بَنُو سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ ضِمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَنَاخَ بَعِيرَهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَقَالَ: أَيُّكُمُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ»، قَالَ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں بنو سعد بن بکر قبیلے نے ضمام بن ثعلبہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وفد بنا کر بھیجا پس ضمام نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے مسجد کے دروازے کے پاس اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اونٹ کو رسی سے باندھا پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ضمام نے کہا، تم میں عبدالمطلب کے بیٹے کون ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں اس کے بعد پوری حدیث ذکر کی۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٦٣) صحيح مسلم - الإيمان (١٢) جامع الترمذي - الزكاة (٦١٩) سنن النسائي - الصيام (٢٠٩١) سنن النسائي - الصيام (٢٠٩٢) سنن النسائي - الصيام (٢٠٩٣) سنن أبي داود - الصلاة (٤٨٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة

[1] مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے (سورة التوبة ٢٨)

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ٤ ص ١٥١ - ١٥٢

والسنة فيها (١٤٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٦٨) سنن الدارمي - الطهارة (٦٥٠)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ . . . قولہ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ: اس رجل سے مراد ضمام بن ثعلبہ ہے جیسا کہ اگلی روایت میں اس کی تصریح ہے اور یہ بنو سعد بن بکر کی جانب سے قاصد بنکر آئے تھے ان کا قدوم ۹ ھ میں تھا، اس روایت میں ہے فَأَنَاخَهُ فِي الْمَسْجِدِ لیکن مراد عند باب المسجد ہے جیسا کہ ابن عباسؓ کی روایت میں آرہا ہے اور بھی بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔

ابن بطالؒ مالکی کا حدیث سے استدلال: لہٰذا ابن بطال مالکی [1] نے مالکیہ کے مسلک کے پیش نظر ظاہر لفظ حدیث سے جو استدلال کیا ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کے ابوال وارواث طاہر ہیں اس لئے کہ اونٹ جب تک مسجد میں رہے گا تو اس کے وہاں پیشاب وغیرہ کرنے کا احتمال یقیناً ہے اور آپ ﷺ نے مسجد میں اونٹ داخل کرنے سے منع نہیں فرمایا یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

قولہ: ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ روایات میں آتا ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ صحابہ کرام کی مجلس میں مل جل کر بلا کسی امتیاز کے بیٹھتے تھے جس کی وجہ سے نووارد کو آپ ﷺ کے بارے میں دریافت کرنا پڑتا تھا بعد میں صحابہ کرامؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو ہم جناب کے بیٹھنے کے لئے مجلس میں جگہ اونچی بنادیں تاکہ آنیوالے کو دریافت نہ کرنا پڑے، آپ ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمادی، ابوداود وغیرہ کی روایات میں آئے گا فَبَنَيْنَا لَهُ دُكَّانًا [2] کہ ہم نے آپ کیلئے ایک اونچی سی جگہ بنادی جس پر آپ ﷺ مجلس کے وقت تشریف فرما ہونے لگے۔

قولہ: فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْأَبْيَضُ الْمُتَّكِئُ: یہ جو تکیہ لگائے گورے گورے بیٹھے ہیں۔ ضمام بن ثعلبہ کو جب معلوم ہو گیا کہ محمد آپ ہیں تو اس نے قریب حاضر ہو کر عرض کیا یَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ تو اس پر آپ نے فرمایا «قَدْ أَجَبْتُكَ»۔

اس کلام (قَدْ أَجَبْتُكَ [3]) کی شرح: اصل میں جب کوئی شخص کسی سے خطاب یا بات کرنا چاہتا ہے تو عرب لوگوں کی عادت ہے اس وقت کہتے ہیں نعم، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہاں کہئے کیا کہنا ہے، مگر یہاں آپ ﷺ نے عام طریقے کے خلاف بجائے نعم کا لفظ قَدْ أَجَبْتُكَ فرمایا، شراح لکھتے ہیں کہ یہاں اس اسلوب کے بدلنے میں ناگواری کیطرف اشارہ ہے کیونکہ اس

---

[1] شرح صحيح البخاري لابن بطال - ج ١ ص ١٤٤

[2] سنن أبي داود - كتاب السنة - باب في القدر ٤٦٩٨

[3] یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو ابھی تک اس اعرابی سے کوئی کلام ہی نہیں فرمایا تھا تو پھر قَدْ أَجَبْتُكَ کہنا کہاں صحیح ہوا اس کی توجیہ ایک تو یہ کی گئی ہے کہ اجابت سے مراد یہاں سماع ہے یعنی انشاء سماع کہ ہاں میں تیری بات سن رہا ہوں پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے، دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ گو آپ ﷺ نے اس سے ابھی تک کوئی کلام نہیں فرمایا تھا لیکن صحابہ حاضرین مجلس نے تو اسکی بات کا جواب دیا تھا اور اس کو بتادیا تھا کہ حضور ﷺ آپ ہی ہیں، لہٰذا صحابہ کا جواب دینا گویا آپ ﷺ ہی کا جواب دینا ہے۔

لفظ کا ترجمہ یہ ہے کہ ہاں سن تو رہا ہوں کہہ کیا کہنا ہے، اور ناگواری اس لئے تھی کہ جس طرح آپ کو خطاب کرنا آپ کے شان کے مناسب تھا اس اعرابی نے اس طرح نہیں کیا تھا، چنانچہ اول تو شروع میں اس نے آپ ﷺ کا نام لیا، ثانیاً آپ کو آپ کے جد کافر عبد المطلب کی طرف منسوب کیا (قالہ الخطابی [1]) لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو خود غزوۂ حنین میں ایک موقع پر اپنا انتساب عبد المطلب کی طرف کیا ہے أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ، أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ [2]، اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ انتساب ضرورۃً اور اس مقام کے مناسب تھا اس لئے کہ اس کے مخاطب کفار مشرکین تھے جو عبد المطلب کی سیادت اور وجاہت تسلیم کرتے تھے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کو تم بھی جانتے ہو۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں مفصلاً مروی ہے جس میں یہ ہے کہ اس شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے محمد مجھے آپ سے چند سوال کرنے ہیں اور خوب ٹھوک بجا کر کروں گا لہٰذا مجھ پر ناراض نہ ہونا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا سَلْ عَمَّا بَدَا لَكَ جو تیرا جی چاہے سوال کر، اس نے سب سے پہلے آپ ﷺ سے آپکی رسالت کے بارے میں سوال کیا: اللهُ أَرْسَلَكَ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ نَعَمْ، اور اس کے بعد پھر صلوات خمسہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن ورات میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا ہے اس پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا: اللّٰهُمَّ نَعَمْ، اور اس کے بعد پھر زکوٰۃ وصوم کے بارے میں اسی طرح سوال وجواب ہوا پھر اخیر میں اس نے کہا: آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے کہ یہاں دخول مشرک فی المسجد پایا گیا۔

ایک ہی حدیث پر مصنفؒ اور امام بخاریؒ کے دو مختلف ترجمے: امام بخاریؒ نے اس حدیث پر کتاب العلم میں ایک دوسرا ترجمہ قائم کیا "باب العرض علی المحدث" وہ یہ کہ حدیث حاصل کرنیکا ایک طریقہ یہ ہے کہ شاگرد استاذ پر پیش کرے جس طرح یہاں اس اعرابی نے آپ ﷺ پر چند مضامین بصورت سوال پیش کئے آپ نے ان کی تصدیق اور اقرار فرمایا پھر وہ مضامین اس اعرابی نے اپنی قوم کو جاکر سنائے، یہاں پر وہ اعرابی شاگرد اور حضور ﷺ محدث واستاذ ہوئے، امام بخاریؒ کے ترجمہ کا مقتضی یہ ہے کہ سائل بوقت سوال وجواب کافر نہ ہو بلکہ مسلم ہو اس لئے کہ ظاہر ہے روایۃ حدیث میں عرض مسلم ہی معتبر ہو سکتا ہے نہ کہ عرض کافر۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ اور امام ابو داودؒ کی رائے اس شخص کے بارے میں مختلف ہے، منشاء اس اختلاف رائے کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک آمَنْتُ بِمَا جِئْتَ بِهِ میں اخبار عن الماضی ہے کہ میں پہلے سے ایمان لائے ہوئے ہوں، اور امام ابو داودؒ کے نزدیک یہ اخبار نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود انشاء ایمان ہے کہ میں اب ایمان لاتا ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ

---

[1] معالم السنن - ج ۱ ص ۱۴۵

[2] صحیح مسلم - کتاب الجهاد والسیر - باب فی غزوۃ حنین ۱۷۷٦

اس جملہ کا مطلب امام ابوداودؒ کے نزدیک بھی وہی ہے جو امام بخاریؒ کے نزدیک ہے، لیکن امام ابوداودؒ کا استدلال اس حدیث سے دخول مشرک فی المسجد پر اس اعتبار سے ہے کہ ظاہر ہے صحابہ کرامؓ کو اس شخص کا اسلام لانا معلوم نہیں تھا اور پھر بھی انہوں نے اس کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا اور نہ اس کے اسلام کے بارے میں کوئی استفسار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرامؓ کے اس طرز عمل پر سکوت فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ دخول مشرک فی المسجد جائز ہے۔

۴۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنَا رَجُلٌ، مِنْ مُزَيْنَةَ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: " الْيَهُودُ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنَيَا مِنْهُمْ ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اپنے صحابہؓ کے حلقے میں تشریف فرما تھے انہوں نے کہا، اے ابوالقاسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں ہمارے قبیلے کے اس مرد اور عورت کے متعلق جنھوں نے زناکاری کی ہے۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ: ضمام بن ثعلبہؓ کی حدیث کو دو طریق سے ذکر کرنے کے بعد اب مصنفؒ اس باب میں یہ دوسری حدیث لا رہے ہیں، یہ حدیث کتاب الحدود [1] میں مفصلاً آئے گی جس میں ایک یہودی اور یہودیہ کے زنا کا قصہ مذکور ہے، یہ لوگ زنا کا حکم شریعت محمدیہ میں معلوم کرنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا دخول مسجد میں جائز ہے اور کافر حربی کا حکم باب کی حدیث اول سے معلوم ہو گیا۔

۲۶ - بَابٌ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ

ان مقامات کا بیان جہاں نماز پڑھنا جائز نہیں

ترجمۃ الباب کی عبارت میں اختصار ہے اور مراد یہ ہے "فی المواضع التی تجوز والتی لا تجوز فیھا الصلوۃ" لہٰذا اب باب کی حدیث اول ترجمۃ الباب کے مطابق ہو گئی۔

۴۸۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا».

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ میرے لئے ساری زمین مطہر (پاک

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الحدود - باب في رجم اليهوديين ٤٤٤٦

کرنے والی) اور مسجد (نماز کی جگہ) بنائی گئی ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٨٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٥/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٤٨/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٦٢/٥)

شرح الحديث حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ... قوله: جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا: یہ حدیث مشہور ہے کہ اکثر صحاح ستہ اور صحیحین میں موجود ہے لیکن مصنفؒ نے اسکو مختصر کر دیا، اصل روایت اس طرح ہے أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ[1]، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ امت محمدیہ کے حق میں تمام روئے زمین مسجد اور نماز پڑھنے کی جگہ ہے بخلاف امم سابقہ کے کہ ان کیلئے نماز پڑھنا جائز نہیں تھا بجز خاص اپنے عبادت خانہ کنیسہ وبیعہ کے لیکن یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہے کہ وہ روئے زمین کی سیاحت فرمایا کرتے تھے كَانَ يَسِيحُ فِي الْأَرْضِ وَيُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ اور جہاں نماز کا وقت آجاتا تھا وہیں نماز پڑھ لیتے تھے، اسکا جواب حافظ ابن حجر وعینیؒ نے یہ دیا ہے[2] کہ یہ خصیصہ تیمم کے اعتبار سے ہے کہ مٹی مطہر کر دی گئی، صلاۃ کے اعتبار سے نہیں، یا اس طرح کہیے کہ خصوصیت ان دونوں کی من حیث المجموع ہے لا من حیث کل فرد، اور یا یہ کہا جائے کہ خصوصیت تو ہر ایک ہی کی ہے لیکن امم کے لحاظ سے نہ کہ انبیاء کے اعتبار سے[3]۔

٤٩٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَزْهَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ الْمُرَادِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «إِنَّ حَبِيبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ».

ترجمۃ ابوصالح الغفاری کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ عراق کے مقام بابل مقام پر سے گزرے اور ان کا سفر جاری تھا کہ مؤذن نے نماز عصر کے متعلق انھیں متنبہ کیا (تو حضرت نے اس کو کوئی جواب نہ دیا) جب حضرت علیؓ بابل کی زمین سے باہر تشریف

---

[1] صحيح البخاري - أبواب المساجد - باب قول النبي صلى الله عليه وسلم (جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا) ٤٢٧، صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب جعلت لي الأرض مسجدا وطهورا ٥٢١، اور بخاری کتاب التیمم کے الفاظ یہ ہیں: أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ، وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ فَلْيُصَلِّ، وَأُحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ، وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً" (صحيح البخاري - كتاب التيمم 328)

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٤٣٧-٤٣٨، عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٤ ص ٨-٩

[3] العرف الشذي (ج ١ ص ٣٢٠) میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیاح تھے، لہذا اسی وجہ سے (شام میں) بیعہ اور کنیسے بکثرت بنے ہوئے ملتے ہیں۔

لے آئے تو انہوں نے مؤذن کو اذان دینے کا حکم دیا اور نماز ادا فرمائی جب حضرت علیؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا میرے محبوب نبی پاک ﷺ نے مجھے مقبرہ (قبرستان) میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور مجھے بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیونکہ یہ زمین ملعون ہے (اس حدیث کی سند میں کلام ہے دیگر صحیح احادیث کی بناپر بابل کی سرزمین پر نماز پڑھنا جائز ہے)۔

۴۹۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَزْهَرَ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ، بِمَعْنَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ مَكَانَ فَلَمَّا بَرَزَ.

ترجمہ: حضرت علیؓ سے گزشتہ حدیث کی طرح روایت ہے راوی نے یہاں فرمایا فلما خرج منہا جب کہ گزشتہ حدیث میں فَلَمَّا بَرَزَ کے الفاظ تھے۔

شرح الاحادیث: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ ... قوله: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ: یعنی حضرت علیؓ کا اپنے کسی سفر میں ارض بابل پر گذر ہوا ابن رسلانؒ نے لکھا ہے لعله في مسيره إلى البصرة [1] یعنی حضرت علیؓ کا جو سفر مدینہ منورہ سے [2] عراق کی جانب ہوا تھا، اس لئے کہ یہ وہی شہر بابل ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے جہاں کے ساحر مشہور ہیں یہ عراق کا ایک قدیم شہر ہے۔

حضرت علیؓ نے وہاں نماز ادا نہیں فرمائی اور جب اس شہر سے گذر گئے تب نماز ادا فرمائی اور پھر اس کی وجہ بیان کی إِنَّ حَبِيبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِي أَنْ أُصَلِّيَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ کہ مجھ کو میرے محبوب حضور ﷺ نے منع فرمایا تھا ارض بابل میں نماز پڑھنے سے اس لئے کہ وہاں کی سرزمین ملعون ہے، اس زمین کو ملعون بظاہر اس لئے فرمایا کہ اس میں خسف واقع ہوا تھا، نمرود بن کنعان کیساتھ جو اپنے زمانے کا مشہور بادشاہ تھا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اس نے اس شہر میں ایک بہت اونچا محل بنایا تھا تاکہ اس کے ذریعہ آسمان والوں سے قتال کرے، اس واقعہ کا ذکر مفسرین نے قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ [3] کے ذیل میں کیا ہے (منہل [4])۔

مایستفاد من الحدیث: اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ ارض بابل میں نماز پڑھنا ممنوع ہے، خطابیؒ کہتے ہیں کہ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے اس حدیث کی سند میں مقال ہے اور حدیث صحیح اس کے معارض ہے یعنی باب کی پہلی حدیث، اور یا یہ کہا جائے کہ یہ نہی حضرت علیؓ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ نہانی (بصیغہ متکلم) کے ظاہر سے مترشح ہوتا ہے [5]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۳ ص ۳۳۷

[2] اسلئے کہ انہوں نے اپنا دارالخلافہ بجائے مدینہ کے عراق کو بنایا تھا جیسا کہ حضرت معاویہؓ نے ملک شام کو اور باقی خلفاء راشدین نے مدینہ کو۔

[3] البتہ دغا بازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارات پر بنیادوں سے (سورة النحل ۲۶)

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ١١٤ - ١١٥.

[5] معالم السنن ج ١ ص ١٤٨

۴۹۲ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَقَالَ مُوسَى فِي حَدِيثِهِ فِيمَا يَحْسَبُ عَمْرٌو - إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبُرَةَ».

ترجمہ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (مسدد کی حدیث اسی طرح ہے لیکن) موسیٰ بن اسماعیل کی حدیث میں شک کے ساتھ الفاظ ہیں وہ کہتے ہیں کہ عمرو راوی کے گمان کے مطابق یہ حدیث مرفوع ہے (گویا حدیث کا مرفوع ہونا یقینی نہیں ہے) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ساری کی ساری زمین مسجد گاہ (نماز کی جگہ) ہے سوائے غسل خانہ اور قبرستان کے۔

تخریج جامع الترمذي-الصلاة (٣١٧) سنن أبي داود-الصلاة (٤٩٢) سنن ابن ماجه-المساجد والجماعات (٧٤٥) سنن الدارمي-الصلاة (١٣٩٠)

شرح الحديث حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ... قوله: الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبُرَةَ: صلوة في الحمام يعني في المغتسل عند الجمهور، ومنهم أئمة الثلاثة جائز مع الكراہت ہے اور وجہ کراہت کونہ محلا للنجاسة والشيطان ہے، اور امام احمد وظاہریہ کے نزدیک جائز ہی نہیں، غالباً اس لئے کہ ان کے نزدیک نہی فساد منہی عنہ کو مقتضی ہے، اور صلاۃ فی المقبرہ بھی مختلف فیہ ہے، ظاہریہ اور حنابلہ کے یہاں یہ بھی مطلقاً جائز نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک مقبرۂ منبوشہ وغیر منبوشہ کا فرق ہے، یعنی جس مقبرہ میں قبریں پراگندہ اور منتشر ہوں، عظام موتیٰ وغیرہ کی گندگی پھیلی ہوئی ہو اس میں تو ناجائز ہے اور جس مقبرہ کی قبریں درست ہوں اس میں نماز جائز مع الکراہت ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک ہر مقبرہ میں نماز جائز ہے بشرط طهارة المكان، اور عند الحنفیہ مقبرہ کے اس حصہ میں جو معد للصلوۃ ہے (نماز کیلئے بنایا گیا ہے) بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

وہ مواضع جن میں نماز پڑھنا منع ہے: حمام اور مقبرہ کے علاوہ بھی بعض مواضع ایسے ہیں جن میں نماز پڑھنے کی حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ ترمذی وابن ماجہ کی حدیث [1] میں بروایۃ ابن عمرؓ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سات مواضع میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا في الْمَزْبَلَةِ یعنی وہ جگہ جہاں پر زبل یعنی سرقین (گوبر وغیرہ نجاسات ڈالی جاتی ہوں) وَالْمَجْزَرَةِ مذبح، کیوں کہ وہاں خون وغیرہ نجاست ہوتی ہے، والمقبرة پر اس کا ذکر اوپر آچکا، وقارعة الطريق یعنی سڑک کے بیچ میں، وفي الحمام اس کا حکم گذر چکا، وَفِي مَعَاطِنِ الْإِبِلِ اس کا باب آگے مستقل آرہا ہے، وَفَوْقَ ظَهْرِ بَيْتِ اللهِ امام احمدؒ کے نزدیک بیت اللہ کی چھت پر نماز صحیح نہیں، اور حنفیہ کے یہاں گو صحیح ہے لیکن خلاف ادب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک شرط کے ساتھ جائز ہے وہ یہ کہ بیت اللہ کی کسی قدر بناء یعنی بقدر ذراع مصلی کے سامنے ہو اور اگر بالکل کھلی چھت ہو تو اس صورت میں صحیح نہیں،

---

[1] سنن الترمذي — كتاب الصلاة — باب ما جاء في كراهية ما يصلى إليه وفيه ٣٤٦، سنن ابن ماجه — كتاب المساجد والجماعات — باب المواضع التي تكره فيه الصلاة ٧٤٦

کیونکہ اس صورت میں یہ صلاۃ علی البیت ہوگی، نہ کہ الی البیت، اور حنفیہ کے یہاں یہ قید نہیں اس لئے کہ بیت اللہ کی حقیقت اس کی عمارت اور بناء نہیں بلکہ وہ عرصۂ مخصوصہ وبقعۂ مبارکہ ہے جو زمین سے لے کر آسمان تک ہے، اور مزبلہ ومجزرہ میں اختلاف کی کوئی تصریح نہیں ملی بظاہر مزبلہ ومجزرہ کا وہ حصہ جس میں نماز پڑھ رہا ہے اگر نجس نہیں ہے تو نماز قرب نجاست کیوجہ سے مع الکراہت جائز ہوگی اور اگر جگہ ناپاک ہے تو صحیح نہ ہوگی اسی طرح داخل بیت اللہ میں نماز کی صحت مختلف فیہ ہے، حنفیہ شافعیہ کے یہاں مطلقاً صحیح ہے امام مالکؒ واحمدؒ کے نزدیک فرض صحیح نہیں نفل صحیح ہے کیونکہ آپ ﷺ سے داخل بیت صرف نفل نماز پڑھنا ثابت ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ صحیح نہ ہو کیونکہ داخل بیت نماز پڑھنے کی صورت میں کعبہ کے بعض حصہ کا استدبار لازم آتا ہے اور ابن جریر طبریؒ کے نزدیک داخل بیت مطلقاً کوئی سی بھی نماز صحیح نہیں، واللہ تعالی أعلم۔

٢٧ـ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ

اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ (جب وہ پانی پی کر بیٹھ جائیں) نماز پڑھنے کی ممانعت

٤٩٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: «لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ» وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: «صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ».

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے اونٹوں کے باڑہ میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹوں کے باڑہ میں نماز مت پڑھو کیونکہ اونٹ شیاطین میں سے ہیں اور حضور ﷺ سے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھو کیونکہ بکریاں بابرکت جانور ہیں۔

تخریج سنن أبي داود-الصلاة (٤٩٣) مسند أحمد-أول مسند الكوفيين (٤/٢٨٨) مسند أحمد-أول مسند الكوفيين (٤/٣٠٤)

شرح الحدیث مبارک جمع ہے مبرک بروزن جعفر کی اونٹوں کا باڑہ جس میں وہ رہتے ہیں، صلاۃ فی مبارک الابل مختلف فیہ بین الائمہ ہے، اختلاف بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ میں گزر چکا وہ یہ کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ مبارک ابل میں نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن صحت میں اختلاف ہے، حنفیہ شافعیہ کے یہاں صحیح ہے اور ظاہریہ وحنابلہ کے یہاں صحیح نہ ہوگی، امام مالکؒ سے دو روایتیں ہیں: ① الاعادۃ فی الوقت، ② الاعادۃ مطلقاً، نیز جو حضرات فساد نماز کے قائل ہیں ان کے یہاں فساد ہر حال میں ہے خواہ محل طاہر ہی کیوں نہ ہو، اس باب میں مصنفؒ جو حدیث لائے ہیں وہ بعینہ اسی سند ومتن کے ساتھ باب مذکور (رقم الحدیث ١٨٤) میں مع شرح کے گزر چکی۔

٢٨- بَابُ مَتَى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ

لڑکے کو نماز کا حکم کتنی عمر میں دیا جائے گا؟

غلام یعنی نابالغ لڑکا، لغتہ[1] اس کا اطلاق کب سے کب تک ہوتا ہے مختلف فیہ ہے۔

٤٩٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى يَعْنِي ابْنَ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا».

ترجمة: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: بچے کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچ جائے اور جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اسے نماز چھوڑنے پر مارو۔

تخريج: جامع الترمذي - الصلاة (٤٠٧) سنن أبي داود - الصلاة (٤٩٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٣١)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى... قوله: مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ: یعنی بچہ کے اولیاء باپ دادا وصی وغیرہ کو چاہئے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کو نماز پڑھنے کا حکم کریں اسی طرح نماز پڑھنے کا طریقہ اس کے ارکان وواجبات وغیرہ اس کو سکھائیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ اس تعلیم صلاۃ میں اگر اجرت دینے کی نوبت آئے تو وہ مال صبی سے دی جائے اگر اس کے پاس مال ہو، ورنہ باپ کے مال سے اور اس کے پاس بھی نہ ہو تو بچے کی ماں کے مال سے۔

سات سال سن تمیز ہے عام طور سے سات سال کا بچہ ممیز ہو جاتا ہے اس کو دائیں بائیں وغیرہ کی تمیز ہو جاتی ہے اسی لئے سات سال کی قید ہے اور اگر بالفرض ممیز نہ ہو تو پھر نہیں اس لئے کہ غیر ممیز بچے کی نماز صحیح نہیں۔

کیا صبی شرعاً مامور بالصلوۃ ہے؟ صبی نابالغ کو نماز کا حکم تخلق واعتیاد کیلئے ہے تاکہ فرض ہونے سے پہلے ہی اس کو نماز کی عادت ہو جائے جو کام جتنا اہم ہوتا ہے اس کی اتنے ہی پہلے سے تیاری کیجاتی ہے، ماں لڑکی کی شادی کے لئے جہیز کی تیاری برسوں پہلے سے شروع کر دیتی ہے، کمسن بچہ اقرب الی الفطرۃ ہوتا ہے اور پھر عمر بڑھنے کے ساتھ نفس امارہ کا عمل دخل شروع ہو جاتا ہے پھر بڑے ہونے کے بعد اس کا قابو میں آنا مشکل ہوتا ہے، آگے حدیث میں یہ ہے وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا کہ جب بچہ دس سال کا ہو جائے یا دسویں سال میں لگ جائے (فیہ قولان) اور وہ نماز نہ پڑھے تو اس کی پٹائی کی جائے، لیکن ضرب سے ضرب غیر مبرح یعنی غیر شدید مراد ہے، شراح لکھتے ہیں کہ دس سال کا بچہ قریب البلوغ ہو جاتا ہے اور نیز اس میں ضرب کا تحمل بھی ہو جاتا ہے اس لئے ضرب کا حکم دیا گیا، نیز واضح رہے کہ اس حدیث میں امر بالصلاۃ کے مخاطب

[1] غلام لڑکا، اس کا اطلاق نظام سے لیکر سات سال کی عمر والے بچے پر ہوتا ہے اور دوسرا قول یہ کہ ولادت سے لے کر بلوغ تک، اور ایک قول یہ ہے کہ خدا نتہا تک یعنی جب تک داڑھی نہ اگے۔

اولیاءِ صبی ہیں خود صبی نہیں کیونکہ وہ غیر مکلف ہے، لحدیث: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ حَتَّى يَفِيقَ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ. وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ [1] اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اولیاء کو یہ امر بطریق وجوب ہے، وقیل للندب، اس حدیث میں امر بالصلاۃ کا امر مذکور ہے اور اہل اصول نے لکھا ہے الأمر [2] بالأمر بالشيء ليس أمرا بذلك الشيء [3] یعنی کسی شخص کو امر کرنے کا حکم کرنا یہ براہ راست اس شخص کو امر نہیں ہے یہی جمہور کی رائے ہے، لہذا "مروا الصبي بالصلوة" سے صبی کا مامور من الشارع ہونا لازم نہیں آتا بلکہ وہ مامور من الولی ہے، صاحب منہل لکھتے ہیں کہ اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں الأمر بالأمر بالشيء أمر بذلك الشيء [4] لہذا ان کے نزدیک صبی شارع کی طرف سے مامور بالصلاۃ ہوا لیکن استحباباً نہ کہ وجوباً۔

حدیث الباب سے شافعیہ کا اپنے مسلک پر استدلال: جاننا چاہئے کہ امام خطابیؒ جو کہ مسلکاً شافعی ہیں انہوں نے وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا سے اس باب پر استدلال کیا ہے کہ اگر صبی بعد البلوغ نماز ترک کرے تو اسکو اس سے بڑھ کر سزا دی جائے گی [5]، اور ضرب سے بڑھ کر سزا قتل کے سوا کیا ہو سکتی ہے چنانچہ جمہور علماء ائمہ ثلاث کا مذہب [6] یہی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ترک صلاۃ کی سزا ضرب اور حبس ہے قتل جائز نہیں، اور امام صاحبؒ کی دلیل: لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ . . . إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ: الثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ [7] ہے، اس حدیث میں جواز قتل مسلم کے اسباب کے انحصار تین چیزوں میں بیان کیا گیا ہے: (۱) قصاص، (۲) زنا المحصن، (۳) ارتداد۔

نیز ان کا یہ کہنا کہ ضرب کے بعد درجہ قتل ہی کا ہے یہ صحیح نہیں خود ضرب کے مختلف درجات ہیں، ضرب مبرح وغیر مبرح، نیز ضرب مع الحبس وبدون الحبس وغیرہ، نیز جو ضرب قبل البلوغ ہو گی وہ تادیباً ہو گی اور جو ضرب بعد البلوغ ہو گی وہ زجراً و تعزیراً ہو گی جو پہلے سے اشد ہے لہذا خطابی وغیرہ کا استدلال صحیح نہیں۔

٤٩٥ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارٍ أَبِي حَمْزَةَ - قَالَ أبو داؤد: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ

---

[1] سنن أبي داود - الحدود (٤٤٠١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٥٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٥٨/١)

[2] یعنی اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ فلاں کو اس بات کا امر کرو تو اس صورت میں یہ فلاں، اول شخص کے طرف سے مامور نہ ہو گا بلکہ مامور کیطرف سے مامور ہو گا، لہذا یہ صبی والدین کیطرف سے مامور ہوا نہ کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے۔

[3] البحر المحيط في أصول الفقه - ج ٢ ص ٤١١

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ١٢٠

[5] معالم السنن - ج ١ ص ١٤٩

[6] تارک صلوۃ کا حکم کتاب الصلوۃ کے شروع میں بھی گزر چکا ہے۔

[7] صحیح مسلم - کتاب الأيمان - باب ما يباح به دم المسلم ١٦٧٦

داوُدَ أَبُو حَمْزَةَ الْمُزَنِيُّ الصَّيْرَفِيُّ - عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ».

ترجمہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا کہو اور دس سال کی عمر میں انہیں نماز چھوڑنے پر مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

٤٩٦ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُزَنِيُّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ: «وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ، فَلَا يَنْظُرْ إِلَى مَا دُونَ السُّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ» قَالَ ابو داود: وَهِمَ وَكِيعٌ فِي اسْمِهِ، وَرَوَى عَنْهُ ابو داود الطَّيَالِسِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَوَّارٌ الصَّيْرَفِيُّ.

ترجمہ اس حدیث میں گزشتہ حدیث کی سند کے ساتھ گزشتہ حدیث کے ہم معنی حدیث مروی ہے۔ وکیع نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے کردے یا فرمایا اپنے خدمت گار سے شادی کردے تو اس باندی کے ناف سے لیکر گھٹنے کے اوپر تک نہ دیکھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ وکیع کو اپنے شیخ کے نام میں وہم ہو گیا (کہ انہوں نے سوار بن داؤد راوی کے نام کو الٹ کر داؤد بن سوار کہہ دیا جیسا کہ سند میں وکیع نے غلطی کی ہے) ابوداؤد طیالسی نے سوار بن داؤد سے اس حدیث کو نقل کیا تو اس طرح کہا: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَوَّارٌ الصَّيْرَفِيُّ (تو گویا ابوداؤد طیالسی نے بھی راوی کا نام سوار اور کنیت ابوحمزہ ذکر کی ہے لہذا وکیع نے الٹ کر کے داؤد بن سوار جو ذکر کیا تھا وہ وکیع کا وہم تھا)۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٤٩٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨٧/٢)

شرح الأحاديث وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ: یعنی جب بہن بھائی دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو پھر ایک جگہ بغیر ستر عورت کے نہ سوئیں تاکہ بدن کا بدن سے تماس نہ ہو اور اگر ہر ایک اپنے کپڑے میں مستور ہو تو یہ تفریق کیلئے فی الجملہ کافی ہے اگرچہ ایک ہی چادر کے نیچے ہوں، لیکن اولیٰ یہ ہے کہ دس سال کے بعد ہر ایک اپنے بچھونے پر الگ الگ ہو اس لئے کہ دس سال کی عمر مظنہ شہوت ہے، بذل میں مجمع البحار سے یہی نقل کیا ہے اور ابن رسلانؒ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ کے تحت لکھتے ہیں أي بين الغلمان، فالغلام والجارية بالطريق الأولى [1] یعنی دو بھائی اگر ہوں تو بھی تفریق کرنی چاہئے اور اگر بھائی بہن ہوں تو پھر تفریق بطریق اولیٰ ہوگی اور یہ شرح اس وقت ہے جبکہ فَرِّقُوا کا عطف واضربوهم پر مانا جائے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ فَرِّقُوا کا عطف مُرُوا أَوْلَادَكُمْ پر ہو تو اس صورت میں عطف کا تقاضا یہ ہوگا کہ یہ تفریق فِي الْمَضَاجِعِ کا حکم سات سال ہی کی عمر میں ہو، لیکن در مختار وغیرہ میں دس ہی سال کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

قوله: وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَهُ: خادم سے مراد جاریہ ہے یعنی جب مولیٰ اپنی کسی باندی کی شادی کردے اگرچہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٣ ص ٣٤٦

وہ شادی اپنے غلام ہی سے کیوں نہ ہو یا اپنے ملازم و مزدور کے ساتھ، تو مولیٰ کے لئے جائز نہیں کہ اس باندی کے ستر کے طرف نظر کرے، اس سے معلوم ہوا کہ ستر کے علاوہ باقی حصہ کو دیکھ سکتا ہے اور مسئلہ بھی یہی ہے لیکن بغیر شہوت کے، شہوت کے ساتھ دیکھنا غیر ستر کو بھی جائز نہیں اس لئے اب وہ باندی شادی کے بعد مولیٰ پر حرام ہو گئی۔

۴۹۷ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: مَتَى يُصَلِّي الصَّبِيُّ، فَقَالَتْ: كَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَذْكُرُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «إِذَا عَرَفَ يَمِينَهُ مِنْ شِمَالِهِ، فَمُرُوهُ بِالصَّلَاةِ».

ترجمہ: ہشام بن سعد کہتے ہیں کہ ہم معاذ بن عبد اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا بچہ کو نماز کا کب کہا جائے؟ تو معاذ بن عبد اللہ کی اہلیہ نے جواب دیا ہم میں سے ایک شخص (یہ رجل مجہول صحابی ہوں تو ان کی جہالت کوئی نقصان دہ نہیں اور اگر یہ رجل مجہول غیر صحابی ہوں تو پھر انکی جہالت کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو گی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بچہ کو نماز پڑھنے کا کس عمر سے کہا جائے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ میں تمیز کرنے لگے تو اسے نماز پڑھنے کا کہو۔

شرح الحدیث: إِذَا عَرَفَ يَمِينَهُ مِنْ شِمَالِهِ: یعنی جب بچہ اس عمر میں پہنچے کہ وہ دائیں بائیں میں تمیز کرنے لگے تب اس کو نماز پڑھنے کا حکم کرنا چاہیے، اور یہ معرفت و تمیز چونکہ عموماً سات سال میں ہو جاتی ہے، اس لئے گذشتہ حدیث میں سات سال کہا گیا ہے۔

۲۹ - بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ

اذان کی مشروعیت اور ابتداء کیسے ہوئی

اب یہاں سے مستقل مضمون شروع ہو رہا ہے بخاری اور نسائی میں اس طرح ہے کِتَابُ الْأَذَانِ اور اس کے بعد بَابُ بَدْءِ الْأَذَانِ۔ یہاں چند بحثیں ہیں جنکا شروع میں بیان کر دینا بہت مفید ہے: ① المناسبة بما قبله، ② الأذان لغةً وشرعاً، ③ متى شرع الأذان، ④ كيفية المشروعية وما يرد عليه من الإيراد والجواب، ⑤ حكم الأذان واختلاف العلماء فيه، ⑥ حكمة الأذان۔

مباحث ستہ متعلقہ باذان: بحث اول (المناسبة بما قبله): جب مصنفؒ مواقیت صلاۃ اور مساجد کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب جماعت اور اذان کا بیان شروع کرتے ہیں، جماعت کی نماز کیلئے چونکہ لوگوں کے اجتماع کی ضرورت ہے اس لئے مصنفؒ ابواب الجماعۃ سے قبل ابواب الاذان بیان کر رہے ہیں، کیونکہ اذان لوگوں کے جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔

بحث ثانی (الأذان لغةً وشرعاً): اذان کے لغوی معنیٰ اعلان واطلاع کے ہیں، قال الله تعالى وَأَذَانٌ مِّنَ اللهِ

وَرَسُولِهِ [1]، دراصل یہ اذن (بفتحتین) سے مشتق ہے جس کے معنی استماع کے ہیں، اور شرعاً اذان کہتے ہیں الإعلام بوقت الصلاة بألفاظ مخصوصة یعنی وقت صلاۃ کی مخصوص الفاظ کے ذریعہ اطلاع کرنا [2]۔

بحث ثالث (متى شرع الأذان): بعض غیر صحاح کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کی مشروعیت فرضیت صلاۃ کے ساتھ لیلۃ الاسراء میں ہوئی، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایات صحیح نہیں، صحاح کی روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں نماز بدون اذان واقامت ادا فرماتے تھے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے ھجرت الی المدینہ فرمائی تو اولاً آپ نے سنہ ۱ھ میں مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اس کے بعد اذان کے سلسلے میں مشورہ ہوا [3]، اور سنہ ۱ھ وقیل سنہ ۲ھ میں اذان مشروع ہوئی [4]۔

بحث رابع (كيفية المشروعية وما يرد عليه من الايرادو الجواب): جاننا چاہئے کہ مشروعیت اذان کے بارے میں دو حدیثیں ہیں: ① حدیث ابن عمرؓ جو متفق علیہ ہے بخاری ومسلم دونوں میں ہے [5]، ② عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث خواب والی جس کی تخریج اصحاب السنن امام ابوداؤد وترمذی وغیرہ نے کی ہے، امام ترمذیؒ نے بَابُ مَا جَاءَ فِي بَدْءِ الْأَذَانِ [6] میں یہ دونوں حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، امام ابوداؤد نے صرف ثانی حدیث ذکر کی ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں عبد اللہ بن زید کی حدیث کی تخریج امام بخاریؒ نے نہیں کی لم یخرجه البخاري لأنه على غير شرطه [7]۔

۴۹۸ - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَحَدِيثُ عَبَّادٍ أَتَمُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ زِيَادٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ، عَنْ أَبِي عُمَيْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا، فَقِيلَ لَهُ: انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا آذَنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ الْقُنْعُ - يَعْنِي الشَّبُّورَ وَقَالَ زِيَادٌ: شَبُّورُ الْيَهُودِ - فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: «هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ» قَالَ: فَذُكِرَ لَهُ النَّاقُوسُ، فَقَالَ: «هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى» فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لِهَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ، قَالَ: فَغَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ، إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَدْ رَآهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا، قَالَ: ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى

---

[1] اور سنادینا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی (سورۃ التوبۃ ۳)
[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۲ ص ۷۷
[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۲ ص ۷۸-۷۹
[4] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ۳
[5] صحيح البخاري - كتاب الأذان - باب بدء الأذان ۵۷۹، صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب بدء الأذان ۳۷۷
[6] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في بدء الأذان ۱۸۹ - ۱۹۰
[7] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۲ ص ۷۸

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: «مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي؟»، فَقَالَ: سَبَقَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، فَاسْتَحْيَيْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا بِلَالُ، قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، فَافْعَلْهُ» قَالَ: فَأَذَّنَ بِلَالٌ، قَالَ أَبُو بِشْرٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو عُمَيْرٍ، أَنَّ الْأَنْصَارَ تَزْعُمُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ، لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا لَجَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنًا.

ترجمہ: ابو عمیر بن انس اپنے ایک انصاری چچا سے (جو کہ صحابی ہیں) نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کے طریقہ کار کے متعلق کافی سوچ وبچار فرمائی کہ لوگوں کو نماز کیلئے کیسے جمع کیا جائے پس بعض صحابہؓ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ (نماز کے وقت) ایک جھنڈا گاڑ دیں جب مسلمان اس جھنڈے کو دیکھیں گے تو بعض بعض کو بتلادیں گے لیکن حضور ﷺ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔ راوی کہتا ہے بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہود کے باجے کی طرح باجہ بجایا جائے لیکن حضور ﷺ نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ تو یہودی بجاتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ناقوس کے ذریعہ آواز لگائی جائے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نصاریٰ کا شعار اور طریقہ ہے پس عبد اللہ بن زیدؓ نبی اکرم ﷺ کی اس سوچ وبچار اور فکر کو اوڑھے ہوئے مجلس نبوی سے گھر تشریف لے گئے چنانچہ انہیں خواب میں اذان سنائی گئی۔ راوی کہتا ہے کہ اگلی صبح عبد اللہ بن زیدؓ نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنا خواب بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ہلکی سے نیند میں تھا نہ تو پورا سو رہا تھا اور نہ پورا جاگ رہا تھا کہ ایک فرشتہ اس حالت میں میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان سکھائی۔ راوی کہتا ہے حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت زیدؓ کے خواب سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا۔ پھر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو بیس ⑳ دن تک یہ خواب بیان نہیں کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس خواب کو مجھ سے بیان کرنے سے کیا چیز مانع رہی؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: عبد اللہ بن زیدؓ مجھ سے پہلے یہ خواب بیان کر چکے تھے تو مجھے آپ کو بیان کرنے سے شرم محسوس ہوئی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلالؓ کھڑے ہو اور عبد اللہ بن زیدؓ جو تمہیں کہیں اسے غور سے سنو اور اس کے مطابق اذان دو۔ پس حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ ابو عمیر نے مجھے بتایا کہ انصار یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اس دن عبد اللہ بن زیدؓ بیمار نہ ہوتے (جس بیماری کی وجہ سے وہ آواز کو زیادہ زور سے نہیں کہہ سکتے تھے) تو حضور ﷺ انہی کو مؤذن بنادیتے۔

مضمون حدیث عبد اللہ بن زید: اسکے بعد جاننا چاہئے کہ عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث کا مضمون جس کو مصنفؒ نے باب کے شروع میں بیان کیا یہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو نماز کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کا فکر لاحق ہوا کہ کیسے جمع کیا جائے بعض صحابہ نے مشورہ دیا إنصب رایۃ کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک جھنڈا کھڑا کر دیا جائے کہ لوگ اس کو دیکھ کر ایک دوسرے کو اطلاع کر دیا کریں گے اور بعض نے آپ ﷺ کو شبور ❶ کا مشورہ دیا جو سینگ کی شکل کی ایک چیز ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے

---

❶ حضرت شیخ کی تقریر میں ہے کہ شبور یہود کے باجوں میں سے ایک باجہ ہوتا ہے اس کی صورت ایسی ہوتی ہے جیسے چماروں میں بیاہ شادی کی موقع پر ایک طویل عنق کا باجہ استعمال کرتے ہیں جسے نرسنگھا کہا جاتا ہے، ۱۲ منہ۔

آواز بلند ہو جاتی ہے، اور بعضوں نے ناقوس کا مشورہ دیا جو ایک خاص قسم کی لکڑی ہوتی ہے ایک چھوٹی ہوتی ہے اور ایک بڑی، بڑی کو ناقوس اور چھوٹی کو دبیل کہتے ہیں ایک کو دوسری پر مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان دونوں مشوروں کو رد فرمایا، یہود و نصاریٰ کی مشابہت کیوجہ سے۔

فَانْصَرَفَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ: یہ مجلس ویسے ہی بغیر فیصلہ کے برخواست ہو گئی اور اہل مجلس میں سب سے زیادہ اس کا فکر عبد اللہ بن زیدؓ لے کر اٹھے۔

فَأُرِيَ الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ: اللہ تعالیٰ نے انکو اس اہتمام اور فکر کی بدولت یہ سعادت نصیب فرمائی کہ خواب میں ان کو اذان دکھلائی گئی جس کی اطلاع انہوں نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو کی، اس پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اذان کی مشروعیت کا فیصلہ فرمادیا اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا یَا بِلَالُ، قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ۔

اور حدیث ابن عمرؓ جو بخاری شریف میں ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ مشروعیت اذان سے پہلے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صحابہ کرام سے مشورہ فرما رہے تھے تو بعض نے ناقوس نصاریٰ کا مشورہ دیا اور بعض نے قرن یہود کا، یہ مشورہ چل ہی رہا تھا کہ حضرت عمرؓ مجلس سے بولے أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلَاةِ [1]۔

مشروعیۃ اذان کے بارے میں حدیث بخاری وحدیث سنن میں تعارض اور اسکا جواب: یہ حدیث بظاہر پہلی حدیث کے خلاف ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اذان کی مشروعیت حضرت عمرؓ کی رائے پر ہوئی اب ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا، امام نوویؒ نے شرح مسلم میں قاضی عیاضؒ سے اس کی یہ تاویل نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ کے کلام میں نداء کا مصداق اذان معہود نہیں بلکہ مطلق نداء بالصلاۃ مراد ہے الصلاۃ جامعۃ وغیرہ الفاظ جو مشروعیت آذان سے پہلے کہے جاتے تھے، دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے جس کو حافظؒ نے فتح الباری میں اور علامہ سندھیؒ نے حاشیہ نسائی میں نقل کیا ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس حدیث ابن عمرؓ میں حذف واختصار واقع ہوا جس کی وجہ سے فہم مراد میں خلل واقع ہو گیا اور وہ اختصار اس میں یہ ہوا کہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت یہ مجلس ویسے ہی بغیر کسی فیصلہ کے برخاست ہو گئی اس کے بعد عبد اللہ بن زیدؓ نے خواب دیکھا اور پھر آکر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں اپنے اس خواب کو بیان کیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا أَوَلَا تَبْعَثُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ، اس صورت میں حضرت عمرؓ کے کلام میں نداء سے اذان معہود ہی مراد ہوگی۔

غریبہ: امام ترمذیؒ نے اس حدیث ابن عمرؓ پر جب صحت کا حکم لگایا تو اس پر قاضی ابو بکر بن العربیؒ نے شرح ترمذی میں اشکال کیا: وعجب لأبي عيسى كيف حكم عليه بالصحة الخ امام ترمذیؒ پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس حدیث پر کیسے صحت کا حکم لگایا

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الأذان - باب بدء الأذان ٥٧٩، صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب بدء الأذان ٣٧٧

جبکہ یہ حدیث عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث مشہور کے خلاف ہے ❶، اس پر شیخ احمد شاکر حاشیہ ترمذی میں لکھتے ہیں کہ ولعل القاضی نسی ان الحدیث فی الصحیحین یعنی کیا ابن العربیؒ کے ذہن میں یہ بات نہیں رہی کہ یہ حدیث صرف ترمذی ہی میں نہیں ہے بلکہ یہ تو متفق علیہ حدیث ہے ❷، غرضیکہ ابن العربیؒ کی رائے یہ ہے کہ حدیث ابن عمرؓ صحیح نہیں ہے، بظاہر احمد شاکر نے صحیح کہا کہ ابن العربیؒ کے ذہن میں یہ نہ ہوگا کہ یہ حدیث بخاری میں بھی ہے ورنہ وہ ایسی جرأت نہ کرتے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشروعیۃ اذان پرایک مشہوراشکال وجواب: جاننا چاہئے کہ مشروعیت اذان کی اس کیفیت پر یہ اشکال ہے کہ غیر نبی کا خواب حجت نہیں تو پھر یہاں اس حکم شرعی کا مدار اس پر کیسے رکھا گیا، اس کا مشہور جواب یہ ہے کہ ممکن ہے اس رؤیا کے ساتھ وحی کی مقارنت ہوگئی ہو، چنانچہ مصنف عبدالرزاق اور مراسیل ابی داود کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب خواب میں اذان کو دیکھا تھا تو انہوں نے اسکی اطلاع حضور ﷺ کو کی، فَوَجَدَ الْوَحْيَ قَدْ وَرَدَ بِذٰلِكَ ❸ تو عمرؓ کو وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں آپ پر وحی آچکی ہے، اور میں اس کا جواب یہ دیا کرتا ہوں کہ سنن ابوداؤد وترمذی میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عبداللہ بن زیدؓ کا خواب سن کر ان سے فرمایا إِنَّ هٰذِهِ لَرُؤْيَا حَقٍّ ❹ کہ تمہارا یہ خواب برحق ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے اذان دلوائی، لہٰذا اب وہ خواب تصدیق نبی کیوجہ سے حجت شرعیہ بن گیا، اس کی حیثیت محض ایک خواب کی نہیں رہی، اب آگے اس میں دو احتمال ہیں ہو سکتا ہے یہ تصدیق آپ ﷺ نے اپنے اجتہاد سے فرمائی ہو اس لئے کہ آپ ﷺ کیلئے جمہور علماء کے نزدیک حق اجتہاد حاصل تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تصدیق آپ ﷺ نے بذریعہ وحی فرمائی ہو۔

رؤیا عمر بن الخطابؓ: نیز یہ بھی واضح رہے کہ اذان کے بارے میں جس طرح خواب حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے دیکھا تھا اسی طرح جیسا کہ آئندہ روایت میں آرہا ہے، حضرت عمرؓ نے بھی دیکھا تھا بلکہ انہوں نے عبداللہ بن زیدؓ سے بیس روز پہلے دیکھا تھا مگر وہ اسکا ذکر حضور ﷺ سے نہ کر سکے تھے پھر جب کچھ دن بعد عبداللہ بن زیدؓ کے خواب پر آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے اذان کہلائی اور اسکی آواز حضرت عمرؓ تک پہنچی تو اس پر انکو اپنا گذشتہ خواب یاد آیا اور دوڑے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بھی حضور ﷺ سے ذکر کیا لیکن حضور ﷺ اذان کی مشروعیت کا فیصلہ عبداللہ بن زیدؓ کے رؤیا پر فرما چکے تھے۔

شروح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دو کے علاوہ اور بھی بعض صحابہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا، چنانچہ طبرانی کی ایک روایت میں حضرت ابوبکرؓ کے رؤیا کا ذکر ہے اور امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں خواب دس سے زائد صحابہ کرام نے

---

❶ عارضۃ الأحوذي شرح صحیح الترمذي - ج ۱ ص ۳۰۷

❷ ویظهر أن القاضي أبابكر بن العربي نسي أن هذا الحديث في الصحيحين فاعترض على تصحيح الترمذي (سنن الترمذي - ج ۱ ص ۳۶۳)

❸ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۲ ص ۸۲

❹ جامع الترمذي - کتاب الصلاۃ - باب ما جاء في بدء الأذان ۱۸۹

دیکھا تھا، لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "لم یثبت شيء من ذلك إلا ما جاء من قصة عمر"۔

رؤیا پر فیصلہ کی ایک اور مثال: یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا اذان کے علاوہ بھی کوئی ایسی چیز ہے جس کا فیصلہ آپ ﷺ نے خواب پر فرمایا ہو؟ جواب ہاں! ہمارے ذہن میں اسکی ایک مثال ہے، نسائیؒ شریف میں زید بن ثابت سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اس بات کا حکم فرمایا تھا کہ فرض نماز کے بعد تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کریں تو ایک انصاری صحابی نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا ان سے کہہ رہا ہے کہ کیا تم کو رسول اللہ ﷺ نے یہ ورد مذکور پڑھنے کا حکم کیا ہے تو انہوں نے کہا ہاں! تو اس نے کہا کہ بجائے تین کلمات کے چار پڑھا کرو اور اس میں تہلیل کو بھی شامل کر لو اور ان اذکار کے عدد کو تینتیس ۳۳ کے بجائے پچیس پچیس ۲۵ کر دو تو ان صحابیؓ نے صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اس خواب کا تذکرہ کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اجعلوها كذلك کہ اسی طرح کر لیا کرو[1]۔

بحث خامس (حکم الأذان واختلاف العلماء فیه): اذان عند الجمهور والأئمة الثلاثة اور ایسے ہی حنفیہ کے قول راجح میں سنت مؤکدہ ہے، حنفیہ کے یہاں دوسرا قول وجوب کا ہے، نیز فقہاء نے لکھا ہے کہ اذان گو سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں لیکن شعائر اسلام میں سے ہے لہذا اگر کسی بستی والے اس کے ترک پر اتفاق کر لیں تو امام ان کے ساتھ قتال کرے گا، اور داؤد ظاہری اوزاعی، عطاء کے نزدیک فرض ہے، عطاء اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر اذان کے نماز پڑھے تو اس پر اعادہ واجب ہے، نیز اذان حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک منفرد کے لئے مستحب ہے اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک بھی قول راجح میں اور اس میں ایک قول یہ ہے، لا يستحب لأنه لاستدعاء الجماعة، وقيل يستحب لمن يرجو حضور الجماعة والا فلا۔

بحث سادس (حکمة الأذان): امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ علماء نے حکمت اذان میں چار چیزیں ذکر فرمائی ہیں: ① اسمیں شعائر اسلام اور کلمۃ التوحید کا اظہار ہے، ② دخول وقت صلاۃ کی اطلاع، ③ مکان صلاۃ کی نشاندہی، ④ نماز باجماعت کیلئے دعوت[2]، نیز علماء نے لکھا ہے کہ اذان اپنے اختصار اور قلت الفاظ کے باوجود امہات مسائل دین کے اہم بنیادی مسائل پر مشتمل ہے۔

شرح الحديث: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ: اس حدیث کے بہت سے اجزاء پر کلام اوپر ابتدائی مباحث کے ضمن میں آچکا۔

فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ: عبد اللہ بن زیدؓ اپنا خواب بیان فرما رہے ہیں کہ یا رسول اللہ میں بین النوم والیقظہ کی حالت میں تھا، شراح لکھتے ہیں کہ اس سے مراد نوم خفیف ہے کہ اس وقت تک مجھ کو گہری نیند نہیں آئی تھی، اور حضرت شیخ أوجز میں لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک اوجہ وہ ہے جس کو علامہ سیوطیؒ نے اختیار کیا وهي الحالة التي تعتري أرباب الأحوال،

---

[1] سنن النسائي- كتاب السهو- باب نوع آخر من عدد التسبيح ١٣٥٠
[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج- ج ٤ ص ٧٧

والصحابة رؤوس أرباب الأحوال یعنی اس سے وہ حالت مراد ہے جو ارباب باطن اور اہل کشوف کو پیش آتی ہے یعنی یہ خواب نہیں تھا بلکہ بیداری کی حالت کا مکاشفہ تھا[1]۔

قولہ: إِذْ أَتَانِي آتٍ فَأَرَانِي الْأَذَانَ: اس خواب کی تفصیل آئندہ باب کی پہلی حدیث میں آرہی ہے۔

قولہ: فَكَتَمَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا: یعنی عبد اللہ بن زیدؓ سے پہلے اسی قسم کا خواب حضرت عمرؓ بھی دیکھ چکے تھے اس کا ذکر ہمارے یہاں پہلے آچکا ہے، فَاسْتَحْيَيْتُ، بظاہر حضرت عمرؓ نے اپنا خواب یاد آنے پر فوراً حضور ﷺ سے بیان نہیں کیا اس لئے کہ مجلس میں عبد اللہ بن زیدؓ کے خواب پر بات چل رہی تھی عمرؓ کو اس وقت اپنا خواب بیان کرتے ہوئے شرم آئی اس لئے انہوں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے بعد میں کیا۔

سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت: يَا بِلَالُ، قُمْ: مشروعیت اذان کا سہرا اگر عبد اللہ بن زیدؓ کے سر ہے تو سب سے پہلے اذان دینے کی سعادت حضرت بلالؓ کے حصہ میں آئی اس لئے کہ وہ اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں اسلام لانے کی سزا میں گرم ریت پر احجار کے زیر بار ہونے کیساتھ احد احد کی نداء توحید بلند کر چکے تھے۔

قولہ: لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا الخ: عبد اللہ بن زیدؓ انصار میں سے ہیں، انصار کی خواہش تھی کہ جس طرح مشروعیت اذان کی سعادت ہمارے خاندان کے ایک فرد کو حاصل ہوئی اسی طرح اذان کہنے کی فضیلت بھی اسی کو حاصل ہوتی، لیکن خدا کو اس طرح منظور نہ تھا اس لئے انصار اپنی تسلی کے لئے اس کا ایک عذر بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ عبد اللہ بن زیدؓ ان دنوں مریض تھے ضعف کی وجہ سے آواز بلند نہیں کر سکتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے اذان بلال حبشی سے دلوائی کیونکہ وہ بلند آواز تھے چنانچہ آگے روایت میں آرہا ہے فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ۔

یہاں اس روایت میں تو اتنا ہی ہے آگے بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ آخَرُ میں اس روایت کا تکملہ آرہا ہے، وہ یہ کہ جب آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم فرمایا تو اس پر عبد اللہ بن زیدؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اذان میں نے دیکھی تھی، میں یہ چاہتا تھا کہ اذان دینے کا عمل بھی مجھ سے ہی لیا جاتا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: فَأَقِمْ أَنْتَ کہ اچھا اقامت تم کہنا[2]۔

۳۰۔ بَابُ كَيْفَ الْأَذَانُ

اذان کی مشروعیت کن الفاظ سے ہوئی

اس باب سے مصنفؒ کا مقصود الفاظ اذان اور اس میں جو اختلاف روایات ہے اس کو بیان کرنا ہے۔

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك۔ ج ۲ ص ۸۔

[2] سنن أبي داود – كتاب الصلاة – باب في الرجل يؤذن ويقيم آخر ۵۱۲

کلمات اذان کی تعداد میں اختلاف ائمہ: جاننا چاہئے کہ اذان میں دو جگہ اختلاف ہے: ① ایک شروع اذان میں تکبیر کے بارے میں کہ وہ کتنی مرتبہ ہے، ② دوسرا اشہادتین کے بارے میں کہ اس میں ترجیع ہے یا نہیں، پہلے مسئلہ میں صرف امام مالکؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اذان کے شروع میں اللہ اکبر صرف دو مرتبہ ہے اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چار مرتبہ، اور مسئلہ ثانیہ یعنی ترجیع میں دو امام ایک طرف ہیں اور دو ایک طرف، شافعیہ ومالکیہ ترجیع کے قائل ہیں، حنفیہ حنابلہ نہیں، حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک کلمات اذان کل پندرہ ہیں اور شافعیہ کے نزدیک انیس اور مالکیہ کے نزدیک سترہ، شافعیہ ومالکیہ گو دونوں ترجیع کے قائل ہیں، لیکن مالکیہ کے نزدیک چونکہ شروع میں تکبیر صرف دوبار ہے اس لئے ان کے یہاں کلمات اذان سترہ رہ گئے۔

نیز جاننا چاہئے کہ اقامت کا باب اگرچہ آگے مستقلاً آرہا ہے لیکن احادیث الباب میں چونکہ اذان کیساتھ اقامت بھی مذکور ہے اس لئے اقامت میں جو اختلاف ائمہ ہے وہ بھی یہیں معلوم ہو جائے تو بہتر ہے، دلائل پر کلام تو وہاں آجائے گا، یہاں صرف اتنا جان لینا کافی ہے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاث افراد اقامت کے قائل ہیں کہ کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہا جائے، اور حنفیہ تثنیہ اقامت کے، ان کے نزدیک اذان کی طرح اقامت بھی شفعاً شفعاً ہے۔

٤٩٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّيْمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ: يَا عَبْدَ اللهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ: نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: تَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: ثُمَّ اسْتَأْخَرَ عَنِّي غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ، قَالَ: وَتَقُولُ: إِذَا أَقَمْتَ الصَّلَاةَ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ، أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ، بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ: «إِنَّهَا لَرُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللهُ، فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ، فَلْيُؤَذِّنْ بِهِ، فَإِنَّهُ أَنْدَى صَوْتًا مِنْكَ» فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ، فَجَعَلْتُ أُلْقِيهِ عَلَيْهِ، وَيُؤَذِّنُ بِهِ، قَالَ: فَسَمِعَ ذَلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهُ، وَيَقُولُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ مَا رَأَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَلِلَّهِ الْحَمْدُ» قَالَ أَبُو دَاوُد: هَكَذَا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، وَقَالَ: فِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، وَقَالَ مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَمْ يُثَنِّيَا.

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے جب لوگوں کو ناقوس بجانے کا حکم دیا تاکہ ان لکڑیوں کو آپس میں مار کر اس کی آواز سے لوگوں کو نماز کیلئے جمع کیا جائے تو مجھے خواب میں دکھائی دیا کہ ایک شخص میرے پاس سے گزرا جو اپنے ہاتھ میں ناقوس اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ کیا مجھے اپنا ناقوس بیچ دوگے؟ اس شخص نے کہا تم اس ناقوس کو خرید کر کیا کروگے؟ تو میں نے کہا کہ ہم ناقوس کے ذریعہ لوگوں کو نماز کیلئے بلائیں گے اس شخص نے کہا کہ میں تمہیں اس ناقوس سے اچھی بات نہ بتلاؤں؟ میں نے کہا ضرور بتلاؤ، اس نے کہا کہ تم یہ الفاظ کہو اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں پھر وہ صاحب مجھ سے تھوڑی دور پیچھے ہٹے اور پھر کہا کہ تم نماز کی اقامت ان الفاظ سے کہو اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ (دو مرتبہ) أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ (ایک ایک مرتبہ) حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (ایک ایک مرتبہ) قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ (دو مرتبہ) اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، عبد اللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ صبح میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنا خواب بیان کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک تمہارا خواب سچا خواب ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پس تم بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو اور جو تم نے خواب میں دیکھا وہ بلالؓ کو بتلاؤ تاکہ بلال ان کلمات سے اذان دیں کیونکہ بلالؓ کی آواز تمہاری آواز سے زیادہ بلند ہے۔

عبد اللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں میں بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہوگیا اور انہیں یہ الفاظ کہلوانا شروع کر دیے اور حضرت بلالؓ ان الفاظ کے ذریعہ بلند آواز سے اذان دینے لگے تو حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اپنے گھر میں اذان کے الفاظ سن لیے تو وہ چادر کو گھسیٹتے ہوئے نکلے اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ جس ذات نے آپکو دین برحق کے ساتھ مبعوث کیا میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا خواب عبد اللہ بن زیدؓ کو نظر آیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ساری تعریفیں اللہ پاک کیلئے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں زہری نے اسی سند کی طرح سعید بن المسیب سے عن عبد اللہ بن زید نقل کیا لیکن زہری کے شاگردوں میں محمد بن اسحاق نے امام زہری سے اللہ اکبر چار مرتبہ نقل کیا ہے (جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں بھی ہے) اور اس کے برعکس زہری کے شاگردوں میں معمر اور یونس نے اللہ اکبر اللہ اکبر دو مرتبہ ذکر کیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (١٨٩) سنن أبي داود - الصلاة (٤٩٩) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤٣/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١١٨٧)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ ... قوله: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ: یہاں پر راوی عبد اللہ بن زیدؓ کے

بیٹے محمد ہیں وہ اپنے باپ عبد اللہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہیں، لہٰذا ابی سے مراد والدی ہے یہ کنیت نہیں بلکہ یہ یاء یائے متکلم ہے ترکیب میں مبدل منہ ہے اور آگے عبد اللہ بن زید بدل واقع ہو رہا ہے، یعنی بیان کیا مجھ سے میرے باپ عبد اللہ بن زیدؓ نے۔

قولہ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ: ظاہر یہ ہے کہ لفظ أَمَرَ صیغۂ مجہول ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کو ناقوس کا مشورہ دیا گیا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ لفظ أَمَرَ بصیغۂ معروف ہو لیکن اس پر اشکال ہوگا کہ حضور ﷺ نے ناقوس بنانے کا کہاں حکم دیا تھا، کہا جائے گا کہ مراد امر سے ارادۂ امر ہے، سو ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ناقوس کا ارادہ فرمالیا ہو، بنابریں کہ نصاریٰ بنسبت یہود کے مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں، قال اللہ تعالی وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ [1]۔

احادیث الباب کا تجزیہ اور ان پر کلام: اس باب میں مصنفؒ نے اولاً، عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث دو طریق سے روایت کی، دونوں طریق ترجیع سے خالی ہیں بلکہ عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث کے تمام طریق ترجیع سے خالی ہیں، ہاں البتہ ان کی حدیث کے اس طریق میں افراد اقامت مذکور ہے جو حنفیہ کے خلاف ہے، ثانیاً، مصنفؒ نے حدیث ابو محذورہؓ کو متعدد طرق سے ذکر کیا، جس میں ترجیع کا ثبوت ہے جیسا کہ شافعیہ وغیرہ کا مسلک ہے لیکن اس حدیث میں بجائے افراد اقامت کے تثنیہ اقامت ہے جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے۔

عبداللہ بن زید کی روایات اقامۃ کے بارے میں: نیز جاننا چاہیے کہ عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث اقامت کے بارے میں مختلف ہے اس کے بعض طرق میں افراد اقامت ہے جیسا کہ باب کی پہلی حدیث میں، اور اس کے بعض طرق تثنیۂ اقامت پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۵۰۶ میں ابن ابی لیلیٰ کی روایت میں آرہا ہے أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، چنانچہ اس روایت میں ہے فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، اس روایت میں اقامت کو مثل اذان کے قرار دیا گیا ہے اور اذان میں بالاتفاق تثنیہ ہے، حاصل یہ کہ اس سلسلے میں اصل عبد اللہ بن زیدؓ ہیں ان کی کسی روایت میں ترجیع نہیں، البتہ اقامت کے بارے میں انکی روایات دونوں طرح کی ہیں، اقامت کے بارے میں دلائل پر کلام اس کے باب میں آئے گا، یہاں اذان کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے۔

اذان میں ترجیع کی بحث: ہمارے علماء نے لکھا ہے کہ ملک منزل من السماء کی اذان میں بھی ترجیع نہیں اسی طرح سعد قرظ مؤذن مسجد قباء کی اذان میں ترجیع نہیں ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سید المؤذنین حضرت بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں [2] ہے، شافعیہ حضرات حدیث ابو محذورہؓ سے استدلال فرماتے ہیں جس کے تقریباً تمام طرق میں ترجیع موجود ہے،

---

[1] اور پاؤ گے آپ سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں (سورۃ مائدہ ۸۲)

[2] اس پر کہا گیا ہے کہ طبرانی کی ایک روایت میں اذان بلالؓ میں ترجیع موجود ہے، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ طبرانی کی ایک روایت میں حدیث ابو محذورہؓ بھی ترجیع سے خالی ہے، ما هو جوابكم فهو جوابنا۔

اس کے بارے میں ہمارے صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں کہ وکان ما رواہ کان تعلیما فظنه ترجیعا [1]، اس کی وضاحت آگے حدیث ابو محذورہؓ کے ذیل میں آرہی ہے، وہ حضرات حدیث ابو محذورہؓ کی ترجیح ثابت کرتے ہیں، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابو محذورہ عبداللہ بن زید کی حدیث سے متاخر ہے اس لئے کہ ابو محذورہ کی اذان کا قصہ ۸ھ میں غزوۂ حنین کے بعد پیش آیا اور عبداللہ بن زید کی حدیث ابتداء امر کی ہے [2]، اس کا جواب حضرتؒ نے بذل المجہود میں یہ دیا ہے کہ کسی نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے یہی سوال کیا کہ کیا حدیث ابو محذورہؓ عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے مؤخر نہیں ہے؟ انہوں نے برجستہ فرمایا أليس قد رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المدينة فأقر بلالاً على أذان عبدالله بن زيد [3] یعنی اگرچہ یہ صحیح ہے کہ ابو محذورہؓ کی حدیث عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے مؤخر ہے لیکن یہ تو سوچئے کہ ابو محذورہؓ کی اذان کے واقعہ کے بعد کیا حضور ﷺ اپنے سفر سے لوٹ کر مدینہ منورہ نہیں گئے تھے اور وہاں جاکر پھر وہی اذان بلالؓ جو عبداللہ بن زیدؓ کی اذان کے مطابق تھی اس کو برقرار نہیں رکھا تو پھر بتلائیے کون سی اذان مؤخر ہوئی۔

شیخ ابن الہمام کی رائے: اور شیخ ابن الہمامؒ [4] نے حدیث ابو محذورہؓ کا ایک اور جواب دیا وہ یہ کہ طبرانی [5] کی ایک روایت میں ابو محذورہ کی حدیث میں ترجیع نہیں ہے لہٰذا حدیث ابو محذورہؓ مضطرب ہوئی بخلاف حدیث عبداللہ بن زیدؓ کے کہ اس کے کسی طریق میں ترجیع نہیں ہے۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُد: هَكَذَا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ الخ: مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث کے دو طریق ہیں: ① طریق محمد بن ابراہیم عن محمد بن عبداللہ بن زید (کما تقدم) اور ② طریق زہری عن سعید بن المسیب "وَقَالَ: فِيهِ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ الخ" مصنفؒ محمد بن ابراہیم اور زہری کی روایت میں جو فرق ہے اس کو بیان کررہے ہیں۔

ابتداء اذان میں عدد تکبیر میں اختلاف روایات: وہ یہ کہ محمد بن ابراہیم کی روایت میں تربیع تکبیر ہے (شروع اذان میں اللہ اکبر چار مرتبہ) اور زہری کی روایت میں ان کے شاگرد مختلف ہیں ابن اسحاق نے زہری سے اللہ اکبر چار مرتبہ اور معمر و یونس نے ان سے اللہ اکبر صرف دو مرتبہ نقل کیا ہے میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حدیث ابو محذورہؓ میں بھی روایات مختلف ہیں اس کے بعض طرق میں تکبیر چار مرتبہ ہے اور بعض میں دو مرتبہ، اور اوپر آہی چکا کہ مالکیہ دو مرتبہ کے قائل ہیں لم یثنیا، یعنی معمر و یونس نے زہری سے لفظ اللہ اکبر تثنیہ کے ساتھ ذکر نہیں کیا بلکہ افراد کے ساتھ، یہاں پر اشکال ہوتا ہے

---

[1] الهداية شرح بداية المبتدي - ج ١ ص ٢٧٣

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ٨١

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٦

[4] شرح فتح القدير - ج ١ ص ٢٤٦

[5] المعجم الأوسط للطبراني - باب الألف - من اسمه أحمد ١١٠٦ ج ٢ ص ٢٣

کہ معمر ویونس نے تو اللہ اکبر دو مرتبہ ذکر کیا ہے پھر تثنیہ کی نفی کیسے صحیح ہے، جواب یہ ہے کہ دو مرتبہ اللہ اکبر مل کر ایک شمار ہوتا ہے، کیونکہ ایک ہی سانس میں دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔

۵۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي سُنَّةَ الْأَذَانِ؟، قَالَ: فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِي، وَقَالَ: "تَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، تَرْفَعُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، تَخْفِضُ بِهَا صَوْتَكَ، ثُمَّ تَرْفَعُ صَوْتَكَ بِالشَّهَادَةِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ".

ترجمہ: ابو محذورہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اذان کا طریقہ سکھلا دیجئے تو حضور نے میرے سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ تم با آواز بلند چار مرتبہ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہو پھر تم آہستہ آواز سے شہادتین کہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ پھر تم بلند آواز سے شہادتین کہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ اس کے بعد حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ بلند آواز سے کہو پھر اگر فجر کی نماز کی اذان ہو تو تم کہو الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ (دو مرتبہ) اس کے بعد اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہو۔

۵۰۱ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ السَّائِبِ، أَخْبَرَنِي أَبِي، وَأُمُّ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هَذَا الْخَبَرِ وَفِيهِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فِي الْأُولَى مِنَ الصُّبْحِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَبْيَنُ، قَالَ فِيهِ: قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَإِذَا أَقَمْتَ فَقُلْهَا مَرَّتَيْنِ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، أَسَمِعْتَ؟ قَالَ: فَكَانَ أَبُو مَحْذُورَةَ لَا يَجُزُّ نَاصِيَتَهُ وَلَا يَفْرُقُهَا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَيْهَا.

ترجمہ: حضرت ابو محذورہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل فرما رہے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ (دو مرتبہ) فجر کی پہلی اذان (احتراز ہے اقامت سے) میں کہو۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ مسدد کی حدیث زیادہ واضح اور مکمل ہے (حسن بن علی کی حدیث سے) حسن بن علی نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ ابو محذورہ کہتے ہیں کہ

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اقامت دو دو کلمات کے ساتھ سکھلائی۔ اس طرح اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ (میرے استاد حسن بن علی نے) عبد الرزاق سے نقل کیا کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جب تم نماز کیلئے اقامت کہو تو دو مرتبہ کلمات اقامت کہو اور قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ کہو۔ حضور ﷺ نے ابو محذورہؓ سے فرمایا کیا تم نے یہ کلمات یاد کر لیے؟ راوی کہتا ہے کہ ابو محذورہؓ اپنے سر کے اگلے حصے کے بالوں کو نہیں کاٹتے تھے اور نہ کنگھی کرتے تھے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دست اقدس ان بالوں پر پھیرا تھا۔

تخریج صحيح مسلم – الصلاة (٣٧٩) جامع الترمذي – الصلاة (١٩١) جامع الترمذي – الصلاة (١٩٢) سنن النسائي – الأذان (٦٢٩) سنن النسائي – الأذان (٦٣٠) سنن النسائي – الأذان (٦٣١) سنن النسائي – الأذان (٦٣٢) سنن النسائي – الأذان (٦٣٣) سنن أبي داود – الصلاة (٥٠٠) سنن ابن ماجه – الأذان والسنة فيه (٧٠٨) سنن ابن ماجه – الأذان والسنة فيه (٧٠٩) مسند أحمد – مسند المكيين (٤٠٨/٣) مسند أحمد – مسند المكيين (٤٠٩/٣) مسند أحمد – من مسند القبائل (٤٠٦/٦) سنن الدارمي – الصلاة (١١٩٦)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ... قوله: عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَبِيهِ سے مراد عبد الملک بن ابی محذورہ ہیں، اور جدہ سے مراد ابو محذورہ ہیں، یہ باب کی دوسری حدیث ہے ابو محذورہ والی جس میں ترجیع ہے، مصنفؒ نے اس کو مختصراً ذکر کیا ہے۔

اذان ابو محذورہ کا واقعہ: روایت مفصلہ نسائی شریف میں ہے اس کو دیکھا جائے، نیز دار قطنی [1] کی روایت میں بھی تفصیل ہے جس کو حضرتؒ نے بذل [2] میں ذکر فرمایا ہے، جس کا مضمون یہ ہے، ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ فتح مکہ کے بعد حنین کی طرف روانہ ہوئے تو ہم دس نوجوان لڑکے اہل مکہ میں سے آپ ﷺ کے تعاقب میں نکلے وہ کہتے ہیں کہ ہماری ملاقات رسول ﷺ اور آپکے اصحاب سے راستہ میں اس وقت ہوئی جبکہ آپ ﷺ حنین سے واپس ہو رہے تھے، جس کی شکل یہ ہوئی کہ راستہ میں ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن نے اذان دی جس کی آواز دور سے ہم نے سنی اس وقت تک چونکہ ہم معرض عن الاسلام تھے، اس لئے ہم سب لڑکے بھی اس مؤذن کے اذان کی نقل اتارنے لگے (استہزاءً) ہماری اذان کی آواز حضور ﷺ تک بھی پہنچ گئی آپ نے کچھ لوگوں کو ہمیں پکڑ کر لانے کیلئے بھیجا، چنانچہ ہم کو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے وہ کون سا لڑکا ہے جس کی آواز کو میں نے سنا تھا اور اس کی آواز سب سے بلند تھی تو میرے ساتھیوں نے میرے بارے میں اشارہ کیا اور ان کا اشارہ کرنا صحیح تھا، آپ ﷺ نے میرے سب ساتھیوں کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور مجھ سے فرمایا کہ اب میرے سامنے اذان کہہ، اسوقت میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی مکروہ و مبغوض نہیں تھا، میں نے آپ کے سامنے کھڑے ہو کر اذان دینی شروع کر دی، کلمات اذان کا القاء خود حضور ﷺ مجھ پر فرماتے رہے

---

[1] سنن الدارقطني – كتاب الصلاة – باب ماجاء في الأذان والإقامة ٩٠١ ج ٦ ص ٤٣٥ – ٤٣٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٤ ص ١٨ – ١٩

اس روایت میں پھر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے شہادتین کا القاء انکو مکرر فرمایا۔

امام طحاویؒ کی رائے: امام طحاویؒ فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ابو محذورہ جب شہادتین پر پہنچے ہوں تو اس کو کما حقہ مدو شد کے ساتھ نہ پڑھا ہو اس لئے حضور ﷺ نے اسکا تکرار کرایا❶، میں کہتا ہوں وجہ اس کی ظاہر ہے وہ یہ کہ یا تو وہ اسوقت تک اسلام ہی نہیں لائے تھے جیسا کہ ظاہر الفاظ روایات سے معلوم ہوتا ہے، یا کم از کم اسلام ان کے قلب میں راسخ نہیں ہوا تھا❷، حدیث ابو محذورہ پر کلام مزید باب کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا۔

صبح کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم سے متعلق کلام: فَإِنْ كَانَ صَلَاةُ الصُّبْحِ قُلْتَ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ: اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی اذان میں اس لفظ کی زیادتی مرفوعاً ثابت ہے، ائمہ ثلاثہ جس میں حنفیہ بھی ہیں کے نزدیک صبح کی اذان میں اسکی زیادتی مستحب ہے اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور وہی انکے یہاں مفتی بہ ہے، اور انکے قول جدید میں غیر مستحب ہے، بعض علماء جیسے ابن قدامہ حنبلی اور شیخ ابن حجر مکیؒ نے اس میں حنفیہ کا بھی اختلاف لکھا ہے کہ انکے نزدیک بھی یہ غیر مستحب ہے لیکن یہ صحیح نہیں، ملا علی قاریؒ اسکا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں نشأ عن قلة اطلاع على مذهبه❸ یہ اوپر گزر چکا کہ اس جملہ کا ثبوت مرفوعاً ہے، اور موطا مالک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرفوعاً نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ہے، چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں بلاغاً روایت کیا ہے، کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کا مؤذن ان کو صبح کی نماز کی اطلاع کرنے گیا فَوَجَدَهُ نَائِمًا فَقَالَ الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ أَنْ يَجْعَلَهَا فِي نِدَاءِ الصُّبْحِ❹، حضرت شیخؒ أوجز❺ میں لکھتے ہیں کہ اسمیں اشکال یہ ہے کہ اس کلمہ کا اذان صبح میں ہونا روایت مرفوعہ سے ثابت ہے، لہذا یہ کہنا تو مشکل ہے کہ حضرت عمرؓ کو اسکا علم نہ ہوگا اس لئے علماء نے اسکی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرت عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ اس کلمہ کا محل صرف اذان صبح ہے نہ کہ باب امیر، گویا انہوں نے اس بات پر نکیر فرمائی کہ باب امیر پر جاکر یہ کہا جائے اور فرمایا کہ اس کو صرف اذان میں کہا کرو، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا کی شرح مصفی میں لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت عمرؓ کے مؤذن نے اسکو اذان صبح میں کہنا ترک کر دیا ہو اور بعد میں کہا کرتا ہو اس پر حضرت عمرؓ نے اس کو فرمایا کہ اس کو اثناء اذان میں کہا کرو (الفیض السمائی)۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ...... قوله: فِي الْأُولَى مِنَ الصُّبْحِ: اور بعض نسخوں میں ہے "فِي الْأُولِ" یعنی الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ

---

❶ شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب الأذان كيف هو؟ ٨١١ ج ١ ص ١٣١ - ١٣٢

❷ لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ابو محذورہ کے اذان کے اندر اولاً شہادتین کو ذرا پست آواز سے پڑھنے کو خود فرمایا اور دوبارہ پھر بلند آواز کیساتھ، اس کی توجیہ بھی یہی ہے کہ شروع میں آپ نے شہادتین کو سراً کہنے کا حکم فرمایا، ایمان اور توحید کی طرف لانے کیلئے اور ثانیاً جہراً اذان کی نیت سے۔

❸ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٣١٦

❹ موطأ مالك - كتاب الصلاة - باب ما جاء في النداء للصلاة ٢٣٢

❺ أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٢ ص ٥٥

التوءم صبح کی اذان اول میں کہا جائے، اذان کو اقامت کے اعتبار سے اذان اول کہا گیا ہے گویا اقامت اذان ثانی ہے۔

قوله: قَالَ ابو داؤد: وَحَدِيثُ مُسَدَّدٍ أَبْيَنُ: یہ حدیث حسن بن علی کی ہے اور حدیث مسدد سے مراد اس سے پہلی حدیث ہے، حدیث مسدد حسن بن علی کی حدیث سے زیادہ واضح الفاظ اذان کے اعتبار سے ہے اس میں تمام الفاظ اذان بالتفصیل مذکور ہیں اگرچہ حدیث مسدد میں ایک کمی ہے وہ یہ کہ اس میں اقامت مذکور نہیں بخلاف حدیث حسن بن علی کے کہ اس کے اندر اقامت کا اضافہ ہے جسکو مصنفؒ آگے بیان کررہے ہیں، قَالَ فِيهِ: قَالَ: وَعَلَّمَنِي الْإِقَامَةَ مَرَّتَيْنِ اقامت کا ذکر صرف حسن بن علی کی روایت میں ہے۔

قوله: قَالَ أَبُو داؤد: وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: اس حدیث میں ابن جریج سے روایت کرنے والے دو ہیں، ابو عاصم، اور عبد الرزاق، مصنفؒ ان دونوں کا فرق بیان کرنا چاہتے ہیں، وہ یہ کہ ابو عاصم کی بیان کردہ اقامت میں لفظ قد قامت الصلاۃ نہیں ہے، بخلاف عبد الرزاق کے کہ ان کی روایت میں یہ لفظ مذکور ہے، "قوله أَسَمِعْتَ" اس کو دو طرح پڑھا گیا ہے، مجرد سے اس صورت میں ہمزہ استفہام کے لئے ہوگا حضور ﷺ ابو محذورہ سے پوچھ رہے ہیں، یا کوئی استاذ اپنے شاگرد سے کہ تونے روایت کے الفاظ سن لئے؟ اور یہ بھی امکان ہے کہ یہ اسماع سے ہو اس صورت میں ہمزہ اصلی ہوگا اور مطلب یہ ہوگا کہ جب تونے کلمات اقامت کہہ لئے تو تونے جماعت کو سنا دیا، اور اقامت کا حق ادا کر دیا، اور ممکن ہے یہ مطلب ہو کہ الفاظ اقامت اتنے زور سے کہے جائیں جس کو حاضرین سن لیں زیادہ زور سے نہیں۔

جاننا چاہئے کہ حدیث ابو محذورہ کی اقامت کے کلمات مثنی مثنی ہیں جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے، سو یہ حدیث ترجیع میں اگر شافعیہ کی دلیل ہے تو اقامت میں حنفیہ کی دلیل ہے، اقامت کے سلسلہ میں کلام انشاء اللہ اس کے باب میں آئیگا۔

۵۰۲ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، وَسَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ، وَحَجَّاجٌ، وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالُوا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا عَامِرٌ الْأَحْوَلُ، حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ، أَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً، وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: الْأَذَانُ: "اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَالْإِقَامَةُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ" كَذَا فِي كِتَابِهِ فِي حَدِيثِ أَبِي مَحْذُورَةَ.

ترجمہ: ابو محذورہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو اذان کے کلمات انیس سکھلائے اور اقامت سترہ

کلمات سکھلائی اذان کے کلمات اس طرح ہیں اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ (ہمارے اس نسخے کے مطابق شہادتین میں ترجیع مذکور نہیں لیکن دیگر نسخوں میں شہادتین میں ترجیع مذکور ہے اور صحیح مسلم میں بھی عامر الاحول کی مذکورہ بالا سند میں ترجیع کا ذکر ہے لہذا ہمارے سامنے بذل المجهود والا نسخہ بظاہر لکھنے والوں کی غلطی ہے (بذل المجهود، البتہ دار البازللنشر والتوزیع والا نسخہ مصححہ کو دیکھ کر اس میں شہادتین کی ترجیع کو لکھ دیا گیا ہے، مترجم) اور اقامت کے کلمات یہ ہیں اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، دو، دومرتبہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ دومرتبہ قدقامت الصلوة، قدقامت الصلوة، دومرتبہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دومرتبہ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ دومرتبہ۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ایک مرتبہ، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حسن بن علی استاد نے فرمایا کہ میرے تین استاد کہتے ہیں کہ ہمام استاد نے یہ حدیث جس طرح اپنے حافظہ سے بیان کی تھی بالکل اسی طرح یہ حدیث ہمام استاد کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے (ہمارے نسخے مکتبہ امدادیہ، ملتان میں بین السطرين أي: كتاب مكحول لکھا ہے یہ بظاہر صحیح نہیں، از مترجم)۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٣٧٩) جامع الترمذي - الصلاة (١٩١) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٢) سنن النسائي - الأذان (٦٢٩) سنن النسائي - الأذان (٦٣٠) سنن النسائي - الأذان (٦٣١) سنن النسائي - الأذان (٦٣٢) سنن النسائي - الأذان (٦٣٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٠٢) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٨) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٨/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٩/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٠١/٦) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٦)

شرح الحدیث حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ... قوله: أَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مَحْذُورَةَ حَدَّثَهُ: ابن محیریز کا نام عبداللہ ہے، حدیث ابو محذورہ کو ان سے کبھی عبداللہ بن محیریز روایت کرتے ہیں جیسا کہ یہاں پر ہے اور کبھی ان کے بیٹے عبدالملک بن ابی محذورہ روایت کرتے ہیں جیسے کہ آگے آئے گا، عبداللہ بن محیریز بھی بمنزلہ بیٹے کے ہیں اس لئے کہ وہ یتیم تھے ابو محذورہ کی تربیت میں رہے ہیں، یہ بات اس لئے بیان کی جارہی ہے کہ یہ آگے کام آئیگی۔

قوله: كَذَا فِي كِتَابِهِ فِي حَدِيثِ أَبِي مَحْذُورَةَ: كتابه کی ضمیر ہمام راوی کی طرف راجع ہے، سند میں ہمام کے متعدد تلامذہ گزر چکے عفان وسعید وحجاج، یہ سب لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح یہ حدیث ہم سے ہمام نے حفظ بیان کی اسی طرح ان کی کتاب میں بھی موجود ہے، یہ بات کہنے کی ضرورت اس لئے پیش آرہی ہے کہ ہمام کی توثیق وتضعیف میں علماء کا اختلاف ہے، بعض انکو ثقہ مانتے ہیں اور بعض غیر ثقہ، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سیئ الحفظ ہیں کوئی روایت اپنے حافظہ سے بیان کریں تو وہ ضعیف ہے اور کتاب سے بیان کریں تو صحیح ہے، اس لئے ہمام کے تلامذہ نے یہ بات واضح کردی کہ جسطرح انہوں نے ہم سے یہ حدیث حفظ بیان کی اسی

طرح ان کی کتاب میں بھی موجود ہے، اس حدیث ابو محذورہ میں جس پر کلام ہو رہا ہے، شروع اذان میں تکبیر چار مرتبہ ہے اور آگے بعض روایات انکی ایسی آرہی ہیں جن میں تکبیر صرف دو مرتبہ ہے۔

٥٠٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ يَعْنِي عَبْدَ الْعَزِيزِ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، قَالَ: أَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّأْذِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: "قُلْ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ - مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ - قَالَ: ثُمَّ ارْجِعْ، فَمُدَّ مِنْ صَوْتِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ".

ترجمہ: ابو محذورہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بنفس نفیس اذان سکھلائی اور ارشاد فرمایا: تم ایسے کہو اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ چار دفعہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دو مرتبہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ دو مرتبہ (آہستہ آواز سے یہ شہادتیں کہو) پھر تم شہادتین دوبارہ اپنی آواز بلند کر کے کہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دو مرتبہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دو مرتبہ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ دو مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ ایک مرتبہ۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٣٧٩) جامع الترمذي - الصلاة (١٩١) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٢) سنن النسائي - الأذان (٦٢٩) سنن النسائي - الأذان (٦٣٠) سنن النسائي - الأذان (٦٣١) سنن النسائي - الأذان (٦٣٢) سنن النسائي - الأذان (٦٣٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٠٣) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٨) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٨/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٩/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٠١/٦) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٦)

٥٠٤ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ أَبِي مَحْذُورَةَ، يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَحْذُورَةَ، يَقُولُ: "أَلْقَى عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانَ، حَرْفًا حَرْفًا: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ"، قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ فِي الْفَجْرِ: «الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ».

ترجمہ: عبد الملک بن ابی محذورہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ابو محذورہؓ سے سنا کہ حضور ﷺ نے مجھے اذان کے کلمات میں سے ایک ایک کلمہ کی تلقین آپ ﷺ نے از خود فرمائی اس طرح: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ،

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دو مرتبہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ (دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنے کے بعد دوبارہ با آواز بلند ان کو کہنا ہے)، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دو مرتبہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ابراہیم کہتے ہیں کہ ابو محذورہ فجر کی اذان میں الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ کہتے۔

٥٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ يَعْنِي الْجُمَحِيَّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ الْجُمَحِيِّ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ يَقُولُ: «اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ [أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ]»، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ أَذَانِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَعْنَاهُ، قَالَ ابو داود: وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ أَبِي مَحْذُورَةَ، قُلْتُ: حَدِّثْنِي عَنْ أَذَانِ أَبِيكَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ، فَقَالَ: «اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ» قَطْ، وَكَذٰلِكَ حَدِيثُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: "ثُمَّ تَرْجِعُ فَتَرْفَعُ صَوْتَكَ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ"۔

ترجمہ: ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اذان سکھلائی اس کے بعد راوی نے اسی طرح حدیث نقل کی جیسا کہ ابن جریج نے عبد العزیز بن عبد الملک سے نقل کی تھی البتہ اس حدیث میں اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ دو مرتبہ ہے (جبکہ ابن جریج کی روایت میں اللهُ أَكْبَرُ چار مرتبہ ہے۔) اور مالک بن دینار کی حدیث میں ہے کہ میں نے ابو محذورہ کے بیٹے سے دریافت کیا کہ اپنے والد کی اذان کے بارے میں مجھے بتلایئے جو آپ کے والد نے نبی اکرم ﷺ سے اذان نقل کی ہے تو انہوں نے اذان ذکر کی اور اس میں اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ صرف دو مرتبہ ذکر کیا۔ مالک بن دینار کی حدیث کی طرح جعفر بن سلیمان نے ابو محذورہ کے بیٹے سے (بظاہر اس سے مراد ابو محذورہؓ کے پوتے ہیں) ان کے چچا کے واسطہ سے ان کے دادا سے روایت نقل کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے جعفر بن سلیمان نے کہا کہ تم دو مرتبہ اللهُ أَكْبَرُ کہنے کے بعد دوبارہ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ با آواز بلند کہو۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٣٧٩) جامع الترمذي - الصلاة (١٩١) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٢) سنن النسائي - الأذان (٦٢٩) سنن النسائي - الأذان (٦٣٠) سنن النسائي - الأذان (٦٣١) سنن النسائي - الأذان (٦٣٢) سنن النسائي - الأذان (٦٣٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٠٤) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٨) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٨/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٠٩/٣) مسند أحمد - من مسند القبائل (٤٠١/٦) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٦)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ... قوله: يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ: اس میں تکبیر صرف دو مرتبہ ہے "قوله فقال الله اكبر الله اكبر قط" یہ قط سکون طاء کے ساتھ ہے، اس روایت میں بھی تکبیر صرف دو مرتبہ ہے۔

شرح السند: عَنِ ابْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ: سند کا یہ ٹکڑا موجب اشکال ہے اس لئے کہ اس میں یہ ہے کہ ابو محذورہ کے بیٹے روایت کرتے ہیں اپنے چچا سے، ابو محذورہ کے بیٹے کا نام عبدالملک ہے اور ان کے حقیقی چچا کا نام انیس ہے جو ابو محذورہ کے بھائی ہیں ان کا اسلام ہی ثابت نہیں قتل یوم بدر کافرا [1]، اسی طرح آگے عَنْ جَدِّهِ آرہا ہے یعنی عم عبدالملک جد عبدالملک سے روایت کرتے ہیں اور جد عبدالملک یعنی ابو محذورہ کے والد جنکا نام معیر ہے ان کا بھی اسلام ثابت نہیں اسی لئے سند کی توجیہ کی گئی ہے وہ یہ کہ ابن ابی محذورہ سے مراد ابن ابن ابی محذورہ ہے یعنی ابو محذورہ کے پوتے جنکا نام عبدالعزیز بن عبدالملک ہے اور عم سے مراد عبدالعزیز کے مجازی چچا ہیں یعنی عبداللہ بن محیریز جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ وہ ابو محذورہ کے بمنزلہ بیٹے کے ہیں، حاصل یہ کہ عبدالعزیز بن عبدالملک روایت کرتے ہیں اپنے چچا عبداللہ بن محیریز سے اور عبداللہ بن محیریز روایت کرتے ہیں جد عبدالعزیز یعنی ابو محذورہ سے [2]۔

اور یا یہ کہا جائے کہ ابن ابی محذورہ سے مراد ابن ابن ابن ابی محذورہ ہیں یعنی ابراہیم بن اسماعیل بن عبدالملک بن ابی محذورہ (جن کا ذکر اوپر والی سند میں آیا ہے) اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے چچا عبدالعزیز سے اور عبدالعزیز اپنے دادا ابو محذورہ سے۔

۵۰۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَقَدْ أَعْجَبَنِي أَنْ تَكُونَ صَلَاةُ الْمُسْلِمِينَ - أَوْ قَالَ - الْمُؤْمِنِينَ، وَاحِدَةً، حَتَّى لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبُثَّ رِجَالًا فِي الدُّورِ يُنَادُونَ النَّاسَ بِحِينِ الصَّلَاةِ، وَحَتَّى هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رِجَالًا يَقُومُونَ عَلَى الْآطَامِ يُنَادُونَ الْمُسْلِمِينَ بِحِينِ الصَّلَاةِ حَتَّى نَقَسُوا أَوْ كَادُوا أَنْ يَنْقُسُوا»، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمَّا رَجَعْتُ لِمَا رَأَيْتُ مِنَ اهْتِمَامِكَ رَأَيْتُ رَجُلًا كَأَنَّ عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ أَخْضَرَيْنِ، فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وَلَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: أَنْ تَقُولُوا - لَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ يَقْظَانَ غَيْرَ نَائِمٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى - «لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا»، - وَلَمْ يَقُلْ عَمْرٌو: «لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ خَيْرًا» - فَمُرْ بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ، قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى، وَلَكِنِّي لَمَّا سُبِقْتُ اسْتَحْيَيْتُ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا جَاءَ يَسْأَلُ فَيُخْبَرُ بِمَا سُبِقَ مِنْ صَلَاتِهِ وَإِنَّهُمْ قَامُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَقَاعِدٍ وَمُصَلٍّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِي بِهَا حُصَيْنٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى حَتَّى جَاءَ مُعَاذٌ، قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، فَقَالَ: لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَى

---

[1] تهذيب التهذيب - ج ١٢ ص ٢٢٣

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٣ - ٣٤

قَوْلِهِ كَذٰلِكَ فَافْعَلُوا. قَالَ ابو داؤد: "ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، قَالَ: فَجَاءَ مُعَاذٌ، فَأَشَارُوا إِلَيْهِ. قَالَ شُعْبَةُ: وَهٰذِهِ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَقَالَ مُعَاذٌ: لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا، قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً كَذٰلِكَ فَافْعَلُوا" قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ "أَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، ثُمَّ أُنْزِلَ رَمَضَانُ، وَكَانُوا قَوْمًا لَمْ يَتَعَوَّدُوا الصِّيَامَ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَلَيْهِمْ شَدِيدًا فَكَانَ مَنْ لَمْ يَصُمْ أَطْعَمَ مِسْكِينًا، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ: {فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ[1]} فَكَانَتِ الرُّخْصَةُ لِلْمَرِيضِ، وَالْمُسَافِرِ فَأُمِرُوا بِالصِّيَامِ". قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَفْطَرَ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يَأْكُلَ لَمْ يَأْكُلْ حَتَّى يُصْبِحَ، قَالَ: "فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَأَرَادَ امْرَأَتَهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ نِمْتُ فَظَنَّ أَنَّهَا تَعْتَلُّ فَأَتَاهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرَادَ الطَّعَامَ فَقَالُوا: حَتَّى نُسَخِّنَ لَكَ شَيْئًا، فَنَامَ "فَلَمَّا أَصْبَحُوا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةُ {أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ[2]}.

ترجمہ: عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نماز میں تین طرح تبدیلیاں ہوئیں:
① صحابہ نے ہمیں بتلایا نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ مسلمان سب کے سب اکٹھے ہو کر باجماعت نماز ادا کریں یہاں تک کہ میں یہ ارادہ کر لیا کہ لوگوں کو قبیلوں اور محلوں میں بھیجوں کہ وہ نماز کے وقت کی منادی (الصلاۃ الصلاۃ کہہ کر) کریں اور تحقیق میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو حکم دوں کہ وہ ٹیلوں پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نماز کے وقت کی خبر دیں یہاں تک کہ لوگوں نے ناقوس بجانا شروع کر دیا یا ناقوس بجانے کا ارادہ کرنے لگے۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہیں پھر ایک انصاری صحابی آئے (عبد اللہ بن زید مراد ہیں) اور عرض کیا یا رسول اللہ جب میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو جمع کرنے کا اس قدر اہتمام فرما رہے ہیں تو میں آپ کی مجلس سے اپنے گھر لوٹا تو خواب میں میں نے ایک صاحب کو دیکھا جو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے مسجد میں کھڑے ہیں چنانچہ انہوں نے اذان دی پھر تھوڑی دیر بیٹھے پھر اذان کی طرح انہوں نے دوبارہ کلمات کہے البتہ اس دفعہ انہوں نے قد قامت الصلاۃ (دو مرتبہ) کہے۔ ابن مرزوق استاد نے آگے یہ الفاظ نقل کیے اگر لوگ میرے متعلق نہ کہیں...... ابن المثنی نے یہ فرمایا کہ اگر تم لوگ مجھ پر عیب نہ لگاؤ تو میں یہ کہونگا کہ میں ایسی کیفیت میں تھا گویا کہ میں جاگ رہا تھا سو نہیں رہا تھا (مراد یہ ہے کہ میں کچی نیند میں تھا)...... تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ پاک نے تمہیں اچھا خواب دکھلایا ہے...... ابن المثنی استاد نے ولقد کا لفظ ذکر کیا لیکن عمرو بن مرزوق نے لفظ ولقد ذکر نہیں کیا (ہمارے ہندی نسخوں اور ابن رسلان کے مطابق یہی فرق ہے لیکن بعض مصری نسخوں اور دار الباز مکہ مکرمہ کے نسخے کے مطابق یہ فرق ہے کہ ابن المثنی استاذ نے لقد أراك الله عز وجل خيرا پورا جملہ ذکر کیا ہے اور عمرو استاذ نے یہ جملہ پورا ذکر نہیں کیا، بذل المجہود)...... پس تم بلال سے

[1] سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے (سورۃ البقرۃ ۱۸۵)
[2] حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

کہو کہ وہ اذان دے راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے بھی عبد اللہ بن زیدؓ کی طرح خواب دیکھا ہے لیکن انہوں نے چونکہ مجھ سے پہلے خواب بیان کر دیا اسلئے مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میں بھی خواب بتلاتا......۲ صحابہ کرامؓ نے مجھے (دوسری تبدیلی کے متعلق) بتلایا کہ جب کوئی صحابی مسجد میں دوران نماز آتا تو وہ اپنے نمازی ساتھی سے جتنی رکعات ہو چکیں ان کے متعلق دریافت کرتا تو اسکو نمازی ساتھی ان چھوٹی ہوئی رکعتوں کے متعلق بتلا دیتا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے بعض مسبوق صحابہ قیام میں تھے اور بعض مسبوق رکوع میں اور بعض مسبوق صحابہ قعدہ میں تھے اور باقی صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے...... محمد بن المثنی کہتے ہیں کہ عمرو بن مرہ نے یہ حدیث مجھے حصین کے واسطہ سے بھی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے (جبکہ یہ حدیث عمرو بن مرہ نے حصین کے واسطہ کے بغیر بھی عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے نقل کی ہے جیسا کہ اوپر والی سند میں ہے)...... کہ حضرت معاذ اس دوران تشریف لائے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حصین استاد سے اس روایت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کو جس حالت میں دیکھوں گا تو اسی حالت میں آپ کے ساتھ نماز کی شریک ہو جاؤں گا (اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں پہلے ادا نہیں کروں گا جیسا کہ دیگر صحابہؓ کر رہے ہیں) اس کے بعد سے لیکر نبی اکرم ﷺ کا فرمان وکذلك فافعلوا تك حصین سے سنا ہے۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں میں عمرو بن مرزوق کی حدیث کی طرف دوبارہ لوٹتا ہوں کہ پھر حضرت معاذؓ تشریف لائے تو لوگوں نے حضرت معاذؓ کی طرف اشارہ کر کے بتلایا کہ اتنی رکعات نکل چکی ہیں...... شعبہ کہتے ہیں فاشاروا إليه یہ کلمہ میں نے حصین استاد سے سنا ہے (عمرو بن مرہ سے نہیں سنا)...... تو حضرت معاذؓ نے جواب دیا کہ میں حضور ﷺ کو دوران نماز جس رکن میں پاؤں گا تو میں اسی رکن میں حضور ﷺ کی اقتداء کروں گا۔ عبد الرحمٰن نے بعض صحابہؓ سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت معاذؓ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ ایجاد کیا ہے لہٰذا تم اسی طرح کرو۔

۳ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب (ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ کو تین دن روزے رکھنے کا حکم فرمایا پھر جب رمضان کے روزہ کا حکم نازل ہوا...... اور چونکہ لوگوں کو روزہ رکھنے کی عادت بھی نہیں تھی اور روزہ رکھنا ان پر سخت شاق گزرتا تھا...... تو جن صحابہ کرامؓ نے روزہ نہ رکھنا چاہا مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ کا فدیہ ادا کر دیا (شریعت میں اسطرح بھی گنجائش موجود تھی) پھر یہ آیت نازل ہوئی "جو تم میں سے رمضان کا مہینہ پائے تو وہ روزہ رکھے" پس بیماروں اور مسافروں کیلئے تو رمضان کے روزے چھوڑنے کی رخصت اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی رہی البتہ غیر معذوروں کیلئے روزے رکھنے کا حکم متعین ہو گیا...... عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں (ایک اور تبدیلی یہ ہوئی) مجھے صحابہ کرام نے بتلایا کہ ابتداء اسلام میں اگر کوئی شخص افطار کے وقت کچھ کھائے بغیر سو جاتا تو اگلے دن صبح تک اس کو اوپر کھانا حرام ہوتا (تو صبح ہونے کے بعد غروب تک پھر دوبارہ روزہ رکھنا پڑتا بغیر کھائے پیئے) تو ایک صحابی نے مجھے بتایا کہ حضرت

عمرؓ تشریف لائے اور انہوں نے اپنی بیوی سے جماع کرنے کا ارادہ کیا تو انکی بیوی نے کہا کہ میں کھانے سے پہلے سوگئی تھی (لہذا مجھ پر کھانا پینا اور جماع کرنا حرام ہو گیا ہے) تو حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ عورت جھوٹے بہانے تراش رہی ہے چنانچہ اس سے جماع فرما لیا پھر اس واقعہ کے بعد (ایک اور واقعہ پیش آیا) کہ ایک انصاری صاحب (رات کو گھر آئے اور انہوں) نے کھانا طلب کیا تو اہل خانہ نے کہا ہم تمہارے لئے کچھ گرم کرتے ہیں اس وقت تک ذرا ٹھہرو اس دوران انکی آنکھ لگ گئی (ان واقعات کے بعد) اگلے دن صبح ہوئی تو یہ آیت نازل ہوئی روزہ کی راتوں میں تمہارے لئے بیویوں سے جماع کرنا حلال قرار دیا گیا۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٥٠٦) مسند أحمد – مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٤٧/٥)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ: ابو محذورہ کی روایات کا سلسلہ ختم ہوا، اب مصنفؒ حدیث ثالث عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ کی حدیث بیان کرتے ہیں جسکے شروع میں ہے أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ جس کو وہ متعدد صحابہؓ سے بلا نام کی تصریح کے روایت کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الخ اصحابنا سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں اس لئے کہ طحاوی اور ترمذی کی ایک روایت میں اصحابنا کے بجائے أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ہے، لہذا یہ حدیث [1] مسند ہوئی نہ کہ مرسل ہاں اگر اصحابنا سے ابن ابی لیلیٰ کے اصحاب مراد ہوتے تو بیشک یہ حدیث مرسل ہوتی کیونکہ یہ خود تابعی ہیں اور ظاہر ہے کہ انکے رفقاء بھی تابعی ہوں گے۔

قوله: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ: اب آپ اس حدیث کا مفہوم سمجھئے، ابن ابی لیلیٰ فرما رہے ہیں نماز میں تین تغیرات ہوئے اور اس سے اگلی روایت میں یہ بھی آرہا ہے وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ یعنی تین ہی قسم کے تغیرات صیام میں ہوئے: ① نماز کا پہلا تغیر مشروعیت اذان واقامت ہے، کہ ابتداء میں نماز بلا اذان واقامت کے ہوتی تھی اور پھر صحابہ کرامؓ کے مشورہ اور عبد اللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد نماز کے لئے اذان واقامت مشروع ہوئی، دوسرا تغیر آگے آرہا ہے صلاۃ مسبوق کے بارے میں وَلَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ الخ عبد اللہ بن زیدؓ فرمارہے ہیں کہ اگر مجھ کو لوگوں کے اعتراضات اور چہ میگوئیوں کا خوف نہ ہوتا تو یہ کہتا کہ اذان کو میں نے خواب میں نہیں دیکھا بلکہ فی الواقع بیداری کی حالت میں دیکھا، آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلے روایت میں آیا تھا إِنِّي لَبَيْنَ نَائِمٍ وَيَقْظَانَ اس پر کلام وہاں گزر چکا۔

② **نماز کا دوسرا تغیر:** قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا: یہاں سے نماز کا دوسرا تغیر بیان کر رہے ہیں وہ یہ کہ ابتداء

---

[1] دراصل یہ حدیث تثنية الإقامة میں حنفیہ کی دلیل ہے اسلئے کہ اسمیں ایک لفظ آرہا ہے ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً. ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، اسمیں اقامت کو اذان کیساتھ تشبیہ دی گئی ہے لہذا جسطرح اذان کے کلمات میں تکرار ہے اسی طرح اقامت میں بھی ہو اجمہور کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے اسکا جواب اوپر آچکا کہ اصحاب سے مراد صحابہ ہیں انہوں نے دوسرا اشکال یہ کیا کہ یہ حدیث منقطع ہے، جواب یہ ہے کہ اگر انقطاع ہے تو صرف بعض طرق میں وهو رواية ابن ابي ليلى عن عبد الله بن زيد أو عن معاذ بن جبل (كما سيأتي قريباً) وأما رواية ابن ابي ليلى عن اصحاب محمد كما في رواية الطحاوي والترمذي وغيرهما فلا إنقطاع فإن عبد الرحمن بن ابي ليلى ادرك مائة وعشرين صحابياً۔

میں مسبوق کی نماز کے پورا کرنے کا طریقہ وہ نہیں تھا جواب ہے بلکہ یہ تھا کہ جو شخص مسجد میں پہنچتا تو اسکو مدرکین اشارہ سے بتلادیتے کہ ایک رکعت ہوئی یا دو، تو یہ معلوم ہونیکے بعد وہ یہ کرتا کہ امام کے پیچھے نیت باندھ کر پہلے جلدی جلدی اپنی فوت شدہ رکعت پڑھ لیتا جب وہ پوری ہو جاتی تو پھر باقی نماز امام کے ساتھ اس کے موافق پڑھتا اس صورت میں سب کی نماز مدرک و مسبوق ایک ساتھ پوری ہو جاتی تھی، لیکن شروع میں جماعت کی کیفیت یہ ہوتی کہ ایک ہی وقت میں کوئی قیام میں ہے کوئی رکوع میں کوئی سجود میں، اور کچھ لوگ امام کے ساتھ اس کے موافق پڑھنے والے، اسی کو راوی کہہ رہا ہے مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَقَاعِدٍ وَمُصَلٍّ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حَتّٰى جَاءَ مُعَاذٌ: غرضیکہ مسبوق کے نماز کی کیفیت اس طرح چل رہی تھی جو اوپر مذکور ہوئی، ایک دن کی بات ہے کہ حضرت معاذؓ اتفاق سے مسبوق ہو گئے، جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو نمازیوں نے حسب معمول سابق انکو بھی اشارے سے سمجھایا مگر انہوں نے یہ فرمایا لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا کہ میں امام کو جس حال میں پاؤں گا اسی پر رہوں گا یعنی اپنی فوت شدہ رکعت پہلے نہیں پڑھوں گا، چنانچہ انہوں نے جماعت میں شریک ہو کر امام کیساتھ اس کے موافق نماز پڑھی اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی باقی نماز پوری کر کے سلام پھیرا، ظاہر ہے کہ حضرت معاذؓ نے ایسا اپنے اجتہاد سے کیا جس کی جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویب فرمائی اور فرمایا إِنَّ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً، كَذٰلِكَ فَافْعَلُوا یعنی معاذؓ نے تمہارے لئے اچھا طریقہ نکالا ہے لہٰذا ایسا ہی کیا کرو۔

شرح السند: قوله: قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى: قَالَ عَمْرٌو: وَحَدَّثَنِي بِهَا حُصَيْنٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى: مصنف مذکورہ بالا حدیث کو دو سندوں سے روایت کر رہے ہیں پہلی سند میں ان کے استاذ عمرو بن مرزوق ہیں اور دوسری میں جو حاء تحویل سے شروع ہو رہی ہے استاذ ابن المثنی ہیں اور عمرو بن مرہ ہر دو سند کے مشترک راوی ہیں، قال ابن المثنی سے مصنفؒ جو اختلاف رواۃ بیان کر رہے ہیں اسکا تعلق میرے نزدیک تغیر ثانی جو صلاۃ مسبوق سے متعلق ہے اس سے ہے، اختلاف [1] مصنفؒ نے یہ بیان کیا کہ ابن المثنی کی روایت میں یہ ہے کہ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ جس طرح یہ روایت میں نے براہ راست ابن ابی لیلیٰ سے سنی ہے اسی طرح بواسطہ حصین بھی ابن ابی لیلیٰ سے سنی ہے بذل [2] میں اس عبارت کا مطلب یہی لکھا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ عمرو بن مرہ کی مراد یہ

---

[1] وفي بعض التقارير هكذا. قوله قال ابن المثنى قال عمرو الخ میرے نزدیک یہاں سے مصنفؒ نے جو اختلاف طرق بیان کیا ہے اسکا تعلق پوری حدیث سے نہیں بلکہ صرف تغیر ثانی جو صلوۃ مسبوق کے بارے میں ہے اس سے ہے، چنانچہ ابن المثنی کے بیان کے مطابق اس حدیث کو عمرو بن مرہ جس طرح ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں اسی طرح بواسطہ حصین بھی ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں، آگے چل کر شعبہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث میں نے جس طرح عمرو بن مرہ سے سنی اسی طرح اپنے شیخ الشیخ حصین سے بھی سنی ہے اور محتمل یہ بھی ہے کہ مطلب یہ ہو، عمرو کہتے ہیں کہ یہ روایت میں نے صرف حصین سے سنی ابن ابی لیلیٰ سے نہیں، وهكذا قال شعبة والله أعلم. واختار في البذل المعنى الاول۔

عمرو بن مرزوق نے یہ اختلاف طرق بیان نہیں کیا، صرف ایک جملہ کے بارے میں شعبہ کا قول نقل کیا ہے کہ یہ میں نے عمرو بن مرہ سے نہیں سنا صرف حصین سے سنا ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٠٤

ہو کہ اس حدیث کا پہلا حصہ یعنی تغیر اول تو میں نے ابن ابی لیلیٰ سے براہ راست سنا (جیسا کہ اوپر سند میں گذر چکا) اور حدیث کا یہ دوسرا حصہ میں نے ان سے بواسطہ حصین سنا، حَتّٰی جَاءَ مُعَاذٌ اس کا تعلق ماقبل کی عبارت وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا جَاءَ يَسْأَلُ سے ہے۔

قولہ: قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ: اوپر سند میں دیکھئے معلوم ہوگا کہ شعبہ شاگرد ہیں عمرو بن مرہ کے، تو یہاں شعبہ یہ کہہ رہے ہیں کہ شروع کا حصہ تو میں نے عمرو بن مرہ سے سنا تھا، اور یہ دوسرا حصہ حدیث کا میں نے جس طرح عمرو بن مرہ سے سنا تھا اسی طرح عمرو بن مرہ کے استاذ حصین سے بھی سنا، اس عبارت کے مطلب میں بھی وہ دوسرا احتمال جاری ہوگا جو پہلے بیان کیا گیا، یعنی یہ کہ یہ حصہ میں نے صرف حصین سے سنا عمرو بن مرہ سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

قولہ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ: دراصل مصنفؒ شروع سے اپنے استاذ عمرو بن مرزوق کی حدیث کے الفاظ نقل کرتے چلے آرہے تھے، درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ابن المثنیٰ کی روایت میں جو اختلاف رواۃ تھا اس کو بیان کیا تھا اس لئے مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ اب میں پھر اپنے استاذ عمرو بن مرزوق کی روایت کے الفاظ نقل کررہا ہوں۔

قولہ: قَالَ شُعْبَةُ: وَهٰذِهِ سَمِعْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ: هٰذِهِ کا اشارہ جملہ سابقہ فَأَشَارُوا إِلَيْهِ کی طرف ہے، شعبہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ میں نے صرف حصین سے سنا ہے اپنے دوسرے استاذ عمرو بن مرہ سے نہیں سنا، اس کتاب کا یہ مقام مشکل مواقع میں سے ہے جو بحمد اللہ حل ہوگیا، واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب میں مصنف جو اختلافات رواۃ بیان کرتے ہیں جن کے شروع میں کبھی قال ابوداؤد لکھتے ہیں اور کبھی نہیں یہ مواقع اور ان کا حل اس کتاب میں خاص اہمیت رکھتا ہے، جو آج کل طلباء و مدرسین کے درمیان قال ابو داؤد کے عنوان سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ اس کتاب میں قال ابوداؤد کا سمجھنا بہت اہم ہے۔

قولہ: قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا الخ: یہاں سے راوی صیام سے متعلق تغیرات ثلثہ کو بیان کررہا ہے، حالانکہ نماز کا ابھی ایک تغیر باقی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت میں اختصار ہے، وہ تیسرا تغیر اگلی روایت میں آرہا ہے۔

صوم کے تغیرات ثلاثہ: صوم کے تغیرات ثلاثہ یہ ہیں: حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اس وقت ہر ماہ تین روزے اور صوم عاشوراء فرض ہوئے (صوم عاشوراء کا ذکر آگے روایت میں آرہا ہے) کچھ دن بعد اس حکم میں تغیر و تبدیلی واقع ہوئی اور نزول رمضان ہوا یعنی صیام رمضان مشروع ہوئے تو ① پہلا تغیر یہ ہوا کہ ہر ماہ تین روزوں کے بجائے سال میں رمضان کے تیس روزے فرض ہوئے مگر اس طور پر کہ باوجود روزے پر قدرت کے ہر شخص کو اختیار تھا کہ خواہ روزہ رکھے یا اس کے بجائے فدیہ ادا کرے، کچھ روز بعد اس حکم میں بھی تغیر واقع ہوا ② اور آیت کریمہ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ[1] نازل ہوئی اور فدیہ کا حکم صرف مریض اور مسافر کیلئے باقی رہ گیا اور مستطیع کے لئے صوم متعین ہوگیا یہ دوسرا تغیر ہوا، یعنی رخصت افطار میں تعمیم کے بعد تخصیص، پھر ③ تیسرا تغیر یہ ہوا کہ

[1] سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اسکے اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اسکو گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۵)

شروع میں حکم یہ تھا کہ صائم افطار کر لینے کے بعد سونے سے پہلے پہلے اکل وشرب و جماع کر سکتا ہے، اور جہاں سویا آنکھ لگی اس کے بعد اگر بیدار ہو تو کھانا پینا جماع ناجائز تھا، بہت روز تک ایسا ہی چلتا رہا لیکن پھر اس میں تغیر ہوا اسطرح کہ، ایک مرتبہ کا واقعہ ہے حضرت عمرؓ نے رات کیوقت میں اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ فرمایا اس نے کہا کہ میں تو سو گئی تھی حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ ویسے ہی بہانہ کر رہی ہے کیونکہ اسکی عادت اس قسم کی تھی اس لئے انہوں نے اس سے صحبت کر لی۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک انصاری صحابی جنکا نام صرمہ بن قیس ہے جو کاشتکار قسم کے آدمی تھے رمضان کے مہینے میں دن بھر تو وہ کھیت پر رہے روزے کی حالت میں محنت ومشقت کے کام کرتے رہے شام کو جب گھر پہنچے، اور روزہ افطار کرنے کا وقت ہو گیا تو انہوں نے گھر والوں سے کھانا طلب کیا فقالوا: حتّٰى نُسخّن لك شيئًا گھر والوں نے کہا کہ ذرا ٹھہریئے کھانا ابھی گرم کر کے لاتے ہیں، اتنے وہ کھانا گرم ہوتا رہا ادھر ان کی آنکھ لگ گئی گھر والے کھانا گرم کر کے جب لائے تو دیکھا کہ ان کی آنکھ لگی ہوئی ہے، اب کھانا نہیں کھا سکتے تھے، بیچاروں کا ضعف کیوجہ سے برا حال ہو گیا تو ان دو واقعوں کے بعد آیت نازل ہوئی أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَآئِكُمْ اور اسی کے آخر میں ہے وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ [1]، اس آیت کے نزول سے حکم سابق منسوخ ہوا اور ماہ رمضان کی رات میں مطلقاً کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہو گئی، یہ روزے کا تغیر ثالث ہوا۔

٥٠٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ، وَأُحِيلَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ - وَسَاقَ نَصْرٌ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَاقْتَصَّ ابْنُ الْمُثَنَّى مِنْهُ قِصَّةَ صَلَاتِهِمْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْ - قَالَ: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى هَذِهِ الْآيَةَ: { قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۚ [2] } فَوَجَّهَهُ اللهُ تَعَالَى إِلَى الْكَعْبَةِ - وَتَمَّ حَدِيثُهُ - وَسَمَّى نَصْرٌ صَاحِبَ الرُّؤْيَا، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَقَالَ فِيهِ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، مَرَّتَيْنِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اللهُ

---

[1] حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو انکی اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے سو معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آنے لگے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے (سورۃ البقرۃ ۱۸۷)

[2] بے شک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف، سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہو اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد الحرام کے اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی طرف (سورۃ البقرۃ ۱۴۴)

أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، ثُمَّ أَمْهَلَ هُنَيَّةً، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقِّنْهَا بِلَالًا» فَأَذَّنَ بِهَا بِلَالٌ، وَقَالَ فِي الصَّوْمِ: قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ "يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ} إِلَى قَوْلِهِ {طَعَامُ مِسْكِينٍ} فَكَانَ مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يُفْطِرَ، وَيُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، أَجْزَأَهُ ذَلِكَ، وَهَذَا حَوْلٌ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: {شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ} إِلَى {أَيَّامٍ أُخَرَ}[1] فَثَبَتَ الصِّيَامُ عَلَى مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ وَعَلَى الْمُسَافِرِ أَنْ يَقْضِيَ، وَثَبَتَ الطَّعَامُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْعَجُوزِ اللَّذَيْنِ لَا يَسْتَطِيعَانِ الصَّوْمَ"، وَجَاءَ صِرْمَةُ وَقَدْ عَمِلَ يَوْمَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ نماز کے متعلق تین تبدیلیاں ہوئیں اور روزے کے متعلق بھی تین تبدیلیاں ہوئیں اس کے بعد نصر بن مہاجر نے اپنی حدیث مکمل ذکر کی، لیکن محمد بن مثنی استاد نے اس حدیث میں مسلمانوں کی بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا قصہ ذکر کیا (اور دو تبدیلیاں ذکر نہیں کیں جبکہ نصر بن مہاجر نے نماز سے متعلق تینوں تبدیلیوں کو ذکر کیا تھا اور محمد بن مثنی نے صرف تیسری تبدیلی کو ذکر کیا) محمد بن مثنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو تیرا مہینے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی، ہم آپ کے آسمان کی جانب چہرے کے پھرنے کو جانتے ہیں پس ضرور بضرور ہم آپ کو وہ قبیلہ عطا فرمائیں گے جو آپ کی پسند ہے پس آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر دیجئے اور تم لوگ زمین میں جہاں کہیں بھی ہو تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی جانب پھیر لو پس اللہ رب العزت نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کعبہ کو قبلہ بنادیا یہاں تک کہ محمد بن مثنی کی حدیث پوری ہوگئی اور نصر بن مہاجر استاد نے خواب دیکھنے والے صحابی کا نام ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ایک انصاری صحابی عبد اللہ بن زیدؓ آئے اور عبد اللہ بن زیدؓ کو جو شخص خواب میں نظر آیا اس نے قبلہ رخ ہو کر اذان کہی اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ دو مرتبہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ دو مرتبہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ دو مرتبہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ دو مرتبہ اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ پھر وہ فرشتہ تھوڑے سے وقت ٹھہرا اور اس نے اسی طرح کے کلمات دوبارہ کہے (اقامت کے) البتہ اس میں فرشتے نے حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کا اضافہ کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن زیدؓ سے ارشاد فرمایا یہ کلمات حضرت بلالؓ سے کہلواؤ پس حضرت بلالؓ نے ان کلمات کے ذریعے اذان دی...... نصر بن مہاجر استاد نے روزے کی تبدیلیاں کے متعلق فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ تین دن کا روزہ رکھتے اور دس محرم کا روزہ رکھتے اس کے بعد اللہ پاک نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی اے مسلمانوں تم پر رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی

[1] سورۃ البقرۃ ۱۸۳ ـ ۱۸۵

بن جاؤ یہ گنتی کے دن ہیں پس تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ ان دنوں کے علاوہ دنوں میں روزہ رکھے اور جن لوگوں میں روزہ رکھنے کی طاقت ہے (اور پھر وہ روزہ رکھنا نہ چاہیں) تو وہ ایک غریب شخص کو کھانا کھلا کر اس روزہ کا فدیہ دے سکتے ہیں........ پس صحابہ کرامؓ میں جس کا دل چاہتا روزہ رکھتا اور جس کا دل چاہتا روزہ نہ رکھتا اور ایک غریب کو ایک دن کا کھانا کھلا کر اس کا فدیہ دے دیتا تو یہ اس کی طرف سے کافی ہو جاتا یہ روزے کے پہلی تبدیلی کا بیان ہوا دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن پاک نازل ہوا لوگوں کی رہنمائی کیلئے اور اس قرآن کریم میں رہنمائی کیلئے واضح آیتیں اور دلائل ہیں اور یہ قرآن کریم حق اور باطل میں تمیز کرنے والا ہے پس تم میں سے جو شخص ماہ رمضان کو پائے (مقیم ہونے کی حالت میں تو وہ ہر حال میں روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے اس آیت نے رمضان المبارک پانے والے لوگوں پر روزہ کو متعین کر دیا اور مسافر کے لئے روزہ قضا کرنے کی اجازت دیدی اسی طرح عمر رسیدہ شخص اور بوڑھے شخصوں کیلئے جو روزہ نہیں رکھ سکتے روزہ چھوڑنے کی اجازت دیدی (یہ دوسری تبدیلی ہوگئی کیونکہ شروع میں ہر مہینہ کے تین دن کے روزہ اور دس محرم کا روزہ فرض تھا وہ حکم منسوخ ہوا اور رمضان کے روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ روزہ رکھو یا فدیہ دو اور اب اس آیت نے روزہ کو متعین اور لازمی قرار دیدیا صحیح اور مقیم کے حق میں گزشتہ اختیار کو ختم کر دیا) تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ صرمہ صحابیؓ دن بھر محنت کر کے گھر آئے (اور بغیر کھائے پیئے سو گئے تو ان پر کھانا حرام ہو گیا پھر بغیر کھائے پیئے انہوں نے اگلے دن روزہ رکھ لیا تو آپ ﷺ نے ان کو دیکھا کہ سخت مشقت کی حالت میں ہیں اس پر آپ ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی تو صحابی نے اپنا پورا واقعہ ذکر کیا کہ میں گزشتہ روز محنت کرنے کے بعد شام کو گھر پہنچا تو بغیر کچھ کھائے پیئے سو گیا اور آج صبح سے دوبار روزہ سے ہوں........ اس پر قرآن کریم کی آیت أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ الخ نازل ہوئی)۔

تخریج سنن أبي داود – الصلاة (٥٠٧) مسند أحمد – مسند الأنصار رضي الله عنهم (٢٤٧/٥)

شرح الحدیث قوله: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا: نماز کے تغیرات ثلاثہ میں جو تغیر ثالث گذشتہ روایت میں رہ گیا تھا، وہ یہ ہے:

نماز کا تغیر ثالث: حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو تیرہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے لیکن آپ ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ آپ ﷺ کا قبلہ وہ ہو جو آپکے باپ ابراہیم علیہ السلام کا تھا جیسا کہ اس آیت میں اسکا ذکر ہے قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ، چنانچہ آپ ﷺ کی خواہش کے مطابق مدت مذکورہ فی الحدیث کے بعد تحویل قبلہ ہوا، اور ارشاد ہوا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کہا گیا ہے کہ تحويل قبله أول نسخ وقع في شريعته صلى الله عليه وسلم۔

تحویل قبلہ سے متعلق دو بحثیں: جاننا چاہئے کہ یہاں دو بحثیں ہیں: **بحث اول:** تحویل قبلہ ہجرت سے کتنی مدت بعد ہوا اسمیں روایات مختلف ہیں بخاری کی روایت میں سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا أَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا[1] مذکور ہے، اور ابو عوانہ کی روایت میں سولہ ماہ ہے[2] اور مسند احمد میں سترہ ماہ ہے، اور ابن ماجہ میں اٹھارہ ماہ ہے[3]، ابو داؤد کی اس روایت میں تیرہ ماہ ہے اس کے علاوہ بھی روایات ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدوم مبارک مدینہ منورہ میں بالاتفاق ماہ ربیع الاول میں ہوا اور تحویل قبلہ صحیح اور مشہور قول کی بناء پر رجب ۲ھ میں ہوا، اب اگر ابتداء و انتہاء، دونوں کو مستقل شمار کیا جائے تو سترہ ماہ ہوتے ہیں اور اگر دونوں کو ملا کر ایک کر دیں تو سولہ ماہ ہوتے ہیں، بظاہر اسی کے پیش نظر بخاری کی روایت میں سولہ یا سترہ وارد ہوا ہے۔

بحث ثانی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں کس طرف استقبال فرماتے تھے بیت اللہ کی طرف یا بیت المقدس کی طرف سو اسمیں تین قول ہیں:

① مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیت اللہ کا استقبال کرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔

② آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں شروع میں کعبہ کا استقبال فرماتے تھے اور پھر مکہ ہی کے قیام میں قبل الہجرت استقبال بیت المقدس کے مامور ہوئے۔

③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کا استقبال فرماتے تھے مگر اس طور پر کہ بیت اللہ بھی سامنے رہے۔

علی القولین الاولین قبلہ کے بارے میں تعدد نسخ ماننا پڑیگا جیسا کہ مشہور ہے، اور قول ثالث پر نسخ قبلہ میں تعدد نہ ہوگا، کچھ احکام ایسے ہیں جن میں تعدد نسخ ہوا اور وہ چار ہیں جن کی تعیین باب الوضوء مما مست النار میں گذر چکی۔

٣١ - بَابٌ فِي الْإِقَامَةِ

اقامت کا بیان

اقامت اصطلاح فقہاء میں ان الفاظ مخصوصہ کا نام ہے جو اعلام حاضرین کے لئے کہے جاتے ہیں۔

٥٠٨ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْمُبَارَكِ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ»، زَادَ حَمَّادٌ فِي حَدِيثِهِ: إِلَّا الْإِقَامَةَ.

ترجمہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے کلمات جفت جفت کہیں اور اقامت

---

[1] صحيح البخاري - كتاب التفسير - سورة البقرة ٤٤٨٦

[2] مسند أبي عوانة - كتاب المساجد وما فيها - باب بيان أول مسجد وضع في الأرض وأول قبلة ١١٦٢ - ١١٦٥ (ج ١ ص ٣٢٨ - ٣٢٩)

[3] سنن ابن ماجه - كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب القبلة ١٠١٠

کے کلمات طاق طاق کہیں حماد راوی نے یہ اضافہ کیا کہ سوائے قد قامت الصلاۃ کے کلمے کے کہ وہ اقامت میں دو دفعہ کہا جائے۔

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ... قوله: جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ: مصنفؒ نے دو سندیں ذکر فرمائی ہیں پہلی سند سماک پر آکر رک گئی اور دوسری وہیب پر اور یہ دونوں روایت کرتے ہیں ایوب سختیانی سے، ایوب ملتقی السندین ہیں ابو قلابہ کا نام عبداللہ بن زید ہے۔

قوله: أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ: یعنی حضرت بلالؓ اس بات کے مامور تھے کہ کلمات اذان کو شفعاً شفعاً کہیں اور کلمات اقامۃ کو فرداً فرداً یعنی ایک ایک بار۔

قوله: زَادَ حَمَّادٌ فِي حَدِيثِهِ: إِلَّا الْإِقَامَةَ: اس لفظ کی زیادتی سماک کی روایت میں ہے وہیب کی روایت میں نہیں ہے اس کے بعد آپ سمجھئے کہ ہمارے یہاں یہ پہلے آچکا کہ ائمہ ثلاث إِقَامَة میں ایتار کے قائل ہیں اور حنفیہ تثنیہ کے۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک کلمات اقامۃ کی تعداد: حنفیہ کے نزدیک کلمات اقامت سترہ ہیں جبکہ اذان کے کلمات ان کے یہاں پندرہ ہیں لفظ قد قامت الصلاۃ کی وجہ سے دو کا اضافہ ہو گیا اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک اس کے کل کلمات گیارہ ہیں تکبیر شروع اور آخر دونوں جگہ دو دو مرتبہ ہے اسی طرح لفظ قد قامت الصلاۃ دو مرتبہ اور باقی تمام کلمات ایک ایک مرتبہ ہیں، اور امام مالکؒ کے نزدیک کلمات اقامت دس ہیں ان کے نزدیک لفظ قد قامت الصلاۃ بھی ایک مرتبہ ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ روایۃ میں إِلَّا الْإِقَامَةَ ایوب سختیانی کی جانب سے مدرج ہے۔

حدیث الباب جمہور کی دلیل: یہ اوپر والی حدیث متفق علیہ ہے اور اس لحاظ سے بہت قوی ہے اور افراد اقامت میں جمہور علماء کا مستدل ہے..... علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ افراد اقامت کی احادیث اگرچہ زیادہ صحیح ہیں بوجہ اس کے کہ وہ صحیحین کی ہیں لیکن احادیث تثنیہ ایک زیادتی پر مشتمل ہیں لہذا ان کی طرف مصیر اور رجوع لازم ہے، (کذا فی البذل [1])۔

حدیث الباب کے خلاف دوسری روایات: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ اقامت بلالؓ کے بارے میں روایات حدیثیہ مختلف ہیں، صحیحین میں تو ایتار وارد ہے لیکن دوسری کتب حدیث میں ان کی اقامت میں بھی تثنیہ ثابت ہے، چنانچہ حاکم اور بیہقی (فی الخلافیات) اور طحاویؒ نے سوید بن غفلۃ سے روایت کیا أن بلالاً كان يثني الأذان والإقامة [2]، لیکن حاکم نے اسمیں انقطاع کا دعویٰ کیا ہے اس پر حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا طحاویؒ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے سوید بن غفلہ کہتے ہیں سَمِعْتُ بِلَالًا، لہذا انقطاع کا اشکال مرتفع ہو گیا اسی طرح طبرانی کی ایک روایت میں وارد ہے، اگرچہ ضعیف ہے عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ الْأَذَانَ وَالْإِقَامَةَ سَوَاءً مَثْنَى مَثْنَى [3]، اب جب صورت حال یہ ہے کہ ان روایات سے اقامت بلال کا شفع ہونا معلوم ہوتا ہے تو پھر أُمِرَ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ٤ ص ٥٦

[2] شرح معاني الآثار- كتاب الصلاة- باب الإقامة كيف هي؟ ٨٢٧ (ج ١ ص ١٣٤)

[3] مسند الشاميين للطبراني رقم الحديث ١٣٣٤ ج ٢ ص ٢٧٧ ، نصب الراية لأحاديث الهداية ج ١ ص ٢٦٩

بِلَالٌ أَنْ يُوتِرَ الْإِقَامَةَ کی تاویل کی جائے گی تاکہ روایات میں تعارض نہ ہو۔

حدیث الباب کی تاویل: حنفیہ کی طرف سے اس کی ایک مشہور تاویل یہ کی جاتی ہے جیسا کہ شامی میں ہے کہ ایتار سے مراد ایتار الصوت ہے [1]، یعنی دو کلموں کو ملا کر ایک سانس میں ادا کرنا اور اس کو حدراً پڑھنا بخلاف اذان کے کہ اسمیں ترسیل ہے ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کو مستقل سانس میں اداء کرنا، اور حضرت شیخ اس حدیث کی یہ تاویل فرماتے تھے کہ میرے نزدیک اس کا تعلق ہر اذان سے نہیں بلکہ صرف اذان صبح سے ہے، حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں صبح کے وقت دو مرتبہ اذان ہوتی تھی، ایک اخیر شب میں تہجد کے لئے اور دوسری صبح صادق کے بعد صبح کی نماز کیلئے، ایک مرتبہ بلالؓ کہتے تھے اور ایک مرتبہ ابن ام مکتومؓ تو اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اذان تو شفعاً یعنی دو مرتبہ کہی جائے اور اقامت صرف ایک بار، کلمات اقامت کا ایتار مراد نہیں ہے۔

تثنیہ اقامت میں حنفیہ کے مزید دلائل: نیز حنفیہ کی دلیل عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث [2] ہے اس لئے کہ اس کے بعض طرق سے اقامت کا مثنی ہونا معلوم ہوتا ہے جمہور نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ عبد اللہ بن زیدؓ کی حدیث منقطع ہے، جواب یہ ہے کہ انقطاع اس کے بعض طرق میں ہے سب میں نہیں، اس پر تنبیہ ہمارے یہاں پہلے بھی گذر چکی، نیز امام ترمذیؒ نے اس کو دونوں طریق سے ذکر کر کے طریق متصل کو [3] اصح کہا ہے، اور دوسری دلیل سوید بن غفلہ کی حدیث ہے أن بلالا كان يثني الأذان والإقامة یہ بھی ہمارے یہاں پہلے گذر چکی، نیز حدیث ابو محذورہؓ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں وحديث أبي محذورة في تثنية الإقامة مشهور عند النسائي وغيره [4]، بذل المجہود میں حافظ ابن قیمؒ سے نقل کیا ہے حاصل اختلاف یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے اذان ابو محذورہ اور اقامت بلال کو اختیار کیا اور امام ابو حنیفہ نے اس کے برعکس یعنی اذان بلال اور اقامت ابو محذورہ کو لیکن میں کہتا ہوں ہمیں یہ بات تسلیم نہیں کہ حنفیہ نے اذان بلال کو لیا اور اقامت بلال کو نہیں لیا، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ حنفیہ نے اذان بلال واقامت بلال دونوں کو لیا ہے، جیسا کہ ابھی ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں، اور حدیث الباب مؤول ہے، مولانا عبد الحی صاحبؒ لکھتے ہیں قال النخعي قال: أول من نقص الإقامة معاوية بن أبي سفيان، وقيل بنو أمية [5]، یعنی امراء بنو امیہ کا یہ

---

[1] رد المحتار على الدر المختار - ج ۲ ص ۵۵

[2] لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان کی حدیث کے بعض طرق میں افراد اقامت ہے۔

[3] چنانچہ انہوں نے اولاً روایت کی تخریج طریق منقطع کے ساتھ کی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: «كَانَ أَذَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَفْعًا شَفْعًا فِي الأَذَانِ وَالإِقَامَةِ»، پھر آگے اختلاف طرق کے ذیل میں فرماتے ہیں وقَالَ شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ رَأَى الأَذَانَ فِي المَنَامِ، وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ (جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء أن الإقامة مثنى مثنى ١٩٤)۔

[4] التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير ج ١ ص ٣٥٩

[5] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٥٩

حرکت ہے کہ انہوں نے اقامت کو ناقص کر دیا اس کے کلمات پورے نہیں کہتے تھے۔

٥٠٩ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، مِثْلَ حَدِيثِ وُهَيْبٍ قَالَ: إِسْمَاعِيلُ، فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ، فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ

ترجمہ: حضرت انسؓ سے گزشتہ حدیث کے مثل روایت ہے جس طرح وھیب راوی نے نقل کی تھی۔ استاد اسماعیل کہتے ہیں میں نے یہ حدیث ایوب کو سنائی تو ایوب نے فرمایا سوائے قد قامت الصلوۃ کے کہ یہ کلمہ دو مرتبہ کہا جائے گا اور اس کے علاوہ باقی کلمات اقامت میں ایک ایک دفعہ کہے جائیں گے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٥٧٨) صحيح البخاري - الأذان (٥٨٠) صحيح البخاري - الأذان (٥٨١) صحيح البخاري - الأذان (٥٨٢) صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣٢٧٠) صحيح مسلم - الصلاة (٣٧٨) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٣) سنن النسائي - الأذان (٦٢٧) سنن أبي داود - الصلاة (٥٠٨) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٢٩) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٩/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٤).

شرح الحديث: حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ ...... قوله: قَالَ: إِسْمَاعِيلُ، فَحَدَّثْتُ بِهِ أَيُّوبَ، فَقَالَ: إِلَّا الْإِقَامَةَ: پہلی سند میں ابو قلابہ سے روایت کرنے والے ایوب تھے اور اسمیں ان سے روایت کرنے والے خالد حذاء ہیں، اسماعیل کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو شروع میں خالد سے پہنچی تھی پھر میں نے یہ حدیث انکے عدیل ایوب کو جا کر سنائی تو انہوں نے اس حدیث میں إِلَّا الْإِقَامَةَ کا اضافہ کیا۔

امام مالکؒ کے نزدیک لفظ قد قامت الصلوۃ میں بھی افراد ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا، وہ فرماتے ہیں کہ اس استثناء کے ساتھ ایوب متفرد ہیں لہذا اس حدیث کے ثبوت میں تردد ہے۔

٥١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي الْمُثَنَّى، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: "إِنَّمَا كَانَ الْأَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ، مَرَّتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مَرَّةً، مَرَّةً غَيْرَ أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ". قَالَ شُعْبَةُ: وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْ أَبِي جَعْفَرٍ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اذان کے کلمات دو دو مرتبہ ہوتے تھے اور اقامت کے کلمات ایک ایک مرتبہ ہوتے تھے، البتہ اقامت میں مؤذن قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دو مرتبہ کہا کرتا، جب ہم اقامت سنتے تو وضو کر کے نماز کیلئے نکل کھڑے ہوتے۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے اس حدیث کے علاوہ کوئی حدیث نہیں سنی۔

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ ..... قوله: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ، يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمٍ: ابو جعفر کا نام محمد بن

ابراہیم بن مسلم ہے ان کی ثقاہت علماء کے درمیان مختلف فیہ ہے اس حدیث کو یہ اپنے دادا مسلم سے روایت کرتے ہیں۔

فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ: یہ روایت حضرت ابن عمرؓ کی ہے جس میں وہ فرمارہے ہیں کہ جب ہمارے کان میں اقامت کی آواز پڑتی تھی تو جلدی سے کھڑے ہو کر وضوء کرتے تھے اور نماز کیلئے چلے جاتے تھے۔

حدیث کی توجیہ: یہاں پر یہ خلجان ہوتا ہے کہ جب نماز کھڑی ہونے پر وضوء کی جائیگی اگر مسبوق نہ ہو تو کم از کم تکبیر اولیٰ تو فوت ہوگی ہی [1] اور یہ کہنے والے صحابی ہیں کہ ہم ایسا کرتے تھے، اس پر شارح ابن رسلانؒ لکھتے ہیں یعني في بعض الأوقات أو بعض الصحابة [2] یعنی یہ مطلب نہیں کہ سارے ہی صحابہ اتنی دیر کرتے تھے بلکہ ان میں سے بعض، نیز احیاناً (کبھی کبھار) نہ کہ دائماً، ابن رسلانؒ کے اس کلام سے کچھ خلجان میں کمی ہوگئی، اور میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اس کلام کے قائل ابن عمرؓ ہیں جو عمر کے اعتبار سے صغار صحابہ میں ہیں، غزوہ خندق والا سال انکے بلوغ کا سال ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداء ہجرت میں ان کی عمر گیارہ بارہ سال ہوگی، اسی طرح انکے اور دوسرے ساتھی جو ان کے ہم عمر ہوں گے ان کے بارے میں یہ بات کہی جارہی ہے، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں اس کی ایک اور تاویل کی گئی ہے وہ یہ کہ فَإِذَا سَمِعْنَا الْإِقَامَةَ اس شرط کی جزاء تَوَضَّأْنَا نہیں ہے بلکہ خَرَجْنَا إِلَى الصَّلَاةِ ہے اور درمیان میں تَوَضَّأْنَا جملہ حالیہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے فإذا سمعنا الإقامة وقد توضأنا خرجنا إلى الصلوة یعنی جب ہم اقامت کی آواز سنتے اور حال یہ کہ پہلے وضوء کئے ہوتے تھے تو فوراً نماز کے لئے چلے جاتے تھے اور حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے سعایہ میں ابوداوٗد کی یہ روایت نقل کی ہے لیکن اس کے الفاظ بجائے تَوَضَّأْنَا کے توخينا أي تهيأنا ہیں یعنی جب ہم اقامت کی آواز سنتے تھے تو نماز کے لئے فوراً تیار ہو جاتے تھے [3]۔

٥١١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْمُثَنَّى مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْأَكْبَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ ابو جعفر جو کہ مسجد عریان (جو کوفہ کی ایک مسجد ہے) کے موذن سے روایت ہے کہ میں نے ابوالمثنیٰ سے سنا جو کہ کوفہ کی بڑی جامع مسجد کے موذن تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے یہ حدیث سنی۔

---

[1] ہمارے حضرت شیخ رفع یدین کی بحث میں فرمایا کرتے تھے کہ شافعیہ کا اس سلسلہ میں نہایت معروف ومشہور مستدل ابن عمرؓ کی حدیث ہے اور حنفیہ کی دلیل عدم رفع میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے جو کبار صحابہ میں سے ہیں، اور حضور ﷺ کے ارشاد مبارک لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى (مسلم برقم ٤٣٢) کا مصداق ہیں، ظاہر ہے کہ وہ اگلی صف میں ہوتے ہوں گے، اور حضرت ابن عمرؓ اپنے بارے میں خود فرمارہے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی اقامت کی آواز سنکر وضوء کیلئے کھڑے ہوتے تھے، اب ظاہر ہے کہ وہ نماز میں پچھلی صف میں ہوتے ہونگے تو حضور ﷺ کی کیفیت سے نماز کے بارے میں اگلی صف والے زیادہ باخبر ہوں گے یا پچھلی صف والے؟

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٦١

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٦٢

تخریج: سنن النسائي - الأذان (٦٢٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥١٠) سند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٧/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١١٩٣)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ . . . قوله: عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ: یہ وہی ابو جعفر ہیں جو پہلی سند میں آئے تھے یہاں ان کی ایک صفت زائد مذکور ہے مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُرْيَانِ، اور بعض کتب حدیث (طحاوی) میں اس طرح ہے: عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْفَرَّاءِ [1]، لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ ابو جعفر الفراء اور راوی ہیں اور ابو جعفر مؤذن مسجد العریان دوسرے راوی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بذل میں لکھا ہے کہ مسجد عریان شاید کہ یہ مسجد کوفہ میں ہے اور ابن رسلانؒ لکھتے ہیں کہ شاید یہ مسجد بصرہ میں ہے اس لئے کہ ابو جعفر راوی بصری ہیں نیز ابن رسلانؒ لکھتے ہیں العریان ضد الکاسی یعنی برہنہ [2]، بس اس سے آگے انہوں نے کچھ نہیں لکھا غالباً اسکا ترجمہ یہ ہوا، مسجد الفقراء والمساکین، جیسے ہمارے عرف میں نادار آدمی کو کہہ دیتے ہیں بھوکا ننگا۔

تنبیہ: نسائی شریف میں بَابُ التَّثْوِيبِ فِي أَذَانِ الْفَجْرِ میں ایک عبارت ہے وَلَيْسَ بِأَبِي جَعْفَرٍ الْفَرَّاءِ [3]، اس پر الفیض السمائی میں کچھ کلام ہے جو دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے مناسبت مقام کی وجہ سے اس پر ہم نے تنبیہ کر دی ہے۔

قوله: مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْأَكْبَرِ: لکھا ہے کہ کوفہ میں یہ ایک مسجد ہے۔

٣٢ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ آخَرُ

ایک شخص اذان دے اور دوسرا اقامت کہے اس طرح کرنا بھی جائز ہے

اذان ایک کہے اور اقامت دوسرا شخص، مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام مالک کے یہاں مطلقاً مباح ہے اور حنفیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ مؤذن اس پر راضی ہو، ورنہ مکروہ ہے۔

٥١٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَذَانِ أَشْيَاءَ، لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: فَأُرِيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: «أَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ» . فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: أَنَا رَأَيْتُهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُهُ، قَالَ: «فَأَقِمْ أَنْتَ».

ترجمہ: عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اعلان کرانے میں کچھ چیزوں کا ارادہ کیا (یعنی نصاریٰ کی

---

[1] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب الإقامة كيف هي؟ ٨٢٢ (ج ١ ص ١٣٣)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٦٢

[3] سنن النسائي - كتاب الأذان - باب التثويب في أذان الفجر ٦٤٨

ناقوس وغیرہ کے ذریعہ منادی کرانے کا اعلان کیا) حالانکہ آپ ﷺ نے ابھی تک ان کاموں میں سے کوئی بھی کام نہیں فرمایا تھا (تشبہ بالکفار سے بچنے کے سبب) پس عبداللہ بن زیدؓ کو خواب میں اذان دکھلائی گئی چنانچہ عبداللہ بن زیدؓ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب عرض کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلالؓ کو یہ کلمات کہلواؤ چنانچہ انہوں نے حضرت بلالؓ کو وہ کلمات کہلوائے اور حضرت بلالؓ نے ان کلمات کے ساتھ اذان دی پس عبداللہ بن زیدؓ نے عرض کیا میں نے خواب دیکھا تھا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میں ہی اذان دوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اقامت کہنا۔

شرح الحدیث حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: **تحقیق السند**: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ: یہ محمد، عبداللہ بن زید بن عبدربہ کے بیٹے ہیں لہذا سند میں بجائے عَنْ عَمِّهِ کے عَنْ أَبِيهِ [1] ہونا چاہئے جیسا کہ ظاہر ہے۔ لہذا یہ کسی راوی کا وہم ہے اور اس سے اگلی سند میں اس طرح ہے سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ راوی محمد بن عبداللہ نہیں بلکہ انکے بیٹے عبداللہ بن محمد ہیں یعنی عبداللہ بن زید کے پوتے۔ حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق میں یہی صحیح ہے [2]، باب کی اس پہلی حدیث کا مضمون واضح ہے، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اقامت غیر موذن کہہ سکتا ہے۔

٥١٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، وَشَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَأَقَامَ جَدِّي.

ترجمہ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ میرے دادا عبداللہ بن زید نے یہ واقعہ سنایا چنانچہ عبداللہ بن محمد کہتے ہیں کہ پھر میرے دادا نے اقامت کہی۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (١٨٩) سنن أبي داود - الصلاة (٥١٢) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٠٦) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٤٣) سنن الدارمي - الصلاة (١١٨٧)

٥١٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ يَعْنِي الْأَفْرِيقِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نُعَيْمٍ الْحَضْرَمِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصُّدَائِيَّ، قَالَ: لَمَّا كَانَ أَوَّلُ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَّنْتُ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أُقِيمُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى نَاحِيَةِ الْمَشْرِقِ إِلَى الْفَجْرِ، فَيَقُولُ: «لَا» حَتَّى إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ نَزَلَ فَبَرَزَ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَيَّ وَقَدْ تَلَاحَقَ أَصْحَابُهُ - يَعْنِي فَتَوَضَّأَ - فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ يُقِيمَ، فَقَالَ لَهُ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ هُوَ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ»، قَالَ: فَأَقَمْتُ.

---

[1] یہ ہماری اس سند کے اعتبار سے ہے، ورنہ حافظؒ کی جو تحقیق آگے آرہی ہے اسکا تقاضا یہ ہے کہ یہاں پر عَنْ جَدِّهِ ہونا چاہئے۔ ۱۲ منہ

[2] تهذيب التهذيب - ج ٦ ص ١٠

ترجمہ: زیاد بن الحارث الصدائیؓ کہتے ہیں کہ جب فجر کی اذان کا ابتدائی وقت داخل ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے اذان دی پھر میں نے عرض کرنا شروع کیا یارسول اللہ میں اقامت کہوں؟ تو نبی اکرم ﷺ مشرق کے کنارے کی جانب (روشنی کے پھیلنے کو) دیکھتے تو فرماتے نہیں تم اقامت مت کہو یہاں تک کہ روشنی خوب پھیل گئی تو نبی اکرم ﷺ سواری سے اترے اور قضاء حاجت فرما کر میری طرف لوٹے۔ دیگر صحابہ کرامؓ بھی نبی اکرم ﷺ کے پاس جمع ہو چکے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے وضو فرمایا حضرت بلالؓ نے اقامت کہنے کا ارادہ فرمایا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ قبیلہ صداء والے بھائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دیتا ہے وہی اقامت کہتا ہے چنانچہ میں نے اقامت کہی۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (١٩٩) سنن أبي داود - الصلاة (٥١٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٦٩)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ: مضمون حدیث یہ ہے، زیاد بن الحارث صدائیؓ فرماتے ہیں (جو حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے) کہ جب صبح کی اذان کا اول وقت ہوا تو مجھ سے آپ ﷺ نے اذان کہنے کو فرمایا چنانچہ میں نے اذان کہی اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اقامت بھی میں ہی کہوں گا، حضور ﷺ چلتے رہے اور آسمان کے افق شرقی کی جانب دیکھتے رہے اور مجھ سے فرماتے رہے کہ نہیں ابھی نہیں یہاں تک کہ جب صبح اچھی طرح روشن ہوگئی تو آپ ﷺ سواری پر سے اترے اور استنجاء کے لئے تشریف لے گئے اتنے میں آپ کے تمام رفقاء سفر بھی جمع ہو گئے جو کہ پیچھے رہ گئے تھے، اب جب نماز کھڑی ہونے لگی تو حضرت بلالؓ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: إِنَّ أَخَا صُدَاءٍ هُوَ أَذَّنَ وَمَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ کہ رجل صدائی نے اذان کہی ہے، لہذا اقامت بھی وہی کہیں گے زیاد بن الحارث چونکہ صدائی ہیں اس لئے آپ نے ان کو اخو صداء فرمایا یعنی قبیلہ صداء والا شخص، چنانچہ پھر اقامت انہی نے کہی۔

حدیث کی حنفیہ کی طرف سے توجیہ: اس حدیث سے شافعیہ وحنابلہ استدلال کرتے ہیں کہ دوسرے شخص کا اقامت کہنا مکروہ ہے، ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ تأذی کی شکل میں کراہت کے قائل ہم بھی ہیں اور یہاں وہی شکل تھی، نیز یہ حدیث ضعیف ہے کما قال الترمذی فی جامعہ، اس لئے کہ اس کی سند میں عبد الرحمن بن زیاد الافریقی ہیں جو اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں، ہاں اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث مالکیہ کے خلاف ہے تو کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ مطلقاً اباحت کے قائل ہیں، نیز دوسری دلیل حنفیہ کی یہ ہے، مروی ہے یہ بات کہ بسا اوقات ابن ام مکتومؓ اذان کہتے ہیں اور حضرت بلالؓ اقامت اور کبھی اس کے برعکس کہ اذان بلالؓ کہتے اور اقامت ابن ام مکتومؓ۔

٣٣ ۔ بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْأَذَانِ

اذان میں آواز بلند کرنے کا بیان

٥١٥ ۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے مؤذن کی اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اسی قدر وسعت کے ساتھ اسکی مغفرت ہوتی ہے اور ہر خشک اور تر بھی مؤذن کی اذان پر گواہی دے گی اور جو شخص نماز میں (لوگوں کی جماعت کیساتھ) حاضر ہوگا تو اس کیلئے پچیس درجہ ثواب لکھا جاتا ہے اور دو نمازوں کے درمیان والے گناہ اس کے بخش دیئے جاتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٥١٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٦)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ: **شرح السند**: بعض نسخوں [1] میں مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ ہے حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے کہ ثانی صحیح ہے اور اسی طرح نسخہ مجتبائیہ میں ہے اور نسائی وابن ماجہ میں بھی۔

قوله: قَالَ: الْمُؤَذِّنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ: ① اذان کی آواز جہاں تک پہنچے اتنی ہی مؤذن کی مغفرت کی جاتی ہے لہٰذا اس کو لہٰذا آواز زائد سے زائد بلند کرنی چاہئے تاکہ اتنی ہی لمبی چوڑی اس کی مغفرت ہو، لمبی چوڑی مغفرت سے مراد مغفرت تامہ ہے بطریق مبالغہ فرمارہے ہیں، ② دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اگر مؤذن کے معاصی کو اجسام فرض کیا جائے اور اس سے یہ تمام جگہ زمین کی بھر جائے جہاں تک اس کی آواز جارہی ہے تو ان سب کو بخش دیا جاتا ہے، ③ جہاں تک اذان کی آواز جائیگی زمین کے اس حصہ پر مؤذن نے جو جو گناہ کئے ہوں گے وہ سب معاف کردیئے جائیں گے؛ ④ اذان کی آواز جہاں تک پہنچے گی اس حصہ میں جتنے لوگ آباد ہیں مؤذن کی شفاعت پر ان سب کی بخشش کردی جائے گی، ⑤ يُغْفَرُ بمعنی يستغفر ہے، مؤذن کی آواز کی جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جتنی چیزیں ہیں وہ سب مؤذن کے لئے استغفار دعا مغفرت کرتی ہیں۔

قوله: وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ: جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے اس قطعہ زمین میں جتنے بھی جسم نامی جن وانس واشجار اور جمادات ہیں وہ سب اس کے لئے بروز قیامت گواہی دیں گے یعنی اس کے ایمان کی یا اس کے اس عمل خیر کی، اور یہ گواہی دینا اپنی حقیقت پر بھی محمول ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو گویائی عطا فرمادیں، اور مجاز پر بھی، دونوں قول مشہور ہیں ایک صورت میں گواہی بلسان قال اور دوسری صورت میں بلسان حال ہوگی، بلسان [2] قال اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ اس بات

---

[1] بذل (ج ٤ ص ٧١) میں اس حدیث کی سند حدثنا حفص بن عمر النمري ثنا شعبة عن موسى بن أبي عائشة ہے، جب کہ یحیی عبد المجید کے نسخہ میں حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ ہے، اس کی شرح میں علامہ سہارنپوریؒ اسی کو صحیح کہا ہے، اور نسخہ مجتبائیہ، نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی کا حوالہ دیا۔

[2] صاحب منہلؒ لکھتے ہیں صحیح یہ ہے کہ بیشک جمادات ونباتات وحیوانات کے لئے علم وادراک اور ایسے ہی تسبیح وتقدیس ثابت ہے، كما يعلم من قوله تعالى وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ، وقوله تعالى وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ، قال البغوي وهذا مذهب اهل السنة ويدل عليه قضية

پر قادر ہیں کہ ان سب چیزوں میں حیات اور قدرت نطق پیدا فرمادیں اور بلسان حال اس لئے کہ علماء نے لکھا ہے جملہ کائنات وموجودات بلسان حال اپنے خالق کے جلال اور علوشان کیساتھ ناطق ہیں۔

قوله: وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ: جماعت کی نماز میں حاضر ہونیوالے کیلئے پچیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور دو نمازوں کے درمیانی گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

٥١٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ، فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ، حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ، وَيَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ، حَتَّى يَضِلَّ الرَّجُلُ أَنْ يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان اذان کی جگہ سے اتنا دور بھاگتا ہے کہ جس جگہ اذان کی آواز نہ پہنچتی ہو وہاں شیطان چلا جاتا ہے اور اس کے بھاگنے کے دوران اس شیطان کی زور زور سے ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے پس جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو شیطان نماز کی جگہ آجاتا ہے پھر جب نماز کی اقامت کہی جاتی ہے تو پھر شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے پھر جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو شیطان آجاتا ہے یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز یاد کرو اور فلاں چیز یاد کرو وہ تمام چیزیں جو نماز کے شروع کرنے سے پہلے نمازی کو یاد نہیں تھیں یہاں تک کہ ان وسوسوں کی وجہ سے آدمی کو یہ نہیں معلوم رہتا کہ میں نے کتنی رکعت نماز پڑھی۔

تخریج: صحيح البخاري-الأذان(٥٨٣) صحيح مسلم-الصلاة(٣٨٩) جامع الترمذي-الصلاة(٣٩٧) سنن النسائي-الأذان(٦٧٠) سنن النسائي-السهو(١٢٥٢) سنن النسائي-السهو(١٢٥٣) سنن أبي داود-الصلاة(٥١٦) سنن ابن ماجه-إقامة الصلاة والسنة فيها(١٢١٦) سنن ابن ماجه-إقامة الصلاة والسنة فيها(١٢١٧) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٧٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٨٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٢٨٤) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٣١٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٣٩٨) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٦٠) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٤٨٣) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٥٠٤) مسند أحمد-باقي مسند المكثرين(٢/٥٣١) موطأ مالك-النداء للصلاة(١٥٤) موطأ مالك-النداء للصلاة(٢٢٤) سنن الدارمي-الصلاة(١٢٠٤) سنن الدارمي-الصلاة(١٤٩٤)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ... قوله: إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ: جب اذان دی جاتی ہے (جو کہ نماز کیلئے اعلان ہے) تو اس جگہ سے شیطان بھاگتا ہے گوز مارتا ہوا تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، اور یا یہ مطلب ہے کہ اتنی دور تک بھاگا جاتا ہے جہاں تک اذان کی آواز نہ پہونچ سکے۔

شرح حدیث: اس حدیث کی شرح میں دو قول ہیں: ① حقیقت پر محمول ہے، ② ضرط به فلانٌ کے قبیل سے ہے یعنی

---

[1] كلام الذئب والبقر وغيرهما (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ١٧٣ - ١٧٤)۔

جب کوئی کسی کا مزاق اڑائے تو اس وقت عرب لوگ کہتے ہیں ضرط بہ فلانٌ کہ اس نے فلاں شخص کا مذاق اڑایا ہے، اس صورت میں ضراط اپنی حقیقت پر محمول نہ ہوگا بلکہ اس سے مراد استہزاء ہوگا کہ اذان کا مذاق اڑاتا ہے، اور اگر حقیقت پر محمول ہو تو یہ بھی درست ہے، اس لئے کہ شیطان جسم ہے کھاتا پیتا بھی ہے، حقیقت پر محمول ہونیکی صورت میں احتمال ہے کہ وہ ایسا قصداً کرتا ہو تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اگر اذان کے وقت کوئی نقارہ بجانے لگے تو ظاہر ہے کہ کوئی اذان کی آواز نہ سن سکے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ بغیر قصد کے ایسا ہوتا ہو دوڑنے کی وجہ سے۔

قولہ: فَإِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ: اذان پوری ہونے پر پھر آجاتا ہے اور جب تثویب ہوتی ہے تو پھر بھاگتا ہے ان کے پورے ہونے پر پھر آجاتا ہے اور نمازیوں کے اندر وسوسہ ڈالتا ہے، اور کبھی کبھی کی مختلف باتیں انکو نماز میں یاد دلاتا ہے۔

ایک اشکال وجواب: یہاں پر ایک مشہور طالبعلمانہ سوال ہے کہ شیطان اذان سے تو اتنا ڈرتا اور بھاگتا ہے اور نماز جو اصل مقصود ہے جس میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اس سے کیوں ڈر کر نہیں بھاگتا؟ اس کا جواب ہم نے اساتذہ سے یہ سنا ہے کہ یہ تاثیر بالخاصہ کے قبیل سے ہے، حق تعالیٰ شانہ نے اشیاء میں آثار وخواص رکھے ہیں ہر چیز کی ایک تاثیر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اذان میں یہ تاثیر پیدا فرمادی ہے کہ اس سے شیطان ڈرتا اور گھبراتا ہے اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس گھر میں جنات کا اثر ہو وہاں کثرت سے اذان دی جائے تاکہ وہ بھاگ جائیں، الحاصل یہ تاثیر بالخاصہ ہے، لہٰذا اس سے افضلیت اذان علی تلاوت القرآن کا شبہ نہ کیا جائے، اور ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ مؤذن کے بارے میں یہ وارد ہے کہ جو چیز بھی اس کی آواز کو سنے گی اس کو بروز قیامت مؤذن کے حق میں گواہی دینی ہوگی اور ظاہر بات ہے کہ شیطان گواہ بننا نہیں چاہتا اس لئے وہ ایسا کرتا ہے۔

۳۴۔ بَابُ مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهُدِ الْوَقْتِ

مؤذن پر وقت کی حفاظت (کہ وقت داخل ہوا یا نہیں) واجب ہے

تعاہد یعنی اہتمام اور نگرانی اور اسکا خیال رکھنا۔

۵۱۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے امام مقتدیوں کی نماز کا محافظ اور ذمہ داری ہے اور مؤذن پر لوگ (اپنی نماز اور روزوں کے متعلق) اعتماد کرتے ہیں اے اللہ نماز پڑھانے والے اماموں کو رشد وہدایت نصیب فرما اور مؤذنوں کی مغفرت فرما۔

۵۱۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: نُبِّئْتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ

مِنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے گذشتہ حدیث کے مثل نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا فرمان مروی ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٠٧) سنن أبي داود - الصلاة (٥١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤١٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥١٤/٢)

شرح الأحاديث: الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ: یعنی امام مقتدیوں کی نماز کی صحت وفساد کا ذمہ دار ہے، وہ مقتدیوں کی نماز کو سنبھالے ہوئے ہے مقتدیوں کی نماز اس کی نماز کے تابع ہے، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ضمان یہاں غرامت اور تاوان کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد صرف حفظ اور رعایت ہے، اور بعض شراح نے لکھا ہے کہ امام متکفل ہوتا ہے مقتدیوں کی نماز کے امور کا، چنانچہ ان کی جانب سے قرأت کا متحمل ہوتا ہے (یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو قرأت خلف الإمام کے قائل نہیں ہیں) خصوصاً مسبوق کے حق میں نیز سنن ومستحبات نماز اور عدد رکعات کا[1]۔

قوله: اللَّهُمَّ أَرْشِدِ الْأَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِينَ: مساجد کے ائمہ اور مؤذنین کو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دعا سے نواز رہے ہیں، ائمہ کے لئے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کو رشد وہدایت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا، اور مؤذنین کیلئے بخشش اور مغفرت کی دعا فرمائی، ائمہ کے حق میں دعا ان کی شان کے موافق رشد وہدایت کی فرمائی اور مؤذنین کے حق میں ان کے مناسب یعنی انکی لغزشوں سے درگزر، اس لئے کہ مؤذن بلند جگہ پر چڑھ کر اذان دیتا ہے ہو سکتا ہے کہ بے محل اس کی نظر پڑے یا اسی قسم کی کوئی اور کمی اور کوتاہی سرزد ہو۔

امامت اور اذان کا مرتبہ: اس سے[2] معلوم ہوا کہ امامت افضل ہے اذان سے جیسا کہ حنفیہ کا اور شافعیہ کی ایک جماعت کا مسلک ہے، حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الام میں تصریح فرمائی ہے، افضلیت اذان کی، اور ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد سے اسمیں دونوں روایتیں ہیں، اور کہا گیا ہے کہ دونوں برابر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اگر آدمی کو اپنے اوپر حقوق امامت کے ادا کرنیکا اعتماد ہو تو اس کے حق میں امامت افضل ہے ورنہ اذان، یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ سے منقول ہے لولا الخلافة لأذنت، اگر یہ خلافت کی ذمہ داری میرے سپرد نہ ہوتی تو میں اذان دیا کرتا، اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ انکی مراد یہ ہے کہ لأذنت أي مع الإمامة، اور یہ مطلب نہیں کہ امامت کو چھوڑ کر اذان کہا کرتا (طحطاوی)۔

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٣٣٤ - ٣٣٥

[2] اسلئے کہ امام کی ذمہ داریاں زیادہ اونچی ہیں وہ بعض ارکان صلوٰۃ کا متکفل ہوتا ہے بخلاف مؤذن کے کہ وہ صرف اوقات صلوٰۃ کا متکفل ہے اور نیز امام رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا خلیفہ ہے اور مؤذن خلیفہ بلالؓ ہے لیکن شارح ابن رسلانؒ نے اس حدیث سے افضلیت اذان پر استدلال کیا اور کہا اسلئے کہ امین افضل ہوتا ہے ضمین سے، لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ دیکھا جائیگا کہ وہ ضمین کس قسم کے امور کا ضامن ہے اگر وہ چیزیں اہم ہوں گی جیسا کہ یہاں امامت میں تو پھر وہی افضل ہوگا۔

۳۵۔ بَابُ الْأَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ

مینارہ کے اوپر اذان دینے کا بیان

منارہ اور منار اس بناء مرتفع کو کہتے ہیں جو مسجد میں اذان کے لئے بنائی جاتی ہے، اصل میں یہ مَنْوَرَہ تھا یعنی موضع النور، روشنی کی جگہ اور روشنی چلنے والے مسافروں کے لئے بلند ہی جگہ پر کی جاتی تھی اس کو مِیذَنَہ بھی کہتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کی غرض یہ ہے کہ اذان بلند جگہ پر ہونی چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں یہ متعارف مینار نہیں تھے، اس باب میں مصنفؒ نے ایک ہی حدیث ذکر فرمائی ہے۔

۵۱۹ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ» قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ. قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ.

ترجمہ: عروہ بن زبیر بنو نجار قبیلہ کی ایک خاتون سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتی ہیں چونکہ میرا گھر مسجد کے اردگرد گھروں میں سب سے اونچا گھر تھا تو حضرت بلالؓ میرے گھر کی چھت پر فجر کی اذان دیا کرتے چنانچہ حضرت بلالؓ سحری کے وقت تشریف لاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر صبح کی روشنی کو دیکھتے پس جب حضرت بلالؓ صبح صادق کو نمودار ہوتے ہوئے دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے پھر فرماتے اے اللہ میں آپکی تعریف کرتا ہوں اور کفار قریش کے خلاف آپکی مدد مانگتا ہوں کہ آپ انہیں اسلام کی توفیق دیں اور وہ آپ کے دین کو قائم کریں پھر حضرت بلالؓ اذان دیتے بنو نجار کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ حضرت بلالؓ نے ایک رات بھی یہ کلمات نہ کہے ہوں۔

شرح الحدیث: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک صحابیہ (نامعلوم الاسم) فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی کے اردگرد جو مکانات تھے ان میں میرا گھر سب سے اونچا تھا اس لئے حضرت بلالؓ صبح کی اذان اسکی چھت پر جا کر دیا کرتے تھے۔

حضرت بلالؓ کا اہتمام: بہت پہلے سے وہاں پہنچ جاتے اور صبح صادق کے انتظار میں بیٹھے رہتے جب صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی تو کھڑے ہو کر انگڑائی لیتے اور اذان سے پہلے یہ دعا پڑھتے: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ الخ، اس کے بعد پھر اذان دیتے وہ بقسم کہتی ہیں کہ انہوں نے کبھی یہ کلمات دعائیہ اذان سے پہلے ترک نہیں کئے، یہ چیز قابل عبرت ہے اس سے اندازہ لگایا جائے کہ انکا یہ عمل اذان کس درد اور فکر کیساتھ ہوتا تھا ہمیشہ اذان سے پہلے قریش کے لئے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے، ہدایت کی دعا کرتے تھے کہ وہ کسی طرح اس دین کو لے کر کھڑے ہو جائیں۔

کافی عرصہ سے بندہ کا یہ معمول ہے کہ سبق کے شروع میں یہ حضرت بلالؓ والے کلمات اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى اللّٰہ بس پڑھ لیا کرتا ہے۔

٣٦ - بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي أَذَانِهِ

(مؤذن کا اپنی اذان میں دائیں بائیں گھومنے کا بیان (حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت))

٥٢٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسٌ يَعْنِي ابْنَ الرَّبِيعِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ فَكُنْتُ أَتَتَبَّعُ فَمَهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: «ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ بُرُودٌ يَمَانِيَةٌ قِطْرِيٌّ» - وَقَالَ مُوسَى - قَالَ: رَأَيْتُ بِلَالًا خَرَجَ إِلَى الْأَبْطَحِ فَأَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، لَوَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَلَمْ يَسْتَدِرْ، ثُمَّ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعَنَزَةَ وَسَاقَ حَدِيثَهُ.

ترجمہ: ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سرخ کھال کے خیمے میں تشریف فرما تھے پس حضرت بلالؓ باہر نکلے اور انہوں نے اذان دی تو میں ان کے چہرے کے ساتھ اپنے چہرے کو دائیں بائیں پھیر رہا تھا جس طرح حضرت بلالؓ دائیں بائیں پھیر رہے تھے۔ پھر نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور آپ یمن کے مقام قطر کے چادروں کا سرخ جوڑہ زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ موسیٰ بن اسماعیل نے یہ اضافہ کیا کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ وہ مقام ابطح کی طرف نکلے اور انہوں نے اذان دی جب حضرت بلالؓ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن کو دائیں اور بائیں جانب موڑ دیا اور پورا نہیں گھومے پھر حضرت بلالؓ خیمے میں تشریف لے گئے اور نیزہ لے کر خیمے سے باہر آئے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٩) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٧) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٩) صحيح البخاري - الأذان (٦٠٧) صحيح البخاري - الأذان (٦٠٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٣٧٣) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٤٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٥٢١) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٣) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٧) سنن النسائي - الأذان (٦٤٣) سنن النسائي - الزينة (٥٣٧٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢٠) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧١١)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ: اذان میں حیعلتین کے وقت جو دائیں بائیں جانب التفات کیا جاتا ہے اس کو بیان کر رہے ہیں، اسمیں بھی مصنفؒ نے ایک ہی حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے:

مضمون حدیث: ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوا آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس وقت ایک سرخ چرمی خیمہ میں تشریف فرما تھے (سفر کا واقعہ ہے) خیمہ کے اندر سے حضرت بلالؓ نکل کر باہر آئے اور آکر اذان دی تو

میں ان کے چہرے کو دیکھتا تھا اسطرف اور اُسطرف یعنی جب حیعلتین میں چہرہ دائیں بائیں جانب پھیرتے تھے تو میں ان کے اس عمل کو دیکھتا تھا اور خود بھی ان کے اتباع میں ایسا کرتا تھا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی خیمہ سے باہر تشریف لائے اسوقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر سرخ دھاری دار یمنی جوڑا تھا، مقام قطر کا۔

قولہ: ثُمَّ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعَنَزَةَ: پھر حضرت بلالؓ قبہ میں سے ایک چھوٹا سا نیزہ لائے سترہ قائم کرنے کیلئے حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ حی علی الصلوہ اور حی علی الفلاح کے وقت دائیں بائیں جانب التفات کرنا چاہئے۔

نفس التفات کے تو سبھی قائل ہیں بجز ابن سیرینؒ کے کہ وہ اسکو مکروہ کہتے ہیں، لیکن اختلاف استدارہ میں ہے یعنی بالکل گھوم جانا۔

استدارہ کے سلسلہ میں اختلاف روایات: دراصل اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض میں اثبات ہے اور بعض میں نفی، اب یا تو یہ کہا جائے کہ اثبات کی روایات صرف تحویل رأس پر محمول ہیں اور نفی کی استدارہ بجمیع البدن پر، اور ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ اثبات کی روایات کو محمول کیا جائے عند الضرورت پر اور نفی کی روایات کو عند عدم الحاجۃ پر، یعنی اگر بغیر سینہ پھیرے کام چل جائے اور مقصود حاصل ہو جائے تب تو استدارہ نہ کیا جائے اور اگر بغیر اس کے کام نہ چلتا ہو تو پھر اس کی گنجائش ہے جیسے کہ اگر منارہ غیر وسیع ہے تب تو وہاں سینہ پھیرنے کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ اس کی کھڑکیاں موذن کے قریب ہوں گی اور آواز باہر کی طرف پہنچ جائیگی، اور اگر منارہ وسیع ہو گا تو اس صورت میں چونکہ اس کی کھڑکیاں فاصلہ پر ہوں گی اس لئے وہاں گھومنے کی ضرورت پیش آئیگی تاکہ آواز باہر جاسکے فقہاء نے یہی تفصیل لکھی ہے۔

قولہ: لَوَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا: پھر جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں ہے لَوَى عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا۔

کیفیت تحویل میں اقوال: امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ کیفیت تحویل میں تین قول ہیں: ① اولاً حی علی الصلاۃ کے وقت اپنا چہرہ دائیں طرف کرے اور دو مرتبہ اسکو کہے، ثانیاً اپنا چہرہ بائیں طرف کرے اور دو مرتبہ حی علی الفلاح کہے، ② اولاً ایک مرتبہ حی علی الصلاۃ دائیں طرف کہہ کر چہرہ کو قبلہ کی طرف لے آئے اور پھر دوسری مرتبہ اسی طرح کرے، ثانیاً بائیں طرف چہرہ کرے اور حی علی الفلاح کہے پھر چہرہ کو قبلہ کی طرف لے آئے اور دوبارہ اسی طرح کرے، ③ اولاً اپنا چہرہ دائیں طرف کر کے ایک مرتبہ حی علی الصلاۃ کہے پھر دوسری مرتبہ یہی کلمہ بائیں طرف کہے، ثانیاً اپنا چہرہ دائیں طرف کر کے ایک مرتبہ حی علی الفلاح کہے اور دوسری مرتبہ یہی کلمہ بائیں طرف کہے تاکہ دونوں جانب والوں کے حصہ میں دونوں کلمے آجائیں، نیز نوویؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے یہاں پہلا طریقہ اصح ہے [1]، اور میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے نزدیک دوسرا طریقہ مختار ہے۔

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ٤ ص ٢١٩

٣٧- بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ

اذان واقامت کے درمیان دعا کرنے کی فضیلت کا بیان

٥٢١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدٍ الْعَمِّيِّ، عَنْ أَبِي إِيَاسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُرَدُّ الدعاء بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذان واقامت کے درمیان مانگی جانے والی دعا رد نہیں کی جاتی۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢١٢) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١١٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٥٤)

شرح الحدیث: اذان واقامت کے درمیان کا وقت بہت مبارک اور قبولیت کا ہے اس میں دعا رد نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: لَا يُرَدُّ الدعاء بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ، اس کے مطلب میں بذل میں دو احتمال لکھے ہیں: ① اثنا اذان میں دعا رد نہیں ہوتی یعنی ابتداء اذان سے لیکر انتہاء اذان تک اور ایسے ہی اقامت کے دوران، ② ابتداء اذان سے انتہاء اقامت تک اس پورے وقت میں دعا رد نہیں ہوتی [1]، ③ تیسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذان ختم ہونیکے بعد سے لیکر ابتداء اقامت تک جو درمیانی وقت ہے اسمیں دعا رد نہیں ہوتی۔ احتمال اول کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کو علامہ زرقانی نے دیلمی سے نقل کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں: حِينَ يُؤَذِّنُ الْمُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ حَتَّى يَسْكُتَ [2]۔

٣٨- بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ

جب موذن سے اذان کے کلمات سنے تو کن الفاظ سے جواب دیا جائے

٥٢٢ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ».

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان کی آواز سنو تو انہی کلمات سے جواب دو کہ جن کلمات کو موذن اذان میں کہتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٥٨٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢٠٨) سنن النسائي - الأذان (٦٧٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢٢) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٢٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٩٠)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٩٤

[2] شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك ج ١ ص ٢١٢

موطأ مالك - النداء للصلاة (١٥٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٠١)

شرح الحديث قوله: إِذَا سَمِعْتُمُ [1] النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ: اس حدیث میں اجابۃ اذان کا حکم دیا گیا ہے۔

اجابت اذان کا حکم: اجابت کی دو قسمیں ہیں: ① اجابۃ بالقول، ② اجابۃ بالاقدام، اجابۃ بالقول جمہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک مستحب ہے اور مشائخ حنفیہ کے اس میں دو قول ہیں جیسا کہ شامی میں ہے وجوب اور استحباب لیکن راجح عدم وجوب ہے اس لئے کہ متون اس کے ذکر سے خالی ہیں، وقیل الواجب الاجابۃ بالاقدام بلکہ میں کہتا ہوں کہ اجابت بالاقدام کا واجب ہونا تو ظاہر ہے، البتہ اجابۃ بالقول ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور امام طحاویؒ نے بھی بعض سلف سے اسکا وجوب نقل کیا ہے۔

جمہور علماء نے عدم وجوب پر مسلم کی روایت پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مؤذن کی اذان کی آواز سنی جب اس نے اللهُ أَكْبَرُ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا عَلَى الْفِطْرَةِ اور جب شہادتین پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا خَرَجَ مِنَ النَّارِ [2]، اس روایت میں اجابۃ اذان کا ذکر نہیں اس سے معلوم ہوا کہ اجابۃ اذان واجب نہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس روایت میں تو مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ میں بھی اسی طرح کہا جائے اور بعض روایات میں اسکی تصریح بھی ہے، لیکن اسی باب کی آخری حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ حیعلہ کیوقت میں حوقلہ یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہا جائے اور مسلم کی بھی ایک روایت میں اسکی تصریح ہے [3]، اور یہی مختار عند الجمهور ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ حیعلہ میں اگر وہی لفظ کہا جائے تو استہزاء کا شبہ ہوگا اور ہمارے بعض مشائخ کی رائے یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنا اولیٰ ہے تاکہ دونوں قسم کی روایات پر عمل ہو جائے اور حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ و الْفَلَاحِ میں اپنے نفس کو خطاب کی نیت کر لے۔

اذان خطبہ کی اجابۃ: یہاں پر ایک بات رہ گئی وہ یہ کہ اذان خطبہ کی بھی اجابۃ مستحب ہے یا نہیں، در مختار میں لکھا ہے لا یجیب اور علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: يجيب بقلبه عند الإمام وبعد الفراغ عند محمد ولا يرد مطلقاً عند أبي يوسف، وهو الصحيح [4]۔

---

[1] ابن رسلانؒ لکھتے ہیں کہ ظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اجابۃ اذان موقوف ہے سماع پر، لہذا اگر کوئی شخص مؤذن کو دور سے دیکھے اور اس کی آواز نہ سنے بُعد کی وجہ سے یا بہرے پن کی وجہ سے تو اس پر اجابۃ اذان نہیں ہے (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٨٤)۔

[2] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دار الكفر، إذا سمع فيهم الأذان ٣٨٢

[3] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب الإمساك عن الإغارة على قوم في دار الكفر، إذا سمع فيهم الأذان ٣٨٥

[4] ينبغي أنه إن لم يطل الفصل فنعم، وإن طال فلا، أخذا مما يأتي. لكن صرح في الفيض أنه لو سلم على المؤذن أو المصلي أو القارئ أو الخطيب. نعن أبي حنيفة لا يلزمه الرد بعد الفراغ، بل يرد في نفسه. وعن محمد: يرد بعده: وعن أبي يوسف: لا يرد مطلقا. هو الصحيح، وأجمعوا أن المتغوط لا يلزمه مطلقا اهـ (رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٦٦)

٥٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ ابْنِ لَهِيعَةَ، وَحَيْوَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لِي الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ تَعَالَى، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ اللهَ لِي الْوَسِيلَةَ، حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کی آواز سنو تو وہی کلمات کہو جو کلمات مؤذن اذان میں کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بدلے اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتے ہیں پھر تم لوگ میرے لئے اللہ پاک سے وسیلہ کی دعا مانگو کیونکہ وسیلہ جنت کا ایک بلند و بالا مقام ہے جو اللہ پاک کے تمام بندوں میں سے صرف ایک بندہ کے مناسب اور شایانِ شان ہے اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ شخص ہونگا پس جو شخص میرے لئے اللہ پاک سے وسیلہ کی دعا مانگے گا تو اس پر میری سفارش اتر پڑیگی۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٣٨٤) جامع الترمذي - المناقب (٣٦١٤) سنن النسائي - الأذان (٦٧٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٨/٢)

شرح الحديث: صَلُّوا [1] عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا: یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ جامع ہے اسمیں اجابت اذان کے علاوہ اذان کے بعد صلاۃ و سلام اور دعا وسیلہ کی بھی تلقین مذکور ہے۔

اس روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر ایک مرتبہ صلاۃ بھیجتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمت بھیجتے ہیں، اشکال یہ ہے کہ اسمیں صلاۃ کی کیا خصوصیت ہے تمام ہی حسنات کیلئے یہی قاعدہ ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا [2]، اسکا جواب ابن العربیؒ نے یہ دیا کہ اشکال اس صورت میں تھا کہ اگر حدیث میں یہ ہوتا کہ ایک مرتبہ صلاۃ بھیجنے والے کیلئے دس صلوات کا ثواب ملتا ہے، بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ صلاۃ بھیجنے پر اللہ تعالیٰ دس صلوات نازل فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تو ایک ہی صلاۃ بندہ کی صلاۃ سے بدرجہا افضل و اکمل ہے چہ جائیکہ دس صلوات۔

اور حافظ عراقی نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے دس صلوات کے علاوہ دس درجات کا بلند ہونا اور دس گناہوں کا معاف ہونا مزید برآں ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے [3]۔

---

[1] ابن ارسلانؒ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ افراد الصلوٰۃ عن السلام جائز ہے یعنی صرف صلوۃ بدون سلام کے، لیکن امام نوویؒ نے کتاب الاذکار میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٨٦)، میں کہتا ہوں کہ امام مسلمؒ نے بھی خطبہ مسلم میں صرف صلوۃ بغیر سلام کے ذکر فرمایا ہے اس پر بھی امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اعتراض کیا ہے، لیکن دوسرے حضرات نے امام نوویؒ کے قول پر تعقب کیا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ بلا کراہت جائز ہے۔

[2] جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کیلئے ان کا دس گناہ ہے (سورۃ الانعام ١٦٠)

[3] سنن النسائي - كتاب السهو - باب الفضل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم ١٢٩٧

وسیلہ کی تفسیر: قولہ: فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ: اس حدیث میں وسیلہ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ جنت کا ایک خاص درجہ ہے جو تمام درجات سے اعلیٰ ہے، اور کہا گیا ہے کہ وسیلہ سے مراد شفاعت کبریٰ ہے جو قیامت کے روز آپ کو حاصل ہوگی، اور ایک قول یہ ہے کہ اعلیٰ علیین میں دو قبے ہیں ایک میں ہمارے حضور ﷺ سکونت فرمائیں گے اور دوسرے میں ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام۔

قولہ: وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ: یہ آپ ﷺ نے یا تو اس وقت فرمایا جب تک آپ ﷺ کے پاس اس کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوئی تھی کہ یہ آپ ﷺ ہی کا حق ہے، اور ہو سکتا ہے کہ بعد الوحی فرمایا ہو تواضعاً۔

قولہ: حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ: شراح [1] نے لکھا ہے کہ حلت بمعنی وجبت ہے اور علی لام کے معنی میں ہے أي وجبت له، جیسا کہ طحاوی کی روایت میں ہے [2]، یا یہ کہا جائے کہ یہ حلت حلول سے ہے جس کے معنی نزول کے ہیں یعنی اس پر میری شفاعت اتر پڑتی اور واقع ہو جاتی ہے۔

٥٢٤ - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حُيَيٍّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي الْحُبُلِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلْ تُعْطَهُ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ موذن لوگ اپنی اذان دے کر ہم سے ثواب میں آگے بڑھ گئے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ موذن جن الفاظ سے اذان دیں تم لوگ انہی الفاظ سے ان کی اذان کا جواب دیا کرو جب اذان کو جواب دے چکو تو اللہ پاک سے جو چاہو مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا۔

شرح الحدیث قولہ: قُلْ كَمَا يَقُولُونَ: اس حدیث سے اجابۃ اذان کی بڑی فضیلت معلوم ہو رہی ہے اور یہ کہ اجابۃ اذان کی بدولت آدمی تقریباً اذان کا ثواب حاصل کر لیتا ہے اور اذان دینے کا ثواب، ظاہر ہے کہ بہت بڑا ہے لہذا اجابت اذان کا اہتمام ہونا چاہئے، واللہ الموفق۔

٥٢٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الْحُكَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

---

[1] وفي بعض التقارير هكذا، حلت کے معنی حلال کے نہیں ہیں اسلئے کہ حرام کب تھی جواب حلال ہوگئی لیکن میں کہتا ہوں کہ حلال کو اپنے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے وہ اس طور پر کہ اس کے معنی استحقاق کے ہیں، کہ شفاعت تو ہم کریں گے ہی لیکن تم بھی اپنے اندر اسکا استحقاق پیدا کرو نمک حرامی نہ کرو اور اس معنی کی تائید ان روایات سے ہو سکتی ہے جن میں ترک صلوۃ پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور ایسے شخص کو بخیل کہا گیا ہے۔

[2] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب ما يستحب للرجل أن يقوله إذا سمع الأذان ٨٩٤ (ج ١ ص ١٤٥).

وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ".

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جو شخص مؤذن کی شہادتین کہنے کے وقت جواب میں یہ کلمات کہے: وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٣٨٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢١٠) سنن النسائي - الأذان (٦٧٩) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢٥) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٢١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٨١/١) ۔

شرح الحدیث: قوله: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ: اس حدیث کی شرح میں دو قول ہیں: ① ایک یہ کہ جو کچھ یہاں مذکور ہے یہ ختم اذان پر کہا جائے، ② اور دوسرا قول یہ ہے کہ اذان کے درمیان جب مؤذن شہادتین پر پہنچے تب یہ پڑھے، بذل [1] میں احتمال ثانی کو اختیار کیا ہے اور دوسرے شراح نے دونوں قول لکھ کر قول اول کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ اگر درمیان میں پڑھنا مراد ہو تو اذان کے بعض کلمات کی اجابت میں خلل واقع ہوگا۔

٥٢٦ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ، قَالَ: «وَأَنَا، وَأَنَا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مؤذن کو (اذان میں) شہادتین پڑھتے ہوئے سنتے تو فرماتے میں بھی، میں بھی (یعنی جس طرح مؤذن گواہی دیتا ہے میں بھی گواہی دیتا ہوں)۔

شرح الحدیث: قوله: قَالَ: «وَأَنَا، وَأَنَا»: پہلے أَنَا کا تعلق تشہد اول یعنی أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ سے ہے اور دوسرے أَنَا کا تعلق محمد رسول اللہ سے ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی انت تشهد أن لا اله الا الله وانا اشهد ان لا اله الا الله، انت تشهد ان محمدًا رسول الله وانا اشهد ان محمدًا رسول الله، غرضیکہ أَنَا کی خبر محذوف ہے یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ حدیث میں يَتَشَهَّدُ سے شہادتین ہی مراد ہوں اور اگر يَتَشَهَّدُ سے مراد مؤذن ہو تو یہ بھی محتمل ہے اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ پوری اذان میں اول سے آخر تک مؤذن کے جواب میں وَأَنَا فرماتے رہے، جب اس نے اللہ اکبر کہا تو آپ نے فرمایا وَأَنَا یعنی وأنا اقول الله أكبر وهكذا الى آخر الأذان۔

ایک اشکال وجواب: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف [2] لفظ انا پر اکتفاء فرمایا پورے کلمات زبان سے اداء نہیں فرمائے، لیکن یہ صورت قولوا مثل مايقول المؤذن

---

① بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٨٩

② چنانچہ ابن حبانؒ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے باب إباحة الاقتصار للمرأ عند سماعه الأذان على قوله وأنا وأنا۔

کے خلاف ہے تو اب یا تو یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ قُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ سے پہلے کا ہے یا یہ کہا جائے کہ قُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ میں امر وجوب کیلئے نہیں ہے اور یا یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو پورا کلمہ ادا کیا ہو یعنی وأنا أقول الله أكبر وأنا أقول أشهد ان لا إله إلا الله إلى آخر الاذان، لیکن راوی نے پورا نقل نہیں کیا مگر اس احتمال کو شراح نے بعید لکھا ہے، اس سب کے لکھنے کے بعد بخاری شریف کی ایک روایت کتاب الجمعہ میں نظر سے گذری جو معاویہ بن ابی سفیانؓ سے مروی ہے جس سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے شہادتین کے جواب میں تو صرف وأنا فرمایا اور باقی کلمات میں پورے الفاظ اپنی زبان سے اداء فرمائے [1]۔

٥٢٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسَافٍ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَالَ: أَحَدُكُمْ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ".

ترجمہ حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب مؤذن اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہتا ہے (تکبیر کو دو مرتبہ ذکر کر کے اشارہ کیا کہ یہ کلمہ واحدہ کے حکم میں ہیں، دو پر اکتفاء کر کے چار مرتبہ ذکر نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ باقی کلمات اذان میں ہر دو کلمہ میں سے ایک کو ذکر کیا ہے) تو تم میں سے جو شخص جواب میں صدق دل سے اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہے پھر جب وہ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہتا ہے تو یہ جواب میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہے پھر جب وہ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ کہتا ہے تو یہ جواب میں أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ کہے پھر وہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہتا ہے تو یہ جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہے پھر وہ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتا ہے تو یہ جواب لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ کہے پھر وہ اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہتا ہے تو یہ جواب میں اللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ کہے پھر وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہتا ہے تو یہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کہے تو یہ شخص جنت میں داخل ہو گا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٣٨٥) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢٧)

شرح الحدیث دَخَلَ الْجَنَّةَ: معلوم ہوا کہ اجابۃ اذان کی جزاء جنت ہے۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الجمعة - باب يؤذن الإمام على المنبر إذا سمع النداء ٨٧٢

٣٩ ـ بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ

اقامت سنے تو جواب میں کیا کہے؟

٥٢٨ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَهْلِ الشَّامِ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَوْ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ بِلَالًا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا» وَقَالَ: فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كَنَحْوِ حَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْأَذَانِ

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ یا کوئی صحابی روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلالؓ نے اقامت دینا شروع کی۔ پس جب وہ انہوں نے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کہا تو نبی اکرم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا اور باقی اقامت کا جواب ان کلمات سے دیا جو اذان میں حضرت عمرؓ کی حدیث میں تھے۔

شرح الحدیث: حدیث الباب سے اجابت اقامۃ مستفاد ہو رہی ہے اور یہ کہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ میں بجائے اس کے أَقَامَهَا اللهُ وَأَدَامَهَا کہا جائے، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ وَجَعَلَنِي مِنْ صَالِحِي أَهْلِهَا کی زیادتی بھی اسمیں مشہور ہے[1]۔

اجابۃ اقامۃ میں اختلاف: صاحب منہلؒ لکھتے ہیں کہ حکایۃ اقامت کے شافعیہ وحنابلہ قائل ہیں اور مالکیہ اجابۃ اقامت کے قائل نہیں، لیکن یہ حدیث انکے خلاف ہے اگرچہ حدیث ضعیف ہے محمد بن ثابت کیوجہ سے جو کہ ضعیف ہیں اور شہر بن حوشب کی وجہ سے جن کی عدالت مختلف فیہ ہے، لیکن فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل ہوتا ہے[2]، میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے یہاں بھی اسمیں دو قول ہیں چنانچہ در مختار میں لکھا ہے ویجیب الإقامة كالأذان وقيل لا، اگر اقامۃ کا جواب نہیں دیتا تو پھر کیا کرے؟ شامی میں لکھا ہے: ولا بأس أن يشتغل بالدعا. اهـ[3]۔

٤٠ ـ بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْأَذَانِ

ان احادیث کا بیان جو اذان ختم ہونے کے وقت دعا کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

٥٢٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ، إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٣٤٣

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٢٠٣-٢٠٤

[3] رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٧٠-٧١

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مکمل اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ تو اس شخص کیلئے قیامت والے دن میری شفاعت واجب ہو گئی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٥٨٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٤٢) جامع الترمذي - الصلاة (٢١١) سنن النسائي - الأذان (٦٨٠) سنن أبي داود - الصلاة (٥٢٩) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٢٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥٤/٣)

شرح الحديث: اذان کے بعد کی دعا مشہور ہے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے دعا کی الفاظ جو حدیث الباب میں منقول ہیں بعینہ اسی طرح بخاری شریف میں بھی ہیں اور اسمیں بھی وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ نہیں ہے، حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر [1] میں اور علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنة میں لکھا ہے کہ یہ زیادتی ثابت نہیں، لیکن ابن السنیؒ کی عمل الیوم واللیلة [2] کا ہمارے پاس جو مطبوعہ نسخہ [3] ہے اسمیں یہ زیادتی موجود ہے، سنن نسائی میں یہ زیادتی پائی نہیں جاتی حالانکہ سند دونوں کی ایک ہے (الفیض السمائی)۔

فائدہ: مولانا یوسف بنوریؒ نے معارف السنن [4] میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجة الله البالغة میں اس زیادتی کو ذکر کیا ہے، وھو متثبت فی النقل، وہ لکھتے ہیں کہ اور بھی دوسری روایات میں اس زیادتی کا مضمون پایا جاتا ہے نیز وہ لکھتے ہیں کہ اس دعا کے اخیر میں إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ سنن بیہقی [5] میں موجود ہے کما قال الحافظ ابن حجر والعلامة العینی وغیرھما اس دعا کے الفاظ کی شرح بذل میں مذکور ہے دعا کی ابتداء اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ سے ہے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اذان بہت بڑی دعوت و تبلیغ ہے، اور اس میں کیا شک ہے [6]۔

٤١ ـ بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ

خاص مغرب کی اذان کے وقت کون سی دعا پڑھے

٥٣٠ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِهَابٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ أَبِي

---

1. التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير - ج ١ ص ٣٧٦، المقاصد الحسنة ص ٢١٢
2. عمل اليوم والليلة لابن السني ص ٧٧
3. وليست هذه الزيادة في النسخة التي حققها وعلق عليها عبد الرحمن الكوثر نجل الشيخ مولانا محمد عاشق الهي البرني، ويستفاد من تعليقه ان هذه الزيادة ليست في النسخة الخطية الهندية، نعم توجد في النسخة الحيدرآبادية۔
4. معارف السنن شرح جامع الترمذي - ج ٢ ص ٢٤٨
5. السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب ما يقول إذا فرغ من ذلك ١٩٣٣ - ج ١ ص ٦٠٣ - ٦٠٤
6. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٩٤

كَثِيرٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ: «اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ، وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ، وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ، فَاغْفِرْ لِي».

ترجمہ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھایا کہ میں اذان مغرب کے وقت یہ دعا پڑھوں اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ، وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ، وَأَصْوَاتُ دُعَاتِكَ، فَاغْفِرْ لِي۔

تخریج جامع الترمذي - الدعوات (٣٥٨٩) سنن أبي داود - الصلاة (٥٣٠)

شرح الحديث خاص اذانِ مغرب کے وقت کی دعا حدیث الباب میں مذکور ہے، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اگرچہ یہ دعا صبح کی اذان کیوقت منقول نہیں ہے لیکن اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ جب مغرب کی اذان کیوقت اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا إِقْبَالُ لَيْلِكَ، وَإِدْبَارُ نَهَارِكَ پڑھا جاتا ہے تو اس کے بالمقابل صبح کی اذان کیوقت یہ پڑھا جائے اللَّهُمَّ هَذَا إِدْبَارُ لَيْلِكَ وَإِقْبَالُ نَهَارِكَ الی آخرہ، لیکن شیخ ابن حجرؒ مکی کی رائے یہ نہیں ہے وہ کہتے ہیں یہ امور توقیفی ہیں ان میں قیاس نہیں چلتا لیکن علی قاریؒ نے اس کو رد کیا ہے [1]۔

٤٢ ۔ بَابُ أَخْذِ الْأَجْرِ عَلَى التَّأْذِينِ

اذان کہنے پر اجرت لینے (کی ناپسندیدگی) کا بیان

٥٣١ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: - وَقَالَ مُوسَى فِي مَوْضِعٍ آخَرَ إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ - يَا رَسُولَ اللهِ اجْعَلْنِي إِمَامَ قَوْمِي، قَالَ: «أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا».

ترجمہ مطرف بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن ابی العاص سے کہ حضرت عثمانؓ کہتے ہیں میں نے کہا اور موسیٰ بن اسماعیل استاد نے دوسری جگہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص نے کہا (موسیٰ بن اسماعیل استاد نے دو مرتبہ یہ حدیث سنائی ایک مرتبہ یہ الفاظ کہے "قَالَ: قُلْتُ" اور دوسری مرتبہ کہا" إِنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ" گویا پہلی مرتبہ عثمان بن ابی العاص کا کلام ان کے اپنے الفاظ سے ذکر کیا اور دوسری مرتبہ ان کے قول کی حکایت بیان کی اور ان کو بطور غائب ضمیر ذکر کیا) اے اللہ کے رسول مجھے اپنی قوم کا امام بنادیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا (ہم نے تمہیں تمہاری قوم کا امام بنادیا سو) تو تم اپنی قوم کے امام ہو اور ان میں سے سب سے کمزور شخص کی حالت کو دیکھتے ہوئے امامت کراؤ (یعنی نہ زیادہ لمبی نماز پڑھاؤ اور نہ بالکل مختصر) اور ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اپنی اذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ٢ ص ٣٤٢

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٨) جامع الترمذي - الصلاة (٢٠٩) سنن النسائي - الأذان (٦٧٢) سنن أبي داود - الصلاة (٥٣١) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧١٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٨٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢١/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٦/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٧/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢١٨/٤)

شرح الحدیث: قوله: عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: یہ عثمان بن ابی العاص طائفی ہیں وفد ثقیف کیساتھ ۹ سنہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انکی روایت ابواب المساجد کے سب سے پہلے باب میں گذر چکی ہے جس میں یہ تھا أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ [1]، انکو حضور ﷺ نے طائف کا عامل بنا کر بھیجا تھا انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا أَنْتَ إِمَامُهُمْ ہاں ٹھیک ہے ہم نے تم کو ان کا امام بنا دیا، ان کی قوم کا مصداق اہل طائف ہیں۔

اپنے لئے امامت وتولیت کی طلب: اس حدیث میں ان صحابی کی طرف سے امامت کی طلب پائی گئی چونکہ یہ اپنی قوم کے حال سے زائد واقف تھے بظاہر انہوں نے اپنی تولیت وامامت میں ان کی بہترائی اور مصلحت سمجھی ہوگی، اس لئے حضور ﷺ سے یہ چیز طلب کی، ابن رسلانؒ لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امامت طلب کرنا اور طلب پر اس کو دیدینا یہ مناسب ہے جبکہ طلب کرنیوالا واقعی اس کا اہل ہو [2]، بندہ کے ذہن میں ایک اور بات بھی ہے کہ انہوں نے از سر نو عہدہ طلب کرنے میں پہل نہیں کی بلکہ جیسا کہ پہلے گذر چکا آپ ﷺ نے ان کو طائف کا عامل تجویز فرمایا تھا تو یہ عہدہ حاصل ہونے کے بعد انہوں نے آپ ﷺ سے اپنی قوم کو نماز پڑھانیکی اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے بلا تامل اجازت مرحمت فرمادی خصوصیت مقام کیوجہ سے ورنہ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عہدہ کی طلب کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی کو اس کی طلب پر عہدہ عطا فرماتے تھے۔

قوله: وَاقْتَدِ بِأَضْعَفِهِمْ: یعنی نمازیوں میں جو سب سے زیادہ ضعیف وکمزور ہو اس کی حالت کو پیش نظر رکھ کر نماز پڑھانا، لہٰذا نہ تو زیادہ لمبی نماز پڑھائی جائے اور نہ زیادہ مختصر اور تیزی سے، اس لئے کہ کمزور آدمی کو رکوع وسجدہ کرنے میں دیر لگتی ہے انکو زیادہ اختصار اور جلدی میں بھی دقت لاحق ہوتی ہے، اور دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ ہم نے تم کو تمہاری قوم کا امام بنا دیا ہے لیکن اس کے باوجود اپنے مقتدیوں میں جو بوڑھے اور بزرگ ہیں ان کی تعظیم وتکریم کا خیال رکھنا اور ان کے پیچھے چلنا اور ان پر پیش قدمی نہ کرنا، ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سفید ریش مسلم سے شرماتے ہیں، نیز ایک روایت میں ہے إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ [3]، کہ بوڑھے آدمی کی تعظیم گویا اللہ کی تعظیم ہے، اضعف کی تفسیر میں دو قول ہیں، قوت

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب بناء المساجد ٤٥٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٩٧ - ٩٨

[3] سنن أبي داود - كتاب الأدب - باب في تنزيل الناس منازلهم ٤٨٤٣

بذنیہ کے اعتبار سے ضعیف وکمزور اور دوسری تفسیر اکثرھم خشوعاً وتذللاً للہ تعالی۔

قولہ: وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَانِهِ أَجْرًا: حدیث کا یہی ٹکڑا ترجمۃ الباب سے متعلق ہے۔

استیجار علی الطاعات میں اختلاف علماء: مسئلہ مختلف فیہ ہے یوں طاعۃ مجردہ[1] مثلاً تلاوت قرآن پر اجرت لینا تو کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں البتہ ضرورت کی چیزوں میں اختلاف ہے چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اذان واقامت تعلیم قرآن وغیرہ امور دینیہ پر اجرت لینا جائز ہے، شافعیہ کا بھی قول اصح یہی ہے اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک جائز نہیں لیکن متاخرین احناف نے ضرورۃً استیجار علی الطاعات کو جائز قرار دیا ہے، کوکب الدری[2] میں لکھا ہے کہ قرأت قرآن فی التراویح پر اجرت لینا جائز نہیں اسی طرح ایصال ثواب للمیت پر ختم قرآن کی اجرت بھی جائز نہیں اس لئے کہ طاعات پر اخذ اجرت کو متاخرین نے دینی ضرورت ومصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا ہے اور یہاں کوئی ضرورت اور مجبوری ہے نہیں اس لئے کہ تراویح میں ختم قرآن کوئی ضروری نہیں، غیر حافظ بھی بغیر اجرت کے تراویح پڑھا سکتا ہے، اور عرف الشذی میں لکھا ہے کہ فتاوی قاضیخان میں ہے کہ قدیم زمانے میں اسلامی حکومت میں علماء ومؤذنین کیلئے بیت المال سے وظائف مقرر تھے بخلاف اس زمانہ کے، لہٰذا اذان وغیرہ پر اجرت جائز ہے اور اسمیں خروج عن المذہب بھی نہیں بخلاف صاحب ہدایہ کے کہ انکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ قول بالجواز خروج عن المذہب ہے، صاحب عرف الشذی کہتے ہیں کہ زیادہ قابل اعتمادیات قاضیخان کی ہے[3]، اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ میں حدیث الباب سے حنفیہ کی تائید ہوتی ہے، نیز حنفیہ کا استدلال اس روایت سے ہے جو ابو داؤد میں کتاب الاجارہ باب کسب المعلم کے ذیل میں آئیگی، حضرت عبادۃ بن الصامت نے بعض اہل صفہ کو قرآن کی تعلیم دی انہوں نے انکو اس پر ایک تیر کمان دینا چاہا عبادہ نے اسکی اجازت حضور ﷺ سے چاہی، آپ نے فرمایا کہ اگر آگ کا طوق[4] گردن میں ڈالنا چاہتا ہے تو قبول کرلے، اس کے بالمقابل شافعیہ نے ابو سعید[5] خدریؓ کے واقعہ سے استدلال کیا، وہ یہ کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک لدیغ پر سورۂ فاتحہ تین بار پڑھ کر دم کیا جس سے وہ شفایاب ہوگیا تو انہوں نے ان لوگوں سے اسکی معقول اجرت لی تیس بکریاں، یہ قصہ بھی ابو داؤد کی کتاب الإجارہ میں موجود ہے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ یہ تو جھاڑ پھونک اور علاج ومعالجہ کے قبیل

---

[1] اسمیں ہمارے بعض فقہاء سے لغزش اور تسامح ہوا ہے کہ انہوں نے تلاوت مجردہ اور تعلیم قرآن میں فرق نہیں کیا اسی لئے بعد کے علماء کو اس پر تنبیہ کی ضرورت پیش آئی ینظر شرح عقود رسم المفتی ۱۲۔

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ۱ ص ۲۳۵

[3] العرف الشذي شرح سنن الترمذي ج ۱ ص ۲۲٤

[4] لفظ حدیث یہ ہے إِنْ كُنْتَ تُحِبُّ أَنْ تُطَوَّقَ طَوْقًا مِنْ نَارٍ فَاقْبَلْهَا (سنن أبي داود - كتاب الإجارة - باب في كسب المعلم ۳٤۱٦)۔

[5] ابن العربی نے مالکیہ کی طرف سے اس حدیث سے استدلال کیا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي. فَهُوَ صَدَقَةٌ (صحيح مسلم كتاب الجهاد والسير باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: «لا نورث ما تركنا فهو صدقة» ۱۷٦۰)۔

سے ہے نہ کہ تعلیم کے قبیل سے اور أخذ الأجرة على الرقية کے ہم بھی قائل ہیں اسی لئے امام ابو داودؒ نے اس پر باب قائم کیا ہے، باب اجر الطبیب، نیز عرف الشذی میں لکھا ہے کہ ختم قرآن اور ختم بخاری اگر اپنی کسی دنیوی غرض کیلئے ہے تب تو اس پر اجرت لینا جائز ہے البتہ اگر ختم امور دین کیلئے ہو جیسے ایصال ثواب وغیرہ تو پھر اجرت لینا جائز نہیں [1]۔

٤٣۔ بَابٌ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ

وقت داخل ہونے سے پہلے اذان دینے (کے حکم) کا بیان

اذان چونکہ نماز کے وقت کی اطلاع کا نام ہے اس لئے ظاہر ہے کہ قبل دخول الوقت جائز نہ ہونی چاہئے اور مسئلہ بھی یہی ہے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں اذان قبل الوقت جائز نہیں، البتہ صلاۃ فجر میں اختلاف ہو رہا ہے، امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کی رائے تو اسمیں بھی یہی ہے کہ ناجائز ہے، البتہ ائمہ ثلاث اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صبح کی اذان طلوع فجر سے قبل رات کے سدس اخیر میں دینا جائز ہے۔

٥٣٢۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَبِيبٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْجِعَ فَيُنَادِيَ: «أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، [قَدْ [2]] نَامَ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ [قَدْ] نَامَ». زَادَ مُوسَى: فَرَجَعَ فَنَادَى: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ نَامَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ أَيُّوبَ، إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ نے (ایک مرتبہ) طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی تو نبی کریم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ لوٹیں اور اعلان کریں کہ جان لو بندہ (حضرت بلالؓ خود مراد ہیں) سو گیا ہے (یعنی اذان کے وقت سے غافل ہو گیا ہے) موسیٰ استاد نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضرت بلالؓ لوٹے اور اعلان کیا" جان لو کہ بندہ نیند میں تھا" امام ابو داودؒ کہتے ہیں کہ حماد بن سلمہ ایوب سے یہ روایت کرنے میں متفرد ہیں۔

شرح الحدیث عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ: یعنی حضرت بلالؓ نے ایک طلوع فجر سے پہلے اذان پڑھ دی تو آپ ﷺ نے انکو حکم دیا کہ لوٹ کر جائیں اور اعلان کریں۔

قوله: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، قَدْ نَامَ: نوم سے مراد یہاں غفلت اور چوک ہے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اذان طلوع فجر سے پہلے پڑھ دی، یا نوم کو اپنی حقیقت پر محمول کیا جائے اور مطلب یہ لیا جائے کہ میری بیوقت آنکھ لگ گئی تھی، بیدار ہونے پر یہ سوچ کر کہ کہیں دیر نہ ہو گئی ہو قبل از وقت اذان کہہ دی، یہ حدیث حنفیہ کی واضح طور پر دلیل ہے۔

---

[1] العرف الشذي شرح سنن الترمذي ج١ ص ٢٢٤

[2] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیی عبد الحمید کے نسخہ میں بین القوسین [قد] کی زیادتی موجود ہے، جب کہ شیخ عوامہؒ کے نسخہ میں یہ زیادتی نہیں ہے۔

حدیث الباب پر محدثین کا نقد: مگر حضرات محدثین اس حدیث کو صحیح نہیں مانتے جن میں امام احمدؒ، ابو حاتم رازیؒ، امام بخاریؒ، علی بن مدینیؒ، دار قطنیؒ، امام ترمذیؒ اور خود مصنفؒ شامل ہیں، ان حضرات کا نقد اس حدیث پر یہ ہے جس کو مصنفؒ بیان فرمارہے ہیں قَالَ ابو داؤد: «وَهٰذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ أَيُّوبَ، إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ»، حاصل نقد یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوعاً ثابت نہیں بلکہ موقوف ہے یعنی یہ واقعہ حضور ﷺ کے زمانہ کا نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا ہے کہ ان کا ایک موذن تھا جس کا نام مسروح تھا یا مسعود اس نے ایک مرتبہ صبح کی اذان قبل از وقت کہہ دی تھی تو اس پر حضرت عمرؓ نے اس کو فرمایا تھا کہ جا کر اعلان کرو أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ، قَدْ نَامَ، چنانچہ یہ واقعہ اسی طرح مصنفؒ نے اس باب کی دوسری حدیث میں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ ذَالِكَ۔

امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں تحریر فرمایا ہے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ ❶، یہ حدیث متفق علیہ ہے اسمیں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بلالؓ اخیر شب میں صبح صادق سے پہلے اذن کہتے ہیں لہٰذا روزہ دار انکی اذان پر کھانا پینا ترک نہ کریں جبتک ابن ام مکتومؓ دوسری اذان نہ کہیں اور جب وہ اذان کہیں اس پر کھانا پینا چھوڑ دینا چاہئے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اس صحیح حدیث میں خود حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ بلالؓ رات میں اذان کہتے ہیں، پھر ابن عمرؓ کی روایت یعنی حدیث الباب کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

حنفیہ کی طرف سے جواب نقد: ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتومؓ دونوں باری باری اذان کہتے تھے یعنی کبھی تہجد کیلئے اذان بلالؓ کہتے ہیں، اور دوسری اذان ابن ام مکتوم اور کبھی اس کے برعکس ابن ام مکتوم تہجد کیلئے اور حضرت بلال صبح کی نماز کیلئے تو ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ دوسری اذان حضرت بلال کی باری میں تھی جو طلوع فجر کے بعد ہونی چاہئے تھی مگر انہوں نے غلطی سے طلوع فجر سے پہلے کہہ دی اس لئے آپ کو اعلان کرانا پڑا لهٰذا دونوں حدیثوں میں کچھ بھی تعارض نہیں بات بالکل صاف اور واضح ہو گئی، فالحمد للہ علی ذلك، اس کے علاوہ اس کے دو جواب اور ہیں: ① یہ تو صحیح ہے کہ آپ کے اخیر زمانہ میں صبح کے وقت دو اذانیں ہوتی تھیں لیکن یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اوائل ہجرۃ سے لیکر اخیر تک ہمیشہ ہی ایسا ہوتا تھا، ممکن ہے شروع میں ایک ہی اذان ہوتی ہو صبح صادق کے بعد ایک دن غلطی سے انہوں نے قبل از وقت اذان دیدی جس پر تنبیہ کی گئی، ② ممکن ہے بلال نے وقت مقررہ سے زیادہ قبل اذان دیدی ہو اس لئے تنبیہ کی گئی اگر یہ توجیہات نہ کیجائیں بلکہ یہی کہا جائے کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ کا ہے اور حضور ﷺ کے زمانہ میں اذان قبل الوقت ہی ہوتی تھی تو یہ اشکال کھڑا ہو جائیگا کہ جب حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں ہمیشہ قبل الوقت اذان ہوتی تھی تو پھر انہوں اس اذان کا کیوں اعادہ کرایا اس کو غیر معتبر کیوں قرار دیا لہٰذا خیر اسی میں ہے اس واقعہ کو مرفوع مانتے ہوئے اس کی

❶ جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في الأذان بالليل ۲۰۳

توجیہ کی جائے، واللہ اعلم۔

جمہور کے استدلال کا رد: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ جمہور علماء جو قبل الوقت جواز اذان کے قائل ہیں وہ مذکورہ بالا حدیث إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھئے حضرت بلالؓ صبح صادق سے پہلے اذان کہتے تھے، ہمارے علماء نے جواب دیا کہ یہ تو غور فرمایئے کہ وہ پہلی اذان کس لئے ہوتی تھی آیا صبح کی نماز کیلئے ہوتی تھی یا کسی اور غرض سے اس کی تصریح خود روایات میں موجود ہے لِيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ [1] یعنی یہ پہلی اذان اس لئے ہوتی تھی کہ جو لوگ پہلے سے بیدار ہیں اور تہجد پڑھ رہے ہیں وہ ذرا آرام کرلیں اور جو اب تک سورہے تھے وہ بیدار ہو کر چند رکعات تہجد کی پڑھ لیں پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ صبح کی اذان قبل الوقت جائز ہے اس لئے کہ اول تو یہ بات اس تصریح کے خلاف ہے، دوسرے اس لئے کہ اگر مان لیا جائے کہ وہ صبح ہی کی نماز کیلئے ہوتی تھی تو کبھی تو اس پر اکتفاء کیا جاتا آخر یہ کیا بات ہے کہ طلوع فجر کے بعد ہمیشہ دوسری اذان کہی جاتی تھی، معلوم ہوا کہ وہ پہلی اذان نہ صبح کی نماز کیلئے کہی جاتی تھی اور نہ ہی اس کے لئے کافی تھی۔

٥٣٣ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُد: وَقَدْ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ، يُقَالُ لَهُ: مَسْرُوحٌ أَوْ غَيْرُهُ. قَالَ أَبُو دَاوُد: وَرَوَاهُ الدَّرَاوَرْدِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ لِعُمَرَ مُؤَذِّنٌ، يُقَالُ: لَهُ مَسْعُودٌ وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ ذَاكَ.

ترجمہ: حضرت نافعؒ روایت کرتے ہیں حضرت عمرؓ کے مؤذن سے جس کا نام مسروح تھا کہ مسروح نے (ایک مرتبہ) صبح طلوع سے پہلے اذان دے دی تو حضرت عمرؓ نے مسروح کو حکم دیا پھر آگے ایوب نے حماد بن سلمہ کی طرح روایت ذکر کی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں حماد بن زید عبید اللہ بن عمر سے وہ نافع یا کسی اور سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے مؤذن جن کا نام مسروح تھا (نے طلوع صبح سے پہلے اذان دے دی) یہ عبد العزیز حدیث کی تائید میں لے کر آئے امام ابوداؤد کہتے ہیں دراوردی عبید اللہ سے وہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کا ایک مؤذن تھا جسکا نام مسعود تھا اور آگے دراوردی نے حماد بن سلمہ کی طرح حدیث بیان کی (یہ ما قبل حدیث کی دوسری تائید ہے) اور یہ حدیث (جسے عبد العزیز اور حماد بن زید اور دراوردی نے روایت کی ہے) زیادہ صحیح ہے اس دوسری حدیث سے (جسے حماد بن سلمہ نے ایوب سے روایت کیا ہے)

٥٣٤ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ شَدَّادٍ مَوْلَى عِيَاضِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: «لَا تُؤَذِّنْ حَتَّى يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ هَكَذَا» وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا. قَالَ أَبُو دَاوُد: «شَدَّادٌ

---

[1] سنن النسائي - كتاب الأذان - باب الأذان في غير وقت الصلاة ٦٤١

مَوْلَى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا».

ترجمة: حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا (فجر کی نماز کیلئے) اذان نہ دو یہاں تک کہ تمہارے سامنے فجر اس طرح واضح ہو جائے آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو عرضاً پھیلایا۔

شرح الحديث: قوله: لَا تُؤَذِّنْ حَتَّى يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ الخ: یہ حدیث بھی حنفیہ کی دلیل ہے اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ حضرت بلالؓ سے فرمارہے ہیں کہ صبح کی اذان اسوقت تک نہ کہو جبتک تمہارے لئے صبح اسطرح روشن نہ ہو جائے اور آپ نے دونوں ہاتھوں کو عرضاً پھیلایا یعنی جب تک صبح کی روشنی افق میں عرضانہ ظاہر ہو جائے اس وقت تک اذان نہ کہی جائے، صبح صادق کی علامت یہ ہے کہ وہ افق میں عرضاً ہوتی ہے اور پھیلتی چلی جاتی ہے اور صبح کاذب کا ظہور آسمان میں طولاً ہوتا ہے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ روشنی غائب ہو جاتی ہے، ابوداؤد کے بعض نسخوں میں ایک زیادتی ہے۔

قوله: قَالَ ابو داؤد: «شَدَّادٌ مَوْلَى عِيَاضٍ لَمْ يُدْرِكْ بِلَالًا»: مصنفؒ اس حدیث پر نقد فرمارہے ہیں کہ یہ منقطع ہے شداد جو سند کے راوی ہیں ان کا سماع بلالؓ سے ثابت نہیں، ابن رسلانؒ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے اس کو اقامت پر محمول کیا ہے [1]، عجیب بات ہے کہ اذان کو اقامت پر محمول کر رہے ہیں، بذل المجہود میں حضرتؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث نقل کی ہے قَالَتْ: مَا كَانُوا يُؤَذِّنُونَ حَتَّى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ [2] یہ حدیث مرسل یا منقطع نہیں بلکہ مسند اور صحیح ہے۔

٤٤ ـ بَابُ الْأَذَانِ لِلْأَعْمَى

نابینا شخص کے اذان دینے (کے جواز) کا بیان

٥٣٥ ـ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، «أَنَّ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ، كَانَ مُؤَذِّنًا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْمَى».

ترجمة: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابن ام مکتومؓ رسول اللہ ﷺ کے مؤذن تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔

تخريج: صحيح مسلم - الصلاة (٣٨١) سنن أبي داود - الصلاة (٥٣٥)

شرح الحديث: اذان اعمی میں حنفیہ کے تین قول ہیں، جائز ہے بلا کراہت صرح بہ الشامی [3]، مکروہ ہے ذکرہ فی المحیط، خلاف اولیٰ ہے ذکرہ صاحب البدائع اور امام شافعی کا مذہب کما قال النووی یہ ہے کہ اگر اعمی کے ساتھ بصیر ہو جو اس کی رہنمائی کرے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٠٧

[2] مصنف ابن أبي شيبة - كتاب الأذان - باب من كره أن يؤذن المؤذن قبل الفجر ٢٢٣٧، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٠٨

[3] رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٥٩

تب مکروہ نہیں جیسا کہ ابن ام مکتوم کیساتھ بلال ہوتے تھے ورنہ مکروہ ہے، منہل میں ابن عبد البر مالکیؒ سے وہی نقل کیا ہے جو امام نوویؒ نے فرمایا۔

ابن ام مکتوم جو مسجد نبوی کے مؤذن تھے ان کے نام میں اختلاف ہے، قیل عبد اللہ، قیل عمرو، اور ام مکتوم ان کی والدہ ہیں جن کا نام عاتکہ ہے یہ مہاجرین اولین میں سے تھے حضور ﷺ سے قبل ہی ہجرت فرما کر مدینہ آئے تھے، روایات میں آتا ہے کہ آپ نے غزوات کے سفر میں جاتے وقت تیرہ مرتبہ ان کو نماز پڑھانے کیلئے اپنا نائب بنایا اور یہی وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں عَبَسَ وَتَوَلّٰی آیات نازل ہوئیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

٤٥ - بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْأَذَانِ

اذان کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کا بیان

٥٣٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «أَمَّا هَذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

ترجمہ ابو الشعثاء کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ مسجد میں تھے ابو الشعثاء کہتے ہیں کہ ایک شخص (جو پہلے سے مسجد میں تھا) جب مؤذن نے عصر کی نماز کے لئے اذان دی تو وہ شخص مسجد سے باہر چلا گیا اس پر ابو ہریرہؓ نے ارشاد فرمایا: بہر حال یہ شخص (جو اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلا ہے) اس نے ابو القاسم کی نافرمانی کی۔

تخریج صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥٥) جامع الترمذي - الصلاة (٢٠٤) سنن النسائي - الأذان (٦٨٣) سنن النسائي - الأذان (٦٨٤) سنن أبي داود - الصلاة (٥٣٦) سنن ابن ماجه - الأذان والسنة فيه (٧٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٧/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٠٥)

شرح الحدیث كُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلْعَصْرِ: یعنی ایک شخص جو پہلے سے مسجد میں تھا اذان شروع ہونیکے بعد مسجد سے باہر چلا گیا تو اس پر ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور ﷺ کی نافرمانی کی، لفظ أَمَّا تفصیل کیلئے آتا ہے، تفصیل کیلئے کم از کم دو چیزیں ہونی چاہئیں اور یہاں عبارت میں صرف ایک ہی مذکور ہے لہٰذا اسکا مقابل محذوف ماننا پڑیگا یعنی اما من ثبت فی المسجد فقد اطاع ابا القاسم ﷺ اور اسکا مقابل جزء ثانی روایت میں مذکور ہے، ابن ماجہ وغیرہ کی بعض روایات میں اذان کے بعد مسجد سے نکلنے والے کو منافق کہا گیا ہے مگر اس روایت میں اس بات کی تصریح ہے بشرطیکہ وہ بلا کسی حاجت کے نکلا ہو، اور واپسی کا بھی ارادہ نہ ہو [1]، اسی طرح فقہاء نے اور بھی بعض کا استثناء کیا ہے، مثلاً وہ شخص وہ کسی دوسری مسجد میں امامت یا اذان یا نظم جماعت کا ذمہ دار ہو اس کے لئے خروج جائز ہے۔

[1] سنن ابن ماجه - كتاب الأذان والسنة فيه - باب إذا أذن وأنت في المسجد فلا تخرج ٧٣٤

مسئلۃ الباب میں تفصیل اختلاف: اس تفصیل کے جاننے کے بعد ایک دوسری تفصیل سنیئے جو مختلف فیہ بین الائمہ ہے، وہ یہ کہ خارج من المسجد بعد الاذان کی تین قسمیں ہیں: ①من لم یصل، جس نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی، ②من صلی منفرداً، جو نماز پڑھ چکا لیکن منفرداً، ③من صلی بجماعۃ، وہ شخص جو باجماعت نماز پڑھ چکا ہو اب ہر ایک کا حکم سنیئے، حنفیہ کے نزدیک یہ ممانعت صرف قسم اول کیلئے ہے، قسمین اخیرین کے لئے نہیں، البتہ اگر آدمی کے مسجد میں ہوتے ہوئے اقامت صلاۃ بھی ہونے لگے تو پھر باوجود نماز پڑھ لینے کے بھی۔ خروج من المسجد مکروہ ہے لیکن صرف ظہر اور عشاء میں کیونکہ ان دو نمازوں کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے، اور باقی تین نمازوں میں نہیں، فجر اور عصر میں اس لئے نہیں کہ ان دو وقتوں میں نفل نماز مکروہ ہے اور مغرب میں اس لئے نہیں کہ نفل کی تین رکعات نہیں ہوتیں، یہ مذہب تو ہوا حنفیہ کا، اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک کراہۃ خروج کا حکم قسم اول اور ثانی دونوں کیلئے ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ حکم اول ثانی ثالث تینوں کیلئے ہے، دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ اعادہ کی شکل میں شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک اعادہ تمام نمازوں کا ہوگا، البتہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مغرب میں ایک رکعت کا اضافہ کرلے اور امام مالک کے نزدیک اعادہ مغرب کے علاوہ باقی چار نمازوں کا ہے۔

اعادۂ صلوۃ سے متعلق متعدد ابواب وتراجم: نیز اعادہ صلاۃ کا مسئلہ ایک دوسری نوع کا ابواب المواقیت میں بَابٌ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ کے تحت بھی گذر چکا ہے اسی طرح آگے بھی آرہا ہے بَابٌ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ لہذا اس مسئلہ سے متعلق کچھ کلام وہاں بھی آئیگا ان تینوں مواقع کو ذہن میں رکھنا چاہئے اور ہر جگہ کے مسئلے کی نوعیت کو بھی۔

حدیث الباب کا محمل عند الحنفیہ: مذکورہ بالا مذاہب ائمہ کے پیش نظر کہا جائیگا کہ حدیث الباب حنفیہ کے نزدیک (چونکہ اسکا تعلق عصر سے ہے) اس شخص پر محمول ہے جس نے نماز نہ پڑھی ہو اور دوسرے ائمہ کے نزدیک عام ہے یعنی اگرچہ نماز پڑھ چکا ہو، کیونکہ حدیث بظاہر مطلق ہے، اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث کو مطلق قرار دینے میں اس حدیث میں اور أحادیث النھي عن الصلوۃ بعد العصر میں تعارض ہو جائیگا اس لئے اس کو مقید ماننا ضروری ہے اور اگر اس کو مطلق ہی رکھا جائے تو پھر حدیث کا جواب یہ ہوگا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب محرم اور مبیح میں تعارض ہوتا ہے تو محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔

٤٦ ـ بَابٌ فِي الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْإِمَامَ

یہ باب اس مسئلہ کے بیان میں کہ مؤذن امام کا انتظار کرے

(یعنی امام کے آنے سے پہلے اقامت نہ کہے)

٥٣٧ ـ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: «كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يُمْهِلُ فَإِذَا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ».

ترجمة: حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں حضرت بلالؓ اذان دیتے پھر انتظار کرتے پس جب وہ نبی کریم ﷺ کو دیکھتے کہ آپ ﷺ اپنے گھر سے نماز کے لئے نکل چکے ہیں تو وہ (حضرت بلالؓ) نماز کیلئے اقامت کہتے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (۲۰۲) سنن أبي داود - الصلاة (۵۳۷)

شرح الحديث: اور امام ترمذیؒ نے اس مقصد کیلئے اس طرح ترجمہ قائم کیا ہے: بَابُ مَا جَاءَ أَنَّ الإِمَامَ أَحَقُّ بِالإِقَامَةِ اور اس کے ذیل میں انہوں نے حدیث بھی وہی ذکر کی ہے جسکو امام ابوداؤد یہاں لائے ہیں، مطلب یہ ہے کہ مؤذن کو اذان کہنے کا تو پورا اختیار ہے جب وقت آئے کہہ دے لیکن اقامت میں اسکو امام کا انتظار کرنا چاہئے، جب امام نماز پڑھانے کیلئے مسجد میں داخل ہو جائے تب اسکو اقامت کہنی چاہئے، چنانچہ حدیث الباب میں ہے کہ حضرت بلالؓ اذان کہہ کر ٹھہر جاتے تھے پھر جب وہ دیکھتے کہ حضور ﷺ مسجد تشریف لارہے ہیں تب اقامت کہتے، مسئلہ اجماعی ہے کسی کا اختلاف نہیں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: قَالَ بَعْضُ أَهْلِ العِلْمِ: إِنَّ المُؤَذِّنَ أَمْلَكُ بِالأَذَانِ، وَالإِمَامُ أَمْلَكُ بِالإِقَامَةِ کہ اذان کہنے میں تو مؤذن با اختیار ہے، اور اقامہ کا مدار امام پر ہے، شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ یہ ایک حدیث مرفوع کے الفاظ ہیں جس کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں اس کو ابن عدی نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کذا فی بلوغ المرام للحافظ۔

٤٧ - بَابٌ فِي التَّثْوِيبِ

یہ باب ہے تثویب کے بیان میں

(یعنی اذان واقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا)

تثویب کے ماخذ اشتقاق میں دو قول ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ ثوب سے مشتق ہے جس کی اصل یہ ہے کہ جب کوئی فریاد کرنیوالا چلاتا اور فریاد کرتا ہے تو وہ اپنے کپڑے کو بلند کر کے ہلاتا ہے جیسے جھنڈی ہلاتے ہیں تاکہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ثاب یثوب سے ماخوذ ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں تثویب میں بھی چونکہ رجوع الی الاعلان ہوتا ہے اس لئے اس کو تثویب کہتے ہیں۔

تثویب کے معانی: عرف شرع میں تثویب کا اطلاق تین معانی پر ہوتا ہے: ① اقامت، جیسا ابھی قریب میں اس حدیث میں گذرا جسمیں ضراط الشیطان کا ذکر ہے حتی اذا ثوب بالصلاۃ ادبر، ② صبح کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا، ③ اذان واقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا خواہ قول کے ذریعہ جیسے حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ وغیرہ الفاظ، یا فعل کے ذریعہ جیسے تنحنح یا دروازہ کھٹکھٹانا، اور مصنفؒ کی مراد ترجمۃ الباب میں یہ تیسرے معنی ہیں۔

٥٣٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى القَتَّاتُ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِ أَوِ العَصْرِ، قَالَ: «اخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هَذِهِ بِدْعَةٌ».

ترجمہ: مجاہد کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ (ایسی مسجد میں) تھا (جس میں اذان دی جا چکی تھی اور ہم نماز کے انتظار میں تھے تو ایک شخص نے ظہر یا عصر (راوی کو شک ہے) کی نماز کیلئے تثویب کہی حضرت ابن عمرؓ نے (اپنے شاگرد مجاہد سے) ارشاد فرمایا مجھے اس مسجد سے لے چلو (اپنے شاگرد کو اس لئے کہ آخری عمر میں ان کی نگاہ کمزور ہو گئی تھی) اسلیئے کہ یہ طریقہ بدعت ہے۔

شرح الحدیث: عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَثَوَّبَ رَجُلٌ: ابن عمرؓ ایک مسجد میں نماز کیلئے تشریف لے گئے ظہر یا عصر کا وقت تھا مسجد میں جا کر بیٹھ گئے کسی شخص نے تثویب کی تو ابن عمرؓ سے برداشت نہ ہوا اور انہوں نے اپنے شاگرد مجاہد سے کہا کہ مجھے اس مسجد سے لے چلو یہاں یہ بدعت ہو رہی ہے، لے چلو اس لئے فرمایا کہ وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔

حکم تثویب میں اختلاف علماء: تثویب بالمعنی الثالث کے جمہور علماء قائل نہیں وہ اس کو بدعت مانتے ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: هذا هو التثويب الذي كرهه اهل العلم واحدثه (الناس) بعد النبي صلى الله عليه وسلم [1]، اور حنفیہ اس کے قائل ہیں لیکن صرف فجر کی نماز میں (قاله محمد في الجامع الصغير) اور ہدایہ [2] میں لکھا ہے کہ قدماء احناف تو اس کو خاص کرتے ہیں صبح کی نماز کیساتھ اس لئے کہ وہ نوم وغفلت کا وقت ہے، لیکن متاخرین نے باقی نمازوں میں بھی اس کی اجازت دی ہے، لظهور التكاسل في الأمور الدينية، البتہ متقدمین میں سے امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ تثویب فجر کی نماز میں تو علی العموم ہے عوام اور خواص سب کیلئے اور باقی نمازوں میں انہوں نے اس کی اجازت دی ہے صرف خواص کیلئے جیسے امراء اور قضاۃ اور مفتیان کرام کیونکہ یہ حضرات امور مسلمین میں مشغول رہتے ہیں (زیلعی شرح الکنز [3])۔

یہ اختلاف وتفصیل متعلق تھی تثویب بالمعنی الثالث سے، اور تثویب بالمعنی الاول والثانی تثویب قدیم کہلاتی ہے اور دونوں کو سبھی مانتے ہیں، البتہ تثویب بالمعنی الثانی میں تھوڑا سا اختلاف ہے وہ یہ کہ جمہور علماء ائمہ ثلاث تو اس کے استحباب کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور وہی ان کے یہاں مفتی بہ ہے اور قول جدید میں انہوں نے اسکا انکار کیا ہے۔

٤٨ ـ بَابٌ فِي الصَّلَاةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ يَنْتَظِرُونَهُ قُعُودًا

یہ باب ہے اس بیان میں کہ نماز کیلئے اقامت شروع ہو جائے اور حال یہ ہے کہ یہ امام ابھی تک نہیں پہنچا تو مقتدی بیٹھ کر امام کا انتظار کریں (کھڑے ہو کر امام کا انتظار نہ کریں)

یعنی اگر نماز کیلئے اقامت شروع ہو جائے اور حال یہ کہ امام ابھی تک مسجد میں نہیں پہنچا تو مقتدیوں کو چاہئے کہ کھڑے نہ ہوں بلکہ امام کا انتظار بیٹھ کر کریں، یہ مسئلہ اجماعی ہے لیکن یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اقامت کا تو قاعدہ یہ ہے کہ وہ امام کے آنے ہی پر

---

1. وَهَذَا الَّذِي قَالَ إِسْحَاقُ هُوَ التَّثْوِيبُ الَّذِي كَرِهَهُ أَهْلُ العِلْمِ، وَالَّذِي أَحْدَثُوهُ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ (جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في التثويب في الفجر ١٩٨)
2. الهداية شرح بداية المبتدي - ج ١ ص ٢٧٧ - ٢٧٨
3. تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق - ج ١ ص ٩٢

کہی جائے جیسا کہ گذشتہ باب کی حدیث جابرؓ میں گذر چکا، لہذا یہ ترجمۃ الباب اس کے خلاف ہوا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے یہ ترجمہ ظاہر الفاظ حدیث کے مطابق باندھا ہے کیونکہ حدیث الباب میں اسی طرح ہے لہذا اصل اشکال حدیث پر ہوا جسکا جواب ابھی آگے آرہا ہے۔

٥٣٩ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَكَذَا رَوَاهُ أَيُّوبُ، وَحَجَّاجٌ الصَّوَّافُ، عَنْ يَحْيَى، وَهِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيُّ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، وَقَالَا فِيهِ: «حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ».

ترجمہ حضرت ابو قتادہؓ نبی ﷺ سے ارشاد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب نماز کیلئے اقامت کہی جائے تو کھڑے نہ ہو (نماز کے انتظار کیلئے) یہانتک کہ مجھے دیکھ لو امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ایوب اور حجاج الصوّاف نے یحییٰ سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے۔ (جسطرح ابان نے روایت کیا) اور ہشام الدستوائی نے یہ لفظ کہا "كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى" (یعنی بطریق کتابت جبکہ ایوب اور حجاج نے عن یحییٰ یعنی بطریق عنعنہ نقل کیا تھا) اور معاویہ بن سلام اور علی بن مبارک نے یحییٰ سے (بطریق عنعنہ) یہ حدیث روایت کی ہے اور دونوں نے حدیث مذکور میں یہ الفاظ ذکر کئے "یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو اور سکون واطمینان کو لازم پکڑے رہو"۔

٥٤٠ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، قَالَ: «حَتَّى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: «قَدْ خَرَجْتُ»، إِلَّا مَعْمَرٌ، وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: «قَدْ خَرَجْتُ».

ترجمہ معمر یحییٰ سے یحییٰ کی اپنی سند سے ماقبل حدیث کی طرح روایت کرتے ہیں معمر (یحییٰ سے اپنی حدیث میں یہ جملہ) کہتے ہیں یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں (نماز کیلئے) نکل گیا ہوں (یعنی معمر نے قَدْ خَرَجْتُ کا اضافہ فرمایا ہے) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں قَدْ خَرَجْتُ کا لفظ صرف معمر نے ذکر کیا ہے ابن عیینہ نے معمر سے یہ حدیث روایت کی ہے (مگر) اس روایت میں قَدْ خَرَجْتُ کا لفظ نہیں کہا۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦١١) صحيح البخاري - الأذان (٦١٢) صحيح البخاري - الجمعة (٨٦٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٤) جامع الترمذي - الجمعة (٥٩٢) سنن النسائي - الأذان (٦٨٧) سنن النسائي - الإمامة (٧٩٠) سنن أبي داود - الصلاة (٥٣٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٩٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣١٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٢)

شرح الأحاديث حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ... قوله: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي: حدیث کا مطلب

واضح ہے یہ حدیث اسی طرح بخاری شریف میں بھی ہے، یہاں پر اشکال وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

دفع تعارض بین الحدیثین: اس اشکال کا جواب علماء نے یہ دیا کہ حضرت بلالؓ کی نظر حجرۂ شریفہ پر رہتی تھی وہ غور سے آپ کو دیکھتے رہتے تھے اور جب وہ دیکھ لیتے کہ حضور ﷺ مسجد میں آنیکے لئے اپنی جگہ سے چل دیئے ہیں تو حضرت بلالؓ فوراً اقامت شروع کر دیتے تھے حال یہ کہ ابھی سب مسجد والوں نے آپ کو دیکھا نہیں، توان لوگوں کے بارے میں حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ جب تک تم لوگ مجھے مسجد میں آپہونچا نہ دیکھ لو اس وقت تک مت کھڑے ہو فاندفع التعارض من البین۔

ترجمۃ الباب اور حدیث کی تشریح وغیرہ تو ہو گئی لیکن یہاں ابھی ایک مسئلہ اور باقی ہے بلکہ دو، اول یہ کہ مقتدیوں کو نماز کے لئے کب کھڑا ہونا چاہئے اقامت کے شروع میں یا پورا ہونیکے بعد، اور دوسرا مسئلہ یہ ہے متی یکبر الإمام للتحریمۃ؟ دونوں مسئلے مختلف فیہ ہیں۔

متی یقوم الناس فی الصف؟ مسئلہ اولیٰ میں تفصیل یہ ہے کہ امام شافعی وامام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ یقومون بعد الفراغ من الاقامۃ، امام مالکؒ اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مقتدیوں کو ابتداء اقامت ہی میں کھڑے ہو جانا چاہئے (آج کل ہمارا عمل اسی پر ہے) اور امام احمدؒ کے نزدیک قد قامت الصلاۃ پر کھڑا ہونا چاہئے اور امام ابو حنیفہ ومحمدؒ کے نزدیک حی علی الصلاۃ پر، اور یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ امام پہلے سے مسجد میں ہو اور اگر بالفرض اس وقت تک امام مسجد میں نہ پہنچا ہو تو پھر اسکا حکم ترجمۃ الباب میں آ ہی چکا۔

متی یکبر الامام للصلوۃ؟ اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف یہ ہے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاث اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کو چاہئے کہ وہ نماز اقامت کے پورا ہونے پر شروع کرے اور امام ابو حنیفہ ومحمدؒ کے نزدیک قد قامت الصلاۃ پر نماز کو شروع کر دینی چاہئے، یہ اختلاف اسی طرح حضرت سہارنپوریؒ نے بذل اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے [1]۔

قولہ: قال ابو داؤد: ھٰکذا رواہ أیوب: اوپر سند میں یحییٰ سے روایت کرنیوالے ابان ہیں انہوں نے اس حدیث کو یحییٰ سے بطریق عنعنہ روایت کیا ہے، مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ ایوب اور حجاج نے بھی یحییٰ سے اسی طرح روایت کیا ہے اور یحییٰ کے ایک تیسرے شاگرد ہشام دستوائی ہیں وہ اس کو یحییٰ سے اس طرح روایت نہیں کرتے بلکہ بطریق کتابۃ، چنانچہ انہوں نے کہا کتب إلیّ یحییٰ، اور روایت بطریق کتابت کا ظاہراً مقتضیٰ یہ ہے کہ انہ لم یسمعہ منہ، نیز جاننا چاہئے کہ لفظ ھشام الدستوائي مرفوع ہے بناء پر مبتداء ہونیکے اور جملہ قال کتب إلیّ یحییٰ اس کی خبر ہے۔

٥٤١ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو: ح وحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ - وَهَذَا لَفْظُهُ - عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، «أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١١٦، والمنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٥ ص ١٠٣

وَسَلَّمَ. فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ کے آنے کے وقت نماز کی اقامت کہی جاتی تھی پس لوگ صف میں اپنی نماز کی جگہ پر آجاتے تھے قبل اس کے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پہنچیں۔

تخریج صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاۃ (٦٠٥) سنن أبي داود - الصلاۃ (٥٤١)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ: **شرح السند:** یہ سند محتاج تشریح ہے مصنفؒ نے دو سندیں بیان کیں ایک حاء تحویل سے پہلے ایک اس کے بعد، سند اول میں مصنفؒ کے استاذ محمود بن خالد ہیں اور سند ثانی میں داؤد بن رشید، اور ان دونوں کے استاذ ولید بن مسلم ہیں اور ولید کے استاذ اوزاعی ہیں جن کی کنیت ابو عمرو ہے، یہاں پر سوال یہ ہے کہ اس سند میں حاء تحویل کی کیا حاجت تھی مصنفؒ کے دو استاذ ہیں محمود اور داؤد، یہ دونوں روایت کرتے ہیں ولید سے اور ولید روایت کرتے ہیں اوزاعی سے لہٰذا سند اسطرح بیان کر دیتے، حدثنا محمود بن خالد وداؤد بن رشید قالا حدثنا الولید عن الاوزاعی، جواب یہ ہے کہ تحویل کیوجہ فرق تعبیر ہے مصنف کے پہلے استاذ محمود بن خالد نے اپنے استاذ الاستاذ یعنی اوزاعی کو کنیت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور دوسرے استاذ داؤد بن رشید نے انکو اوزاعی سے تعبیر کیا ہے، نیز ایک نے قال ابو عمرو کہا دوسرے نے عن الاوزاعی، مصنفؒ بعض مرتبہ صرف فرق تعبیر کیوجہ سے حاء تحویل لے آتے ہیں یہ غایت اہتمام کی بات ہے، ہماری اس تشریح سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہاں سند میں ملتقی السندین ولید بن مسلم ہیں۔

قولہ: أَنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ: اس حدیث سے مستفاد ہو رہا ہے کہ تسویۃ الصفوف اقامت کیوقت ہونا چاہئے، جسوقت اقامت شروع ہو اس وقت سب لوگ کھڑے ہو کر صفیں درست کریں، قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قبل اس کے کہ حضور ﷺ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پہونچیں، بظاہر آپ ﷺ اپنے مقام پر بعد میں اس لئے پہنچتے تھے کہ آپ تعدیل صفوف میں مشغول ہوتے تھے، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ آپ لوگوں کو انکے شانے پکڑ کر آگے پیچھے درست فرماتے تھے، ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم، اور یا یہ کہا جائے کہ اقامت تو آپ کے مسجد میں قدم رکھتے ہی شروع ہو جاتی تھی اور اسی وقت سب مقتدی کھڑے ہو کر اپنی اپنی جگہ درست ہو جاتے تھے حضور ﷺ کو اپنی جگہ پہنچنے میں کچھ دیر لگتی تھی۔

٥٤٢ - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ».

ترجمہ: حمید کہتے ہیں کہ میں نے ثابت البنانی سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد

بات چیت کرے (یعنی اقامت کے بعد گفتگو کرنا جائز ہے یا نہیں) تو ثابت نے مجھے انس بن مالک سے روایت کر کے حدیث بیان کی انس بن مالک نے فرمایا (ایک مرتبہ) نماز کی اقامت کہی جاچکی تھی تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا پس اس نے رسول اللہ ﷺ کو (نماز میں داخل ہونے سے) روک دیا بعد اس کے کہ نماز کی اقامت کہی جاچکی تھی۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٥٤٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٩/٣)

شرح الحديث قوله: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَانِيَّ، عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَمَا تُقَامُ الصَّلَاةُ: حاصل سوال یہ ہے کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل کی گنجائش ہے یا نہیں اس پر ثابت بنانی نے ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جبکہ اقامت ہوچکی تھی کوئی شخص حضور ﷺ کے سامنے آکھڑا ہوا اور کسی مسئلہ میں آپ ﷺ سے دیر تک بات کرتا رہا۔

اقامت اور تکبیر تحریمہ کے درمیان فصل: مسئلہ یہ ہے کہ اقامت صلاۃ اور نماز شروع کرنے کے درمیان بلا حاجت وضرورت کے فصل مکروہ ہے اگر بضرورت ہو تو جائز ہے یہی مذہب حنفیہ کا ہے اور یہی جمہور کا، بعض شراح شافعیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے ان کے یہاں اقامت کے فوراً بعد نماز شروع کرنا واجب ہے لیکن بذل[1] میں لکھا ہے کہ یہ ہمارے بعض فقہاء کا قول ہے قول راجح نہیں، لہٰذا حدیث ہمارے خلاف نہیں، باقی یہ صحیح ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ طرفین کی رائے یہ ہے کہ قد قامت الصلاۃ پر امام کو نماز شروع کر دینی چاہیے، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اتنی جلدی کی ضرورت نہیں، بلکہ بعد الفراغ عن الاقامت۔

٥٤٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مَنْجُوفٍ السَّدُوسِيُّ، حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ، عَنْ أَبِيهِ كَهْمَسٍ، قَالَ: قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ بِمِنًى وَالْإِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا، فَقَالَ لِي شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ: مَا يُقْعِدُكَ؟ قُلْتُ: ابْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: هَذَا السُّمُودُ[2]: فَقَالَ لِي الشَّيْخُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «كُنَّا نَقُومُ فِي الصُّفُوفِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ»، قَالَ: وَقَالَ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَلُونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ، وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَمْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا».

ترجمہ کہمس کہتے ہیں (ایک مرتبہ) منیٰ (کی مسجد) میں ہم نماز کے لئے گئے جبکہ امام ابھی تک نہیں آیا تھا تو ہم میں سے بعض لوگ بیٹھ گئے (میں بھی بیٹھنے والوں میں تھا) تو کہمس کہتے ہیں کہ مجھ سے اہل کوفہ کے ایک شیخ نے کہا کس چیز نے تمہیں بٹھا دیا تو میں نے جواب دیا کہ ابن بریدہ کا کہنا ہے کہ یہ (یعنی امام کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا) سمود ہے (سمود کہتے ہیں سر بلند کر کے سینہ تان کر کھڑا ہونا) تو اس شیخ نے مجھ سے کہا کہ عبد الرحمن بن عوسجہ نے براء بن عازب سے روایت کر کے مجھے حدیث

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٢٠

[2] سَمَدَ سُموداً: علا ورفع رأسه وتنصب صدره وعلا. بلند ہونا، سر اٹھانا اور سینہ تاننا (المعجم الوسيط - ج ١ ص ٤٤٧)

بیان کی کہ براء بن عازب نے فرمایا نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں دیر تک کھڑے ہو کر انتظار کرتے تھے قبل اس کے رسول اللہ تکبیر تحریمہ کہیں عبد الرحمن بن عوسجہ کہتے ہیں براء بن عازب نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں (اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے دعا کرتے ہیں) ان لوگوں پر جو پہلی صف سے ملے ہوئے ہوتے ہیں (یعنی جو پہلی صف میں نماز ادا کرتے ہیں) اور کوئی قدم بھی اللہ کے ہاں اس قدم سے زیادہ محبوب نہیں جو قدم آدمی صف کو ملانے کیلئے چلے۔

شرح الحدیث قوله: قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ بِمِنًى وَالْإِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا: مضمون حدیث یہ ہے، کہمس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مسجد منی میں ہم نماز کیلئے گئے تو ہم نماز کیلئے کھڑے ہو گئے حالانکہ امام صاحب ابھی تک مسجد میں نہیں آئے تھے تو جب ہم نے یہ دیکھا کہ ابھی امام صاحب نہیں آئے تو ہم بجائے اس کے کہ کھڑے ہو کر انتظار کریں بیٹھ گئے، کہمس کہتے ہیں کہ مجھ سے اہل کوفہ کے ایک شیخ نے کہا کہ تم کیوں بیٹھ گئے، میں نے کہا کہ ابن بریدہ سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ امام کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا سمود ہے، سمود کے معنی دراصل سینہ تان کر کھڑے ہونے کے ہیں، مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں لوگ مسجد میں انکا انتظار کھڑے ہو کر کر رہے تھے جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں کو اس طرح کھڑا دیکھ کر فرمایا مَالِي أَرَاكُمْ سَامِدِينَ [1]۔ کہمس کی بات سنکر شیخ اہل کوفہ نے انکار کرتے ہوئے ایک حدیث سنائی جسکا مضمون یہ ہے۔ براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ ہم حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانہ میں صفوف میں دیر تک کھڑے رہتے تھے امام کے تکبیر تحریمہ کے انتظار میں، شیخ اہل کوفہ کی یہ بات فضول سی ہے، اس سے کہمس کے قول کی تردید بالکل نہیں ہوتی اس لئے کہ گفتگو تو یہاں اسمیں ہو رہی ہے کہ خروج امام سے قبل اسکا انتظار بیٹھ کر کیا جائے یا کھڑے ہو کر، اور ان شیخ کوفی نے جو حدیث پیش کی ہے اسمیں گو دیر تک کھڑے ہونیکا ذکر ہے لیکن قبل خروج الامام نہیں بلکہ بعد خروجہ، جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے۔

٥٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: «أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ، فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ».

ترجمہ حضرت انسؓ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) نماز کی اقامت کہی جا چکی تھی اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد کے ایک گوشہ میں (دیر تک کسی صاحب سے) سرگوشی فرماتے رہے پس آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز کیلئے کھڑے نہ ہوئے یہاں تک کہ قوم اونگھنے لگی۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦١٦) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٩٣٤) صحيح مسلم - الحيض (٣٧٦) جامع الترمذي - الجمعة (٥١٧) جامع الترمذي - الجمعة (٥١٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥٤٤)

شرح الحدیث قوله: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ: یعنی ایک مرتبہ جبکہ نماز کیلئے اقامت ہو چکی تھی آپ مسجد کے ایک گوشہ میں کسی صاحب سے دیر تک سرگوشی فرماتے رہے حتی کہ بعض لوگوں کو

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب متى يقوم المأموم ٢٢٨٥ (ج ٢ ص ٣٢)

نیند بھی آنے لگی، معلوم ہوا کہ اقامت اور تحریمہ کے درمیان کسی خاص ضرورت کیوجہ سے خصوصاً جبکہ وہ دینی ضرورت ہو فصل کرسکتے ہیں، لیکن یہ الگ بات ہے کہ اگر فصل زائد ہو جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ اقامت کا اعادہ ہونا چاہئے۔

٥٤٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «حِينَ تُقَامُ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا رَآهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ لَمْ يُصَلِّ، وَإِذَا رَآهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى».

ترجمہ: سالم ابو النضر کہتے ہیں اقامت ہو چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ جب دیکھتے کہ مسجد میں تھوڑے سے نمازی ہیں تو آپ ﷺ بیٹھ جاتے اور نماز نہ پڑھاتے (بلکہ نمازیوں کو انتظار فرماتے) اور جب انھیں دیکھتے کہ وہ جمع ہو گئے ہیں (یعنی اکثر نمازی آچکے ہیں) تو نماز پڑھاتے۔

شرح الحدیث: قوله: إِذَا رَآهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ: یعنی اقامت ہو جانیکے باوجود اگر آپ ﷺ یہ محسوس کرتے کہ ابھی تک سب نمازی نہیں پہنچے تو تھوڑی دیر بیٹھ کر ان کا انتظار کر لیتے، معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ٹن کی نماز نہیں ہوتی تھی جیسا کہ ہمارے حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے۔

تکثیر جماعت مطلوب ہے: بلکہ نمازیوں پر مدار تھا، معلوم ہوا کہ تکثیر جماعت مطلوب ہے احناف جو صبح کی نماز میں اسفار کے قائل ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غلس میں تقلیل جماعت ہے۔

٥٤٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، مِثْلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: ابو مسعود الزرقی حضرت علیؓ بن ابی طالب سے اسی طرح کی حدیث روایت کرتے ہیں۔

٤٩ - بَابٌ فِي التَّشْدِيدِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ

جماعت کے ساتھ نماز کو ترک کرنے کے بارے میں وعید شدید کا بیان

جماعت کے سلسلہ میں بعض روایات تو ایسی ہیں جن سے اسکا بظاہر وجوب مستفاد ہوتا ہے اور بعض ایسی ہیں جو صرف اس کی فضیلت پر دال ہیں اور ان سے بظاہر عدم وجوب مستفاد ہوتا ہے، اسی اعتبار سے مصنفؒ نے جماعت کے بارے میں دو باب قائم کئے، پہلے باب میں نوع اول کی روایات لائے ہیں، اور دوسرے باب میں دوسری قسم کی روایات۔

حکم جماعت میں مذاہب علماء: حکم جماعت میں مذاہب علماء مختلف ہیں، امام احمدؒ کے نزدیک فرض عین ہے اور یہی مذہب ہے عطاء اور اوزاعی کا، اور ظاہریہ کے نزدیک فرض ہونے کیساتھ شرط صحت صلاۃ ہے، اور جمہور علماء اور ائمہ ثلاث

کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، اور بعض شافعیہ ومالکیہ، اور حنفیہ میں سے امام طحاویؒ اور کرخیؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے، امام نوویؒ بھی یہی فرماتے ہیں المختار أنها فرض کفاية [1]، اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ پورے شہر کے اعتبار سے فرض علی الکفایہ ہے اور ہر مسجد کے اعتبار سے سنت اور ہر شخص کے لحاظ سے مستحب۔

٥٤٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدِ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّئْبُ الْقَاصِيَةَ». قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ السَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الصَّلَاةَ فِي الْجَمَاعَةِ.

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کس بستی اور جنگل میں تین شخص موجود ہوں اور ان میں جماعت سے نماز قائم نہ ہوتی ہو تو شیطان کا ان پر غلبہ رہتا ہے پس تم پر لازم ہے کہ جماعت (کے ساتھ نماز) کو لازم پکڑو اس لئے کہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے دور ہو (اس لئے کہ چرواہے سے یہ بکری دور ہوتی ہے) زائدہ کہتے ہیں کہ سائب نے کہ رسول اللہ ﷺ کی مراد الجماعۃ سے "جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے" کے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي – الإمامة (٨٤٧) سنن أبي داود – الصلاة (٥٤٧) مسند أحمد – مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٩٦/٥) مسند أحمد – من مسند القبائل (٤٤٦/٦) مسند أحمد – من مسند القبائل (٤٤٦/٦)

شرح الحدیث: قوله: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ: اگر کسی بستی یا جنگل میں تین شخص موجود ہوں اور وہ جماعت سے نماز ادا نہ کریں تو ان پر شیطان کا غلبہ رہتا ہے، آگے روایت میں یہ ہے جماعت کو لازم پکڑو اس لئے کہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو اپنے ریوڑ اور چرواہے سے دور ہو جاتی ہے۔

قوله: قَالَ السَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الصَّلَاةَ فِي الْجَمَاعَةِ: سائب جو راوی حدیث ہیں وہ فرما رہے ہیں حدیث میں جماعت سے مراد جماعت کی نماز ہے، یہ تفسیر اس لئے کی کہ بعض مرتبہ جماعت سے اہل حق کی جماعت باعتبار عقائد کے مراد ہوتی ہے جو عقائد میں متفق ہوں، سائب کہہ رہے ہیں کہ یہاں حدیث میں وہ مراد نہیں۔

٥٤٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ مَعِي بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ میں لوگوں کو نماز قائم

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج – ج ٥ ص ١٥١

کرنے کا حکم دوں پس نماز جماعت کے ساتھ قائم کی جائے پھر میں ایک آدمی کو حکم دوں پس وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر چند لوگوں کے ساتھ جن کے ہاتھوں میں لکڑیوں کے گٹھر ہوں کو لیکر ان لوگوں (کے گھروں) پر جاؤں جو نماز کیلئے (مسجد میں) حاضر نہیں ہوتے (یعنی با جماعت نماز نہیں کرتے) پس ان کی موجودگی میں ان کے گھروں کو آگ سے جلادوں۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦١٨) صحيح البخاري - الأذان (٦٢٦) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٨) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٩٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥١) جامع الترمذي - الصلاة (٢١٧) سنن النسائي - الإمامة (٨٤٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥٤٨) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٩١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٩٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢١٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٤)

شرح الحديث قوله: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامَ: آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں کبھی ارادہ کرتا ہوں اس بات کا کہ نماز قائم کرنیکا حکم دوں یعنی لوگوں سے کہوں کہ تم مسجد میں نماز شروع کردو اور پھر چند لوگوں کیساتھ لکڑی کے گٹھر لے کر ان لوگوں کے گھروں پر پہنچوں جو نماز کیلئے مسجد میں حاضر نہیں ہوتے اور پھر ان کو مع ان کے مال و متاع کے جلادوں، یہ ترک جماعت کے بارے میں بڑی سخت وعید ہے۔

حدیث سے جماعت کی فرضیت پر استدلال اور اس کا جواب: اس سے بعض علماء نے جماعت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے کہ اتنی بڑی وعید صرف ترک سنت کیوجہ سے نہیں ہوسکتی، اور بعض علماء نے اسکو منافقین پر محمول کیا ہے اس لئے کہ آگے حدیث میں آرہا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جماعت کی نماز سے کوئی متخلف نہیں ہوتا تھا، بجز اس شخص کے جو منافق ہو بین النفاق، بلکہ اس زمانہ کے لوگوں کا عام حال یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی مرض وغیرہ کیوجہ سے خود مسجد جانے پر قادر نہ ہوتا تو دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد پہنچتا تھا، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعید منافقین کیساتھ خاص نہیں، کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادوں، جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، ظاہر ہے کہ منافق گھر میں نماز کہاں پڑھتے ہیں وہ اگر نماز پڑھیں گے تو مسجد ہی میں پڑھیں گے، لوگوں کو دکھانے کیلئے، اور ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ زجر و توبیخ کے قبیل سے ہے اس سے ڈرانا مقصود ہے حقیقت کلام مراد نہیں، اور بعض نے یہ کہا کہ خود یہی حدیث اس بات پر دال ہے کہ جماعت واجب نہیں اس لئے کہ اگر جماعت کی نماز واجب ہوتی تو آپ ﷺ اس کو چھوڑ کر لوگوں کے گھروں پر کیوں پہنچتے، لیکن یہ بات ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ احکام کی تبلیغ اور اسکی تکمیل آپکا فرض منصبی ہے اور نیز آپ کا یہ جانا تکمیل امر جماعت کیلئے ہوتا ویسے بھی آپ ﷺ نے ارادہ اس طور پر کیا کہ چند لوگوں کو اپنے ساتھ لیجائیں تو جب لوگ ساتھ ہوں گے تو بعد میں انکے ساتھ مل کر جماعت ہوسکتی ہے، ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ آپ نے صرف ارادہ ہی تو ظاہر فرمایا اس پر عملدر آمد تو نہیں فرمایا لیکن یہ بات کمزور سی ہے اس لئے کہ آپ ﷺ اسی کام کا ارادہ کرسکتے ہیں جس پر عمل کرنا بھی جائز ہو۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ شراح نے لکھا ہے کہ دو شخصوں کے علاوہ کسی مسلمان کے مال و متاع کی تحریق جائز نہیں بلکہ اس کے

عدم جواز پر اتفاق ہے البتہ دو کے بارے میں اختلاف ہے، ایک وہ جو اس حدیث میں مذکور ہے یعنی متخلف عن الجماعۃ، دوسرے وہ جس کا ذکر کتاب الجہاد میں مغانم کے ذیل میں آتا ہے یعنی غال (مال غنیمت میں غلول کرنیوالا) لیکن جمہور علماء کے نزدیک ان میں بھی تحریق متاع جائز نہیں البتہ امام احمدؒ تحریق متاع غال کے قائل ہیں بندہ کہتا ہے متخلف عن الجماعۃ کے بارے میں تحریق متاع کے جواز کا کون قائل ہے؟ یہ میرے علم میں نہیں۔

٥٤٩- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي فَيَجْمَعُوا حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ، ثُمَّ آتِيَ قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ». قُلْتُ لِيَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ: يَا أَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةَ عَنَى أَوْ غَيْرَهَا؟ قَالَ: صُمَّتَا أُذُنَايَ إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَأْثُرُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرَ جُمُعَةً وَلَا غَيْرَهَا.

ترجمہ یزید بن الاصم کہتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں نوجوانوں کو حکم کروں وہ میرے لئے لکڑیوں کا گٹھر جمع کریں پھر میں ان لوگوں کے گھروں پر آؤں جو بغیر کسی عذر کے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں پس ان کی موجودگی میں ان کے گھروں کو جلادوں یزید بن یزید راوی کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن الاصم سے کہا اے ابو عوف رسول اللہ ﷺ نے جمع کی نماز مراد لی ہے یا کوئی اور نماز؟ یزید بن الاصم نے جواب میں کہا میرے کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے ابوہریرہ کو نبی کریم ﷺ سے حدیث نقل کرتے ہوئے نہ سنا ہو نبی کریم ﷺ نے جمعہ یا غیر جمعہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی مطلق نماز کے بارے میں یہ وعید فرمائی)۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦١٨) صحيح البخاري - الأذان (٦٢٦) صحيح البخاري - الخصومات (٢٢٨٨) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٩٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥١) جامع الترمذي - الصلاة (٢١٧) سنن النسائي - الإمامة (٨٤٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥٤٩) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٩١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٩٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢١٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٤)

شرح الحدیث قولہ: يَا أَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةَ عَنَى أَوْ غَيْرَهَا؟ یہ وعید شدید سنکر شاگرد نے استاذ سے سوال کیا کہ کیا جمعہ کی نماز مراد ہے؟ اس پر استاذ نے جواب دیا صُمَّتَا أُذُنَايَ الخ کہ میرے کان بہرے پٹ ہو جائیں اگر میں نے اس حدیث میں مطلق نماز کا ذکر نہ سنا ہو یعنی میں نے مطلق نماز ہی کے بارے میں یہ وعید سنی ہے، میرے استاذ نے جمعہ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی، میں کہتا ہوں لیکن مسلم شریف کی ایک روایت میں جمعہ کی قید ہے جس کے لفظ یہ ہیں: أَنَّهُ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ[1]، امام نوویؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں عشاء کی نماز کا ذکر ہے اور بعض میں جمعہ کی نماز کا اور بعض

[1] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل صلاة الجماعة، وبيان التشديد في التخلف عنها ٦٥٢

روایات میں مطلق صلاۃ وارد ہے فرماتے ہیں و کلہ صحیح ولا منافاۃ بین ذلک [1]۔

۵۵۰ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: «حَافِظُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ بَيِّنُ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُهَادَى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَلَهُ مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ، وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ».

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان پانچ نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ان جگہوں پر ادا کرو جہاں ان کے لئے اذان کہی جاتی ہے اس لئے کہ یہ پانچ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنن ھدٰی میں سے ہے (سنن ھدی ان سنن کو کہتے ہیں جو حضور ﷺ نے بطور عبادت کے کی ہوں) اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کیلئے سنن ھدٰی کو مسنون اور فرض فرمایا ہے تحقیق کہ میں نے دیکھا کہ ہم اس حال میں ہوتے تھے کہ باجماعت نماز سے وہی منافق پیچھے رہتا جس کا نفاق ظاہر ہوتا تھا اور تحقیق میں نے دیکھا کہ ہم اس حال میں ہوتے تھے کہ آدمی دو آدمیوں کے سہارے چلتا ہوا آتا یہاں تک کہ وہ صف میں آکر کھڑا ہوتا اور تم میں ہر ایک کی گھر میں نماز پڑھنے کی الگ سے جگہ ہونی چاہئے (جس میں وہ نوافل ادا کرے) اور اگر تم اپنے گھروں میں (فرض) نماز ادا کرو اور اپنے محلے کی مساجد کو چھوڑ دو تو تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

تخریج صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاۃ (٦٥٤) سنن أبي داود - الصلاۃ (٥٥٠) سنن ابن ماجۃ - المساجد والجماعات (٧٧٧)

شرح الحدیث قولہ: حَافِظُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حَيْثُ يُنَادَى بِهِنَّ: یعنی ان پانچوں نمازوں کو اہتمام کے ساتھ اس جگہ پڑھو جہاں ان کیلئے اذن کہی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد ہی میں کہی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی جماعت کو خاص اہمیت حاصل ہے، آگے روایت میں یہ ہے کہ جماعت کی نماز سنن ہدیٰ سے ہے، سنن کی دو قسمیں ہیں، سنن ہدیٰ، سنن زوائد، جن چیزوں کا صدور آپ ﷺ سے عادت کے طور پر ہوا ہو وہ سنن زوائد کہلاتی ہیں، اور جو کام آپ نے عبادت کے طور پر کئے وہ سنن ہدیٰ کہلاتے ہیں، انکو سنن ہدیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کا ترک ضلالت و گمراہی ہے بخلاف قسم اول کے۔

قولہ: وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ: یہ فرمارہے ہیں کہ اگر تم نمازیں مساجد کے بجائے گھروں میں پڑھ لیا کرو گے تو تارک سنت بنو گے اور جب تارک سنت ہو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔

حدیث محتاج تاویل ہے: یا تو یہ کہا جائے کہ کفر سے مراد مطلق ضلالت و گمراہی ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے

[1] المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج - ج ٥ ص ١٥٤

لضللتم اور اگر کفر سے کفر ہی مراد لیا جائے تو مراد یہ ہوگا کہ ترک سنت کے وبال میں آہستہ آہستہ دوسری سنتیں چھوٹتی چلی جائیں گی اور پھر اسکی نحوست سے واجبات اور فرائض چھوٹتے چلے جائیں گے اور پھر آگے اسکا اندیشہ ہے کہ اسلام ہی سے کہیں خروج نہ ہو جائے، حاصل اس تاویل کا یہ ہے کہ کفر سے کفر بالفعل مراد نہیں بلکہ بالقوہ ہے جسکو مفضی الی الکفر سے بھی تعبیر کرتے ہیں، صوفیہ کا مقولہ مشہور ہے: من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنن ومن تهاون بالسنن عوقب بحرمان الواجبات ومن تهاون بالواجبات عوقب بحرمان الفرائض ومن تهاون بالفرائض [1]، اس سے آگے کیا ہے؟ وہ ظاہر ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔

۵۵۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي جَنَابٍ، عَنْ مَغْرَاءَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ، عُذْرٌ» ، قَالُوا: وَمَا الْعُذْرُ؟، قَالَ: «خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ، لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى» . قَالَ أبو داؤد: رَوَى عَنْ مَغْرَاءَ أَبُو إِسْحَاقَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے (فرض نماز کیلئے) موذن (کی اذان) کو سنا پس اس کو کوئی عذر موذن کی دعوت پر عمل کرنے سے نہ روکے تو اسکی وہ نماز جو اس نے (گھر میں) ادا کی (کامل طور پر) قبول نہیں کی جاتی لوگوں نے (ابن عباسؓ سے) پوچھا وہ عذر کیا ہے جو حضور ﷺ نے مراد لیا ہے تو ابن عباسؓ نے جواب میں ارشاد فرمایا (اپنی جان، عزت اور مال پر) خوف اور (ایسا) مرض (جس کیلئے تیمم مباح ہو جائے)۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٥٥١) سنن ابن ماجه – المساجد والجماعات (٧٩٣)

۵۵۲ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرُ الْبَصَرِ شَاسِعُ الدَّارِ، وَلِي قَائِدٌ لَا يُلَائِمُنِي فَهَلْ لِي رُخْصَةٌ أَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي؟، قَالَ: «هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ» ، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «لَا أَجِدُ لَكَ رُخْصَةً».

ترجمہ: ابن ام مکتومؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں نابینا شخص ہوں (اور) گھر مسجد سے دور ہے اور میرا قائد مکمل طور پر میری موافقت نہیں کرتا تو میرے لئے اس بات کی رخصت اور اجازت ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا۔

تخریج: سنن النسائي – الإمامة (٨٥١) سنن أبي داود – الصلاة (٥٥٢) سنن ابن ماجه – المساجد والجماعات (٧٩٢)

---

[1] عن عبد الله بن المبارك قال: "من تهاون بالأدب عوقب بحرمان السنن، ومن تهاون بالسنن عوقب بحرمان الفرائض، ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة". (موسوعة نضرة النعيم في أخلاق الرسول الكريم – ج ٢ ص ١٤٦)

شرح الحدیث عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابن ام مکتومؓ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نابینا ہوں گھر مسجد سے فاصلہ پر ہے اور میرا جو قائد ہے (ہاتھ پکڑ کر لے جانیوالا) وہ میری پوری پوری موافقت نہیں کرتا، تو کیا میرے لئے اس بات کی رخصت واجازت ہے کہ میں نماز اپنے گھر میں پڑھ لیا کروں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اذان کی آواز سنتے ہو انہوں نے عرض کیا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا پھر تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں۔

اعمی کیلئے ترک جماعت کی اجازت: یہاں پر ایک اشکال ہے وہ یہ کہ عمیٰ (نابینا ہونا) شرعاً عذر ہے کمافی قولہ تعالیٰ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ [1]، تو آپ نے انکو اجازت کیوں مرحمت نہیں فرمائی، حالانکہ ایک دوسرے صحابی جن کا نام عتبان بن مالکؓ ہے انہوں نے بھی آپ ﷺ سے اسی قسم کے اعذار بیان کر کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی تھی جس پر آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی جسکا قصہ صحیح مسلم [2] میں مذکور ہے اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① یہ واقعہ آیتِ عذر کے نزول سے پہلے کا ہے، ② واقعۂ حالِ لاعموم لها کے قبیل سے ہے یعنی یہ انہیں صحابی کیساتھ مخصوص ہے، ③ آپ کی مراد نفی رخصت سے نفی جواز نہیں بلکہ مقصود احرازِ فضیلت کی نفی ہے، یعنی ان صحابی کا مقصود یہ تھا کہ اگر میں اپنے عذر کیوجہ سے مسجد کی جماعت ترک کردوں تو چونکہ یہ ترک کرنا عذر کی بناء پر ہوگا تو کیا اس صورت میں بدونِ جماعت کے فضیلت جماعت حاصل ہو گی یا نہیں، آپ نے انکار فرمادیا، اس آخری جواب کو امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اختیار کیا ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ جماعت خواہ فرض قرار دیجائے کما عند الحنابلہ اور خواہ سنت مؤکدہ کما عند الجمہور اس کا ترک بدون عذر کے کسی کے نزدیک جائز نہیں، علی القول الاول ترک پر معصیت لازم آئیگی جو عذر کی وجہ سے ساقط ہوجائیگی، اور علی القول الثانی عذر کیوجہ سے کراہت ساقط ہوجائیگی، لیکن جماعت کی فضیلت اور اسکا ثواب بہرکیف حاصل نہ ہوگا، نقلہ ابن رسلان عن النووی [3]۔

خود ابن رسلان یہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھنے کا عادی ہو اور پھر کسی عذر کیوجہ سے نہ پڑھ سکے تو اس وقت اسکو ثواب جماعت حاصل ہونا چاہئے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

الاعذار المسقطة للجماعة: نیز جاننا چاہئے کہ فقہاء کرام نے ان اعذار کو جو مسقطِ جماعت ہیں شمار [4] کرایا ہے منجملہ ان کے ایک عمیٰ بھی ہے، بذل میں لکھا ہے کہ اگر اعمیٰ کیلئے کوئی قائد نہ ہو تو یہ بالاتفاق عذر ہوگا، اور اگر اس کیلئے قائد ہو تو اس

---

[1] نہیں ہے اندھے پر کچھ تکلیف (سورة النور ٦١)

[2] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب الرخصة في التخلف عن الجماعة بعذر ٢٦٣

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٣٥

[4] علامہ شامیؒ (رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٢٩٤) نے بیس اعذار شمار کرائے ہیں اور ان سب کو نظم میں جمع کردیا ہے اور حضرت شیخؒ نے اس نظم کو حاشیۂ لامع میں نقل فرمایا ہے (لامع الدراري على جامع البخاري ج ١ ص ٢٥٠)۔

صورت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک اس صورت میں بھی عذر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نہیں[1]۔

۵۵۳ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ الْمَدِينَةَ كَثِيرَةُ الْهَوَامِّ وَالسِّبَاعِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَتَسْمَعُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ؟ فَحَيَّ هَلًا»، قَالَ أبو داود: وَكَذَا رَوَاهُ الْقَاسِمُ الْجَرْمِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ «حَيَّ هَلًا».

ترجمہ عبد اللہ بن ام مکتومؓ نے کہا اے اللہ کے رسول بے شک مدینہ میں بہت سے حشرات الارض اور درندے ہیں (تو کیا آپ میرے لئے رخصت پاتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کروں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سنتے ہو؟ (ان دو جملوں سے مراد اذان ہے ابن مکتوم نے جواب میں کہا جی ہاں سنتا ہوں) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ضرور نماز کیلئے آؤ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں قاسم جرمی نے سفیان سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے (جس طرح زید بن ابی الزرقاء نے سفیان سے نقل کیا ہے اس روایت میں حَيَّ هَلًا کے الفاظ نہیں ہیں)۔

تخریج سنن النسائي - الإمامة (۸۵۱) سنن أبي داود - الصلاة (۵۵۳) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (۷۹۲)

۵۰ - بَابٌ فِي فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت کا بیان

۵۵۴ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَصِيرٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ. قَالُوا: لَا، قَالَ: أَشَاهِدٌ فُلَانٌ. قَالُوا: لَا. قَالَ: «إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ، وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَيْتُمُوهُمَا، وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوهُ، وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ، وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ، وَمَا كَثُرَ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى».

ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے (نماز کے بعد لوگوں سے) پوچھا کیا فلاں شخص (ہماری اس نماز میں) حاضر ہے صحابہ نے جواب میں کہا "نہیں" (وہ حاضر نہیں ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا فلاں شخص حاضر ہے صحابہ نے کہا نہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک یہ دو نمازیں

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٣٥

منافقوں پر بہت بھاری ہیں (یعنی فجر اور عشاء کی نماز) اور اگر تم جان لو کہ ان دو نمازوں میں کتنا اجر و ثواب ہے تو تم ضرور ان دو نمازوں کیلئے حاضر ہوا گرچہ تمہیں گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑے اور بے شک صف اوّل فرشتوں کی صف کے مثل ہے اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ صف اوّل میں نماز پڑھنے کی کتنی فضیلت ہے تو تم اسکی طرف (ایک دوسرے سے) سبقت کرو اور بے شک آدمی کا دوسرے آدمی کو شامل کر کے نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے اور آدمی کا دو شخصوں کے ساتھ ملکر نماز پڑھنا ایک شخص کے ساتھ ملکر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور وہ نماز جس میں نمازی زیادہ ہوں وہ اللہ عزوجل کے ہاں زیادہ محبوب ہے (بنسبت اس نماز کے جس میں نمازی کم ہوں)۔

تخریج سنن النسائي - الإمامة (٨٤٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٥٤) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/١٤٠) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (٥/١٤١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٩)

شرح الحدیث قولہ: إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ: واقعہ تو یہ صبح کی نماز کا ہے مگر آپ ﷺ نے تثنیہ کا صیغہ استعمال فرمایا، اب اسمیں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے مراد صبح اور عشاء کی نماز ہو اس لئے کہ یہی دونوں وقت ایسے ہیں جو نوم و غفلت کے ہیں، ایک ابتداء نوم کا وقت ہے اور ایک انتہاء نوم کا، اور یا یہ کہا جائے کہ صلوتین سے مراد صبح کی نماز کی دونوں رکعت ہیں، یا صلاۃ فجر اور سنت فجر مراد ہے، اول احتمال زیادہ ظاہر ہے بلکہ صحیحین کی ایک روایت میں عشاء اور فجر کی تصریح ہے۔

قولہ: وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا: سیاقِ کلام کا تقاضا یہ ہے کہ بجائے خطاب کے غائب کے صیغہ يَعْلَمُونَ کیساتھ ہو، اب یا تو یہ کہا جائے کہ منافقین تو مراد ہیں ہی، کیونکہ کلام انہی کے بارے میں ہو رہا ہے، مؤمنین مخاطبین کو شامل کرنے کیلئے خطاب کا صیغہ لے آئے، اور یا یہ کہا جائے کہ اس عدول عن الغیبة الی الخطاب میں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ منافقین سے اس چیز کی توقع کم ہے۔

قولہ: وَلَوْ حَبْوًا: بچوں کیطرح ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلنا، یا سرین گھسیٹ گھسیٹ کر چلنا جیسے بعض مرتبہ بچہ چلتا ہے، مگر یہاں یہ دوسرے معنی مراد نہیں اس لئے کہ آگے حدیث میں علی الرکب کی قید ہے وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ صف اول کی فضیلت اور مرتبہ کو بتایا جا رہا ہے کہ وہ ملائکہ کی صف کیطرح ہے جیسے ملائکہ کی صف آسمانوں میں عالی مرتبت ہے قربِ رحمان کی وجہ سے، ایسے ہی انسانوں کی نماز کی صفِ اول ہے، باعتبار قربِ امام کے وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ ازکی یعنی اکثر ثواباً یہ زکاۃ سے ماخوذ ہے بمعنی کثرت و زیادت، یعنی تنہا نماز پڑھنے سے اس نماز کا ثواب بہت زائد ہے جو صرف ایک آدمی کو شامل کر کے پڑھی جائے، اور ایک کیساتھ پڑھنے کے مقابلہ میں دو شخصوں کے ساتھ پڑھنے کا ثواب اس سے زائد ہے، وھکذا۔

غرضیکہ نمازیوں کی تعداد جتنی بڑھتی چلی جائیگی اتنا ہی ثواب اور افضلیت زائد ہو گی۔

کثرت جماعت پر، فضیلت کی زیادتی: جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ جماعت کی کثرت پر ثواب بڑھتا چلا جاتا ہے، لیکن علامہ شعرانیؒ نے اسمیں مالکیہ کا اختلاف لکھا ہے کہ انکے نزدیک منفرد کی نماز کے مقابلہ میں جماعت کی نماز کا جو ثواب وارد ہے وہ ہر حال میں ملے گا، جماعت کی کثرۃ وقلت کو اسمیں کوئی دخل نہیں اس لئے کہ حدیث میں مطلق آیا ہے صلوۃ الرجل فی الجماعۃ تعدل خمساً وعشرین [1]، اب خواہ وہ جماعت کثیر ہو یا قلیل، ابن رسلان نے ان کی طرف سے یہی لکھا ہے، لیکن حضرت شیخؒ حاشیۂ بذل میں لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مالکیہ کا اختلاف جو شراح لکھ رہے ہیں یہ مجھے ان کی کتابوں میں نہیں ملا، بلکہ کتب مالکیہ میں تصریح ہے کثرت جماعت کے افضلیت کی [2]۔

٥٥٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي سَهْلٍ يَعْنِي عُثْمَانَ بْنَ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ».

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص باجماعت عشاء کی نماز ادا کرے تو اس کو نصف لیل کے قیام وعبادت کا ثواب ملے گا اور جو عشاء اور فجر دونوں باجماعت ادا کرے تو اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢٢١) سنن أبي داود - الصلاة (٥٥٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٥٨/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٦٨/١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٩٧)

شرح الحدیث: قوله: وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ: یہی لفظ ترمذی کی روایت کے ہیں، یعنی جو شخص عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اسکو نصف لیل کے قیام وعبادت کا ثواب ملتا ہے، اور جو عشاء وفجر دونوں کو جماعت سے پڑھے اسکو پوری رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے اس صورت میں دونوں نمازوں کا ثواب برابر ہوا، اور مسلم شریف کی روایت کے الفاظ اس سے ذرا مختلف ہیں، اسمیں اسطرح ہے من صلی العشاء فی جماعة کان کقیام نصف لیلة ومن صلی الفجر فی جماعة کان کقیام لیلة [3]۔

شرح حدیث میں دوقول: اسمیں جملہ ثانیہ میں صرف فجر مذکور ہے جسمیں دونوں احتمال ہیں عشاء اور فجر دونوں کا

---

(1) صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مِنْ صَلَاةِ الْفَذِّ (صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل صلاة الجماعة، وبيان التشديد في التخلف عنها ٦٤٩)

(2) بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٤٠

(3) مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ، وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ (صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة ٦٥٦)

مجموعہ مراد ہو، دوسرا یہ کہ صرف فجر ہی کی نماز مراد ہو، اس دوسری صورت میں فجر کی نماز کا ثواب عشاء سے دوچند ہو جائیگا، لیکن ابوداؤد اور ترمذی کی روایت سے احتمال اول کی تائید ہو رہی ہے لہذا یہی احتمال راجح ہوگا بلکہ متعین، لیکن امام ابن خزیمہ [1] کی رائے اس کے خلاف ہے انہوں نے دوسرے احتمال کو اختیار کیا ہے اسی لئے انہوں نے فجر کیلئے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔

٥١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب ہے نماز کیلئے پیدل چل کر جانے کی فضیلت کے بیان میں

٥٥٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مسجد سے جتنا دور ہو وہ اجر کے اعتبار سے اتنا ہی بڑھ کر ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٥٥٦) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٨٢)

شرح الحدیث قوله: الْأَبْعَدُ فَالْأَبْعَدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا: یعنی جس شخص کا گھر مسجد سے جتنا زائد بعید ہوگا اتنا ہی اسکا ثواب زائد ہوگا، اس لئے کہ آگے حدیث میں آرہا ہے، مسجد میں جانیوالے کیلئے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک خطا معاف ہوتی ہے، اور ایک دوسری روایت جو مسلم وترمذی وغیرہ میں ہے جسمیں یہ ہے أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ اور اس میں ہے وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ [2]، ان دونوں حدیثوں سے مشی الی الصلاۃ کی فضیلت معلوم ہورہی ہے جیسا کہ مصنفؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے ایسے ہی ایک اور حدیث مشہور ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنو سلمہ نے جو اطراف مدینہ میں رہتے تھے وہاں سے منتقل ہو کر مسجد نبوی کے قرب میں سکونت اختیار کرنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے فرمایا أَلَا تَحْتَسِبُونَ آثَارَكُمْ [3]، یہ لفظ تو بخاری کے ہیں اور مسلم کے لفظ یہ ہیں دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ [4] یعنی آپ ﷺ نے منتقل ہونے سے منع فرمادیا اور مصلحت یہ بیان فرمائی کہ دور سے آنے میں وہ فضیلت ہے جو قرب کی صورت میں حاصل نہیں، یعنی کثرۃ إقدام۔

---

[1] اور حضرت شیخؒ کے حاشیہ بذل میں ہے کہ اس کے بالمقابل ابن عبد البرؒ نے بسندہ عن عثمان یہ حدیث مرفوع روایت کی ہے صَلَاةُ الْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ قِيَامَ لَيْلَةٍ وَصَلَاةُ الصُّبْحِ فِي جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ قِيَامَ نِصْفِ لَيْلَةٍ (ابن رسلان)۔ (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ج ٢٣ ص ٣٥٤. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٤١)

[2] صحيح مسلم - كتاب الطهارة - باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره ٢٥١. جامع الترمذي - كتاب الطهارة - باب في إسباغ الوضوء ٥١

[3] امام بخاریؒ نے اس پر باب باندھا ہے، احتساب الآثار۔ (صحيح البخاري - كتاب الجماعة والإمامة - باب احتساب الآثار ٦٢٥)

[4] صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد ٦٦٥

کیا دار بعیدہ من المسجد افضل ہے دار قریبہ سے؟

لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دارِ بعیدہ من المسجد افضل ہو دار قریبہ سے، اس لئے کہ یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں، ہر ہر قدم پر نیکی ملنا اور بات ہے اور مکان کا مسجد کے قریب ہونا یہ اس مکان کیلئے موجب شرف ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے شؤم الدار بعدہ عن المسجد، اور ایسے ہی جمع الفوائد میں مسند أحمد کی ایک روایت مرفوعہ نقل کی ہے فَضْلُ الدَّارِ الْقَرِيبَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ عَلَى الدَّارِ الشَّاسِعَةِ كَفَضْلِ الْغَازِي عَلَى الْقَاعِدِ ❶، اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ ابن حجرؒ بنو سلمہ والی حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس سے سکنی بقرب المسجد کا استحباب معلوم ہو رہا ہے لیکن اگر کوئی دوسری مصلحت یا عارض ہو تو پھر امر آخر ہے، جیسے بنو سلمہ کے منتقل نہ ہونے میں یہ مصلحت تھی کہ اطراف مدینہ آبادی سے خالی نہ ہو جائے اور مدینہ کی حفاظت رہے اسی لئے حضور ﷺ نے ان کو مسجد کے قریب آنے کا مشورہ نہیں دیا ❷، صحیح اور تحقیقی بات تو یہی ہے، لیکن بعض علماء جیسے ابن العماد وغیرہ بعض محدثین نے ان احادیث کی بناء پر یہ کہا ہے کہ دار بعیدہ افضل ہے دارِ قریبہ سے۔

٥٥٧ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، أَنَّ أَبَا عُثْمَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ، وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الرَّمْضَاءِ وَالظُّلْمَةِ، فَقَالَ: مَا أُحِبُّ أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ، فَنُمِيَ الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَرَدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ يُكْتَبَ لِي إِقْبَالِي إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِلَى أَهْلِي إِذَا رَجَعْتُ، فَقَالَ: «أَعْطَاكَ اللهُ ذَلِكَ كُلَّهُ، أَنْطَاكَ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ مَا احْتَسَبْتَ كُلَّهُ أَجْمَعَ».

ترجمہ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ایک شخص تھا...... میں نہیں جانتا کسی ایسے شخص کو جو مدینہ میں قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو (یعنی مسلمان ہو) جس کا گھر مسجد سے اس شخص کے گھر کی نسبت دور ہو۔ اس شخص کی کوئی نماز مسجد میں جماعت سے نہ رہتی تھی میں نے اس شخص سے کہا اگر تم ایک گدھا خرید لو جس پر تم سوار ہو کر سخت گرمی اور اندھیرے میں مسجد آؤ تو بہتر ہے تو اس نے جواب میں کہا مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو رسول اللہ ﷺ تک یہ قصہ اور اس آدمی کی بات پہنچی (مسلم سے معلوم ہوتا ابی بن کعبؓ نے حضور ﷺ کو اس قصہ کی اطلاع دی تھی) تو حضور ﷺ نے اس شخص سے اسکی بات کا مطلب پوچھا تو اس نے جواب میں کہا اے اللہ کے رسول میری مراد یہ تھی کہ میرا مسجد کیلئے آنا اور واپسی میں گھر والوں کی طرف جانا لکھا جائے (یعنی مسجد سے دور ہونے کی بناء پر میرے قدموں کا ثواب لکھا جائے گا، گھر قریب ہونے کی صورت میں محروم رہوں گا) تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں اس سب (یعنی مسجد آنے جانے) کا اجر عطاء

---

❶ مسند أحمد - أحاديث رجال من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم - حديث حذيفة بن اليمان عن النبي صلى الله عليه وسلم ٢٣٢٨٦

❷ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ١٤٠

فرمائے اللہ تعالیٰ تمہیں وہ سب اجر عطاء فرمائے جس کو تم حاصل کرنا چاہ رہے ہو۔

تخریج: صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٦٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٥٧) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٨٣) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٣٣/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٣٣/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٤)

شرح الحدیث: عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ: مضمون حدیث یہ ہے، حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص ایسے تھے کہ ان کا مکان، مسجد نبوی سے جتنے فاصلہ پر تھا میرے علم میں اس سے زائد کسی کا نہ تھا، وہ اپنے گھر سے مسجد تک ہر روز پیدل آتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی کوئی نماز جماعت سے نہیں فوت ہوتی تھی (مجھے ان کے اس حال پر ترس آیا) تو میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ایک حمار خرید لیں جس پر سوار ہو کر اپنے گھر سے مسجد تک آجایا کریں تو انہوں نے میری بات سن کر یہ کہا مَا أُحِبُّ أَنَّ مَنْزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرا مکان مسجد کے برابر میں ہو، ان صحابی کا تو مطلب یہ تھا کہ مجھے یہی پسند ہے کہ میں نماز کیلئے دور سے چل کر آؤں، مگر ظاہر الفاظ انکے موہم تھے اس کو کہ وہ مسجد نبوی کا قرب نہیں چاہتے۔

قوله: فَنُمِيَ الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: چنانچہ انکی یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی اس پر آپ نے ان صحابی کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے یہ بات کیسے کہی اس پر انہوں نے عرض کیا أَرَدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنْ يُكْتَبَ لِي إِقْبَالِي إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِلَى أَهْلِي یارسول اللہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے یہ اقدام گھر سے مسجد تک اور پھر واپسی میں مسجد سے گھر تک لکھے جائیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ کو تیری نیت اور امید کے موافق پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے۔

حدیث الباب میں ایک نئی بات: ان صحابی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذہن بلکہ نیت میں یہ تھا کہ ان کو مسجد جانے اور وہاں سے گھر کیطرف لوٹنے دونوں کا ثواب ہر ہر قدم پر ملے، آپ نے ان کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تم کو تمہاری نیت کے مطابق پورا پورا اجر عطا فرمائے لہٰذا ان صحابی کے حق میں تو یہ متعین ہے کہ انشاء اللہ انکو مسجد آنے اور جانے، دونوں کا ثواب ملے گا، لیکن اس سلسلہ کی احادیث سے صراحۃً صرف مسجد جانے کا ثواب معلوم ہوتا ہے واپسی کا نہیں، البتہ غازی کے بارے میں آتا ہے قفلة كغزوة۔

بخاری کے ایک ترجمۃ الباب کی توجیہ: حضرت شیخؒ نے ایک خاص بات فرمائی وہ یہ کہ امام بخاریؒ نے بھی اپنے ایک ترجمۃ الباب سے ابوداود کی اس حدیث کیطرف اشارہ فرمایا ہے وہ اس طور پر کہ امام بخاریؒ نے ایک ترجمہ قائم کیا باب من خرج الى المسجد وراح، حالانکہ اس باب کے ذیل میں جو وہ حدیث لائے ہیں اس میں لفظ خرج نہیں بلکہ اس طرح ہے مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ تو یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب کے لفظ کیوں بدل دیئے، اس پر حافظؒ فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے اشارہ کیا اس بات کیطرف کہ حدیث میں لفظ غدا سے مراد مطلق ذہاب اور خروج ہے (صبح میں جانا مراد نہیں) اور راح

سے مراد رجوع ہے، لہٰذا امام بخاری کے ترجمہ میں مسجد کیطرف جانا اور مسجد سے واپسی دونوں مراد ہیں [1]۔
اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ گویا امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب سے ابو داؤد کی اس حدیث ابی بن کعبؓ کی طرف اشارہ فرمایا جس میں آنا اور جانا دونوں مذکور ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ».

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر سے پاک صاف ہو کر فرض نماز پڑھنے کے لئے نکلا (مسجد وغیرہ کی طرف) اس کا اجر اس حاجی کی طرح ہے جو حالت احرام میں ہو اور جو شخص چاشت کی نماز پڑھنے کے لئے نکلا (یا کسی اور نفل نماز کی ادائیگی کیلئے) اسے اس مشقت میں ڈالنے والی وہی نماز ہے تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی طرح ہے اور ایک نماز کا دوسری نماز کے بعد اس طور پر ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی بیہودہ گفتگو یا کام نہ ہو تو علیین میں یہ عمل لکھا جاتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۵۵۸) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲٦٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۲٦٨/٥)

شرح الحدیث: قوله: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ: جو شخص اپنے گھر سے وضوء کر کے فرض نماز کیلئے مسجد جائے تو اسکا ثواب اس شخص کے ثواب کے برابر ہے جو گھر سے احرام باندھ کر حج کیلئے جائے، احرام صحت حج کیلئے ایسے ہی شرط ہے جیسے طہارت نماز کیلئے، تقابل کا تقاضا یہ ہے کہ محرم سے مراد محرم من دویرۃ اھلہ ہو۔

ذکر مایستفاد من الحدیث: اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ گھر سے باوضوء ہو کر نماز کیلئے جانا موجب فضیلت ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تقدیم الاحرام افضل ہے میقات پر احرام باندھنے سے، یہ دوسرا مسئلہ مختلف فیہ ہے، ظاہریہ کے نزدیک تقدیم الاحرام علی المواقیت جائز ہی نہیں، اور ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے، لیکن افضلیت میں اختلاف ہے، حنفیہ شافعیہ کے نزدیک تقدیم افضل ہے، اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک میقات ہی سے احرام باندھنا افضل ہے اس لیے حضور ﷺ نے ہمیشہ میقات ہی سے احرام باندھا ہے، دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فعل تسہیلاً للامۃ تھا، ویسے امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ترجیح میں اختلاف ہے، رافعی نے تقدیم کے قول کو ترجیح دی ہے، اور امام نوویؒ نے عدم تقدیم کے قول کو، آگے حدیث میں صلاۃ الضحیٰ کی فضیلت مذکور ہے اور یہ کہ اسکا ثواب عمرہ کے برابر ہے، صلاۃ الضحیٰ زائد سے زائد سنت ہے لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں اشارہ ہے عمرہ کے سنت ہونے کی طرف، مسئلہ اختلافی ہے، امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک عمرہ

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۲ ص ۱٤۸

واجب ہے اور امام مالک کے نزدیک سنت، حنفیہ کے اسمیں دونوں قول ہیں وجوب اور سنیت۔

قولہ: وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ: ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح کہ ان دونوں کے درمیان کوئی لغو حرکت قول یا فعل واقع نہ ہو اللہ کے یہاں مقبول ہے علیین میں لکھی جاتی ہے۔

شرح حدیث: علیین سے مراد اعمال خیر کا دفتر جس میں ابرار و صلحاء کے اعمال لکھے جاتے ہیں، صاحب منہل [1] کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب فی علیین ہونا دوسری نماز کے بارے میں کہا جارہا ہے یعنی جس نماز میں یہ دو صفتیں پائی جائیں گی، اول یہ کہ وہ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ ہو، ثانی یہ کہ درمیان میں کوئی لغو کام نہ کیا ہو، لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں نمازوں کے بارے میں کہا جارہا ہے، کہ جو شخص دو نمازیں اس طور پر پڑھے کہ انکے درمیان کوئی لغو حرکت نہ کرے تو یہ دونوں نمازیں اللہ کے یہاں مقبول ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ عمل صالح کے بعد اور اس سے قبل بھی لغو حرکت اور معصیت سے احتراز اس عمل صالح کے حق میں باعث قبول اور موجب حفاظت ہے۔

٥٥٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، وَلَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ، مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ هِيَ تَحْبِسُهُ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، وَيَقُولُونَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ أَوْ يُحْدِثْ فِيهِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا آدمی کا باجماعت نماز ادا کرنا پچیس (۲۵) درجہ بڑھ کر ہے آدمی کے اپنے گھر یا بازار میں (انفراداً) نماز ادا کرنے سے اور یہ (زیادہ اجر) اس وجہ سے ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص خوب اچھی طرح وضو کرے (فرائض و سنن کی رعایت کے ساتھ) اور مسجد آئے اس کا مقصود صرف نماز ہی ہو اسے اپنے گھر سے مسجد کی طرف کسی چیز نے نہیں نکالا سوائے نماز کے (یعنی نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے ہی مسجد آیا ہے) تو وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس کے بدلہ اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک لغزش اسکی معاف کر دی جاتی ہے (اگر اس کے اوپر گناہ ہوں) یہاں تک کہ وہ مسجد داخل ہوتا ہے پس جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب تک نماز اس کو مسجد سے نکلنے سے روکے رکھتی ہے وہ نماز میں ہی شمار کیا جاتا ہے اور فرشتے تم میں سے کسی ایک کیلئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر بیٹھا رہے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ جب تک یہ شخص اس جگہ اپنے ہاتھ یا زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ دے یا اسے حدث حقیقی اس جگہ لاحق نہ ہو (یعنی وضو نہ ٹوٹا ہو)۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٢٥١

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٦٥) صحيح البخاري - الأذان (٦٢٠) صحيح البخاري - الأذان (٦٢١) صحيح البخاري - البيوع (٢٠١٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٤٤٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٤٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٦٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢١٦) سنن النسائي - الإمامة (٨٣٨) سنن أبي داود - الصلاة (٥٥٩) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٨٦) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٨٧) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٩١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٦)

شرح الحدیث قوله: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ[1] عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ: اس حدیث میں جماعت کی نماز کی فضیلت بیان کی گئی ہے منفرد کی نماز پر، کہ جو نماز گھر میں یا بازار میں پڑھی جائے، جماعت کی نماز اس سے پچیس گنا ثواب رکھتی ہے، صلاۃ فی السوق کی تفسیر میں اختلاف ہو رہا ہے، اکثر شراح کی رائے یہ ہے کہ اس سے وہ نماز مراد ہے جو بازار میں منفرداً پڑھی جائے، اور ابن التین جو مشہور شراح میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس سے بازار کی جماعت والی نماز مراد ہے لان السوق مأوى الشياطين كما جاء في الحديث، لیکن امام نوویؒ نے اس کو رد کیا ہے۔

فائدہ: جماعت کی فضیلت مسجد کیساتھ خاص ہے یا عام ہے ولو صلى في بيته؟ حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ کبیری شرح منیہ میں ہے کہ اگر فرض نماز جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھے تو جماعت کا ثواب تو حاصل ہو جائیگا لیکن مسجد کی فضیلت حاصل نہ ہو گی، اور در مختار وطحطاوی علی المراقی میں ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور آگے چل کر لکھتے ہیں في مسجد أو غيره (جس سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ خارج مسجد جماعت کرنے سے سنت اداء ہو جاتی ہے) لیکن حافظ ابن حجرؒ کا میلان فتح الباری میں اس طرف ہے کہ تضعیف مذکور فی الحدیث مسجد کیساتھ خاص ہے[2]۔

قوله: وَذَلِكَ بِأَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ: یعنی یہ ثواب مذکور اس لئے ملتا ہے کہ جب تم سے کوئی شخص وضوء کرتا ہے اور اچھی طرح وضوء کرتا ہے اور وضوء کرنے کے بعد پھر مسجد پہنچتا ہے حال یہ کہ اسکا ارادہ سوائے نماز کے اور کچھ نہیں ہے وَلَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، اور اس کو صرف نماز نے کھڑا کیا ہے تو ایسا شخص جو بھی قدم اٹھاتا ہے مسجد کیطرف تو اس کے ذریعہ اسکا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک خطاء معاف کی جاتی ہے۔

شرح حدیث میں دو قول: جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں جماعت کی نماز کے بارے میں دو چیزیں مذکور ہیں، ایک شروع حدیث میں یعنی پچیس گنا ثواب ملنا، اور ایک آخر حدیث میں یعنی ہر قدم پر درجہ بلند ہونا اور خطاء کا معاف ہونا، بعض شراح بخاری جن میں علامہ کرمانیؒ بھی ہیں اور ایسے ہی حضرت گنگوہیؒ، ان کی رائے یہ ہے کہ یہ جو آخر حدیث میں قیود ذکر کی گئی

---

[1] بعض روایات میں لفظ تعدل ہے جس کے معنی برابر کے ہیں اور بعض میں تزید وتضاعف وارد ہے، بعض شراح نے تو سب کو ایک ہی معنی پر محمول کیا ہے اور بعض نے تضاعف کے معنی یہ لکھے ہیں کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس مرتبہ تک المضاعف یعنی دو گنا ہوتا چلا جاتا ہے اس صورت میں ایک نماز کا ثواب تین کروڑ ۳۵ لاکھ ٥٤ ہزار ٤٣٢ ہوتا ہے، ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٤٨

ہیں، گھر سے وضوء کر کے چلنا وغیرہ وغیرہ اسکا تعلق اس ثواب سے ہے جو آخر حدیث میں مذکور ہے اور وہ ثواب جو اول حدیث میں مذکور ہے وہ مطلق ہے ان قیود کا اس سے کوئی تعلق نہیں، لہذا ان حضرات کے نزدیک وَذَلِكَ بِأَنَّ میں حرف باء الصاق کیلئے ہے سببیہ نہیں، اور اس کے بالمقابل بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ یہ باء سببیہ ہے اور اسکا تعلق ما قبل سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اول حدیث میں جو ثواب مذکور ہے وہ ان قیود کے ساتھ مقید ہے لہذا اگر یہ قیود پائی جائیں گی تب تو تضعیف مذکور حاصل ہوگی ورنہ نہیں، میرے خیال میں پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور ان قیود کا تعلق صرف اس ثواب سے ہے جو آخر حدیث میں ذکر کیا گیا ہے اس لئے کہ اکثر احادیث میں پچیس گنا ثواب کیساتھ یہ قیود مذکور نہیں۔

ثواب جماعت کے بارے میں اختلاف روایات: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ثواب جماعت کے بارے میں روایات دو قسم کی ہیں اکثر روایات میں بخمسٍ وعشرين درجةً مذکور ہے اور حدیث ابن عمرؓ جس کو بخاری نے روایت کیا ہے اسمیں بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً [1] مذکور ہے، جمع بین الروایتین مختلف طور پر کی گئی ہے: ① ذكر القليل لا ينفي الكثير، یا یہ کہئے مفہوم العدد غیر معتبر، ② چونکہ اللہ تعالیٰ کا انعام اور فضل اس امت پر روز افزوں ہے اس لئے آپ کو شروع میں پچیس کا علم دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسکی خبر دی، اور بعد میں آپ کو ستائیس کا علم ہوا تو آپ نے امت کو اسکی اطلاع دی، ③ یہ اجر میں کمی و زیادتی اختلاف احوال مصلین یا صلوات کے اختلاف پر محمول ہے یعنی بعض مصلین کے حق میں پچیس اور بعض کے حق میں ستائیس درجہ ثواب ہے خشوع و خضوع کی کمی و زیادتی کیوجہ سے، یا نمازوں کے اختلاف کیوجہ سے، یعنی بعض نمازوں میں جیسے عصر اور فجر یا عشاء اور فجر یا جہری نمازوں میں ستائیس درجہ ثواب ہے اور باقی میں پچیس درجہ، یہ تین جواب امام نوویؒ نے ذکر فرمائے ہیں [2]، اور حافظ ابن حجرؒ [3] نے تقریباً دس وجوہ جمع بیان کی ہیں منجملہ انکے یہ ہے کہ یہ اختلاف قربِ مسجد و بعد مسجد کیوجہ سے ہے، یا مسجد اور خارج مسجد کیوجہ سے، اور یا اس فرق کو محمول کیا جائے منتظر صلاۃ اور غیر منتظر صلاۃ پر، یا مسبوق و مدرک پر، یا کثرت جماعت اور قلت جماعت پر، اور راجح عند الحافظ یہ ہے کہ اس فرق کو محمول کیا جائے جہریہ اور سریہ پر۔

٥٦٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الصَّلَاةُ فِي جَمَاعَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً، فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاةٍ فَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَغَتْ خَمْسِينَ صَلَاةً». قَالَ ابو داؤد: قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاةِ تُضَاعَفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ» وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

---

[1] صحیح البخاري - کتاب الجماعة والإمامة - باب وجوب صلاة الجماعة ٦١٩

[2] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج٥ ص ١٥١

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٢ ص ١٣٢

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا باجماعت نماز ادا کرنا پچیس ۲۵ نمازوں کے برابر ہے (جو وہ شخص اپنے گھر یا بازار میں اکیلے ادا کرے) اور جب وہ شخص بیابان جنگل میں فرض نماز ادا کرے اس طور پر کہ اس کے رکوع اور سجود کو مکمل ادا کرے تو اسکی یہ نماز پچاس نمازوں تک پہنچ جاتی ہے (یہ پچاس نمازوں کا ثواب اس وقت ہے جب باجماعت انہیں ادا کرے)۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں عبد الواحد بن زیاد نے ابو سعید خدری کی اس حدیث میں یہ الفاظ کہے ہیں: جنگل بیابان میں آدمی کی نماز زیادہ اجر وثواب والی ہے باجماعت نماز ادا کرنے سے (یعنی شہر میں باجماعت نماز ادا کرنے سے) اور پھر آگے عبد الواحد نے مکمل حدیث بیان کی۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٠) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٨٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٥/٣)

شرح الحدیث: قوله: فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاةٍ فَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَغَتْ خَمْسِينَ صَلَاةً: مضمون حدیث یہ ہے کہ جماعت کی ایک نماز پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

مضمون حدیث: اور جو شخص نماز کو جنگل میں پڑھے اچھی طرح رکوع و سجود کر کے تو اسکا پچاس نمازوں کے برابر ہے، اس جزء ثانی یعنی صلاۃ فی الفلاۃ میں دونوں احتمال ہیں، منفرداً پڑھنا یا جماعۃً، بعض شراح اس طرف گئے ہیں اور بعض اُس طرف، حضرت سہارنپوریؒ کا میلان منفرداً پڑھنے کی طرف ہے، کہ جو شخص جنگل میں جو کہ خوف و دہشت کی جگہ ہوتی ہے، تنہائی میں فریضۂ صلاۃ کو اتمام رکوع و سجود کیساتھ اہتمام سے پڑھے گا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا، گویا جنگل کی یہ نماز جماعت کی نماز سے بھی زائد بڑھ گئی۔

قوله: قَالَ أبو داؤد: قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ «صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاةِ تُضَاعَفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ»: اسمیں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ صلاۃ فی فلاۃ سے مراد منفرداً پڑھنا ہے، تقابل کا تقاضا یہی ہے۔

٥١ - بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ فِي الظُّلَمِ

اندھیروں میں باجماعت نماز کیلئے مسجد پیدل چل کر جانا

٥٦١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَبُو سُلَيْمَانَ الْكَحَّالُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ».

ترجمہ: حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اندھیروں میں مساجد کی طرف (باجماعت فرض نماز ادا کرنے کیلئے) کثرت سے جانے والوں کو قیامت والے دن نور تام (مکمل نور) کی بشارت سنا دو۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦١)

شرح الحدیث: قوله: بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ: ظلمتوں اور تاریکیوں میں مسجد کیطرف کثرت سے چلنے والوں کو بروز

قیامت نور کامل کی بشارت دیجئے، اعمال کا بدلہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے ان اعمال ہی کے مناسب ہوتا ہے، چنانچہ اندھیرے میں مسجدوں کیطرف جانیوالوں کو بدلہ روشنی کیساتھ دیا گیا۔

٥٢- بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

﴿باجماعت نماز کی ادائیگی کیلئے مسجد کی طرف سکون اور وقار سے چلکر جانے کا بیان﴾

مسجد کی طرف نماز کیلئے جانا چونکہ عبادت ہے اس لئے وہ بھی ایک خاص انداز سے ہونا چاہئے سکون و وقار کیساتھ، کسی ایسی ہیئت کو اس وقت میں اختیار کرنا جو غفلت اور بے توجہی پر دلالت کرے مناسب نہیں مثلاً نماز کو جاتے وقت تشبیک کرنا، ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا، یہ ایک فضول اور لغو حرکت ہے اسی لئے حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

٥٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَهُمْ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبُو ثُمَامَةَ الْحَنَّاطُ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، أَدْرَكَهُ وَهُوَ يُرِيدُ الْمَسْجِدَ أَدْرَكَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، قَالَ: فَوَجَدَنِي وَأَنَا مُشَبِّكٌ بِيَدَيَّ، فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ».

ترجمہ سعد بن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھے ابو ثمامہ الحناط نے حدیث بیان کی کہ کعب بن عجرہ نے انہیں (ابو ثمامہ کو) پایا اس حال میں کہ وہ (ابو ثمامہ) مسجد جارہے تھے۔ ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے ملا ابو ثمامہ کہتے ہیں کعب بن عجرہ نے مجھے دیکھا کہ میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کئے ہوئے تھا (یعنی انگلیوں کا جال بنایا ہوا تھا) تو کعب بن عجرہ نے مجھے اس کام سے روکا اور حدیث سنائی کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کے ارادہ سے مسجد کی طرف نکلے تو اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل نہ کرے اس لئے کہ وہ شخص نماز میں ہی شمار ہوتا ہے (لہٰذا جس طرح نماز میں تشبیک اصابع مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں بھی مکروہ)۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٣٨٦) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٤٤/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٠٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٠٥)

شرح الحديث ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ: **حکم تشبیک میں اختلاف:** حکم تشبیک میں اختلاف ہے، بعض صحابہ اور تابعین جیسے ابن عمرؓ اور سالم ان کے نزدیک مطلقاً جائز ہے حتی کہ نماز کی حالت میں بھی، اور امام مالکؒ وابراہیم نخعیؒ کے نزدیک کراہت خاص ہے نماز کی حالت کیساتھ، اور جمہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک کراہت صلاۃ کیساتھ مختص نہیں، بلکہ من یمشی الی الصلوۃ اور اسی طرح منتظر صلاۃ، ان سب کے حق میں مکروہ ہے؛ البتہ کراہت کے درجات متفاوت ہیں، خاص حالت صلاۃ میں کراہت شدید ہوگی، اور جو شخص مسجد میں بیٹھا منتظر صلاۃ ہے اس کے حق میں کراہت اس سے کم ہوگی، اور

جو نماز کیلئے مسجد جارہا ہے اس کے حق میں کراہت اور زیادہ کم ہوگی۔

اولاً تو تشبیک فعل عبث ہے اور نمازی کو فعل عبث سے بچنا ہی چاہئے، دوسرے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تشبیک کی کیفیت اختلاف و مناقشہ کو مشعر ہے۔

٥٦٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هُرْمُزَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: حَضَرَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ الْمَوْتُ، فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا مَا أُحَدِّثُكُمُوهُ إِلَّا احْتِسَابًا، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُمْنَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً، وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً فَلْيُقَرِّبْ أَحَدُكُمْ أَوْ لِيُبَعِّدْ فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ، فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ غُفِرَ لَهُ، فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ صَلَّى مَا أَدْرَكَ وَأَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذَلِكَ، فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ كَانَ كَذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سنانے لگا ہوں اور یہ صرف ثواب حاصل کرنے کیلئے ہی سنارہا ہوں (اس لئے کہ علم کو پھیلانا بھی ثواب ہے) وہ انصاری کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ فرمارہے تھے جب تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر نماز کیلئے مسجد کی طرف نکلتا ہے وہ اپنا دایاں قدم نہیں اٹھاتا مگر اللہ عزوجل اس کیلئے اس نیکی لکھواتے ہیں اور وہ اپنا بایاں پاؤں نہیں رکھتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں [illegible] یتے ہیں (معلوم ہوا کہ مسجد جاتے ہوئے ابتداء دائیں قدم سے کرنی چاہئے)۔ پس تم چھوٹے قدم لو یا بڑے قدم، پس تمہیں اختیار ہے چاہے قدم قریب قریب لو یا دور دور لو، پھر وہ مسجد آکر باجماعت نماز ادا کرتا ہے تو اسکی بخشش کردی جاتی ہے اور اگر وہ مسجد اس حال میں آئے کہ لوگوں نے نماز کی کچھ رکعات ادا کرلی ہوں اور کچھ رہ گئی ہوں تو وہ شخص جتنے حصے کو پالے اسے ادا کرلے اور باقی رہی ہوئی نماز کو مکمل کرلے تو اس کا بھی وہی حکم ہے (یعنی بخشش کردی جاتی ہے) اور اگر وہ مسجد اس حال میں آئے کہ لوگ نماز سے فارغ ہوچکے ہوں وہ شخص اکیلا نماز کو مکمل ادا کرے تو اس کی بھی (پہلے دونوں کی طرح) بخشش کردی جاتی ہے۔

شرح الحدیث: قولہ: فَلْيُقَرِّبْ أَحَدُكُمْ أَوْ لِيُبَعِّدْ: یا تو قدموں کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ تمہیں اختیار ہے، خواہ قریب قریب رکھو یا دور دور، ظاہر ہے کہ قریب قریب رکھنے کی صورت میں قدم چھوٹے ہوں گے اور تعداد میں زائد، اور دور دور رکھنے کی صورت میں ان کی تعداد میں کمی آئیگی جس سے ثواب میں بھی نقصان ہوگا تو گویا تقریب اقدام کی ترغیب دینا مقصود ہے تخییر مقصود نہیں، اور دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اشارہ ہے دار قریبہ اور دار بعیدہ کی طرف، کہ چاہے وہ اختیار کرد چاہے وہ، دار قریبہ وبعیدہ کے افضلیت کی بحث ابھی قریب میں گذر چکی ہے۔

قوله: فَإِنْ أَتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّوْا: حاصل حدیث یہ ہے کہ جو شخص گھر سے اہتمام کیساتھ باوضو ہو کر نماز کیلئے مسجد کیطرف چلے تو ہر دائیں قدم پر ایک نیکی اور بائیں قدم پر ایک گناہ کی معافی ہوتی رہتی ہے پھر مسجد پہنچ کر اگر جماعت سے نماز اداء کرے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اگر پوری نماز جماعت سے نہیں ملی بلکہ مسبوق ہو گیا یا ساری ہی بغیر جماعت کے پڑھی تب بھی یہی اجر ملے گا، بظاہر یہ اس صورت میں ہے جو حدیث میں مذکور ہے کہ آدمی گھر سے اہتمام کیساتھ باوضوء ہو کر صرف نماز کے ارادہ سے مسجد کیطرف جائے، اور اتفاق سے نماز ہو چکی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جب حدیث میں آگیا کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ جماعت کا ثواب عطا فرماتے ہیں تو پھر اسمیں تامل اور شک نہیں ہونا چاہئے علامہ سندی نے بھی حاشیہ نسائی میں یہ بات لکھی ہے اور یہ کہ جو اس کے خلاف کہے وہ معتبر نہیں، آگے مستقل باب میں بھی یہی مضمون آرہا ہے۔

٥٣ - بَابٌ فِيمَنْ خَرَجَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَسُبِقَ بِهَا

جو شخص نماز کے ارادہ سے گھر سے نکلے پھر وہ مسبوق ہو جائے (تو اسکے اجر کا بیان)

٥٦٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ طَحْلَاءَ، عَنْ مُحْصِنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کی طرف جاتا ہے تو وہ دیکھتا ہے کہ لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس شخص کے مثل اجر دیتے ہیں جس نے باجماعت نماز پڑھی ہو اور جماعت کے ساتھ حاضر ہوا ہو اور اللہ کا اس شخص کو ان لوگوں کے مثل اجر دینا ان لوگوں کے اجر میں سے کچھ کمی نہیں کرتا۔

تخریج: سنن النسائي - الإمامة (٨٥٥) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٠/٢)

٥٤ - بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ

عورتوں کا مساجد میں آکر نماز پڑھنے کا حکم

٥٦٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ، وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے نہ روکو لیکن انہیں چاہیئے کہ میلی کچیلی ہو کر مسجد جانے کیلئے نکلا کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٨/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٩)

شرح الحدیث: قوله: وَلٰكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفِلَاتٌ: یعنی عورتیں نماز کیلئے مسجد میں جاسکتی ہیں، لیکن انکو چاہئے کہ اس حال میں جائیں کہ میلی کچیلی ہوں صاف ستھری حالت میں نہ جائیں، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں عورتیں نماز کیلئے مسجد میں جاتی تھیں آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کیطرف سے اجازت تھی، لیکن وہ خیر کا زمانہ تھا، بعد میں فقہاء نے اس کو چند قیود کیساتھ مقید کیا ہے: ① بشرط عدم الاختلاط بين الرجال والنساء، ② عدم التزين، ③ عدم التطيب، ④ عدم خوف الفتنة (نووی)، خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جیسا کہ آگے متن میں آرہاہے کہ اگر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عورتوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے تو انکو مسجد میں جانے سے منع کردیتے۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: بہر حال ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اب مسئلہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک جواز خروج عجائز کیساتھ خاص ہے شابہ کے حق میں مکروہ ہے اور حنابلہ کے نزدیک زیادہ اعتبار خوبرو اور بدرو کا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک جمیلہ کا خروج نماز کیلئے مکروہ اور غیر جمیلہ کا جائز ہے، پھر عجوز کیلئے جواز صاحبین کے نزدیک تو تمام نمازوں میں ہے اور امام صاحب کے نزدیک صرف دن کی نمازوں میں ظہر اور عصر اور صلوات لیلیہ میں عجوز کیلئے بھی اجازت نہیں۔

٥٦٦ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں آنے سے نہ روکو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٨٢٧) صحيح البخاري - الأذان (٨٣٥) صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤٠) صحيح مسلم - الصلاة (٤٤٢) جامع الترمذي - الجمعة (٥٧٠) سنن النسائي - المساجد (٧٠٦) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٦) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٦) سنن الدارمي - المقدمة (٤٤٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٨)

٥٦٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمُ الْمَسَاجِدَ، وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ».

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو اور ان کے گھر (نماز کی ادائیگی کیلئے) ان کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٨٢٧) صحيح البخاري - الأذان (٨٣٥) صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤٠) صحيح مسلم - الصلاة (٤٤٢) جامع الترمذي - الجمعة (٥٧٠) سنن النسائي - المساجد (٧٠٦) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٧) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٦) سنن الدارمي - المقدمة (٤٤٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٨)

شرح الحدیث: قوله: وَبُيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَهُنَّ: یعنی گو ان کیلئے مسجد میں جانیکی گنجائش ہے لیکن مشورہ ہمارا یہ ہے کہ ان کیلئے گھر

میں ہی پڑھنا بہتر ہے۔

٥٦٨- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ائْذَنُوا لِلنِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ». فَقَالَ ابْنٌ لَهُ: وَاللهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا، وَاللهِ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ، قَالَ: فَسَبَّهُ وَغَضِبَ، وَقَالَ: أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ائْذَنُوا لَهُنَّ» وَتَقُولُ لَا نَأْذَنُ لَهُنَّ؟

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کے وقت عورتوں کو مساجد میں آنے سے نہ روکو تو ان کے بیٹے (بلال یا واقد) نے ان سے کہا ہم تو نہیں (نماز کیلئے مساجد میں آنے کی) اجازت نہیں دینگے (اس لئے کہ ان کے زمانہ میں فتنے ظاہر ہو گئے تھے) وہ مساجد جانے کو ذریعہ فساد بنادینگی اللہ کی قسم ہم تو انہیں اجازت نہیں دینگے۔ مجاہد راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں (اپنے بیٹے کو) خوب برا بھلا کہا اور ان پر غصہ ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کا قول سنا رہا ہوں کہ انہیں مساجد جانے کی اجازت دو اور تم کہہ رہے ہو ہم اجازت نہیں دینگے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٨٢٧) صحيح البخاري - الأذان (٨٣٥) صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٧) صحيح البخاري - الجمعة (٨٥٨) صحيح البخاري - النكاح (٤٩٤٠) صحيح مسلم - الصلاة (٤٤٢) جامع الترمذي - الجمعة (٥٧٠) سنن النسائي - المساجد (٧٠٦) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٨) سنن ابن ماجه - المقدمة (١٦) سنن الدارمي - المقدمة (٤٤٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٧٨)

شرح الحدیث: قولہ: فَقَالَ ابْنٌ لَهُ: ان کا نام بلال ہے یا واقد، جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں ہے فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا وہ اسکو ذریعہ فساد بنائینگی، بیٹے کے کلام میں چونکہ صورۃً حدیث کا معارضہ پایا گیا تھا اس لئے حضرت ابن عمرؓ ان سے اس قدر ناراض ہوئے، مسند احمد کی روایت میں ہے: فَمَا كَلَّمَهُ عَبْدُ اللهِ حَتَّى مَاتَ، دغل اس گنجان درخت کو کہتے ہیں جس میں چور، ڈاکو وغیرہ چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

٥٥- بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ

عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکنے کے بیان میں

٥٦٩- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: «لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ». قَالَ يَحْيَى: فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ: أَمُنِعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ.

ترجمہ: یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں عمرہ بنت عبد الرحمن سے کہ عمرہ بنت عبد الرحمن نے انہیں (یحییٰ بن سعید) کو بتایا کہ حضرت عائشہؓ زوجہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ دیکھ لیتے جو عورتوں نے نئی نئی چیزیں ایجاد کر لیں ہیں (یعنی زیب و زینت اختیار کر کے مسجد میں آنا) تو انہیں ضرور مسجدوں میں آنے سے روکتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو مساجد

میں آنے سے روکا گیا تھا۔ یحییٰ کہتے ہیں میں نے عمرہ سے پوچھا (زیادہ تثبت اور تحقیق کیلئے سوال پوچھا) کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو روکا گیا تھا؟ عمرہ نے جواب میں کہا: ہاں بالکل۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٨٣١) صحيح مسلم - الصلاة (٤٤٥) سنن أبي داود - الصلاة (٥٦٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩١/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣٥/٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٦٧)

٥٧٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَاصِمٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا».

ترجمہ عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا بہتر ہے اپنے کمرہ کے صحن میں پڑھنے سے اور اپنے گھر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے اپنے کمرہ میں نماز پڑھنے سے (معلوم ہوا جتنا زیادہ ستر ہوگا اتنا افضل ہوگا)۔

شرح الحدیث قوله: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ عورت کا نماز پڑھنا کمرہ کے اندر بہتر ہے صحن کمرہ میں پڑھنے سے، اور کوٹھری میں پڑھنا بہتر ہے بڑے کمرہ میں پڑھنے سے، مخدع، بڑے کمرہ کے اندر جو مختصر سا کمرہ ہوتا ہے جسمیں گھر کی قیمتی اشیاء وسامان رکھتے ہیں۔

٥٧١ - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ» قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتَّى مَاتَ، قَالَ أَبو دَاوُد: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَهَذَا أَصَحُّ.

ترجمہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ہم اس دروازہ (اب اس دروازہ کو مسجد نبوی میں باب النساء کہتے ہیں) کو عورتوں کیلئے چھوڑ دیں (تو کتنا اچھا ہو) نافع کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ موت تک اس دروازہ سے (اس کے بعد) داخل نہیں ہوئے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم نے اس حدیث کو عن ایوب عن نافع کی سند سے روایت کیا کہ نافع کہتے ہیں قال عمر (یعنی حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا) اور اسماعیل کی (موقوف) روایت عبدالوارث کی مرفوع روایت سے زیادہ صحیح ہے (پہلی اور دوسری سند میں دو طرح سے اختلاف ہے۔ پہلا یہ کہ عبدالوارث کی روایت مرفوع ہے ابن عمرؓ سے جبکہ اسماعیل کی موقوف ہے حضرت عمرؓ پر اور پہلی کی سند متصل ہے جبکہ دوسری منقطع ہے۔ مجاہد کا سماع حضرت عمرؓ سے نہیں ہے)۔

٥٦ـ بَابُ السَّعْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

نماز کیلئے تیزی سے چل کر جانے کا حکم

٥٧٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا تَمْشُونَ، وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا» ، قَالَ ابو داود: كَذَا قَالَ الزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَعْمَرٌ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، «وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا» ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحْدَهُ: «فَاقْضُوا» ، وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «فَأَتِمُّوا» ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبُو قَتَادَةَ، وَأَنَسٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا: «فَأَتِمُّوا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپؐ فرمارہے تھے جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کی طرف دوڑ کر نہ آؤ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ آؤ جتنی نماز (امام کے ساتھ) ملے اس کو (امام کے ساتھ) پڑھ لو اور جو حصہ نماز کا فوت ہو جائے اس کو (بعد میں) پورا کرلو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اسی طرح زبیدی، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد، معمر، شعیب بن ابی حمزہ نے زہری سے روایت کر کے "وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا" کہا اور ابن عیینہ نے اکیلے زہری سے روایت کر کے فَاقْضُوا کہا ہے۔ اور محمد بن عمرو نے عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ کی سند سے اور جعفر بن ربیعہ نے عن الاعرج عن ابی ھریرۃ کی سند سے "فَأَتِمُّوا" کہا ہے اور ابن مسعود و قتادہ اور انس سب سے نبی اکرم ﷺ سے روایت کر کے فَأَتِمُّوا کہا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري – الأذان (٦١٠) صحيح البخاري – الجمعة (٨٦٦) صحيح مسلم – المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٢) جامع الترمذي – الصلاة (٣٢٧) سنن النسائي – الإمامة (٨٦١) سنن أبي داود – الصلاة (٥٧٢) سنن ابن ماجه – المساجد والجماعات (٧٧٥) موطأ مالك – النداء للصلاة (١٥٢) سنن الدارمي – الصلاة (١٢٨٢)

شرح الحدیث: قولہ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ: جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم اس کی طرف دوڑ کر مت آؤ، بلکہ سکون و وقار کیساتھ آؤ، اس کی وجہ دوسری حدیث میں یہ بیان کی ہے کہ نماز کی طرف چلنے والا حکم میں نماز کے ہے، لہذا بھاگنا فضول ہے، نیز احترام مسجد کے بھی خلاف ہے، اس حدیث میں سعی کی ممانعت ہے، سعی کے معنی عمل اور کوشش کے بھی آتے ہیں۔ جیسے فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ [1]، وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى [2]، یہ معنی یہاں مراد نہیں، سعی کے معنی

---

[1] تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت (سورۃ الجمعۃ ٩)

[2] اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا (سورۃ النجم ٣٩)

دوڑنے کے بھی آتے ہیں وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی [1]، اسی کی نفی یہاں مقصود ہے، اگر جماعت کھڑی ہوگئی تو کیا کرے اسمیں تین قول ہیں جنکو امام ترمذیؒ نے بیان کیا ہے: ① یُهَرْوِلُ، دوڑنا چاہئے، لیکن یہ قول حدیث کے خلاف ہے، ② یُسْرِعُ فِي الْمَشْيِ، تیز رفتار چلے وقار کی رعایت رکھتے ہوئے، ③ بغیر اسراع کے اطمینان سے اپنی معمولی چال چلے، اسمیں راجح دوسرا قول ہے جس میں جانبین کی رعایت ہے [2]۔

قولہ: فَمَا أَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَکُمْ فَأَتِمُّوا: جتنی نماز امام کیساتھ ملے اسکو امام کیساتھ پڑھ لو اور جو حصہ نماز کا فوت ہوجائے اس کو بعد میں پورا کرلو۔

قولہ: قَالَ ابو داؤد: کَذَا قَالَ الزُّبَیْدِيُّ: زہری سے روایت کرنیوالے متعدد ہیں اکثر نے فَأَتِمُّوا کہا اور ابن عیینہ نے فَاقْضُوا کہا، یہ بظاہر تو صرف لفظی اختلاف ہے لیکن فی الواقع ایک اہم فقہی اختلاف اس پر متفرع ہے۔

مسبوق امام کیساتھ اول صلوۃ کو پاتا ہے یا آخر صلوۃ کو: وہ یہ کہ مسبوق جو نماز امام کیساتھ پڑھتا ہے وہ اس کی اول صلاۃ ہے یا آخر صلاۃ یعنی امام کی تو ظاہر ہے آخر صلاۃ ہے اب اس کے تابع ہونیکی حیثیت سے مسبوق کی بھی آخر صلاۃ ہے یا اس کی اول صلاۃ ہے۔

امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک مسبوق کی وہ اول صلاۃ ہے، امام ابو حنیفہ وابو یوسف کے نزدیک، آخرِ صلاۃ ہے، ثمرۂ اختلاف یہ ہوگا کہ اگر کسی شخص کو امام کیساتھ چار میں سے دو رکعت ملی ہیں تو شافعی واحمدؒ کے نزدیک یہ شخص امام کے فارغ ہونے کے بعد جو دو رکعت پڑھے گا اسمیں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے گا کیونکہ اسکا یہ شفعۂ اخیرہ ہے جسمیں ضم سورت نہیں ہوتا، اور شیخین (ابو حنیفہ وابو یوسف) کے نزدیک ان دونوں رکعت میں قرآۃ کاملہ یعنی فاتحہ مع ضم سورت کریگا کیونکہ یہ اسکا شفعۂ اولیٰ ہے۔

امام شافعیؒ کا استدلال فَأَتِمُّوا سے ہے، اتمام کا تعلق مابقی سے ہوتا ہے یا یہ کہئے کہ اتمام شئ کا اس کے آخر سے ہوتا ہے، معلوم ہوا اس شخص کی نماز کا اخیر حصہ رہ گیا ہے اور شیخین کا استدلال فَاقْضُوا سے ہے قضاء کا تعلق ماسبق ومامضی سے ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ اس کی نماز کا شروع کا حصہ رہ گیا ہے، آخری حصہ نماز کا تو وہ امام کیساتھ پڑھ چکا امام کے فارغ ہونے کے بعد اب وہ اپنی شروع کی نماز پڑھے گا، اور شفعۂ اولیٰ میں قرأت مکمل ہوتی ہے، تیسرا قول یہاں امام مالکؒ اور امام محمدؒ کا ہے، وہ فرماتے ہیں افعال میں اتمام ہوگا اور قرأت میں قضاء، اب اس کیلئے ایک مثال ایسی ہونی چاہئے، جس میں تینوں مذاہب سامنے آجائیں وہ یہ ہے کہ ایک شخص کو امام کیساتھ صرف ایک رکعت (چوتھی) ملی، اب یہ شخص امام کے فارغ ہونے کے بعد، شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک ایک رکعت پڑھ کر تشہد کیلئے قعدہ کرے گا اور صرف اسی رکعت میں قرأت پوری کریگا اس شخص کا پہلا شفعہ پورا ہوگیا، اب یہ شخص باقی دو رکعات

---

[1] اور آیا شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا (سورۃ القصص ۲۰)

[2] جامع الترمذي — کتاب الصلاۃ — باب ما جاء في المشي إلی المسجد ۳۲۷

میں صرف فاتحہ پڑھے گا، اور شیخین کے نزدیک یہ شخص مسلسل دو رکعت پڑھ کر بیٹھے گا اور دونوں میں قرأت کاملہ کریگا، اور امام مالکؒ ومحمدؒ کے نزدیک اتمام والوں کی طرح ایک رکعت پڑھ کر بیٹھ جائیگا جسمیں قرأت پوری ہوگی اور اس کے بعد والی رکعت میں بھی قرأت کاملہ کریگا جس طرح شیخین کے نزدیک کرتا ہے۔

ہمارا عمل اسی قول پر ہے مفتی بہ قول یہی ہے، یہ اختلاف ومذاہب بذل المجہود [1] میں علامہ عینیؒ کے حوالہ سے اسی طرح ذکر کئے ہیں، لیکن ابن قدامہ نے مغنی میں جو مذاہب ذکر کئے ہیں وہ اس سے ذرا مختلف ہیں (افادہ الشیخ فی الأوجز [2])۔

٥٧٣ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «ائْتُوا الصَّلَاةَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَصَلُّوا مَا أَدْرَكْتُمْ وَاقْضُوا مَا سَبَقَكُمْ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَكَذَا قَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «وَلْيَقْضِ»، وَكَذَا قَالَ أَبُو رَافِعٍ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَأَبُو ذَرٍّ رَوَى عَنْهُ: «فَأَتِمُّوا، وَاقْضُوا» وَاخْتُلِفَ عَنْهُ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز کیلئے (مسجد) سکون ووقار کے ساتھ چل کر آؤ۔ جو نماز امام کے ساتھ پالو اسے امام کے ساتھ پڑھ لو اور جو نماز رہ جائے اسے بعد میں قضاء کرلو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں ابن سیرین نے بھی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرکے (قضاء کا لفظ استعمال کرتے ہوئے) وَلْيَقْضِ کہا ہے (یعنی اسے چاہیئے کہ وہ قضاء کرلے) اور ابورافع نے بھی ابوہریرہؓ سے روایت کرکے اسی طرح (قضاء کا لفظ) کہا ہے اور ابوذر سے فَأَتِمُّوا، اور فَاقْضُوا دونوں لفظ روایت کئے گئے ہیں اور ابوذرؓ سے یہ لفظ نقل کرنے میں اختلاف ہوا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦١٠) صحيح البخاري - الجمعة (٨٦٦) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٢٧) سنن النسائي - الإمامة (٨٦١) سنن أبي داود - الصلاة (٥٧٣) سنن ابن ماجه - المساجد والجماعات (٧٧٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٥٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٢)

٥٧ - بَابٌ فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ

تکرار جماعت فی المسجد کا حکم

یہ باب تکرار جماعت فی المسجد کے بارے میں ہے۔

جماعت ثانیہ فی المسجد میں اختلاف علماء: مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام احمد واسحق بن راہویہ کے نزدیک جائز ہے، جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ باقیہ کے نزدیک مکروہ ہے (ذکرہ الشعرانی فی المیزان ومثلہ فی العینی) امام ترمذیؒ نے بھی،

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٧١ - ١٧٢

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٢ ص ٢٣ - ٢٧

امام احمد واسحٰق کا مذہب جواز اور امام شافعی ومالک کا مسلک عدم تکرار جماعت لکھا ہے، لیکن یہ کراہت مسجد محلہ میں ہے جس میں امام ومؤذن مقرر ہوں مسجد شارع میں بالاتفاق جائز ہے، ایسے ہی ہمارے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ کراہت اس صورت میں ہے جب باقاعدہ اذان واقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ کی جائے اور بدون اذان واقامت کے جائز ہے لیکن صحیح اور مفتی بہ قول ہمارے یہاں مطلقاً کراہت ہے، حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہ کی اس مسئلہ پر ایک مستقل تالیف ہے فارسی میں، القطوف الدانية في تحقيق الجماعة الثانية، اسکا بعض اہل حدیث نے رد بھی لکھا ہے۔

٥٧٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي وَحْدَهُ، فَقَالَ: أَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلَى هَذَا فَيُصَلِّيَ مَعَهُ".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ نے تنہا مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرے (یعنی اس کے ثواب میں اضافہ کردے) سو اسے ساتھ (مقتدی بن کر) نماز ادا کرے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٥٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٥/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٦٨)

شرح الحدیث: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ: ایک شخص کو آپ نے دیکھا کہ وہ مسجد میں تنہا نماز پڑھ رہا ہے، جماعت ہو چکی تھی اس پر آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اس شخص پر صدقہ کرے یعنی اس کے ثواب میں اضافہ کردے، ترمذی کی روایت میں ہے فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ [1]، اور مصنف ابن ابی شیبہ [2] میں ہے کہ وہ شخص جنہوں نے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی وہ ابو بکرؓ تھے۔

حدیث الباب سے استدلال اور اسکا جواب: مجوزین کا استدلال اس حدیث سے ہے، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ اسمیں جماعت ثانیہ فرض نماز کی کہاں پائی گئی اسمیں فرض نماز پڑھنے والا تو صرف ایک شخص ہے، دوسرا شخص متنفل ہے اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے کہ تمام ذخیرۂ احادیث میں جماعت ثانیہ کے سلسلہ میں صرف یہ واقعہ ملتا ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں عموم بلوی ہے، مسجد نبوی مرکزی مسجد تھی وہاں واردین بکثرت...... پہنچتے رہتے تھے...... سرایا وجیوش...... اپنے اپنے اسفار سے لوٹ کر آتے رہتے تھے، اگر جماعت ثانیہ جائز یا مستحب ہوتی تو یقیناً بہت کثرت سے اس کی نوبت آتی رہتی، اور یہاں صرف ایک روایت ہے وہ بھی ایسی کہ دعوی پر منطبق نہیں ہو رہی ہے نیز اگر جماعت ثانیہ کا دروازہ مفتوح ہو گا تو یقیناً تقلیل جماعت کا باعث ہو گا، جماعت جو کہ شعائر اسلام میں سے ہے جسمیں مسلمانوں کا اجتماع مقصود ہے وہ فوت ہو جائے گا، لوگ نماز

[1] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في الجماعة في مسجد قد صلي فيه مرة ٢٢٠

[2] المصنف لابن أبي شيبة - كتاب الصلاة - باب في إعادة الصلاة ٦٧٢٣ (ج ٤ ص ٤٥٢)

میں سستی کرنے لگیں گے، اپنے اپنے کاموں میں لگے رہیں گے اس لیئے کہ ذہن میں ہو گا اپنی جماعت علیحدہ کرلیں گے۔
حضور ﷺ سے جماعت ثانیہ خارج مسجد ہی ثابت ہے، روایت مشہور ہے بذل المجہود میں مذکور [1] ہے، اس پر اہل حدیث اشکالات کرتے رہتے ہیں جو سارے کے سارے اوھن من بیت العنکبوت ہیں تحفۃ الأحوذی شرح ترمذی میں مذکور ہیں۔

٥٨ ۔ بَابٌ فِيمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ

باب ہے ایسے شخص کے بیان میں جو اپنے گھر نماز پڑھ چکا ہو پھر مسجد حاضر ہو اور جماعت کو پالے تو اسے چاہیئے کہ ان کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ لے

٥٧٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ، فَلَمَّا صَلَّى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَدَعَا بِهِمَا فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا، فَقَالَ: «مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟» قَالَا: قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا، فَقَالَ: «لَا تَفْعَلُوا، إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي رَحْلِهِ ثُمَّ أَدْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ، فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ».

ترجمہ: جابر بن یزید بن اسود اپنے والد یزید بن اسود سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا فرمائی جبکہ وہ جوان تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو شخص مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں باجماعت نماز ادا نہیں کی تھی آپ ﷺ نے ان دونوں کو بلوایا چنانچہ انہیں لایا گیا تو ان کے مونڈھے کپکپا رہے تھے (یعنی وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے) تو آپ ﷺ نے پوچھا تمہیں ہمارے ساتھ یہ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ انہوں نے جواب میں کہا ہم نے اپنے گھروں میں ہی نماز ادا کرلی تھی یزید کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا آئندہ ایسا مت کرنا (بلکہ) جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ لے پھر (وہ مسجد آئے اور) دیکھے کہ امام نے ابھی جماعت نہیں کرائی تو امام کی اقتداء میں نماز ادا کرلے اس لیے کہ امام کے ساتھ نماز اس کیلئے نفل بن جائیگی۔

٥٧٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمِنًى بِمَعْنَاهُ.

ترجمہ: جابر بن یزید اپنے والد یزید سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد یزید نے کہا میں نے نبی اکرم ﷺ

---

[1] وہ یہ کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کسی قوم کے باہمی نزاع پر مصالحت کے لئے تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد میں نماز ہو چکی فَرَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَجَمَعَ أَهْلَهُ وَصَلَّى (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٧٨)۔

کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی اور آگے پہلی حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر کی۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٥٧٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٦٧)

شرح الحدیث اگر کوئی شخص گھر پر منفرداً نماز پڑھ لے پھر مسجد میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی، تو ایسے شخص کو جیسا کہ حدیث الباب میں ہے دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنی چاہئے۔

اعادۂ صلاۃ کی روایات اور باب پہلے بھی گذر چکا، متعلقہ مسائل وہاں گذر چکے ہیں، مذکور بالا صورت میں شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک پانچوں نمازوں کا اعادہ ❶ ہے، مالکیہ کے نزدیک الا المغرب، اور حنفیہ کے نزدیک صرف ظہر وعشاء دو نمازوں کا اعادہ ہو سکتا ہے، حدیث بظاہر حنفیہ کے خلاف ہے اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① حدیث النهي عن التنفل بعد العصر والفجر اقوی، ② الحرمة مقدمة على الإباحة، ③ محمول على ماقبل النهي، ④ بعض کتب حدیث جیسے مسند ابی حنیفہ وکتاب الآثار لمحمد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صبح کی نماز کا نہیں بلکہ ظہر کا نماز کا ہے، ⑤ پانچواں جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں شخصوں سے یہ دریافت فرمایا کہ تم نمازمیں کیوں شامل نہیں ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نماز پڑھ چکے تھے، ان کے اس جواب سے بظاہر یہ مستفاد ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد پھر اسکا اعادہ مطلقاً نہیں، حالانکہ مسئلہ یہ نہیں بلکہ بعض نمازوں میں بالاتفاق اعادہ مستحب ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہے کہ ایک مرتبہ نماز پڑھنے کے بعد پھر اعادہ ہے ہی نہیں بلکہ اعادہ ہوتا ہے، یعنی حسب قاعدہ وضابطہ، اور قاعدہ کا تقاضا یہ ہے کہ اوقات نہی کے علاوہ میں اعادہ ہونا چاہئے اوقات نہی میں اعادہ نہیں ہونا چاہئے (افادہ فی الکوکب) اور ⑥ چھٹا جواب یہ ہے کہ دارقطنی کی روایت میں تصریح ہے فجر اور مغرب کے عدم اعادہ کی اور اسی حکم میں ہے عصر بھی، والله تعالى أعلم۔

٥٧٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نُوحِ بْنِ صَعْصَعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جِئْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَدْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى يَزِيدَ جَالِسًا، فَقَالَ: «أَلَمْ تُسْلِمْ يَا يَزِيدُ»، قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: «فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلَاتِهِمْ؟»، قَالَ: إِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَأَنَا أَحْسَبُ أَنْ قَدْ صَلَّيْتُمْ. فَقَالَ: «إِذَا جِئْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَوَجَدْتَ النَّاسَ فَصَلِّ مَعَهُمْ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ».

ترجمہ یزید بن عامر کہتے ہیں میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آیا آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے پس میں بیٹھ گیا (مسجد کے ایک کونے میں صف سے الگ ہو کر) اور میں نماز میں ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہوا جب نبی اکرم ﷺ نماز سے

---

❶ مشہور تو یہی ہے لیکن الشرح الکبیر (للحنابلہ) میں اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ چکا ہو خواہ منفرداً خواہ جماعت سے اور اس کی موجودگی میں مسجد میں اقامت شروع ہو جائے تو ایسے شخص کیلئے اعادہ مستحب ہے غیر مغرب میں، وفي المغرب روايتان احدهما يستحب ويشفعها بالرابعة، والثانية لا، اور اگر وہ اقامت صلوۃ کے وقت خارج مسجد ہو تو اس صورت میں وہ اوقات نہی میں مسجد میں داخل نہ ہو، ہاں اغیر اوقات نہی میں داخل ہو کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے تو حضور ﷺ نے یزید کو صف سے علیحدہ بیٹھے ہوئے پایا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے یزید! کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں میں اسلام لاچکا ہوں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہونے سے کیا چیز مانع تھی؟ یزید نے فرمایا میں نے اپنے مقام پر نماز فجر ادا کرلی تھی مجھے یہ خیال تھا کہ آپ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں (لہذا میں نے اپنی منفرداً نماز ادا کرلی) جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم نماز کیلئے (مسجد) آؤ اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے پاؤ تو تم ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ اگرچہ تم اپنی جگہ پر نماز ادا کرچکے ہو یہ امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز تمہارے لئے زیادتی ثواب کا باعث ہوگی اور جو نماز تم اپنے مقام (گھر) پر پڑھ چکے وہ نماز فرض شمار ہوگی۔

شرح الحديث تَكُنْ لَكَ نَافِلَةً وَهٰذِهِ مَكْتُوبَةٌ: یہ امام اوزاعی کی دلیل ہے کہ پہلی نماز نفل شمار ہوگی اور دوسری فرض، اسکا جواب ہمارے یہاں گذشتہ باب میں گذر چکا (ابواب المواقیت میں)۔

٥٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَفِيفَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، فَقَالَ: يُصَلِّي أَحَدُنَا فِي مَنْزِلِهِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَأُصَلِّي مَعَهُمْ فَأَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «ذَلِكَ لَهُ سَهْمُ جَمْعٍ».

ترجمہ عفیف بن عمرو کہتے ہیں کہ مجھے بنی اسد بن خزیمہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس شخص نے ابوایوب انصاری سے دریافت کیا کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز ادا کرچکا ہو پھر مسجد آئے اور وہاں اسی نماز کی اقامت ہو رہی ہو تو کیا میں ان لوگوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جاؤں؟ مجھے اس نماز میں دوبارہ شریک ہونے میں کراہیت محسوس ہوتی ہے، تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات دریافت کی تھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس طرح جماعت کے ساتھ دوبارہ نماز کا اعادہ کرتا ہے اس کو ایک لشکر کے حصوں کے بقدر مال غنیمت میں سے حصہ ملتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٥٧٨) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٠١)

شرح الحديث ذَلِكَ لَهُ سَهْمُ جَمْعٍ: یعنی اس شخص کے لئے دو نمازوں کے مجموعہ کا ثواب ہے (ایک فرض دوسری نفل) اور ایک قول اس کی شرح [1] میں یہ ہے کہ جمع سے مراد جیش اور لشکر ہے أي له سهم كسهم الجيش یعنی بہت بڑا اسکو سہم غنیمت حاصل ہوگیا۔

---

[1] یہاں پر بذل المجہود کی عبارت میں تحریف ہوگئی، صحیح عبارت اس طرح ہے: وقيل أراد بالجمع الجيش أي كسهم الجيش من الغنيمة (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٨٥)

۵۹ - بَابٌ إِذَا صَلَّى فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ أَدْرَكَ جَمَاعَةً أَيُعِيدُ

جو شخص باجماعت نماز ادا کر چکا ہو پھر دوبارہ اسی نماز کو جماعت سے پڑھتا ہوا پائے تو کیا اس نماز کا اعادہ کرے گا؟

۵۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَعْنِي مَوْلَى مَيْمُونَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّونَ، فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي مَعَهُمْ، قَالَ: قَدْ صَلَّيْتُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ».

ترجمۃ: سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت میں مقام بلاط میں حاضر ہوا (بلاط مدینہ منورہ میں مسجد نبوی اور مدینہ کے بازار کے درمیان ایک علاقہ اور جگہ کا نام ہے) تو وہاں لوگ نماز ادا کر رہے تھے میں نے عرض کیا آپ ان کے ساتھ نماز میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ تو عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا میں نماز ادا کر چکا ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن میں کوئی نماز (فرض) دو مرتبہ مت پڑھو۔

تخریج: سنن أبی داود - الصلاۃ (۵۷۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۱۹/۲) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۱/۲)

شرح الحدیث: لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ: یہ حدیث باب سابق کی روایات کے خلاف ہے جن میں اعادہ صلاۃ مذکور ہے۔

ترجمۃ الباب سے مصنفؒ کی غرض: مصنفؒ نے ترجمۃ الباب کے ذریعہ جمع بین الروایتین فرمایا ہے وہ یہ کہ باب سابق والی روایات اس شخص کے حق میں ہیں جس نے اولاً نماز منفرداً پڑھی ہو، اور جو شخص جماعت سے نماز پڑھ چکا اس کو اب دوبارہ نماز نہ پڑھنی چاہئے، فاندفع التعارض من البین، لیکن یہ تطبیق مسلک جمہور کے تو مطابق ہے امام احمدؒ کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے کہ انکا مسلک پہلے یہ گذر چکا کہ جو شخص نماز پڑھ چکا ہو اگرچہ جماعت ہی سے اور اس کے سامنے مسجد میں نماز ہونے لگے تو اسکو اعادہ کرنا مستحب ہے۔

لہذا امام احمدؒ کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک دن میں ایک ہی نماز کو دو مرتبہ فرض کی نیت سے نہ پڑھا جائے، لہذا دفع تعارض کی شکل جمہور کے نزدیک الگ ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک الگ۔

۶۰ - بَابٌ فِي جِمَاعِ الْإِمَامَةِ وَفَضْلِهَا

امامت کے متعلق مسائل مختلفہ کا بیان اور امامت کی فضیلت کا ذکر

جماع بروزن کتاب یا بروزن رمان دونوں طرح صحیح ہے، جماع بمعنی جامع، امام مالکؒ کی عادت شریفہ ہے کہ وہ موطا میں لفظ جامع کیساتھ باب باندھتے ہیں، جامع الصلوۃ، جامع البیوع، تو گویا جِمَاعِ الْإِمَامَةِ کا مطلب ہوا، احکام و مسائل امامت سے متعلق ابواب کا مجموعہ، یعنی یہاں سے ابواب الإمامۃ شروع ہو رہے ہیں، امام بخاریؒ کا طرز یہ ہے کہ وہ کبھی "ابواب" کیساتھ ترجمہ قائم

فرماتے ہیں، أبواب التهجد، أبواب المساجد وہ لفظ ابواب جمع کے صیغہ کو کتاب کے معنی میں استعمال کرتے ہیں کیونکہ کتاب بھی بہت سے ابواب پر مشتمل ہوتی ہے، امام ابوداود کی عادت لفظ تفریع کے استعمال کی بھی ہے تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلاةِ، تفریع بمعنی تجزیہ و تفصیل، فروع بمعنی جزئیات و مسائل، فقہاء کی تعبیر ہے، اور یایہ سمجھئے کہ ہر مصنف کے ذہن میں ابواب اور مضامین کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے جس کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ آنیوالے ابواب گذشتہ ابواب پر متفرع ہورہے ہیں اسی لئے مصنف کہیں کہیں باب کے شروع میں لفظ تفریع لاتے ہیں۔

٥٨٠ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ فَلَهُ وَلَهُمْ، وَمَنِ انْتَقَصَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ».

ترجمہ: عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لوگوں کی امامت کرائے اور صحیح وقت (مستحب) میں ان کو نماز پڑھائے تو امام کو اپنی نماز کا ثواب ملے گا اور مقتدیوں کو بھی ثواب ہوگا اور جو شخص وقت مستحب میں کمی کرے گا تو اس کا گناہ امام پر ہوگا مقتدیوں پر نماز کی تاخیر کا گناہ نہ ہوگا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٥٨٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٨٣) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٥/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٤/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٠١/٤)

شرح الحديث: قوله: مَنْ أَمَّ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتَ: جو لوگوں کی امامت کرے اور صحیح وقت پر انکو نماز پڑھائے تو یہ اس کے حق میں بھی بہتر ہے اور مقتدیوں کے حق میں بھی، اور جو اس کے خلاف کرے بے وقت نماز پڑھائے تو اسمیں مقتدیوں کا کچھ نقصان نہیں اس کا وبال اسی امام پر ہے۔

٦١ - بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَافُعِ عَلَى الْإِمَامَةِ

لوگوں کا ایک دوسرے کو امامت کے لئے آگے بڑھانے کی ناپسندیدگی کا بیان

٥٨١ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَتْنِي طَلْحَةُ أُمُّ غُرَابٍ، عَنْ عَقِيلَةَ، امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهُمْ، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحُرِّ، أُخْتِ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ الْفَزَارِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ».

ترجمہ: سلامہ بنت الحر صحابیہ جو کہ خرشہ بن حر کی بہن ہیں کہتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ مسجد والے ایک دوسرے کو امامت کیلئے آگے کرینگے وہ ایسا کوئی شخص نہ پائیں گے جو ان کو نماز پڑھا سکے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٥٨١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٨٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨١/٦)

شرح الحدیث: قولہ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: علامات قیامت سے ہے یہ بات کہ لوگ امامت کو اپنے اوپر سے ہٹائیں گے، ہر ایک نماز پڑھانے سے اپنی جان بچائے گا، غلبۂ جہالت کیوجہ سے، یا اس طرح ترجمہ کیجئے کہ دھکیلے گا ایک شخص دوسرے کو مسجد یا محراب کیطرف تاکہ وہ دوسرا نماز پڑھادے، یہ دونوں مطلب تو قریب ہی قریب ہیں، ایک تیسرا مطلب بھی ہو سکتا ہے لوگ آپس کے اختلافات کیوجہ سے امام کو امامت سے ہٹائینگے ایک کہے ہم اس کے پیچھے نہیں پڑھتے، دوسرا کہے کہ ہم اس کے پیچھے نہیں پڑھتے، آپس کے نزاع کیوجہ سے۔

٦٢۔ بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

امامت کا حقدار کون ہے؟

اوصاف امامت: امامت کیلئے جن اوصاف کی ضرورت ہے وہ بہت سے ہیں، قراءت، علم، ورع وتقویٰ، سن (کبیر السن ہونا) قدم فی الہجرۃ (قدیم الہجرۃ ہونا) ان سب میں زیادہ ترجیح قرأت اور علم کو ہے، لہٰذا ان دو صفت والے کو دیگر صفات امامت والے پر ترجیح ہوگی، لیکن خود ان دونوں میں سے کس کو ترجیح ہے؟ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، عند الجمہور ترجیح علم کو ہے قرأت پر، اور امام احمد وابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے برعکس ہے، ان کے نزدیک اقرأ اعلم پر مقدم ہے۔

٥٨٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءٍ، سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا وَلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ»، قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِإِسْمَاعِيلَ: مَا تَكْرِمَتُهُ؟ قَالَ: فِرَاشُهُ.

ترجمہ: ابو مسعود بدریؓ کہتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کی امامت وہ کرائے جو ان میں قرآن کریم کو سب سے اچھے طریقہ پر پڑھنے والا ہو اور وہ شخص جو قرآن کریم کی قراءت قدیم زمانہ سے کرتا چلا آیا ہو پھر اگر وہ لوگ قرآن کریم کی مقدار اور اسکی حسن قراءت میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو پہلے ھجرت کر چکا ہو پھر اگر وہ لوگ ہجرت میں بھی برابر ہوں تو ایسا شخص امامت کرائے جو عمر رسیدہ ہو اور کسی شخص کی اس کے گھر میں امامت نہ کرائی جائے اور نہ ہی ایسی جگہ امامت کرائی جائے جس جگہ پر اس کا نظم اور اثر ورسوخ ہو...... نہ کسی آدمی کی خاص نشست گاہ پر بیٹھا جائے مگر اسکی اجازت سے شعبہ کہتے ہیں میں نے اسماعیل بن رجاء سے پوچھا کہ تکرمہ سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا خاص نشست گاہ۔

٥٨٣ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ: «وَلَا يَؤُمُّ الرَّجُلَ الرَّجُلُ فِي سُلْطَانِهِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ يَحْيَى الْقَطَّانُ: عَنْ شُعْبَةَ «أَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً».

ترجمہ: ابن معاذ کہتے ہیں ہمیں ابی (معاذ بن معاذ العنبري) نے شعبہ سے روایت کر کے ماقبل حدیث بیان کی اور معاذ نے اسمیں یہ کہالَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ (اس سند کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ شعبہ کے دونوں شاگردوں ابوالولید اور معاذ نے شعبہ سے اس لفظ کے ذکر کرنے میں ایک دوسرے کی مخالفت کی، ابوالولید نے يُؤَمُّ کو مجہول کے صیغہ سے ذکر کیا اور مفعول کو فاعل کے قائم مقام کیا جب کہ معاذ نے معروف کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا) امام ابوداؤد فرماتے ہیں یحییٰ قطان نے شعبہ سے اسی طرح أَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً کالفظ کہا (جیسا کہ ابوالولید نے شعبہ سے روایت کر کے أَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً کالفظ کہا تھا)۔

٥٨٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ الْحَضْرَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: «فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً» وَلَمْ يَقُلْ: «فَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً»، قَالَ أبو داود: رَوَاهُ حَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: «وَلَا تَقْعُدْ عَلَى تَكْرِمَةِ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ».

ترجمہ: اوس بن ضمعج الحضرمی کہتے ہیں کہ میں نے ابومسعودؓ سے سنا وہ نبی اکرم ﷺ سے ماقبل حدیث روایت کرتے ہیں۔ اعمش راوی نے اس حدیث میں یہ کہا اگر وہ قرآن مجید کو اچھے طریقہ سے پڑھنے میں برابر ہو تو وہ شخص امامت کرے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو اور اگر سنت کے علم میں برابر ہو تو وہ شخص امامت کرائے جو پہلے ہجرت کر چکا ہو۔ اور اعمش نے فَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً کالفظ ذکر نہیں کیا۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٧٣) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٥) سنن النسائي - الإمامة (٧٨٠) سنن النسائي - الإمامة (٧٨٣) سنن أبي داود - الصلاة (٥٨٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٨٠)

شرح الأحاديث: يُؤَمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ: یہ امام احمدؒ و ابویوسفؒ کی دلیل ہے۔

جمہور کی دلیل اور اس پر اشکال وجواب: جمہور کی دلیل امامت ابی بکر کا قصہ ہے کہ وہ اعلم الصحابہ تھے، چنانچہ ابوسعید خدریؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا [1]، اگر تقدیم اقرأ کو ہوتی تو وہ ابی بن کعبؓ تھے، اور حدیث الباب کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ اس زمانہ کا اقرأ ہی اعلم ہوتا تھا کیونکہ وہ حضرات قرآن کو تفقہ اور فہم معنی کے ساتھ پڑھتے تھے اب جتنا بڑا حافظ وقاری ہوگا اتنا ہی بڑا اعلم ہوگا، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ قرأت صرف ایک رکن صلاۃ ہے اور علم کیطرف تمام ارکان صلاۃ محتاج ہیں۔

یہاں پر دو اشکال ہیں: ① اول یہ کہ ممکن ہے تقدیم ابی بکرؓ اس حیثیت سے نہ ہو کہ وہ اعلم [2] تھے بلکہ ایک خاص مصلحت

[1] صحيح البخاري - أبواب المساجد - باب الخوخة والممر في المسجد ٤٥٤

[2] اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں مصلحتوں میں منافات ہی کیا ہے، امام صلوۃ بھی تو وہی ہوتا ہے جو خلیفہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ استخلاف بھی اسی لئے ہو کہ وہی اعلم تھے، واللہ اعلم

کیوجہ سے یعنی اشارہ الی الاستخلاف (کہ میرے بعد ان کو خلیفہ بنایا جائے)، ② دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کا اقرأ ہی اعلم ہوتا تھا تو پھر آگے حدیث میں اقرأ کا مقابل اعلم کو کیوں قرار دیا گیا ہے فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ، اسکا جواب حضرت گنگوہیؒ نے یہ دیا (کما فی الحل المفہم) کہ یہاں اقرأ کا مقابل مطلق اعلم کو نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اعلم بالسنۃ کو تو گویا اقرأ تو اعلم بالقرآن ہوا اور اسکا مقابل حدیث میں اعلم بالسنۃ کو قرار دیا گیا ہے، الحاصل حدیث میں مطلقاً اعلم واقرأ میں تقابل نہیں ظاہر کیا گیا، تو اب ترتیب یہ ہوئی کہ اعلم بالقرآن کے بعد درجہ ہے اعلم بالسنۃ کا، ③ تیسرا اشکال مسلک جمہور پر یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اس زمانہ کا اقرأ ہی اعلم ہوتا تھا تو لازم آئیگا کہ ابی بن کعبؓ ہی اعلم ہوں کیونکہ اقرأ وہی تھے اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جمہور کی مراد یہ ہے کہ بالعموم اس زمانہ میں اقرأ ہی اعلم ہوتا تھا اگر ایک آدھ کا اسمیں استثناء ہوجائے تو کچھ مضائقہ نہیں، اس لئے کہ مشہور ہے ما من عام إلا وقد خص منه البعض [1]۔ دوسرا جواب اسکا یہ ہوسکتا ہے کہ اقرأ کے دو مطلب ہیں: ① أكثرهم حفظاً جس کو قرآن کی زیادہ مقدار یاد ہو مثلاً ایک کو صرف پانچ پارے یاد ہیں اس نے پانچ ہی پڑھے ہیں اور دوسرے نے دس پارے پڑھے ہیں وہ دس پاروں کا حافظ ہے۔ ② دوسرا مطلب ہے، اتقنهم حفظاً یعنی جس کو یاد عمدہ ہو پس یہاں حدیث الباب میں پہلے معنی مراد ہیں اور ابیؓ کے بارے میں جو آتا ہے کہ وہ اقرأ تھے، وہاں ثانی معنی مراد ہیں، اول معنی کے لحاظ سے وہ اقرأ نہیں تھے اسلئے کہ ابوبکر اور بہت سے صحابہ ظاہر کے پورے قرآن کے حافظ تھے اسمیں حضرت ابی کی تخصیص نہیں ہے، ھذا ما عندی واللہ تعالی اعلم۔

تکملہ: کچھ حضرات ایسے ہیں کہ ان کو علی الاطلاق ترجیح حاصل ہے خواہ اعلم واقرأ ہوں یا نہ ہو الأول السلطان ثم نائبه ثم القاضي ثم صاحب البيت. ثم الأعلم او الاقرأ، نیز جاننا چاہئے کہ باب کی پہلی حدیث میں اختصار واقع ہوا ہے اسمیں اقرأ کے بعد أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اقرأ کے بعد أَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ ہونا چاہئے جیسا کہ باب کی دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

وَلَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ: کسی کے گھر جاکر مہمان کو چاہئے کہ صاحب خانہ کا امام نہ بنے ایسے ہی کسی کے محل سلطنت وحکومت میں یعنی میر محلہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو امامت کا حق نہیں پہنچتا، اور نہ کسی کے گھر جاکر صدر مقام اور اسکی مسند پر بیٹھنا چاہئے، الا باذنہ اس استثناء کا تعلق اکثر شراح کے نزدیک تمام سے ہے اور اسحق بن راہویہ کے نزدیک اول اس سے مستثنی ہے، یعنی لَا يُؤَمُّ الرَّجُلُ فِي بَيْتِهِ سے اسکا تعلق نہیں اسحق کے نزدیک مہمان کیلئے صاحب خانہ کی امامت اس کی اجازت کے بعد بھی جائز نہیں (کذا قال الترمذی فی جامعہ)۔

٥٨٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: كُنَّا بِحَاضِرٍ يَمُرُّ بِنَا النَّاسُ إِذَا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانُوا إِذَا رَجَعُوا مَرُّوا بِنَا، فَأَخْبَرُونَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَذَا وَكَذَا

---

[1] شرح التلویح علی التوضیح - ج ۱ ص ۷۱

وَكُنْتُ غُلَامًا حَافِظًا فَحَفِظْتُ مِنْ ذَلِكَ قُرْآنًا كَثِيرًا فَانْطَلَقَ أَبِي وَافِدًا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَعَلَّمَهُمُ الصَّلَاةَ، فَقَالَ: «يَؤُمُّكُمْ أَقْرَؤُكُمْ» وَكُنْتُ أَقْرَأَهُمْ لِمَا كُنْتُ أَحْفَظُ فَقَدَّمُونِي فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَعَلَيَّ بُرْدَةٌ لِي صَغِيرَةٌ صَفْرَاءُ، فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَكَشَّفَتْ عَنِّي، فَقَالَتْ: امْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ: وَارُوا عَنَّا عَوْرَةَ قَارِئِكُمْ، فَاشْتَرَوْا لِي قَمِيصًا عُمَانِيًّا، فَمَا فَرِحْتُ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحِي بِهِ، فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ.

ترجمہ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں ہم ایسی قوم میں تھے جو پانی کے پاس پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی لوگ جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جاتے تو ہمارے پاس سے گزرتے پھر جب وہ واپس لوٹتے تو بھی ہمارے پاس سے گزرتے چنانچہ وہ ہمیں بتاتے کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ یہ احادیث ارشاد فرمائیں اور میں اسوقت کم سن بچہ تھا جو بات سنتا اسے یاد کر لیتا چنانچہ میں نے قرآن کا بہت سا حصہ یاد کر لیا چنانچہ میرے والد جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کی ایک جماعت میں وفد بن کر حاضر ہوئے چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس وفد کو نماز سکھلائی اور فرمایا تم میں سے جس شخص کو قرآن زیادہ یاد ہو وہ تمہاری امامت کرائے۔ عمرو کہتے ہیں چونکہ میں (خدمت نبوی میں حاضری دینے کے بعد لوٹنے والے لوگوں سے قرآن پاک سُن سُن کر) سب سے زیادہ قرآن کریم یاد کر چکا تھا تو ان لوگوں نے مجھے نماز میں امامت کے لئے آگے کر دیا پس میں ان لوگوں کی امامت کراتا اور میں اپنی چھوٹی سی زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوتا۔ پس جب میں سجدہ میں جاتا تو وہ چادر میرے نچلے حصہ سے ہٹ جاتی (میرے ستر کھل جاتا) تو ہمارے قبیلے کی عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا اپنے امام کے ستر کو ہم سے چھپاؤ چنانچہ لوگوں نے میرے لئے عمان مقام کی قمیص خریدی۔ چنانچہ مجھے مسلمان ہونے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی اور خوشی نہ ملی تھی (کہ ان لوگوں نے مجھے قمیص خرید کر دی) تو میں اپنی قوم کی امامت کرتا تھا اور میری عمر سات یا آٹھ سال تھی۔

٥٨٦ - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَكُنْتُ أَؤُمُّهُمْ فِي بُرْدَةٍ مُوَصَّلَةٍ فِيهَا فَتْقٌ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ خَرَجَتْ اسْتِي.

ترجمہ عمرو بن سلمہ سے اسی حدیث کے مثل روایت ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں اپنی قوم کی امامت ایسی چادر میں کرتا تھا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور پیوند کے درمیان درمیان سوراخ تھے پس جب میں سجدہ میں جاتا تو میرا ستر چادر کے پھٹے ہوئے حصہ سے ظاہر ہو جاتا۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٤٠٥١) سنن النسائي - الأذان (٦٣٦) سنن أبي داود - الصلاة (٥٨٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧١/٥)

شرح الأحاديث عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ، قَالَ: كُنَّا بِحَاضِرٍ: یہ سلمہ بکسر اللام ہے۔

امامت صبی اور اسمیں اختلاف ائمہ: اس حدیث میں امامت صبی فی الفرض کا مسئلہ مذکور ہے جو امام شافعیؒ کے

نزدیک جائز ہے، جمہور علماء وائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں، اسلئے کہ صبی متنفل ہے اور صلوۃ المفترض خلف المتنفل جائز نہیں، اسلئے کہ حدیث میں ہے اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ [1]، یعنی امام کی نماز باعتبار صحت وفساد کے متضمن ہوتی ہے مقتدی کی نماز کو، اور ظاہر ہے کہ شئ اپنے سے مادون کو متضمن ہوسکتی ہے مافوق [2] کو متضمن نہیں ہوسکتی لہذا فرض نماز تو نفل کو متضمن ہوسکتی ہے اسکا عکس نہیں ہو سکتا، اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے ایسا اپنے اجتہاد سے کیا اور ظاہر یہ ہے کہ اسکی اطلاع بھی حضور ﷺ کو نہیں ہوئی، اسلئے کہ آپ نے تو یہ فرمایا تھا یَؤُمُّكُمْ أَقْرَؤُكُمْ، اور خطاب حاضرین کو تھا جو رجال بالغین تھے، انہوں یہ کیا کہ پورے خاندان میں جو اقرأ تھا اسکو لے لیا اگرچہ وہ صبی ہی تھا، نیز اکابر صحابہ سے اسکے خلاف منقول ہے فعَن ابْن عبَّاس: لَا يؤم الغُلَام حَتَّى يَحْتَلِم، وعَن ابْن مَسْعُود أَنه قَالَ: لَا يؤم الغُلَام الذي لا تجب عَلَيْهِ الحُدُود (رواهما الأثرم في سننه) كذا في البذل [3]، دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ عمرو بن سلمہ جس چادر کو پہن کر نماز پڑھاتے تھے وہ موصلہ (پیوند کار) تھی۔

قولہ: فِيهَا فَتْقٌ: یعنی اس میں پھٹن تھی جس کی وجہ سے ان کا سرین کھل جاتا تھا، تو کیا کشف عورت کیساتھ نماز درست ہوسکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ بھی ان کے اجتہاد پر مبنی ہے، مغنی میں لکھا ہے كان أحمد يضعف هذا الحديث [4]، وفي البذل قال الخطابي كان الحسن يضعف حديث عمرو بن سلمة [5]، امام ابوداؤد نے بھی اس کی سند میں رواۃ کا اختلاف واضطراب بیان کیا ہے، عن عمرو بن سلمہ کے بعد بعض راویوں نے عن ابیہ کا اضافہ کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔

وَارُوا عَنَّا عَوْرَةَ قَارِئِكُمْ: قاری صاحب اور امام صاحب کے سرین تو ہم سے چھپادو۔

٥٨٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُمْ وَفَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَنْصَرِفُوا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ يَؤُمُّنَا، قَالَ: «أَكْثَرُكُمْ جَمْعًا لِلْقُرْآنِ» أَوْ «أَخْذًا لِلْقُرْآنِ» قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ جَمَعَ مَا جَمَعْتُهُ، قَالَ: فَقَدَّمُونِي وَأَنَا غُلَامٌ وَعَلَيَّ شَمْلَةٌ لِي، فَمَا شَهِدْتُ مَجْمَعًا مِنْ جَرْمٍ إِلَّا كُنْتُ إِمَامَهُمْ، وَكُنْتُ أُصَلِّي عَلَى جَنَائِزِهِمْ إِلَى يَوْمِي هَذَا. قَالَ ابو داود: وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَرْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ: لَمَّا وَفَدَ قَوْمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبِيهِ.

ترجمہ: عمرو بن سلمہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنی قوم کے

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب ما يجب على المؤذن من تعاهد الوقت ٥١٧

[2] یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ جس طرح شئ اپنے مافوق کو متضمن نہیں ہوسکتی اسی طرح مساوی کو بھی متضمن نہیں ہوسکتی جیسے دو برابر کے گلاس ایک دوسرے میں نہیں آسکتے لہذا مفترض کی اقتداء میں مفترض کی نماز بھی درست نہ ہونی چاہیے، جواب یہ ہے کہ یہ شکل اجماع علماء کی وجہ سے مستثنی ہے۔

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٥ ص ٢٢٦، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٩٧

[4] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ٢ ص ٥٤

[5] معالم السنن ج ١ ص ١٦٩، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ١٩٧

ساتھ وفد کی صورت میں حاضر ہوئے جب ان لوگوں نے اپنے گھر واپسی جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم کس کو امام بنائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنا امام اس شخص کو بناؤ جو تم میں سب سے زیادہ قرآن کریم کو یاد کیا ہوا ہو یا فرمایا قرآن کریم کو لینے والا ہو۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جس نے قرآن کریم اتنا یاد کیا ہو جتنا قرآن مجھے یاد تھا لہٰذا لوگوں نے مجھے امامت کے لئے آگے کر دیا میں نابالغ بچہ تھا اور امامت کے دوران مجھ پر چھوٹی سی چادر ہوتی تھی۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ قبیلہ جرھم کے جس مجمع میں میں موجود ہوتا تو میں ہی امام بنتا اور ان کے جنازوں کی بھی میں نماز پڑھاتا آج کے دن تک میرا یہی معمول ہے (کہ میں ہی امام ہوں)۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں یزید بن ہارون نے مسعر بن حبیب عن عروہ بن سلمہ کے بعد عن ابیہ کا لفظ ذکر نہیں کیا (جبکہ اس سے پہلے وکیع راوی نے یزید کے برعکس مسعر بن حبیب کے بعد عن عمرو بن سلمہ ذکر کر کے عن ابیہ کا اضافہ کیا تھا جس سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ عمرو بن سلمہ اس وفد میں شامل نہیں تھے جس وفد میں یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے لیکن یزید بن ہارون کی روایت میں یہ احتمال موجود ہے کہ عمرو بن سلمہ خود اس وفد میں موجود ہوں اور دوسری صورت کا بھی احتمال ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - المغازي (٤٠٥١) سنن النسائي - الأذان (٦٣٦) سنن أبي داود - الصلاة (٥٨٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٣٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٣٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٧١)

٥٨٨ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، ح وَحَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ نَزَلُوا الْعُصْبَةَ، قَبْلَ مَقْدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَؤُمُّهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ «وَكَانَ أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا»، زَادَ الْهَيْثَمُ: وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الْأَسَدِ.

ترجمہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب مہاجرین اولین ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو ان لوگوں نے مقام عصبہ (قباء کے قریب جگہ کا نام ہے) پر پڑاؤ ڈالا جناب رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے...... تو ان مہاجرین کی امامت سالم کراتے تھے جو ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے ان سالم کو سب لوگوں سے زیادہ قرآن کریم یاد تھا۔ ہیثم راوی نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ جن لوگوں کو سالم نماز پڑھاتے تھے ان لوگوں میں عمر بن خطاب اور ابو سلمہ بن عبد الاسد بھی تھے۔

شرح الحدیث قوله: عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ: عصبہ قباء کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، اس حدیث میں ایک صحابی جنکا نام سالم بن معقلؓ ہے جو قراء صحابہ میں سے تھے ان کے بارے میں یہ ہے کہ وہ مقام عصبہ میں جو مہاجرین آکر مقیم ہو گئے تھے جن میں حضرت عمرؓ بھی تھے ان کو نماز پڑھاتے تھے، بظاہر اسی لئے امامت کرتے تھے کہ وہ ان سب میں اقرأ تھے، لہٰذا یہ حدیث امام احمدؒ و ابو یوسفؒ کی دلیل ہوئی کہ اقرأ کو اعلم پر ترجیح ہے، جمہور کی طرف سے اسکا

جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارا استدلال فعل رسول ﷺ سے ہے (یعنی تقدیم ابی بکرؓ) اور یہ فعل ہے بعض صحابہ کا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی عذر کی وجہ سے نماز نہ پڑھائی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٥٨٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: أَوْ لِصَاحِبٍ لَهُ: «إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا»، وَفِي حَدِيثِ مَسْلَمَةَ، قَالَ: وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْعِلْمِ، وَقَالَ: فِي حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ: قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: فَأَيْنَ الْقُرْآنُ؟، قَالَ: إِنَّهُمَا كَانَا مُتَقَارِبَيْنِ.

ترجمہ: مالک بن حویرثؓ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ان سے یا ان کے ساتھی سے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم اذان دو پھر اقامت کہو اور تم میں سے وہ شخص امامت کرائے جسکی عمر زیادہ ہو۔ مسلمہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں ہم دونوں اس زمانہ میں برابر سرابر علم رکھتے تھے اور اسماعیل کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ خالد راوی نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ قرآن کریم کو زیادہ یاد کرنے والی وجہ ترجیح کہاں گئی تو ابو قلابہ نے جواب دیا کہ مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی کو قرآن کریم برابر سرابر یاد تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٠٢) صحيح البخاري - الأذان (٦٠٤) صحيح البخاري - الأذان (٦٠٥) صحيح البخاري - الأذان (٦٢٧) صحيح البخاري - الأذان (٦٥٣) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٥) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٦٩٣) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٦٢) صحيح البخاري - أخبار الآحاد (٦٨١٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٠٥) سنن النسائي - الأذان (٦٣٤) سنن النسائي - الأذان (٦٣٥) سنن النسائي - الأذان (٦٦٩) سنن النسائي - الإمامة (٧٨١) سنن أبي داود - الصلاة (٥٨٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٣٦/٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٣/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٣/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٣)

شرح الحديث: قوله: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِّنَا: آپ نے مالک بن الحویرث اور ان کے رفیق سفر سے جبکہ وہ مدینہ سے رخصت ہو رہے تھے فرمایا (کچھ روز قیام اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد جسکا قصہ بخاری شریف میں ہے) کہ راستہ میں جماعت سے نمازیں پڑھتے ہوئے جانا، باقاعدہ اذان واقامت کیساتھ، تثنیہ کا صیغہ یہاں پر تخییر کیلئے ہے کہ تم دونوں میں سے جو نسا چاہئے اذان کہے اور اقامت، البتہ امامت تم میں سے وہ کرے جو بڑا ہو۔

حدیث الباب سے بعض علماء کا استدلال: ابو الحسن بن القصار نے اس سے استدلال کیا اس پر کہ سفر میں اگر دو شخص ہوں دونوں اذان کہیں [1]، یہ ان کا قول قولِ شاذ ہے، مسلک جمہور اور قیاس کے خلاف ہے، انہوں نے ظاہر حدیث کے پیش نظر ایسا کہا، جمہور نے تثنیہ کے صیغہ کی ایک توجیہ یہ کی کہ مراد یہ ہے کہ ایک اذان کہے، دوسرا اس کی اجابت کرے، نیز بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے عرب لوگ تثنیہ اور جمع کا صیغہ بولکر واحد مراد لیتے ہیں جیسے ان دو مثالوں میں یا حرسی

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٠٤

اضرب عنقه، قاضی، جلاد سے کہتا ہے کہ اس مجرم کی گردن اڑادے اور تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتا ہے ایسے ہی کہتے ہیں فلان قتلہ بنو تمیم، قتل کی نسبت پورے قبیلہ کیطرف کردی گئی حالانکہ قاتل صرف ایک شخص ہے۔

قولہ: فَأَيْنَ الْقُرْآنُ؟ یعنی آپ نے امامت کے لئے تقدیم اکبر کا حکم فرمایا، تقدیم اقرأ کا کیوں حکم نہیں فرمایا، جواب دیا کہ وہ دونوں حفظ قرآن میں برابر تھے۔

٥٩٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلْيَؤُمَّكُمْ قُرَّاؤُكُمْ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اذان ایسے لوگ دیا کریں جو صلاح وفلاح اور تقوی والے ہوں اور تم میں قراء حضرات امامت کرایا کریں۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٥٩٠) سنن ابن ماجه – الأذان والسنة فيه (٧٢٦)

٦٣ - بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کی امامت کرانے کا بیان

عورتوں کا مستقل اپنی علیحدہ جماعت سے نماز پڑھنا۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: یہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک مستحب ہے، حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے قالہ الشعرانی فی المیزان اور مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ سے اسمیں دو روایتیں ہیں، استحباب وعدم استحباب، اور ہمارے بعض فقہاء کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر عورتیں باہر نکل کر جماعت کریں تب تو ہے مکروہ اور اگر گھر ہی میں جماعت کرلیں تو جائز ہے۔

بعض روایات سے عورتوں کی جماعت ثابت ہے ابن الہمامؒ نے مستدرک اور کتاب الآثار لمحمد سے ان روایات کو نقل فرمایا ہے، ہمارے فقہاء نے انکو منسوخ مانا ہے، کما فی البدائع وغیرہ، ابن الہمامؒ نے نسخ پر طویل کلام کیا ہے اور نسخ کو اولاً تو تسلیم ہی نہیں کیا اور فرمایا ہے کہ اگر نسخ مان لیا جائے تو نسخ سنیة کراهة تحریمیة کو مقتضی نہیں ہے بلکہ عدم استحباب اور خلاف اولی کو، اب یہ کہ ناسخ کیا ہے، ناسخ وہ مشہور حدیث ہے جس کی تخریج ابو داود اور ابن خزیمہ نے کی ہے صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا [1]، ظاہر بات ہے کہ مخدع بہت مختصر جگہ ہوتی ہے اور جماعت کے لئے وسیع جگہ درکار ہے۔

٥٩١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُمَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي،

[1] صحیح ابن خزیمة – کتاب الإمامة في الصلاة – باب اختيار صلاة المرأة في مخدعها على صلاتها في بيتها ١٦٩٠ (ج٣ ص٩٥)

وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَلَّادٍ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ نَوْفَلٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا، قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فِي الْغَزْوِ مَعَكَ أُمَرِّضُ مَرْضَاكُمْ، لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَرْزُقَنِي شَهَادَةً، قَالَ: «قَرِّي فِي بَيْتِكِ فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى يَرْزُقُكِ الشَّهَادَةَ»، قَالَ: فَكَانَتْ تُسَمَّى الشَّهِيدَةُ، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَّخِذَ فِي دَارِهَا مُؤَذِّنًا، فَأَذِنَ لَهَا، قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَغَمَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتَّى مَاتَتْ وَذَهَبَا، فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِي النَّاسِ، فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هَذَيْنِ عِلْمٌ، أَوْ مَنْ رَآهُمَا فَلْيَجِئْ بِهِمَا، فَأَمَرَ بِهِمَا فَصُلِبَا فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبٍ بِالْمَدِينَةِ.

ترجمہ ام ورقہ بنت نوفلؓ کہتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کیلئے تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہو جاؤں میں مریضوں کا دوران جہاد علاج کرونگی شاید کہ اللہ پاک مجھے شہادت نصیب فرمادیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھر میں ٹھہری رہو (جہاد کے لئے مت جاؤ) اللہ پاک تمہیں شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا پس ان خاتون کا شہیدہ کا لقب دیا جانے لگا۔ راوی کہتا ہے چونکہ انہوں نے قرآن کریم یاد کر رکھا تھا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے گھر میں مؤذن رکھ لیں (جو اذان دے اور محلہ کی عورتیں جمع ہو کر وہاں اکھٹی ان کی امامت میں نماز ادا کیا کریں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن رکھنے کی اجازت دے دی۔ وکیع بن جراح کہتے ہیں ام ورقہ نے اپنے ایک غلام اور باندی کو مدبر بنایا تھا تو اس غلام اور باندی نے راتوں رات ام ورقہ پر جھالر والی چادر ڈال کر ان کا گلہ گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی اور یہ غلام اور باندی بھاگ گئے پس اگلے دن حضرت عمرؓ نے لوگوں میں بیان کیا اور ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس اس غلام اور باندی کا علم ہو یا فرمایا جس نے اس غلام اور باندی کو دیکھا ہو وہ ان کو ہمارے سامنے حاضر کرے (چنانچہ یہ غلام اور باندی لائے گئے) حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو سولی چڑھانے کا حکم دیا۔ یہ دونوں وہ شخص تھے جنہیں سب سے پہلے مدینہ پاک میں سولی پر لٹکایا گیا۔

٥٩٢ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَالْأَوَّلُ أَتَمُّ، قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا، وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا.

ترجمہ ام ورقہ بنت عبد اللہ سے یہی حدیث مروی ہے پہلی حدیث زیادہ مکمل ہے اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ورقہ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے اور آپ نے ان کیلئے ایک مؤذن مقرر کیا تھا جو ان کیلئے اذان دیا کرتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے محلہ کی خواتین کی امامت کرایا کریں۔ عبد الرحمن بن خلاد کہتے ہیں کہ میں نے ام ورقہ کے مؤذن کو دیکھا جو بہت عمر رسیدہ اور بوڑھے شخص تھے۔

سنن أبي داود - الصلاة (٥٩١) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/ ٤٠٥)

شرح الأحاديث قوله: عَنْ أُمِّ وَرَقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَوْفَلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ: ام ورقہ بنت نوفل نے حضور ﷺ سے اس وقت جبکہ آپ جنگ بدر میں تشریف لے جارہے تھے درخواست کی کہ مجھے بھی ساتھ لے چلیں تاکہ میں وہاں جاکر مریضوں کی تیمار داری اور مجروحین کی مرہم پٹی کروں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت کا درجہ نصیب فرماویں، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے گھر ہی میں رہو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تم کو گھر بیٹھے شہادت نصیب فرمادیں، یہ حافظہ قرآن بھی تھیں اس لئے انہوں نے آپ ﷺ سے دوسری درخواست یہ کی کہ میں یہ چاہتی ہوں گھر میں عورتوں کی جماعت کی امامت کیا کروں اور مؤذن رکھنے کی بھی اجازت چاہی آپ ﷺ نے انکو اس کی اجازت مرحمت فرمادی، آگے روایت میں ہے راوی کہتے ہیں میں نے ان کے مؤذن کو دیکھا ہے ایک بوڑھا شخص تھا، نیز روایت میں ہے کہ اس عورت کا ایک غلام اور ایک باندی تھی انہوں نے ان دونوں کو مدبر بنالیا تھا (مدبر موت مولیٰ کا منتظر رہتا ہی ہے) ان دونوں نے یہ حرکت کی کہ ایک رات میں ان دونوں نے مل کر ان بڑی بی کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ ختم ہوگئیں، حضرت عمرؓ کے زمانہ کی بات ہے انہوں نے معلوم ہونے پر ان دونوں کو صولی پر چڑھوادیا۔

اس حدیث اور بعض دوسری اس قسم کی روایات سے شافعیہ نے جماعت النساء کے استحباب پر استدلال کیا ہے، اسکی بحث شروع باب میں گذرچکی۔

تکملہ: جاننا چاہئے کہ شافعیہ وغیرہ کا اختلاف إمامة النساء للنساء میں ہے، اور إمامة النساء للرجال باتفاق ائمہ اربعہ کے جائز نہیں ہے، لحدیث اخروهن من حيث اخرهن الله. اخرجه ابن ماجه من حديث جابر مرفوعاً وروي عن ابن مسعود موقوفاً، البتہ بعض علماء جیسے مزنی، ابو ثور، طبری، داؤد ظاہری کے نزدیک إمامة النساء للرجال جائز ہے (ابن رسلان، ابن قدامہ، منہل)۔

٦٤ - بَابُ الرَّجُلِ يَؤُمُّ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

﴿ مسجد کے نمازی کسی امام کی امامت کو ناپسند کریں پھر بھی امام ان کو نماز پڑھاتا ہے ﴾

٥٩٣ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عَبْدٍ الْمَعَافِرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: «ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُمْ صَلَاةً، مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَرَجُلٌ أَتَى الصَّلَاةَ دِبَارًا» وَالدِّبَارُ: أَنْ يَأْتِيَهَا بَعْدَ أَنْ تَفُوتَهُ، «وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَهُ».

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے تین شخص وہ ہیں کہ اللہ پاک ان کی نماز قبول نہیں فرماتے: ① وہ شخص جو کسی قوم کی امامت کراتا ہے جبکہ وہ لوگ اسکی امامت کو ناپسند کرتے ہوں، ② وہ شخص جو نماز پڑھنے کیلئے آتا ہے نماز کے

وقت گزر جانے (ختم ہو جانے) کے بعد اور دبار اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز کا وقت فوت ہونے کے بعد نماز کیلئے آئے اور،
③ وہ شخص جو کسی آزاد نفس کو غلام بنالے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۵۹۳) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۷۰)

شرح الحدیث: حدیث الباب میں یہ ہے کہ تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی وہ تین شخص یہ ہیں: ① جو شخص لوگوں کی امامت کرے حالانکہ وہ اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے، ② جو شخص نماز کو بہت دیر سے پڑھے حتی کہ اسکو قضاء کردے یا جماعت فوت کردے، ③ جو شخص حر کو عبد بنائے یعنی کوئی شخص کسی پردیسی آزاد آدمی کو پکڑ لے اور یوں کہے کہ یہ تو میرا زر خرید غلام ہے، یا مطلب یہ ہے کہ اپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد اس سے اسی طرح خدمت لیتا رہے جس طرح پہلے لیتا تھا، یعنی زبردستی، یا یہ کہ غلام کو آزاد کرکے اس کے آزاد کرنے کو چھپائے اور خدمت وغیرہ لیتا رہے۔

قوله: وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ: کے ذیل میں شراح نے لکھا ہے دیندار لوگوں کی کراہت کا اعتبار ہے، دنیاداروں کی کراہت معتبر نہیں، نیز اکثریت کو دیکھا جائے گا اکثر لوگوں کا خیال کیا ہے، ایک دو کی ناگواری کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔

٦٥ـ بَابُ إِمَامَةِ الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ

نیک اور برے شخص کا امام بننا

فاسق کی امامت کے مسئلہ: امامت فاسق کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، فاسق کی دو قسمیں ہیں: ① من حیث الاعتقاد جیسے مبتدع الداعی الی بدعۃ، ② اور فاسق من حیث الافعال، امام مالکؒ کے نزدیک [1] مطلقاً دونوں قسموں کی امامت فاسد ہے نماز صحیح نہ ہوگی، اور امام احمدؒ کے نزدیک قسم اول کی تو امامت فاسد ہے اور قسم ثانی میں ان کی دو روایت ہیں جواز، عدم جواز، اور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک دونوں کی صحیح ہے مع الکراھۃ (حاشیہ لامع ص ۱۶۹) اور علامہ شعرانیؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا مذہب اور امام احمدؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ فاسق کا فسق اگر بتاویل ہے تب تو نماز کا اعادہ فی الوقت ضروری ہے یعنی بعد الوقت اعادہ کی حاجت نہیں اور اگر وہ فسق بلا تاویل ہے تو اعادہ مطلقاً واجب ہے [2]۔

۵۹٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ

---

[1] چنانچہ امام مالک کے حالات میں لکھا ہے کہ شروع میں تو وہ مسجد نبوی میں فرض نمازوں کیلئے تشریف لاتے تھے اور مسجد میں تشریف بھی رکھتے تھے جنائز میں شرکت فرماتے تھے، پھر رفتہ رفتہ مسجد میں آنا بالکل چھوڑ دیا، پچیس ۲۵ برس تک مسجد میں نماز نہیں پڑھی، حضرت شیخ مقدمہ اوجز میں لکھتے ہیں بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ کا مسلک یہ تھا صلوۃ خلف الفاسق صحیح نہیں ممکن ہے مسجد کی نماز اسی قسم کے وجوہ سے ترک کردی ہو۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢١٤

الكَبَائِرَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ہر مسلمان کے پیچھے فرض نماز پڑھنا صحیح ہے چاہے وہ نیک ہو یا بد..... چاہے کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہو (تب بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے)۔

شرح الحدیث: قوله: الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا: واجب سے مراد جائز ہے، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، قال ابن رسلان، وكفى به فسقاً [1]، حدیث سے معلوم ہوا کہ امامت کیلئے عدالت شرط نہیں، مطلقاً خواہ وہ امیر ہو یا نہو، جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے بخلاف امام مالکؒ واحمدؒ کے ان کے نزدیک امامت کیلئے عدالت شرط ہے، کما سبق فی اول الباب اور یہ حضرات حدیث الباب کو امراء پر محمول کرتے ہیں۔

لیکن جاننا چاہئے کہ حدیث الباب بجمیع طرقہ ضعیف ہے، کما قال الحافظ ابن حجر، اور اس حدیث کے بالمقابل ایک اور حدیث ہے لَا يَؤُمَّنَّكُمْ ذُو جُرْأَةٍ فِي دِينِهِ [2] لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، سبل السلام (شرح بلوغ المرام) میں لکھا ہے جب احادیث میں تعارض ہو گیا تو ہم اصل کی طرف رجوع کریں گے اور اصل یہ ہے، من صحت صلوته صحت إمامته [3]۔

٦٦ - بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمَى

باب ہے نابینا کی امامت کے بارے میں

٥٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَؤُمُّ النَّاسَ وَهُوَ أَعْمَى».

ترجمہ: حضور ﷺ نے ابن مکتومؓ کو کسی سفر پر تشریف لے جانے کے موقع پر مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا، یہ نابینا ہونے کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٥٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٢/٣)

شرح الحدیث: قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ: کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے انکو دو مرتبہ اپنا نائب بنایا تمام امور میں اور کہا گیا ہے کہ صرف امامت صلاۃ میں، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو تیرہ مرتبہ نائب بنایا یعنی جب آپ ﷺ غزوات میں تشریف لیجاتے تھے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢١٣

[2] وقال الشوكاني في نيل الأوطار عن هذا الحديث: وقد ثبت في كتب جماعة من أئمة أهل البيت كأحمد بن عيسى والمؤيد بالله وأبي طالب وأحمد بن سليمان والأمير الحسين وغيرهم عن علي عليه السلام مرفوعًا (نيل الأوطار من أسرار منتقى الأخبار ج ٤ ص ١٥٠)

[3] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ٣ ص ٩٩

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: شافعیہ کے نزدیک اعمیٰ اور بصیر اس مسئلہ میں برابر ہیں اس لئے کہ اعمیٰ میں اگر یہ وصف ہے کہ وہ مبصرات میں مشغول نہیں ہوتا تو بصیر میں دوسری صفت ہے کہ وہ نجاست کو دیکھ کر اس سے اچھی طرح بچ سکتا ہے، اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک امات بصیر افضل ہے امامت اعمیٰ سے اس لئے کہ بصیر اقدر ہے اجتناب عن النجاسۃ اور استقبال قبلہ پر، ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ امامت اعمیٰ ہمارے یہاں اس وقت مکروہ ہے جبکہ ایسا بصیر موجود ہو جو علم میں اعمیٰ سے زائد یا ان کے برابر ہو، ورنہ نہیں [1]، اس سب کے برخلاف ابو اسحق مروزی اور امام غزالی کے نزدیک امامت اعمیٰ افضل ہے امامت بصیر سے اس لئے کہ اعمیٰ کی نماز اقرب الی الخشوع ہے بنسبت بصیر کے کہ وہ مبصرات میں مشغول ہو جاتا ہے، (کذا فی البذل والمنهل [2])۔

٦٧- بَابُ إِمَامَةِ الزَّائِرِ

باب ہے مہمان (زیارت کے لئے آنے والے) کی امامت کے بارے میں

٥٩٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ بُدَيْلٍ، حَدَّثَنِي أَبُو عَطِيَّةَ، مَوْلًى مِنَّا، قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ، يَأْتِينَا إِلَى مُصَلَّانَا هَذَا، فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقُلْنَا لَهُ: تَقَدَّمْ فَصَلِّهْ، فَقَالَ لَنَا: قَدِّمُوا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ، وَسَأُحَدِّثُكُمْ لِمَ لَا أُصَلِّي بِكُمْ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يَؤُمَّهُمْ، وَلْيَؤُمَّهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ».

ترجمہ ابو عطیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مالک بن حویرث ہماری نماز کی جگہ (مسجد) تشریف لائے اور نماز کا وقت ہو گیا تو ہم نے ان سے درخواست کی کہ کہ آپ آگے آکر ہماری امامت کیجئے تو وہ فرمانے لگے کہ تم اپنے لوگوں میں سے کسی کو آگے کرو کہ وہ تمہاری امامت کروائے اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ میں تمہاری امامت کس وجہ سے نہیں کر رہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو تو وہ ان کی امامت نہ کروائے بلکہ ان کی امامت انہی میں سے کوئی شخص کروائے۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٣٥٦) سنن النسائي - الإمامة (٧٨٧) سنن أبي داود - الصلاة (٥٩٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٣٦/٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٣/٥)

شرح الحدیث **وہ حضرات جن کو مطلقاً حق تقدم حاصل ہے:** اس مسئلہ میں اسحق بن راہویہ متشدد ہیں ان کے نزدیک مہمان کی امامت میزبان کے یہاں جائز نہیں اگرچہ وہ اجازت دیدے یہ پہلے گذر چکا کہ بعض اشخاص ایسے ہیں کہ ان کو حق تقدم حاصل ہے خواہ اعلم اور اقرأ نہ بھی ہوں، منجملہ ان کے صاحب البیت بھی ہے۔

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٣ ص ١٧٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢١٥

٦٠٨ـ بَابُ الْإِمَامِ يَقُومُ مَكَانًا أَرْفَعَ مِنْ مَكَانِ الْقَوْمِ

باب ہے امام کے مقتدیوں سے بلند جگہ پر کھڑے ہونے کے بارے میں

(یہ جائز ہے یا مکروہ؟)

مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ: امام کا ارتفاع مقتدی پر ائمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ ہے، البتہ مسئلہ کی قیود و تفاصیل میں اختلاف ہے، حنابلہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے، اور شافعیہ ومالکیہ کے نزدیک اگر ارتفاع ضرورۃً ہو تو جائز ہے، مثلاً تعلیم کی ضرورت سے، جیسا کہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی، قیام اور رکوع منبر پر فرمایا اور سجود کے لئے نیچے اترتے تھے، ثم قال: إِنِّي صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوا بِي، وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي [1]، حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ ارتفاع صرف ایک درجۂ منبر کے بقدر تھا اور ارتفاع یسیر میں کچھ حرج نہیں، مزید اختلاف اسمیں یہ ہے کہ مالکیہ کہتے ہیں اگر امام یا مقتدی بلند جگہ پر کبر کیوجہ سے کھڑا ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

حنفیہ کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب صرف امام یا صرف مقتدی بلندی پر کھڑا ہو اور اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی بھی ہوں تب کراہت مرتفع ہو جاتی ہے، نیز قدر ارتفاع میں بھی ہمارے یہاں چند قول ہیں، عند أبي يوسف بقدر قامة الرجل، وعند الطحاوي ما زاد على القامة، بقدر ذراع، ما يقع به الامتياز وهو الراجح۔

اور اگر اس کا برعکس ہو یعنی مقتدی بلند پر ہو اور امام پست جگہ میں تو حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور حنابلہ ومالکیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے (كذا في المنهل [2])۔

٥٩٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ أَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْلَى، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَمَّامٍ، أَنَّ حُذَيْفَةَ، أَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ، فَأَخَذَ أَبُو مَسْعُودٍ، بِقَمِيصِهِ فَجَبَذَهُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: «أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُنْهَوْنَ عَنْ ذَلِكَ؟» قَالَ: «بَلَى، قَدْ ذَكَرْتُ حِينَ مَدَدْتَنِي».

ترجمہ: ہمام سے روایت ہے کہ حذیفہؓ نے مدائن شہر میں دکان (چبوترہ) پر کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت کرائی (یعنی مقتدی نیچے اور وہ اوپر) تو ابو مسعودؓ نے ان کی قمیص پکڑ کر انھیں کھینچ لیا پھر جب نماز سے فارغ ہو گئے تو ابو مسعودؓ نے ان سے کہا کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہمیں اس طرح کرنے سے منع کیا جاتا تھا تو حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا ہاں مجھے بھی جس وقت آپ نے مجھے کھینچا یہ بات یاد آگئی۔

---

[1] صحيح البخاري - كتاب الجمعة - باب الخطبة على المنبر ٨٧٥، صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب جواز الخطوة والخطوتين في الصلاة ٥٤٤

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٢-٣٢٣

شرح الحدیث أَنَّ حُذَيْفَةَ، أَمَّ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ: مدائن سے مدائن کسری مراد ہے جو بغداد میں ہے جو کہ اکاسرہ کا دار المملکۃ تھا، جمع کے صیغہ کیساتھ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ بہت بڑا شہر تھا، دکان سے بلند جگہ مراد ہے۔

باب کی دو حدیثوں میں تعارض: مضمون حدیث واضح ہے اور اس سے اگلی روایت میں اسطرح ہے کہ عمار نے امامت کی اور حضرت حذیفہؓ نے جبذ کیا، اب یا تو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے، اور یا یہ کہا جائے کہ آنیوالی حدیث ضعیف ہے اسمیں ایک راوی مجہول ہے۔

۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو خَالِدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِالْمَدَائِنِ فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ عَمَّارٌ وَقَامَ عَلَى دُكَّانٍ يُصَلِّي وَالنَّاسُ أَسْفَلَ مِنْهُ، فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَأَخَذَ عَلَى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ. حَتَّى أَنْزَلَهُ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا أَمَّ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِي مَكَانٍ أَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ» أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ؟. قَالَ عَمَّارٌ: «لِذَلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِينَ أَخَذْتَ عَلَى يَدَيَّ».

ترجمہ عدی بن ثابت انصاری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو مدائن میں حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ تھا مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ جب نماز کھڑی ہوئی تو حضرت عمارؓ آگے بڑھے اور دکان (اونچی جگہ) پر کھڑے ہو گئے نماز پڑھانے لگے اسطرح کہ لوگ (مقتدی) ان سے نیچے تھے حضرت حذیفہؓ نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے تو عمارؓ حضرت حذیفہؓ کے پیچھے ہو لیے یہاںتک کہ حضرت حذیفہؓ نے انکو نیچے اُتار دیا پھر جب عمارؓ نماز سے فارغ ہو گئے تو حذیفہؓ فرمانے لگے کیا تم نے نہیں سنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کوئی شخص امامت کرے تو چاہیے کہ مقتدیوں سے بلند جگہ پر نہ کھڑا ہو یا اسی طرح فرمایا عمارؓ نے کہا کہ اسی (فرمان کے یاد آجانے) کی وجہ سے جب آپ نے میرے ہاتھ پکڑے تو میں آپ کے پیچھے ہو لیا۔

۶۹ - بَابُ إِمَامَةِ مَنْ يُصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ

باب جو شخص فرض نماز پڑھ چکا ہو وہ دوسروں کی جماعت کروائے

اس باب میں صلوۃ المفترض خلف المتنفل کا مسئلہ مذکور ہے، اس لئے کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کیساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنی قوم بنو سلمہ کو وہی نماز جاکر پڑھاتے تھے۔

صلوۃ المفترض خلف المتنفل کی بحث: داوٗد ظاہری اور شافعیہ کے نزدیک صلوۃ المفترض خلف المتنفل جائز ہے، یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے، اور حنفیہ ومالکیہ اور حنابلہ کے مشہور قول میں یہ جائز نہیں ہے، ایسے ہی صلوۃ الظہر خلف من یصلی العصر وعکسہ، اسمیں بھی یہی اختلاف ہے، شافعیہ کے نزدیک جائز ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں، اور تیسرا

مسئلہ ہے صلوۃ المتنفل خلف المفترض کا، یہ جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے مالکیہ کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں [1]۔

جمہور حدیث الباب یعنی قصہ صلوۃ معاذؓ جو کہ صحیحین میں بھی مذکور ہے کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس سے استدلال صحیح نہیں، ممکن ہے وہ آپ ﷺ کے پیچھے نفل کی نیت سے پڑھتے ہوں، إذا جاء الإحتمال بطل الإستدلال۔

شافعیہ کا حدیث سے استدلال اور جمہور کی طرف سے جواب: شافعیہ کہتے ہیں، مصنف عبد الرزاق، طحاوی، دار قطنی کی روایت میں بطریق ابن جریج عن عمرو بن دینار تصریح ہے هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ، وَلَهُمْ فَرِيضَةٌ [2]، امام طحاویؒ نے فرمایا کہ اس واقعہ معاذؓ کو سفیان بن عیینہ نے نہایت احسن طریقہ سے روایت کیا ہے اسمیں تو یہ زیادتی ہے نہیں جس کو ابن جریج روایت کر رہے ہیں، پس ظاہر یہ ہے کہ یہ لفظ مدرج ہے ابن جریج کیطرف سے یا پھر ہو سکتا ہے انکے شیخ کیطرف سے یا زائد سے زائد یہ کہہ سکتے ہیں کہ واقعی یہ حضرت معاذؓ ہی نے فرمایا ہو، تب بھی یہ زیادتی موقوف ہی رہی مرفوعاً اسکا ثبوت نہیں، خود وہ اپنے طور سے ایسا کیا کرتے تھے، اب اگر حضور ﷺ اسکی تقریر فرمادیتے تب بھی درست تھا اور یہاں صورت حال اس کے برعکس ہے یعنی آپ ﷺ کو جب یہ علم ہوا کہ وہ اپنے یہاں جاکر بھی نماز پڑھاتے ہیں اور طویل نماز پڑھاتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یا مُعَاذُ إِمَّا أَنْ تُصَلِّيَ مَعِي، وَإِمَّا أَنْ تُخَفِّفَ عَنْ قَوْمِكَ یعنی یا تو میرے ساتھ نماز پڑھو یا دوسری صورت یہ ہے کہ اپنی قوم کو نماز پڑھاؤ لیکن خفیف اور مختصر [3]، اس حدیث میں گویا آپ ﷺ نے انکو دونوں جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمادیا، فکیف الاستدلال۔

حافظ ابن حجر کی تاویل: حافظ ابن حجرؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ آپ ﷺ کی مراد یہ نہیں ہے کہ صرف ایک جگہ نماز پڑھو بلکہ دراصل تطویل صلاۃ سے منع کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یا تو صرف میرے ساتھ پڑھو، أي أن لم تخفف عن قومك (اگر مختصر نماز نہیں پڑھا سکتے) وإما أن تخفف عن قومك أي وتصلي معي اور اگر مختصر نماز پڑھا سکتے ہو اپنی قوم کو تو پھر میرے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہو، علامہ عینیؒ نے حافظ صاحبؒ کے اشکالات کے جوابات دیئے ہیں، یہ سارا مناظرہ حضرتؒ نے بذل المجهود [4] میں ذکر فرمایا ہے، حافظؒ کا یہ کہنا أن لم تخفف عن قومك صحیح نہیں اس لئے کہ اسکا کیا مطلب اگر تم تخفیف نہیں کر سکتے نہ کر سکنے کے کیا معنی؟ کیا وہ تخفیف پر قادر نہ تھے، اور پھر تخفیف ائمہ تو مأمور بہ من الشارع ہے اسمیں تعلیق کیسے درست ہے۔

جمہور کے مزید دلائل: حنفیہ بلکہ جمہور کے پاس اور بھی دلائل ہیں، مثلاً صلاۃ الخوف کی مشروعیت کہ اگر صلوۃ

---

[1] كذا في الفيض السمائي ج ١ ص ٢٧٤

[2] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب الرجل يصلي الفريضة خلف من يصلي تطوعا ٢٣٦٠ (ج ١ ص ٤٠٩)۔

[3] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب الرجل يصلي الفريضة خلف من يصلي تطوعا ٢٣٦٢ (ج ١ ص ٤٠٩ - ٤١٠)

[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ١٩٥ - ١٩٧ ،عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٥ ص ٢٣٩ - ٢٤٠ ،بذل المجهود في حل أبي داود ج ٤ ص ٢٢٢ - ٢٣١

المفترض خلف المتنفل جائز ہوتی تو پھر صلاۃ الخوف کا طریقہ جاری کرنے کی کیا حاجت تھی جس امام کے پیچھے لوگ نماز پڑھنا چاہیں وہ ایک جماعت کو پوری نماز ایک مرتبہ پڑھادے اور دوسری مرتبہ دوسری جماعت کو پڑھادے، نیز حدیث مرفوع إنما جعل الإمام لیؤتم بہ. لا تختلفوا علی أئمتکم [1]، اور اختلاف نیت سے زیادہ اختلاف اور کیا ہوسکتا ہے، شافعیہ یہ کہتے ہیں ائتمام واقتداء کا تعلق ظاہری افعال سے ہے کہ ظاہر میں اس کے ساتھ رہو، اذا رکع فارکعوا، اذاسجد فاسجدوا، وغیرہ وغیرہ نیات کا اتحاد واتفاق اسمیں داخل نہیں۔

۵۹۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ «كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ»، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ.

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ حضرت معاذؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء ادا کرتے پھر وہ اپنی قوم کے پاس آکر اسی نماز کی امامت کرواتے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦٦٨) صحيح البخاري - الأذان (٦٦٩) صحيح البخاري - الأذان (٦٧٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٥٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٥) جامع الترمذي - الجمعة (٥٨٣) سنن النسائي - الإمامة (٨٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (٥٩٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٩/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٩٦)

شرح الحدیث أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ «كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ»: حضرت معاذؓ کا یہ قصہ صحیحین کی روایت کے مطابق عشاء کی نماز کا ہے، یہاں ابوداود میں بھی عشاء ہی ہے۔

قصۂ معاذؓ میں عشاء اور مغرب کا تعارض: لیکن آگے چل کر ابواب القرآت میں ایک روایت میں بجائے عشاء کے مغرب کا لفظ وارد ہے اسی طرح نسائی [2] کی بھی ایک روایت میں عشاء اور ایک میں مغرب مذکور ہے، حضرت گنگوہیؒ اور حضرت سہارنپوریؒ کی رائے یہ ہے کہ تعدد واقعہ پر محمول کرنا درست نہیں اس لئے کہ حضرت معاذؓ جیسے جلیل القدر صحابی سے یہ بعید ہے کہ ایک مرتبہ تنبیہ کرنے کے بعد بھی پھر وہ ایسا کریں اور پھر دوبارہ تنبیہ کی ضرورت پیش آئے، لہذا عشاء ہی صحیح ہے جیسا کہ مشہور ہے، لیکن حافظؒ کا میلان تعدد واقعہ کیطرف ہے اس لئے کہ رجل معتزل کے نام میں بھی روایات مختلف ہیں تین نام روایات میں آتے ہیں، حرام بن ملحان، حزم بن ابی کعب، سلیم، اس سے تعدد کی تائید ہوتی ہے، تعدد پر جو اشکال ہوتا ہے اس کا جواب علامہ سندیؒ نے حاشیۂ نسائی میں یہ دیا ہے کہ یوں کہا جائے کہ پہلی مرتبہ واقعہ پیش آیا تو اسکی شکایت ابھی تک

---

[1] إِنَّمَا الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ (صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب ائتمام المأموم بالإمام ٤١٤)

[2] اور ترمذی میں بھی لفظ مغرب کی تصریح موجود ہے۔ (از مترجم)

حضور ﷺ تک نہیں پہنچی تھی کہ پھر دوسری مرتبہ دوسری نماز میں بھی یہی صورت پیش آئی دونوں واقعوں کی شکایت آپ ﷺ کو ایک ساتھ پہنچی جس پر آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو بلا کر تنبیہ فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۶۰۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: «إِنَّ مُعَاذًا، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ.

ترجمہ: عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبد اللہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمالیتے پھر آپ اپنی قوم (قبیلہ) کی طرف آتے تو (اسی نماز کی) اپنے قبیلہ کے لئے امامت کراتے۔

تخریج: جامع الترمذي - الجمعة (۵۸۳) سنن أبي داود - الصلاة (۶۰۰)

۷۰ - بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ

﴿باب امام کے نماز بیٹھ کر پڑھانے کی صورت میں کیا حکم ہے؟﴾

لفظ مِن زائد ہے، اور بعض نسخوں میں ہے باب إذا صلى الامام قاعداً [1]، امام اگر عذر کی وجہ سے نماز بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی کیسے پڑھیں۔

مسئلة الباب میں مذاہب ائمہ: مسئلہ مختلف فیہ ہے، جمہور علماء کہتے ہیں کہ مقتدی قائماً پڑھیں کہ ان کو کوئی عذر نہیں، امام احمدؒ اور اسحٰق بن راہویہؒ کے نزدیک مقتدین بھی قاعداً نماز پڑھیں، اس قعود میں وہ امام کی موافقت کریں، اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ قاعداً نماز پڑھانے والے کی امامت جائز ہی نہیں غیر معذور اس کی اقتداء قائماً بھی نہ کریں، اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے لہذا اس مسئلہ میں تین قول ہو گئے، ایک جمہور کا، اور ایک امام احمدؒ وغیرہ کا، اور تیسرا امام مالکؒ و محمدؒ کا اور امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے فرمایا لَا يَؤُمَّنَّ أَحَدٌ بَعْدِي جَالِسًا [2]، لیکن یہ حدیث مرسل ہے جس کو جمہور نے تنزیہ پر محمول کیا ہے، اور امام احمدؒ کی دلیل حدیث الباب ہے جس کا جواب ہماری طرف سے آگے آئیگا۔

۶۰۱ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: "إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ".

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو گھوڑے سے گرنے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٣٢

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٣ ص ١٩٥

کی وجہ سے آپ ﷺ کی دائیں جانب (پہلو) متاثر ہوئی تو آپ ﷺ نے (فرض) نماز بیٹھ کر پڑھائی اور ہم نے آپ کے پیچھے بیٹھ کر ہی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اسلیئے بنایا جاتا ہے تاکہ اسکی اقتداء کی جائے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب وہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم کہو رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٧١) صحيح البخاري - الأذان (٦٥٧) صحيح البخاري - الأذان (٦٩٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٠) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٢) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤١١) جامع الترمذي - الصلاة (٣٦١) سنن النسائي - الإمامة (٧٩٤) سنن النسائي - الإمامة (٨٣٢) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٠١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٣٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٦٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٠٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٠)

شرح الحديث عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ: یعنی ایک مرتبہ آپ ﷺ گھوڑے پر سوار تھے اس سے گر پڑے جس سے آپ ﷺ کی دائیں جانب متاثر ہو گئی۔

اس روایت میں شِقُّهُ الْأَيْمَنُ مذکور ہے، اور ایک روایت میں فَجُحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَتِفُهُ اور ایک روایت میں ہے فَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ ہے، حافظؒ فرماتے ہیں لامنافاة بينهما لاحتمال وقوع الأمرين [1] یعنی دائیں جانب بھی متاثر ہوئی اور قدم مبارک میں موچ بھی آئی، یہ واقعہ ذی الحجہ ۵ھ میں پیش آیا اس موقعہ پر حضور ﷺ نے متعدد فرض نمازیں قاعداً پڑھائیں اور صحابہ کو بھی اپنے ساتھ جالساً نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

مسئلة الباب میں جمہور کی دلیل: یہی حدیث حنابلہ کا مستدل ہے اس کا جواب آپ مشکوۃ المصابیح میں پڑھ چکے ہیں، صاحب مشکوۃ نے بعض علماء سے اسکا جواب یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور یہ واقعہ شروع کا ہے اور مرض الوفات کا واقعہ جس میں آپ ﷺ نے نماز بیٹھ کر پڑھائی اور صحابہؓ نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی، وہ اس کے لئے ناسخ ہے [2]۔

وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اور حنابلہ مرض الوفاۃ والی روایت کا ایک جواب تو یہ دیتے ہیں کہ اس روایت میں شدید اختلاف ہے اس بات میں کہ اس قصہ میں امام کون تھا ابو بکرؓ یا خود حضور ﷺ، لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں، دوسرا جواب انہوں نے اسکا یہ دیا کہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ امام عذر کیوجہ سے شروع ہی سے نماز بیٹھ کر پڑھائے، اس صورت کا حکم تو یہ ہے کہ مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھیں، دوسری صورت یہ ہے کہ امام نماز کی ابتداء تو کرائے قائما

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ١٧٨

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح رقم الحديث ١١٣٩ - ج ٣ ص ١٩٥

لیکن بعد میں کسی عذر کیوجہ سے اسکو بیٹھنا پڑ جائے، تو اس صورت میں مقتدی کو بیٹھنا نہیں چاہئے، جیسا کہ مرض الوفات میں ہوا کہ شروع میں امام صدیق اکبرؓ تھے جو کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے، بعد میں حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے آئے جس پر صدیق اکبرؓ پیچھے ہو گئے اور آپ ﷺ ان کے بجائے امام ہو گئے تو گویا یوں سمجھئے کہ امام کو درمیان میں عذر پیش آ گیا، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ درمیان میں عذر پیش آجانے کا حکم دوسرا ہے۔ اس کے جواب میں جمہور یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو آپ نے حدیث کی توجیہ خالص اپنے مسلک کے مطابق کر لی، حدیث کا رخ اپنی طرف موڑ لیا۔

امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ کیلئے دو باب الگ الگ قائم کئے ہیں، ایک مذہب حنابلہ کے اثبات کیلئے جس طرح مصنفؒ نے قائم فرمایا، دوسرا باب جمہور کا مسلک ثابت کرنے کیلئے قائم کیا اور اسمیں مرض الوفاة والی نماز کا قصہ مختلف روایات سے ذکر کیا ہے، لیکن امام ابوداؤدؒ نے مسلک جمہور کو ثابت کرنے کیلئے نہ مستقل باب قائم فرمایا اور نہ جمہور کی دلیل ذکر فرمائی، امام خطابیؒ نے اس کتاب کی شرح معالم السنن میں اس پر اظہار تعجب کیا ہے، کہ یہاں پر مصنف نے اپنی عادت کے خلاف صرف ایک فریق کی دلیل ذکر فرمائی اور جمہور کی دلیل سے کوئی تعرض نہیں کیا، حالانکہ یہ کتاب امہات سنن سے ہے اور بڑی جامع کتاب ہے، نہ معلوم مصنفؒ کو کیا ذہول ہوا[1]، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: ہمارے حضرت شیخ کی رائے جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں بھی گذر چکا، یہ ہے کہ امام ابوداؤد حنبلی ہیں حنابلہ کے دلائل نسبۃً زیادہ اہتمام سے بیان فرماتے ہیں، مصنفؒ نے جو طرز یہاں اختیار فرمایا اس سے حضرت شیخ کی رائے کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ ثانیہ: وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ یہ مطلب نہیں کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر ساری نماز پڑھو، بلکہ مطلب یہ ہے اذا جلس فاجلسوا، کہ جب امام تشہد کیلئے بیٹھے تو تو بھی بیٹھو، کما قال اذا کبر فکبروا واذا رکع فارکعوا، لیکن یہ جواب بس ایسا ہی ہے روایات مفصلہ کے خلاف ہے لیکن بعض الفاظ روایات سے اس معنی کی فی الجملہ تائید بھی ہوتی ہے، اس لئے کہ فرمارہے ہیں وَلَا تَفْعَلُوا كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ فَارِسَ بِعُظَمَائِهَا، لہذا ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہؓ حالت تشہد میں بجائے بیٹھنے کے ادباً و تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہوں، اس پر آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ اس طرح میرے لئے نہ کھڑے ہو جس طرح اہل فارس اپنے بڑوں کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں۔

۶۰۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَوَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بِالْمَدِينَةِ فَصَرَعَهُ عَلَى جِذْمِ نَخْلَةٍ فَانْفَكَّتْ قَدَمُهُ، فَأَتَيْنَاهُ نَعُودُهُ، فَوَجَدْنَاهُ فِي مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسَبِّحُ جَالِسًا، قَالَ: فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَسَكَتَ عَنَّا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، نَعُودُهُ فَصَلَّى الْمَكْتُوبَةَ جَالِسًا، فَقُمْنَا خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: «إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَلَا تَفْعَلُوا كَمَا يَفْعَلُ

---

[1] معالم السنن ج ۱ ص ۱۷۲

أَهْلُ فَارِسَ بِعُظَمَائِهَا».

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں گھوڑے پر سوار ہوئے۔ تو گھوڑے نے آپ کو درخت کی جڑ پر گرادیا جس سے آپ ﷺ کے پاؤں میں موچ آگئی چنانچہ ہم آپ ﷺ کے پاس حال دریافت کرنے اور عیادت کیلئے حاضر ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کو حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں بیٹھنے کی حالت میں نماز نفل میں مشغول پایا ہم آپ ﷺ کے پیچھے ہی کھڑے رہے (نماز کی نیت باندھ کر) اور آپ کو کچھ نہ بولے۔ دوسری مرتبہ ہم پھر مزاج پرسی کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ بیٹھ کر فرض نماز پڑھ رہے تھے تو ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہو گئے، آپ ﷺ نے ہمیں اشارہ فرمایا تو ہم بیٹھ گئے پھر جب نماز پوری فرمائی تو ارشاد فرمایا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو اور اہل فارس جس طرح اپنے بڑوں (بادشاہوں) کے ساتھ کیا کرتے تھے تم ایسا نہ کرو۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤١٣) سنن النسائي - السهو (١٢٠٠) سنن أبي داود - الصلاة (٦٠٢) سنن ابن ماجة - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٣٤)

٦٠٣ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَعْنَى، عَنْ وُهَيْبٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَلَا تُكَبِّرُوا حَتَّى يُكَبِّرَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَلَا تَرْكَعُوا حَتَّى يَرْكَعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ - قَالَ مُسْلِمٌ: وَلَكَ الْحَمْدُ - وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَلَا تَسْجُدُوا حَتَّى يَسْجُدَ، وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَفْهَمَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمَانَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام کو اسلیئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب تک وہ تکبیر نہ کہے تم تکبیر نہ کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور تم جب تک رکوع نہ کرو جب تک کہ وہ رکوع نہ کرے اور جب وہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم کہو اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور مسلم بن ابراھیم راوی فرماتے ہیں اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور جب وہ سجدہ کرنے تو تم بھی سجدہ کرو اور اس کے سجدہ کرنے سے پہلے تم سجدہ نہ کرو۔ اور جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ والا جملہ (میں سلیمان استاد سے سمجھ نہیں سکا تھا) تو مجھے میرے بعض ساتھیوں نے اس حدیث کا یہ جملہ سمجھا دیا۔

٦٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ» بِهَذَا الْخَبَرِ زَادَ «وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا»، قَالَ أبو داؤد: «وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ الْوَهْمُ عِنْدَنَا مِنْ أَبِي خَالِدٍ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ امام اسلیئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اس حدیث کے ساتھ یہ بھی زیادتی ہے کہ جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو اور امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی إِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا محفوظ نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ابو خالد کا وہم ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٨٩) صحيح مسلم - الصلاة (٤١٤) صحيح مسلم - الصلاة (٤١٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢١) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٠٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١١)

شرح الحدیث: زَادَ «وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا»، قَالَ أبو داؤد: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ: زاد کی ضمیر بذل اور منہل [1] میں ابو خالد کی طرف راجع کی ہے جو ابن عجلان کے شاگرد ہیں، اور مصنف کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن عون المعبود میں زاد کا فاعل زید بن اسلم کو لکھا ہے [2] بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پر سند میں زید بن اسلم کا مقابل تو موجود ہے یعنی مصعب بن محمد جیسا کہ اوپر والی سند میں ہے، یہ دونوں یعنی مصعب اور زید بن اسلم ابو صالح کے شاگرد ہیں، اور ابو خالد کا مقابل یہاں کہیں سند میں موجود نہیں، لیکن بظاہر اوجہ وہی ہے جو بذل اور منہل میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

واذا قرأ فانصتوا کے ثبوت کی بحث: اس کے بعد جاننا چاہئے اس کتاب کے شارح حافظ منذریؒ نے امام ابو داؤد کی تنقید کو تسلیم نہیں کیا، اور یہ کہا ابو خالد الاحمر جن کا نام سلیمان بن حیان ہے یہ صحیحین کے راوی ہیں، شیخین نے ان کی روایت کی تخریج کی ہے، بالکل ثقہ راوی ہیں اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہوتی ہے، اگرچہ وہ متفرد ہو، اور یہاں تو تفرد بھی نہیں ہے بلکہ محمد بن سعد الانصاری نے ابو خالد کے متابعت کی ہے جیسا کہ نسائی [3] کی روایت میں موجود ہے لہٰذا یہ زیادتی صحیح اور ثابت ہے۔

جاننا چاہئے کہ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا، اس کتاب میں آگے چل کر باب التشہد میں بھی آرہا ہے، لیکن وہ حدیث ابو موسی اشعریؓ کی ہے اور یہاں جو حدیث ہے وہ ابو ہریرہؓ کی ہے، وہاں بھی مصنف نے اس لفظ پر کلام کیا ہے اور اس کو غیر محفوظ قرار دیا ہے اور فرمایا لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ [4]۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٣٣٢ . بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٣٨

[2] عون المعبود على سنن أبي داود - ج ٢ ص ٣١٥

[3] سنن النسائي - كتاب الإفتتاح - باب تأويل قوله عزوجل: { وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ } ٩٢٢

[4] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب التشهد ٩٧٣

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث جس میں یہ زیادتی موجود ہے، کی تخریج کی ہے، امام مسلمؒ کے کسی شاگرد نے اس لفظ پر تردد کا اظہار کیا اور وہ تردد یہی ہو سکتا تھا کہ اس زیادتی کیساتھ سلیمان تیمی متفرد ہیں تو اس پر امام مسلمؒ نے فرمایا أَتُرِيدُ أَحْفَظَ مِنْ سُلَيْمَانَ؟ یعنی اگر سلیمان تیمی اس کے ساتھ متفرد ہیں تو کیا حرج ہے وہ تو بڑے ثقہ اور حافظ حدیث ہیں، اس کے بعد اسی سائل نے امام مسلمؒ سے دریافت کیا کہ یہ لفظ حدیث ابو ہریرہؓ میں بھی ہے کیا وہ بھی آپ کے نزدیک صحیح ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے سائل نے کہا کہ پھر آپ نے اسکی یہاں اس کتاب میں تخریج کیوں نہیں کی تو انہوں نے فرمایا لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٍ وَضَعْتُهُ هَاهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُ هَاهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ [1] کہ یہ ضروری نہیں کہ جو حدیث میرے نزدیک صحیح ہو اس کو میں یہاں اپنی صحیح میں ذکر کروں، اپنی اس صحیح میں تو صرف وہ احادیث لاتا ہوں جن کی صحت پر مشائخ کا اجماع ہوتا ہے، یہ تمام عبارت صحیح مسلم کے اندر متن میں موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث جس میں یہ زیادتی موجود ہے وہ بقول امام مسلمؒ کے بالاجماع صحیح ہے (مگر یہ ذہن میں رہے کہ امام مسلمؒ کی مراد اجماع سے چند مخصوص مشائخ کا اجماع ہے)، حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود میں وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا کی زیادتی متعدد صحابہ کی روایات سے کتابوں کے حوالہ کیساتھ ایک درجن (۱۲) طرق سے ثابت فرمائی ہے، اور اخیر میں ہے کہ ان طرق میں بعض صحیح اور بعض ضعیف ہیں، اگر یہ تمام بھی ضعیف ہوتے تب بھی تعدد کیوجہ سے ضعف کا انجبار ہو جاتا، پھر چہ جائیکہ بعض طرق ان میں سے صحیح ہیں [2]، یہ ساری بحث اور مضمون قرأت فاتحہ خلف الامام سے متعلق ہے جو قابل حفظ ہے، وہاں کام آئیگی، یہاں پر بحث حدیث الباب میں ہونے کی وجہ سے بے محل اور قبل از وقت آ گئی ہے۔

٦٠٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنِ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: «إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر اقتداء کی تو آپ نے لوگوں کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ امام اسلئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کیا کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم سر اٹھاؤ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

٦٠٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْمَعْنَى أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ:

[1] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب التشهد في الصلاة ٤٠٤

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٤٥-٢٤٨

اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ، وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُكَبِّرُ لِيُسْمِعَ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض لاحق ہوا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس حال میں نماز پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ابو بکرؓ تکبیر کہہ رہے تھے تا کہ لوگ تکبیر کی آواز سن لیں پھر آگے حدیث پوری بیان کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٥٦) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٢) صحيح البخاري - الجمعة (١١٧٩) صحيح البخاري - المرضى (٥٣٣٤) صحيح مسلم - الصلاة (٤١٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٠٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٦٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٤٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٩٤) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٠٧)

٦٠٧ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَخْبَرَنَا زَيْدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي حُصَيْنٌ، مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّهُمْ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ إِمَامَنَا مَرِيضٌ، فَقَالَ: «إِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمُتَّصِلٍ.

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیرؓ سے مروی ہے کہ وہ امامت کرایا کرتے تھے (ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا امام بیمار ہو گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ حدیث متصل نہیں ہے۔

٧٢ - بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ كَيْفَ يَقُومَانِ

باب دو آدمیوں میں سے ایک جماعت کروائے دوسرے کو تو دونوں کسطرح کھڑے ہوں؟

٦٠٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ فَأَتَوْهُ بِسَمْنٍ وَتَمْرٍ، فَقَالَ: «رُدُّوا هَذَا فِي وِعَائِهِ، وَهَذَا فِي سِقَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ»، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ تَطَوُّعًا فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ حَرَامٍ خَلْفَنَا، قَالَ ثَابِتٌ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ عَلَى بِسَاطٍ.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام کے گھر میں داخل ہوئے تو وہ اہل خانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گھی اور کھجور لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھجوروں کو انکے برتن میں اور گھی یا مکھن کو اس کے مشکیزے میں الٹ دو اسلئے کہ میرا روزہ ہے پھر کھڑے ہو گئے اور ہمیں دو رکعت نفل کی جماعت کروائی تو ام سلیم اور ام حرام ہمارے پیچھے صف میں کھڑے ہوئیں۔ ثابت فرماتے ہیں کہ اور میرا خیال یہی ہے کہ انسؓ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کیا چٹائی پر۔

تخریج: سنن النسائي - الإمامة (٨٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٠٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٥) مسند أحمد - باقي

مسند المكثرين (۳/ ۱٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/ ۲٤۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/ ۲٤۸)

شرح الحديث أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ: یہ ام حرام حضرت انسؓ کی خالہ ہیں ام سلیم کی بہن قباء میں رہتی تھیں، روایات میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ قباء میں تشریف لیجاتے تو ان کے یہاں بھی تشریف لیجاتے، ان کے یہاں حضور ﷺ کا کھانا نوش فرمانا قیلولہ فرمانا اور تفلیۂ [1] راس (سر میں جوں تلاش کرنا) وغیرہ سب کچھ ثابت ہے، اب یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ کس بناء پر تھا۔

حضور ﷺ اور ام حرام کے درمیان علاقہ محرمیت کی بحث: سو بعض علماء نے تو علاقۂ محرمیت کا دعویٰ کیا ہے، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں اتفق العلماء على أنها كانت محرما له صلى الله عليه وسلم واختلفوا في كيفية ذلك [2]، سو بعض نے کہا کہ یہ آپ ﷺ کی رضاعی خالہ تھیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں تھیں، اور بعض نے نسبی تعلق بھی ثابت کیا ہے قال ابن رسلان: وكانت إحدى خالاته من الرضاعة قاله ابن وهب، وقال غيره بل خالته لأبيه أو لجده [3]، اور اس کے بالمقابل علامہ دمیاطیؒ نے مبالغہ کیساتھ رد کیا ہے ان لوگوں کا جو علاقۂ محرمیت کے قائل ہیں، ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ علاقۂ محرمیت نہیں مانتے وہ یہ کہتے ہیں آپ ﷺ معصوم تھے "يملك اربه عن زوجته فكيف عن غيرها" یعنی آپ ﷺ اپنے نفس پر پورے پورے قابو یافتہ تھے، لہذا یہ یعنی خلوت بالاجنبیہ کا جواز آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہوا [4]، گو قاضی عیاضؒ نے اس کو نہیں مانا "الخصوصيات لا تثبت بالاحتمال" لیکن حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہی ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے۔

فَقَالَ: رُدُّوا هَذَا فِي وِعَائِهِ، وَهَذَا فِي سِقَائِهِ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھجوروں کو تو مشکیزہ میں رکھدیں اور مشکیزہ میں جو گھی یا مکھن ہے اسکو کھجوروں کے برتن میں الٹ دیں، بظاہر تبدیل دعا کی مصلحت یہ ہے کہ کھجور کو بند چیز میں رکھتے ہیں اسلئے کہ ہوا سے اس میں کیڑا پیدا ہو جاتا ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے دونوں چیزیں تھوڑی تھوڑی نکال کر آپ ﷺ کے سامنے رکھی ہوں آپ ﷺ نے فرمایا نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہر ایک کو اسکے برتن میں لوٹا دیں اس لئے کہ میرا روزہ ہے۔

ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا رَكْعَتَيْنِ: آپ ﷺ نے بیت ام حرامؓ میں نفل نماز پڑھی تا کہ ان کے گھر میں اور رزق میں خیر و برکت ہو، اس لئے کہ نماز جالب رزق ہے بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نماز ہر منزل کا تحیہ ہے۔

---

1. كما سيأتي في كتاب الجهاد باب في ركوب البحر في الغزو (۲٤۹۱)، من حديث انس، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا ذهب إلى قباء يدخل على أم حرام بنت ملحان، ...... فدخل عليها يوما فأطعمته، وجلست تفلي رأسه.
2. المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ۱۳ ص ٥۷
3. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ۲٠۱
4. عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي - ج ۷ ص ۱٤٦

تنفل بالجماعۃ میں اختلاف علماء: اس حدیث میں تنفل بالجماعۃ کا ثبوت ہے جو امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک مختصر سی جماعت غیر مشہور جگہ میں جائز ہے، اور اسی طرح حنفیہ کے یہاں بھی لیکن صرف دو مقتدیوں کیساتھ اور اگر امام کے علاوہ تین شخص ہوں، اسمیں ہمارے یہاں دونوں قول ہیں، اور اگر امام کے علاوہ چار ہوں تو بلا خلاف مکروہ ہے[1]۔

مسئلۃ الباب میں اختلاف علماء: أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو، ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے لیکن اگر بائیں جانب کھڑا ہو جائے تب بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے بخلاف امام احمدؒ کے کہ ان کے نزدیک بائیں جانب کھڑے ہونے سے نماز فاسد ہو جائے گی، اور ابراہیم نخعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو، رکوع میں جانے تک اگر کوئی دوسرا شخص آکر شامل ہو جائے فبہا ورنہ آگے بڑھکر امام کے برابر میں کھڑا ہو جائے، تیسرا مذہب یہاں سعید بن المسیبؒ کا ہے کہ مقتدی واحد کو خلف الامام ہی کھڑا ہونا چاہئے۔ (نقلہ الشعرانی فی المیزان[2])۔

٦٠٩ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «أَمَّهُ وَامْرَأَةً مِنْهُمْ، فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی اور ان کے خاندان کی ایک عورت کی امام کروائی تو ان کو اپنے دائیں جانب اور عورت کو پیچھے کھڑا کیا۔

تخریج: سنن النسائي – الإمامة (٨٠٥) سنن أبي داود – الصلاة (٦٠٩) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٥) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (١٦٠/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٤٢/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٤٨/٣)

شرح الحديث: قولہ: فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَ ذَلِكَ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا مقام صف میں پیچھے ہے اگرچہ وہ تنہا ہی کیوں نہ ہو، مسئلہ متفق علیہ ہے، لیکن اختلاف اس میں ہے کہ اگر عورت مرد کے برابر یا اس سے آگے کھڑی ہو جائے تو کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی، اور حنفیہ کے نزدیک حکم قیاس تو یہی ہے لیکن ان کے نزدیک استحساناً مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، بشرطیکہ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو، اور اگر اس نے نیت نہیں کی تو مرد کی نماز درست اور عورت کی نماز فاسد ہو جائیگی، یہ مسئلہ مسئلۃ المحاذاۃ کہلاتا ہے اسمیں احناف وجمہور کا اختلاف مشہور ہے۔

مسئلۂ محاذاۃ میں حنفیہ کی دلیل پر کلام: حنفیہ کی تائید حدیث الباب سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے

---

[1] الفیض السمائی ص ٢٦٨
[2] کتاب المیزان للشعرانی – ج ٢ ص ١٤٣

ام سلیم کو باوجود اس کے تنہا ہونے کے پیچھے کھڑا کیا حالانکہ انفراد خلف الصف اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے، اور امام احمدؒ کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے، دوسری دلیل عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث موقوف ہے جو غیر مدرک بالرائے ہونیکی بناء پر حکم میں مرفوع کے ہے أَخِّرُوهُنَّ حَيْثُ أَخَّرَهُنَّ اللهُ رواه الطبرانی ❶ قال ابن دقيق العيد: إنه حديث صحيح قاله القاریؒ فی البنایۃ (کذا فی البذل ❷)، معلوم ہوا کہ مرد کا مقام تقدم ہے اور عورت کا مقام تأخر، اگر مرد اپنے برابر میں عورت کو نماز کے اندر جگہ دے رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس نے اپنا مقام کو ترک کیا، اور اپنے مقام کو ترک کرنا بڑی بھاری اور بنیادی غلطی ہے معمولی چیز نہیں، اس لئے مرد کی نماز فاسد ہو جائیگی، حافظ ابن حجرؒ نے مسلک احناف پر اظہار تعجب کیا ہے اور یہ کہ یہ ایسی کمزور بات ہے جس کے جواب کی بھی حاجت نہیں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ مرد کا مقام تقدم علی المرأۃ ہے لیکن اس کے خلاف کرنے سے یہ کہاں ضروری ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے، وہ کہتے ہیں دیکھئے ثوب مغصوب میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اس کو اتار دینا واجب ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی میں نماز پڑھ لے تو بالاتفاق نماز صحیح ہو جاتی ہے زائد سے زائد مکروہ ہو گی اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہئے ❸۔

حافظ ابن حجر کے کلام کا رد: لیکن حافظؒ کا یہ قیاس مع الفارق ہے اس لئے کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ ترک مقام ایک اساسی اور بنیادی غلطی ہے لہذا اس کا حکم بھی اسی کے مناسب اور سخت ہونا چاہئے کما لا یخفی، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ قائل (ابن حجر) حنفیہ کے مقال کی وقت کا ادراک کر لیتا تو وہ نہ کہتا جو اس نے کہا، اس میں قصور اپنی فہم کا ہے ❹، اور حضرت سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ حافظ نے ثوب مغصوب والی مثال تو پیش کی، اور یہ مثال کیوں نہیں پیش کی، کہ دیکھئے امام کا مقام تقدم علی المقتدی ہے، اب اگر امام خود پیچھے اور مقتدی کو اپنے سے آگے کر دے تو بتایئے نماز فاسد ہو گی کہ نہیں؟ ❺

۶۱۰ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ «فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَطْلَقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ أَوْكَأَ الْقِرْبَةَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ كَمَا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَنِي بِيَمِينِهِ فَأَدَارَنِي مِنْ وَرَائِهِ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر رات گزاری (تو دیکھا) رسول اللہ ﷺ رات کو بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے مشکیزہ کھول کر وضو فرمایا پھر مشکیزے کا منہ بند کر دیا پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں

❶ المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ۹٤۸٤ (ج۹ ص۲۹۵)
❷ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ۲۵۳
❸ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج۲ ص ۲۱۲
❹ عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج۵ ص ۲٦١
❺ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ۲۵٤

بھی (یہ دیکھ کر) کھڑا ہوا اور وضو کیا جسطرح آپ ﷺ نے وضو فرمایا تھا پھر میں آکر آپ ﷺ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے مجھے میرے دائیں پہلو کی طرف پکڑا اور اپنے پیچھے سے اپنے دائیں جانب کھینچ کر کھڑا کر دیا چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔

٦١١ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَأَخَذَ بِرَأْسِي أَوْ بِذُؤَابَتِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ.

ترجمہ: ابن عباسؓ سے گزشتہ حدیث مروی ہے اسمیں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر یا میرے بالوں کو پکڑ کر مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (١١٧) صحيح البخاري - الوضوء (١٣٨) صحيح البخاري - الوضوء (١٨١) صحيح البخاري - الأذان (٦٦٥) صحيح البخاري - الأذان (٦٦٦) صحيح البخاري - الأذان (٦٦٧) صحيح البخاري - الأذان (٨٢١) صحيح البخاري - الجمعة (٩٤٧) صحيح البخاري - الجمعة (١١٤٠) صحيح مسلم - الطهارة (٢٥٦) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٦٣) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٢) سنن النسائي - الغسل والتيمم (٤٤٢) سنن النسائي - الإمامة (٨٠٦) سنن النسائي - التطبيق (١١٢١) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٢٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٧٠٤) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٧٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦١٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٦٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٦٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٥)

٧٢ - بَابُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً كَيْفَ يَقُومُونَ

باب اگر تین آدمی (ایک امام اور دو مقتدی) ہوں تو کسطرح کھڑے ہوں

اگر ایک امام اور دو مقتدی ہوں تو عند الجمہور ان کا قیام خلف الامام ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے نزدیک امام کے دائیں بائیں کھڑے ہوں امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی مروی ہے، جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے جس میں انسؓ اور یتیم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ام سلیم ان دو کے پیچھے۔

٦١٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: «قُومُوا فَلَأُصَلِّيَ لَكُمْ»، قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ «فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ان کی نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کی کھانے پر دعوت کی جو انہوں نے خود تیار کیا تھا آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا پھر فرمایا اٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں حضرت انس

فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو کر اپنے ایک بوریا کے پاس گیا جو طویل استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا اس پر میں نے پانی چھڑکا پھر اس پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں اور یتیم (حضرت انس کے بھائی کا نام ہے) آپ کے پیچھے صف بنا کر کھڑے ہوئے اور ہمارے پیچھے بوڑھی خاتون (ملیکہ) صف بنا کر کھڑی ہو گئیں اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور فارغ ہو کر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٣) صحيح البخاري - الأذان (٦٩٤) صحيح البخاري - الأذان (٨٢٢) صحيح البخاري - الأذان (٨٣٣) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٥٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥٨) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٣) سنن النسائي - الإمامة (٨٠١) سنن النسائي - الإمامة (٨٠٢) سنن النسائي - الإمامة (٨٦٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٤/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٧)

شرح الحدیث **شرح السند اور ضمیر کے مرجع کی تحقیق:** أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ: جَدَّتَهُ کی ضمیر میں شراح نے دو احتمال لکھے ہیں، یا تو یہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے یعنی انس بن مالکؓ یا ابعد کی طرف یعنی اسحاق بن عبد اللہ جو اس حدیث کو حضرت انسؓ سے روایت کر رہے ہیں، دراصل اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ ملیکہ ام سلیم یعنی حضرت انسؓ کی والدہ کا نام ہے یا ام سلیم کی والدہ کا نام ہے یعنی انسؓ کی نانی کا، ابن عبد البر اور امام نوویؒ وغیرہ نے قول اول کو اختیار کیا ہے اور ابن سعد و ابن مندہ نے قول ثانی کو۔

نیز یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اسحق بن عبد اللہ جو سند میں مذکور ہیں وہ انسؓ کے بھتیجے ہیں، اس لئے کہ عبد اللہ ابن ابی طلحہ انس کے اخیافی (ماں شریک) بھائی ہیں، لہذا انس اسحق کے چچا ہوئے، پس اگر ملیکہ ام سلیم (انس کی ماں) کا نام ہے تب تو یہ ضمیر لا محالہ اسحق کی طرف راجع ہوگی اس لئے کہ چچا کی والدہ بھتیجے کی دادی ہوتی ہے اور اگر دوسرا قول اختیار کیا جائے کہ ملیکہ ام سلیم کی والدہ کا نام ہے تو اس صورت میں ضمیر اقرب یعنی انسؓ کی طرف راجع ہوگی، اور جدہ سے مراد اس وقت نانی ہوگا نہ کہ دادی، یہ جو ہم نے کہا تھا کہ اسحق انس کے اخیافی بھائی کے بیٹے ہیں اس کی وضاحت یہ ہے کہ انس کی والدہ ام سلیم پہلے انس کے والد مالک کے نکاح میں تھیں مالک کے انتقال کے بعد ان سے ابو طلحہ نے نکاح کر لیا تھا جس سے عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے، لہذا عبد اللہ بن ابی طلحہ انس کے اخیافی بھائی ہوئے۔

قولہ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ: یعنی ایسا بوریا جو طول استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا، انس کہتے ہیں کہ میں نے اس پر پانی چھڑکا تاکہ اس سے غبار اور میل کچیل دور ہو جائے، اور یا اس لئے کہ وہ نرم ہو جائے اور یا اس لئے کہ اس کی طہارت میں شک ہوگا، وہ شک دور ہو جائے، عام شراح نے پہلے اور دوسرے احتمال کو اختیار کیا ہے اور قاضی عیاض مالکیؒ نے احتمال ثالث کو۔

بعض مسائل ثابتہ بالحدیث کا بیان: مسئلہ اولیٰ: دراصل مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جس چیز کی نجاست مشکوک ہو اس کو پاک کرنے کیلئے نضح کافی ہے اور قاضی عیاض چونکہ مالکی ہیں اس لئے انہوں نے اسکو اختیار کیا، یہ اختلافی مسئلہ مشہور ہے شاید کتاب الطہارۃ [1] میں بھی کسی جگہ گذرا ہے۔

مسئلہ ثانیہ: یہاں حدیث میں لفظ لبس کو افتراش کے معنی لیا ہے، اس سے مالکیہ نے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا کہ اگر کوئی شخص عدم لبس کی قسم کھائے اور پھر وہ اس کپڑے کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے تو حانث ہو جائے گا جمہور اس کے قائل ہیں اس لئے کہ ایمان کا مدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف میں لبس کا استعمال افتراش میں نہیں ہوتا، اور یہاں حدیث میں لبس کو جو افتراش پر محمول کیا گیا ہے وہ قرینہ کیوجہ سے (قالہ ابن رسلان [2])۔

مسئلہ ثالثہ افتراش حریر للرجال: جاننا چاہئے کہ یہاں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے وہ یہ کہ عند الجمہور رجال کے حق میں جس طرح لبس حریر جائز نہیں اسی طرح افتراش حریر بھی جائز نہیں، اسمیں امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مرد کیلئے افتراش حریر جائز ہے اس لئے کہ حدیث میں لبس کی ممانعت ہے افتراش کی نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث سے امام صاحبؒ کے مذہب کی تردید کی ہے کیونکہ یہاں حدیث میں لبس کو افتراش کی جگہ استعمال کیا گیا ہے [3]، علامہ عینیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں لبس ہے "لبست الثوب" والا لبس مراد نہیں ہے بلکہ یہ ماخوذ ہے عرب کے قول لبست امرأۃ سے جس کے معنی ہیں تمتع کے، یعنی تمتعت بها زمانا، لہذا یہاں حدیث میں لبس بمعنی تمتع ہے اور پہننے کے معنی میں مستعمل نہیں ہو رہا ہے، لہذا اس حدیث سے امام صاحبؒ کے قول کے خلاف پر استدلال صحیح نہیں [4]۔

شرح الحدیث: قوله: وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا: انسؓ کہتے ہیں کہ میں اور ایک صبی آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ملیکہ ہمارے پیچھے، یتیم کا اطلاق نابالغ بچہ پر ہوتا ہے خواہ وہ ممیز ہو یا غیر ممیز، لیکن یہاں صبی ممیز مراد ہے کیونکہ غیر ممیز کی نماز درست نہیں، شراح نے اس یتیم کا نام ضمیرہ بن ابی ضمیرہ لکھا ہے اور ابو ضمیرہ کا نام سعد ہے اسی لئے بعض شروح حدیث میں اس یتیم کا نام ضمیرہ بن سعد لکھا ہے ضمیرہ کے والد سعد کا شمار اہل رجال نے حضور ﷺ کے موالی میں کیا ہے، اور ملا علی قاریؒ نے ایک الگ ہی بات لکھی ہے وہ یہ کہ یتیم انس کے بھائی کا نام ہے [5]، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس حدیث سے حضرت انسؓ کے گھر والوں کے زہد و قناعت کا حال معلوم ہوتا ہے جبھی تو حضور ﷺ کو پرانے بورئے پر نماز

---

[1] ثوب مصلی کی تطہیر سے متعلق ایک باب بین دلتنضح مالم تر کے ذیل میں گذرا (رقم الحديث ٣٦٠)۔
[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٥٩
[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١٠ ص ٢٩٢
[4] عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٤ ص ١١١
[5] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٣ ص ١٦٥

پڑھوائی۔

قوله: فَصَلَّى لَنَا رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اس واقعہ میں آپ نے کھانا پہلے نوش فرمایا اور نماز کی دو رکعت بعد میں پڑھی، اور عتبان بن مالک کا جو مشہور قصہ ہے صحیح مسلم وغیرہ میں وہاں ترتیب میں اسکا برعکس ہے جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ وہاں آپ کا مقصود ان کے مکان پر جانے سے نماز ہی پڑھنا تھا اور یہاں آپ کھانے کے دعوت پر تشریف لائے تھے۔

٦١٣ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَنْتَرَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ عَلْقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، عَلَى عَبْدِ اللهِ، وَقَدْ كُنَّا أَطَلْنَا الْقُعُودَ عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَاسْتَأْذَنَتْ لَهُمَا فَأَذِنَ لَهُمَا، ثُمَّ "قَامَ فَصَلَّى بَيْنِي وَبَيْنَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ".

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ علقمہ اور اسود نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دروازے پر جاکر اجازت طلب کی تو ہمیں کافی دیر تک بیٹھنا پڑا کافی دیر بعد اندر سے ایک جاریہ (باندی) نکل کر آئی پھر اندر جاکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ان کے لئے اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی (ہم اندر داخل ہوئے تو عبداللہ بن مسعودؓ نے ہم دونوں کو اپنے دونوں طرف کھڑا کر کے نماز پڑھائی پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اسطرح کرتے ہوئے دیکھا۔

تخریج: سنن النسائي - الإمامة (٧٩٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦١٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٢٤/١)

شرح الحدیث: اسْتَأْذَنَ عَلْقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ [1]، عَلَى عَبْدِ اللهِ، وَقَدْ كُنَّا أَطَلْنَا الْقُعُودَ عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ: علقمہ اور اسود جو کہ حضرت ابن مسعودؓ کے مشہور شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ کے دروازہ پر جاکر استیذان کیا جسمیں ہمیں دیر تک بیٹھنا پڑا، دیر کے بعد اندر سے ایک جاریہ نکل کر آئی اس نے آکر ہمیں دروازہ پر بیٹھا دیکھ کر اندر جاکر ہمارے لئے حضرت عبداللہؓ سے استیذان کیا، اجازت مل جانے پر ہم اندر داخل ہوئے انہوں نے ہمیں اپنے دائیں بائیں کھڑا کر کے نماز پڑھائی اور پھر بعد میں فرمایا کہ اسی طرح میں نے حضور ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔

مسئلۃ الباب میں جمہور کی دلیل: یہ روایت جمہور کے خلاف ہے، جمہور کا استدلال گذشتہ روایت فَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ، والی حدیث سے ہے اور یہ حدیث موقوف ہے اور یہ جو یہاں پر روایت میں مذکور ہے هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (جس سے یہ حدیث مرفوع ہو جاتی ہے) یہ زیادتی اکثر روایات میں موجود نہیں اور اگر اس زیادتی کو ثابت بھی مان لیا جائے تو کہا جائیگا کہ ممکن ہے آپ ﷺ نے ضیق مکان کیوجہ سے ایسا کبھی کیا ہو، اور خود ابن مسعودؓ کے فعل کے بارے میں بھی ابن سیرینؒ نے یہی توجیہ کی ہے۔

---

[1] یہاں متکلم چونکہ اسود ہیں اسلئے حق عبارت یہ تھا کہ یوں کہتے، استأذنت انا وعلقمة، مگر انہوں نے اپنے آپ کو غائب کیساتھ تعبیر کیا۔

۷۳- بَابُ الْإِمَامِ يَنْحَرِفُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ

باب ہے امام کے نماز سے فارغ ہونے (سلام پھیرتے) کے بعد قبلہ سے رخ پھیر لینے کے متعلق

مصنف کے قائم کردہ ترجمتین میں فرق: اسی قسم کا ایک باب ابواب الجمعہ سے ذرا پہلے آرہا ہے بَابُ كَيْفَ الْإِنْصِرَافُ مِنَ الصَّلَاةِ، دونوں کا مضمون ومفہوم بظاہر ایک ہے لہذا یہ تکرار ہوا لیکن فی الواقع تکرار نہیں، اس لئے کہ یہاں پر انحراف سے مراد تحول الی القوم ہے یعنی امام کا نماز سے فارغ ہونے کے بعد بجائے مستقبل قبلہ بیٹھنے کے رخ بدل کر بیٹھنا، اور آئندہ جو باب آرہا ہے وہاں انصراف سے مراد انصراف الی البیت یا انصراف الی موضع الحاجۃ ہے یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مصلیٰ سے اٹھ کر جانا، لہذا دونوں بابوں کا مفہوم مختلف ہوا۔

۶۱۴- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ».

ترجمہ: جابر بن یزید بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنا رخ پھیر لیتے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (۲۱۹) سنن أبي داود - الصلاة (۶۱۴)

شرح الحديث: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ: یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا سلام پھیرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ اپنے مصلیٰ پر رخ بدل کر بیٹھتے الی الیمین یا الی الیسار، لیکن اکثر انحراف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا الی الیمین ہوتا تھا اور کبھی الی الیسار بھی، اسی لئے جیسا کہ اس سے اگلی حدیث میں آرہا ہے صحابہ صف میں دائیں جانب کھڑا ہونا پسند کرتے تھے، تا کہ چہرہ انور کی زیارت ہوتی رہے۔

حدیث پر من حیث الفقہ کلام: اب یہ کہ فقہاء کی اس میں کیا رائے ہے؟ بعض شراح نے جمہور کا مسلک یہ لکھا ہے ان کے نزدیک انحراف الی الیمین اور حنفیہ کے نزدیک الی الیسار اولیٰ ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ کسی ایک جانب کا التزام نہ کرے کبھی الی الیمین اور کبھی الی الیسار کو اختیار کرے۔

اس انحراف میں حکمت کیا ہے؟ شراح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکمت اس میں ازالۃ الاشتباہ فی حق الجائی ہے کہ اگر نماز سے فراغ ہونے کے بعد مقتدیوں کیطرح امام صاحب بھی مستقبل قبلہ بیٹھے رہیں گے تو بعد میں آنے والے کو اول وہلہ میں اشتباہ ہوسکتا ہے کہ نماز ہو رہی ہے لوگ قعدہ میں ہیں، اور دوسری حکمت اس میں الاحتراز عن استدبار القوم ہے لوگوں کی طرف پشت کرنے سے بچنا، یہاں ایک سوال یہ ہے کہ امام کو نماز کے بعد اپنی جگہ بیٹھنا چاہئے یا نہیں؟ سو

فقہاء نے لکھا ہے خصوصاً صاحب بدائع نے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں امام نہ بیٹھے تاکہ سنتوں میں تاخیر نہ ہو باقی نمازوں میں اختیار [1] ہے۔

یہ کلام تو اس باب سے متعلق ہے اور وہ باب جو آگے آرہا ہے بَابُ کَیْفَ الِانْصِرَافُ مِنَ الصَّلَاۃِ یعنی مصلّی سے اٹھ کر امام کس طرف کو جائے دائیں جانب کو یا بائیں، سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ موضع حاجت کے تابع ہے، جس طرف کو اس کی حاجت وابستہ ہے اور جسمیں وہ اپنی سہولت سمجھے اس طرف کو جائے، مثلاً امام کی منزل یا اس کا حجرہ اگر دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کو جائے اور اگر بائیں طرف ہے تو اس طرف کو جائے، اور ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تحول الی القوم جو اس باب میں مذکور ہے اس کو بھی موضع حاجت کے تابع مانا جائے کہ اگر امام کا حجرہ دائیں طرف ہو تو دائیں طرف رخ کرکے بیٹھے اور اگر حجرہ بائیں جانب ہو تو اسی طرف کو رخ کرکے بیٹھے تاکہ اٹھ کر جاتے وقت گھومنا نہ پڑے حضرت شیخ نے حاشیۂ لامع میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

٦١٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْبَرَاءِ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنَّا «إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ، فَيُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تو ہمیں یہ بات پسند ہوتی کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں جانب صف میں کھڑے ہوں تاکہ آپ ﷺ ہماری طرف رُخ فرمائیں (اور ہمیں آپ کی زیارت حاصل ہو)۔

تخریج صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٠٩) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦١٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٠٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٤/٤)

٧٤ - بَابُ الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ

باب امام کے اپنی جگہ (مصلے) پر ہی نفل پڑھنے کے بارے میں حکم

٦١٦ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُصَلِّ الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ.

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اپنی اس جگہ

[1] چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ عام طور سے ائمہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد اپنے مصلّی پر بیٹھ کر تسبیح فاطمہ وغیرہ پڑھتے ہیں، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ تسبیح فاطمہ صرف ان دو نمازوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سبھی نمازوں کے بعد پڑھنے کی ترغیب آئی ہے لہذا باقی نمازوں میں سنتوں کے بعد پڑھنا چاہیے۔

پر جہاں اس نے (فرض) نماز ادا کی ہے (نفل) نماز نہ پڑھے جب تک کہ جگہ نہ بدل لے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦١٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٢٨)

شرح الحدیث: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا يُصَلِّ الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ»: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو محل فرض میں سنت یا نفل نہیں پڑھنا چاہئے، علی ہذا القیاس مقتدی بھی ہے، چنانچہ ابواب التشہد کے بعد ایک باب آرہا ہے بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْمَكْتُوبَةَ، اور اس میں مصنفؒ نے ابوہریرہؓ کی حدیث مرفوع أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ الخ ذکر کی ہے اس حدیث [1] میں امام کی قید نہیں بلکہ عام ہے اسی لئے عند الجمہور یہ حکم بھی عام ہے جیسا کہ عینیؒ شرح بخاری میں ہے، نیز اس میں ہے کہ ابن عمرؓ کے نزدیک کراہت صرف امام کیلئے ہے غیر امام کے حق میں ان کے نزدیک کچھ حرج نہیں، اور بذل المجہود میں صاحب بدائع [2] سے امام کے حق میں تو کراہت ہی لکھی ہے اور ماموم کے حق میں وہ فرماتے ہیں کہ اسمیں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے حق میں کوئی حرج نہیں امام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا ازالہ اشتباہ کے لئے کافی ہے، اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ قوم کے حق میں بھی یہی مستحب ہے کہ وہ صفوف کو توڑ کر متفرق ہو جائیں تاکہ اشتباہ کلی طور پر دور سے دیکھنے والے کے حق میں بھی مرتفع ہو جائے [3]۔

واضح رہے کہ شراح نے اس انتقال مکانی کی حکمت ازالہ اشتباہ کے علاوہ استکثار شہود بھی لکھی ہے۔

٧٥- بَابُ الْإِمَامِ يُحْدِثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ

باب اگر امام آخری رکعت کے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد بے وضو ہو جائے تو اس کے حکم کے بیان میں

بعض نسخوں میں یہاں پر مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ کا بھی اضافہ ہے، یعنی امام آخری رکعت پڑھ لینے کے بعد اگر محدث ہو جائے تو اسکا کیا حکم ہے؟ نماز درست ہوئی یا نہیں، ترجمۃ الباب میں تو اگرچہ آخری رکعت کے سجود ہی کا ذکر ہے لیکن مراد یہ ہے کہ آخری رکعت کے سجود اور اس کے بعد قعدہ سے فارغ ہو چکا ہو جیسا کہ حدیث الباب میں مذکور ہے۔

٦١٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادِ بْنِ أَنْعُمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ، وَبَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَأَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، وَمَنْ كَانَ خَلْفَهُ مِمَّنْ أَتَمَّ الصَّلَاةَ».

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في الرجل يتطوع في مكانه الذي صلى فيه المكتوبة ١٠٠٦

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١ ص ١٥٩

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٦٣-٢٦٤

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام نماز پوری کر کے قعدہ سے فارغ ہو چکا پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا بات چیت کرنے سے پہلے تو اس امام کی بھی نماز مکمل ہو چکی تھی اور اس مقتدی کی بھی جو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی نماز کی تمام رکعات ہو چکی تھیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٤٠٨) سنن أبي داود - الصلاة (٦١٧)

شرح الحدیث: **حدیث الباب حنفیہ کی دلیل ہے:** إِذَا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَأَحْدَثَ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ: اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نماز کے ارکان میں سے آخری رکن قعدہ قدر التشہد ہے لہذا معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں، مسئلہ مختلف فیہ ہے، کتاب الطہارۃ کے شروع میں مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ [1] کے ذیل میں گذر چکا، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض ہے اور حنفیہ کے نزدیک نہیں، لہذا یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہوئی، جمہور اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے عبد الرحمن بن زیاد افریقی کی وجہ سے، جواب یہ ہے کہ عبد الرحمن کا ضعف مختلف فیہ ہے، بہت سے ائمہ نے ان کی توثیق بھی کی ہے، دلائل پر کلام مذکورہ بالا حدیث کے ذیل میں بھی گذر چکا۔

قعدۂ اخیر کے حکم میں اختلاف: یہ اختلاف تو سلام کے بارے میں تھا اور قعدۂ اخیرہ میں بھی قدرے اختلاف ہے، وہ یہ کہ عند الجمہور، ومنهم الحنفية والشافعية والحنابلة فرض ہے، اور مالکیہ کے نزدیک فرض نہیں، کما في الأنوار الساطعة.

٦١٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ».

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ طہارت نماز کی کنجی ہے اور تکبیر اسکی تحریم ہے اور سلام پھیرنا اسکی تحلیل (دوسرے کاموں کو حلال کرنے والی) ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦١٨) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٢٧٥) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٢٣/١) سنن الدارمي - الطهارة (٦٨٧)

شرح الحدیث: اس پر تفصیلی کلام باب فرض الوضوء کے تحت میں گذر چکا۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب فرض الوضوء ٦١

٧٦٠- بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُومُ مِنَ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ

باب مقتدیوں کو امام کی اتباع [1] کرنے کا حکم ہے

اس باب میں مصنفؒ نے دو طرح کی روایات ذکر فرمائی ہیں چنانچہ پہلی حدیث میں تقدم علی الامام کی ممانعت ہے اور باقی روایات میں تاخر عن الامام کا ثبوت ہے۔

تقدم علی الامام کے ممنوع ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن تاخر عن الامام کا مسئلہ مختلف فیہ اور تفصیل طلب ہے پہلے آپ تقدم کے بارے میں مذاہب علماء سنیئے۔

تقدم علی الامام میں اختلاف ائمہ: سو جاننا چاہیئے کہ یہاں تین چیزیں ہیں، تحریمہ، سلام، بقیہ ارکان رکوع وسجود وغیرہ، اول یعنی تحریمہ میں تقدم علی الامام باتفاق ائمہ اربعہ مفسدِ صلاۃ ہے، اور ثانی یعنی سلام میں تقدم علی الامام صرف ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مفسد ہے، حنفیہ کے نزدیک نہیں بلکہ مکروہ ہے اور قسم ثالث یعنی بقیہ ارکان، سو اس میں تقدم علی الامام ائمہ اربعہ کے نزدیک مفسد نہیں مکروہ تحریمی ہے، البتہ ظاہریہ کے نزدیک اور یہی ایک روایت امام احمدؒ کی بھی ہے کہ مفسد ہے۔

متابعۃ امام علی وجہ المقارنۃ ہونی چاہئے یا بطریق معاقبۃ: اور دوسرا مسئلہ یعنی تاخر عن الامام جو باب کی دوسری حدیث میں مذکور ہے سو اس میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ واحمد تو متابعۃ علی وجہ المعاقبۃ کے قائل ہیں تمام ارکان میں اس کے بالمقابل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک متابعۃ علی وجہ المقارنۃ افضل ہے تمام ارکان میں حتی کہ تحریمہ میں بھی، لیکن تحریمہ میں صاحبین کا اختلاف ہے بدائع میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے مقارنۃ فی التحریمہ میں دو روایتیں ہیں، فی روایۃ یجوز وفی روایۃ لایجوز، اور امام محمدؒ کے نزدیک گو جائز ہے لیکن مع الاساءۃ تحریمہ کے علاوہ باقی افعال میں صاحبین کیا فرماتے ہیں اس میں دو قول ہیں کمافی الشامی بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اس میں وہ امام صاحبؒ کے ساتھ ہیں کہ مقارنت افضل ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اس میں جمہور کے ساتھ ہیں یعنی تاخر اولیٰ ہے، رہ گیا مسلک امام مالکؒ کا سو ان کے نزدیک تحریمہ وتسلیمہ میں تو تاخر عن الامام متعین ہے اور باقی ارکان میں ان کے دو قول ہیں، اولویۃ مقارنۃ اور اولویۃ تاخر۔

مقارنۃ مع الامام میں مذاہب ائمہ: اس کے بعد سمجھئے کہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ تحریمہ میں تو تاخر کے وجوب کے قائل ہیں حتی کہ مقارنۃ فی التحریمہ ان کے نزدیک مفسدِ صلاۃ ہے اور تسلیم میں مقارنۃ امام شافعیؒ اور احمدؒ کے نزدیک تو صرف

---

[1] التقدم على الامام فى التحريمة مبطل عند الائمة الاربعة، واما التقدم فى السلام فعند الجمهور مبطل كالتقدم فى التحريمة وعندنا حرام غير مبطل، والتقدم فى بقية الأركان حرام غير مبطل عند الائمة الاربعة. نعم فى رواية لأحمد مبطل، واما المقارنة فى التحريمة فمستحب عند الامام. ومفسد عند الائمة الثلاثة وكذا فى رواية عند الصاحبين، وقيل خلافهما مع الامام ابى حنيفة فى الفضيلة لافى الجواز واما المقارنة فى السلام فمبطل عند المالكية. ومكروهةٌ عند الشافعية والحنابلة. وكذا هى مكروهةٌ عند الجمهور فى بقية الأركان (من أماني الأحبار ولامع الدراري)۔

مکروہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک اسمیں بھی مفسد ہے، جیسا کہ لامع الدراری میں "مختصر خلیل" سے نقل کیا ہے اور تحریمہ وتسلیمہ کے علاوہ دوسرے ارکان میں امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک مقارنۃ خلاف اولیٰ ہے اور امام مالکؒ کی اسمیں دو روایتیں ہیں، کما فی امانی الاحبار[1] عن القاضی عیاض اول یہ کہ مقارنۃ اولیٰ ہے کما عند الحنفیہ اور مقارنۃ کا مطلب یہ ہے کہ جب امام رکوع میں جانا شروع کرے تو اس کے بعد فوراً مقتدی بھی شروع کردے، اور دوسرا قول امام مالکؒ کا یہ ہے کہ تاخر اولیٰ ہے (کما عند الشافعیۃ والحنابلۃ) یعنی جب امام سجدہ میں پہنچ جائے مقتدی تب جانا شروع کرے جیسا کہ باب کی حدیث ثانی یعنی حدیث البراءؓ میں ہے (یہ مذاہب کافی تتبع کے بعد لکھے گئے ہیں) (من الأماني والأوجز واللامع)۔

دلائل فریقین: یہ حضرات حرف فاء سے استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا[2] اور فاء تعقیب کیلئے آتی ہے، ہمارے علماء نے اسکا یہ جواب دیا ہے (کما فی فیض الباری) کہ فاء تعقیب بلامہلت کیلئے ہے لہذا مقتدی کا شروع فی الرکوع امام کے شروع فی الرکوع کے بعد ہونا تعقیب کیلئے کافی ہے اور امام صاحبؒ کی مراد بھی مقارنت سے یہی ہے کہ امام کے شروع کرتے ہی مقتدی فوراً شروع کردے۔

لیکن یہ احقر کہتا ہے کہ جن روایات میں حرف فاء ہے اس کا جواب تو یہ ہو جائے گا لیکن براءؓ کی حدیث میں تو تصریح ہے اس بات کی کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں نہیں پہنچ جاتے تھے اس وقت تک ہم رکوع میں جانا شروع ہی نہ کرتے تھے۔

حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ: اس کا جواب مجھے حضرت گنگوہی نوراللہ مرقدہ کی تقریر ترمذی الکوکب الدری[3] میں ملا وہ یہ کہ اصل ضابطہ اتباع امام کا تو وہ ہے جو متعدد روایاتِ قولیہ میں وارد ہے وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا اور یہ جو براء کی حدیث میں مذکور ہے تاخر عن الامام یہ صورت ایک عارض کیوجہ سے پیش آئی وہ یہ کہ اخیر زمانہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکت وانتقال میں بطوء آگیا وہ سرعت نہ رہی جو پہلے تھی اور بعض شبان صحابہ (نوجوان طبقہ) اپنی تیزی اور پھرتی کیوجہ سے قومہ سے سجدہ میں امام سے پہلے پہنچنے لگے (یا پہونچنے کا خطرہ ہوا) تو اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اس تنبیہ کے بعد یہ لوگ ڈر گئے اور زیادہ ہی احتیاط کرنے لگے اور جب تک امام سجدہ میں نہ پہنچ جاتا اس وقت تک قومہ ہی میں رہتے، یہ ہے اس معاقبۃ کی وجہ، آپکی طرف سے یہ حکم نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، فتح الملہم میں بھی اجمالاً اسی توجیہ کیطرف اشارہ کیا ہے کہ یہ زمانہ تبدین پر محمول ہے۔

٦١٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُبَادِرُونِي بِرُكُوعٍ، وَلَا بِسُجُودٍ، فَإِنَّهُ مَهْمَا أَسْبِقْكُمْ بِهِ إِذَا رَكَعْتُ

[1] أماني الأحبار في حل شرح معاني الآثار ج ٣ ص ٢٨٥

[2] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب ائتمام المأموم بالإمام ٤١٤

[3] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ١ ص ٢٨٣

بُدِّلْ كُونِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ، إِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ».

ترجمہ: معاویہ بن ابی سفیانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس رکوع اور سجدہ میں مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو اس لئے کہ جتنا وقت میں رکوع، میں تم سے پہلے چلا جاؤنگا تو میرے تم لوگوں کے سر اٹھانے سے قبل سر اٹھانے سے، تم لوگ اس فوت شدہ لمحات کا تدارک کر لوگے کیونکہ میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٦١٩) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٦٣) مسند أحمد – مسند الشاميين (٩٢/٤) مسند أحمد – مسند الشاميين (٩٨/٤) سنن الدارمي – الصلاة (١٣١٥)

شرح الحديث: إِنِّي قَدْ بَدَّنْتُ: اس کو تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، تشدید کی صورت میں اس کے معنی کبر سنی کے ہیں کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں، اور تخفیف کی صورت میں بدن یبدن بدنا از نصر، اور بدن یبدن بدانۃً از کرم جس کے معنی سمن اور کثرت لحم کے ہیں۔

هل السمن من اوصافه صلی اللہ علیہ وسلم: لیکن اکثر علماء نے تشدید کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ سمن (بھاری بدن ہونا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں سے نہیں ہے، لیکن ایک روایت ابو داؤد میں آگے آرہی ہے، بَابُ الرَّجُلِ يَعْتَمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصًا کے ذیل میں جسمیں یہ ہے أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ [1]، جس سے صاف طور سے معلوم ہورہا ہے کہ اخیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمن عارض ہو گیا تھا، لیکن اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ بڑھاپے میں گوشت میں ڈھیلا پن ہو جاتا ہے جس سے گوشت میں پھیلاؤ ہو جاتا ہے بخلاف جوانی کے کہ اس زمانہ میں جسم اور گوشت متماسک اور ٹھوس ہوتا ہے تو ممکن ہے راوی نے اسی بناء پر ایسا کہا ہو۔

٦٢٠ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطْمِيَّ، يَخْطُبُ النَّاسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ «أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا رَفَعُوا رُءُوسَهُمْ مِنَ الرُّكُوعِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوا قِيَامًا، فَإِذَا رَأَوْهُ قَدْ سَجَدَ سَجَدُوا».

ترجمہ: ابو اسحٰق فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن یزید الخطمی سے سنا جب وہ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے کہ ہم سے براء نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹے نہیں ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع سے اٹھاتے تو کھڑے ہو جاتے تھے اور جب دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاچکے تب وہ سجدے میں جاتے۔

تخریج: صحيح البخاري – الأذان (٦٥٨) صحيح البخاري – الأذان (٧١٤) صحيح البخاري – الأذان (٧٧٨) صحيح مسلم – الصلاة (٤٧٤) جامع الترمذي – الصلاة (٢٨١) سنن النسائي – الإمامة (٨٢٩) سنن أبي داود – الصلاة (٦٢٠) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٣٠٠/٤) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٣٠٤/٤)

---

[1] سنن أبي داود – كتاب الصلاة – باب الرجل يعتمد في الصلاة على عصا ٩٤٨

شرح الحدیث **کیا صحابی محتاج توثیق ہے؟** حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ: یہ لفظ شراح حدیث کے یہاں محل غور اور محتاج توجیہ بنا ہوا ہے اس لئے کہ الصحابة کلھم عدول لا یحتاجون إلی توثیق، اسی لئے تمام علماء رجال کتب اسماء رجال میں کسی صحابی کے ترجمہ میں وھو ثقة کبھی نہیں لکھتے، اور غیر صحابی چاہئے کتنا بڑا عالم محدث فقیہ ہو اس کو محتاج توثیق سمجھتے ہوئے جو کچھ کلام کرنا ہوتا ہے وہ کرتے ہیں اس لئے امام یحییٰ بن معین کی رائے تو یہ ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع براءؓ نہیں ہیں بلکہ ان سے نیچے کے راوی یعنی عبد اللہ بن یزید ہیں، مگر اس پر اشکال یہ ہے کہ عبد اللہ بن یزید تو خود صحابی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن یزید ایسے مشہور صحابی نہیں، صغار صحابہ میں ہیں بلکہ بعض کو ان کی صحبت تسلیم ہی نہیں، خود یحییٰ بن معین انہیں میں سے ہیں، اور اکثر شراح کی رائے یہ ہے کہ ضمیر براءؓ ہی کی طرف راجع ہے مگر راوی کا مقصود اس سے براء کی توثیق وتعدیل نہیں بلکہ مقصود تقویۂ حدیث ہے کہ دیکھو! حدیث بالکل صحیح ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض مرتبہ ابو ہریرہؓ فرماتے تھے سَمِعْتُ خَلِيلِي الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ ﷺ [1] اس لئے ظاہر ہے کہ یہاں بھی راوی کا مقصود حضور ﷺ کی تصدیق نہیں بلکہ تقویۂ حدیث ہی ہے، بندہ کے ذہن میں ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ ہو سکتا ہے کہ اسمیں تعریض مقصود ہو بعض مخاطبین پر، یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض سامعین کا عمل مضمون حدیث پر نہ ہو وہ اس کے خلاف پہلے سے کرتے ہوں اس لئے کہا جارہا ہے وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ، دیکھو! براءؓ جھوٹ تو نہیں کہہ رہے ہیں۔

۶۲۱- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ، قَالَ زُهَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ، أَبَانُ، وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَحْنُو أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ».

ترجمہ حضرت براءؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو ہم میں سے کوئی بھی اس وقت تک سجدہ کرنے کیلئے اپنی کمر کو نہ موڑتا جب تک وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ لیتا کہ آپ ﷺ نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ دی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦٥٨) صحيح البخاري - الأذان (٧١٤) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٨) صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٨١) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٠/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٤/٤)

۶۲۲- حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، "أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعَ رَكَعُوا، وَإِذَا

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ١٨١

قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ نَزَلْ قِيَامًا، حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بِالْأَرْضِ، ثُمَّ يَتَّبِعُونَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

ترجمہ: محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن یزید سے منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہم سے براءؓ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرات (صحابہ کرام) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو وہ بھی رکوع کرتے اور جب آپ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو صحابہ اسوقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ ﷺ کو پیشانی زمین پر ٹکاتا ہوا نہ دیکھ لیتے پھر اس کے بعد وہ آپ ﷺ کی اتباع میں پیشانی زمین پر رکھتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٥٨) صحيح البخاري - الأذان (٧١٤) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٨) صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٨١) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٠٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٠٤)

٧٧- بَابُ التَّشْدِيدِ فِيمَنْ يَرْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَوْ يَضَعُ قَبْلَهُ

باب امام سے پہلے سر اٹھانے اور جھکانے والے کے لئے وعید کے بیان میں

٦٢٣- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا يَخْشَى - أَوْ أَلَا يَخْشَى - أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ أَنْ يُحَوِّلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ - أَوْ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ -».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جبکہ وہ امام سے پہلے سجدہ سے اپنا سر اٹھالے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر یا اسکی شکل گدھے کی شکل میں بدل دیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٥٩) صحيح مسلم - الصلاة (٤٢٧) جامع الترمذي - الجمعة (٥٨٢) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٨) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٦)

شرح الحدیث: أَمَا يَخْشَى - أَوْ أَلَا يَخْشَى - أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ: اس حدیث میں تقدم علی الامام پر وعید شدید ہے اور یہ کہ ایسے شخص کو اپنی صورت شکل کے مسخ ہو جانے سے ڈرنا چاہیے۔

قوله: أَنْ يُحَوِّلَ اللهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ: شراح نے اس میں دو احتمال لکھے ہیں، یا اس سے مسخ حسی مراد ہے صورت شکل کا قبیح صورت میں بدل جانا، یا مسخ معنوی چنانچہ حمار بلادت میں مشہور ہے، لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اس لئے کہ ابن حبان ❶ کی روایت میں بجائے رأس حمار کے رَأْسَ كَلْبٍ ہے، نیز اگر مقصود تشبیہ ہوتی حمار کے ساتھ تو لفظ مستقبل استعمال نہ

❶ صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان - كتاب الصلاة - باب ما يكره للمصلي وما لا يكره ٢٢٨٢ (ج ٦ ص ٥٩- ٦٠)

کیا جاتا بلکہ یوں کہا جاتا فراسہ رأس حمار، اس لئے کہ بلادت وحماقت کا کام تو وہ فی الحال کر رہا ہے نہ یہ کہ آئندہ کریگا اتنا نہیں سمجھتا کہ اس رکوع سجود میں پیش قدمی سے کیا فائدہ جبکہ سلام امام ہی کے ساتھ پھیرنا ہے تو یہ درمیان کی جلدی فضول ہے۔

وقوع المسخ فی ہذہ الامۃ: اور اس امت میں مسخ کا وقوع بعض احادیث سے صراحۃً ثابت ہے (ذکر الحدیث فی البذل [1]) نیز ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں جو لوگ مکذبین بالقدر ہوں گے (قدریہ) ان میں خسف اور مسخ واقع ہو گا، لیکن بعض شراح مشکوۃ کے کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس امت میں مسخ نہ ہو گا، سو اول تو یہ کسی روایت سے ثابت نہیں اور اگر مان بھی لیا جائے تو عموم مسخ کی نفی کر سکتے ہیں کہ بالعموم مسخ نہ ہو گا، خاص خاص جماعتوں کے بارے میں تو مسخ کا ثبوت احادیث میں موجود ہے۔

رفع قبل الامام میں مذاہب ائمہ: جاننا چاہئے کہ رفع قبل الامام حرام ہے لیکن عند الجمہور نماز صحیح ہو جائیگی اور ظاہریہ کہتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائیگی اور یہی ایک روایت امام احمدؒ سے ہے اور عبداللہ بن عمرؓ بھی اسی کے قائل ہیں (بذل [2])۔

٧٨- بَابٌ فِيمَنْ يَنْصَرِفُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب اس شخص کے بارے میں جو امام سے پہلے نماز کی جگہ سے ہٹ جائے

٦٢٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ بُغَيْلٍ الْمُرْهِبِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْصَرِفُوا قَبْلَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کو نماز کی ترغیب فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام اس بات سے منع فرماتے تھے کہ ہم آپ کے نماز سے نکلنے سے پہلے نماز سے نکلیں (کہ آپ ﷺ سے پہلے سلام نہ پھیرا کریں یا آپ ﷺ کے مسجد سے نکلنے سے پہلے ہم مسجد سے نہ نکلا کریں)۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٢٦) سنن النسائي - السهو (١٣٦٣) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢١٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٠/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٧)۔

شرح الحدیث: وَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْصَرِفُوا قَبْلَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ: اس میں کئی احتمال ہیں، امام کے سلام سے پہلے مقتدی سلام نہ پھیرے، یا انصراف سے مراد انصراف عن المسجد ہے کہ مقتدی امام سے پہلے مسجد سے باہر نہ جائیں، لئلا یختلط الرجال بالنساء، اس سلسلہ میں ایک مستقل باب بھی آئے گا ابواب الجمعہ سے پہلے بَابُ انْصِرَافِ النِّسَاءِ قَبْلَ الرِّجَالِ مِنَ

---

[1] وَيُمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ٢٠٩٨٨ ج ١٠ ص ٣٨٣. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٨٠)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٨٠

الصَّلاۃ، ویمکن ان یکون المراد النھی عن قیام المسبوق قبل سلام الإمام[1]۔

٧٩۔ بَابُ جُمَّاعِ أَثْوَابِ مَا یُصَلّٰی فِیهِ

نمازی کے کپڑوں سے متعلق ابواب کا مجموعہ

یہ بڑا اسٹیشن آگیا، یہاں سے دوسری قسم کے ابواب شروع ہو رہے ہیں، لفظ جماع میں دو لغت ہیں: ① کسر جیم و تخفیف میم کیساتھ بروزن کتاب، ② اور ضم جیم و تشدید کیساتھ بروزن زمان، یہ جامع یا مجموع کے معنی میں ہے یعنی ثوب مصلی سے متعلق ابواب کا مجموعہ، یا ثوب مصلی سے متعلق ایک جامع باب۔

نماز کیلئے ستر عورت کا حکم اور اسمیں اختلاف علماء: جاننا چاہئے کہ عند الجمہور والائمۃ الثلاثۃ ستر عورت شرط صحت صلاۃ ہے، قال تعالی یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ[2]، زینت سے مراد ما یستر العورۃ ہے اور مسجد سے مراد صلاۃ ہے یعنی ہر نماز کیوقت اپنے لباس کو اختیار کرو بغیر لباس اور ستر عورت کے نماز نہ پڑھو، اسمیں مالکیہ کا اختلاف ہے دو قول ہیں، الاول ستر العورۃ شرط عند القدرۃ والذکر، اگر قدرت نہ ہو یا خیال نہ رہے تو معاف ہے، قول ثانی ان کا یہ ہے کہ گو ستر عورت فی نفسہ فرض ہے لیکن شرط صحت صلاۃ نہیں، لہذا اس کے ترک سے گنہگار ہوگا اور نماز صحیح ہو جائیگی، لیکن قول مختار متاخرین مالکیہ کے نزدیک ستر عورۃ کا شرط ہونا ہے مثل مذہب جمہور کے۔ (رحمۃ الأمۃ)۔

مسئلہ میں جمہور اور مالکیہ کی دلیل: ابن قدامہؒ نے مغنی[3] میں مالکیہ کی طرف سے دلیل یہ لکھی ہے کہ ستر عورت کا واجب ہونا نماز کیساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر حال میں ہے، لہذا صحت صلاۃ کیلئے شرط نہ ہوگا، جیسے دارِ مغصوبہ میں نماز پڑھنا کہ اس سے اجتناب شرطِ صحتِ صلاۃ نہیں کیونکہ غصب سے بچنا ہر حال میں ضروری ہے صلاۃ کیساتھ خاص نہیں، اور جمہور کی دلیل انہوں نے لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاۃَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ[4]، اور سلمہ بن الاکوع کی حدیث جو کتاب میں آگے آرہی ہے وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْکَۃٍ[5] ذکر کی ہے۔

حد العورۃ میں اختلاف علماء: اس مقام کے مناسب ایک مسئلہ اور بیان کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ حد العورۃ جس کا ستر ضروری ہے وہ کیا ہے، چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی جہاں ثوبِ مصلی کے ابواب ذکر کئے ہیں وہاں ایک باب بَابُ مَا یَسْتُرُ مِنَ

---

① بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٨٢

② اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت (سورة الأعراف ٣١)۔

③ المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١ ص ٦١٥

④ سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب المرأة تصلي بغير خمار ٦٤١

⑤ سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في الرجل يصلي في قميص واحد ٦٣٢

العَوْرَۃ بھی ذکر کیا ہے۔

سو جاننا چاہئے کہ ظاہریہ کے نزدیک عورۃ کا مصداق صرف سوئتین ہے یعنی قبل اور دبر باقی بدن کا ستر ضروری نہیں، یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے کما فی المغنی ❶، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مرد کی حد العورۃ ما بین السرہ والرکبہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک من السرہ الی الرکبۃ اس طور پر کہ سرہ حد عورت سے خارج اور رکبہ اس میں داخل ہے، بخلاف ائمہ ثلاثہ کے کہ ان کے نزدیک رکبہ بھی حد عورۃ سے خارج ہے، شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے تراجم بخاری میں امام مالکؒ کا مذہب تقریباً مثل ظاہریہ کے لکھا ہے اور یہ کہ فخذین ان کے نزدیک حد عورۃ میں داخل نہیں، لیکن یہ ان کا ایک قول ہے۔

اب رہا مسئلہ مرأۃ کا کہ اس کی حد عورۃ کیا ہے، سو جاننا چاہئے کہ جمہور کے نزدیک امتہ اور حرہ میں فرق ہے عورۃ امتہ مثل رجل کے ہے اور رجل کا حکم اوپر گذر چکا، الا الظاہریہ وھم لا یفرقون فی ذلک بین الحرۃ والامتہ، اور حرہ کی حد عورت پورا بدن ہے البتہ بعض اعضاء کا استثناء ہے جیسے وجہ اور کفین، اول کا استثناء تو ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے اور کفین کا استثناء حنفیہ شافعیہ مالکیہ کے یہاں ہے حنابلہ کی اسمیں دو روایتیں ہیں ایک میں استثناء ہے ایک میں نہیں، کما فی المغنی۔

عورت کے قدمین اختلاف: اور قدمین کا استثناء ائمہ ثلاثہ کے یہاں نہیں، ان کے نزدیک قدمین حد عورۃ میں داخل ہیں، حنفیہ کی اس میں دو روایتیں ہیں لیکن ہدایہ اور در مختار میں عورت نہ ہونے کو اصح قرار دیا ہے، اور تیسری روایت یہ ہے جیسا کہ شامی میں ہے کہ قدمین عورت ہیں خارج صلاۃ نہ کہ داخل ❷ صلاۃ۔

منشأ اختلاف: دراصل یہ اختلاف مبنی ہے آیت کریمہ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ❸ کی تفسیر پر، آیت میں زینت سے مراد مواضع زینت ہے، پھر مواضع زینت ظاہرہ کے مصداق میں اختلاف ہے بعض نے وجہ اور کفین کو قرار دیا ہے، چنانچہ کحل زینت وجہ ہے اور خاتم زینت کف، اور بعض نے اسمیں قدمین کو بھی داخل کیا ہے اس لئے کہ پاؤں میں بھی انگوٹھی پہنی جاتی ہے جس کو فتخہ کہتے ہیں، تو گویا زینت ظاہرہ کا مصداق تین چیزیں ہوئیں کحل، خاتم، فتخہ، اور مراد ان کے مواضع ہیں۔

ایک اور اختلافی مسئلہ: یہاں پر ایک مسئلہ اور ہے وہ یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک انکشاف عورۃ فی الصلوۃ مطلقاً مفسد صلاۃ ہے اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک انکشاف یسیر معاف ہے کما فی المغنی، اور یسیر کا مصداق ہمارے فقہاء نے ما دون ربع العضو لکھا ہے لہذا چوتھائی عضو کا کھل جانا مفسد صلاۃ ہو گا۔

٦٢٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

---

❶ المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١ ص ٦١٦

❷ حضرت شیخؒ حاشیہ بذل میں لکھتے ہیں قلت ويظهر من هامش الهداية عكسه فتأمل۔

❸ اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے (سورۃ النور ٣١)

وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے موجود ہیں (یعنی ایک میں بھی نماز جائز ہے)۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٥١) صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٨) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٥) سنن النسائي - القبلة (٧٦٣) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٢٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٧٠)

شرح الحديث: قوله: أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلاۃ فی ثوبٍ واحدٍ کے بارے میں سوال کیا گیا جس پر آپ نے فرمایا، کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے موجود ہیں، مطلب یہ ہے کہ ثوب واحد میں نماز جائز ہے۔

صلاۃ فی ثوبِ واحدِ بالاتفاق ائمہ اربعہ جائز ہے، بعض صحابہ جیسے ابن مسعودؓ سے اس کی ممانعت منقول ہے، چنانچہ مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابی بن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا حضرت ابیؓ فرماتے تھے لا بأس بِهِ اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے إِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ إِذْ كَانَ النَّاسُ لَا يَجِدُونَ الثِّيَابَ، وَأَمَّا إِذْ وَجَدُوهَا فَالصَّلَاةُ فِي ثَوْبَيْنِ، حضرت عمرؓ وہاں تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا الصَّوَابُ مَا قَالَ أُبَيٌّ، لَا مَا قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ (منهل) [1]، اسی طرح ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ثوب واحد میں نماز نہ پڑھنی چاہئے وان کان اوسع من السماء (ہامش کوکب) لیکن اس پر اجماع ہے کہ صلاۃ فی ثوبین افضل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ثوب واحد میں نماز پڑھنا کبھی تو دوسرا کپڑا نہ ہونے کی بناء پر تھا اور کبھی باوجود ہونے کے بیان جواز کیلئے، اصل اس میں یہ ہے کہ نماز لباس معتاد اور مناسب ہیئت میں پڑھنی چاہئے، جس لباس اور ہیئت میں آدمی بڑے لوگوں سے ملنا اور مجامع میں شرکت پسند نہیں کرتا ایسی ہیئت نماز میں بھی اختیار نہ کرنی چاہئے، چنانچہ فقہاء نے ثیاب بذلہ (میلے کچیلے اور خراب) میں نماز کو مکروہ لکھا ہے۔

٦٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اسطرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ نہ ہو۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٢) صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٣) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٦) سنن النسائي - القبلة (٧٦٩) سنن

[1] مَا قَالَ أُبَيٌّ، وَلَمْ يَأْلُ ابْنُ مَسْعُودٍ (مصنف عبدالرزاق - كتاب الصلاة - باب ما يكفي الرجل من الثياب ١٣٨٧)

أبي داود - الصلاة (٦٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٠/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٧١)

شرح الحديث: قوله: لَا يُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی ثوبِ واحد میں نماز پڑھے تو اس کو اس طرح استعمال کرے کہ بدن کا بالائی حصہ بھی مستور رہے لنگی کیطرح وسطِ بدن میں نہ باندھے، یہ وہی معتاد اور مناسب ہیئت والی بات ہے جس کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں لیکن یہ اسی وقت ہے جب اس کپڑے میں اسکی گنجائش ہو، اور اگر وہ زیادہ چھوٹا ہو تو پھر یقیناً وسطِ بدن میں اس کو باندھنا پڑیگا۔

مذاہب ائمہ: جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تنزیہ کیلئے ہے وعند أحمد للتحریم، ایک قول ان کا یہ ہے کہ اس صورت میں نماز ہی درست نہ ہوگی، دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ نماز تو صحیح ہو جائے گی، لیکن آثم ہوگا۔

٦٢٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمَعْنَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بِطَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو اپنی گردن کے دونوں کناروں پر کپڑے کے دائیں رخ کے کنارے کو بائیں طرف ڈال لے اور بائیں کنارے کو دائیں طرف ڈال لے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٢) صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٣) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٦) سنن النسائي - القبلة (٧٦٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٤/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٠/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٧١)

٦٢٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْهِ».

ترجمہ: حضرت عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کپڑے کو اسطرح اوڑھے ہوئے تھے کہ اس کپڑے کے دونوں کنارے مخالف کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٤٧) صحيح البخاري - الصلاة (٣٤٨) صحيح البخاري - الصلاة (٣٤٩) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٧) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٩) سنن النسائي - القبلة (٧٦٤) سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٤٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٦/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٧/٤) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٩)

۶۲۹ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو الْحَنَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللهِ مَا تَرَى فِي الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، قَالَ: فَأَطْلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِزَارَهُ طَارَقَ بِهِ رِدَاءَهُ، فَاشْتَمَلَ بِهِمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَنْ قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: «أَوَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟».

ترجمہ: قیس بن طلق اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا اے اللہ کے نبی آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنی تہبند اور اپنی چادر کو ایک ساتھ لپیٹ لیا (یعنی ایک کپڑے کی طرح بنادیا) اور ان کپڑوں کو لپیٹ کر نماز پڑھائی پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ کیا تم میں سے ہر شخص دو کپڑوں کی استطاعت رکھتا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٢٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٢/٤)

۸۰- بَابُ الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثَّوْبَ فِي قَفَاهُ ثُمَّ يُصَلِّي

باب آدمی کے کپڑے کو اپنی گدّی پر باندھ کر نماز پڑھنے کے متعلق

۶۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ فِي أَعْنَاقِهِمْ مِنْ ضِيقِ الْأُزُرِ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ كَأَمْثَالِ الصِّبْيَانِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ".

ترجمہ: سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بعض مردوں کو اسطرح نماز پڑھتے دیکھا کہ وہ کہ اپنی ازار (تہبند) کپڑے کی تنگی کے باعث گردنوں میں باندھے ہوئے تھے جس طرح کہ چھوٹے بچوں کی گردنوں پر ازار باندھ دیا جاتا ہے تو کسی کہنے والے نے کہا اے عورتوں کی جماعت تم اپنے سر اسوقت تک سجدے سے نہ اٹھایا کرو جب تک کہ مرد نہ اپنے سروں کو مسجد سے اٹھالیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٥٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤٤١) سنن النسائي - القبلة (٧٦٦) سنن أبي داود - الصلاة (٦٣٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣١/٥)

شرح الحدیث: ثوب واحد کے اقسام ثلاثہ اور ہر ایک کا طریق استعمال: جاننا چاہئے کہ ثوبِ واحد جس میں آدمی نماز پڑھتا ہے اسکی تین قسمیں ہیں، ضیق، وسیع، اوسع، اگر ضیق ہے تو حدیث میں اس کا طریق استعمال اتزار ہے یعنی لنگی اور پاجامہ کی طرح اس کو وسط بدن میں باندھ لینا، اور اگر وسیع ہے تو بجائے درمیان میں باندھنے کے گردن کے قریب لاکر گرہ لگانا جیساکہ اس ترجمہ میں مذکور ہے، اور قسم ثالث یعنی اوسع کا حکم یہ ہے کہ اس کو استعمال کیاجائے مخالفة بین الطرفین کیساتھ جیسا

کہ حدیث میں مذکور ہے، یعنی اس کپڑے کا دایاں سرا بائیں مونڈھے پر اور بایاں سرا دائیں مونڈھے پر ڈال لیا جائے، مخالفة بين الطرفين اسی چادر میں ہو سکتی ہے جو زیادہ وسیع ہو، اور جو کم وسیع ہو گا اسمیں گرہ لگانی پڑیگی، گردن پر، اور زیادہ چھوٹا ہونے کی صورت میں وسط بدن میں باندھنا ہو گا، مصنفؒ کے تراجم ابواب اور اس سلسلہ کی احادیث سے یہی تفصیل مستفاد ہو رہی ہے۔

٨١ـ بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى غَيْرِهِ

باب ایک شخص ایک کپڑے میں اسطرح نماز پڑھے کہ کپڑے کا کچھ حصہ نمازی کے علاوہ شخص کے اوپر ہو

٦٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَيَّ».

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہوتے اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر بھی ہوتا تھا۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٦٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٧٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ١٩٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/ ٢٠١)

شرح الحديث اس باب میں مصنفؒ نے جو حدیث ذکر کی ہے وہ بَابُ الصَّلَاةِ فِي شُعُرِ النِّسَاءِ میں گذر چکی۔

٨٢ـ بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ وَاحِدٍ

باب اس شخص کے بارے میں حکم جو ایک ہی قمیض میں نماز پڑھے

ثوبِ واحد میں نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ کپڑا چادر کی قسم سے ہو گا، یا قمیض کی شکل میں، اس دوسری صورت کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

٦٣٢ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ قَالَ: «نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ».

ترجمہ سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں اکثر شکار کے لئے جاتا ہوں تو کیا ایک قمیض میں نماز پڑھ لیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں پڑھ لیا کرو لیکن اس قمیض کے گریبان میں گھنڈی لگا لیا کرو اگرچہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو۔

تخریج سنن النسائي - القبلة (٧٦٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٣٢)

شرح الحديث قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَفَأُصَلِّي فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ سلمہ بن الاکوع نے حضور ﷺ

سے عرض کیا کہ میں اکثر شکار کیلئے جاتا رہتا ہوں (اور شکاری کیلئے چادر اور لنگی کا سنبھالنا بھاگ دوڑ کیوجہ سے دشوار ہوتا ہے) تو کیا ایک قمیص میں نماز پڑھ لیا کروں (قمیص کو چونکہ سنبھالنا نہیں پڑتا اس لئے اسمیں سہولت ہے خصوصاً شکار کرنیوالے کیلئے) اس پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نَعَمْ وَازْرُرْهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ کہ ہاں پڑھ لیا کرو لیکن اس قمیص کے گریبان میں گھنڈی لگالیا کرو اگرچہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو اسلئے کہ قمیص کا گریبان اگر کھلا رہا تو رکوع میں یا کسی دوسری حالت میں اپنے ستر پر نظر پڑنے کا امکان ہے وَازْرُرْ امر کا صیغہ ہے زَرَّ یَزُرُّ باب نصر سے، زِر کہتے ہیں گھنڈی کو جس کی جمع أَزْرار آتی ہے، حدیث میں جو لفظ أَصِيدُ مذکور ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہے بروزن ابیع، اور کہا گیا ہے کہ یہ لفظ اصید ہے بروزن احمر، جس کے معنی ہیں وہ شخص جس کی گردن میں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ سے اس کو حرکت دینا اور التفات کرنا مشکل ہو۔

لو وقع نظر المصلی علی عورته: اس حدیث میں قمیص میں گھنڈی لگانے کا حکم دیا گیا اس کی جو وجہ بیان کی گئی کہ عورت پر نظر نہ پڑے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک مصلی کی نظر اپنے ستر پر پڑ جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اور مالکیہ کا اسمیں اختلاف ہے، ہمارے یہاں بھی اسمیں دو روایت ہیں راجح عدم فساد ہے (من هامش البذل [1]) اس حدیث سے ابن قدامہ نے صحت صلاۃ کیلئے ستر عورت کے شرط ہونے پر استدلال کیا ہے، کما تقدم۔

٦٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَوْمَلٍ الْعَامِرِيِّ - قَالَ أبو داود: كَذَا قَالَ: وَالصَّوَابُ أَبُو حَرْمَلٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فِي قَمِيصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: «إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَمِيصٍ».

ترجمہ: محمد بن عبد الرحمن بن ابو بکر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ جابر بن عبد اللہؓ نے ہماری امامت کی ایک قمیص پہنے ہوئے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اوپر چادر نہ تھی پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو ایک قمیص میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٤٥) صحيح البخاري - الصلاة (٣٤٦) سنن أبي داود - الصلاة (٦٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٢٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٥/٣)

٨٣ - بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا يَتَّزِرُ بِهِ

باب جب کپڑا تنگ ہو تو اس میں نماز پڑھنے کا حکم

ثوب ضیق کا حکم ہمارے کلام میں پہلے آچکا، اور یہ کہ ثوب واحد جسمیں نماز پڑھنا چاہتا ہے اسکی تین قسمیں ہیں تفصیل گذر چکی۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٢٩٠

٦٣٤ - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ [1]، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السِّجِسْتَانِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سِرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ، فَقَامَ يُصَلِّي، وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ أُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي، وَكَانَتْ لَهَا ذَبَاذِبُ فَنَكَّسْتُهَا، ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا، ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا لَا تَسْقُطُ، ثُمَّ جِئْتُ حَتَّى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي، حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَ ابْنُ صَخْرٍ، حَتَّى قَامَ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنَا بِيَدَيْهِ جَمِيعًا، حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ، قَالَ: وَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِي وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ أَتَّزِرَ بِهَا فَلَمَّا فَرَغَ: رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «يَا جَابِرُ»، قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلَى حِقْوِكَ».

ترجمہ: عبادہ بن الولید بن عبادہ بن الصامت سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم جابر یعنی جابر بن عبد اللہ کے پاس حاضر ہوئے وہ فرمانے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں سفر کیا تو ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اس وقت میرے اوپر ایک چھوٹی چادر تھی اسکو میں نے چاہا کہ اس کے دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر ڈال کر اوڑھ لوں مگر وہ اوڑھی نہ جاسکی اس چادر میں ایک جانب جھالر تھے (وہ جانب نیچے تھی) اسلئے میں نے چاہا کہ اس چادر کو پلٹا کر پھر میں نے چادر کے دائیں کنارے کو بائیں کندھے پر اور اس کے بائیں کنارے کو دائیں کندھے پر رکھ دیا پھر میں اس چادر پر جھک گیا تا کہ میں اسے اپنی تھوڑی سے پکڑ لوں اور وہ چادر نہ گرے (میں نے چادر کو اس انداز سے اوڑھ لیا) اور پھر اسی حالت میں آپ ﷺ کی بائیں جانب آکر نیت باندھ لی آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا (تھوڑی دیر بعد) جبار بن صخر نے بھی آکر آپ ﷺ کے بائیں طرف نیت باندھ لی تو آپ ﷺ نے ہم دونوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیچھے کی طرف دھکیل کر اپنے پیچھے کھڑا کر دیا اور حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں مسلسل میری طرف دیکھتے رہے لیکن میں آپ ﷺ کے اشارہ پر متوجہ نہ ہوا پھر تھوڑی دیر میں میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ مجھے اشارہ فرما رہے ہیں (کہ چونکہ یہ چادر چھوٹی ہے اس میں مخالفۃ بین الطرفین کی گنجائش نہیں ہے اس لئے) اسکو اپنے وسط بدن میں باندھ لوں اور شلوار کی مانند بنالوں پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے جابر میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب چادر میں گنجائش ہو تو اسے مخالفت بین الطرفین باندھ لیا کرو اور جب وہ تنگ ہو تو اس کو تہبند / شلوار کی طرح (ناف کی جگہ پر) باندھ لیا کرو۔

تخریج: صحیح البخاري - الصلاة (٣٥٤) صحیح مسلم - صلاة المسافرین وقصرها (٧٦٦) سنن أبي داود - الصلاة (٦٣٤)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود میں اس حدیث پر باب إذا كان ثوباً ضيقاً کا باب موجود ہے۔

سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٥١/٣)

شرح الحديث قَالَ: أَتَيْنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سِرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ: اس غزوہ سے غزوہ بواط مراد ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے، حضرت جابرؓ حضور ﷺ کیساتھ اپنے بعض اسفار کا ذکر کر رہے ہیں، حدیث بہت طویل ہے جو مسلم شریف جلد ثانی کے اخیر میں ہے [1] مصنفؒ نے اس کا یہاں ایک ٹکڑا ذکر کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے، حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں نے سوچا کہ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے نیت باندھ لوں، میرے پاس صرف ایک چادر تھی جس کو اوڑھ کر مجھے نماز پڑھنی تھی میں نے اس کو مخالفة بین الطرفین کیساتھ اوڑھنا چاہا مگر وہ اوڑھی نہ جا سکی، اس چادر میں ایک جانب جھالر سے تھے وہ جانب نیچے کی طرف تھی اس لئے میں نے اس چادر کو پلٹا تاکہ وہ نیچے کی جانب اوپر کی طرف آجائے اور وہ جھالر اوپر کی طرف ہو جائیں اور ان کیوجہ سے مجھے کچھ چادر سنبھالنے میں مدد ملے، چنانچہ میں نے اس چادر کو حسب سابق مخالفة بین الطرفین کیساتھ اوڑھا اور وہ جھالر جو اب اوپر کی طرف آگئے تھے ان کے ذریعہ سے میں نے اس چادر کے سروں کو اپنی ٹھوڑی سے دبالیا تاکہ وہ چادر نہ گرے، اور پھر اسی حالت میں حضور ﷺ کی بائیں جانب آکر نیت باندھ لی، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر بائیں جانب سے دائیں جانب کر دیا، تھوڑی دیر بعد میرے ساتھی (جن کا نام جبار بن صخر ہے جیسا کہ مسلم کی روایت -٣٠١٠- میں ہے) انہوں نے بھی آکر حضور ﷺ کی بائیں طرف نیت باندھ لی، آپ ﷺ نے ہم دونوں کو اپنے ہاتھوں سے پیچھے کی طرف دھکیل دیا، اور آپ ﷺ نماز میں میری طرف مسلسل دیکھتے رہے لیکن میں آپ ﷺ کے اشارہ پر متوجہ نہیں ہوا تھوڑی دیر بعد میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ مجھے اشارہ سے کچھ فرما رہے ہیں، اور وہ اشارہ یہ تھا کہ چونکہ یہ چادر چھوٹی ہے اسمیں مخالفة بین الطرفین کی گنجائش نہیں ہے اس لئے اس کو اپنے وسط بدن میں باندھ لے، اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہی بات آپ ﷺ نے زبان سے ارشاد فرمائی۔

بَابُ مَنْ قَالَ يَتَّزِرُ بِهِ إِذَا كَانَ ضَيِّقًا

جب کپڑا تنگ ہو تو اسے ازار کے طور پر پہننے کا بیان

ایک نوع کے دو باب میں دفع تکرار: یہ باب بظاہر مکرر ہے اسی قسم کا باب قریب میں گذر چکا، حضرت نے بذلؒ میں اسکا جواب یہ لکھا ہے کہ سابق باب والی حدیث میں فَاشْدُدْهُ عَلَى حِقْوِكَ لفظ وارد ہے صریح لفظ اتزار وہاں نہیں تھا گو معنی دونوں کے ایک ہی ہیں تو گویا مصنفؒ نے الفاظ حدیث کے اتباع اور رعایت میں ایسا کیا ہے [2]، لیکن صاحب منہلؒ نے اس سے کوئی تعرض ہی نہیں کیا، ایک جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث الباب میں یہ مذکور ہے کہ اگر آدمی کے پاس ایک ہی کپڑا ہو تو

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الزهد والرقائق - باب حديث جابر الطويل وقصة أبي اليسر ٣٠٠٧-٣٠٠٨

[2] بذل المجهود في حل أبي داود ج ٤ ص ٢٩٨

اس کا اتزار کرنا چاہیئے حدیث میں ثوب واحد کے حق میں مطلقاً اتزار کہا گیا ہے حالانکہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب وہ کپڑا چھوٹا اور تنگ ہو، اس لئے مصنف نے حدیث کو مقید کرنے کیلئے اس پر یہ ترجمہ قائم کیا تو گویا یہ ترجمہ شارحہ ہوا، بخاری شریف کے بھی بہت سے تراجم کے بارے میں بعض صورتوں میں یہی توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ ترجمہ شارحہ [1] ہے۔

۶۳۵ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ [2]، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: «إِذَا كَانَ لِأَحَدِكُمْ ثَوْبَانِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَلْيَتَّزِرْ بِهِ، وَلَا يَشْتَمِلُ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ».

ترجمہ: ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یا راوی کو شک ہے وہ فرماتے ہیں کہ یا عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان دونوں میں نماز پڑھے اور اگر ایک ہی کپڑا ہو تو اسکا تہبند باندھ لے اور اسکو اس طریقے پر باندھے جسطرح یہود باندھتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٣٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٨/٢)۔

شرح الحدیث: **اشتمال الیہود والصماء کی تفسیر:** قوله: وَلَا يَشْتَمِلُ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ: اور یہود کی طرح چادر نہ لپیٹے، اشتمال یہود یہ ہے کہ چادر کو اسطرح اپنے سارے بدن پر لپیٹ لے اوپر سے نیچے تک کہ ہاتھوں کا باہر نکالنا دشوار ہو، اسمیں تشبہ بالیہود کے علاوہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہے، اگر گرنے لگے تو اپنے آپ کو سنبھالے گا کیسے، اسی طرح موذی جانور سے بچنا بھی مشکل ہوگا اس لئے کہ دونوں ہاتھ تو اندر ہیں، اور یہی تفسیر اشتمال الصماء کی بھی کی گئی ہے، بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ [3]، دراصل یہ الصخرة الصماء سے لیا گیا ہے، وہ ٹھوس پتھر جس میں کوئی منفذ اور سوراخ نہ ہو، اور بعض علماء نے اشتمال الصماء کی تفسیر یہ کی ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح پہنے کہ اس کو لپیٹنے کے بعد اس کے ایک سرے کو اٹھا کر کندھے پر ڈال لے، اس صورت میں کشف عورۃ کا احتمال ہے۔

۶۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ الذُّهْلِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاضِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيبِ عُبَيْدُ اللهِ الْعَتَكِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّحُ

---

[1] اس توجیہ پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اگر مصنف کا مقصود شرح حدیث ہی ہے تو اس حدیث کو بھی گذشتہ باب کے تحت لے آتے اس سے بھی شرح حدیث کا فائدہ حاصل ہو جاتا، اللّٰھم الا ان یقال کہ بقصد اہتمام اس کے لئے مستقل باب باندھا ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود میں اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیث پر من قال يتزر به إذا كان ضيقا کا باب قائم کیا گیا ہے، اس کے علاوہ حدیث ٦٣٥ کو بعد میں اور حدیث ٦٣٦ کو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس محیی عبد المجید کے محققہ نسخہ میں یہ تینوں احادیث ایک ہی باب "بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا يَتَّزِرُ بِهِ" کے تحت موجود ہیں۔

[3] صحیح البخاري - أبواب الصلاة في الثياب - باب ما يستر العورة ٣٦٠

بِهِ. وَالْآخَرُ أَنْ تُصَلِّيَ فِي سَرَاوِيلَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ رِدَاءٌ».

ترجمہ عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے کہ جس کو لپیٹا نہ گیا ہو اور دوسرے اس سے منع فرمایا کہ تم اسطرح شلوار پہن کر نماز پڑھو کہ جسکے اوپر تم نے چادر نہ اوڑھی ہو۔

٨٤ - بَابُ الْإِسْبَالِ فِي الصَّلَاةِ

باب ہے نماز میں پائچوں اور کپڑے کو ٹخنے کے نیچے لٹکانے کا حکم

اِسبال کے لغوی معنی پردہ وغیرہ کو ڈھیلا چھوڑنے کے ہیں، اور یہاں پر مراد یہ ہے کہ قمیص یا ازار کو ٹخنوں سے نیچے کرنا جو کہ مرد کیلئے ممنوع ہے۔

اسبال ازار کا حکم: علماء نے لکھا ہے کہ اگر یہ خیلاء کیوجہ سے ہو تب تو حرام ہے اور اگر ویسے ہی بے توجہی اور غفلت کیوجہ سے ہو تو مکروہ ہے، اور اگر کسی عذر اور مجبوری کیوجہ سے ہو تو مکروہ بھی نہیں، جیسے صدیق اکبرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرا ازار نیچے کو ہو جاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا یہ فعل خیلاء کیوجہ سے نہیں، لامع میں کسی جگہ لکھا ہے کہ صدیق اکبرؓ بہت دبلے پتلے تھے ان کا پیٹ اندر کو تھا اس لئے ان کا ازار خود بخود سرک کر نیچے ہو جاتا تھا، اور اس کے بالمقابل حضرت علیؓ کا بدن بھاری تھا اور ان کا پیٹ باہر کو نکلا ہوا تھا اس وجہ سے ان کی لنگی نیچے کو ہو جاتی تھی، بہر حال ایسی شکل میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

٦٣٧ - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ، حَدَّثَنَا أبو داود، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خُيَلَاءَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ»، قَالَ أبو داود: رَوَى هَذَا جَمَاعَةٌ عَنْ عَاصِمٍ مَوْقُوفًا عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ، مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَأَبُو الْأَحْوَصِ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ.

ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں تکبر کی وجہ سے اپنا ازار لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے نہ تو جنت کو حلال کریں گے نہ جہنم اس کے لئے حرام ہوگی امام ابو داؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو ایک جماعت نے عاصم کے واسطے سے ابن مسعودؓ سے موقوفاً روایت کیا۔ ان میں حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابو الاحوص، اور ابو معاویہ شامل ہیں۔

٦٣٨ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ إِذْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ»، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، ثُمَّ

قَالَ: «اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ» . فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ ، ثُمَّ جَاءَ . فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ . فَقَالَ: «إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَهُ وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ» .

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں کہ ایک شخص پائنچے کو ٹخنے سے نیچے لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ وضو کرو، وہ وضو کر کے آیا آپ ﷺ نے پھر فرمایا جاؤ اور دوبارہ وضو کرو، وہ دوبارہ وضو کر کے آیا تو ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نے اسکو وضو کا حکم کس لئے فرمایا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ وہ اسبال ازار (کپڑا لٹکا کر) کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ جل شانہٗ کے ہاں نماز اسبال ازار (شلوار اور کپڑے کا لٹکے ہوئے ہونے) کی حالت میں قبول نہیں ہوتی۔

شرح الحدیث: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ: ایک شخص اسبال ازار کیساتھ نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ وضوء کر، وہ وضوء کر کے آیا، آپ ﷺ نے فرمایا پھر جاؤ دوبارہ وضوء کر، وہ دوبارہ وضوء کر کے آیا، ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ نے اس کو وضوء کا حکم کس لئے فرمایا، آپ ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ اسبال ازار کی حالت میں آدمی کی نماز اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوتی اسبال ازار چونکہ بعض مرتبہ تکبر کی بناء پر ہوتا ہے جو ایک باطنی گندگی ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس کو طہارۃ الظاہر کا حکم فرمایا تا کہ اس کے اثر سے طہارۃ باطن حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر وباطن کے درمیان ایک خاص قسم کا ربط اور جوڑ رکھا ہے، اور دوبارہ آپ ﷺ نے اس کو وضوء کا حکم غالباً اس لئے دیا کہ پہلی مرتبہ سے مقصود اچھی طرح سے حاصل نہ ہوا ہو گا۔

فَلَيْسَ مِنَ اللهِ (جَلَّ ذِكْرُه [1]) فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ: یعنی جو شخص نماز میں تکبر کیوجہ سے اسبال ازار کرتا ہے اس کا یہ حال ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔

اس جملہ کے مطلب میں شراح کے مختلف قول ہیں: ① یہ ماخوذ ہے عرب کے قول فلان لا ینفع للحلال ولا للحرام، یعنی فلاں شخص ناکارہ اور بیکار ہے لوگوں کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں اور نہ اسکا کوئی فعل قابل اعتبار ہے، اور ② یا یہ مطلب ہے کہ یہ شخص نہ کوئی جائز اور حلال کام کر رہا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا کوئی احترام ہے، ③ یا یہ مطلب ہے کہ اس شخص کیلئے نہ جنت حلال ہے اور نہ جہنم حرام، ④ اور یا یہ مطلب ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہے کہ اس کو نہ حلال کی خبر اور پرواہ اور نہ حرام کی۔

[1] شیخ عوامہ کے محقق نسخہ میں یہ اضافہ ہے۔

٨٥- بَابٌ فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ

باب عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے گی

عندالجمہور عورت کیلئے نماز کے لباس میں دو کپڑوں کا ہونا واجب ہے، خمار اور قمیص [1] جیسا کہ حدیث الباب میں ہے، خمار ستر راس کے لئے اور قمیص باقی تمام بدن کیلئے، لیکن جمہور یہ کہتے ہیں کہ مقصود تمام بدن کا ستر ہے فلو حصل بثوب واحد وسیع جاز، یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے، وقیل لابد من ثلاث، وقیل لابد من اربع، خمار، قمیص، ازار، ملحفہ، اخیر کے یہ دو قول عطاء اور ابن سیرین سے مروی ہیں، ابن قدامہ لکھتے ہیں عورت کیلئے مستحب (عند احمد والشافعیؒ) یہ ہے کہ وہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے، خمار، درع، جلباب یعنی چادر قمیص کے اوپر اوڑھنے کیلئے۔

٦٣٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ قُنْفُذٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ مَاذَا تُصَلِّي فِيهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَتْ: «تُصَلِّي فِي الْخِمَارِ وَالدِّرْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغَيِّبُ ظُهُورَ قَدَمَيْهَا».

ترجمہ: محمد بن زید بن قنفذ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امّ سلمہؓ سے سوال کیا کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ایک دوپٹے اور ایسی قمیض جو اپنی لمبائی کی وجہ سے اس کے قدموں کے ظاہری حصہ کو چھپالے اس میں نماز پڑھے۔

شرح الحدیث: وَالدِّرْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغَيِّبُ ظُهُورَ قَدَمَيْهَا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مراۃ کے قدمین حدِ عورۃ میں داخل ہیں جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔

قدمین کے عورۃ ہونے پر استدلال اور حنفیہ کی طرف سے اسکا جواب: لیکن یہ حنفیہ کے قول اصح کے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اسکی سند میں ام محمد ہیں ان کے بارے میں ذہبیؒ لکھتے ہیں: لا تعرف، نیز اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے جسکو مصنفؒ نے خود آگے چل کر بیان کیا ہے، وہ یہ کہ اکثر رواۃ نے اس حدیث کو ام سلمہ سے موقوفاً اور بعض نے مرفوعاً روایت کیا ہے لہٰذا حدیث میں ضعف پیدا ہو گیا۔

٦٤٠ - حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ -بِهَذَا الْحَدِيثِ- قَالَ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِرْعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ؟، قَالَ: «إِذَا كَانَ الدِّرْعُ سَابِغًا يُغَطِّي ظُهُورَ قَدَمَيْهَا»، قَالَ ابو داود: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبَكْرُ بْنُ مُضَرَ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

---

[1] قمیص سے لمبا کرتہ مراد ہے اوپر سے نیچے تک (عربی کرتہ)۔

لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرُوا بِهِ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا.

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا عورت دوپٹے اور قمیض میں نماز پڑھ سکتی ہے جبکہ وہ ازار (شلوار) نہ پہنی ہو۔ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جب قمیض اتنی لمبی ہو کہ وہ اس کے قدموں کے ظاہری حصہ کو چھپالے تو صحیح ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مالک بن انس، بکر بن مضر، حفص بن غیاث، اسمٰعیل بن جعفر، ابن ابی ذئب اور ابن اسحٰق نے محمد بن زید سے بواسطہ ان کی والدہ سے حضرت ام سلمہؓ سے موقوفاً بیان کی ہے اور ان میں سے کسی نے بھی نبی کریم ﷺ سے روایت نہیں کی بلکہ ان تمام راویوں نے اس حدیث کو ام سلمہ کا اثر موقوف ہوناذکر کیا ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٦٤٠) موطأ مالك – النداء للصلاة (٣٢٦)

٨٦- بَابُ الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ

باب ہے دوپٹے کے بغیر عورت کے نماز پڑھنے کے بارے میں

حرہ عورت کی نماز بغیر خمار یعنی بغیر ستر رأس کے بالاتفاق فاسد ہے، البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ اگر مقدار یسیر مکشوف ہو تب کیا حکم ہے، سو یہ پہلے گذر چکا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ایسی صورت میں نماز درست نہ ہوگی، چنانچہ امام ترمذیؒ حدیث الباب کے تحت فرماتے ہیں وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: أَنَّ المَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا وَهُوَ قَوْلُ الشَّافِعِيِّ [1] اور حنفیہ حنابلہ کے یہاں مقدار یسیر (مادون الربع) معاف ہے۔

٦٤١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ، قَالَ: «لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹہ کے قبول نہیں ہوتی۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ سعید یعنی ابن ابی عروبہ نے قتادہ سے انہوں نے حسن سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس روایت کو مرسل ذکر کیا ہے (گویا قتادہ کے پہلے شاگرد حماد نے اس روایت کو موصولاً ذکر کیا اور قتادہ کے دوسرے شاگرد سعید بن ابی عروبہ نے اس روایت کو حسن بصری سے مرسلاً نقل کیا ہے)

تخریج: جامع الترمذي – الصلاة (٣٧٧) سنن أبي داود – الصلاة (٦٤١) سنن ابن ماجه – الطهارة وسننها (٦٥٤) سنن ابن ماجه – الطهارة وسننها (٦٥٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (١٥٠/٦) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٢١٨/٦) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٢٥٩/٦)

٦٤٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ، نَزَلَتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ

---

[1] جامع الترمذي – كتاب الصلاة – باب ما جاء لا تقبل صلاة الحائض إلا بخمار ٣٧٧

الطَّلَحَاتِ فَرَأَتْ بَنَاتٍ لَهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ، فَأَلْقَى لِي حَقْوَهُ، وَقَالَ لِي: «شُقِّيهِ بِشُقَّتَيْنِ فَأَعْطِي هَذِهِ نِصْفًا وَالْفَتَاةَ الَّتِي عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ نِصْفًا، فَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ حَاضَتْ، أَوْ لَا أُرَاهُمَا إِلَّا قَدْ حَاضَتَا». قَالَ أبو داؤد: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ.

ترجمہ: ایوب محمد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ حضرت صفیہ جو طلحۃ الطلحات کی والدہ ہیں کے پاس تشریف لے گئیں تو ان کی بیٹیوں کو (ننگے سر) دیکھا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے اور میرے حجرے میں ایک جاریہ تھی (جس کا سر کھلا تھا) تو آپ ﷺ نے میری طرف ایک لنگی پھینکی اور فرمایا اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک اس لونڈی کو دیدو اور ایک ٹکڑا اس لونڈی کو بھیجدو جو ام سلمہؓ کے پاس رہتی ہے اسلیئے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ وہ لونڈی حد بلوغ کو پہنچ چکی یا فرمایا دونوں حد بلوغ کو پہنچ گئی ہیں (تو انہیں سر ڈھک کر رکھنا چاہیئے)۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں اسی طرح ہشام نے ابن سیرین سے روایت کی ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٤٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٩٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٣٨)

شرح الحديث: أَنَّ عَائِشَةَ، نَزَلَتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ: یہ صفیہ کی صفت ہے یعنی وہ صفیہ جو طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ کی والدہ ہیں، طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ سے مراد طلحہ بن عبد اللہ بن خلف ہیں، انکو طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ تلقیب میں مختلف قول ہیں ایک قول یہ ہے جو اصمعیؒ سے منقول ہے کہ طلحہ نامی چند رجال ہیں جو جود وسخا میں معروف ہیں، اور ہر ایک کا ایک لقب ہے وہ یہ ہیں، طلحہ بن عبید اللہ الیتمی ان کا لقب الفیاض ہے، طلحہ بن عمر بن عبید اللہ، یہ طلحۃ الجواد سے معروف ہیں، طلحہ بن عبد اللہ بن عوف الزہری یہ طلحۃ الندی کیساتھ معروف ہیں، طلحہ بن الحسن بن علی ان کو طلحۃ الخیر کہا جاتا ہے اور پانچویں یہ ہیں جو یہاں مذکور ہیں جن کو طلحۃ الطلحات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ان میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور ایک دوسری وجہ اس کی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے اجداد میں بہت سوں کا نام طلحہ تھا۔

فَرَأَتْ بَنَاتٍ لَهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ صفیہؓ کے یہاں گئیں (وہاں انکی لڑکیوں کو انہوں نے ننگے سر دیکھا ہوگا) تو اس پر حضرت عائشہؓ نے ان کو حضور ﷺ کے زمانہ کا ایک واقعہ سنایا، وہ یہ کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے حجرے میں تشریف لائے وہاں آپ ﷺ نے ایک جاریہ کو دیکھا جس کا سر کھلا تھا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی طرف اپنی ایک لنگی پھینکی اور فرمایا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک اس لونڈی کو دیدو اور ایک اس لونڈی کے پاس بھیجدو جو ام سلمہؓ کے پاس رہتی ہے اس لئے کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ یہ دونوں حد بلوغ کو پہونچ گئی ہیں لہٰذا ان کو اب اپنا سر ڈھک کر رکھنا چاہیے۔

صلوة الامة مع كشف الرأس: جاننا چاہیئے کہ مسئلہ یہ ہے، باندی کی نماز کشف رأس کیساتھ بھی جائز ہے اس کے

حق میں ستر راس واجب نہیں، مغنی میں لکھا ہے لا نعلم أحدا خالف في هذا إلا الحسن [1]، جمہور کی دلیل انہوں نے یہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک باندی کو متقنعہ دیکھا، قناع یعنی خمار اوڑھے ہوئے تو انہوں نے فرمایا اكْشِفِي رَأْسَكِ وَلَا تَشَبَّهِينَ بِالْحَرَائِرِ [2]، اور یہاں حضور ﷺ نے جو ستر راس کو فرمایا تو ہو سکتا ہے وہ لڑکی حرہ ہو یا احتیاط اور تعلم ادب کیلئے آپ ﷺ نے ایسا کیا ہو۔

باندی اور حرہ کی حد عورت میں ہمارے یہاں اختلاف تفصیل سے گذر چکا۔

٨٧- بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

باب نماز میں سدل (یعنی قمیص یا ازار کو لمبا لٹکانا) کے حکم کا بیان

سدل کی تفسیر میں اقوال: یہاں پر دو چیزیں ہیں: ① سدل کی تفسیر اور ② دوسرے اس کا حکم، اسکی کئی تفسیریں کی گئی ہیں، ارسال الثوب وجرہ خیلاء، یعنی قمیص یا ازار کو زیادہ دراز کرنا جس کو اسبال بھی کہتے ہیں جس کا باب پہلے گذر چکا، اور ایک تفسیر وہ کی گئی ہے جو اشتمال الیہود میں گذر چکی کہ چادر کو اسطرح اوڑھنا کہ دونوں ہاتھ بھی اس کے اندر بندھ جائیں، اور معروف [3] تفسیر اس کی یہ ہے کہ چادر یا رومال کے وسط کو سر یا منکبین پر ڈال لیا جائے اور پھر اس کو ویسے ہی چھوڑ دے بغیر ضم طرفین کے (یعنی اس کو لپیٹے نہیں) علامہ سیوطیؒ نے اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے، صاحب ہدایہ اور صاحب مغنی اسی طرح امام بیہقیؒ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔

سدل کے حکم میں اختلاف: یہ جمہور کے نزدیک مکروہ ہے، امام ابو حنیفہ واحمدؒ کے نزدیک تو صرف نماز میں کما فی البذل عن الخطابی والبدائع وکذا فی الشامی [4] اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً صلاۃ وخارج صلاۃ، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس میں مطلقاً کراہت نہیں جیسا کہ ابن العربی نے اس کو نقل کیا ہے، اور یہی مذہب ہے عطاء وحسن اور ابن سیرین وغیرہ کا، ابن رسلان فرماتے ہیں امام احمدؒ کے نزدیک کراہت اس وقت ہے جب نمازی کے بدن پر صرف ایک ہی کپڑا ہو [5]، اور اگر کوئی شخص

---

① المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١ ص ٦٣٩

② مصنف عبد الرزاق - كتاب الصلاة - باب الخمار ٥٠٧٨

③ مظاهر حق (ج ١ ص ٥١٣) میں لکھا ہے سدل یہ ہے کہ اوڑھے کپڑا سر پر یا مونڈھوں پر اور دونوں طرفین اسکی لٹکی رہیں یعنی بکل نہ مارے، پس یہ منع ہے مطلق اسلئے کہ شان تکبر کی ہے اور نماز میں بہت برا ہے، اور عرب پگڑی کے کونے سے ڈھاٹا باندھتے تھے کہ دہانہ چھپ جاتا تھا، اس سے بھی منع فرمایا اسلئے کہ قرأت اس سے اچھی طرح سے اداء نہیں ہوتی اور سجدہ پورا نہیں ہوتا، اور جو کوئی جمائی لے یا ڈکار لے اور اس کے منہ سے بدبو آتی ہو اسکو نماز میں ڈھانکنا منہ کا ہاتھ سے مستحب ہے۔

④ بذل المجهود في حل أبي داود -- ج ٤ ص ٣٠٩

⑤ یہی بات امام ترمذیؒ نے بھی نقل فرمائی ہے (از مترجم)۔

قمیص پر سدل کرے "فلا بأس به" اور دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں کہ سدل اگر قمیص وغیرہ پر ہے تب تو کراہت تشبہ بالیہود کی وجہ سے ہے اور اگر بدون قمیص کے ہو تو لا احتمال کشف العورۃ۔

٦٤٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ، عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ إِبْرَاهِيمُ - : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عِسْلٌ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا اور اس بات سے کہ آدمی نماز میں اپنا منہ ڈھانپے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عسل نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز میں سدل سے منع فرمایا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٨) سنن أبي داود - الصلاة (٦٤٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٧٩)

شرح الحديث: قوله: نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُغَطِّيَ الرَّجُلُ فَاهُ: نماز کی حالت میں تغطیۂ فم مکروہ ہے، یعنی منہ پر ڈھاٹا باندھنا، اس حدیث کی بناء پر اور اس لئے کہ وہ قرأت اور اذکار سے مانع ہے نیز اس میں تشبیہ بالمجوس ہے لِأَنَّهُمْ يَتَلَثَّمُونَ فِي عِبَادَتِهِمُ النَّارَ [1] یہود آتش پرستی کے وقت اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ لیتے ہیں، لہذا سردی کے زمانہ میں کمبل یا چادر اوڑھتے وقت اپنے منھ کو نہ لپیٹے، اسی طرح سر کے رومال یا پگڑی سے بھی نہ کرے، اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

قَالَ أَبُو دَاوُدَ [2]: رَوَاهُ عِسْلٌ، عَنْ عَطَاءٍ: حدیث سابق یعنی باب کی پہلی حدیث کا یہ دوسرا طریق ہے، مصنفؒ یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کی ایک سند یہ بھی ہے لیکن پہلی سند اس دوسری سے بہتر ہے اس لئے کہ عسل ضعیف راوی ہے۔

٦٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ الطَّبَّاعِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: «أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يُضَعِّفُ ذَلِكَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطا کو اکثر دوران نماز سدل کرتے ہوئے دیکھا ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عطاء کا یہ فعل گزشتہ حدیث کے ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔

شرح الحديث: عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: «أَكْثَرُ مَا رَأَيْتُ عَطَاءً يُصَلِّي سَادِلًا»: یہ پہلے گزر چکا کہ عطاء ان علماء میں سے ہیں جن کے نزدیک سدل مکروہ نہیں۔

---

[1] لأنهم يتلثمون في عبادتهم النار (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١ ص ٢١٦)

[2] بذل المجہود میں یہ قال ابوداؤد باب کے آخر میں ہے، اسلئے شارح نے یہ طرز (حدیث سابق) استعمال کیا ہے، شارح کا اشارہ حدیث (٦٤٤) کی طرف ہے۔

اشکال وجواب: یہاں پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ عطاء حدیث الباب کے راوی ہیں جس میں سدل فی الصلاۃ کی ممانعت ہے تو وہ اس حدیث کے خلاف کیوں کرتے تھے، اس کا جواب [1] یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے ان کے نزدیک سدل کی کراہت ثوب واحد کی صورت میں ہو، اور اگر سدل قمیص یا ازار پر ہو تب کراہت نہ ہو جیسا کہ امام احمدؒ کے یہاں ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ سدل قمیص یا ازار پر کرتے ہوں، اور امام بیہقیؒ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے وَكَأَنَّهُ نَسِيَ الْحَدِيثَ أَوْ حَمَلَهُ عَلَى أَنَّ ذَلِكَ إِنَّمَا لَا يَجُوزُ لِلْخُيَلَاءِ وَكَانَ لَا يَفْعَلُهُ خُيَلَاءَ [2] یعنی یا تو وہ حدیث کو بھول گئے اور یا ان کے نزدیک حدیث کا محمل وہ سدل ہے جو تکبر کے طور پر ہو۔

۸۸۔ بَابُ الصَّلَاةِ فِي شُعُرِ النِّسَاءِ

باب عورتوں کے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے متعلق حکم

٦٤٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يُصَلِّي فِي شُعُرِنَا أَوْ لُحُفِنَا»، قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ: شَكَّ أَبِي.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے کپڑوں یا چادروں میں نماز نہیں پڑھتے تھے عبید اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کو شک ہو گیا۔

تخریج: جامع الترمذي-الجمعة(٦٠٠)سنن النسائي-الزينة(٥٣٦٦)سنن أبي داود-الصلاة(٦٤٥)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(١٢٩/٦)

۸۹۔ بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِصًا شَعْرَهُ

باب مرد نماز میں سر کے بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھے اس کا حکم

عقص کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے بالوں کو بجائے ارسال کے سر کے پیچھے انکا جوڑا باندھ لے جس طرح عورتیں باندھ لیا کرتی ہیں۔

کراہت عقص کی علت مع اختلاف علماء: یہ جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک کراہت اس صورت میں ہے جبکہ عقص نماز سے پہلے نماز ہی کی نیت سے کرے، اور اگر پہلے سے ہو تب کوئی مضائقہ نہیں، لیکن یہ کراہت فی حق الرجال ہے عورتوں کے حق میں نہیں اس لئے کہ ان کے بال واجب الستر ہیں، اور مردوں کے حق میں کراہت اس لئے ہے کہ اس صورت میں بالوں کو سجود سے محروم رکھنا ہے، اگر آدمی کے سجدہ کے ساتھ اس کے بال بھی زمین پر واقع ہوں تو کیا ہی اچھا ہے، مصنف ابن ابی شیبہ [3] میں عبد اللہ بن مسعودؓ کا اثر مروی ہے کہ آدمی جب سجدہ کرتا ہے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣١١

[2] السنن الكبرى للبيهقي- كتاب الصلاة- باب كراهية السدل في الصلاة وتغطية الفم ٣٣١٠ (ج٢ ص٣٤٣-٣٤٤)

[3] المصنف لابن أبي شيبة- كتاب الصلاة- باب الرجل يصلي وشعره معقوص ٨١٣٠ (ج٥ ص٣٣٥)

تو اس کے بال بھی سجدہ کرتے ہیں، اور ہر بال کے بدلہ میں اجر ملتا ہے (منہل [1])، نیز کتاب الطہارۃ میں حدیث گذر چکی کُنَّا لَا نَتَوَضَّأُ مِنْ مَوْطِئٍ وَلَا نَكُفُّ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا [2]، اور آگے بھی ایک حدیث آئیگی "امرت ان اسجد علی سبعة اراب وان لا اکف شعرا ولا ثوبا [3]" عند الجمہور عقص میں صرف کراہت ہے اور حسن بصری سے اس میں نماز کا اعادہ منقول ہے۔

٦٤٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ فِي قَفَاهُ فَحَلَّهَا أَبُو رَافِعٍ، فَالْتَفَتَ حَسَنٌ إِلَيْهِ مُغْضَبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ: أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ» يَعْنِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ، يَعْنِي مَغْرَزَ ضَفْرِهِ.

ترجمہ: سعید بن ابو سعید المقبری اپنے والد کے واسطے سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو رافع جو نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں کو حسن بن علیؓ کے پاس سے گزرتے دیکھا اس حال میں کہ حسن بن علی اپنی گدی پر بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز میں کھڑے تھے تو ابو رافع نے جوڑا کھول دیا جس پر حسنؓ غضبناک نظروں سے انکی طرف متوجہ ہوئے تو ابو رافع نے کہا کہ اپنی نماز کیطرف متوجہ ہوئیے اور غصہ نہ کیجیے اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ (بالوں کا اسطرح جوڑا بنانا) یہ شیطان کا حصہ ہے یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ بالوں کا جوڑا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٣٨٤) سنن أبي داود - الصلاة (٦٤٦) مسند أحمد - من مسند القبائل (٦/٣٩١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٨٠)

شرح الحدیث: قوله: وَقَدْ غَرَزَ ضَفْرَهُ: ضُفر مضمتین بالوں کی لٹیں، ضفیرہ کی جمع، یا یہ ضفر بالفتح مصدر ہے مضفور کے معنی میں گندھے ہوئے بال، یعنی اپنے بالوں کی لٹوں کو گاڑ رکھا تھا اپنی گدی میں۔

قوله: يَقُولُ: «ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ»: ذلك کا اشارہ غرز الشعر کی طرف ہے، یعنی یہ بالوں کا جمع کرنا سر کے پیچھے شیطان کا حصہ ہے، یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ "مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ" کفل کی تفسیر ہے اور آگے مغرز ضفرہ یہ ذلک کے اسم اشارہ کی تفسیر ہے، مغرز گاڑنے کی جگہ یعنی جس جگہ بالوں کو جمع کیا ہے وہ جگہ شیطان کے بیٹھنے کی ہے یہ جوڑا اس کا موڑھا اور کرسی ہے۔

٦٤٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ بُكَيْرًا، حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي، وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ، فَقَامَ وَرَاءَهُ، فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَأَقَرَّ لَهُ الْآخَرُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: مَا لَكَ وَرَأْسِي، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٣٦

[2] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب في الرجل يطأ الأذى برجله ٢٠٤.

[3] أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ. وَلَا أَكُفَّ شَعَرًا وَلَا ثَوْبًا (مسند أحمد - ومن مسند بني هاشم - مسند عبد الله بن العباس ٢٥٢٧)

«إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ».

ترجمۃ: کریب جو ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے بیان کیا کہ عبد اللہ بن عباسؓ نے عبد اللہ بن الحارث کو اس حال میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ اپنے سر کے پیچھے جوڑا بنائے ہوئے تھے تو ابن عباسؓ انکے پیچھے کھڑے ہوگئے اور بالوں کو کھولنا شروع کر دیا اور وہ خاموش رہے پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ابن عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپکو میرے سر سے کیا غرض؟ تو جواب میں ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس طرح (جوڑا باندھے ہوئے) نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جو اس حال میں نماز پڑھے کہ اسکے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہوں۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاۃ (۴۹۲) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۱۴) سنن أبي داود - الصلاۃ (٦٤٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۰٤/۱) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (۳۱٦/۱) سنن الدارمي - الصلاۃ (۱۳۸۱).

شرح الحدیث: قوله: إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ: مکتوف وہ شخص جس کے دونوں ہاتھ پیچھے کر کیطرف باندھ دیئے گئے ہوں جو شخص اس حالت میں نماز پڑھے گا تو ظاہر ہے کہ اس کے یدین سجدہ نہ کر سکیں گے، ایسے ہی جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے گا اس کے بال بھی سجدہ نہ کر سکیں گے، تشبیہ اسی لحاظ سے ہے۔

۹۰ - بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ

باب ہے جوتے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق حکم

صلوۃ فی النعل کے بارے میں روایات اور اسمیں فقہاء کی رائے: اس باب میں مصنفؒ نے روایات قولیہ وفعلیہ دونوں طرح کی ذکر کی ہیں، چنانچہ باب کی آخری حدیث میں ہے: كَانَ يُصَلِّي حَافِيًا وَمُنْتَعِلًا، اور باب کی ایک حدیث میں ہے: خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ، اکثر علماء نے اس امر کو رخصت واباحت پر محمول کیا ہے اور اس کی تائید مرسل عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے ہوتی ہے جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: قَالَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي نَعْلَيْهِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَخْلَعَ فَلْيَخْلَعْ [1]، اس سے معلوم ہوا کہ صلاۃ فی النعل میں امر اباحت کیلئے ہے، امام نووی اور قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے اس کو اباحت ہی پر محمول کیا ہے، لیکن ہو سکتا ہے کہ جو شخص مخالفت اہل کتاب کی نیت سے حدیث کے پیش نظر نعلین میں نماز پڑھے تو اس نیت کی وجہ سے فضیلت ہو جائے چنانچہ در مختار میں ہے (قوله وصلاته فيهما أفضل) علامہ شامیؒ لکھتے ہیں: أي في النعل والخف الطاهرين أفضل مخالفة لليهود [2]، آگے انہوں نے پھر اس میں مزید

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة - كتاب الصلاة - باب من رخص في الصلاة في النعلين ۷۹۵۰.

[2] رد المحتار على الدر المختار - ج ۲ ص ٤۲۹

تفصیل لکھی ہے اور ایک قول صلاۃ فی النعل کے بارے میں سوء ادب ہونیکا بھی لکھا ہے، اور حضرت سہارنپوریؒ نے بذل [1] میں تحریر فرمایا ہے کہ صلاۃ فی النعل کا امر حدیث میں مخالفت یہود کی بناء پر ہے اور ہمارا زمانہ میں یہاں ہندوستان [2] میں نصاری جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں، لہٰذا مخالفت کا تقاضا یہ ہے کہ یہاں جوتے اتار کر نماز پڑھی جائے، منہل میں خالفوا الیہود کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہود صلوۃ فی النعال کو تعظیم صلاۃ کے منافی سمجھتے تھے، دوسرے یہ کہ وہ ایسا موسی علیہ السلام کے اتباع میں کرتے تھے حیث قیل له اخلع نعلیك إنك بالواد المقدس طوی [3] لہٰذا حضور ﷺ نے اپنی امت کو تشبہ بالیہود سے منع فرمایا۔

٦٤٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنِ ابْنِ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ».

ترجمہ: عبداللہ بن سائبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فتح مکہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اس حال میں کہ آپ کے جوتے آپ کے بائیں جانب رکھے ہوئے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - القبلة (٧٧٦) سنن أبي داود - الصلاة (٦٤٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٣١)

٦٤٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ سُفْيَانَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُسَيِّبِ الْعَابِدِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: «صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ - أَوْ ذِكْرُ مُوسَى وَعِيسَى ابْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ أَوِ اخْتَلَفُوا - أَخَذَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَحَذَفَ فَرَكَعَ» وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ لِذَلِكَ.

ترجمہ: عبداللہ بن سائبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فتح مکہ کے دن فجر کی جماعت کروائی تو آپ ﷺ نے سورۃ المؤمنون کی تلاوت فرمائی جب آپ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے ذکر والی آیات پر پہنچے یا موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر محمد بن عباد کو اسمیں شک ہوا ہے یا ان کے اساتذہ میں اسپر اختلاف ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو کھانسی ہونے لگی چنانچہ آپ ﷺ نے قرأت روک کر رکوع فرمالیا اور اس وقت عبداللہ بن سائب موجود تھے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٥٥) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٠٧) سنن أبي داود - الصلاة (٦٤٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٢٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٤١١/٣)

شرح الحدیث: **مطابقة الحديث للترجمة:** حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: اس حدیث میں صلاۃ فی

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٠-٣٢١

[2] تالیف بذل کے زمانہ میں ہند میں نصاری کی حکومت تھی۔

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٤٢

النعل کا نفیا واثباتا کوئی ذکر نہیں لہذا حدیث کو ترجمۃ الباب سے مطابقت نہ ہوئی، جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اور باب کی پہلی حدیث دونوں ایک ہی ہیں راوی نے اختصار کر دیا ہے، لہذا پہلی حدیث میں ذکر آجانا کافی ہے۔

قولہ: ابْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ أَوْ اخْتَلَفُوا: ابن جریج کہتے ہیں کہ الفاظ روایت میں شک یا تو میرے استاذ محمد بن عباد کو ہوا یا ابن عباد کے جو متعدد اساتذہ سند میں مذکور ہیں یہ اختلاف ان کی طرف سے ہے، بعض نے جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ کہا اور بعض نے ذِكْرُ مُوسَى وَعِيسَى۔

٦٥٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: «مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ»، قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ جِبْرِيلَ عليه السلام أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا" وَقَالَ: "إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ: فَإِنْ رَأَى فِي نَعْلَيْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا".

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابی کرام کو نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے اپنے جوتے اتار کر اپنے بائیں جانب رکھ لئے جب لوگوں نے آپکا یہ عمل دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو آپ نے فرمایا! تم نے کس وجہ سے اپنے جوتے اتارے صحابہ کرام نے عرض کیا ہم نے آپکو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان جوتوں میں ناپاکی لگی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دیکھ لیا کرے کہ اگر اس کے جوتوں میں کوئی گندگی یا ناپاکی لگی ہے تو اس جوتے کو رگڑ دے۔ اور پھر ان جوتوں میں نماز پڑھ لے۔

٦٥١ - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ: «فِيهِمَا خَبَثٌ»، قَالَ فِي الْمَوْضِعَيْنِ: «خَبَثٌ».

ترجمہ: بکر بن عبد اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (گزشتہ حدیث کی طرح) روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں (خبث) نجاست ہو دونوں مقامات پر خبث کا لفظ استعمال فرمایا۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/ ٢٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٧٨)

شرح الأحاديث إِنَّ جِبْرِيلَ عليه السلام أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا: قذرا کی تفسیر میں دو احتمال ہیں، یا تو اس سے نجاست مراد ہے یا شئ مستقذر گھناونی چیز تھوک بلغم وغیرہ۔

الكلام على الحديث من حيث الفقه: مالکیہ کے ❶ مسلک کے پیش نظر تو کوئی اشکال نہیں کہ انکے نزدیک طہارۃ عن النجاسۃ الحسیہ شرط صحت صلاۃ ہی نہیں اور یہی قول قدیم امام شافعیؒ کا ہے اور ان کا قول جدید اور جمہور علماء سلفاً وخلفاً کے نزدیک طہارت عن النجاسۃ شرط صحت صلاۃ ہے، ابن رسلانؒ فرماتے ہیں کہ جمہور کیجانب سے اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ قذر سے مراد غیر نجاست ہے یعنی شئ مستقذر اور دوسرا جواب یہ کہ نجاست قلیلہ جو معفوعنہ ہے وہ مراد ہے، کتاب الطہارۃ کے اخیر میں بھی یہ مسئلہ گذر چکا ہے اور صاحب منہل نے یہ لکھا ہے کہ حنابلہ کا قول اشہر یہ ہے کہ اگر نمازی کو نماز کے درمیان اپنے کپڑے پر نجاست کا علم ہو پھر وہ اس کو بعد العلم فوراً عمل قلیل کے ذریعہ زائل کر دے تو نماز درست رہے گی، وإلا بطلت ❷۔

٦٥٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيِّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ، وَلَا خِفَافِهِمْ».

ترجمہ: یعلی بن شداد بن اوس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہود کی مخالفت کرو کہ وہ لوگ اپنے جوتوں اور اپنے موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

٦٥٣ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي حَافِيًا وَمُنْتَعِلًا».

ترجمہ: عمرو بن شعیب اپنے والد سے اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو ننگے پاؤں اور جوتے پہنے ہوئے دونوں طرح نماز پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٣٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٧٤/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٠٦/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢١٥/٢)

٩١ - بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ أَيْنَ يَضَعُهُمَا

باب ہے نمازی جب اپنے جوتے اتارے تو انھیں کہاں رکھے؟

٦٥٤ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ رُسْتُمَ أَبُو عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعْ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا عَنْ يَسَارِهِ، فَتَكُونَ عَنْ يَمِينِ غَيْرِهِ، إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدٌ، وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ».

---

❶ رحمة الامة، والاصح عند المالكيه ان صلى عالماً بها اى بالنجاسة لاتصح وان جاهلاً او ناسياً صحت، والرواية الاخرى عندهم الصحة مطلقاً والاخرى عدم الصحة مطلقاً مثل الجمهور۔

❷ المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٤١

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو (اور اپنے جوتے اتار کر رکھنا چاہے) تو نہ تو اپنے جوتے اپنے دائیں جانب رکھے نہ اپنے بائیں جانب رکھے اس لئے کہ وہ بائیں جانب اس شخص کی دائیں جانب ہے جو اس کے بائیں طرف ہے ہاں اگر اس کے بائیں جانب کوئی نہ ہو تو (بائیں جانب رکھ سکتا ہے) ورنہ جوتوں کو اپنے قدموں کے درمیان رکھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٣٢)

شرح الحديث: وَلْيَضَعْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: بین الرجلین سے یا تو وہ خاص فرجہ مراد ہے جو قدمین کے درمیان ہوتا ہے یا اس سے آگے گھٹنوں کے سامنے (كذا في البذل [1]) اور منہل میں ہے والمراد أنه يضعهما أمام القدمين فيكونان بين الساقين حال الجلوس والسجود، ويحتمل أن المراد أن يجعلهما تحت صدره وقبل مكان سجوده [2]، اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا کہ دائیں جانب نہ رکھے اس لئے کہ جہت یمین محترم اور قابل تعظیم ہے اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ پیچھے رکھے اس لئے کہ اگلی صف والے کا خلف، پچھلی صف والے کا قدام ہو جائے گا اگر پیچھے کوئی نماز پڑھ رہا ہو، یا احتمال سرقہ کے خوف سے خشوع فوت ہو گا (كذا في البذل عن القاري [3])۔

وضع نعلين قدام المصلي: علی ہذا القیاس سامنے کے جانب رکھنے کا بھی حدیث میں ذکر نہیں اور یہاں پر شراح نے بھی اس سے کچھ تعرض نہیں کیا، البتہ بذل المجہود میں کتاب اللباس کی ایک حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

قوله: مِنَ السُّنَّةِ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْلَعَ نَعْلَيْهِ فَيَضَعَهُمَا بِجَنْبِهِ [4]

فإن جهة اليمين والقبلة يتنزهان عن النعل لما يطرأ عليه غالباً من النجاسة [5]۔

٦٥٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِ بِهِمَا أَحَدًا، لِيَجْعَلْهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلِّ فِيهِمَا».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور جوتے اتارے تو جوتوں سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے یا تو انہیں اپنے قدموں کے درمیان رکھ لے یا انہیں پہن کر نماز پڑھ لے۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٢

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٤٥

[3] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٤٤١، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٣

[4] سنن أبي داود - كتاب اللباس - باب في الانتعال ٤١٣٨

[5] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ١٧ ص ٢١

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٢٣)

٩٢ - بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب چھوٹے بوریے پر نماز پڑھنے کا حکم

٦٥٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، حَدَّثَتْنِي مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ».

ترجمہ: میمونہ بنت الحارث فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور میں آپ کے برابر میں ہوتی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی اور آپ ﷺ کا کپڑا میرے لگ رہا ہوتا جب آپ سجدے میں جاتے تھے اور آپ چھوٹے بوریے پر نماز پڑھتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الحيض (٣٢٦) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٣) سنن النسائي - المساجد (٧٣٨) سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٧٣)

شرح الحدیث: خمرہ اس چھوٹے سے بوریئے کو کہتے ہیں جس پر آدمی ہاتھ رکھ کر صرف سجدہ کر سکے اور حصیر اس سے ذرا بڑا ہوتا ہے جس پر ایک آدمی نماز پڑھ سکے، جس کا باب آگے آئے گا، آپ ﷺ سے خمرہ اور حصیر پر نماز پڑھنا ثابت ہے اور ایسے ہی چمڑے کے مصلے پر جس کا ذکر حدیث الباب میں بھی ہے، جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

بلا حائل زمین پر سجود، اور اسمیں اختلاف: اس میں شک نہیں کہ بلاواسطہ زمین پر سجدہ کرنا بغیر حائل کے افضل ہے، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے لئے مٹی لائی جاتی تھی وہ اس کو بوریئے پر رکھ کر تب اس پر سجدہ فرماتے تھے، علماء نے لکھا ہے کہ وہ ایسا بظاہر غایت خشوع اور تواضع کیوجہ سے کرتے تھے نہ یہ کہ وہ اس کو ضروری سمجھتے تھے (بلکہ ہمارے فقہاء تو یہ کہتے ہیں کہ ماینبت من الأرض بھی حکم میں ارض کے ہے) لیکن جمہور علماء کے نزدیک بالواسطہ زمین پر سجدہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں خواہ وہ چیز از قسم نباتات ہو یعنی زمین سے اگنے والی جیسے بوریا، اور خواہ نہ ہو جیسے کپڑا اور چرم وغیرہ، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جو شئ از قسم نباتات نہ ہو اس پر سجدہ کرنا مکروہ ہے چنانچہ مالکیہ [1] سے بھی یہی منقول ہے جیسا کہ مدونہ میں ہے، اور بعض علماء کی رائے یہ ہے جیسے سعید بن المسیبؒ اور ابن سیرینؒ وعروہ بن الزبیرؓ کہ غیر ارض پر سجدہ کرنا مطلقاً مکروہ

---

[1] وفي الشرح الكبير (ج ١ ص ٢٥٢) (وكره) (سجود على ثوب) أو بساط لم يعد لفرش مسجد (لا) على (حصير) لا رفاهية فيها (وتركه) أي السجود على الحصير (أحسن) ھ ١٢ منه، معلوم ہوا کہ مسجد میں اپنے لئے خصوصی مصلی بچھا کر نماز پڑھنا مالکیہ کے یہاں مکروہ ہے اور معمولی سے بوریئے پر نماز میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، شاندار چٹائی نہ ہو، ١٢ منہ۔

ہے اور شیعہ تو یہ کہتے ہیں کہ غیر ارض پر سجدہ جائز ہی نہیں۔

۹۳۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب چٹائی پر نماز پڑھنے کا حکم

خمرہ اور حصیر کا فرق پہلے باب میں گذر چکا یہ دونوں جنس الارض اور نباتات کے قبیل سے ہیں لہذا دو مستقل ترجمہ قائم کرنے میں کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔

ترجمة الباب کی غرض: حضرت شیخ [1] نے ایک بات تحریر فرمائی ہے وہ یہ کہ ہو سکتا ہے اس ترجمہ سے غرض مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کیطرف اشارہ اور اس پر رد ہو، چنانچہ اسمیں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ حصیر پر نماز پڑھتے تھے جبکہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا [2] تو اس پر انہوں نے فرمایا لا ما کان یصلی علیہا [3]، ان دونوں ترجموں کی غرض کے سلسلہ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض روایات میں مٹی پر سجدہ کرنیکا حکم وارد ہوا ہے چنانچہ مسند احمد کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا یَا أَفْلَحُ تَرِّبْ وَجْهَكَ کہ تراب کے اوپر سجدہ کر، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غیر تراب پر سجدہ جائز نہیں، لیکن حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے آپ ﷺ کی غرض سجود علی التراب نہیں ہے بل الغرض منه تمكين الجبهة من الارض یعنی اپنی پیشانی کو زمین پر اچھی طرح ٹیکو، ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے یا أفلح کو دیکھا ہو کہ وہ اپنی پیشانی کو اچھی طرح نہ جماتے ہوں اس لئے آپ ﷺ نے ان سے یہ فرمایا۔

جامع ترمذی کا ترجمة الباب: امام ترمذیؒ نے اس سلسلہ کا ایک تیسرا ترجمہ بھی قائم فرمایا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْبُسُطِ، بسط بساط کی جمع ہے جو قالین اور چادر کے معنی میں ہے جو جنس الارض یعنی از قسم نباتات نہیں ہے بخلاف خمرہ اور حصیر کے، اس ترجمہ میں البتہ خاص فائدہ ہے جیسا کہ گذشتہ مذاہب کو دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بعض علماء نے جنس الارض اور غیر جنس الارض کا فرق کیا ہے اور شیعہ لوگوں کے نزدیک تو ارض یا جنس الارض کے علاوہ کسی اور چیز پر سجدہ جائز ہی نہیں۔

٦٥٧ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَخْمٌ وَكَانَ ضَخْمًا، لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أُصَلِّيَ مَعَكَ، وَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا وَدَعَاهُ إِلَى بَيْتِهِ. فَصَلِّ حَتَّى أَرَاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَأَقْتَدِيَ بِكَ. «فَنَضَحُوا لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ كَانَ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ». قَالَ فُلَانُ بْنُ الْجَارُودِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكَانَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٣ - ٣٢٤

[2] اور کیا ہے ہم نے دوزخ کو کافروں کا قید خانہ (سورۃ الإسراء ٨)

[3] لم يكن يصلي على الحصير (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٦ ص ٤٩١)

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں بھاری بدن ہوں........ حضرت انسؓ فرماتے ہیں وہ بھاری بدن کی شخصیت کے مالک تھے........ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بار بار میرا مسجد آنا جانا دشوار ہے چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا تیار کرایا اور آپ ﷺ کو اپنے گھر دعوت پر بلایا (اور وجہ یہ بیان کی کہ آپ تشریف لائیں) تا کہ آپ گھر پر مجھے نماز پڑھائیں اور میں آپ کو اچھی طرح دیکھ سکوں کہ کیسے نماز پڑھتے ہیں پھر میں وہیں نماز پڑھ لیا کروں؟ چنانچہ گھر والوں نے آپ کیلئے چٹائی کا کنارہ دھویا اور آپ ﷺ نے اس پر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں فلاں بن جارود نے حضرت انس بن مالک سے عرض کیا کیا آپ ﷺ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے تو آپ ﷺ کو صرف اسی دن چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٣٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٤/٣)

شرح الحدیث: قوله: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَخْمٌ: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک انصاری شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں بھاری بدن ہوں نماز کے لئے مسجد میں بار بار آنا جانا میرے لئے دشوار ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ میرے مکان پر تشریف لائیں اور وہاں پر آپ ﷺ میرے گھر میں کسی جگہ نماز ادا فرمائیں اور میں بھی آپ ﷺ کو اچھی طرح دیکھوں کہ کیسے نماز پڑھتے ہیں، اور بس پھر اس کے بعد میں بجائے مسجد کے وہیں نماز پڑھ لیا کروں اور انہوں نے آپ ﷺ کے لئے کھانا بھی تیار کرایا چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور ایک دن چاشت کے وقت ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔

اس حدیث میں ان صحابی نے حضور ﷺ سے مسجد کی نماز سے شرکت کا عذر اپنے بدن کی ضخامت کو بیان کیا، اس پر ابن رسلانؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جماعت کے اعذار سے سمن مفرط بھی ہے [1] اور ابن حبانؒ نے اس حدیث پر یہی ترجمہ بھی قائم کیا ہے [2]۔

رجل ضخم کا مصداق: اس کے بعد جاننا چاہئے کہ مسلم شریف میں اسی قسم کا ایک واقعہ عتبان بن مالک انصاریؓ کا بھی مذکور ہے، حافظؒ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ انہیں کا ہو اور اس رجل ضخم سے مراد وہی ہوں وہ کہتے ہیں لیکن اس کی تصریح مجھے کہیں نہیں ملی بلکہ ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حضرت انسؓ کے چچاؤں میں سے تھے اور عتبان، انس کے چچا نہیں ہیں، البتہ مجازاً چچا کہہ سکتے ہیں اتحاد قبیلہ کی وجہ سے [3]۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٥
[2] ذِكْرُ الْعُذْرِ الرَّابِعِ وَهُوَ السِّمَنُ الْمُفْرِطُ الَّذِي يَمْنَعُ الْمَرْءَ مِنْ حُضُورِ الْجَمَاعَاتِ (صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان. ج ٥ ص ٤٢٦)
[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ١٥٨

قَالَ فُلَانُ بْنُ الْجَارُودِ: بذل میں لکھا ہے کہ شاید یہ عبد الحمید بن المنذری بن الجارود ہیں [1]۔

٦٥٨ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الذَّارِعُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَزُورُ أُمَّ سُلَيْمٍ فَتُدْرِكُهُ الصَّلَاةُ أَحْيَانًا فَيُصَلِّي عَلَى بِسَاطٍ لَنَا» وَهُوَ حَصِيرٌ نَنْضَحُهُ بِالْمَاءِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ام سلیم کے گھر جایا کرتے اور کبھی نماز کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ ہماری چٹائی پر نماز ادا فرما لیتے اور اس چٹائی پر ہم پانی چھڑک دیتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٣) صحيح البخاري - الأذان (٨٢٢) صحيح البخاري - الأدب (٥٨٥٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥٨) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٥٩) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٣) سنن النسائي - الإمامة (٨٠١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٣١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٤/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٧).

٦٥٩ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ وَالْحَدِيثِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوغَةِ».

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چٹائی اور دباغت دیئے ہوئے چمڑے پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٥٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٥٤/٤)

شرح الحديث: يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَدْبُوغَةِ: دباغت دیا ہو چمڑا یعنی چرمی مصلی۔

٩٤ - بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ

باب۔ آدمی کے اپنے ہی کپڑے پر سجدہ کرنے کا بیان

٦٦٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ الْقَطَّانُ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سخت گرمی میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٥

اداکیا کرتے تو جب کوئی ہم میں سے سخت گرمی کی وجہ سے زمین پر سجدہ کے لئے چہرہ نہ رکھ سکتا تو اپنا کپڑا (چادر یا دامن وغیرہ) بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتا۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (۳۷۸) صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (۵۱۷) صحيح البخاري - الجمعة (۱۱۵۰) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۶۲۰) جامع الترمذي - الجمعة (۵۸۴) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۱۶) سنن أبي داود - الصلاة (۶۶۰) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۳۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۰۰/۳) سنن الدارمي - الصلاة (۱۳۳۷)

شرح الحدیث قوله: بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ: یہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں بوریا وغیرہ کسی فرش کے بچھانے کا دستور نہیں تھا بلکہ ساری مسجد میں کنکریاں پھیلی ہوئی تھیں جس کا قصہ بھی ابواب المساجد میں گذر چکا، اس حدیث میں صحابی فرمارہے ہیں کہ سخت گرمی کے زمانہ میں جب ہم حضور ﷺ کیساتھ نماز پڑھتے تھے تو جب حرارت کی شدت کیوجہ سے پیشانی کو زمین پر رکھنا دشوار ہوتا تھا تو نمازی سجدہ میں اپنا کپڑا پھیلا کر اس پر سجدہ کرتا تھا۔

حدیث میں ایک اختلافی مسئلہ: شافعیہ کے نزدیک چونکہ مصلّی کا اپنے ثوب ملبوس پر سجدہ کرنا ناجائز ہے اس لئے انہوں نے اس حدیث کو ثوب منفصل پر محمول کیا ہے، حنفیہ بلکہ جمہور [1] کو اس تقیید کی حاجت نہیں ان کے نزدیک یہ ثوب متصل پر بھی جائز ہے، بلکہ ظاہر [2] یہ ہے کہ حدیث میں ثوب متصل ہی مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت اپنی چادر یا قمیص کا دامن پھیلا کر اس پر سجدہ کر لیا کرتے تھے مستقل کپڑا بچھانا مراد نہیں ان لوگوں کے یہاں اتنی وسعت کہاں تھی أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ اس کے لئے شاہد عدل ہے۔

تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ

۹۵- بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

باب صفوں کو برابر رکھنے کے متعلق حکم کا بیان

بعض نسخوں میں عبارت اس طرح ہے تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ. تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ کے بارے میں علامہ عینیؒ لکھتے ہیں اعتدال القائمین وسد الخلل یعنی سیدھے اور درست ہو کر کھڑے ہونا بلا تقدم و تاخر کے اور صف کے بیچ میں فرجے نہ چھوڑنا بلکہ مل مل کر کھڑے ہونا [3]، تسویۃ الصفوف کا حکم مع اختلاف ائمہ آگے ایک حدیث کے ذیل میں آرہا ہے۔

---

[1] ابو حنيفة ومالك واحمد في رواية. ابن رسلان (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٢٧)۔

[2] لأن المتبادر من الإضافة الثوب المتصل بالمصلي ويؤيده ما رواه ابن أبي شيبة عن عكرمة عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم يصلي في ثوب يتقي بفضوله حر الأرض وبردها (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٥٠)۔

[3] ما معنى تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ؟ قلت: اعْتِدَال القائمين بها على سمت وَاحِد، وَيُرَاد بهَا أَيْضا سد الْخلَل الَّذِي فِي الصَّفّ (عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٥ ص ٢٥٣)

٦٦١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشَ - عَنْ حَدِيثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوفِ الْمُقَدَّمَةِ، فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلَّ وَعَزَّ»، قُلْنَا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: «يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ».

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اسطرح صف کیوں نہیں بناتے جسطرح کہ فرشتے اپنے رب کے آگے صفیں بناتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ فرشتے کس کیفیت پر اپنے رب کے آگے صفیں بناتے ہیں تو آپ نے فرمایا اگلی صفوں کو مکمل کرتے ہیں اور صف میں جڑ جڑ کر کھڑے ہوتے ہیں (فاصلہ نہیں چھوڑتے)۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٠) سنن النسائي - الإمامة (٨١٦) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٦/٥)

شرح الحدیث: قوله: أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ: یہ عندیۃ کیسی ہے اللہ ہی اس کی حقیقت کو جانتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے اور یا یہ بحذف مضاف ہے ای عند عرش ربھم یا عند عبادة ربھم، نیز اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی صف باندھ کر عبادت کرتے ہیں بلکہ یہ تو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا [1]، اس حدیث میں یہ ہے کہ فرشتے اگلی صفوں کو پورا کر کے پھر پیچھے کی صفیں باندھتے ہیں، نیز صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں کہا جاتا ہے رص البناء إذا ألصق بعضه ببعض یعنی جس طرح چنائی میں اینٹوں کو ملا ملا کر رکھتے ہیں [2]۔

٦٦٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْجُدَلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: «أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ» ثَلَاثًا، «وَاللهِ لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ» قَالَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزَقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ.

ترجمہ: ابو القاسم الجدلی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کی طرف رخ فرما کر متوجہ ہوئے پھر فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کر لو تین مرتبہ فرمایا اور اللہ کی قسم تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا (برابر) رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں اختلاف ڈال دیں گے۔ نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا گھٹنا اس کے گھٹنے سے اور اپنا ٹخنہ اپنے ساتھی کے ٹخنہ سے ملا کر کھڑا ہوتا تھا۔

[1] قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر (سورة الصافات ١)

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ٢ ص ٣٦٢

تخريج: صحيح البخاري - الأذان (٦٨٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٢)

شرح الحديث: قوله: وَاللّٰهِ لَتُقِيمُنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ: مخالفت بین القلوب کے معنی تو ظاہر ہیں آپس کا اختلاف ونزاع۔

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطن کے درمیان ایک خاص مناسبت اور ربط رکھا ہے جس سے ایک کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے تو جب صفوف کے ظاہر میں کجی ہوگی تو اس کے وجہ سے باطن میں کجی پیدا ہوگی یعنی قلوب میں نفرت وعداوت، علماء نے لکھا ہے، الظاہر عنوان الباطن، کہ ظاہری حالت باطنی حالت کی خبر دیتی ہے، آگے روایت میں بَيْنَ قُلُوبِكُمْ کے بجائے بَيْنَ وُجُوهِكُمْ آرہا ہے اور یہی صحیحین کی روایت میں ہے، پھر اس میں شراح کے دو قول ہیں، کہ وجوہ سے مراد صفات ہیں تب تو یہ دونوں حدیثیں تقریباً ہم معنی ہوں گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ وجوہ سے ظاہری شکل وصورت مراد ہے، اس صورت میں یہ وعید ہو جائیگی مسخ کی جیسے رفع راس قبل الامام کے بارے میں پہلے وعید گذر چکی، اور مطلب یہ ہوگا کہ چہرے کو پیچھے کی جانب پلٹ دینا، کہ بجائے سامنے کے پیچھے کی طرف کر دیا جائے، والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔

شرح حدیث اور غیر مقلدین کے طریقہ کی تردید: وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ: یہاں کعب میں بکعب صاحبہ نہیں فرمایا جیسے اوپر فرمایا بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ، لہذا یہ جو غیر مقلدین کا طریقہ ہے کہ ہر ایک نمازی اپنے کعب کو دوسرے کے کعب سے ملاتا ہے، اس حدیث کے خلاف ہے لیکن عام طور سے شراح حدیث کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ، بکعبہ سے مراد بھی یہی ہے یعنی بکعب صاحبہ اور بخاری کی ایک روایت غیر مرفوعہ میں بھی اسی طرح ہے قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنَّا يُلْزِقُ كَعْبَهُ بِكَعْبِ صَاحِبِهِ [1]، بہر حال اگر کعب سے کعب صاحب ہی مراد ہے تو پھر اس سے مراد حقیقت الصاق نہ ہوگا اس لئے کہ حقیقی الصاق بغیر تکلف کے نہیں ہو سکتا اور اس سے ایسی ہیئت ہو جائے گی جو ہیئت صلاۃ کے خلاف ہے لہذا اس سے قرب اور محاذات مراد ہے کذا فی لامع الدراری۔

قال الحافظ المراد بذلك المبالغة في تعديل الصف وسد خلله [2]، میں کہتا ہوں اپنے کعب کو کعب صاحب سے ملانے کی صورت میں سد خلل نہیں ہے اس لئے کہ اس صورت میں گو برابر والا فرجہ تو ختم ہو جاتا ہے لیکن مصلی کے اپنے قدمین کے درمیان فرجہ میں اضافہ ہو جاتا ہے تو پھر سد خلل کہاں ہوا جو کہ مقصود ہے بلکہ یہ تو ایقاع خلل ہوگا، واللہ الموفق۔

٦٦٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّينَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يُقَوَّمُ الْقِدْحُ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنْ قَدْ أَخَذْنَا ذَلِكَ عَنْهُ، وَفَقِهْنَا أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ

[1] صحيح البخاري - كتاب الجماعة والإمامة - باب إلزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢١١

بِوَجْهِهِ إِذَا رَجُلٌ مُنْتَبِذٌ بِصَدْرِهِ، فَقَالَ: «لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ».

ترجمہ: سماک بن حرب فرماتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہماری صفوں کو اسطرح برابر فرمایا کرتے تھے جسطرح تیر کی لکڑی کو سیدھا کیا جاتا ہے یہاں تک جب آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ ہم اس کو اچھی طرح سیکھ گئے اور آپ ﷺ سے یہ مسئلہ اچھی طرح سمجھ گئے تو ایک روز ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ایک شخص صف سے سینہ نکالے کھڑا ہوا تھا یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور اپنی صفوں کو برابر رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمھارے چہرے میں اختلاف ڈال دے گا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٨٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢٢٧) سنن النسائي - الإمامة (٨١٠) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٧٧)

شرح الحديث: قوله: يُسَوِّينَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يُقَوَّمُ الْقِدْحُ: قدح بفتحتين بمعنی پیالہ مراد نہیں بلکہ یہ کسر قاف اور سکون دال کیساتھ ہے تیر کی لکڑی جیسے چاقو میں پیچھے کا دستہ ہوتا ہے، اس کو بہت سیدھا اور ہموار تراش کر بنایا جاتا ہے مطلب ظاہر ہے کہ جس طرح اس کو سیدھا اور درست تراشتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ صفوف کو سیدھا کیا کرتے تھے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمیں صفوف کو درست کرنے کی کافی عرصہ تک تعلیم اور تلقین فرماتے رہے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے جان لیا کہ ہم اس چیز کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہو گئے ہیں تب آپ ﷺ نے اس کے بارے میں ہدایت کو ترک فرما دیا یہ سمجھ کر کہ ضرورت نہیں رہی، لیکن اس کے بعد پھر آپ ﷺ نے ایک روز دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف میں آگے کو نکلا ہوا تھا تب آپ ﷺ نے وہ وعید بیان فرمائی جو آگے حدیث مذکور ہے۔

٦٦٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَأَبُو عَاصِمِ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَمْسَحُ صُدُورَنَا وَمَنَاكِبَنَا وَيَقُولُ: «لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ» وَكَانَ يَقُولُ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُوَلِ».

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صف میں ایک کنارے سے داخل ہو کر دوسرے کنارے تک ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جاتے اور فرماتے کہ تم صف میں آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائیگی اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے پہلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - الإمامة (٨١١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٩٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٩٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٩٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٩٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٠٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٤)

شرح الحدیث: قولہ: يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ: یعنی آپ ﷺ صفوں کے درست کرنے کیلئے ان کے بیچ میں داخل ہو جاتے تھے اور دائیں سے بائیں صف میں پھر کر لوگوں کے مونڈھوں اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کر کے صفیں سیدھی فرماتے تھے اور زبان سے یہ فرماتے جاتے لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ۔

قولہ: يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُوَلِ: أُوَلِ بضم اُولِ وفتح ثانی أَوَّل کی جمع ہے، یعنی اللہ اور اس کے فرشتے صلاۃ بھیجتے ہیں، اگلی صف والوں پر، لفظ جمع لانے سے اشارہ ہے الأول فالأول کی طرف، گویا صف اول کو فضیلت ہے ثانی پر، اور ثانی کو ثالث پر، وھکذا۔

صف اول کے مصداق میں اقوال: جاننا چاہئے کہ صف اول کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے، امام بخاریؒ نے اس کیلئے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، اس کے مصداق میں تین قول ہیں: ① صف اول وہ ہے جو امام سے متصل ہو مطلقاً خواہ وہ صف کامل ہو یا ناقص جیسے مقصورہ کی پہلی صف، ② امام کے قریب والی وہ صف جو کامل ہو، لہٰذا جو صف امام کے پیچھے مقصورہ میں ہوگی اس قول کی بناء پر وہ صف اول نہ ہوگی ناقص ہونے کی وجہ سے بلکہ مقصورہ سے باہر جو پہلی لمبی صف ہو وہ اسکا مصداق ہوگی، ③ اور تیسرا قول یہ ہے من سبق الی الصلوۃ ولو صلی آخر الصفوف، یعنی جو شخص اولاً مسجد میں پہونچے خواہ نماز وہ کسی صف میں پڑھے وہی صف اول کا مصداق ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ قول اول ہی صحیح اور مختار ہے والقولان الاخیران غلط[1] اور شامی میں قول اول کو لکھنے کے بعد قول ثانی لکھ کر فرمایا ہے وبه أخذ الفقيه أبو الليث توسعة على الأمة كي لا تفوتهم الفضيلة اهـ[2]۔

٦٦٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ».

ترجمہ: سماک روایت کرتے ہیں کہ میں نے نعمان بن بشیرؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے جبکہ ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے پھر جب ہم صفیں برابر کر لیتے تو حضور ﷺ تکبیر کہتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٨٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢٢٧) سنن النسائي - الإمامة (٨١٠) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٧٧/٤)

شرح الحدیث: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ: یعنی آپ ﷺ ہماری صفوف کو اس وقت سیدھا کرتے تھے جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے۔

[1] وهذان القولان غلط صريح (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ١٦٠)

[2] نأخذ الفقيه بالثاني توسعة على العامة كي لا تفوتهم الفضيلة (رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٣١١)

تسویۂ صفوف کس وقت ہونا چاہیے؟ اس پر ابن رسلان شافعیؒ لکھتے ہیں کہ قیام الی الصلاۃ اقامت کے بعد ہوتا ہے لہذا تسویۂ صفوف بعد الاقامت بطریق [1] اولیٰ ہوا، اور یہی مشہور ہے اور ہمارے بعض اصحاب اسطرف گئے ہیں کہ تسویۂ صفوف اواخر اقامت میں ہونا چاہئے تاکہ اقامت پورا ہونے کے ساتھ ساتھ نماز شروع ہو جائے، وهو خلاف النص [2]، اور یہ مسئلہ کہ مقتدی نماز کیلئے کب کھڑے ہوں ہمارے یہاں مع اختلاف ائمہ بَابٌ فِي الصَّلَاةِ تُقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ الخ کے ذیل میں گذر چکا۔

قولہ: فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ ایک شخص کو تسویۂ صفوف کیلئے مقرر فرماتے تھے اور نماز اس وقت تک شروع نہیں فرماتے تھے جب تک وہ شخص آکر یہ اطلاع نہ کر دے کہ صفیں سیدھی ہو گئیں، نیز وہ لکھتے ہیں کہ اسی طرح حضرت علیؓ وعثمانؓ سے مروی ہے کہ یہ دونوں حضرات بھی اس کا اہتمام فرماتے تھے اور زبان سے بھی فرماتے تھے اسْتَوُوا [3]، تسویۂ صفوف کس وقت میں ہونی چاہئے اس پر تفصیلی کلام الحل المفهم [4] میں موجود ہے وہاں دیکھ لیا جائے، اسمیں لکھا ہے کہ امام محمدؒ مؤطا میں فرماتے ہیں کہ جب مؤذن حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر پہونچے تو سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور صف بندی و تسویۂ صفوف کریں وهو قول أبي حنيفة [5]۔

٦٦٦ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْغَافِقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، وَحَدِيثُ ابْنِ وَهْبٍ أَتَمُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ أَبِي شَجَرَةَ - لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عُمَرَ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «أَقِيمُوا الصُّفُوفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - لَمْ يَقُلْ عِيسَى بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ - وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتٍ لِلشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللَّهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللَّهُ» ، قَالَ ابو داؤد: أَبُو شَجَرَةَ كَثِيرُ بْنُ مُرَّةَ. قَالَ ابو داؤد: " مَعْنَى وَلِينُوا بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ: إِذَا جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيهِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُلِينَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مَنْكِبَيْهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ".

ترجمۃ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو سیدھا کرو اور اپنے مونڈھوں کو برابر رکھو اور خالی جگہ کو بھرو اور اپنے بھائیوں کے لئے نرمی کا معاملہ رکھو (جب وہ صف میں آگے پیچھے ہونے کا کہیں تو انکی بات مان لیا کرو) اور عیسیٰ راوی نے بِأَيْدِي إِخْوَانِكُمْ کے الفاظ ذکر نہیں کیئے اور شیطان کے لئے خالی جگہیں مت چھوڑو اور

---

[1] اور حنفیہ کا مذہب اس میں آگے آرہا ہے۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ٤ ص ٣٣٢

[3] جامع الترمذي- كتاب الصلاة- باب ما جاء في إقامة الصفوف ٢٢٧

[4] الحل المفهم لصحيح مسلم ص ١٣٧

[5] التعليق الممجد على موطا محمد ج ١ ص ٣٧٢-٣٧٣

جو کوئی صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملاتے ہیں اور جو صف کو قطع کرے اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابو شجرہ کا نام کثیر بن مرۃ ہیں۔

تخریج سنن النسائي - الإمامة (٨١٩) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٦).

شرح الحدیث قولہ: وَسُدُّوا الْخَلَلَ: خلل بمعنی فرجہ اس کی جمع خلال ہے مثل جبل وجبال۔

قولہ: وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ: جو صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملائیگا، ملانے کی صورت یہ ہے کہ بیچ میں اگر کہیں فرجہ ہو تو اس کو ختم کر دے یا اگلی صف ناقص ہو اس میں ایک دو آدمی کی گنجائش ہو تو اس کو پورا کر دے۔

قولہ: وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ: قطع صف کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص جو نماز میں شریک نہیں وہ صف کے بیچ میں بیٹھا رہے یا کوئی شخص صف کے بیچ میں گنجائش ہونے کے باوجود اسمیں داخل ہونے والے کو روکے (افادہ السندی)۔

٦٦٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «رُصُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرَى الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَأَنَّهَا الْحَذَفُ».

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں میں مل مل کر کھڑے ہو اور ان صفوں کو قریب قریب بناؤ اور سب نمازی برابر کھڑے ہوں (کہ ہر ایک کی گردن اپنے ساتھی کی گردن کی سیدھ میں ہو) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو صف کی خالی جگہ میں اسطرح داخل ہوتے ہوئے دیکھتا ہو جس طرح بکری کا بچہ۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦٨٦) صحيح البخاري - الأذان (٦٩٠) صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٤) سنن النسائي - الإمامة (٨١٤) سنن النسائي - الإمامة (٨١٥) سنن النسائي - الإمامة (٨٤٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩١/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٣)

شرح الحدیث قولہ: وَحَاذُوا بِالْأَعْنَاقِ: اور اس سے پہلے گذر چکا حاذوا بین المناکب، یعنی نمازیوں کے مونڈھوں اور گردنوں کے درمیان محاذات ہونی چاہئے آگے پیچھے نہ ہوں اور حاذوا بالاعناق کا دوسرا مطلب یہ بھی لکھا ہے کہ سب نمازی ہموار جگہ پر کھڑے ہوں جگہ میں اونچ نیچ نہ ہونی چاہئے کہ بعض بلند جگہ پر کھڑے ہوں اور بعض پست۔

قولہ: كَأَنَّهَا الْحَذَفُ: حذف جمع ہے حَذَفَة کی، حجازی بکری جو سیاہ اور چھوٹی سی ہوتی ہے، مشکوۃ کی روایت میں حذف کی تفسیر اس طرح کی ہے یعنی أَوْلَادَ الضَّأْنِ من الصِّغَارِ [1]۔

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ٣ ص ١٦١

٦٦٨ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ».

ترجمۃ: حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی صفوں کو برابر کرو اسلیئے کہ صفوں کو برابر کرنا نماز کے کمال میں سے ہے۔

تخریج: صحيح البخاري – الأذان (٦٨٦) صحيح البخاري – الأذان (٦٩٠) صحيح مسلم – الصلاة (٤٣٣) صحيح مسلم – الصلاة (٤٣٤) سنن النسائي – الإمامة (٨١٤) سنن النسائي – الإمامة (٨١٥) سنن النسائي – الإمامة (٨٤٥) سنن أبي داود – الصلاة (٦٦٨) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (١١٣/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (١٨٢/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٥٤/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٣) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٩١/٣) سنن الدارمي – الصلاة (١٢٦٣)

شرح الحديث: قولہ: فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ: أی من کمال الصلوۃ نماز کا کمال تسویۂ صفوف میں ہے۔

تسویۂ صفوف کا حکم: اس سے معلوم ہوا کہ تسویۂ صفوف مستحبات میں سے ہے اس لئے کہ تمام شئ یعنی کسی چیز کی تمامیت عرفاً اس شئ کی حقیقت سے خارج مانی جاتی ہے اور یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور بخاری کی ایک روایت میں ہے مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، اس سے ابن حزمؒ نے استدلال کیا کہ تسویہ فرض ہے اس لئے کہ اقامت صلاۃ فرض ہے [1]، اس کا جواب دوسری روایات کے پیش نظر یہ ہو سکتا ہے کہ مراد ہے کہ تسویۃ الصف اقامۃ الصلاۃ علی وجہ الکمال کے قبیل سے ہے نفس اقامۃ صلاۃ مراد نہیں۔

٦٦٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ السَّائِبِ، صَاحِبِ الْمَقْصُورَةِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَوْمًا فَقَالَ: هَلْ تَدْرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ. فَقُلْتُ: لَا وَاللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: «اسْتَوُوا وَعَدِّلُوا صُفُوفَكُمْ».

ترجمۃ: مصعب بن ثابت، محمد بن مسلم بن سائب سے روایت کرتے ہیں جو کہ صاحب المقصورہ ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے انس بن مالکؓ کے برابر میں کھڑے ہو کر ایک دن نماز پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ لکڑی کیوں گاڑی گئی؟ میں نے عرض کیا نہیں بخدا میں نہیں جانتا تو انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اسپر (بوقت وعظ) ٹیک لگاتے تھے اور فرماتے کہ سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر کرلو۔

٦٧٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَنَسٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ الْتَفَتَ، فَقَالَ: «اعْتَدِلُوا، سَوُّوا

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٤ ص ٣٣٥

صُفُوفَكُمْ» ثُمَّ أَخَذَهُ بِيَسَارِهِ، فَقَالَ: «اعْتَدِلُوا سَوُّوا صُفُوفَكُمْ».

ترجمہ: محمد بن مسلم، انسؓ سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اس لکڑی کو دائیں ہاتھ میں پکڑتے پھر لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور فرماتے اپنی صفوں کو سیدھا اور برابر کیا لو پھر اپنے بائیں ہاتھ میں لکڑی پکڑتے اور فرماتے سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفوں کو برابر کر لو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٨٦) صحيح البخاري - الأذان (٦٩٠) صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٤) سنن النسائي - الإمامة (٨١٤) سنن النسائي - الإمامة (٨١٥) سنن النسائي - الإمامة (٨٤٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩١/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٣)

شرح الأحاديث: قوله: هَلْ تَدْرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ: مسجد نبوی میں مصلی الامام کے قریب ایک لکڑی گڑی ہوئی تھی، جس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہاتھ رکھتے تھے یا تو وہ دیوار میں ہو گی کھونٹی کی طرح یا زمین میں گڑی ہو گی واللہ تعالیٰ اعلم، اسکی تفصیل الحل المفہم [1] میں ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کی ایک تقریر میں ہے کہ یہ لکڑی حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مصلے کے قریب گڑی ہوئی تھی، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بوقت وعظ اس پر ہاتھ رکھتے اور ٹیک لگاتے تھے۔

٦٧١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَتِمُّوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ».

ترجمہ: قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا اگلی صف کو مکمل کرو پھر جو اس سے ملی ہو تو اسکو مکمل کرو اور جو کوئی کمی رہے تو وہ آخری صف میں رہے۔

٦٧٢ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمِّي عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ»، قَالَ ابو داود: جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو نماز میں اپنے منڈھوں کو سب سے زیادہ نرم رکھے (کہ اگر کوئی شخص اس کے مونڈھے پکڑ کر اسکو آگے یا پیچھے ہونے کو کہے تو یہ اسکی بات مان لے)۔

شرح الحديث: قوله: خِيَارُكُمْ أَلْيَنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو نماز میں ازروئے مونڈھوں

---

[1] الحل المفهم لصحيح مسلم ص ١١٦

کے سبب سے زائد نرم ہو، اس سے مراد انقیاد واطاعت ہے یعنی صفیں درست کرنیوالا شخص کسی کے مونڈھے پکڑ کر آگے یا پیچھے کرے تو اس کے حق میں نرم پڑ جائے اور ضد نہ کرے، یہی معنی اس مقام کے مناسب ہیں، اور دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد خشوع اور سکون وطمانیت ہے۔

٩٦ - بَابُ الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِي

ستونوں کے درمیان صفیں بنانے کا حکم

یہاں پر دو بحثیں ہیں: ① اول صلاۃ بین السارتین کا حکم اور اس میں اختلاف علماء، ② دوسرے حکمت منع۔

صف بین الساریتین میں مذاہب ائمہ کی تحقیق: **بحث اول:** امام ترمذیؒ نے ائمہ میں سے صرف امام احمد واسحٰقؒ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ انکے نزدیک صف بین السارتین مکروہ ہے لیکن صف کا تعلق تو مقتدیوں سے ہوتا ہے، امام اور منفرد کیلئے تو صف نہیں ہوتی، تو گویا یہ کراہت انکے نزدیک صرف مقتدی کے حق میں ہوئی، اور باقی ائمہ کے مذاہب کے بارے میں یہ ہے کہ ابن سید الناسؒ فرماتے ہیں: امام اور منفرد کے بارے میں تو کوئی اختلاف نہیں ان دونوں کیلئے قیام بین السارتین بالاتفاق ہے، اختلاف صرف مقتدی کے بارے میں ہے، وہ لکھتے ہیں امام احمد کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی کے حق میں بھی جائز ہے، اور امام نوویؒ [1] نے شرح مسلم میں شافعیہ کا مسلک تو جواز ہی لکھا ہے لیکن امام مالکؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ انکے اسمیں دونوں قول ہیں کراہت وعدم کراہت، لیکن ابن العربی مالکیؒ نے مقتدی کے حق میں صرف کراہت کا قول نقل کیا ہے میں کہتا ہوں کہ چونکہ مالکیہ کے اس میں دو قول ہیں (كما قال النووی) اس لئے انکا ایک قول ابن العربی نے اور دوسرے قول کو ابن سید الناس نے نقل کر دیا، تو اب حاصل یہ ہوا کہ مقتدی کے حق میں قیام بین الساریتین حنابلہ کے یہاں مکروہ اور حنفیہ [2] وشافعیہ کے یہاں غیر مکروہ اور مالکیہ کے یہاں دونوں قول ہیں کراہت وعدم کراہت۔

حکمت منع: **بحث ثانی:** اس منع کی حکمت میں شراح کے تین قول ہیں: ① اول یہ کہ اسمیں قطع صفوف لازم آتا ہے، ② دوسرا قول یہ کہ مابین الساریتین موضع النعال ہے، ③ اور تیسرا قول یہ ہے کہ انه مصلی الجن من المؤمنین کہ یہ مسلم جنوں کے نماز پڑھنے کی جگہ ہے لیکن ابن سید الناس نے قول اول کو ترجیح دی ہے اور قول ثانی کے بارے میں لکھا ہے "انه محدث" یعنی

---

① بظاہر تو صحیح یہی ہے جو امام نوویؒ لکھ رہے ہیں کیونکہ یہ خود شافعی ہیں لیکن صاحب منہلؒ نے شافعیہ کا مسلک کراہت فی حق المقتدی لکھا ہے۔

② تنبیہ: عموماً شراح کے کلام سے اور ایسے ہی بذل المجہود سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اور منفرد کے حق میں جواز پر اتفاق ہے لیکن معارف السنن میں حنفیہ کے مسلک کے بارے میں ابن عابدینؒ اور ابن الہمامؒ سے امام کے حق میں قیام بین الساریتین کو مکروہ لکھا ہے اور مقتدی کے حق میں وہ لکھتے ہیں، وأما المقتدي فلم يذكر حكمه في كتبنا، لیکن بذل المجہود میں بحوالہ مبسوط سرخسی مقتدی کے حق میں عدم کراہت کی تصریح نقل کی ہے (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٤١)۔

ساریتین کے درمیان جوتے رکھنے کا رواج حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں نہیں تھا، یہ بدعت اور بعد کی ایجاد ہے لہٰذا اس کو علت قرار دینا صحیح نہیں۔

۶۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانِئٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَحْمُودٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ «فَدُفِعْنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا»، فَقَالَ أَنَسٌ: «كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: عبدالحمید بن محمود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کے ساتھ جمعہ کے روز نماز پڑھی تو ہمیں (ہجوم) کی وجہ سے ستونوں کیطرف دھکیل دیا گیا تو ہم میں سے بعض اگلی صفوں میں اور بعض پچھلی صفوں میں شامل ہو گئے (تاکہ ستونوں کے درمیان نہ کھڑا ہونا پڑے) تو حضرت انسؓ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں ستونوں کے درمیان صف بنانے سے بچا کرتے تھے (صفوں کے سیدھا نہ ہونے کی وجہ سے)۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٢٩) سنن النسائي - الإمامة (٨٢١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٧٣)

شرح الحدیث: قوله: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ «فَدُفِعْنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا»: میں نے انس بن مالکؓ کیساتھ جمعہ کے دن نماز پڑھی، ترمذی اور نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز کسی امیر کے پیچھے پڑھی گئی تھی خود حضرت انسؓ امام نہیں تھے، پس ہجوم کیوجہ سے ہمیں ستونوں کیطرف دھکیل دیا گیا لیکن ہم میں سے بعض اگلی صفوں میں اور بعض پچھلی صفوں میں شامل ہو گئے یعنی قیام بین الساریتین سے بچنے کے لئے۔

روایات کا تعارض: اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان لوگوں نے ساریتین کے درمیان نماز نہیں پڑھی حالانکہ ترمذی و نسائی کی روایت میں اس کے خلاف موجود ہے فَصَلَّيْنَا بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ، اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ جن بعض کو جگہ مل گئی وہ اگلی اور پچھلی صفوں میں چلے گئے اور جن کو جگہ نہیں ملی ان کو ساریتین کے درمیان نماز پڑھنی پڑی، لہٰذا یہ رواۃ کا اختصار ہے، اور یا اسکو تعدد واقعہ پر محمول کیا جائے، اور کوکب میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا سے مراد اگلی اور پچھلی صفوں میں شامل ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے ستونوں کے درمیاں نماز پڑھنا ہی مراد ہے کیونکہ مسجد نبوی کے اساطین مستوی نہ تھے ان میں کچھ کجی تھی اسی لئے انکے درمیان نماز پڑھنے والوں کی صف سیدھی نہ رہ سکی، یہی مراد ہے تقدم اور تاخر سے، اس صورت میں روایتین کا مفہوم متحد ہو جائیگا۔

قوله: فَقَالَ أَنَسٌ: «كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»: اس حدیث سے صلاۃ بین الساریتین کی مطلقاً کراہت معلوم ہو رہی ہے، جو ائمہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، لیکن یہاں ایک دوسری روایت ہے جس کا امام ترمذیؒ نے حوالہ دیا ہے وَفِي الْبَابِ عَنْ قُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے جس کے لفظ یہ ہیں كُنَّا نُنْهَى أَنْ نَصُفَّ بَيْنَ

السَّوَارِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنُطْرَدُ عَنْهَا طَرْدًا [1]۔

الکلام علی دلائل الفریقین: اس حدیث میں ممانعت مطلق صلاۃ کی نہیں بلکہ صف قائم کرنے کی ہے اور صف کا تعلق مقتدیوں سے ہوتا ہے لہٰذا حدیث انس کو جو مطلق ہے اس حدیث کیساتھ مقید کیا جائے گا لہٰذا اس طور پر مقتدی کے حق میں کراہت ثابت ہو جائے گی، جیسا کہ حنابلہ وغیرہ کا مذہب ہے، اس کا جواب حضرتؒ نے بذل [2] میں یہ دیا ہے کہ حدیث انس گو صحیح ہے کما قال الترمذی، لیکن وہ مطلق [3] ہے اور مطلق کراہت کا تو کوئی بھی قائل نہیں اور جس روایت سے اس کی تقیید کی جارہی ہے وہ ضعیف ہے اس کے اندر ہارون بن مسلم راوی ضعیف اور مجہول ہیں لہٰذا کراہت پر استدلال تام نہیں، نیز صحیحین کی روایت سے حضور ﷺ کا صلاۃ بین الساریتین پڑھنا بیت اللہ شریف کے اندر ثابت ہے اور صحیحین کی روایت گو منفرد کے حق میں ہے لیکن غیر منفرد کو منفرد پر قیاس کیا جائیگا، حضرتؒ فرماتے ہیں کہ مبسوط سرخسی میں تصریح ہے اس بات کی کہ اصطفاف بین الاسطوانتین مکروہ نہیں لأنہ صف فی حق کل فریق وإن لم یکن طویلاً [4]۔

٩٧- بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ

باب ہے صف میں امام کے قریب ہونے کے مستحب ہونے اور دور ہونے کے مکروہ ہونے کا بیان

٦٧٤- حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لِيَلِنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ».

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو عاقل وبالغ ہوں وہ صف میں میرے قریب رہا کریں پھر وہ لوگ جو اُن سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں۔

٦٧٥- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ: «وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ».

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریم ﷺ سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں اور اسمیں یہ الفاظ مزید ذکر فرمائے

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب الصلاة بين السواري في الصف ١٠٠٢

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٤٠-٣٤١

[3] اس پر بندہ کو یہ کلام ہے کہ یہ حدیث مطلق اس صورت میں ہوگی جبکہ کنا نتقی هذا کا اشارہ صلوۃ بین الساریتین کی طرف مانا جائے، اور اگر اس کا مشار الیہ الصف بین الساریتین قرار دیا جائے، جیسا کہ سیاق کلام کا تقاضا ہے تو پھر یہ حدیث مطلق نہ ہوگی اور تقیید کیلئے ابن ماجہ کی روایت کی طرف بھی رجوع کی حاجت نہ رہے گی، فتامل فانہ دقیق۔

[4] المبسوط للسرخسي ج ٢ ص ٣٥

کہ آپس میں (صفوں میں) آگے پیچھے مت ہو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف ہو جائے گا اور بازاری شور وغل کرنے سے بچا کرو۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٢) جامع الترمذي - الصلاة (٢٢٨) سنن النسائي - الإمامة (٨٠٧) سنن النسائي - الإمامة (٨١٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٧٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٥٧/١) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٢/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٦) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٧)

شرح الأحاديث: **لیلینی کی صرفی تحقیق:** قوله: لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى: یہ لفظ ولی سے ہے جسکے معنی قرب کے ہیں اور شروع میں لام لام امر ہے اور نون مشدد، اور مسلم کی روایت میں بغیر یاء کے ہے لیلنی اس صورت میں نون مخفف ہو گا جس کو نون وقایہ کہتے ہیں اور بعض روایات میں باوجود یاء کے لِيَلِيَنِي یائے ثانی کے سکون اور تخفیف نون کیساتھ ہے لیکن یہ قواعد کے خلاف ہے اس لئے کہ یہ لام لام امر ہے جو جازم ہے اور حالتِ جزم میں حرف علت کا سقوط ضروری ہے، ملا علی قاریؒ نے اسکی تأویل کی کہ یہ یاء یہاں پر اشباعِ کسرہ کیوجہ سے ہے، یا اصل کلمہ پر تنبیہ کے لئے لائی گئی ہے کما فی قراءۃ إِنَّهُ مَن يَتَّقِي وَيَصْبِرْ [1]۔

الْأَحْلَامِ، یا تو حِلم بالکسر کی جمع ہے جس سے مراد عقل اور سمجھ ہے یا حلم بضم الحاء کی جس کے معنی خواب کے ہیں، لیکن یہاں پر مراد بلوغ ہے، پہلی صورت میں احلام سے مراد عقلاء ہو گا اور دوسری صورت میں بلغاء والنهی نهیه بمعنی عقل کی جمع ہے یعنی عقلاء پہلی صورت میں أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى دونوں کا مصداق ایک ہو گا یعنی عقلاء اس صورت میں یہ عبارت:

ع وَأَلْفَى قَوْلَهَا كَذِبًا وَمَيْنًا

کے قبیل سے ہو گی یعنی تغایر فی اللفظ کو تغایر فی المعنی کا حکم دے کر عطف لانا، اور دوسری صورت میں تکرار معنی نہ ہو گا کہ اول سے مراد بلغاء اور ثانی سے عقلاء۔

ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ: یعنی پھر جو ان کی قریب ہوں، عقل یا بلوغ کے اعتبار سے ان سے کم درجہ ہوں جیسے مراہقین۔ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ پھر جو ان سے قریب ہوں جیسے صبیان ممیزین یا باعتبار عقل کے ان سے کم درجہ ہوں، اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نساء ہیں او قیل خناثی، اور ترتیب صفوف کی عند الفقہاء اس طرح ہے، صفوف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء [2]۔

وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ: ھیشہ کے معنی رفع الصوت اور اختلاط دونوں آتے ہیں، یعنی مساجد میں شور نہ کرو جس طرح بازاروں میں ہوتا ہے، یا ترتیب مذکور کے خلاف گڈمڈ نہ کرو جس طرح بازاروں اور دکانوں پر لوگوں کے درمیان کوئی ترتیب نہیں ہوتی سب ایک ساتھ چلتے پھرتے ہیں، دوسرے معنی مقام کے زیادہ مناسب ہیں اسلئے کہ حدیث میں ترتیب کو بیان کیا جا رہا ہے۔

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ۳ ص ١٥٤

[2] فلیحرر (الرجال) ظاهره يعم العبد (ثم الصبيان) ظاهره تعددهم، فلو واحدا دخل الصف (ثم الخناثي ثم النساء) (رد المحتار على الدر المختار - ج ٢ ص ٣١٣-٣١٤)

٦٧٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيَامِنِ الصُّفُوفِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں میں دائیں طرف کھڑے ہونے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٧٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٠٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٦٠/٦)

٩٨ - بَابُ مَقَامِ الصِّبْيَانِ مِنَ الصَّفِّ

باب ہے صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ کا بیان

٦٧٧ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ شَاذَانَ، حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَفَّ الرِّجَالَ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغِلْمَانَ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ»، ثُمَّ قَالَ: "هَكَذَا صَلَاةُ - قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: لَا أَحْسَبُهُ إِلَّا قَالَ: صَلَاةُ أُمَّتِي -".

ترجمہ: عبد الرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ ابو مالک اشعریؓ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نماز کے متعلق نہ بتلاؤں؟ پھر فرمایا کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو (پہلے) مردوں نے صف بنائی پھر بچوں نے صف لگے پیچھے بنائی پھر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے نماز پڑھائی اس کے بعد نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نماز کو ذکر کیا پھر فرمایا اسطرح میری امت کی نماز ہوتی ہے۔ عبد الاعلیٰ فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہی ہے کہ قرۃ بن خالد نے هَكَذَا صَلَاةُ کے بعد لفظ أُمَّتِي فرمایا تھا۔

سنن أبي داود - الصلاة (٦٧٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٣/٥)

مسئلة الباب میں اختلاف ائمہ: جمہور علماء اور اکثر شافعیہ کے نزدیک صبیان کیلئے مستقل صف ہونی چاہئے خلف الرجال، امام مالکؒ اور بعض شافعیہ کا اسمیں اختلاف ہے وہ یوں کہتے ہیں يقف كل صبي بين رجلين ليتعلموا منهم الصلوة (كذا في الميزان للشعراني) حدیث الباب سے جمہور کے مسلک کی تائید ہو رہی ہے اور صاحب منہل مالکیؒ نے لکھا ہے کہ اگر صبی ایک ہو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو پچھلی صف میں تنہا نہ کھڑا ہو۔[1]

[1] اور امام احمدؒ کا مذہب انہوں نے یہ لکھا ہے کہ صبی کو مردوں کیساتھ امام کے پیچھے کھڑا ہی نہ ہونا چاہئے، حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے کہ اگر وہ کسی بچے کو صف میں دیکھتے تھے تو ہٹا دیتے تھے، بظاہر یہ مراد ہوگا کہ پچھلی صف میں کر دیتے تھے۔ (المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود ج ٥ ص ٦٨)

٩٩ - بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ وَكَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب ہے عورتوں کی صفوں کے بارے میں اور مردوں کیلئے صف اوّل سے پیچھے کھڑے ہونے کی کراہیت کا بیان

٦٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا، وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی صف ہے اور ان میں سب سے بُری آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بہتر انکی آخری صف ہے اور سب سے بری انکی پہلی صف ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاة (٤٤٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٢٤) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٠) سنن أبي داود - الصلاة (٦٧٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٠٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٦٨)

شرح الحديث: قوله: خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا: ابن العربیؒ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ اسمیں سبقت الی الخیر ہے، دوسرے اس لئے کہ مقدم مسجد افضل ہے مؤخر مسجد سے، تیسرے یہ کہ اسمیں امام کا قرب ہے [1]۔

قوله: وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا: اس لئے کہ پہلی صورت میں رجال کا قرب ہے اور دوسری صورت میں ان سے بُعد ہے، نیز رجال تقدم کے مامور ہیں اور نساء تاخر واحتجاب کی۔

٦٧٩ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ فِي النَّارِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگ مسلسل پہلی صف سے پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو (انجام کار) جہنم میں داخل کرے گا۔

شرح الحديث: قوله: لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ فِي النَّارِ: یعنی بعض لوگ صف اول سے پیچھے رہنے کیوجہ سے اور اس کے ترک اہتمام کی بناء پر ایسے ہوں گے کہ وہ آخر الامر یعنی انجام کار جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے، یا اخیر میں ان کو جہنم سے نکالا جائیگا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ صف اول کو ترک کرنا اور مسجد میں دیر سے پہونچنا ایسے قبائح

---

[1] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي - ج ٢ ص ٢٤

کے ارتکاب کا سبب بن سکتا ہے جو مفضی الی النار ہوں، نہ یہ کہ صرف صف اول کے ترک سے آدمی مستحق نار ہو جاتا ہے۔

٦٨٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا، فَقَالَ لَهُمْ: «تَقَدَّمُوا فَأْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ، وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ».

ترجمة: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو پہلی صف سے پیچھے ہٹتے دیکھا تو اُن سے فرمایا آگے بڑھو تا کہ تم (مجھے دیکھ کر) میری اقتداء کرو اور جو تمہاری پچھلی صفوں والے ہیں وہ تمہاری اقتداء کریں اور کچھ لوگ مسلسل (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکو پیچھے کردے گا (دخول جنت میں پیچھے رہ جائیں گے یا اللہ کی رحمت اور اس کے عظیم فضل سے پیچھے رہ جائینگے)۔

تخريج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٨) سنن النسائي - الإمامة (٧٩٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٧٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٤/٣)

شرح الحديث: قوله: رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّرًا [1] فَقَالَ لَهُمْ: تَقَدَّمُوا فَأْتَمُّوا بِي، وَلْيَأْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ: یعنی آگے بڑھ کر صف اول میں نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرو تا کہ میری نماز کو دیکھ کر اس کا اتباع کر سکو اور پھر پچھلی صف والے تمہیں دیکھ کر تمہارا اتباع کر سکیں یعنی تمہارے واسطے سے وہ میرا اتباع کر سکیں، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم اچھی طرح میرا اتباع کرو تا کہ پھر بعد میں آنیوالے (تابعین) تمہارا اتباع کریں (ذکر المعنیین القاری فی المرقاۃ) اور شعبیؒ نے اس حدیث سے ایک دوسرے مسئلہ پر استدلال کیا ہے یعنی اقتداء بالمأموم کا جواز، کہ اگلی صف والے امام کی اقتداء کی نیت کریں اور پچھلی صف والے اگلی صف والوں کے اقتداء کی نیت کریں، اور علامہ عینیؒ کی رائے یہ ہے کہ اسی کی طرف میلان امام بخاریؒ کا بھی ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ الرَّجُلُ يَأْتَمُّ بِالْإِمَامِ وَيَأْتَمُّ النَّاسُ بِالْمَأْمُومِ، لیکن یہ ضروری نہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد بھی یہی ہو جو شعبی سمجھ رہے ہیں، بلکہ بخاریؒ کے نزدیک بھی حدیث کا محمل وہی ہو جسکو جمہور نے اختیار کیا، حضرت گنگوہیؒ کی رائے لامع میں یہی ہے [2]۔

---

[1] ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ تأخر سے مراد تأخر عن الصف الاول اور تأخر عن العلم دونوں ہو سکتا ہے نعلی الأول معناہ: ليقف البالغون والعلماء في الصف الأول، وليقف من دونهم في الصف الثاني، فإن الصف الثاني يقتدون بالصف الأول ظاهراً لا حكماً، وعلى الثاني المعنى ليتعلم كلكم من أحكام الشريعة، وليتعلم التابعون منكم، وكذلك من يلونهم قرناً بعد قرن. (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٣ ص ١٥٥ - ١٥٦)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٤٨

١٠٠ - بَابُ مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ

باب ہے صف میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کا بیان

٦٨١ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بَشِيرِ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا دَخَلَتْ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، فَسَمِعَتْهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَسِّطُوا الْإِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام کو بیچ میں رکھو اور خالی جگہوں کو پُر کرو۔

شرح الحديث: قوله: وَسِّطُوا الْإِمَامَ: یعنی امام کو صف میں کس جگہ کھڑا ہونا چاہئے، بلفظ دیگر امام کے کھڑے ہونیکی جگہ کو مقتدیوں کی صف سے کیا نسبت ہونی چاہئے، چنانچہ حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ نسبت تنصیف کی ہونی چاہئے کہ امام اس طرح پر کھڑا ہو کہ پیچھے صف والے مقتدی اس کے دائیں بائیں برابر ہوں، چنانچہ فرماتے ہیں وَسِّطُوا الْإِمَامَ۔

یعنی امام کو بیچ میں رکھو، اور یہ جبھی ہو سکتا ہے جبکہ مقتدی دونوں جانب برابر ہوں اس صورت میں یہ لفظ وسط سکون سین سے ماخوذ ہوگا، اور بعضوں نے کہا کہ یہ وسط بالفتح سے ہے جسکے معنی افضل کے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا [1]، ويقال فلان وسط القوم أي خيرهم، لہذا حدیث کے معنی ہوئے اجعلوا إمامكم خيركم، جو تم میں افضل ہو اسکو اپنا امام بناؤ اور بعضوں نے کہا کہ یہ حدیث فی حق النساء ہے چنانچہ عورت کی امامت میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ وسط میں کھڑی ہوتی ہے، نیز اس حدیث سے امام ابویوسفؒ بھی اپنے مسلک پر استدلال کر سکتے ہیں کہ اگر مقتدی دو ہوں تو دائیں بائیں کھڑے ہوں (من ہامش البذل [2])۔

١٠١ - بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي وَحْدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ

باب ہے صف کے پیچھے تنہا آدمی کے نماز پڑھنے کا حکم

٦٨٢ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ - قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: الصَّلَاةَ -".

ترجمہ: وابصہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسکو اعادے کا حکم فرمایا سلیمان بن حرب فرماتے ہیں یعنی نماز کے اعادے کا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة

---

[1] اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل (سورۃ البقرۃ ١٤٣)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٤٨

والسنة فيها (١٠٠٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٨/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (٢٢٨/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٥)

شرح الحدیث عَنْ وَابِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ: رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ: انفراد خلف الصف عند الجمہور مکروہ ہے اور امام احمدؒ واسحاقؒ کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے، لہذا جمہور کے نزدیک اعادہ کا حکم بطریق استحباب [1] اور حنابلہ کے نزدیک بطریق وجوب ہوا، اور جمہور کی مستقل دلیل اگلے باب میں آرہی ہے، یہاں سوال یہ ہے کہ آخر تنہا شخص کرے کیا؟ جواب یہ ہے کہ اگلی صف میں سے کسی ایک کو کھینچ لے، حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب یہی ہے اس لئے کہ طبرانی کی روایت میں اس حدیث میں ایک زیادتی ہے: هلا دخلت في الصف أو جررت أحداً [2]، لکنها ضعيفة، مالکؒ واحمدؒ جر کے قائل نہیں اسی طرح مفتی بہ قول ہمارے یہاں بھی یہی ہے کہ جذب نہ کرے کہ اسمیں ناگواری اور فتنہ کا اندیشہ ہے لقلة العلم بالمسائل۔

١٠٢ - بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ

باب ہے صفوں سے پیچھے رہ جانے والے شخص کے رکوع کرنے کے متعلق

٦٨٣ - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ زِيَادٍ الْأَعْلَمِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ، حَدَّثَ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ، قَالَ: فَرَكَعْتُ دُونَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ».

ترجمہ ابو بکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ مسجد میں آئے تو نبی کریم ﷺ رکوع میں تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں صف سے پیچھے ہی رکوع کی حالت میں چلا گیا (کہ کہیں صف تک پہنچتے پہنچتے رکعت ہی فوت نہ ہو جائے) تو سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ نیکی حاصل کرنے کی حرص مبارک ہے لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا (کیونکہ یہ عمل خلاف قاعدہ ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٥٠) سنن النسائي - الإمامة (٨٧١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٩/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٠/٥)

شرح الحدیث یہ باب ماقبل سے مربوط ہے، مسئلہ اور اختلاف پہلے باب میں گذر چکا، اس باب میں مصنفؒ نے ابو بکرہؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس کا مضمون یہ ہے، کہ یہ ایک روز مسجد میں نماز کیلئے داخل ہوئے جبکہ نماز ہورہی تھی اور حضور ﷺ رکوع میں تھے تو انہوں نے سوچا کہ اگر میں نے صف تک پہونچنے کے بعد نماز کی نیت باندھی تو یہ رکعت فوت ہو جائے گی اس

[1] ابن الہمامؒ نے یہی لکھا ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے اعادہ صلوۃ کو واجب بھی لکھا ہے، اس لئے کہ انفراد خلف الصف مکروہ تحریمی ہے، وأجاب عنه صاحب البدائع بوجه آخر حيث قال: والأمر بالإعادة شاذ، ولو ثبت فيحتمل أنه كان بينه وبين الإمام ما يمنع الاقتداء، وفي الحديث ما يدل عليه، فإنه قال: في حجرة من الأرض، أي ناحية اهـ، انکے کلام سے بھی یہی معلوم ہورہا ہے کہ امر وجوب کے لئے ہے (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١ ص ١٤٦)۔

[2] أَيُّهَا الْمُصَلِّي هَلَّا دَخَلْتَ فِي الصَّفِّ أَوْ جَرَرْتَ رَجُلًا مِنَ الصَّفِّ أَعِدْ صَلَاتَكَ. الطبراني في الأوسط والبيهقي (تلخيص الحبير - ج ٢ ص ٧٨)

لئے انہوں نے قبل الوصول الی الصف نماز کی نیت باندھ لی اور رکوع ہی کی ہیئت میں چل کر صف میں جا کر شامل ہو گئے، حضور ﷺ نے نماز سے فارغ ہونیکے بعد ان سے فرمایا زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ، گویا آپ ﷺ نے انکے اس عزم اور جذبہ کی تحسین فرمائی کہ نیکی حاصل کرنیکی حرص تو مبارک ہو لیکن چونکہ یہ صورت جو تم نے اختیار کی خلاف قاعدہ ہے اس لئے آئندہ ایسانہ کرنا، یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں، کیونکہ یہاں بھی عند التحریمہ انفراد خلف الصف پایا گیا، ابن حبانؒ جو ایک مشہور محدث ہیں وہ اس مسئلہ میں حنابلہ کیساتھ ہیں، لیکن انہوں نے اس خاص صورت کو مسئلہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے اسی حدیث کی بناء پر۔

قوله: وَلَا تَعُدْ: اس لفظ کو تین طرح پڑھا گیا ہے: ① لا تعد صیغۃ النہی من العود، ② لا تَعْدُ ضمہ دال کیساتھ صیغۃ النہی من العَدْو یعنی آئندہ اس طرح دوڑ کر مت آنا، ③ لا تُعِدْ صیغۃ النہی من الاعادۃ ای لا تعد تلك الصلوۃ [1]۔

فائدہ: حدیث الباب کے راوی ابو بکرہؓ ہیں جن کا نام نفیع بن الحارث ہے یہ طائفی ہیں صحابہ کرامؓ نے جب حصن طائف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو یہ اس قلعہ کی چھت پر سے رسا لٹکا کر اس کے ذریعہ نیچے اتر آئے تھے اور مسلمانوں میں شامل ہو گئے تھے، بکرہ رسہ کو کہتے ہیں یہ ان کی وجہ التکنیہ ہے۔

[illegible] - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا زِيَادٌ الْأَعْلَمُ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُولُ اللَّهِ رَاكِعٌ، فَرَكَعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: «أَيُّكُمُ الَّذِي رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ؟» فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ: أَنَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «زَادَكَ اللهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زِيَادٌ الْأَعْلَمُ زِيَادُ بْنُ فُلَانِ بْنِ قُرَّةَ وَهُوَ ابْنُ خَالَةِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ.

ترجمہ: حسن کہتے ہیں کہ ابو بکرہؓ اس حال میں آئے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت رکوع میں تھے تو انہوں نے صف سے پہلے ہی رکوع کیا پھر اسی حالت میں چل کر صف میں داخل ہو گئے پھر جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کون ہے جس نے صف سے پہلے رکوع کیا تھا پھر وہ چل کر صف میں شامل ہو گیا تھا تو ابو بکرہ نے عرض کیا کہ میں تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ پاک تمہاری حرص میں اضافہ فرمائے آئندہ ایسا مت کرنا۔

[illegible] صحيح البخاري - الأذان (٧٥٠) سنن النسائي - الإمامة (٨٧١) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣٩/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٠/٥)

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٥٢

تفريع أبواب السُّترة

١٠٣ - باب ما يستر المصلي

باب ہے نماز کس چیز کو سترہ بنا سکتا ہے

یہاں سے أبواب السُّترة شروع ہورہے ہیں، سترہ سے متعلق مصنف نے متعدد ابواب قائم کئے ہیں، سترہ کے بارے میں متعدد ابحاث ومسائل ہیں جن کو شروع میں جان لینا بہتر ہے، حضرت شیخ کی تقریر ابوداود السعی المحمود میں ہے کہ صاحب البحر الرائق نے سترہ سے متعلق تقریباً سترہ ابحاث ومسائل ذکر کئے ہیں امام ابوداؤد نے ان میں سے چند بیان کئے ہیں اور یہی بات حضرت شیخ نے أوجز المسالك میں لکھی ہے[1]۔

سترہ سے متعلق ابحاث عشرہ: ① معنی السترہ لغةً وشرعاً، ② حكم السترة، ③ قدرها طولاً، ④ نفعها لمن، ⑤ حريم المصلی، ⑥ قدر الفاصلة بين المصلی والسترہ، ⑦ الحكمته فيها، ⑧ السترة بالراحلة، ⑨ السترة بالخط، ⑩ درأ المار۔

البحث الاول (معنى السترة لغة وشرعا): السترة في الاصل "مايستتر به مطلقاً ثم غلب على ما ينصب قدام المصلی (طحطاوی)" یعنی مطلق وہ شی جس کے ذریعہ سے دو چیزوں کے درمیان آڑ قائم کی جائے، اور عرف فقہاء میں اس چیز کو کہتے ہیں جو نمازی کے سامنے قائم کی جائے گذرنے والوں سے حیلولت کیلئے۔

البحث الثانی (حكم السترة): سترہ قائم کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے ابن العربیؒ نے امام احمدؒ کا مذہب وجوبِ سترہ نقل کیا ہے، حضرت شیخ اوجز[2] میں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بلکہ وہ اسمیں جمہور کیساتھ ہیں۔

البحث الثالث (قدرها طولا): سترہ کی مقدار طولاً کم از کم ایک ذراع ہے، حدیث میں آتا ہے مثل مؤخرة الرحل واما عرضاً فقيل ينبغي ان يكون في غلظ اصبع۔

البحث الرابع (نفعها لمن): سترہ کا فائدہ اور نفع، کہا گیا ہے کہ مصلی کی طرف عائد ہے تاکہ اس کی نماز کا خشوع زائل نہ ہو، اگر سترہ قائم نہیں کیا تو لوگوں کے گزرنے کیوجہ سے خشوع ضائع ہوگا ولئلا يحتاج الى الدرء یعنی گذرنے والے کو ہٹانے کی ضرورت پیش نہ آئے، دوسرا قول یہ ہے کہ اسکا نفع مار (گذرنے والا) کی طرف عائد ہے اس لئے کہ اب وہ گذرنے سے گنہگار نہ ہوگا، لیکن ان دونوں فائدوں میں منافات ہی کیا ہے، لہذا یہ کہا جائے کہ سترہ میں یہ دونوں فائدے ہیں۔

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٣ ص ٢٨٧

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٣ ص ٢٩٠

البحث الخامس (حريم المصلى): حریم مصلی کا مطلب یہ ہے کہ مصلی کے سامنے کا وہ حصہ جہاں کو گذرنا سترہ نہ ہونیکی صورت میں ممنوع ہے، جمہور علماء کے نزدیک یہ تین ذراع کے بقدر ہے جو تقریباً مصلی کے محل قیام سے موضع سجود تک ہے، لہذا اس کے وراء سے گذرنا جائز ہوگا، اور حنفیہ کے یہاں ایک روایت میں بقدر صفین ہے اور ایک روایت بقدر ثلاثۃ صفوف کی ہے، یہ تو ہے باعتبار صحراء کے یعنی کھلے میدان میں، اور مسجد کے اندر مصلی کے سامنے کو گذرنا مطلقاً جائز نہیں، گویا ساری ہی مسجد حریم مصلی ہے خواہ وہ مسجد صغیر ہو یا کبیر، اور کہا گیا ہے کہ دونوں میں فرق ہے، مسجد صغیر میں تو مرور مطلقاً ممنوع ہے اور مسجد کبیر صحراء کے حکم میں ہے، ایک قول حریم مصلی میں اور ہے جس کو شیخ ابن الہمامؒ اور صاحب بدائعؒ نے اختیار کیا ہے یعنی "منتهى بصر المصلى لو صلى صلوة الخاشعين" یعنی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں بدون قصد کے زمین کے جس حصہ تک نظر پڑتی ہے وہ حصہ حریم مصلی ہے[1]، لہذا اتنے حصہ میں سے نہیں گذر سکتے۔

البحث السادس (قدر الفاصلة بين المصلى والستره): اس سلسلہ میں آگے ایک باب آرہا ہے بَابُ الدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ، مصلی اور سترہ کے درمیان فاصلہ کم سے کم ہونا بہتر ہے تا کہ راستہ تنگ اور گذرنے والوں کو دقت لاحق نہ ہو، بہر حال اس سلسلہ میں دو حدیثیں وارد ہیں ایک وہ جو باب مذکور میں آرہی ہے وَكَانَ بَيْنَ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مَمَرُّ عَنْزٍ[2] یعنی بکری کے گزرنے کے بقدر فاصلہ، جتنی جگہ میں کو بکری گذر سکے، اور دوسری حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے کعبہ میں نماز ادا فرمائی "وبينه وبين القبلة ثلاثة اذرع" یعنی آپ ﷺ کے اور جدار قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا اور ممر العنز بقدر ایک ذراع کے ہوتا ہے بظاہر ان دونوں میں تخالف ہے جس کے دو جواب ہیں، اول یہ کہ پہلی روایت حالت سجود پر محمول ہے یعنی موضع سجود اور سترہ کے درمیان بقدر ایک ذراع فاصلہ ہوتا تھا، اور دوسری روایت میں، محل قیام اور سترہ کے درمیان کا فاصلہ مراد ہے دوسرا جواب اس کا وہ ہے جو داؤدی نے دیا کہ کم سے کم فاصلہ بقدر ممر شاۃ ہے اور زیادہ سے زیادہ تین ذراع۔

البحث السابع (الحكمة فيها): سترہ قائم کرنے میں حکمت، "قيل هى كف البصر عما وراءه او جمع الخاطر بربط الخيال بها" یعنی کسی چیز کو سامنے کئے بغیر کھلی جگہ میں نماز پڑھنے سے نگاہ کسی ایک جگہ پر نہیں ٹھہرتی، اور جب کوئی خاص اجنبی کی چیز سامنے ہو تو اس پر جم جاتی ہے تو اسی لئے سترہ قائم کیا جاتا ہے کہ نگاہ اور خیال مجتمع رہیں، نیز دوسری حکمت اس میں "اعلام موضع السجود" ہے یعنی حریم مصلی جو کہ موضع سجود ہے اس کی نشاندہی تا کہ اسمیں کو کوئی نہ گذرے۔

البحث الثامن (السترة بالراحلة): ابن رسلان لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک صلاۃ الی الدابہ مکروہ ہے اور

---

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ۱ ص ۲۱۷

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الدنو من السترة ٦٩٦

حدیث کو انہوں نے ضرورت پر محمول کیا ہے اور عند الضرورۃ جائز ہے اسی طرح مالکیہ کے یہاں دابہ کو سترہ بنانا خلاف مستحب ہے (صرح بہ الدسوقی) اور حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک اسمیں کچھ حرج نہیں کما فی الاوجز اس سلسلہ کے مزید فوائد باب الصلاۃ الی الراحلہ میں آئینگے۔

البحث التاسع (السترة بالخط): اس کا باب اس کے بعد متصلاً ہی آرہا ہے وہ یہ کہ اگر سترہ کیلئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کرے؟ ایک حدیث میں ہے جو آگے آرہی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فَلْيَخُطَّ خَطًّا[1] کہ اپنے سامنے زمین پر لکیر اور خط ہی کھینچ لے، اس حدیث کی بناء پر امام احمدؒ سترہ بالخط کے قائل ہیں، گو حدیث ضعیف ہے اور خود امام احمدؒ سے منقول ہے "حدیث الخط ضعیف" لیکن اس کے باوجود وہ اس کے قائل ہیں، امام مالکؒ سترہ بالخط کے قائل نہیں، امام شافعیؒ کے اسمیں دو قول ہیں، اور مشہور عند الحنفیہ تو یہی ہے، کہ خط کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ دور سے نظر نہیں آتا اور سترہ کا جو فائدہ ہے اعلام موضع السجود اس سے حاصل نہیں ہوتا (کذا فی البدائع[2]) اور روایت ثانیہ ہمارے یہاں یہ ہے کہ معتبر ہے چنانچہ شامی میں امام محمدؒ سے نقل کیا ہے سُنَّ الخط سترہ بالخط سے اعلام موضع سجود کا فائدہ گو حاصل نہیں ہوتا لیکن دوسرے فوائد حاصل ہوسکتے ہیں، کف البصر عما وراءها وغیرہ، پھر اس میں اختلاف ہورہا ہے کہ اگر خط کھینچا جائے تو کیسے، اس میں دو قول ہیں، عرضاً مثل الهلال او المحراب وقیل طولاً۔

البحث العاشر (درأ المار): نمازی کا اس کے سامنے سے گذرنے والے کو روکنا باشارۃ الید او بالتسبیح جمہور علماء ائمہ ثلاث کے نزدیک مستحب ہے اور حنفیہ کا مسلک بھی بظاہر یہی ہے جیسا کہ ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے معلوم ہوتا ہے، مؤطا محمد میں بھی یہی لکھا ہے وبہ نأخذ، لیکن در مختار میں لکھا ہے کہ درء المار رخصت کا درجہ ہے افضل اور عزیمت ترک درء ہے اور بدائع میں لکھا ہے کہ بعض مشائخ نے درء کو رخصت قرار دیا ہے اور عدم درء کو افضل۔ اس سے معلوم ہوا کہ در مختار والا قول بعض مشائخ سے منقول ہے۔

"تلك عشرة كاملة"۔

البحث الحادی عشر (مسجد حرام میں سترہ کی حاجت): ایک مسئلہ اور یاد آیا وہ یہ کہ مسجد حرام میں سترہ کی حاجت ہے یا نہیں چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی اس سے متعلق باب قائم فرمایا ہے بَابُ السُّتْرَةِ بِمَكَّةَ وَغَيْرِهَا، اور امام ابوداؤدؒ نے اس سے متعلق باب کتاب الحج میں قائم کیا ہے جس کے لفظ یہ ہیں بَابٌ فِي مَكَّةَ، اور اس باب کے ذیل میں مصنفؒ مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث ذکر فرمائی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے تھے وَالنَّاسُ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الخط إذا لم يجد عصا ٦٨٩

[2] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١ ص ٢١٧

يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا سُتْرَةٌ. قَالَ سُفْيَانُ: لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَعْبَةِ سُتْرَةٌ [1]، امام ابو داود چونکہ حنبلی ہیں اس لئے انہوں نے ثابت فرمایا کہ مکہ میں سترہ کی حاجت نہیں حنابلہ کا راجح قول یہی ہے، اور جمہور علماء کے نزدیک اس مسئلہ میں مکہ وغیر مکہ برابر ہے، ایک قول حنفیہ کے یہاں بھی یہ ہے کہ مسجد حرام میں مصلی کے سامنے سے گذرنے والے کو روکا نہ جائے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ مسجد کبیر صحراء کے حکم میں ہے لہذا مسجد حرام میں موضع سجود کے وراء سے گذر سکتے ہیں، یہ گیارہ بحثیں ہوئیں احد عشر کو کہا۔

البحث الثانی عشر(سترة الامام سترة لمن خلفه): مسائل سترہ میں سے ایک اور مسئلہ یاد آیا جس کے لئے مصنف نے بہت آگے چل کر باب قائم کیا ہے بَابُ سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةٌ لِمَنْ خَلْفَهُ، جمہور علماء ائمہ ثلاث تو اسی کے قائل ہیں کہ جو سترہ امام کے لئے ہے وہی قوم کیلئے ہے مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے جس کو ہم اسی باب میں بیان کریں گے، اب یہ بارہ مسائل ہوگئے، وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا [2]۔

٦٨٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَلَا يَضُرُّكَ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْكَ».

ترجمہ طلحہ بن عبید اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم (نماز میں) اپنے آگے کجاوہ کی پچھلی لکڑی کے مثل کوئی چیز رکھ لو تو پھر جو بھی تمھارے آگے سے گزرے تمہیں کچھ حرج نہ ہوگا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٩٩) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٤٠) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٦١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٦٢)

شرح الحدیث قوله: إِذَا جَعَلْتَ بَيْنَ يَدَيْكَ مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ: مؤخرہ میں تین لغت اور ہیں مُؤَخَّرَة، مُؤْخِرَة، آخِرَة، کجاوہ کے پچھلے حصہ میں ایک لکڑی ابھری ہوئی ہوتی ہے، یستند الیه الراکب جس پر سوار ٹیک لگاتا ہے یہ ایک ذراع کے بقدر ہوتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ ایک ثلث کم ایک ذراع۔

٦٨٦ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: «آخِرَةُ الرَّحْلِ ذِرَاعٌ فَمَا فَوْقَهُ».

ترجمہ ابن جریج روایت کرتے ہیں کہ عطاء فرماتے ہیں کجاوہ کے پچھلی طرف جو لکڑی ہوتی ہے وہ ایک ہاتھ اور اس سے کچھ اوپر ہوتی ہے۔

٦٨٧ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

---

[1] سنن أبي داود - كتاب المناسك - باب في مكة ٢٠١٦

[2] اور مقرر کیے ہم نے ان میں بارہ سردار (سورة المائدة ١٢)

وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي إِلَيْهَا، وَالنَّاسُ وَرَاءَهُ، وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ».

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نکلتے تھے تو (سترہ کیلئے) برچھا (چھوٹا نیزہ) لانے کا حکم فرماتے چنانچہ وہ آگے رکھا جاتا پھر آپ ﷺ اسکی طرف رُخ فرما کر نماز پڑھتے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے اور ایسا آپ ﷺ سفر کے موقع پر بھی کیا کرتے تھے اسی وجہ سے امراء نے بھی یہ طریقہ اختیار کر لیا (یعنی برچھا ساتھ رکھنے کا)۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٦) صحيح البخاري - الجمعة (٩٢٩) صحيح البخاري - الجمعة (٩٣٠) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠١) سنن النسائي - القبلة (٧٤٧) سنن النسائي - صلاة العيدين (١٥٦٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٠٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٠٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٩٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٤٥/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٥١/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٠)

شرح الحديث قوله: فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ: مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ جب کہیں سفر میں تشریف لیجاتے تو اپنے ساتھ حربہ اور آگے روایت میں لفظ عَنَزَةٌ آرہا ہے یعنی چھوٹا نیزہ جس کو برچھی کہتے ہیں وہ اپنے ساتھ رکھتے تاکہ نماز کے وقت سترہ کا کام دے اس کے علاوہ اور بھی کام آسکتی ہے، پھر آگے راوی کہتا ہے کہ چونکہ حضور ﷺ کا معمول حربہ ساتھ رکھنے کا تھا اسی لئے اس کو آپ ﷺ کے بعد آنیوالے امراء نے بھی اختیار کیا وہ بھی اپنے ساتھ سفر میں حربہ رکھتے تھے۔

٦٨٨ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «صَلَّى بِهِمْ بِالْبَطْحَاءِ وَبَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ، وَالْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ، يَمُرُّ خَلْفَ الْعَنَزَةِ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ».

ترجمہ عون بن ابی جحیفہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو مقام بطحاء (وادی محصب) میں نماز پڑھائی اور آپ ﷺ کے سامنے برچھا (ڈنڈا جس کے نیچے پھل لگا ہوا اسکو عنزہ کہتے ہیں) تھا ظہر اور عصر دونوں کی دو دو رکعت نماز پڑھائی اور اس وقت برچھے کے دوسری طرف عورتیں اور گدھے گزرتے رہے۔

تخریج صحيح البخاري - الوضوء (١٨٥) صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٩) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٣) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٧) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٩) صحيح البخاري - الأذان (٦٠٧) صحيح البخاري - المناقب (٣٣٧٣) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٤٩) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٣) جامع الترمذي - الصلاة (١٩٧) سنن النسائي - الطهارة (١٣٧) سنن النسائي - الصلاة (٤٧٠) سنن النسائي - القبلة (٧٧٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٧/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٨/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٠٩)

١٠٤ - بَابُ الْخَطِّ إِذَا لَمْ يَجِدْ عَصًا

باب ہے جب آدمی کوئی لکڑی نہ پائے تو سترہ کے لئے اپنے آگے لکیر کھینچ لے

اس سے متعلق کلام شروع میں آچکا۔

٦٨٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حُرَيْثٍ، أَنَّهُ سَمِعَ جَدَّهُ حُرَيْثًا يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ شَيْئًا، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصًا، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصًا فَلْيَخْطُطْ خَطًّا، ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ أَمَامَهُ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے آگے کوئی چیز (بطور سترہ کے) رکھ لے اور اگر کچھ نہ پائے تو لکڑی گاڑھ لے اور اگر اس کے پاس لکڑی بھی نہ ہو تو خط (لکیر) ہی کھینچ دے پھر جو بھی چیز اس کے آگے سے گزرے گی وہ اسکی نماز میں کچھ نقصان نہ کرے گی۔

٦٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمَدِينِيِّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، عَنْ جَدِّهِ حُرَيْثٍ، رَجُلٍ مِنْ بَنِي عُذْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَذَكَرَ حَدِيثَ الْخَطِّ، قَالَ سُفْيَانُ: لَمْ نَجِدْ شَيْئًا نَشُدُّ بِهِ هَذَا الْحَدِيثَ، وَلَمْ يَجِئْ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ، قَالَ: قُلْتُ لِسُفْيَانَ: إِنَّهُمْ يَخْتَلِفُونَ فِيهِ فَتَفَكَّرَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَا أَحْفَظُ إِلَّا أَبَا مُحَمَّدِ بْنَ عَمْرٍو، قَالَ سُفْيَانُ: قَدِمَ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ فَطَلَبَ هَذَا الشَّيْخَ أَبَا مُحَمَّدٍ حَتَّى وَجَدَهُ فَسَأَلَهُ عَنْهُ فَخَلَطَ عَلَيْهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ سُئِلَ عَنْ وَصْفِ الْخَطِّ غَيْرَ مَرَّةٍ، فَقَالَ: هَكَذَا عَرْضًا مِثْلَ الْهِلَالِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَسَمِعْتُ مُسَدَّدًا، قَالَ: قَالَ ابْنُ دَاوُدَ: الْخَطُّ بِالطُّولِ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ وَصَفَ الْخَطَّ غَيْرَ مَرَّةٍ فَقَالَ: هَكَذَا يَعْنِي بِالْعَرْضِ حَوْرًا دَوْرًا مِثْلَ الْهِلَالِ يَعْنِي مُنْعَطِفًا".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ابو القاسم ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر آگے خط والی حدیث ذکر کی سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کی کوئی دوسری سند نہیں پائی جس سے اس حدیث کی تقویت ہو جائے اور یہ صرف اسی سند سے ملی ہے علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے کہا کہ راویوں کا اس (ابو محمد) کے بارے میں اختلاف ہے تو انہوں نے کچھ دیر غور کیا پھر فرمایا مجھے تو ابو محمد بن عمرو ہی یاد پڑتا ہے چنانچہ سفیان نے کہا کہ اسمعیل بن امیہ کے انتقال کے بعد یہاں ایک شخص آئے مذکورہ بالا راوی ابو محمد کی تحقیق اور چھان بین کے لئے چنانچہ اس شخص کی ان سے ملاقات ہو گئی تو اس شخص نے ابو محمد سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو ابو محمد اس حدیث کو بیان نہ کر سکے گویا ان کو کچھ اشتباہ ہو گیا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ سے کئی مرتبہ لکیر (خط) کی وضاحت پوچھی گئی تو میں نے انکو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا

چاند کی طرح لکیر کھینچے اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے مسدد سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ابن داؤد نے فرمایا کہ لکیر جانب قبلہ کی طرف لمبائی میں کھینچے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٨٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٥٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦٦)

شرح الاحادیث: حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرِو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حُرَيْثٍ: اس حدیث کی سند میں یہ راوی مجہول ہے، اور آگے سند میں بجائے اس کے ابو محمد بن عمرو بن حریث آرہا ہے گویا نام بھی اس کا متعین نہیں۔

قولہ: لَمْ نَجِدْ شَيْئًا نَشُدُّ بِهِ هَذَا الْحَدِيثَ: یعنی اس حدیث کی کوئی دوسری سند بھی نہیں ہے جس سے اس کی تقویت ہو جاتی۔

قولہ: قَدِمَ هَاهُنَا رَجُلٌ بَعْدَ مَا مَاتَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ اسمعیل بن امیہ کے انتقال کے بعد یہاں ایک شخص آئے تھے مذکورہ بالا راوی ابو عمرو بن محمد کی تحقیق اور چھان بین کیلئے، چنانچہ اس شخص کی ان سے ملاقات ہو گئی تو اس شخص نے ان سے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو وہ اس حدیث کو بیان نہیں کر سکے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو کچھ اشتباہ ہو گیا، سفیان کے بیان کردہ قصہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ابو عمرو کے شاگرد یعنی اسماعیل بن امیہ کا انتقال استاذ کی حیات میں ہو گیا تھا۔

٦٩٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ شَرِيكًا «صَلَّى بِنَا فِي جَنَازَةٍ الْعَصْرَ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ» يَعْنِي فِي فَرِيضَةٍ حَضَرَتْ.

ترجمہ: سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں میں نے شریک کو دیکھا جب انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی وہ ایک جنازہ میں شرکت کیلئے آئے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے سامنے ٹوپی رکھ لی یعنی فرض نماز کے وقت جنازہ آگیا تھا۔

شرح الاحادیث: قولہ: رَأَيْتُ شَرِيكًا «صَلَّى بِنَا فِي جَنَازَةٍ الْعَصْرَ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ»: سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے شریک کو دیکھا کہ ایک مرتبہ وہ یہاں کسی جنازہ میں شرکت کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور اس میں انہوں نے ہماری امامت کی تو انہوں نے نماز سے پہلے ایسا کیا کہ سترہ کیلئے کوئی چیز نہ تھی اپنے آگے اپنی ٹوپی رکھ لی اور اس سے سترہ کا کام لیا، غالباً اونچی سی ٹوپی ہو گی، جیسے ہمارے بچپن میں ترکی ٹوپی کے نام سے بازاروں میں اونچی اور گول ٹوپیاں ملتی تھیں اسپر ابن رسلان شارح ابوداؤد لکھتے ہیں کہا گیا ہے کہ اسی لئے بعض صوفیاء لمبی ٹوپی (اونچی) اوڑھتے تھے تاکہ بوقت ضرورت ان سے سترہ کا بھی کام لیا جاسکے [10]۔

---

[10] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٥٩

١٠٥ - بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ

باب اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کا بیان

٦٩٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَوَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ».

ترجمة: ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اونٹ کی طرف رخ فرما کر نماز ادا کر لیتے تھے۔

تخريج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٣٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٨٥) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٥٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٩٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٢)

شرح الحديث: اس میں اختلاف ومذاہب ائمہ ابتدائی مباحث میں گذر گئے، کچھ باتیں رہ گئیں وہ یہاں سن لیجئے، حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے مصنف عبد الرزاق میں کہ وہ صلوۃ الی البعیر کو مکروہ سمجھتے تھے مگر یہ کہ اس پر رحل (کجاوہ) ہو[1]، علماء نے لکھا ہے کہ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹ کی پشت پر کجاوہ ہونیکی صورت میں وہ اقرب الی السکون ہوگا بنسبت برہنہ پشت ہونے کے، امام شافعیؒ کا مسلک پہلے گزر چکا کہ وہ صلاۃ الی الدابہ کی کراہت کے قائل تھے، نیز ان سے منقول ہے کہ عورت کو بھی سترہ نہ بنایا جائے، اس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں: أما قوله في المرأة فظاهر لأنها ربما شغلت ذهنه، لیکن صلوۃ الی الدابۃ تو صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ شاید امام شافعیؒ کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو اور انکی وصیت ہے إذا صح الحديث فهو مذهبه[2]، نیز صاحب منہل نے استتار بالحیوان میں مالکیہ کے مسلک میں تفصیل لکھی ہے وہ یہ کہ حیوان اگر غیر ماکول اللحم ہو تو اسکا سترہ بنانا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر ماکول اللحم ہو سو اگر وہ مربوط ہے تب تو اسکی طرف نماز بلا کراہت جائز ہے ورنہ مکروہ ہے[3]۔

قوله: كَانَ يُصَلِّي إِلَى بَعِيرِهِ: اور ترجمۃ الباب میں لفظ راحلہ ہے، راحلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو سواری کے قابل ہو کیونکہ ہر اونٹ یا اونٹنی سواری کے قابل نہیں ہوتی، راحلہ اسی کو کہتے ہیں جو سواری کے قابل ہو بخلاف بعیر کے کہ وہ عام ہے سفر میں سواری کے قابل ہو یا نہ ہو، نیز بعیر ذکر و انثی دونوں کو شامل ہے اور راحلہ میں دونوں قول ہیں بعض کے نزدیک وہ انثی کیساتھ خاص ہے، بعض نے اس کو بھی عام قرار دیا ہے (كذا في العيني ولجمع البحار)۔

دو حدیثوں میں رفع تعارض: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ حدیث میں معاطن ابل میں نماز سے منع وارد ہے اور صلاۃ الی

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٥٨٠

[2] المجموع شرح المهذب ج ٣ ص ٢٤٨

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٨٣ - ٨٤

الراحلہ بظاہر اس کے خلاف ہے، جواب یہ ہے کہ معاطن خاص اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر اونٹ بندھتے اور رہتے ہیں اور اس جگہ میں نتن اور عفونت پائی جاتی ہیں اور بعض نے کہا کہ اصحاب ابل کی عادت ہوتی ہے کہ وہ معاطن ابل میں اونٹوں کو آڑ بنا کر قضاء حاجت کرتے ہیں، غرضیکہ وہ علت یہاں مفقود ہے، صاف ستھری جگہ اونٹ بیٹھتا ہے آپ اسکی طرف کو نماز پڑھ لیں کیا مضائقہ ہے؟

١٠٦ - بَابُ إِذَا صَلَّى إِلَى سَارِيَةٍ أَوْ نَحْوِهَا أَيْنَ يَجْعَلُهَا مِنْهُ

باب ہے جب کسی ستون یا لکڑی کو نمازی اپنے سامنے (سترہ کے طور پر) رکھے تو اس کو وہ اپنے کس رخ پر رکھے

٦٩٣ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْوَلِيدُ بْنُ كَامِلٍ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ حُجْرٍ الْبَهْرَانِيِّ، عَنْ ضُبَاعَةَ بِنْتِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهَا، قَالَ: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِلَى عُودٍ وَلَا عَمُودٍ وَلَا شَجَرَةٍ إِلَّا جَعَلَهُ عَلَى حَاجِبِهِ الْأَيْمَنِ أَوِ الْأَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهُ صَمْدًا».

ترجمہ: ضباعہ بنت مقداد بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو اپنے دائیں ابرو یا بائیں ابرو کی جانب ہی رکھتے اور اسکی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوتے تھے (یعنی اس کو اپنے بالکل سامنے نہ رکھتے)۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٦٩٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٤)

شرح الحديث: حدیث الباب میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لکڑی یا ستون یا درخت کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے تو اس کو بالکل اپنے سامنے نہ کرتے بلکہ اپنی ذرا دائیں جانب یا بائیں جانب کرتے۔

قوله: وَلَا يَصْمُدُ لَهُ صَمْدًا: اور نہیں قصد کرتے تھے اس کا، قصد کرنا یعنی اس کو اپنے بالکل سامنے نہیں رکھتے تھے تا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ عبادت میں اسی کا قصد کیا جا رہا ہے اور تشبہ بعبدة الأصنام لازم نہ آئے۔

١٠٧ - بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْمُتَحَدِّثِينَ وَالنِّيَامِ

بات چیت کرنے والوں یا سونے والوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے متعلق حکم

٦٩٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَيْمَنَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ، عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَعْنِي لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُصَلُّوا خَلْفَ النَّائِمِ وَلَا الْمُتَحَدِّثِ».

ترجمہ: محمد بن کعب نے عمر بن عبد العزیز سے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی

ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا: سونے والوں اور بات چیت میں مشغول لوگوں کے پیچھے اپنی نماز مت پڑھو۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاۃ (٦٩٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاۃ والسنة فيها (٩٥٩).

شرح الحدیث: نیام نائم کی جمع، صلوۃ الی النائم، ائمہ میں سے امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے مجاہد اور طاؤس کا مذہب بھی یہی ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے سونے والے کی طرف سے نوم کی حالت میں کسی ایسی چیز کا صدور ہو جس سے مصلی کا خیال منتشر ہو، نیز حدیث الباب سے انہوں نے استدلال کیا، لیکن یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہیں جن کا نام ہشام بن زیاد ہے جو متروک ہے، جمہور کی دلیل وہ حدیث صحیح ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رات میں نماز پڑھتے تھے وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ، إِعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ [1]۔

دوسرا اجزاء ترجمہ کا صلوۃ الی المتحدث ہے، منہل میں لکھا ہے کہ یہ امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے [2]، اور دوسرے علماء کے نزدیک جائز ہے، اور یہ اختلاف اسوقت ہے جب خشوع زائل نہ ہوتا ہو ورنہ بالاتفاق مکروہ ہے، مغنی میں بھی صلوۃ الی المتحدث کو مکروہ لکھا ہے یعنی عند احمد اور صلاۃ الی النائم میں انہوں نے اختلاف روایت ذکر کیا ہے۔

١٠٨ ـ بَابُ الدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ

باب سترہ کے قریب ہونے کا بیان

اس پر تفصیلی کلام شروع میں گذر چکا۔

٦٩٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَحَامِدُ بْنُ يَحْيَى، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا لَا يَقْطَعِ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ». قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَفْوَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: بَعْضُهُمْ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَاخْتُلِفَ فِي إِسْنَادِهِ.

ترجمہ: نافع بن جبیر سے روایت ہے وہ سہل بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے واسطے سے یہ حدیث مرفوع ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے قریب ہو جایا کرے تو شیطان اسکی نماز میں رکاوٹ نہ ڈال سکے گا۔ امام ابو داودؒ فرماتے ہیں کہ اس کو واقد بن محمد نے صفوان سے انہوں نے محمد بن سہل سے ان کے والد کے واسطے سے یا محمد بن سہل سے بغیر والد کے واسطے کے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ سے روایت کیا

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب الاعتراض بين يدي المصلي ٥١٢

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٨٦

ہے اور بعض محدثین فرماتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے اور ان کی سند میں راویوں کا اختلاف ہے۔

تخریج سنن النسائي - القبلة (٧٤٨) سنن أبي داود - الصلاة (٦٩٥)

شرح الحدیث عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَهْلٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: پہلی صورت میں روایت متصل ہوگی اس لیے کہ یہ سہل سہل بن ابی حثمہ ہیں جو صحابی ہیں، اور دوسری صورت میں (عن ابیہ نہ ہونے کی صورت) میں روایت مرسل ہوگی کیونکہ محمد بن سہل تابعی ہیں۔

٦٩٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، وَالنُّفَيْلِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ سَهْلٍ، قَالَ: «وَكَانَ بَيْنَ مَقَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مَمَرُّ عَنْزٍ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْخَبَرُ لِلنُّفَيْلِيِّ.

ترجمۃ سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی کھڑے ہونے کی جگہ اور قبلے کی دیوار کے درمیان بکری کے چھوٹے بچے کے گزرنے کے برابر جگہ ہوتی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ نفیلی استاد کے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٧٤) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٨) سنن أبي داود - الصلاة (٦٩٦)

١٠٩ - بَابُ مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي أَنْ يَدْرَأَ عَنِ الْمَمَرِّ بَيْنَ يَدَيْهِ

نمازی کو حکم ہے کہ اپنے آگے سے گزرنے والے کو روکے

اس کے بارے میں مذاہب ائمہ شروع میں گزر چکے ظاہریہ کے نزدیک درء واجب ہے۔

٦٩٧ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَأْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ».

ترجمۃ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دے اور جس قدر ممکن ہو اُسے سامنے سے گزرنے سے روکنے کی کوشش کرے اور اگر وہ گزرنے پر اصرار کرے تو اس سے لڑائی کرے اسلیے کہ وہ شیطان ہے۔

٦٩٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلَى سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا» ثُمَّ سَاقَ مَعْنَاهُ.

ترجمۃ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو سترے کی طرف رُخ کرے اور اس کے قریب ہو جائے پھر اسی گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت کی۔

تخریج صحيح البخاري - الصلاة (٤٨٧) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٠) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٧) سنن

النسائي - القسامة (٤٨٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٩٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١١)

شرح الحديث: قوله: وَلْيَدْرَأْهُ مَا اسْتَطَاعَ، فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ: **امام نووی کی رائے:** امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں دفع المار مندوب ہے واجب نہیں وہ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ ابتداءً دفع کرے بأسهل الوجوہ پس اگر نہ مانے تو پھر بأشد الوجوہ دفع کرے اگرچہ اس میں قتل ہی کی نوبت کیوں نہ آجائے اس لئے کہ یہ تو گویا دفع الصائل کے قبیل سے ہے اور چونکہ اس مقاتلہ کی شریعت نے اجازت دی ہے اس لئے بصورت ہلاکت ضمان بھی نہ ہوگا[1]۔

جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں دو چیزیں مذکور ہیں: ① اول درء المار، ② دوسری مقاتلہ... درء المار کا حکم ابتدائی مباحث میں گزر چکا۔

شرح حدیث میں شراح حدیث اورفقہاء کرام کی اقوال: اور امر ثانی یعنی مقاتلہ سو بعض شافعیہ جیسے امام نوویؒ انہوں نے اس مقاتلہ کو اس کی حقیقت پر محمول کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے کما سبق، لیکن قاضی عیاضؒ وغیرہ شراح حدیث نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ درء المار کیلئے مشي اور عمل کثیر جائز نہیں اس لئے کہ یہ تو گزرنے والے کے مرور سے بھی زیادہ نماز کے حق میں سخت اور مضر ہے اور اقبال علی الصلاۃ کے قاعدہ کے خلاف ہے اور ظاہر ہے کہ قتال بغیر عمل کثیر کے ہو نہیں سکتا اس لئے یہ حدیث محتاج تاویل ہے، چنانچہ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں قتال سے مراد مبالغہ فی الدفع ہے کہ اگر اشارہ وغیرہ سے وہ باز نہ آئے تو اور سختی کرے (مثلاً دھکا دیدے) اور ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بطور تغلیظ ہے فی الواقع قتال کی اجازت مقصود نہیں، اور علامہ باجیؒ فرماتے ہیں کہ قتال سے مراد لعن ہے، قتال لغۃً اور شرعاً بھی لعن کے معنی میں آتا ہے: قال تعالی قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ[2]، علامہ زیلعیؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ قتال سے مراد یہاں بددعا[3] ہے، اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب عمل کثیر نماز میں جائز تھا، اور ایک قول یہ ہے مراد یہ ہے کہ نماز کے بعد اس کی خبر لے[4]۔

پھر دوسرا اختلاف یہاں پر یہ ہے کہ اگر کسی نے اس سے قتال کیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو اس صورت میں ضمان ہوگا یا نہیں، حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں کہ اس کا حکم حنابلہ کی کتب میں مجھے نہیں ملا، لا ضمان عليه عند الشافعية وعليه الدية عند المالكية اور

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ٢٢٣

[2] ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں (سورة التوبة ٣٠)

[3] اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو کہ ربابؓ کے بعد آرہی ہے اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ (رقم الحديث ٧٠٥) ۱۲۔

[4] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٣ ص ٢٦١

حنفیہ کے نزدیک حسب قاعدہ قصاص یا دیت واجب ہو گی [1]۔

قولہ: فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ: یعنی سرکش اور شریر...... عارف باللہ ابن ابی جمرہؒ اس پر فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث میں قتال سے مراد مدافعۃ لطیفہ ہے نہ کہ حقیقت قتال اس لئے کہ شیطان کے ساتھ جو مقابلہ ہوتا ہے وہ ہاتھ پاؤں اور ہتھیار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ استعاذہ اور تسمیہ وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے (منہل [2])۔

٦٩٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، أَخْبَرَنَا مَسَرَّةُ بْنُ مَعْبَدٍ اللَّخْمِيُّ، لَقِيتُهُ بِالْكُوفَةِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ، حَاجِبُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ اللَّيْثِيَّ، قَائِمًا يُصَلِّي فَذَهَبْتُ أَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَرَدَّنِي، ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ لَا يَحُولَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قِبْلَتِهِ أَحَدٌ فَلْيَفْعَلْ».

ترجمہ: ابو احمد کہتے ہیں کہ مسرہ بن معبد سے کہ میری ملاقات کوفی میں ہوئی انہوں نے کہا ابو عبید سلیمان بن عبد الملک کے دربان نے بیان کیا کہ میں نے عطاء بن یزید اللیثی کو نماز میں کھڑے ہوئے دیکھا تو قریب تھا کہ میں انکے سامنے سے گزر جاؤں مگر انہوں نے مجھے پیچھے دھکیل دیا پھر فرمایا کہ مجھ سے حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو کوئی تم میں سے اس بات پر قدرت رکھتا ہو کہ اس کے اور قبلے کے درمیان سے کوئی نہ گزرے تو چاہئے کہ اُسے نہ گزرنے دے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٨٧) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٠) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٧) سنن النسائي - القسامة (٤٨٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٦٩٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١١)

٧٠٠ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو صَالِحٍ: أُحَدِّثُكَ عَمَّا رَأَيْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَسَمِعْتُهُ مِنْهُ دَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ: يَمُرُّ الرَّجُلُ يَتَبَخْتَرُ بَيْنَ يَدَيَّ وَأَنَا أُصَلِّي فَأَمْنَعُهُ وَيَمُرُّ الضَّعِيفُ فَلَا أَمْنَعُهُ.

ترجمہ: حمید یعنی ابن ہلال سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ابو صالح نے فرمایا کہ میں تم سے وہ بات بیان کرتا ہوں جو میں نے ابو سعید خدریؓ کو کرتے ہوئے دیکھا اور ان سے اسکو سنا وہ یہ کہ ایک مرتبہ ابو سعید خدریؓ مروان بن حکم کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں سے کسی چیز کو آڑ (سترہ) بنا کر نماز پڑھے پھر کوئی چاہے کہ اس کے آگے سے اس نمازی اور اس کے سترہ کے درمیان سے گزرے تو اس

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٣ ص ٢٦٢-٢٦٣

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٩١

(نمازی کو) چاہیئے کہ اس کے سینے پر مارے اور اگر پھر بھی وہ اصرار کرے تو اس سے لڑائی کرے اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٨٧) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠١) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٧) سنن النسائي - القسامة (٤٨٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧٠٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١١)

شرح الحدیث: عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو صَالِحٍ: أُحَدِّثُكَ عَمَّا رَأَيْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ، وَسَمِعْتُهُ مِنْهُ: ابو صالح نے حمید سے یہ کہا کہ میں تم سے وہ واقعہ بیان کرتا ہوں جو میں نے ابوسعید خدریؓ سے دیکھا اور وہ حدیث بھی تم سے بیان کرتا ہوں جو میں نے ان سے سنی، گویا دو چیزیں بیان کرتا ہوں ایک تو وہ واقعہ جو کسی شخص کا ابوسعید خدریؓ کیساتھ پیش آیا اور ابو صالح نے اس کو دیکھا، دوسرے وہ قولی حدیث جو انہوں نے ابوسعید خدریؓ سے سنی، چنانچہ آگے پہلے تو اس واقعہ کو بیان کرتے ہیں، وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسعید خدریؓ مروان کی عدالت میں پہونچے اور وہاں جاکر اس سے یہ کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ الخ کہ جب تم میں سے کوئی سترہ قائم کرکے اس کی طرف نماز پڑھ رہا ہو اور پھر کوئی شخص نمازی اور سترہ کے درمیان میں کو گزرنا چاہئے تو اس کے سینہ پر مکا لگائے اور اگر وہ پھر بھی نہ مانے تو اچھی طرح اس کا مقابلہ کرے۔

حدیث الباب میں اختصار اور اسکی تشریح: مصنفؒ نے یہاں جو روایت ذکر فرمائی ہے اسمیں اختصار ہے، پورا واقعہ مسلم شریف میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے ایک نوجوان لڑکا ان کے آگے کو گزرنا چاہتا تھا انہوں نے اسکو ایکبار دھکا دیا پھر دوبارہ اس نے گزرنے کا ارادہ کیا اس مرتبہ انہوں نے پہلے سے بھی زیادہ زور سے دھکا دیا اس پر وہ نوجوان مروان کے پاس شکایت کیلئے گیا اتنے میں ابوسعید خدریؓ بھی وہاں پہونچ گئے، مروان نے سوال کیا کہ آپ نے اس کے ساتھ یہ معاملہ کیوں کیا؟ اس پر انہوں نے یہ حدیث سنائی (کذا فی البذل [1])، میں کہتا ہوں کہ اس واقعہ کا کچھ حصہ چند باب کے بعد ابوداؤد شریف میں بھی آرہا ہے، مصنف نے حدیث کی تقطیع کر دی ایک قطعہ حدیث کا یہاں اور ایک قطعہ آگے چل کر ذکر کیا صحیحین میں پورا قصہ یکجا مذکور ہے۔

١١٠ - بَابُ مَا يُنْهَى عَنْهُ مِنَ الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي

باب ہے نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت کے بیان میں

اور امام بخاریؒ کا ترجمہ ہے بَابُ إِثْمِ الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي۔

٧٠١ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٦٩ - ٣٧٠

أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي؟ فَقَالَ أَبُو جُهَيْمٍ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ» قَالَ أَبُو النَّضْرِ: لَا أَدْرِي قَالَ: أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ شَهْرًا أَوْ سَنَةً.

ترجمہ: بسر بن سعید سے روایت ہے کہ زید بن خالد بن جہنی نے انہیں ابو جہیم کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے آگے سے گزرنے کے بارے میں کیا وعید سنی ہوئی ہے تو ابو جہیم نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جان جائے کہ اس پر کیا سخت وعید (وبال) ہے تو اسکو (۴۰) چالیس برس تک ٹھہرے رہنا بہتر معلوم ہو اس بات سے کہ وہ نمازی کے آگے سے گزرے ابو النضر فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔

تخریج: صحيح البخاري – الصلاة (٤٨٨) صحيح مسلم – الصلاة (٥٠٧) جامع الترمذي – الصلاة (٣٣٦) سنن النسائي – القبلة (٧٥٦) سنن أبي داود – الصلاة (٧٠١) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٤٥) مسند أحمد – مسند الشاميين (١٦٩/٤) موطأ مالك – النداء للصلاة (٣٦٥) سنن الدارمي – الصلاة (١٤١٧)

شرح الحدیث: قوله: أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ: یہ وہی ابو الجہیم ہیں جن کی روایت ابواب التیمم میں گزر چکی اور ایک راوی ابو الجہیم ہیں اس پر کلام وہیں گزر چکا۔

قوله: لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ: اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس گزرنے میں کتنا بڑا گناہ اور اخروی نقصان ہے تو وہ چالیس سال تک کھڑے رہنے کو آگے سے گزرنے پر ترجیح دے گا، مسند بزار میں أَرْبَعِينَ خَرِيفًا [1] ہے اور ابن ماجہ کی روایت (۹۴۶) میں مِائَةَ عَامٍ عام مذکور ہے اس کو تعارض نہ سمجھا جائے کیونکہ مشہور ہے کہ مفہوم عدد معتبر نہیں۔

مصلی کو درء المار کا حق کب ہے اور گزرنے والا آثم کس صورت میں ہے: اس حدیث میں منع عن المرور مطلقاً مذکور ہے اور گذشتہ باب میں ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں یصلی الی سترۃ کی قید ہے کہ جو شخص سترہ قائم کر کے اس کی طرف نماز پڑھ رہا ہو، ابن رسلان نے اس مطلق کو بھی مقید پر محمول کیا ہے اور حضرتؒ نے بھی بذل الجہود میں ایسا ہی کیا ہے اور لکھا ہے کہ سترہ قائم نہ کرنے کی صورت میں حق دفع نہیں ہے [2]، لیکن شامی میں بحر وغیرہ سے اطلاق نقل کیا ہے کہ مصلی گزرنے والے کو دفع کر سکتا ہے اگر چہ سترہ نہ ہو یا ہو لیکن گزرنے والا مصلی اور سترہ کے درمیان میں کو گزر رہا ہو [3]۔

---

[1] البحر الزخار المعروف مسند البزار رقم الحديث ٣٧٨٢ (ج ٩ ص ٢٣٩)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٤ ص ٣٧١-٣٧٢

[3] رد المحتار على الدر المختار – ج ٢ ص ٤٠٣

جاننا چاہئے کہ یہاں دو چیزیں ہیں: ① مصلی کو دفع کرنے کا حق، ② دوسرے گزرنیوالے کا آثم ہونا، اول کے بارے میں تو شامی سے نقل ہو چکا کہ اسمیں اطلاق ہے اور ثانی کے بارے میں بھی شامی میں عموم لکھا ہے ومفادہ إثم المار وإن لم تكن سترة[1]، لیکن اس دوسرے مسئلہ میں تفصیل ہے جیسا کہ شروح حدیث اور کتب فقہ میں مذکور ہے، خود علامہ شامی نے اس میں چار صورتیں ذکر کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سترہ نہ ہونے کی صورت میں گناہ کا مدار تعدی پر ہے اگر تعدی جانبین سے ہو گی تو دونوں گنہ گار ہوں گے اور اگر ایک جانب سے ہوگی تو صرف وہی گنہگار ہو گا اور کسی جانب سے نہیں تو کوئی بھی گنہگار نہ ہو گا، مثلاً آدمی بغیر سترہ کے ایسی جگہ میں نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا جو لوگوں کے گزرنے کی جگہ ہے اور گزرنے والے کیلئے دوسرا راستہ بھی ہے تو اس صورت میں دونوں آثم ہوں گے اور اگر مصلی محل مرور میں نہیں کھڑا ہوا لیکن گزرنے والے کیلئے اتفاق سے اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے تو اس صورت میں کوئی بھی آثم نہ ہو گا۔

١١١ - بَابُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب ہے نماز کو توڑنے والی چیز کے بیان میں

بظاہر ابواب السترہ کا سلسلہ ختم ہو گیا حالانکہ ابھی ایک باب آگے آرہا ہے وہ بھی سترہ سے متعلق ہے لہذا مصنفؒ کے لئے مناسب یہ تھا کہ سترہ کا جو ایک باب ابھی باقی رہ گیا ہے اس کو پہلے ذکر کرتے، لیکن اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ موجودہ باب بھی سترہ ہی سے متعلق ہے اس لئے کہ اس باب کی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ مصلی کے سامنے اگر سترہ قائم نہ ہو تو ایسی صورت میں مرأۃ اور حمار اور کلب اسود کا گزرنا قاطع صلاۃ ہے، لہذا معلوم ہوا کہ نمازی کو اپنے سامنے سترہ قائم کرنا چاہئے تا کہ اس کی نماز ان چیزوں کے گزرنے سے خراب نہ ہو۔

مسئلة الباب میں مذاہب علماء: اس کے بعد سمجھئے کہ حسن بصریؒ اور ابو الاحوصؒ (ابن مسعودؓ کے شاگرد) اور امام احمد بن حنبلؒ اور ظاہریہ کے نزدیک ان تینوں چیزوں کا مرور مفسد صلاۃ ہے، اور دوسری روایت امام احمدؒ کی یہ ہے کہ یہ حکم صرف کلب اسود کا ہے اور مرأۃ وحمار میں انہوں نے توقف کیا ہے، اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک بھی صرف کلب اسود قاطع صلاۃ ہے، امام احمدؒ کے مرأۃ اور حمار میں توقف کا منشاء یہ لکھا ہے کہ حمار کے سلسلہ میں ابن عباسؓ کی حدیث اس کے خلاف آرہی ہے جس پر مصنفؒ نے آگے مستقل باب قائم کیا ہے، اسی طرح مرأۃ کے بارے میں بھی حضرت عائشہؓ کی حدیث اس کے خلاف آرہی ہے اس پر بھی مصنفؒ نے آگے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے، جمہور یہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں قطع سے مراد قطع خشوع ہے، اور امام طحاویؒ [2] نے اس کے بجائے مسلک نسخ کو اختیار کیا ہے کہ قطع صلاۃ والی روایات منسوخ ہیں اور ناسخ ابو سعید

---

[1] رد المحتار على الدر المختار - ج ۲ ص ۴۰۳

[2] شرح معاني الآثار ج ۱ ص ۴۵۹ - ۴۶۰

خدریؓ کی حدیث ہے جو آگے کتاب میں آرہی ہے: لا یقطع الصلاۃ شيء [1]۔

۷۰۲ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، وَابْنُ كَثِيرٍ، الْمَعْنَى أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُغِيرَةِ، أَخْبَرَهُمْ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ حَفْصٌ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ»، وَقَالَا: عَنْ سُلَيْمَانَ، قَالَ أَبُو ذَرٍّ: "يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ قِيدُ آخِرَةِ الرَّحْلِ: الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ الْأَسْوَدُ وَالْمَرْأَةُ"، فَقُلْتُ: مَا بَالُ الْأَسْوَدِ مِنَ الْأَحْمَرِ مِنَ الْأَصْفَرِ مِنَ الْأَبْيَضِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ: «الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ».

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے حفص بن عمر استاد فرماتے ہیں کہ ابوذرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور مصنف کے آخری دو استاد عبدالسلام اور ابن کثیر نے روایت معنعن نقل کی عن سلیمان قال عبداللہ بن صامت ان دونوں اساتذہ نے آگے حدیث کو موقوفاً نقل کیا ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ اگر نمازی آدمی کے آگے کجاوے کی پچھلی لکڑی کے مثل کوئی چیز نہ ہو اور گدھا اور سیاہ رنگ کا کتا اور عورت گزر جائے تو اسکی نماز ٹوٹ جاتی ہے تو عبداللہ بن صامت کہتے ہیں میں نے عرض کیا سیاہ رنگ کے کتے کی سرخ زرد اور سفید کتے سے حکم میں خصوصیت کیوں ہے؟ تو ابوذر غفاری نے فرمایا اے بھتیجے میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سوال کیا جسطرح تم نے مجھ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاة (۵۱۰) جامع الترمذي - الصلاة (۳۳۸) سنن النسائي - القبلة (۷۵۰) سنن أبي داود - الصلاة (۷۰۲) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۹۵۲) سنن ابن ماجه - الصيد (۳۲۱۰) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۴۹/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۵۱/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۵۶/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۰/۵) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (۱۶۱/۵) سنن الدارمي - الصلاة (۱۴۱۴)

شرح الحدیث: قوله: الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ: بعض نے اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے کہ شیطان بسا اوقات کلب اسود کی شکل میں متشکل ہوتا ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ شیطان کا استعمال شریر و سرکش کے معنی میں بھی اکثر ہوتا ہے اور چونکہ کلب اسود زیادہ شریر اور ضرر رساں ہوتا ہے اس لئے اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا۔

۷۰۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَفَعَهُ شُعْبَةُ - قَالَ: «يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْأَةُ الْحَائِضُ وَالْكَلْبُ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَفَهُ سَعِيدٌ، وَهِشَامٌ، وَهَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ، عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے شعبہ نے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز کو حائضہ عورت اور کتے کا گزرنا توڑ دیتا ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں سعید اور ہشام اور ہمام نے قتادہ سے انہوں نے جابر بن زید سے اس روایت کو ابن

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب من قال: لا يقطع الصلاة شيء ۷۱۹

عباس پر موقوف نقل کیا ہے۔

تخریج: سنن النسائي - القبلة (٧٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٠٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٤٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٧)

٧٠٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَحْسَبُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى غَيْرِ سُتْرَةٍ فَإِنَّهُ يَقْطَعُ صَلَاتَهُ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْخِنْزِيرُ وَالْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ وَالْمَرْأَةُ، وَيُجْزِئُ عَنْهُ إِذَا مَرُّوا بَيْنَ يَدَيْهِ عَلَى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ»، قَالَ ابو داؤد: «فِي نَفْسِي مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ شَيْءٌ كُنْتُ أُذَاكِرُ بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرَهُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا جَاءَ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَلَا يَعْرِفُهُ، وَلَمْ أَرَ أَحَدًا يُحَدِّثُ بِهِ عَنْ هِشَامٍ وَأَحْسَبُ الْوَهْمَ مِنَ ابْنِ أَبِي سَمِينَةَ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ الْبَصْرِيَّ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَالْمُنْكَرُ فِيهِ ذِكْرُ الْمَجُوسِيِّ، وَفِيهِ عَلَى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ، وَذِكْرُ الْخِنْزِيرِ، وَفِيهِ نَكَارَةٌ»، قَالَ ابو داؤد: «وَلَمْ أَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَمِينَةَ وَأَحْسَبُهُ وَهِمَ لِأَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُنَا مِنْ حِفْظِهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا یہ گمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سترہ کے بغیر نماز پڑھے تو اسکی نماز کتے، گدھے، خنزیر، یہودی، مجوسی اور عورت کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے اور اگر یہ لوگ اس کے آگے سے پتھر کے پھینکنے کے فاصلے کی مقدار سے گزریں تو نماز ہو جائے گی۔

تخریج: سنن النسائي - القبلة (٧٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٠٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٤٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٧)

شرح الحديث: قوله: وَالْخِنْزِيرُ وَالْيَهُودِيُّ وَالْمَجُوسِيُّ: ابوداؤد کے بعض نسخوں میں یہاں پر ایک زیادتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں اشیاء ثلاثہ کے علاوہ اور جو زائد چیزیں مذکور ہیں، ذکر خنزیر اور یہودی و مجوسی یہ کسی راوی کا وہم ہے اور مصنفؒ کا خیال یہ ہے کہ وہ ابْنِ سَمِينَةَ ہیں جنکا نام مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ ہے یعنی مصنفؒ کے استاذ۔

قوله: عَلَى قَذْفَةٍ بِحَجَرٍ: پتھر پھینکنے کے فاصلہ کے بقدر، اسکی مقدار بعض شراح نے تین ذراع لکھی ہے حریم مصلی کے بارے میں اختلاف اور تفصیل ہمارے یہاں ابتدائی مباحث میں گزر چکی۔

٧٠٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ مَوْلَى يَزِيدَ بْنِ نِمْرَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ نِمْرَانَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا بِتَبُوكَ مُقْعَدًا، فَقَالَ: مَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ يُصَلِّي، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ» فَمَا مَشَيْتُ عَلَيْهَا بَعْدُ.

ترجمہ: یزید بن نمران سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تبوک میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو معذور (اپاہج) تھا اس شخص نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو میں گدھے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کے

سامنے سے گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ اس شخص کے پاؤں کاٹ دے تو میں اس کے بعد چل نہ سکا۔

٧٠٦ - حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ يَعْنِي الْمَذْحِجِيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو حَيْوَةَ، عَنْ سَعِيدٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ قَالَ: «قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللَّهُ أَثَرَهُ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَرَوَاهُ أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدٍ، قَالَ فِيهِ: «قَطَعَ صَلَاتَنَا».

ترجمة: ابو حیوہ نے سعید بن عبد العزیز اسی گزشتہ حدیث کی سند اور اس کے ہم معنی حدیث بیان کی اور ابو حیوہ نے اس میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسنے ہماری نماز کو توڑا اللہ اس کے قدموں کے نشانات کو ختم فرمائے۔ امام ابوداد فرماتے ہیں ابو مسہر نے سعید سے روایت کی اسمیں بھی فرمایا کہ اس نے ہماری نماز کو توڑا۔

تخریج: سنن أبي داود-الصلاة (٧٠٥) مسند أحمد-أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٦٤) مسند أحمد-باقي مسند الأنصار (٥/٣٧٧)

شرح الأحاديث: قوله: فَقَالَ: «اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ»: یزید بن نمران کہتے ہیں، کہ میں نے تبوک میں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپاہج یعنی چلنے سے معذور تھا، میں نے اس سے اسکا سبب دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، اور میں گدھے پر سوار تھا اسی حال میں آپ ﷺ کے آگے کو گزر گیا تو اس وقت مجھ کو حضور ﷺ نے (بظاہر نماز ہی میں) یہ فرمایا: اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَثَرَهُ یا اللہ اس کے نشانات قدم کو مٹادے، اس کے بعد میں زمین پر چلنے کے قابل نہیں رہا، اسی طرح کی ایک روایت اس کے بعد آرہی ہے مگر دونوں حدیثوں کی سند میں ضعیف اور مجہول راوی ہیں، پہلی حدیث میں یزید بن نمران کے مولی مجہول ہیں، اور دوسری سند میں سعید اور ان کے والد غزوان۔

کیا حضور ﷺ کا اپنے لئے انتقام لینا ثابت ہے؟ اس حدیث میں ایک شخص کی جسارت پر اس کے خلاف حضور ﷺ کا بد دعاء دینا ثابت ہے لیکن حدیث ضعیف ہے، نیز یہ عین ممکن ہے کہ اسمیں خود اسی شخص ہی کی بھلائی اور خیریت ملحوظ ہو، ایسے ہی آگے ابوداؤد کی کتاب الدیات میں ایک حدیث آرہی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک شخص جن کا نام محلم بن جثامہ لیثی ہے انہوں نے ابتداء اسلام میں ایک ناحق خون کر دیا تھا، آپ ﷺ کی خدمت میں جب یہ مقدمہ پہونچا تو اس وقت آپ ﷺ نے بھری مجلس میں فرمایا تھا، اللَّهُمَّ لَا تَغْفِرْ لِمُحَلِّمٍ [1]۔

بعض مرتبہ صلحاء واولیاء جب کسی سے اپنا انتقام لیتے ہیں یا کوئی سخت کلمہ کہہ دیتے ہیں تو اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے، حضرت شیخ نے اس پر ایک واقعہ سنایا [2] تھا کہ ایک بزرگ راستہ پر چلے جارہے تھے پیچھے خدام بھی تھے، راستہ میں سامنے سے ایک بھنگن آرہی تھی جس کے ساتھ نجاست کی ایک ٹوکری بھی تھی جب وہ ان بزرگ کے برابر میں کو گزری تو اس بد بخت نے چلتے چلتے کچھ نجاست ان بزرگ پر بھی گرادی، اور تیزی سے آگے بڑھ گئی، ان بزرگ نے اپنے ایک خادم سے فرمایا ارے اس کے جلدی سے

---

[1] سنن أبي داود-كتاب الديات-باب الإمام يأمر بالعفو في الدم ٤٥٠٣

[2] یہ واقعہ حضرت شیخ کے مطبوعہ ملفوظات میں بھی ص ٢٨ پر مذکور ہے۔

ایک تھپڑ مار دے وہ سوچتے ہی رہے اتنے میں وہ جھنگن فوراً زمین پر گری اور ختم ہوگئی، ان بزرگ نے اپنے اس خادم پر عتاب اور غصہ کا اظہار فرمایا کہ تم نے ہی اس کو مارا ہے، پھر فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جب اس نے میرے ساتھ شرارت کی تھی میں نے دیکھا کہ غضب الٰہی جوش میں آ گیا تو میں نے سوچا کہ جلدی سے میں ہی انتقام لے لوں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام سے بچ جائے مگر تم نے تھپڑ مارنے میں دیر کر دی اس لئے اوپر سے انتقام آ گیا۔

۷۰۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، ح وحَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ نَزَلَ بِتَبُوكَ وَهُوَ حَاجٌّ فَإِذَا رَجُلٌ مُقْعَدٌ فَسَأَلَهُ عَنْ أَمْرِهِ فَقَالَ لَهُ: سَأُحَدِّثُكَ حَدِيثًا فَلَا تُحَدِّثْ بِهِ مَا سَمِعْتَ أَنِّي حَيٌّ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ بِتَبُوكَ إِلَى نَخْلَةٍ فَقَالَ: «هَذِهِ قِبْلَتُنَا»، ثُمَّ صَلَّى إِلَيْهَا فَأَقْبَلْتُ وَأَنَا غُلَامٌ أَسْعَى حَتَّى مَرَرْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا فَقَالَ: «قَطَعَ صَلَاتَنَا قَطَعَ اللهُ أَثَرَهُ» فَمَا قُمْتُ عَلَيْهَا إِلَى يَوْمِي هَذَا.

ترجمہ: سعید بن غزوان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ تبوک حج کے لئے آئے تو ایک اپاہج شخص کو دیکھ کر اس سے اسکی (اپاہج ہونے کی) وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں تم کو ایک واقعہ سناتا ہوں اور تم وہ کسی کو نہ بتایا جب تک کہ تم کو معلوم ہو کہ میں زندہ ہوں وہ یہ کہ ایک مرتبہ میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبوک میں کھجور کے ایک درخت کے سایہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا قبلہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف رخ کر کے نماز پڑھی وہ فرماتے ہیں کہ میں دوڑتا ہوا آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس درخت کے درمیان سے گذر گیا اس وقت میں کم عمر لڑکا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے ہماری نماز خراب کی اللہ تعالیٰ اس کے نشان قدم کو مٹادے چنانچہ اس دن سے آج تک میں اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو سکا۔

۱۱۲ - بَابُ سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ

باب ــــ ہے امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے بھی سترہ ہے

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جماعت کی نماز میں امام کے لئے سترہ قائم کر لینا کافی ہے قوم کے لئے مستقل سترہ قائم کرنے کی حاجت نہیں، لیکن اختلاف اس میں ہو رہا ہے کہ کیوں؟ ائمہ ثلاثہ تو کہتے ہیں کہ جو امام کا سترہ ہے وہی مقتدیوں کا ہے، جیسا کہ ترجمۃ الباب میں مذکور ہے، اور مالکیہ کے اس میں دو قول ہیں ایک مثل جمہور کے، اور دوسرا قول جو ان کے یہاں زیادہ معتمد ہے یہ ہے کہ امام کا سترہ تو امام ہی کے لئے ہے اور قوم کا سترہ خود امام ہے۔

۷۰۸ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْغَازِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ «فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ - يَعْنِي فَصَلَّى إِلَى جِدَارٍ» [1] - فَاتَّخَذَهُ قِبْلَةً وَنَحْنُ

---

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیٰ عبد المجید کے نسخہ میں جدار ہے، اور شیخ عوامہ کے نسخہ میں جدر ہے، جس کی طرف شیخ عوامہ نے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔

خَلْفَهُ، فَجَاءَتْ بَهْمَةٌ تَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا زَالَ يُدَارِئُهَا حَتَّى لَصَقَ بَطْنَهُ بِالْجِدَارِ، وَمَرَّتْ مِنْ وَرَائِهِ» . أَوْ كَمَا قَالَ مُسَدَّدٌ.

ترجمة: عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے اپنے والد کے دادا عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ثنیۃ اذاخر کے راستے سے گزرتے ہوئے جارہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا تو حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک کھیت کی منڈیر کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی یعنی (اس منڈیر کو سترہ بنایا) اور ہم آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو ایک بکری کا بچہ آیا جو آپ کے سامنے سے گزرنا چاہتا تھا تو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کو ہٹاتے رہے اور آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا پیٹ اس منڈیر سے لگ گیا عرضیکہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بکری کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دیا تو وہ بکری آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے یا منڈیر کے پیچھے سے گزری، اسی طرح یا اس جیسے الفاظ مسدّد نے فرمائے۔

تخريج سنن أبي داود - الصلاة (٧٠٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٦/٢)

شرح الحديث: **مسئلة الباب میں اختلاف علماء مع ثمرہ اختلاف:** ثمرۂ اختلاف سننے سے پہلے ایک بات سمجھئے، وہ یہ کہ شروح حدیث سے میں یہ سمجھا ہوں کہ مرور وہ ممنوع ہے جو براہ راست مصلی اور اس کے سترہ کے درمیان ہو، اور اگر مصلی اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز حائل ہو تو پھر مصلی کے سامنے سے گزرنا ممنوع نہیں ہے، لہذا امام کے آگے کو گزرنا تو بالاتفاق ممنوع ہوگا اس لئے کہ امام اور اس کے سترہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، اور صف اول کے آگے کو گزرنا عند الجمہور جائز ہوگا، اس لئے مصلی اور سترہ کے درمیان یہاں پر امام حائل ہے، لیکن مالکیہ کے نزدیک جائز نہ ہوگا ان کے نزدیک مصلی اور سترہ کے درمیان گزرنا لازم آئے گا کیوں کہ صف اول کا سترہ خود امام ہے یہ ثمرۂ اختلاف علامہ دردیر مالکیؒ اور صاحب منہلؒ [1] نے بھی لکھا ہے۔

اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری [2] میں اور علامہ سندی نے حاشیۂ بخاری میں ثمرۂ اختلاف کے ذیل میں لکھا ہے کہ مرور علی الامام جس طرح امام کے حق میں مضر ہے اسی طرح عند الجمہور مقتدی کے حق میں بھی مضر ہوگا، کیونکہ دونوں کا سترہ ایک ہے، لہذا یہ مرور ہر دو کے حق میں مضر ہوگا، بخلاف مالکیہ کے کہ ان کے نزدیک مرور علی الامام صرف امام کے حق میں مضر ہوگا۔

تنبیه: عینیؒ شرح بخاری میں بیان تفریع [3] میں قلب واقع ہو گیا، انہوں نے یہ لکھدیا کہ مرور علی الامام علی مسلک الجمہور صرف امام کے حق میں مضر ہوگا اور مالکیہ کے نزدیک دونوں کے حق میں مضر ہوگا۔

قوله: هَبَطْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ: ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ مدینہ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے بنسبت مدینہ کے مکہ سے زائد قریب ہے۔

---

1. المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ١٠٤
2. فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٥٧٢ - ٥٧٣
3. اس تفریع پر یہ ماننا پڑے گا کہ مرور بین المصلی وسترتہ مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ ان دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو، ١٢ منہ۔

نَصَلِّي إِلَى جِدَارٍ [1] : جدر کہتے ہیں کھیت کے ارد گرد مختصر سی دیوار چاروں طرف اٹھادیتے ہیں جس کو ڈول کہتے ہیں۔

مضمون حدیث یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کیساتھ ثَنِيَّةِ أَذَاخِرَ کے راستہ سے گزرتے ہوئے جارہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا تو حضور ﷺ نے ایک کھیت کی ڈول کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی یعنی اس ڈول کو سترہ بنایا، آپ ﷺ کے پیچھے ہم کھڑے ہوگئے تو ایک بکری کا بچہ آیا جو آپ ﷺ کے سامنے سے گزرنا چاہتا تھا، تو آپ ﷺ اس کو ہٹاتے رہے اور آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بطن اس ڈول سے مل گیا، غرضیکہ آپ ﷺ نے اس بکری کو اپنے آگے سے گزرنے نہ دیا تو وہ آپ ﷺ کے یا ڈول کے پیچھے سے گزری۔

مطابقة الحديث للترجمه: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا سترہ ہی قوم کا سترہ ہے قوم کو الگ سترہ کی حاجت نہیں، اس لئے کہ اس حدیث میں امام کے سترہ کا تو ذکر ہے اور قوم کے سترہ کا کوئی ذکر اور ثبوت نہیں ہے، اور دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ خود امام قوم کا سترہ نہیں جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے اس بکری کو اپنے سامنے سے تو گزرنے نہیں دیا اور اس کی پرواہ نہ فرمائی کہ قوم کے سامنے سے گزر جائے، حالانکہ اگر خود امام قوم کا سترہ ہوتا تو پھر صف اول سے اس بکری کا گزرنا قوم کیلئے مضر ہوتا۔

٧٠٩ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ عُمَرَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي فَذَهَبَ جَدْيٌ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَتَّقِيهِ».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور بکری کا بچہ سامنے سے گزرنے لگا تو آپ ﷺ اس کو گزرنے سے روکتے رہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٧٠٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤١/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٣/١)

١١٣ - بَابُ مَنْ قَالَ الْمَرْأَةُ لَا تَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب ہے عورت کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بیان میں

٧١٠ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كُنْتُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ - قَالَ شُعْبَةُ: أَحْسِبُهَا قَالَتْ: وَأَنَا حَائِضٌ - " قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، وَعَطَاءٌ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، وَهِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو الْأَسْوَدِ، وَتَمِيمُ بْنُ سَلَمَةَ، كُلُّهُمْ عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَإِبْرَاهِيمُ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبُو الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ لَمْ

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیٰ عبد المجید کے نسخہ میں جدار ہے، اور شیخ عوامہ کے نسخہ میں جدر ہے، جس کی طرف شیخ عوامہ نے حاشیہ میں اشارہ کیا ہے۔

يَذْكُرْ: «وَأَنَا حَائِضٌ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور قبلہ کے درمیان ہوگئی (لیٹی ہوئی) شعبہ فرماتے ہیں اور میرا خیال ہے انہوں نے فرمایا کہ اور میں حالتِ حیض میں ہوتی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو زہری عطاء، ابوبکر بن حفص، ہشام بن عروہ، عراک بن مالک، ابوالاسود اور تمیم بن سلمہ سب نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے نقل کیا ہے اور ابراہیم نے اسود سے اور انہوں نے عائشہؓ سے روایت کی ہے اور ابوالضحیٰ راوی نے مسروق سے وہ عائشہ سے نقل کرتے ہیں اور قاسم بن محمد اور ابوسلمہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سب راویوں نے وَأَنَا حَائِضٌ کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٥) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩١) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٣) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٧) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٢) سنن النسائي - الطهارة (١٦٧) سنن النسائي - القبلة (٧٥٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٠) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٥٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٣)

شرح الحدیث: اس باب میں مصنفؒ نے حضرت عائشہؓ کی وہ مشہور حدیث ذکر فرمائی ہے جو صحیحین میں بھی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں حجرۂ شریفہ میں آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے سامنے لیٹی رہتی تھی جب کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رات میں تہجد کی نماز ادا فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا مصلی کے سامنے جب لیٹنا بھی قاطع صلاۃ نہیں حالانکہ اس میں فتنہ کا اندیشہ زائد ہے تو اس کا مرور بطریق اولیٰ قاطع صلاۃ نہ ہوگا، جو لوگ قطع کے قائل ہیں وہ اس کے مختلف جوابات دیتے ہیں، ایک یہ کہ واقعہ حالِ لا عموم لہا کے قبیل سے ہے گویا حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی خصوصیت ہے، یا یہ کہ قطع کی روایت مطلق ہے اور حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث مقید ہے زوجہ کے ساتھ اور بعض نے اعتراض اور مرور کا فرق کیا ہے کہ سامنے ہونا قاطع نہیں مرور قاطع ہے۔ [1]

٧١١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يُصَلِّي صَلَاتَهُ مِنَ اللَّيْلِ وَهِيَ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ رَاقِدَةٌ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِي يَرْقُدُ عَلَيْهِ، حَتَّى إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَهَا فَأَوْتَرَتْ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رات کے وقت تہجد پڑھ رہے ہوتے اور خود حضرت عائشہؓ نے کہا آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھیں اسی بستر پر جس پر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم لیٹے ہوتے تھے پھر جب آپ وتر ادا کرنا چاہتے تو حضرت عائشہؓ کو بھی بیدار کرتے وہ بھی اٹھ کر وتر ادا فرماتیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٥) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩١) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٣) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٧) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٢) سنن النسائي - الطهارة (١٦٦) سنن النسائي - القبلة (٧٥٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧١١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٥٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٣)

---

[1] لیکن علامہ عینیؒ نے فرمایا الإعتراض فوق المرور (معارف السنن) از زکریا مدنی

٧١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بِئْسَمَا عَدَلْتُمُونَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ «يُصَلِّي وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ غَمَزَ رِجْلِي فَضَمَمْتُهَا إِلَيَّ، ثُمَّ يَسْجُدُ».

ترجمہ: عبید اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم سے حضرت عائشہؓ کی حدیث سنی کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ بہت ہی برا کیا کہ تم لوگوں نے ہمیں یعنی عورتوں کو گدھوں، کتوں کے برابر قرار دیدیا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور میں آپ ﷺ کے سامنے لیٹی ہوتی اور جب آپ ﷺ سجدہ میں پہنچتے تو میرے پاؤں کو دباتے پھر میں اپنے پاؤں اپنی طرف سکیڑ لیتی تھی پھر آپ ﷺ سجدہ کرتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٥) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩١) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٣) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٧) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٢) سنن النسائي - الطهارة (١٦٧) سنن النسائي - الطهارة (١٦٨) سنن النسائي - القبلة (٧٥٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٥٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٣)

شرح الحديث: قوله: عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بِئْسَمَا عَدَلْتُمُونَا بِالْحِمَارِ وَالْكَلْبِ: جو لوگ مرور مراۃ کو قاطع صلاۃ مانتے ہیں حضرت عائشہؓ ان کا شکوہ کر رہی ہیں کہ تم لوگوں نے ہمیں یعنی عورتوں کو گدھوں کتوں کے برابر قرار دیدیا۔

٧١٣ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «كُنْتُ أَكُونُ نَائِمَةً وَرِجْلَايَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ ضَرَبَ رِجْلَيَّ فَقَبَضْتُهُمَا فَسَجَدَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں سو رہی تھی اور میرے دونوں پاؤں حضور ﷺ کے سجدہ کی جگہ ہوتے جس وقت کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز پڑھتے جب آپ سجدہ میں پہنچتے تو میرے پاؤں پر مارتے میں اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیتی پھر آپ ﷺ سجدہ فرمالیتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٥) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩١) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٣) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٧) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٢) سنن النسائي - الطهارة (١٦٧) سنن النسائي - الطهارة (١٦٨) سنن النسائي - القبلة (٧٥٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٥٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٣)

شرح الحديث: قوله: وَرِجْلَايَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حضور ﷺ حجرۂ شریف میں رات میں جس وقت تہجد کی نماز پڑھتے تھے تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت میرے پاؤں حضور ﷺ کے سامنے سجدہ کی جگہ ہوتے تھے، جب آپ ﷺ سجدہ میں پہونچتے تھے تو میرے پاؤں کو دباتے پھر میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی، یہاں پر بظاہر بے ادبی کا شبہ ہوتا ہے،

جواب یہ ہے کہ اول تو حجرہ شریفہ میں تنگی تھی، دوسرے یہ عائشہؓ آپکی زوجہ محترمہ ہیں زوجین میں بکمال الفت و محبت اور بے تکلفی ہونی ہی چاہئے یہ خلاف ادب نہیں، نیز اس زمانہ میں رات میں چراغ روشن نہیں ہوتے تھے، حجرہ میں اندھیرہ ہوتا تھا، چنانچہ بعض روایات میں خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: الْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ [1] لہذا بے ادبی کی ہیئت نہ ہوئی۔

٧١٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، ح قَالَ ابو داوٗد: وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ - وَهَذَا لَفْظُهُ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: «كُنْتُ أَنَامُ وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ فِي قِبْلَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيُصَلِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَمَامَهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ» زَادَ عُثْمَانُ: «غَمَزَنِي» ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: «تَنَحَّيْ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں سو رہی ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلہ کی جگہ میں عرضاً لیٹی ہوتی (جنازہ کی طرح) اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے کہ میں آپ کے آگے لیٹی ہوتی جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے۔ عثمان راوی نے یہ اضافہ کیا تو مجھے اشارہ فرماتے پھر آگے دونوں راویوں کا اتفاق ہے کہ پھر آپ فرماتے ایک طرف کو ہو جاؤ۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٧٥) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٠) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩١) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٢) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٣) صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٧) صحيح مسلم - الصلاة (٥١٢) سنن النسائي - الطهارة (١٦٦) سنن النسائي - الطهارة (١٦٧) سنن النسائي - الطهارة (١٦٨) سنن النسائي - القبلة (٧٥٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٤) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٥٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٣)

شرح الحديث: قوله: فَقَالَ: «تَنَحَّيْ»: یہ واحد مؤنث حاضر امر کا صیغہ ہے یعنی ایک طرف کو ہو جاؤ، اور مطلب یہ ہے کہ ایک طرف ہو کر وتر کی نماز پڑھ لو، جیسا کہ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد جب وتر کا ارادہ فرماتے تو ان کو بھی بیدار فرماتے تا کہ وہ بھی وتر پڑھ لیں، پہلی روایات میں جو غمز رجل کا ذکر ہے وہ تو نماز کی حالت میں تھا، اور یہ نماز سے فارغ کے بعد کا، ورنہ نماز میں کلام کہاں جائز ہے۔

١١٤ - بَابُ مَنْ قَالَ: الْحِمَارُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب ہے گدھے کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بیان میں

٧١٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: جِئْتُ عَلَى حِمَارٍ، ح وحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى «فَمَرَرْتُ

[1] سنن النسائي - كتاب الطهارة - باب ترك الوضوء من مس الرجل امرأته من غير شهوة ١٦٨

بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ» فَلَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ أَحَدٌ، قَالَ أبو داود: وَهَذَا لَفْظُ الْقَعْنَبِيِّ، وَهُوَ أَتَمُّ. قَالَ مَالِكٌ: وَأَنَا أَرَى ذَلِكَ وَاسِعًا إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ.

ترجمہ: عبید اللہ بن عبد اللہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر سوار ہو کر آیا اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کی دوسری سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ گدھی پر سوار ہو کر آیا اور اسوقت قریب البلوغ تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے تو میں ایک صف کے آگے سے گزرا اور پھر گدھی سے اتر کر اسے چرنے کے لئے وہیں چھوڑ دیا اور خود صف میں آ کر شامل ہو گیا مگر کسی نے مجھے نہ ٹوکا، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ قعنبی استاد کے ہیں اور یہ حدیث زیادہ مکمل ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ میں اس (گدھے) کے گزرنے کو حالت نماز میں مفسد صلاۃ نہیں سمجھتا۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٧٦) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧١) صحيح البخاري - الأذان (٨٢٣) صحيح البخاري - الحج (١٧٥٨) صحيح البخاري - المغازي (٤١٥٠) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٧) سنن النسائي - القبلة (٧٥٢) سنن النسائي - القبلة (٧٥٤) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٤٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٩/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٦٤/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٧/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٤٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٦٥/١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٥)

شرح الحديث: قولہ: يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى: بخاری کی روایت میں بھی اسی طرح ہے، اور مسلم کی ایک روایت میں بمنیٰ کے بجائے بِعَرَفَةَ ہے، امام نوویؒ کی رائے تعدد واقعہ کی ہے [1]، اور حافظ کہتے ہیں کہ مخرج حدیث کے اتحاد کیساتھ تعدد خلاف اصل ہے، بلکہ یہ کہا جائے کہ دوسری روایت شاذ ہے [2]۔

شرح حدیث میں امام بخاری اور بیہقی کی رائے کا اختلاف:

بخاری کی ایک روایت میں یہاں پر ایک زیادتی ہے إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ [3] یعنی آپ ﷺ منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے بغیر کسی دیوار اور سترہ کے، اس جملہ کا امام بیہقیؒ نے یہی مطلب لیا ہے، چنانچہ انہوں نے اس پر ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ مَنْ صَلَّى إِلَى غَيْرِ سُتْرَةٍ، اور امام بخاریؒ کا ترجمہ اس کے خلاف ہے بَابُ سُتْرَةُ الْإِمَامِ سُتْرَةٌ لِمَنْ خَلْفَهُ، لہٰذا اس ترجمہ کے پیش نظر حدیث کا مطلب ہو گا کہ جدار کے علاوہ کسی اور چیز کا سترہ بنا کر اس کی طرف نماز پڑھ رہے تھے۔

قولہ: فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ مقتدی کے سامنے سے گزرنے میں کوئی

---

1. وهو يصلي بمنى وفي رواية بعرفة وهو محمول على أنهما قضيتان (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ٢٢٢)
2. فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ١ ص ٥٧٢
3. صحيح البخاري - أبواب سترة المصلي - باب سترة الإمام سترة من خلفه ٤٧٦

مضائقہ نہیں، امام اور اس کے سترہ کے درمیان میں کو گزرنا مضر ہے، دوسرے یہ کہ مرور حمار قاطع صلاۃ نہیں۔

قولہ: قَالَ مَالِكٌ: وَأَنَا أَرَى ذَلِكَ وَاسِعًا إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ: اس جملہ کی جو شرح بذل میں لکھی ہے یعنی مرور حمار کا قاطع صلاۃ نہ ہونا[1]، اس میں تسامح ہے، اس مطلب میں إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ بظاہر بے جوڑ ہے، اور صحیح مطلب اس کا یہ ہے کہ نماز شروع ہونے کے بعد صف میں شامل ہونے کے لئے صفوف کے پیچھے کو اگر کوئی راستہ نہ ہو تو صف کے آگے سے گزر سکتے ہیں، اس مطلب کی تعیین خود موطا مالک سے ہوتی ہے، ابن رسلانؒ اور صاحب منہلؒ نے بھی یہی مطلب لکھا ہے[2]۔

٧١٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ، قَالَ: تَذَاكَرْنَا مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: «جِئْتُ أَنَا وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى حِمَارٍ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَنَزَلَ وَنَزَلْتُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ أَمَامَ الصَّفِّ، فَمَا بَالَاهُ وَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَدَخَلَتَا بَيْنَ الصَّفِّ فَمَا بَالَى ذَلِكَ».

ترجمہ: ابو صہباء فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباسؓ کے سامنے نماز کو فاسد کرنے والی چیزوں کا تذکرہ کیا تو ابن عباسؓ فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک لڑکا بنو عبد المطلب کا (یہ فضل بن عباس ہیں) ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے اس وقت آپ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے وہ لڑکا اور میں گدھے سے اتر گئے اور اسکو صف کے آگے ہی چھوڑ دیا اور اس کے صف کے آگے گزرنے کی آپ ﷺ نے کوئی پروانہ کی پھر بنو عبد المطلب کی دو لڑکیاں آئیں اور صف کے درمیان گھس گئیں آپ ﷺ نے ان کی بھی پروانہ کی۔

٧١٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَدَاوُدُ بْنُ مِخْرَاقٍ الْفِرْيَابِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: فَجَاءَتْ جَارِيَتَانِ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اقْتَتَلَتَا فَأَخَذَهُمَا قَالَ عُثْمَانُ: فَفَرَّعَ بَيْنَهُمَا. وَقَالَ دَاوُدُ: فَنَزَعَ إِحْدَاهُمَا عَنِ الْأُخْرَى فَمَا بَالَى ذَلِكَ.

ترجمہ: جریر منصور کے واسطے سے اس حدیث کو اسی گزشتہ حدیث کی سند سے روایت کرتے ہیں جریر نے کہا کہ بنی عبد المطلب کی دو لڑکیاں لڑتی ہوئیں آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو پکڑ لیا عثمان کہتے ہیں کہ پھر ان کو جدا کیا اور استاد داؤد فرماتے ہیں ایک کو دوسری سے الگ کیا اور ان لڑکیوں کے نماز کے سامنے سے گزرنے کی کوئی پروانہ فرمائی۔

تخریج: صحيح البخاري - العلم (٧٦) صحيح البخاري - الصلاة (٤٧١) صحيح البخاري - الأذان (٨٢٣) صحيح البخاري - الحج (١٧٥٨) صحيح البخاري - المغازي (٤١٥٠) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٣٧) سنن النسائي - القبلة

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٩٠

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٩٠. و: المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ١١٢

(٧٥٢) سنن النسائي - القبلة (٧٥٤) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٤٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢١٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٦٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٢٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٤٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١٥)

١١٥ - بَابُ مَنْ قَالَ: الْكَلْبُ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ

باب کتے کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بیان میں

٧١٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهُ عَبَّاسٌ، «فَصَلَّى فِي صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ وَحِمَارَةٌ لَنَا، وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَا بَالَى ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت فضل بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباسؓ کے ساتھ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اس وقت اپنی کھلی جگہ (دیہی ماحول) میں تھے پھر آپ ﷺ نے صحراء میں نماز پڑھی کہ آپ ﷺ کے آگے کوئی سترہ نہ تھا اور ہماری گدھی اور کتیا حضور ﷺ کے آگے کھیلتی پھر رہی تھیں مگر آپ ﷺ نے ان کی پرواہ نہ کی۔

تخریج: سنن النسائي - القبلة (٧٥٣) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٨)

شرح الحدیث: شروع میں مصنف نے ایک حدیث ذکر کی تھی جس میں تین چیزوں کا قاطع صلاۃ ہونا مذکور تھا، مرأۃ، حمار، کلب، مصنفؒ نے ان تینوں پر الگ الگ باب باندھ کر ان کا قاطع نہ ہونا ثابت کر دیا۔

١١٦ - بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ

باب ہے کسی بھی چیز کے گزرنے سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے بارے میں

اخیر میں اس سلسلہ کا یہ ایک ایسا باب لائے جو سب قسموں کو عام اور جامع ہے۔

٧١٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْءٌ وَادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ».

ترجمہ: ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کسی بھی چیز کے گزرنے سے فاسد نہیں ہوتی البتہ جتنا ممکن ہو تم اپنے آگے آنے والی چیز کو ہٹاتے رہو اس لیے کہ وہ شیطان ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٨٧) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠٠) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٧) سنن النسائي - القسامة (٤٨٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧١٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٧) مسند

أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١١)

٧٢٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا مُجَالِدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَدَّاكِ، قَالَ: مَرَّ شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَيْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَهُوَ يُصَلِّي فَدَفَعَهُ ثُمَّ عَادَ فَدَفَعَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: إِنَّ الصَّلَاةَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ وَلَكِنْ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ادْرَءُوا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: «إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ».

ترجمہ: ابو الوداک فرماتے ہیں کہ ایک قریشی نوجوان ابو سعید خدریؓ کے آگے سے گزرا اس وقت جبکہ وہ نماز میں تھے تو انہوں نے اس کو ہٹایا وہ پھر آگیا انہوں نے پھر ہٹایا تین مرتبہ اسی طرح ہوا پھر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کہ نماز کو کوئی (آگے سے گزرنے والی) چیز فاسد نہیں کرتی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے جتنا ممکن ہے اسے ہٹانے کی کوشش کرو اس لیے کہ وہ گزرنے والا شیطان ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب احادیث مرفوعہ میں اختلاف ہو جائے تو آثار صحابہ اور ان کے بعد والے علماء کے طرز عمل کو دیکھنا چاہیے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٨٧) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١٠١) صحيح مسلم - الصلاة (٥٠٥) سنن النسائي - القبلة (٧٥٧) سنن النسائي - القسامة (٤٨٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٥٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٣/٣) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٦٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٤١١)

شرح الحدیث: قوله: مَرَّ شَابٌّ مِنْ قُرَيْشٍ بَيْنَ يَدَيْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ: یہ وہی حدیث ہے جس کا کچھ حصہ پہلے بَابُ مَا يُؤْمَرُ الْمُصَلِّي أَنْ يَدْرَأَ عَنِ الْمَمَرِّ بَيْنَ يَدَيْهِ کے ذیل میں گزر چکا، مصنفؒ نے اس کا کچھ حصہ وہاں ذکر کر دیا اور کچھ یہاں، پوری روایت بخاری [1] اور مسلم [2] میں موجود ہے۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُد: «إِذَا تَنَازَعَ [3] الْخَبَرَانِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُظِرَ إِلَى مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ»: مصنف یہ ایک اصولی بات بیان فرما رہے ہیں کہ جس مسئلہ میں احادیث مرفوعہ متعارض ہوں تو وہاں آثار صحابہ اور ان کے طرز عمل کو دیکھنا چاہیے، حضرتؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمل صحابہ میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وہ صحابہ جو قطع صلاۃ کے راوی ہیں جیسے ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عائشہؓ، یہ حضرات خود ان اشیاء کے مرور سے قطع صلاۃ کے قائل نہیں، چنانچہ بیہقی اور

---

[1] صحيح البخاري - أبواب سترة المصلي - باب يرد المصلي من مر بين يديه ٤٨٧

[2] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب منع المار بين يدي المصلي ٥٠٥

[3] بعینہ اسی طرح کی عبارت مصنفؒ اس کتاب میں ایک دو جگہ اور لائے ہیں مثلاً کتاب الحج میں صید محرم کی روایات مختلفہ کے ذیل میں بَابُ لَحْمِ الصَّيْدِ لِلْمُحْرِمِ (رقم الحدیث ١٨٥١) میں فرماتے ہیں قَالَ أَبُو دَاوُد: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْظَرُ بِمَا أَخَذَ بِهِ أَصْحَابُهُ. ١٢۔

طحاوی ❶ کی ایک روایت میں ہے ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ مرأۃ وحمار وکلب قاطع صلاۃ ہیں تو انہوں نے جواب دیا اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ ❷ یعنی نماز ایک عمل صالح ہے جس کو فرشتے آسمان پر فوراً اٹھا کر لیجاتے ہیں بھلا یہ اشیاء کہیں نماز کے رفع سے مانع ہو سکتی ہیں، اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے بھی عدم قطع صلاۃ کا فتویٰ منقول ہے، ایسے ہی حضرت عائشہؓ سے عورت کے غیر قاطع ہونیکی روایت موجود ہے، آگے حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور جن بہت سے صحابہ سے قطع صلاۃ کی روایات مروی ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا ان کا مذہب قطع صلاۃ ہی ہو بلکہ قطع صلاۃ سے مراد ان کے نزدیک قطع خشوع ہو جیسا کہ جمہور علماء فرماتے ہیں ❸، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یہاں تک پہونچ کر بذل المجہود کی جلد اول پوری ہوگئی۔

أَبْوَابُ تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ

استفتاح صلاۃ کے متعلق کا بیان

مصنفؒ کی عادت: میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ مصنفؒ تَفْرِیعِ کا لفظ بکثرت استعمال فرماتے ہیں، ہر مصنفؒ کی ایک خاص اداء اور طرز تعبیر ہوتا ہے۔

جس طرح تحریر میں مضامین مرتب ہوتے ہیں اسی طرح ہر مصنفؒ کے ذہن میں ابواب اور مضامین کی ایک خاص ترتیب پہلے سے ہوتی ہے جسکے مطابق وہ تصنیف لکھتا ہے، تو تفریع کا مطلب یہ ہوا کہ مصنفؒ کی ذہنی ترتیب کے اعتبار سے (بلکہ خارجی بھی) آئیوالے ابواب گذشتہ ابواب پر متفرع ہو رہے ہیں، اور یا یہ کہئے کہ تَفْرِیعِ ماخوذ ہے فرع سے جس کی جمع فروع آتی ہے فروع کہتے ہیں مسائل جزئیہ کو، کہا جاتا ہے فرعت من هذا الأصل مسائل فتفرعت أي استخرجت ❹، تو مطلب یہ ہوا افتتاح صلاۃ سے لیکر اختتام صلاۃ تک کے مسائل کا استخراج یعنی احادیث نبویہ سے، اسی کی تخصیص نہیں بلکہ مصنف کا مقصد تمام ہی ابواب اور کتب سے استخراج فروع و مسائل ہے۔

استفتاح صلاۃ یعنی نماز کو شروع کرنا، یہاں سے نماز کی داخلی چیزوں کا بیان شروع ہو رہا ہے اور اب تک نماز سے متعلق ان احکام کا بیان تھا جو خارجی ہیں۔

اب یہاں سے مصنفؒ نماز کا مکمل طریقہ از ابتداء تا انتہاء تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام تک آئیوالے ابواب میں بیان کرنا چاہ رہے

---

❶ شرح معاني الآثار، رقم الحديث ٢٦٤١ (ج ١ ص ٤٥٩)، السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ٣٥١٤ (ج ٢ ص ٣٩٥-٣٩٦)۔

❷ اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اس کو اٹھالیتا ہے (سورۃ فاطر ١٠)

❸ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٣٩٤-٣٩٥

❹ عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٤ ص ٢٤

ہیں، نماز کی اس مکمل کیفیت کے بیان کو فقہاء کرام بلکہ اکثر محدثین مصنفین بھی بَابُ صِفَةِ الصَّلَاةِ سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

١١٧- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ

رفع الیدین کرنے کا حکم

اوپر والا عنوان یعنی تَفْرِيعِ اسْتِفْتَاحِ الصَّلَاةِ یہ عنوان کلی کے درجہ میں ہے، اور یہ باب اور آئندہ آنیوالے ابواب اس کلی کی جزئیات ہیں خوب سمجھ لیجئے۔

ترجمۃ الباب کی غرض: جاننا چاہئے کہ ترجمۃ الباب میں رفع الیدین مطلقاً ذکر فرمایا ہے یہ نہیں ظاہر فرمایا کونسا رفع یدین، ترتیب کا تقاضا تو یہ ہے کہ مقصود بالبیان صرف رفع یدین عند التحریمہ ہو کیونکہ رفع یدین سے فارغ ہو کر مصنفؒ نے آگے دعا استفتاح کا باب قائم کیا ہے، مگر چونکہ اس باب کی احادیث میں رفع عند الرکوع وغیرہ بھی مذکور تھا، اس لئے مصنف نے جملہ مواضع رفع یدین کو ایک ساتھ ہی بیان کر دیا ہے، اسی لئے دعا استفتاح کے باب سے پہلے عدم رفع عند الرکوع کا باب قائم کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصنفؒ کی مراد یہاں پر رفع سے رفع عند التحریمہ والرکوع وغیرہ سبھی ہے۔

رفع یدین سے متعلق مباحث خمسہ: اب آپ رفع یدین سے متعلق احکام و مسائل سنیئے جو پانچ ہیں: ① مواضع الرفع، نماز میں رفع یدین کتنی جگہ ہے، ② کیفیۃ الرفع، یعنی رفع یدین کا طریقہ، ③ وقت الرفع، رفع یدین تحریمہ سے پہلے ہونا چاہئے یا اس کے ساتھ، ④ منتہی الرفع، ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں، ⑤ حکم الرفع، رفع یدین کی حکم و مصالح۔

البحث الاول (مواضع الرفع): نماز میں رفع یدین کہاں کہاں ہوتا ہے، ① **الموضع الأول** عند التحریمہ اس کی سنیت کے جمہور علماء قائل ہیں، شرح مہذب میں اس کے استحباب پر امت کا اجماع نقل کیا ہے [1]، لیکن ابن حزمؒ کے نزدیک یہ رفع فرض ہے بغیر اس کے نماز ہی صحیح نہ ہوگی وهو رواية عن الاوزاعي، لیکن امام مالکؒ سے ایک روایت اس کے عدم استحباب کی ہے اور علامہ باجیؒ نے بہت سے مالکیہ سے بھی عدم استحباب نقل کیا ہے، لیکن کتب مالکیہ میں استحباب کی تصریح ہے لہذا صحیح یہی ہے، اور بعض علماء نے فرقۂ زیدیہ سے اس رفع کا عدم جواز نقل کیا ہے، کہا گیا ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، الحاصل ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ رفع سنت ہے اور یہی قول اصح امام مالکؒ کا بھی ہے اور ابن حزم واوزاعیؒ کے نزدیک فرض ہے، ② **الموضع الثاني**، رفع یدین عند الرکوع یعنی رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت، اس کی سنیت کی صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت قائل ہے، جیسے ابْنُ عُمَرَ، وَجَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَنَسٌ، وَابْنُ عَبَّاسٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، وَغَيْرُهُمْ قاله الترمذی فی جامعه، نیز وہ فرماتے ہیں وَمِنَ التَّابِعِينَ: الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَعَطَاءٌ، وَطَاوُسٌ، وَمُجَاهِدٌ، وَنَافِعٌ، وَسَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ،

---

[1] المجموع شرح المهذب — ج ٣ ص ٢٦٤

وَغَيْرِهِمْ، اور ائمہ میں سے وَبِهِ يَقُولُ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيُّ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ قائل ہیں ❶۔

اس کے بالمقابل امام اعظم ابو حنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی، ابن ابی لیلیٰ اور صحابہ کرامؓ وتابعین کی ایک جماعت اس رفع کے عدم استحباب کی قائل ہے، جیسے عبد اللہ بن مسعودؓ، جابر بن سمرہؓ، براء بن عازبؓ، عبد اللہ بن عمرؓ (بذل عن العینی ❷)، اسی طرح امام طحاویؒ نے حضرت عمرؓ کا عمل بھی ترک رفع ثابت کیا ہے، ابن بطال مالکیؒ نے بھی حضرت عمرؓ کا عمل ترک رفع ثابت کیا ہے ❸، ایسے ہی امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ کا عمل بھی عدم رفع ثابت کیا ہے، مولانا بدر عالم صاحبؒ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر ان دونوں (عمرؓ وعلیؓ) سے رفع ثابت ہوتا تو امام ترمذی ان کا نام قائلین رفع میں ضرور ذکر کرتے ❹۔

قائلین عدم رفع کے ذیل میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وَبِهِ يَقُولُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالتَّابِعِينَ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَهْلِ الْكُوفَةِ ❺، اور صاحب بدائعؒ ❻ نے ابن عباسؓ سے عشرہ ❼ مبشرہ کا عمل بھی یہی نقل کیا ہے، (لیکن انہوں نے اس کی سند نہیں بیان کی) ❽۔

رفع یدین میں امام مالکؒ کے مذہب کی تحقیق: اور امام مالکؒ سے اس میں دو روایتیں ہیں، ابن القاسم کی روایت ان سے عدم رفع ہے اور ابن وہب واشہب وغیرہ کی روایت استحباب رفع کی ہے لیکن الشرح الکبیر میں علامہ دردیرؒ نے صرف رفع عند التحریمہ کا استحباب ذکر کیا ہے اور رفع عند الرکوع کا عدم استحباب، یہ الشرح الکبیر مختصر خلیل کی شرح ہے اور مختصر خلیل فقہ مالکیہ کا ایک مشہور معتبر متن ہے، اسی طرح امام نوویؒ نے شرح مسلم میں حنفیہ کا مذہب ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے وهو اشهر الروايات عن مالك ❾، ایسے ہی علامہ ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے عمل اہل مدینہ کی بناء

---

❶ جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب رفع اليدين عند الركوع ٢٥٦

❷ عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٥ ص ٢٧٢ - ٢٧٣، بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٠٠

❸ فيض الباري على صحيح البخاري - ج ٢ ص ٣٢٣

❹ فيض الباري على صحيح البخاري - ج ٢ ص ٣٢٤

❺ جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب رفع اليدين عند الركوع ٢٥٧

❻ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع ج ١ ص ٢٠٧

❼ اس کے برخلاف امام بیہقیؒ نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ اس سنت یعنی رفع یدین کی روایت پر عشرہ مبشرہ متفق ہیں اس پر بیہقیؒ فرماتے ہیں وہو کما قال، یعنی حاکم جو کہہ رہے ہیں ایسا ہی ہے، علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ (ج ١ ص ٤١٨) میں ابن دقیق العید سے نقل کرتے ہیں کہ حاکم کا عشرہ مبشرہ کی روایت پر جزم کرنا کچھ عمدہ بات نہیں ہے اور وہ فرماتے ہیں ولعله لا يصح عن جملة العشرة یعنی تمام عشرہ مبشرہ سے اسکا ثبوت مشکل ہے، اور علامہ فیروز آبادی نے تو حد ہی کر دی وہ سفر السعادۃ میں رفع یدین فی المواضع الثلاثہ سے متعلق فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی کیفیت پر آخر عمر شریف تک نماز ادا فرماتے رہے، ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی ایک حدیث بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ کی روایت ہو۔

❽ أماني الأحبار في شرح معاني الآثار ج ٣ ص ١٩٠

❾ المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ٩٥

کی بناء پر عدم رفع کو ترجیح دی ہے [1]، اور مدونہ میں خود امام مالکؒ سے منقول ہے [2]، رفع الیدین ضعیف الافی الافتتاح، لیکن الافتتاح، لیکن شرح حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فریق مقابل کی سعی یہ ہے کہ ثابت کرے کہ امام مالکؒ کے نزدیک رفع یدین عند الرکوع میں قول راجح استحباب ہی ہے، چنانچہ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں ابن عبد الحکم کہتے ہیں کہ امام مالکؒ سے عدم رفع کسی نے نقل نہیں کیا سوائے ابن القاسم کے، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نیل الفرقدین میں فرماتے ہیں کہ علامہ عینی مبانی الأخبار میں لکھتے ہیں کہ روی الشافعی عن مالك انه كان لايرفع يديه، لہذا ابن القاسم اپنی روایت میں متفرد نہیں بلکہ امام شافعیؒ بھی اس کے راوی ہیں۔

رفع یدین عند الحنفیہ خلاف اولی ہے یا مکروہ؟ اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اسمیں اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ رفع یدین عند الرکوع عند الحنفیہ خلاف اولی ہے یا مکروہ ہے، طحطاوی علی المراقی میں اسکو مکروہ لکھا ہے اور ایک دوسری جگہ مراقی الفلاح میں بھی، اور فیض الباری میں شاہ صاحب نے کبیری شرح منیہ اور صاحب بدائع سے بھی کراہت نقل کی ہے [3]، اور دوسرا دوسرا قول حنفیہ کا اس میں یہ ہے کہ یہ صرف خلاف اولیٰ ہے، امام ابوبکر جصاص رازیؒ [4] نے اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ فیض الباری [5] میں ہے، اور اسی کو شاہ صاحب اور حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اختیار کیا ہے، کمافی الکوکب الدری، ③ **الموضع الثالث**، رفع یدین عند السجود، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے استحباب کا قائل نہیں، البتہ امام احمدؒ کی ایک روایت جسکو ان سے میمونی نے نقل کیا ہے استحباب کی ہے، اسی طرح شافعیہ میں سے ابن المنذر اور ابو علی طبری اور بعض اہل حدیث بھی استحباب کے قائل ہیں اسی طرح ابن حزم بھی اس کے قائل ہیں بلکہ فی کل رفع وخفض، ④ **الموضع الرابع**، رفع عند القیام من الرکعتین، یعنی تشہد اول سے اٹھتے وقت، امام مالک اور شافعیؒ کے ایک قول میں یہ رفع مستحب ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں اور یہی قول صواب ہے، لیکن حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اکثر متون شافعیہ اس کے ذکر سے خالی ہیں اسی طرح متون مالکیہ وحنابلہ میں بھی اسکا ذکر نہیں، لہذا امام نوویؒ کا یہ فرمانا کہ یہاں پر رفع یدین والا قول ہی صحیح ہے، محل نظر ہے، حضرت شیخ اوجز المسالک میں فرماتے ہیں کہ بظاہر امام نوویؒ نے ایسا مجبوراً کیا اشکال [6] سے بچنے کیلئے اسی طرح ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ امام شافعی کی نظر کا تقاضا یہ ہے کہ کہ یہاں بھی رفع یدین مستحب ہونا چاہئے جس طرح وہ رفع عند الرکوع وبعد الرکوع کے قائل ہیں اس لئے کہ دلیل سب کی ایک

---

[1] بداية المجتهد ونهاية المقتصد - ج ١ ص ١٣٣ - ١٣٤
[2] كمافى الفيض السمائى ص ٢٨٤
[3] فيض البارى على صحيح البخارى - ج ٢ ص ٣٢٤
[4] أحكام القرآن للجصاص ج ١ ص ٢٥٣
[5] فيض البارى على صحيح البخارى - ج ٢ ص ٣٢٨ - ٣٢٩
[6] کہ جب صحیح بخاری میں ابن عمرؓ کی ایک روایت میں یہ رفع مذکور ہے تو پھر آپ اس کے قائل کیوں نہیں؟ ١٢۔

ہی ہے یعنی حدیث ابن عمرؓ کہ اس کے بعد طرق میں صحیح بخاری وغیرہ میں یہ رفع مذکور ہے، نیز وہ فرماتے ہیں اور اسکو امام شافعی کا مذہب اس لئے قرار دینا کہ ان سے منقول ہے "اذا صح الحدیث فهو مذہبی" اس میں نظر ہے، حافظؒ فرماتے ہیں بظاہر نظر کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی کی اس وصیت کا محل عمل وہ صورت ہے جب یہ معلوم ہوا کہ امام شافعی کو وہ حدیث نہیں پہنچی تھی اور جب یہ معلوم ہو کہ ان تک وہ حدیث پہونچ چکی تھی لیکن کسی وجہ سے انہوں نے اسکو قبول نہیں کیا تو پھر یہ صورت اس وصیت کا محل نہیں ہے اور یہاں پر معاملہ محتمل ہے [1] (ہم نہیں کہہ سکتے کہ امام شافعیؒ اس زیادتی پر مطلع ہوئے یا نہیں) نیز اختیار کیا ہے اس رفع کو امام بیہقیؒ، ابن خزیمہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ نے، چنانچہ امام بخاریؒ نے اس پر صحیح بخاری میں مستقل باب باندھا ہے بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ۔

البحث الثانی (کیفیة الرفع): رفع یدین کی کیفیت میں چند قول ہیں منہل [2] میں چار صورتیں لکھی ہیں: ① یرفعهما ناشراً أصابعه مستقبلا بباطن کفیه القبلة یعنی ہاتھوں کو اٹھائے اوپر کی جانب اس حالت میں کہ باطن کفین قبلہ کی طرف ہوں، اور رؤس اصابع الی لسماء، ② دوسرا طریقہ بھی یہی ہے بس اتنا فرق ہے کہ اطراف اصابع مائل الی القبلہ ہوں، ③ اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ ایسے اٹھائے کہ بطون کفین الی السماء اور ظهور کفین الی الارض، ④ اور چوتھا طریقہ تیسرے کے برعکس ہے یعنی بطون کفین الی الارض اور ظهور کفین الی السماء اور ان کیفیات کو علامہ عینیؒ نے بھی شرح بخاری [3] میں ذکر کیا ہے کیفیت اولی کو انہوں نے امام طحاویؒ کی طرف منسوب کیا ہے [4]۔

رفع یدین کے وقت تفریق اصابع اولی ہے یا ضم: اب یہ کہ رفع یدین کے وقت تفریج اصابع مستحب ہے یا ضم، مغنی میں لکھا ہے کہ یستحب ضم الاصابع (عند احمد) وقال الشافعی السنة التفریج، اور حنفیہ کے نزدیک الاولی ترکها علی حالها نه بالقصد ضم کرے نہ تفریق، البتہ رکوع میں تفریج اولیٰ ہے اور سجود میں ضم، امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر مستقل باب باندھا ہے بَابٌ فِي نَشْرِ الْأَصَابِعِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ۔

البحث الثالث (وقت الرفع): رفع یدین کب ہونا چاہئے تکبیر سے قبل یا اس کے ساتھ ساتھ، شافعیہ ومالکیہ کے یہاں قول راجح مقارنت ہے کما قال الزرقانی اور حنابلہ کے یہاں بھی یہی ہے روایۃً واحدۃً، اور فقہاء احناف کا اس میں اختلاف ہے صاحب بدائع وصاحب محیط نے مقارنت کو اختیار کیا ہے کہ تکبیر کیساتھ ساتھ رفع یدین کرے، اور ہدایہ میں تقدیم رفع مذکور ہے، اول

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۲ ص ۲۲۳

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ۵ ص ۱۱۸ - ۱۱۹

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ۵ ص ۲۷۱

[4] الفيض السمائی ص ۲۸۵

رفع یدین کرے پھر تکبیر، صاحب بحر اور در مختار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

البحث الرابع (منتهى الرفع): رفع یدین کہاں تک ہونا چاہئے، مشہور یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حذاء المنکبین اور حنفیہ کے یہاں حذاء الاذنین، لیکن کتب مالکیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بھی حذاء الاذنین ہی اولی ہے، اور حنابلہ کا مذہب مغنی میں تخییر الی المنکبین او الاذنین لکھا ہے، شیخ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے اس لئے کہ حذا المنکبین کا مطلب یہ ہے کہ کفین منکبین کے مقابل ہوں اور اطراف اصابع اذنین کے مقابل، اسی طرح ملا علی قاریؒ نے امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے کہ جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہی مذکورہ بالا تفصیل بیان فرمائی کہ کفین حذاء المنکبین اور ابہامین الی شحمۃ الاذنین اور اطراف اصابع الی فروع الاذنین اس لئے کہ ایک حدیث میں الی المنکبین آیا ہے اور ایک میں الی الاذنین اور بعض میں الی فروع الاذنین، یعنی کانوں کا بالائی حصہ، لہذا تینوں روایات میں تطبیق ہوگئی [1]، اور عورت کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فرق بین الرجل والمرأۃ کے قائل صرف حنفیہ ہیں ''انما ترفع الی الثديين''، لیکن حنفیہ اسمیں متفرد نہیں، اوجز میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ سے اسمیں دو روایتیں ہیں، ترفع قلیلاً، اور دوسری روایت یہ ہے کہ عورت کے حق میں رفع یدین مشروع ہی نہیں۔

البحث الخامس (حكم الرفع): رفع یدین میں حکمت کیا ہے حضرت شیخؒ نے أوجز [2] میں دس حکمتیں ذکر کی ہیں: ① نفی الکبریاء عن غیر اللہ تعالی یعنی اللہ اکبر کے ذریعہ اللہ تعالی کے لئے قولاً بڑائی ثابت کی جاتی ہے اور فعلاً یعنی ہاتھ کے اشارہ سے غیر اللہ سے بڑائی کی نفی کیجاتی ہے، ② وقیل اعلام الاصم بہرا آدمی امام کی تکبیر تو سن نہیں سکے گا ہاں رفع یدین کو دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ نماز شروع ہو رہی ہے یہ دو صاحب ہدایہ نے بیان کی ہیں، ③ قیل اشارۃ الی طرح الدنیا الوراء والاقبال بکلیۃ الی اللہ تعالی یعنی اس سے دنیا کو پس پشت ڈالنے کیطرف اشارہ ہے اور یہ کہ میں پوری طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، ④ الاستلام یعنی انقیاد و تسلیم کی طرف اشارہ ہے کہ ہم تیری بات کو مانتے ہیں، ⑤ استعظام ما دخل فیہ یعنی رفع یدین فعل تعظیمی ہے اور اس سے مقصود و عظمت نماز کا اظہار ہے، ⑥ استعظاماً للہ تعالی اللہ تعالی کی عظمت کا اظہار، ⑦ رفع الحجاب بین العبد والمعبود والساجد والمسجود یعنی رفع حجاب کیطرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالی حجابات کو ہٹا کر اپنی بارگاہ میں قرب اور حضور نصیب فرمائے، ⑧ الاستقبال بجمیع البدن ارسال یدین کی صورت میں ہاتھوں کا استقبال قبلہ نہیں ہوتا تو رفع یدین اس لئے کرتے ہیں تاکہ باقی بدن کے ساتھ ہاتھوں سے بھی استقبال ہو جائے، ⑨ إشارۃ الی تمام القیام یعنی اللہ تعالی کے سامنے پورے بدن سے قیام کرنا، ⑩ اور ایک حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مکہ میں بعض کفار قریش بھی بغل میں بت دبا کر مسلمانوں کے ساتھ

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۲ ص ٤٦٥

[2] أوجز المسالك إلى موطأ مالك – ج ۲ ص ۸۰

نماز میں کھڑے ہو جاتے تھے، واصنامہم تحت آباطہم، تو رفع یدین کا حکم دیا گیا اسقاط اصنام کے لے۔

اب رہ گیا مسئلہ دلائل کا، اس معرکۃ الآراء مسئلہ میں، دلائل ہر دو فریق کے پاس موجود ہیں اور ہر ایک کے مستدلات پر فرداً فرداً بحث اور کلام بھی ہے، صحاح ستہ میں مجموعی حیثیت سے دونوں طرح کی روایات ہیں، چنانچہ سنن اربعہ میں دونوں قسم کی اور صحیحین میں صرف عدم رفع کی موجود ہیں، آخری عمل حضور ﷺ کا اسمیں کیا ہے؟ رفع یا عدم رفع؟ صریحاً اسکا ثبوت مشکل ہے، البتہ سنن بیہقی میں ابن عمرؓ کی حدیث کے بعض طرق میں یہ زیادتی ہے فما زالت تلك صلوته حتى لقي الله، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری فعل آپ ﷺ کا رفع یدین ہے، لیکن بعض محققین نے اس زیادتی کو غیر ثابت قرار دیا ہے کہ یہ ضعیف بلکہ موضوع [1] ہے۔

حنفیہ کے نزدیک رفع یدین کا نسخ اور اسمیں مولانا انور شاہؒ کی رائے: لیکن رفع یدین کے نفس ثبوت میں کسی حنفی عالم کو تردد نہیں، بلکہ یہ حضرات بقاء رفع اور اس کے دوام کا انکار کرتے ہیں، یعنی اس کو منسوخ مانتے ہیں یہی رائے امام طحاویؒ، شیخ ابن الہمامؒ، اور ہمارے مشائخ میں سے حضرت گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت سہارنپوریؒ صاحب بذل المجہود وغیرہم کی ہے۔

البتہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نسخ کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ رفع اور ترک رفع دونوں حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے بالتواتر ثابت ہے، رفع یدین کا تواتر عملاً واسناداً دونوں طرح ہے اور عدم رفع کا تواتر عملاً وطبقۃ [2] ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک کو منسوخ نہیں کہہ سکتے، نیز وہ فرماتے ہیں یہ اختلاف صرف افضلیت واولویت کا ہے، حنفیہ کے یہاں عدم رفع اولیٰ ہے اور شافعیہ کے یہاں رفع، جواز وعدم جواز یا کراہت وعدم کراہت کا اختلاف نہیں، وہ فرماتے ہیں یہ بات مجھے امام ابو بکر جصاصؒ کے کلام میں ملی ہے، امام کرخیؒ جیسے ائمہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں، لہذا ان کا مرتبہ شارح منیہ اور صاحب بدائع سے بھی اونچا ہے جنہوں نے رفع یدین کو عند الاحناف مکروہ لکھا ہے، شاہ صاحبؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد میری طبیعت پر سے احادیث ثابتہ فی الرفع کا بوجھ اتر گیا فاسترحت حيث تخلصت، وقبتي من الأحاديث الثابتة في الرفع [3]۔

رفع یدین کے سلسلہ میں حضرت سہارنپوریؒ کی رائے: حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود میں فریقین کے

---

[1] اس حدیث کی سند میں عصمة بن محمد الانصاری ہیں، قال ابو حاتم ليس بالقوي، وقال يحيى كذاب يضع الحديث، وقال العقيلي يحدث بالبواطيل عن الثقات وقال الدارقطني متروك، اور اس حدیث کے دوسرے طریق میں عبد الرحمن بن قریش الهروی ہیں، حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ان کو متہم بوضع الحدیث قرار دیا ہے ۱۲۔ (بذل المجهود ج ٤ ص ٤٠١)

[2] تواتر طبقہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں آنیوالے لوگ اپنے زمانہ کے حضرات کے عمل کو دیکھ کر اس کو اختیار کرتے رہے، اسی کو توارث سے بھی تعبیر کرتے ہیں، اس کا مدار مشاہدہ اور تعامل پر ہوتا ہے سند اور روایت پر نہیں، ۱۲۔

[3] فيض الباري على صحيح البخاري ج ۲ ص ۳۲۹

دلائل پر بحث و تحقیق کے بعد فرماتے ہیں، ان سب تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے رفع یدین ثابت ہے لیکن کسی حدیث سے اس کا دوام اور یہ کہ حضور ﷺ نے آخر عمر شریف میں بھی رفع یدین کیا ہے ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح آپ ﷺ سے ترک رفع بھی ثابت ہے، اب قائلین رفع تو یہ کہتے ہیں چونکہ رفع یدین سنت مؤکدہ نہیں تھا، اس لئے آپ ﷺ کبھی کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے، خوف وجوب سے، لہذا یہ رفع سنت غیر مؤکدہ ہے [1]۔

اور مانعین رفع یہ کہتے ہیں کہ حضور سے رفع اور ترک رفع دونوں ثابت ہیں اسی طرح صحابہ کرامؓ سے بھی دونوں ثابت ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ جن صحابہ سے ترک رفع ثابت ہے اسکی وجہ کیا ہے؟ یہ تو ہو نہیں سکتی کہ رفع یدین ان حضرات کے علم ہی میں نہیں آیا کیونکہ رفع یدین بہت کھلی ہوئی چیز ہے امر مشاہد ہے اس کے مخفی رہ جانیکا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ سہواً و نسیاناً انہوں نے اسکو ترک کیا ہو کیونکہ بعض صحابہ خصوصاً ابن عمرؓ تو اتباع رسول کے معاملہ میں اتنے حریص اور کوشاں تھے کہ وہ حضور ﷺ کا اتباع نہ صرف عبادات بلکہ عادات میں بھی اہتمام سے کرتے تھے پھر آخر ابن عمرؓ کیوں اس کو ترک کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں تو یہ سبھی مانتے ہیں کہ رفع نہیں کرتے تھے سو اسکی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ یہ حضرات اسکو منسوخ سمجھتے تھے [2]۔

حضرت گنگوہیؒ کی رائے: اور الکوکب الدری میں حضرت گنگوہیؒ ارشاد فرماتے ہیں جو حضرات صحابہ کرام حضور کے بعد تک رفع کرتے رہے بظاہر انہوں نے استصحابِ حال سے کام لیا اور جو حضرات ترک رفع کرتے تھے ان کے عمل کی بنیاد استصحاب حال تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ سے رفع یدین کا ثبوت بہت مشہور و معروف تھا بلکہ ان کے علم کی بناء زیادتی علم ہے کہ ان کو ایک اور مزید بات کا علم تھا یعنی یہ کہ حضور ﷺ نے رفع یدین کرنے کے بعد آخر میں اس کو ترک کر دیا تھا، لہذا مانعین رفع مثبت ہوئے وہ ایک امر زائد کو ثابت کر رہے ہیں یعنی ترک رفع اور رفع الرفع، اور قائلین رفع اس کے منکر ہیں لہذا وہ نافی ہوئے والمثبت اولی من النافی [3]، لہذا یہ جو مشہور ہے کہ قائلین رفع مثبت اور تارکین رفع نافی ہیں صحیح نہیں۔

صاحب أماني الأحبار کا تبصرہ: حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ أماني الأحبار میں تحریر فرماتے ہیں، امام طحاویؒ نے شرح معاني الآثار میں عمر بن الخطاب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل ترک رفع ثابت کیا ہے، نیز بیہقی میں بسند جید ابو بکر صدیقؓ سے عدم رفع مروی ہے (گویا خلفاء ثلاثہ ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ کا عمل بھی ترک رفع ہوا) اور امام ترمذیؒ باب رفع الیدین میں حدیث ابن عمرؓ کے تحت فرماتے ہیں وبهذا يقول بعض أهل العلم من أصحاب النبي

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٢٦

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٢٦ - ٤٢٧

[3] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ١ ص ٢٧١

صلى الله عليه وسلم منهم: ابن عمر، وجابر بن عبد الله، وأبو هريرة، وأنس، وابن عباس، وعبد الله بن الزبير، وغيرهم، ومن التابعين: الحسن البصري، وعطاء، وطاوس، ومجاهد، ونافع، وسالم بن عبد الله، وسعيد بن جبير، وغيرهم [1]، اور پھر عدم رفع کے سلسلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ذکر کرنے بعد لکھتے ہیں وبه يقول غير واحد من أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، والتابعين، وهو قول سفيان الثوري، وأهل الكوفة [2]، دیکھئے امام ترمذیؒ نے رفع یدین کے بارے میں بعض الصحابة [3] والتابعين کا لفظ استعمال کیا ہے، اور عدم رفع میں غیر واحد کا لفظ استعمال کیا جو سراسر کثرت پر دلالت کرتا ہے، اور اہل کوفہ کیطرف بھی عدم رفع کو منسوب کیا ہے جس سے بظاہر جمیع اہل کوفہ مراد ہیں، چنانچہ ابن عبد البرؒ نے کتاب الاستذکار (الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار) میں محمد بن نصر مروزی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شہر نہیں جس کے تمام باشندے ترک رفع کرتے ہوں سوائے کوفہ کے [4]۔

اس سے جہاں اہل کوفہ کا عدم رفع پر متفق ہونا معلوم ہو رہا ہے، یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ دوسرے شہروں میں بھی ترک رفع ہوتا تھا لیکن وہ سب لوگ اس پر متفق نہ تھے، اور یہ بھی واضح رہے کہ یہ محمد بن نصر زبردست عالم تھے اور مذاہب صحابہ وعلماء سے بہت زائد واقف۔

خطیب بغدادیؒ اور ابن حبانؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے وكان من أعلم الناس باختلاف الصحابة ومن بعدهم في الأحكام [5]، غرضیکہ محمد بن نصرؒ کی شہادت ہے کہ تمام اہل کوفہ عدم رفع پر متفق تھے اور دوسرے شہروں میں رفع اور ترک رفع دونوں پایا جاتا رہا۔

فائدہ: مولانا بدر عالم میرٹھیؒ حاشیہ فیض الباری میں رقمطراز ہیں، امام ترمذیؒ نے قائلین رفع میں جن صحابہ کے اسماء ذکر کئے ہیں

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب رفع اليدين عند الركوع ٢٥٦

[2] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب رفع اليدين عند الركوع ٢٥٧

[3] صاحب امانی الاحبار تحریر فرماتے ہیں اور اس کے بالمقابل امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں یہ کیا کہ اپنی تصنیف جزء رفع الیدین میں ان صحابہ کی فہرست جو قائل بالرفع تھے اس قدر طویل کر دی کہ ساری کتاب کو اسی سے پر کر دیا اور عدم رفع کے ذیل میں صرف ایک نام عبد اللہ بن مسعودؓ کا ذکر فرمایا ہے گویا وہ عدم رفع کیساتھ متفرد ہیں، نیز انہوں نے جن صحابہ کے نام قائلین رفع میں سند کیساتھ ذکر فرمائے ہیں انکے اقوال مواضع رفع میں مختلف ہیں، چنانچہ بعض سے صرف دو جگہ رفع منقول ہے، عند الافتتاح وعند الركوع، اور بعض سے عند الافتتاح وعند الرفع من الركوع، اور بعض سے عند الافتتاح وعند الركوع وعند الرفع من الركوع، اور بعض سے عند السجود اور بعض سے بين السجدتين اور بعض سے رفع عند القيام من الركعتين اور بعض سے في كل رفع وخفض على هذا القياس، جن غیر صحابہ وتابعین کے انہوں نے اسماء ذکر کئے ہیں ان کا حال بھی یہی ہے، امانی الاحبار شرح معانی الآثار میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے ان سب روایات کو ذکر فرمایا ہے۔

[4] لا أعلم مصرا من الأمصار تركوا بأجمعهم رفع اليدين عند الخفض والرفع في الصلاة إلا أهل الكوفة (الاستذكار - ج ٤ ص ٩٩ - ١٠٠)

[5] تاريخ بغداد مدينة السلام للخطيب - ج ٤ ص ٥٠٨

ان میں ابن عمرؓ کو تو ذکر فرمایا لیکن ان کے والد عمر بن الخطابؓ کو ذکر نہیں کیا، ایسے ہی علیؓ کو بھی نہیں کیا، امام ترمذیؒ کے نزدیک اگر ان دونوں سے رفع یدین ثابت ہوتا تو پھر یہ دونوں زیادہ مستحق تھے اس کے ان کا نام ذکر کیا جاتا، امام طحاویؒ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات رفع یدین نہیں کرتے تھے جبکہ بیہقیؒ وغیرہ اس پر مصر ہیں کہ رفع کرتے تھے، البتہ ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں اچھی طرح تحقیق نہ ہو سکا وہ رفع کرتے تھے یا ترک رفع ان سے دونوں طرح منقول ہے۔

کوفہ کا علمی مقام اور اہل کوفہ کا عدم رفع یدین پر اتفاق: اس کے ساتھ ساتھ آپ کوفہ کا علمی مرتبہ ومنزلت بھی ذہن میں رکھئے جو کہ حضرت علیؓ کا دار الاخلافۃ تھا اور امام نوویؒ نے اس کو دار الفضل والفضلاء ❶ سے موصوف کیا ہے، اور صاحب قاموس اس کو قبة الإسلام ودار هجرة المسلمين ❷ لکھتے ہیں، حضرت علیؓ کے اکثر فیصلے بھی کوفہ ہی میں صادر ہوئے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجة البالغة میں تحریر فرماتے ہیں: كان أغلب قضاياه بِالْكُوفَةِ ❸۔

کوفہ میں صحابہؓ کی آمد اور قیام بھی بکثرت منقول ہے، ابو بشر دولابی کتاب الاسماء والکنی میں رقمطراز ہیں نزل الكوفة ألف وخمسون رجلا من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وأربعة وعشرون من أهل بدر ❹، اور فن رجال کے امام ابو الحسن عجلی نے تو اپنی تاریخ میں اس سے بھی زائد ڈیڑھ ہزار لکھے ہیں نزل الكوفة ألف وخمسمائة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ❺، فیض الباری کے محشی بحوالہ فتح القدیر لکھتے ہیں کہ قرقیسیہ جو کہ کوفہ کا ایک قریہ ہے اس میں چھ سو صحابہ کرام کی آمد اور انکا نزول ثابت ہے، جب کوفہ کی ایک مختصر بستی کا یہ حال ہے تو اسی سے پورے شہر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ❻، صاحب امانی الاحبار لکھتے ہیں خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو تو خاص طور سے کوفہ میں معلم اور وزیر بنا کر بھیجا تھا اسی طرح عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر، اور طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں خلفاء اربعہ کے اصحاب بکثرت موجود تھے، ویسے ہی کوفہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں معسکر (اسلامی عساکر کا مرکز) تھا کثرت سے وہاں صحابہؓ پہونچتے رہتے اور غزوات میں نکلتے رہتے تھے۔

غرضیکہ اہل کوفہ نے عدم رفع کا طریقہ حاصل کیا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ سے عہد علیؓ تک ان صحابہ کے توسط سے جو کوفہ میں مقیم تھے (جن کے سربراہ عبد اللہ بن مسعودؓ تھے) اور ان صحابہؓ کے جو وہاں پہونچتے رہتے اور غزوات میں نکلتے رہتے تھے جن کی

---

❶ الكوفة: البلدة المعروفة ودار الفضل وأهله (تهذيب الأسماء واللغات ج ٤ ص ١٢٥)

❷ القاموس المحيط ص ٨٥١

❸ حجة الله البالغة – ج ١ ص ٢٢٩

❹ الكنى والأسماء للدولابي ج ٢ ص ٥٤٠

❺ معرفة الثقات من رجال أهل العلم والحديث ج ٢ ص ٤٤٨

❻ فيض الباري على صحيح البخاري – ج ٢ ص ٣٢٢

تعداد ہزاروں ہے۔

اسی طرح اہل مدینہ کا طرز عمل بھی ترک رفع تھا جس پر امام مالکؒ نے اپنے مسلک کی بنیاد ڈالی، جیسا کہ مشہور معروف ہے، ابن رشد وغیرہ شراح حدیث نے اس کی تصریح کی ہے اور اسی کو ہمارے امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب نے اختیار فرمایا۔

اہل مکہ کا طرز عمل: مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ میں عبد اللہ بن الزبیرؓ رفع یدین کرتے تھے، جنکا مستقل قیام مکہ مکرمہ میں تھا اسی لئے اہل مکہ بھی رفع یدین کرتے تھے اور چونکہ حضرت امام شافعیؒ کا قیام مکہ ہی میں تھا اس لئے انہوں نے اپنے مسلک کی بنیاد عمل اہل مکہ پر ڈالی۔

احقر کہتا ہے کہ یہ بھی واضح رہے کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ صرف مواضع ثلثہ میں رفع یدین پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ رفع عند السجود اور رفع عند القیام من الرکعتین بھی کرتے تھے، چنانچہ آگے ابو داؤد میں ایک روایت آرہی ہے جسکا مضمون یہ ہے، میمون مکی کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت عبد اللہ بن الزبیر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ بار بار رفع یدین کرتے تھے، عند التحریمہ عند الرکوع، عند السجود، اور عند القیام من الرکعتین، وہ کہتے ہیں کہ میں یہ منظر دیکھ کر عبد اللہ بن عباسؓ کی خدمت میں پہونچا اور ان سے عرض کیا کہ آج میں نے عبد اللہ بن الزبیرؓ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا جو اس سے پہلے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا، یعنی یہی بار بار رفع یدین، اس پر ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا چاہتے ہو تو تم بھی اسی طرح نماز پڑھا کرو [1]، اس سے معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ اور حضرت ابن عباسؓ رفع عند السجود کے بھی قائل تھے، جس کے جمہور قائل نہیں ہیں، مزید بر آں میمون مکی کے کلام سے معلوم ہو رہا ہے کہ اہل مکہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، گو یہ بھی محتمل ہے کہ ان کی مراد مواضع ثلاثہ سے زائد میں نفی کرنا ہو لیکن ابن عباسؓ تو اس کو بھی سنت فرما رہے ہیں، یہ بھی واضح رہے کہ عبد اللہ بن الزبیرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے مواضع رفع کے سلسلہ میں روایات میں مزید اختلاف ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رفع صرف دو جگہ کرتے تھے عند الافتتاح، وعند رفع الرأس من الرکوع، اور بعض سے مواضع ثلاثہ میں۔

رواۃ رفع کے تعدد وتکثر کی بحث [2]: حضرت سہارنپوریؒ بذل المجہود میں تحریر فرماتے ہیں، امام بیہقیؒ نے امام

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب افتتاح الصلاة ۷۳۹

[2] یہ بات بظاہر بدیہی سی ہے کہ رفع یدین کے رواۃ بنسبت ترک رفع کے زائد ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے باب رفع الیدین میں حدیث ابن عمرؓ کی تخریج کے بعد فرمایا ہے، وفي الباب عن عمر، وعلي، ووائل بن حجر، ومالك بن الحويرث، وأنس، وأبي هريرة، وأبي حميد، وأبي أسيد، وسهل بن سعد، ومحمد بن مسلمة، وأبي قتادة، وأبي موسى الأشعري، وجابر، وعمير الليثي، یہ کل چودہ راوی ہوئے اور پندرہویں ابن عمرؓ، اور عدم رفع کے سلسلہ میں امام ترمذیؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی تخریج کے بعد فرمایا ہے وفي الباب عن البراء بن عازب یہاں صرف ایک نام ذکر کیا ہے۔

مختصر طور پر اس کے دو حل ہیں، ایک وہ جو مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کا تواتر عملاً واسناداً دونوں طرح ہے اور عدم رفع کا تواتر عملاً وطبقۃً ہے جس کو توارث کہتے ہیں یعنی تعامل امت، حضرت عمرؓ کے زمانہ سے لیکر آج تک کا تعامل، دوسرا جواب وہ ہے جو ہمارے استاذ محترم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے ابو داود کے سبق میں رفع یدین والی حدیث کے شروع میں بیان فرمایا تھا، وہ یہ کہ اگر کسی بات کے دو سو حضرات مدعی ہوں اور ایک شخص آکر دو شاہدوں

بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ "جزء رفع الیدین" میں فرماتے ہیں سترہ ۱۷ صحابہ سے مروی ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے اور پھر بالتفصیل انہوں نے ان روایات کو ذکر کیا، اور علامہ شوکانی (اہل حدیث) نے نیل الاوطار میں رفع یدین کی روایات پچیس شمار کرائی ہیں مگر اس طور پر کہ تنہا ابو حمید ساعدی کی حدیث کو انہوں نے گیارہ حدیثوں کے قائم مقام قرار دیا ہے، کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی مجلس میں دس صحابہ کے سامنے پیش کیا تھا جس پر ان سب صحابہؓ نے سکوت فرمایا تھا یا تصدیق کی تھی (علی اختلاف الروایتین) [1]، تو گویا ابو حمید ساعدی کی حدیث کے علاوہ صرف چودہ روایات ہیں چودہ اور گیارہ پچیس ہوگئیں۔

ہمارے حضرت سہارنپوریؒ نے بذل المجہود میں ان تمام روایات پر فرداً فرداً کلام فرمایا ہے جو بذل کے تقریباً دو صفحوں پر آیا ہے، ان روایات میں سے پانچ روایات: ① حدیث ابن عمرؓ، ② حدیث وائل بن حجرؓ، ③ حدیث ابوہریرہؓ، ④ حدیث علیؓ، ⑤ حدیث مالک بن الحویرثؓ، اور ⑥ چھٹی حدیث ابو حمید ساعدی کی جو بقول شوکانی کے گیارہ حدیثیں شمار ہوں گی، یہ سب آگے ابوداؤد شریف میں آرہی ہیں، لہٰذا ہم ان سب پر کلام اپنی اپنی جگہ کریں گے لیکن حضرت سہارنپوریؒ نے ان تمام روایات کو یکجا ذکر فرماکر سب کا جواب لکھا ہے اور پھر آخر میں حضرت تحریر فرماتے ہیں شوکانی کی بیان کردہ روایات کا جواب تو یہ ہے، باقی اس کے علاوہ جو شافعیہ لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنی روایات ہیں، مثلاً حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ رواۃ رفع کی تعداد ہمارے تتبع میں خمسین تک پہونچی ہوئی ہے [2]، اور ایسے ہی صاحب سفر السعادہ نے جو لکھا ہے کہ رفع یدین کے ثبوت میں روایات وآثار چار سو تک پہنچ گئے ہیں، سو ہم ان صحابہ کے اسماء اور روایات اور ان کی اسانید سے واقف نہیں تاکہ اس کے بارے میں کچھ کہہ سکیں۔

اور مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں چار ۴۰۰ سو روایات والی بات تو باطل اور بے اصل ہے، اور عراقی والے پچاس صحابہ کا تتبع ہم نے کیا تو بہت سے ان میں ایسے بھی ہیں جن سے رفع یدین صرف عند الافتتاح بھی منقول ہے، یعنی مواضع رفع میں ان کی

کے شہادت سے انکے خلاف شہادت پیش کردے تو وہ دو سو کا دعوی رکھا رہ جائیگا، استاذ موصوف نہایت ذکی ظریف الطبع ایک جید عالم اور اپنے زمانہ کے رئیس المناظرین تھے، رفع اللہ مراتبہ، اس جواب کا حاصل وہی ہے جو امام طحاویؒ اور ہمارے مشائخ فرماتے ہیں کہ رفع یدین منسوخ ہے، فرض کیجئے کہ دو سو احادیث سے رفع یدین کا ثبوت ہے تو اس کے نسخ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دو سو ہی روایات ہوں بلکہ ایک صحیح حدیث بھی آکر سب کو منسوخ کر سکتی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کی مکی زندگی میں آپ کو مشرکین کی زیادتیوں پر تقریباً ستر سے زائد آیات میں عفو وصبر کی تلقین کی گئی تھی اور پھر بعد الہجرۃ ایک آیت کے نزول سے قتال کی اجازت دی گئی جس سے تمام گذشتہ آیات منسوخ ہوگئیں، اور یہاں اس مسئلہ میں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ کوئی صاف اور صریح حدیث نسخ کی موجود نہیں ہے تو کم از کم اتنی بات ضرور ہے کہ مجموعۂ روایات کو سامنے رکھنے سے قرائن دالہ علی النسخ پائے جارہے ہیں، مثلاً رفع عند السجود کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں جب کہ کتب صحاح کی روایات میں اسکا ثبوت ہے ایسے ہی وہ صحابہ جن سے رفع یدین کی روایات مرفوعہ مروی ہیں لیکن ان کا بعد کا عمل اس کے خلاف ترک رفع ثابت ہے اور اسکا انکار جو لوگ کرتے ہیں وہ مکابرہ ہے۔

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٠٥

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢٢٠

روایات مختلف و مضطرب ہیں۔

اور امام بیہقی نے رواۃ رفع کی تعداد ثلاثین لکھی ہے، اور ساتھ میں اس کا بھی اعتراف کیا کہ اسانید صحیحہ سے پندرہ ہی روایات ثابت ہیں، اور ابن عبد البرؒ نے الاستذکار میں تیئیس روایات کا حوالہ دیا ہے، شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں اگر صرف مواضع ثلاثہ میں رفع یدین کے قائل صحابہ کو دیکھا جائے تو وہ تقریباً بارہ ہیں، اور اگر فی کل رفع و خفض کو بھی لیں تو بیشک تعداد اس سے زائد ہو جائیگی۔

رہا مسئلہ احادیث مرفوعہ کا، سو وہ چھان بین کے بعد صرف پانچ چھ رہ جاتی ہیں: ① حدیث ابن عمرؓ، ② حدیث علیؓ، ③ حدیث مالک بن الحویرثؓ، ④ حدیث وائل بن حجرؓ، ⑤ حدیث ابو حمید ساعدی، ⑥ حدیث جابرؓ، وہ فرماتے ہیں تقریباً اتنی ہی تعداد احادیث کی دوسری جانب (ترک رفع) میں بھی موجود ہے، پھر آگے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں میرے نزدیک ترک رفع خواہ وہ عملاً ہو یا تصدیقاً ان حضرات صحابہ سے ثابت ہے، عمرؓ، علیؓ، ابن مسعودؓ، ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ، براء بن عازبؓ، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہم، یہ حضرات تو نام کی تصریح و تعیین کے ساتھ ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ وہ ہیں جن کا پتہ روایت سے چلتا ہے لیکن ان کے اسماء معلوم اور متعین نہیں ہیں، میں کہتا ہوں کہ وہ تمام صحابہؓ جو کوفہ میں مقیم تھے جن کی تعداد سینکڑوں سے بھی متجاوز ہے ان سب کو بھی اسی فہرست میں لینا ہو گا، اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تمام اہل کوفہ عدم رفع پر متفق تھے [1]۔

حضرت شاہ صاحب کا بیان کردہ ایک نکتہ: حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک بات اور لکھی ہے کہ دراصل روایات تین طرح کی ہیں، ناطق بالرفع، ناطق بعدم الرفع اور ساکت، اول بیشک زائد ہیں ثانی سے لیکن قسم ثالث کو اگر قسم ثانی میں شامل کیا جائے تو پھر معاملہ برعکس ہو جائیگا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے اس لئے کہ السکوت فی محل البیان یفید الحصر، جو راوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی پوری کیفیت بیان کر رہا ہے اور صرف افتتاح صلاۃ کے وقت رفع یدین کو ذکر کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اسکا مقتضی باقی مواضع میں عدم رفع ماننا پڑے گا، ان ابتدائی مباحث و تمہید کے بعد اب ہم احادیث الباب پر کلام کرتے ہیں، باب کی سب سے پہلی حدیث ابن عمرؓ کی ہے۔

۷۲۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ - وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً: وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ يَقُولُ: وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ ان دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کی سیدھ میں لے آتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کا ارادہ فرماتے تو اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے یعنی قومہ میں) سفیان [2] نے ایک

---

① فيض الباري على صحيح البخاري — ج ۲ ص ۳۲۵

② واضح رہے کہ یہ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے اور وہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ سفیان نے اکثر تو اس روایت کو بیان کرتے وقت وإذا أراد أن يركع کے بعد وبعد ما

دفعہ یوں فرمایا کہ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ لیکن اکثر وہ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ کے الفاظ کہا کرتے تھے....... اور دو سجدوں کے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٠٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٣) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٥) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٦) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٥) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٦) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٧) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٨) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٥) سنن النسائي - التطبيق (١٠٥٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٨) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٤) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٦٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٨)

شرح الحدیث: سب سے پہلے مصنفؒ نے رفع یدین کے سلسلہ میں ابن عمرؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے اس کے بعد چار پانچ اور دوسرے صحابہ کی روایات بھی اس سلسلہ میں ذکر فرمائی ہیں۔

رفع یدین کے بارے میں صحیحین کی روایات: لیکن امام ترمذیؒ نے رفع یدین کے باب میں صرف یہی ابن عمرؓ کی ایک حدیث ذکر فرمائی ہے، اور حضرت امام بخاریؒ نے رفع یدین کے سلسلہ میں حدیث ابن عمر و حدیث مالک بن الحویرث صرف دو حدیثیں بیان کی ہیں، اور امام مسلمؒ نے رفع الیدین کے باب میں تو صرف یہی دو حدیثیں ذکر کی ہیں جن کو امام بخاریؒ نے ذکر فرمایا ہے، البتہ انہوں نے بَابُ وَضْعِ يَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى کے تحت میں وائل بن حجرؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں رفع یدین فی المواضع الثلاثہ مذکور ہے [1]، صحیحین میں کوئی روایت ایسی نہیں ہے جس میں رفع عند السجود مذکور ہو بلکہ اس کی نفی موجود ہے، البتہ بخاری میں حدیث ابن عمرؓ کے ایک طریق میں رفع عند القیام من الرکعتین بھی مذکور ہے۔

الکلام علی حدیث ابن عمرؓ: ان حضرات مصنفین کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں زیادہ اہم روایت ان کے نزدیک حدیث ابن عمرؓ ہے اور دوسرے درجہ میں مالک بن [2] الحویرثؓ کی حدیث، اسی لئے شیخ بخاری علی بن مدینیؒ حدیث ابن عمرؓ کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں (کمافی البذل) کہ میرے نزدیک یہ حدیث تمام دنیا پر حجت ہے جو بھی اس کو سنے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو اس لئے کہ اس کی سند میں کوئی کلام اور تردد نہیں ہے [3]، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک طریق میں چوتھی جگہ بھی رفع یدین مذکور ہے صحیح بخاری میں یعنی عند القیام من الرکعتین، حقیقت یہ

برفع رأسه من الركوع ہی کے الفاظ بیان کیے ہیں لیکن ایک مرتبہ انہوں نے ان الفاظ کے بجائے وإذا رفع رأسه کے الفاظ نقل کئے تھے۔ (از مرتب جدید)

[1] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب وضع يده اليمنى على اليسرى الخ ٤٠١

[2] لیکن موجودہ دور کے اہل حدیث اسی حدیث کو زیادہ اہمیت دیتے نظر آتے ہیں، غالباً وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیث ابن عمرؓ پر اشکالات زیادہ کئے جاتے ہیں، تو وہ اپنی عافیت اسی میں سمجھتے ہیں۔

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٠١

ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اسکا قائل نہیں جیسا کہ ان ائمہ کی کتب فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے، یوں کہنے کو شراح حدیث اعتراض سے بچنے کے لئے کہہ ہی دیتے ہیں، کہ امام شافعیؒ بھی اس کے قائل ہیں کما فعل الإمام النووی جیسا کہ مباحث ابتدایہ میں تفصیل سے گزر چکا یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

حدیث ابن عمر میں الاضطراب فی مواضع الرفع: صحیحین کے علاوہ سنن کی کتابوں میں حدیث ابن عمرؓ میں مواضع رفع کے اعتبار سے سخت ترین اختلاف واضطراب ہے، چنانچہ ابوداؤد کی اس پہلی روایت میں جو بطریق سفیان عن الزہری ہے رفع یدین تین جگہ ہے، اور اس کے بعد یہ حدیث بطریق زبیدی عن الزہری آرہی ہے اس میں رکعت اولی میں تو رفع یدین تین ہی جگہ ہے۔

عند الافتتاح، قبل الرکوع، بعد الرکوع، لیکن رکعت ثانیہ میں رفع یدین صرف بعد الرکوع مذکور ہے، قبل الرکوع نہیں، اسی طرح چند حدیثوں کے بعد پھر حدیث ابن عمرؓ آرہی ہے، بطریق نافع عن ابن عمرؓ، اسمیں رفع یدین صرف دو جگہ ہے، عند الافتتاح اور بعد الرکوع اور نافع ہی کے ایک دوسرے طریق میں جو آگے آرہا ہے رفع یدین چار جگہ مذکور ہے اسمیں رفع عند القیام من الرکعتین بھی ہے، اور یہ رفع تو صحیح بخاری کے بھی ایک طریق میں موجود ہے، کما تقدم، نیز اس حدیث کے بعض طرق میں عند الطبرانی رفع عند السجود بھی مذکور ہے؛ جبکہ بخاری کی روایت میں اس کی نفی ہے، لہذا یہ حدیث من حیث المتن مضطرب ہے۔

الاضطراب من حیث السند: نیز یہ حدیث سنداً بھی مضطرب ہے اس لئے کہ اس حدیث کے دو طریق ہیں ایک طریق سالم عن ابن عمرؓ، دوسرا طریق نافع عن ابن عمرؓ، سالم اس کو مرفوعاً نقل کرتے ہیں باب کی پہلی حدیث بھی اسی طریق سے ہے، اور نافع اس حدیث کو موقوفاً نقل کرتے ہیں، پھر نافع کے شاگردوں میں بھی اختلاف ہو رہا ہے بعض اس کو نافع سے موقوفاً اور بعض مرفوعاً ذکر کرتے ہیں، یہ حدیث ابن عمرؓ بطریق نافع آگے چل کر اسی باب کے اخیر میں آرہی ہے، پھر محدثین کا اسمیں اختلاف ہو رہا ہے کہ طریق نافع میں رفع کو ترجیح ہے یا وقف کو، امام ابوداؤدؒ وقف کو ترجیح دے رہے ہیں (کما یأتی فی المتن) جبکہ حضرت امام بخاریؒ رفع کو اصح کہہ رہے ہیں، الحاصل اس حدیث کا ایک جواب تو یہ ہوا کہ یہ سنداً ومتناً مضطرب ہے۔

حدیث ابن عمرؓ کا نسخ اور اس پر شافعیہ کا نقد: دوسرا جواب اس کا وہ ہے جو امام طحاویؒ ومن تبعہ نے اختیار کیا کہ ابن عمرؓ نے اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل رفع یدین نقل کیا ہے، لیکن خود ان کا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عدم رفع ہے راوی کا عمل مروی (اپنی بیان کردہ روایت) کے خلاف دلیل نسخ ہے، ابن عمرؓ کے اس عمل کو ان سے نقل کرنے والے ان کے شاگرد مجاہد ہیں، اس اثر مجاہد کو امام طحاویؒ نے بسندہ ذکر فرمایا ہے [1]، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد علی شرط الشیخین ہے، نیز اس اثر مجاہد کی تخریج ابن ابی شیبہ نے بھی کی ہے اسی سند سے، بعض مصنفین کے کلام میں قول مجاہد اس طرح منقول ہے، صَحِبْتُ ابْنَ

---

[1] شرح معاني الآثار، رقم الحديث ١٣٥٧ (ج١ ص ٢٢٥ - ٢٢٦)، وبذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٢٥

عُمَرَ عَشْرَ سِنِينَ مجاہد فرماتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کے ساتھ دس سال رہا میں نے ان کو سوائے موضع اول کے رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حقیقت یہ ہے کہ اس اثر مجاہد کے بعد ابن عمرؓ کی حدیث مرفوع جو رفع یدین میں ہے اس کا بالکل ہی صفایا ہو جاتا ہے اور یہ اثر مجاہد یعنی ابن عمرؓ کی حدیث موقوف اب حنفیہ کی ایک مستقل دلیل ہو گئی مثل حدیث ابن مسعودؓ کے۔

ان حضرات کا نقد اس روایت پر یہ ہے کہ اسکی سند میں ابو بکر بن عیاش ہیں وقد اختلط فی آخرہ اخیر میں انکا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔

جواب نقد: جواب یہ ہے کہ ابو بکر بن عیاش صحیحین بلکہ صحاح ستہ کے راوی ہیں امام مسلمؒ نے ان کی روایت کو مقدمہ میں لیا ہے اور امام بخاریؒ نے ان کی حدیث کئی جگہ لی ہے، اختلاط والی بات کا جواب یہ ہے کہ من اختلط فی آخرہ کے لئے اہل اصول نے ضابطہ یہ لکھا ہے کہ اس کی روایت قبل الاختلاط معتبر ہے بعد الاختلاط کی معتبر نہیں اور یہاں پر ظاہر یہ کہتے ہیں کہ یہ روایت قبل الاختلاط کی ہے کیونکہ اس کو ان سے نقل کرنے والے احمد بن یونس ہیں جو ان کے قدماء اصحاب میں سے ہیں، ابو بکر بن عیاش کی روایت کو احمد بن یونس کے طریق سے امام بخاریؒ نے بھی کتاب التفسیر میں لیا ہے، پھر کیا اشکال باقی رہ گیا؟ نیز مجاہد کی متابعت کی ہے عبد العزیز بن حکیم نے جیسا کہ موطا امام محمد [1] میں ہے۔

اثر مجاہد کا معارضہ اثر طاؤس سے: ان حضرات نے بہت غور وخوض کے بعد اثر مجاہد کا یہ جواب دیا کہ مجاہد کے دوسرے شاگرد طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، امام طحاویؒ نے اس پر فرمایا کہ اس روایت سے میں بھی واقف ہوں اسکی توجیہ بہت آسان ہے وہ یہ کہ ممکن ہے ابن عمرؓ شروع میں رفع یدین کرتے ہوں قبل تحقق النسخ عندہ، اور پھر بعد میں رفع یدین ترک کر دیا، امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ ضروری ہے اس لئے کہ صحت نقل کے باوجود اگر اس قسم کے تعارض کی توجیہ حضرات محدثین نہ کرتے تو نہ معلوم کتنی روایات واحادیث ساقط الاعتبار ہو جائیں [2]، اور اس اثر طاؤس کا ہماری طرف سے ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ طاؤس سے اسکو نقل کرنیوالے ابن جریج ہیں اور وہ اگر چہ ثقہ ہیں لیکن مدلس ہیں قبیح التدلیس کما قال الدارقطنی۔

اور وہ اس کو طاؤس سے بصیغہ عن روایت کرتے ہیں اور عنعنہ مدلس معتبر نہیں، ایک منصف کیلئے حدیث ابن عمرؓ کے یہ جوابات بہت کافی ہیں، لیجئے جو حدیث تمام دنیا پر حجت تھی وہ صاف ہو گئی۔

٧٢٢- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى الْحِمْصِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: " كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ وَهُمَا كَذَلِكَ فَيَرْكَعُ، ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ صُلْبَهُ رَفَعَهُمَا حَتَّى تَكُونَ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي السُّجُودِ

---

[1] التعليق الممجد على موطأ محمد رقم الحديث ١٠٨ ج ١ ص ٣٩٦-٣٩٨۔

[2] شرح معانی الآثار ج ١ ص ٢٢٦

وَيَرْفَعُهُمَا فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ يُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ حَتَّى تَنْقَضِيَ صَلَاتُهُ".

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ آپ کے دونوں کاندھوں کی سیدھ میں آجاتے پھر آپ رکوع کی تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اسی حالت میں اٹھے ہوئے ہوتے پھر آپ رکوع فرماتے پھر جب آپ چاہتے کہ رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھالیں تو دونوں ہاتھ کاندھوں کی سیدھ تک بلند فرماتے اور یہ دعا پڑھتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور آپ سجدوں میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں آپ ﷺ اپنے ہاتھ اٹھایا کرتے تھے نماز کی آخری رکعات تک۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٠٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٣) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٥) صحيح البخاري - الأذان (٧٠٦) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٥) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٦) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٧) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٨) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٥) سنن النسائي - التطبيق (١٠٥٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٨) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٤) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٦٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٨)

٧٢٣ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي قَالَ: فَحَدَّثَنِي وَائِلُ بْنُ عَلْقَمَةَ، عَنْ أَبِي وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ "إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ التَّحَفَ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي ثَوْبِهِ قَالَ: فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ سَجَدَ وَوَضَعَ وَجْهَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ أَيْضًا رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ"، قَالَ: مُحَمَّدٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلْحَسَنِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، فَقَالَ: هِيَ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ مَنْ فَعَلَهُ وَتَرَكَهُ مَنْ تَرَكَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هَمَّامٌ، عَنِ ابْنِ جُحَادَةَ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ مَعَ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ.

ترجمہ: عبد الجبار بن وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا میں اپنے والد کی نماز کا طریقہ نہیں سمجھ سکا تھا تو وائل بن علقمہ نے میرے والد وائل بن حجر سے مجھے حدیث نقل کی کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ نے تکبیر تحریمہ کہی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا پھر آپ نے چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا پھر اپنے الٹے ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑ کر نیت باندھی اور دونوں ہاتھ اپنی چادر میں داخل کر لئے (شاید سردی کا زمانہ ہو) وائل کہتے ہیں پھر جب آپ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو اپنے ہاتھوں کو اپنی چادر سے نکالا پھر ان دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھانے کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا پھر سجدہ فرمایا اور اپنے چہرے کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھایا تب بھی آپ

نے رفع الیدین فرمایا یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے۔ محمد جحادہ کہتے ہیں میں نے حسن بصری سے اس حدیث کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا یہ نبی اکرم کی نماز کا طریقہ ہے اس طریقہ پر نماز کو پڑھنے والے آج بھی اس طریقہ کو اختیار کیئے ہوئے ہیں اور جنہوں نے اس طریقہ کو چھوڑ دیا انہوں نے یہ طریقہ بھلا دیا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں اس حدیث کو حمام نے محمد بن جحادہ سے جب نقل کیا تو اس میں سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کو ذکر نہیں فرمایا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٧) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٩/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

شرح الحدیث حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا لَا أَعْقِلُ صَلَاةَ أَبِي الخ: عبد الجبار فرماتے ہیں کہ میں تو بچہ اور کمسن تھا اپنے والد صاحب کی نماز کو اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکتا تھا، میرے بڑے بھائی علقمہ بن وائل نے مجھ سے بیان کیا، آگے مضمون حدیث واضح ہے عن ابی وائل میں وائل بدل واقع ہو رہا ہے ابی سے، لفظ ابی مبدل منہ ہے، یعنی میرے بھائی نے بیان کیا میرے باپ وائل بن حجر سے اور سند میں جو وائل بن علقمہ مذکور ہے یہ غلط ہے، اس نام میں کسی راوی سے قلب واقع ہو گیا، صحیح علقمہ بن وائل ہے، عبدالجبار اور علقمہ دونوں آپس میں بھائی ہیں عبدالجبار چھوٹے اور علقمہ بڑے، اسی لئے وہ کہہ رہے ہیں کہ گو میں نے اپنے والد کو نماز پڑھتے دیکھا تو ہے مگر میں اس وقت بہت چھوٹا تھا اس قابل نہ تھا کہ ان کی نماز کی کیفیت کو بیان کر سکوں، اسی لئے ان کو اپنے بڑے بھائی علقمہ سے واسطے سے نقل کر رہے ہیں۔

تنبیہ: ابوداؤد کی اس روایت سے معلوم ہو رہا ہے کہ عبدالجبار اپنے والد وائل کی حیات میں موجود تھے اگرچہ کمسن تھے، اسی لئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اسی سے محدثین کی ایک جماعت کی رائے کا غلط ہونا ثابت ہو رہا ہے، جیسے یحیٰ بن معین، ابن حبان، علی بن مدینی، امام بخاری وغیرہ، ان حضرات سے یہ منقول ہے کہ عبدالجبار کی پیدائش وائل بن حجر کی وفات کے بعد ہوئی تھی اور عبدالجبار اپنے باپ کے انتقال کیوقت شکم مادر میں حمل کی صورت میں تھے [1]، لیکن اس روایت [2] نے آکر اس رائے کا غلط ہونا ثابت کر دیا۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ لا أعقل کو لا أحفظ کے معنی میں لینے سے کام نہیں چلے گا اس لئے کہ کنت غلاما کہاں جائے گا، اس سے تو

---

[1] تھذیب التھذیب ج ٦ ص ١٠٥

[2] حضرتؒ نے بذل (ج ٤ ص ٤٣٠) میں ان حضرات محدثین کی جانب سے وکالت کرتے ہوئے فرمایا کہ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ لا أعقل کے معنی لا أحفظ ہیں، أی لا أحفظ صلوة أبي لأني ولدت بعد موت أبي فكيف يمكن أن أعقل وأحفظ صلوة أبي فالا ستدلال بهذا لكلام على أنه ولد في حيات أبيه ضعيف ١٢

صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ پیدا ہو چکے تھے۔

بخلاف حدیث ابن عمرؓ کے کہ اس میں شدید اضطراب ہے لہذا حدیث وائل کا جواب ہماری طرف سے ایک تو یہ ہوا کہ اس کے بعض طرق میں رفع عند السجود مذکور ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے اس لئے کہ حضرت وائلؓ کی آمد حضر موت سے مدینہ منورہ میں صرف ایک دو مرتبہ ثابت ہے، امام بخاریؒ نے بکوشش دو مرتبہ ثابت کی ہے، پردیسی تھے، باہر کے رہنے والے طویل صحبت کے ساتھ مشرف نہیں ہوئے، بخلاف عبداللہ بن مسعودؓ کے جو کہ سابقین اولین اور کبار بدریین میں سے ہیں، حفاظ صحابہ میں ان کا شمار ہے، ابن سعدؒ نے طبقات میں من کان یفتي بالمدینة میں ان کا شمار کیا ہے اور بیس سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں سفراً و حضراً ساتھ رہے، محدثین میں سے ایک بڑی جماعت کی رائے یہ جس کو قاضی ابوبکر اور ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ صحابی ہونے کے لئے طویل صحبت ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز حضرت وائل بن حجرؓ کو حاصل نہ تھی۔

طحاوی شریف میں ہے کہ ایک شخص نے ابراہیم نخعی کے سامنے وائل بن حجرؓ کی حدیث پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر وائل نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ رفع کرتے ہوئے دیکھا ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ نے آپ ﷺ کو پچاس مرتبہ ترک رفع کرتے دیکھا ہے: إِنْ كَانَ وَائِلٌ رَآهُ مَرَّةً يَفْعَلُ ذَلِكَ، فَقَدْ رَآهُ عَبْدُ اللهِ خَمْسِينَ مَرَّةً، لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ [1]، اس پر امام بخاریؒ وغیرہ علماء شافعیہ نے ایک ایسا اشکال کیا جو موجب تعجب ہے وہ یہ کہ ابراہیم نخعی کی کیا حیثیت ہے وائل بن حجرؓ صحابی کے مقابلہ میں جو ان کے قول سے وائل کی حدیث مرفوع کا معارضہ کیا جائے، جواب ظاہر ہے کہ ابراہیم نخعی کے قول سے حدیث مرفوع کا معارضہ نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ وائل بن حجرؓ کی روایت کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو پیش کیا جا رہا ہے، اور اس میں دو رائے نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ علم و فضل میں وائل بن حجرؓ پر فائق ہیں، اور دوسرا جواب وہ کلی جواب ہے جو تمام احادیث رفع کا ہماری طرف سے دیا جاتا ہے کہ رفع یدین کے ثبوت سے ہمیں انکار نہیں اور نہ ہو سکتا ہے، گفتگو اور بحث رفع کے دوام اور بقاء میں ہے، ابن عمرؓ سے رفع کیساتھ ساتھ جو عدم رفع کی روایت منقول اور ثابت ہے اسکا انکار دینا ممکن نہیں، اور دوسری طرف عبداللہ بن مسعودؓ سے عدم رفع کی روایت کیساتھ ساتھ عملاً ان سے ترک رفع کے ثبوت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

٧٢٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ النَّخَعِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ أَبْصَرَ «النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى كَانَتَا بِحِيَالِ مَنْكِبَيْهِ وَحَاذَى بِإِبْهَامَيْهِ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ».

ترجمہ: عبدالجبار بن وائل کہتے ہیں میرے اہل خانہ نے مجھے میرے اباجان سے یہ روایت نقل کی کہ اباجان نے

---

[1] شرح معاني الآثار، رقم الحديث ١٣٥١ (ج ١ ص ٢٢٤)

ان اہل خانہ کو یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرتے دیکھا ہے۔

تخریج صحیح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٢) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٩/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

٧٢٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ، حَدَّثَنِي أَهْلُ بَيْتِي، عَنْ أَبِي أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيرَةِ».

ترجمہ عبدالجبار بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دونوں ہاتھ اتنے بلند کیے کہ یہ دونوں ہاتھ کندھوں کی سیدھ میں آگئے اور دونوں انگوٹھے کانوں کے مدمقابل آگئے پھر آپ نے تکبیر تحریمہ کہی۔

تخریج صحیح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٢) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٩/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

٧٢٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، قَالَ: فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا أُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا، مِثْلَ ذَلِكَ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَأْسَهُ بِذَلِكَ الْمَنْزِلِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ وَحَلَّقَ حَلْقَةً» وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ: هَكَذَا وَحَلَّقَ بِشْرٌ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ.

ترجمہ وائل بن حجر کہتے ہیں میں نے کہا کہ دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز کو کہ آپ کیسے نماز ادا فرماتے ہیں وائل کہتے ہیں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز کیلئے کھڑے ہوئے۔ سو قبلہ رخ ہوئے چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تکبیر تحریمہ کہی اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کیا یہاں تک کہ کانوں کے بالمقابل آگئے پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑا پھر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو اسی طرح رفع یدین کیا (یعنی کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے) پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے پھر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رکوع سے اپنا سر اٹھایا تو ہاتھوں کو اسی طرح کانوں تک بلند کیا پھر جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سجدہ فرمایا تو اپنے سر مبارک کو اسی جگہ پر رکھا (یعنی دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طور پر کہ دونوں ہاتھ کانوں کے بالمقابل تھے) پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے

جلسہ فرمایا چنانچہ اپنے بائیں پاؤں کو بچھایا (بائیں پاؤں پر بیٹھ گئے اور دائیں پاؤں کو کھڑا کیا) اور اپنے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا اور اپنی دائیں کہنی کو دائیں ران سے فاصلہ پر رکھا اور اپنی چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کیا اور (درمیانی والی انگلی اور انگوٹھے) سے ایک حلقہ بنایا (وائل بن حجر کہتے ہیں) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ اس طرح کر رہے تھے (مسدد استاد کہتے ہیں میرے شیخ) بشر نے انگوٹھے اور درمیانی انگلی کو ملا کر حلقہ بنایا اور شہادت کی انگلی کا اشارہ کیا۔

۷۲۷ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ، وَقَالَ فِيهِ: ثُمَّ جِئْتُ بَعْدَ ذَلِكَ فِي زَمَانٍ فِيهِ بَرْدٌ شَدِيدٌ فَرَأَيْتُ النَّاسَ عَلَيْهِمْ جُلُّ الثِّيَابِ تَحَرَّكُ أَيْدِيهِمْ تَحْتَ الثِّيَابِ.

ترجمہ: زائدہ عن عاصم سے بھی یہ حدیث (بشر عن عاصم) والی سند سے اسی کے ہم معنی مروی ہے (لیکن الفاظ میں تھوڑا فرق ہے اور وہ یہ کہ) بشر بن زائدہ نے اپنی حدیث میں یہ ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ کے پشت، گٹے اور کلائی پر رکھا (جبکہ بشر نے اخذ الشمال بالیمین کے الفاظ نقل کیے تھے) اور زائدہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ نقل کیا کہ وائل کہتے ہیں میں اس پہلے واقعہ کے بعد دوبارہ سخت سردی کے زمانہ میں آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں نے بہت سے کپڑے پہن رکھے ہیں ان کے ہاتھ کپڑوں کے نیچے حرکت کر رہے ہیں (بشر نے یہ اضافہ نقل نہیں کیا تھا)۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٧) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٢) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٤) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٨/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٩/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

شرح الأحاديث: قوله: فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ رَأْسَهُ بِذَلِكَ الْمَنْزِلِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ: سجدہ کی کیفیت بیان کر رہے ہیں اور یہ کہ حالت سجود میں ہاتھ کس جگہ تھے؟ سو بتلا دیا کہ سجدہ میں سر دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھا جس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کی حالت میں یدین اذنین کی محاذات میں ہونے چاہئیں، جس جگہ رفع یدین کیوقت ہوتے ہیں، بِذَلِكَ الْمَنْزِلِ کا یہی مطلب ہے۔

قوله: وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى: تشہد میں کیفیت جلوس کو بیان کر رہے ہیں کہ دوزانو ہو کر بیٹھے بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھا، اب آگے کہنا تو یہ چاہئے تھا، اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا مگر راوی اس کو اسطرح بیان کر رہا ہے جو آگے عبارت میں مذکور ہے وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ۔

شرح الأحاديث: ظاہر یہ ہے کہ یہ واؤ عاطفہ ہے اور حد تشدید دال کیساتھ فعل ماضی ہے، حد کے معنی منع اور فصل کے ہیں، ترجمہ یہ ہوگا کہ داہنے ہاتھ کی کہنی کو ران سے جدا رکھا اس حال میں کہ وہ ہاتھ دائیں ران پر تھا، احقر کہتا ہے کبھی یہ بات میرے

سمجھ میں نہیں آئی کہ کہنی کو ران سے جدا ر کھنے کے بیان میں وائیں ہاتھ کی کیوں تخصیص کی گئی، جبکہ بائیں ہاتھ کی کہنی بھی ران سے جدا رہتی ہے، اور ایک احتمال اس لفظ کی شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ لفظ وَحَدَّ میں واؤ اصلی ہے، اور یہ فعل ماضی ہے توحید سے، مطلب اس صورت میں بھی وہی ہوگا علیحدہ رکھنا، اور تیسرا احتمال یہ لکھا ہے وحد میں واؤ عاطفہ ہے اور حد فعل ماضی نہیں ہے بلکہ اسم ہے کنارہ کے معنی میں اور اس کا عطف یدہ الیسری پر ہے، تقدیر عبارت یہ ہوگی "ووضع حد مرفقه الأيمن على فخذه اليمنى"، لفظ حد منصوب ہوگا بناء پر مفعولیت کے جو کہ مضاف ہو رہا ہے مابعد کی جانب، ترجمہ یہ ہوگا رکھا آپ نے بائیں ہاتھ کو فخذ یسریٰ پر اور رکھا مرفق ایمن کی حد کو فخذ یمنیٰ پر، لیکن یہ احتمال ثالث بظاہر صحیح نہیں اس لئے کہ وضع المرفق علی الفخذ کی اور روایت سے ثابت نہیں اور نہ وہ کسی فقیہ کا مذہب ہے۔

٧٢٨ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ»، قَالَ: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ.

ترجمہ: وائل بن حجرؓ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک بلند کیا وائل بن حجر کہتے ہیں پھر میں (دوبارہ کچھ عرصہ بعد مدینہ میں) صحابہ کے پاس آیا تو میں نے انہیں دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت اپنے سینوں تک اپنے ہاتھوں کو بلند کر رہے ہیں اور ان پر سر سے چمٹی ہوئی ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

شرح الحدیث: قوله: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ: اس سے معلوم ہوا کہ انکی پہلی آمد گرمی کے زمانہ میں ہوئی تھی، اس وقت میں صحابہ کرامؓ رفع یدین کانوں تک کرتے تھے، دوبارہ جو آمد ہوئی وہ سردی کے زمانہ میں تھی اسوقت میں حضرات صحابہؓ نماز میں رفع یدین چادروں ہی کے اندر اندر سے صرف سینہ تک کرتے تھے، مگر یہ بعض صحابہؓ کا طرز عمل تھا، اس سے وائل ہی کی روایت میں آچکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چادر کے اندر سے ہاتھ نکال کر تب اٹھاتے تھے، لہذا مسنون طریقہ وہی ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ وائل بن حجرؓ باہر کے رہنے والے تھے، مدینہ منورہ[1] میں ان کی یہ آمد دوسری بار تھی۔

١١٨ - بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

یہ باب ہے نماز شروع کرنے کے بیان میں

[1] یہ بات بہت محسوس ہوتی ہے کہ صحیحین میں رفع یدین کے ثبوت میں دو یا تین حدیثیں کل ہیں، جن میں سے دو کے راوی باہر کے رہنے والے اور پردیسی ہیں۔ ١٢ منہ۔

ترجمة الباب کی غرض: بعض نسخوں میں یہ ترجمۃ الباب نہیں ہے، اگر نہ ہو تب تو کچھ بیان کی حاجت ہی نہیں، اور اگر ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے تو پھر یہ کہا جائیگا کہ اس سے پہلا باب رفع الیدین تھا، اور بعض علماء کے نزدیک رفع یدین قبل التحریمہ ہوتا ہے اور نماز کی ابتداء اور اسکا افتتاح فی الواقع تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے نہ کہ رفع یدین سے، اس لئے یہ ترجمہ لانا درست ہو گیا، گویا رفع یدین عند التحریمہ کو ثابت کرنے کے بعد مصنفؒ اس کے مابعد کے عمل کو بیان کر رہے ہیں جس سے نماز کا افتتاح ہوتا ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے، لیکن اس باب کی جو پہلی حدیث ہے وہ گذشتہ حدیث ہی کا ایک طریق ہے وائل بن حجرؓ کی حدیث، لہذا بہتر یہ تھا کہ آنے والی حدیث باب سابق کے تحت ہوتی اور اس باب کی ابتداء حدیث ابو حمید ساعدی سے ہوتی جو ہمارے نسخہ میں پہلی حدیث کے بعد ہے۔

٧٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّتَاءِ فَرَأَيْتُ أَصْحَابَهُ «يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي ثِيَابِهِمْ فِي الصَّلَاةِ».

ترجمہ: وائل بن حجرؓ کہتے ہیں میں سردی کے موسم میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا چنانچہ میں نے دیکھا آپ کے صحابہ نماز میں کپڑوں کے اندر اپنے ہاتھوں کو بلند کر رہے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - التطبيق (١١٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٢٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧).

٧٣٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى - وَهَذَا حَدِيثُ أَحْمَدَ - قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَلِمَ؟ فَوَاللهِ مَا كُنْتَ بِأَكْثَرِنَا لَهُ تَبَعًا وَلَا أَقْدَمِنَا لَهُ صُحْبَةً، قَالَ: بَلَى، قَالُوا: فَاعْرِضْ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حَتَّى يَقِرَّ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقْرَأُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ يَرْكَعُ وَيَضَعُ رَاحَتَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، ثُمَّ يَعْتَدِلُ فَلَا يَصُبُّ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، فَيَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ مُعْتَدِلًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ ثُمَّ يَهْوِي إِلَى الْأَرْضِ فَيُجَافِي يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا، وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ، وَيَسْجُدُ ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ إِلَى مَوْضِعِهِ، ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي بَقِيَّةِ صَلَاتِهِ حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ". قَالُوا: صَدَقْتَ هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں میں نے ابوحمید الساعدی کو دس صحابہ کی موجودگی میں سنا جن دس میں ابوقتادہ بھی تھے ابوحمید نے کہا میں تم لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ سب سے زیادہ جانتا ہوں دس صحابہ جو (اس مجلس میں) موجود تھے انہوں نے کہا کیوں تم یہ دعوی کر رہے ہو؟ اللہ کی قسم تم نہ تو ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہو اور نہ ہی ہم سے پہلے تمہیں صحابی بننے کا شرف حاصل ہوا ہے (تو تم یہ دعویٰ کیوں کر رہے ہو؟) ابوحمید نے کہا تم نے بالکل ٹھیک کہا (لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جتنا غور سے دیکھا ہے تم نے نہیں دیکھا) صحابہ نے کہا (اگر تم زیادہ جانتے ہو تو) ہمارے سامنے وہ طریقہ پیش کرو۔ ابوحمید کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ اپنے کندھوں کے بالمقابل کر دیتے پھر تکبیر کہتے یہاں تک کہ (ہاتھ واپس نیچے آنے کے بعد) ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھیک طرح سے آجاتی پھر قرأت فرماتے پھر (رکوع کیلئے) تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اپنے کاندھوں تک بلند فرماتے پھر رکوع فرماتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں (کا اندرونی حصہ) اپنے گھٹنوں پر رکھتے پھر اعتدال سے رکوع فرماتے چنانچہ نہ اپنا سر (کمر سے) جھکا کر رکھتے اور نہ اپنا سر (کمر سے) بلند کرتے پھر اپنا سر اٹھاتے اور سیدھا کھڑے ہو جاتے تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھتے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے یہاں تک کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے پھر آپ اللہ أکبر کہہ کر زمین کی طرف جھکتے چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے (سجدہ میں) دور رکھتے پھر (سجدہ سے) اپنا سر بلند فرماتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ میں موڑ دیتے (اور قبلہ کی طرف ان کا رخ کرتے) پھر (تکبیر کے بعد دوسرا) سجدہ کرتے پھر اللہ أکبر کہہ کر (دوسرے سجدہ سے) سر بلند فرماتے اور اپنے بائیں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت کی طرح افعال کرتے پھر جب دو رکعت مکمل کر کے (تیسری رکعت کیلئے) کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ وہ آپکے دونوں کندھوں کے بالمقابل ہو جاتے جیسا کہ تکبیر شروع کرتے وقت آپ نے تکبیر کہی تھی پھر اپنی باقی نماز میں بھی یہی افعال ادا کرتے یہاں تک کہ جب وہ سجدہ آجاتا جس کے بعد سلام پھیرنا ہوتا تھا تو اپنے بائیں پاؤں کو نکالتے اور حالت تورک میں بائیں پہلو پر (یعنی بائیں کولہے کو زمین پر رکھ کر بیٹھتے، پاؤں پر نہ بیٹھتے) تو صحابہؓ نے فرمایا نبی اکرم ﷺ اسی طرح سے نماز ادا فرماتے تھے۔

٧٣١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَذَاكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: فَذَكَرَ بَعْضَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ: «فَإِذَا رَكَعَ أَمْكَنَ كَفَّيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ وَفَرَّجَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَهُ غَيْرَ مُقْنِعٍ رَأْسَهُ، وَلَا صَافِحٍ بِخَدِّهِ» ، وَقَالَ: «فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى. فَإِذَا كَانَ فِي الرَّابِعَةِ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ».

ترجمہ: محمد بن عمرو العامری کہتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں شریک تھا جس میں حضرات صحابہ موجود تھے تو ان صحابہ نے نبی پاک کی نماز کا مذاکرہ کیا۔ ابو حمید ساعدی نے فرمایا...... مصنفؒ کہتے ہیں محمد بن عمرو بن حلحلۃ نے گزشتہ حدیث کا کچھ حصہ اس کے بعد نقل کیا (تو محمد بن عمرو بن حلحلۃ کی روایت محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت کے مقابلہ میں مختصر ہے اور ان دونوں روایتوں میں مزید اختلاف بھی ہے جس کو مصنف آگے بیان کر رہے ہیں) محمد بن عمرو بن حلحلہ نے کہا رسول اللہ ﷺ جب رکوع میں تشریف لے گئے تو آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں سے اپنے دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑا اور رکوع میں اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی فرمائی پھر آپ نے اپنی کمر کو جھکایا نہ تو آپ کا سر آپکی کمر سے اٹھا ہوا تھا اور نہ ہی آپ کا گال (کلّہ) ظاہر ہو رہا تھا راوی محمد بن عمرو بن حلحلۃ کہتے ہیں کہ حضور جب دو رکعتوں کے ختم ہونے کے بعد بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کے اندرون پر بیٹھتے اور سیدھا پاؤں اٹھا لیتے اور جب چوتھی رکعت کے اختتام پر بیٹھے تو اپنے بائیں کولہے زمین پر رکھ دیتے اور اپنے دونوں پاؤں ایک جانب (داہنی طرف) سے نکال دیتے۔

٧٣٢ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، نَحْوَ هَذَا قَالَ: «فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ الْقِبْلَةَ».

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء سے گزشتہ حدیث کی مانند روایت ہے اس میں یہ الفاظ کہ جب سجدہ میں تشریف لے جاتے تو دونوں ہاتھ اس طرح رکھتے کہ نہ تو دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھاتے اور نہ ہی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بناتے...... اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کر دیتے۔

٧٣٣ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، حَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَحَدِ بَنِي مَالِكٍ، عَنْ عَبَّاسٍ أَوْ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَجْلِسِ أَبُو هُرَيْرَةَ، وَأَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، وَأَبُو أُسَيْدٍ بِهَذَا الْخَبَرِ يَزِيدُ أَوْ يَنْقُصُ قَالَ فِيهِ: "ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ يَعْنِي مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفَّيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ، ثُمَّ كَبَّرَ فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ، ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ: ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرَةٍ، ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ فِي التَّشَهُّدِ".

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء عباس یا عیاش بن سہل الساعدی سے نقل کرتے ہیں کہ عباس بن سہل اسی مجلس میں تھے جس مجلس میں عباس کے والد سہل موجود تھے اور سہل نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں اور اس مجلس میں حضرت

ابوہریرہ، ابوحمید ساعدی اور ابواسید موجود تھے۔ اس کے بعد راوی عیسیٰ بن عبداللہ نے گزشتہ حدیث نقل کی جس میں کچھ اضافہ اور کمی ہے عیسیٰ بن عبداللہ نے اس حدیث میں یہ فرمایا کہ پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ نے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور قومہ کی حالت میں رفع الیدین کیا پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گئے اور سجدہ کی حالت میں اپنی دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور پنجوں پر سیدھے بیٹھ گئے پھر آپ نے تکبیر کہی (سجدے سے اٹھنے کے لئے) چنانچہ آپ بیٹھ گئے (دونوں سجدوں کے درمیان) آپ نے تورک فرمایا اور اپنے سیدھے پاؤں کو کھڑا کیا پھر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے (دوسرے سجدے میں جانے کے لئے) تکبیر کہی، سجدہ کیا پھر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تکبیر کہی (دوسرے سجدے سے اوپر اٹھنے کے لئے) پھر سیدھا کھڑے ہوگئے اور تورک نہیں فرمایا پھر راوی نے آگے مکمل حدیث نقل کی۔ عیسیٰ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دو رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھ گئے یہاں تک کہ جب آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قیام کا ارادہ فرمایا تو تکبیر کہہ کر کھڑے ہوگئے پھر باقی دو رکعتیں ادا کیں اور عیسیٰ بن عبداللہ نے تشہد میں تورک کو ذکر نہیں کیا۔

٧٣٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ، حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرُوا صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بَعْضَ هَذَا، قَالَ: "ثُمَّ رَكَعَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ كَأَنَّهُ قَابِضٌ عَلَيْهِمَا، وَوَتَّرَ يَدَيْهِ فَتَجَافَى عَنْ جَنْبَيْهِ، قَالَ: ثُمَّ سَجَدَ فَأَمْكَنَ أَنْفَهُ وَجَبْهَتَهُ وَنَحَّى يَدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ حَتَّى رَجَعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ حَتَّى فَرَغَ، ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَكَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى" وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسَى، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، لَمْ يَذْكُرِ التَّوَرُّكَ وَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ فُلَيْحٍ وَذَكَرَ الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ نَحْوَ جِلْسَةِ حَدِيثِ فُلَيْحٍ، وَعُتْبَةَ.

ترجمہ: عباس بن سہل کہتے ہیں ابوحمید، ابواسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ ایک مجلس میں جمع ہوئے انہوں نے نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نماز کا مذاکرہ کیا تو ابوحمید نے کہا کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی نماز کا طریقہ جانتا ہوں پھر فلیح راوی نے ماقبل حدیث کا بعض حصہ ذکر کیا فلیح راوی کہتے ہیں پھر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے رکوع فرمایا چنانچہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طور پر رکھا کہ گویا کہ دونوں گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کمان کی مانند بنایا اور ان دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے الگ کر دیا اور راوی کہتا ہے پھر آپ سجدہ میں گئے تو آپ نے اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر اچھی طرح رکھا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے جدا کیا اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں کندھوں کے مدمقابل رکھا پھر اپنے سر کو اٹھایا یہاں تک کہ ہر ہڈی اسکی جگہ لوٹ آئی (یعنی پہلے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے بیٹھ گئے) یہاں تک کہ

آپ پہلی رکعت سے فارغ ہوگئے پھر آپ نے جلسۂ استراحت فرمایا اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھایا (اور اس پر بیٹھ گئے) اور سیدھے پاؤں کے پنجے کو قبلہ رخ کر دیا اور اپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو سیدھے گھٹنے پر رکھا اور اپنے الٹے ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے بائیں گھٹنے پر رکھا اور اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو عتبہ بن ابی حکیم نے عبداللہ بن عیسیٰ سے عن العباس بن سہل نقل کیا اس میں عتبہ نے تورک کو ذکر نہیں کیا اور فلیح کی حدیث کے مانند روایت نقل کی اور حسن بن حر نے تورک کے ذکر کے بغیر تشہد ثانی کیلئے جلسہ کرنے کو ذکر کیا ہے جیسا کہ فلیح اور عتبہ کی حدیث میں آخری تشہد کیلئے جلسہ کرنے کا ذکر ہے۔

٧٣٥ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي عُتْبَةُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عِيسَى، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: «وَإِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ» قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ سَهْلٍ، حَدَّثَ فَلَمْ أَحْفَظْهُ فَحَدَّثَنِيهِ، أُرَاهُ ذَكَرَ عِيسَى بْنَ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ، قَالَ: حَضَرْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ.

ترجمہ: عبداللہ بن عیسیٰ نے عباس بن سہل الساعدی سے حضرت ابوحمید سے گزشتہ حدیث کے مثل نقل کیا ہے۔ مصنفؒ کہتے ہیں عتبہ استاد نے فلیح کی حدیث پر اضافہ کرتے ہوئے یوں بیان کیا کہ آپ جب سجدہ میں جاتے تو اپنی دونوں رانوں کے درمیان فاصلہ کر دیتے اور آپ اپنے پیٹ کا بوجھ اپنی رانوں پر نہیں ڈالتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں عبداللہ بن مبارکؒ نے حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ سَهْلٍ کی سند سے اس روایت کو نقل کیا یہ روایت میں بھول گیا تو مجھے اس حدیث کو میرے خیال میں فلیح نے عیسیٰ بن عبداللہ سے نقل کی کہ انہوں نے عباس بن سہل سے سنا کہ میں ابوحمید الساعدی کی مجلس میں تھا۔

٧٣٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: "فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ قَالَ: فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بَيْنَ كَفَّيْهِ وَجَافَى عَنْ إِبْطَيْهِ" قَالَ حَجَّاجٌ: وَقَالَ هَمَّامٌ: وحَدَّثَنَا شَقِيقٌ، حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا، وَفِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا وَأَكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخِذِهِ.

ترجمہ: عبدالجبار بن وائل اپنے والد سے مرفوعاً اس حدیث کو نقل کرتے ہیں وائل نے کہا کہ حضور ﷺ جب سجدہ میں گئے تو آپ کے گھٹنے آپکی ہتھیلیوں کے رکھنے سے پہلے زمین پر پہنچ گئے پھر جب آپ نے سجدہ کیا تو اپنی پیشانی کو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا اور اپنے بازوؤں کو اپنی بغلوں سے دور کر دیا ہمام استاد نے کہا شقیق استاد نے اپنی سند سے وائل کی حدیث کے مانند ہمیں حدیث نقل کی اور محمد بن جحادی یا شقیق میں سے کسی ایک کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ جب آپ کھڑے ہوئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنی دونوں رانوں پر سہارا لیا...... میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ الفاظ محمد بن جحادہ کی

حدیث میں ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٩٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٠) جامع الترمذي - الصلاة (٣٠٤) سنن النسائي - السهو (١١٨١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٣٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٢٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٦)

شرح الأحاديث **حدیث ابو حمید ساعدی کی تخریج:** قوله: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: یہ رفع یدین کے سلسلہ کے تیسرے صحابی کی حدیث ہے، یہ سنن اربعہ اور مسند احمد کی روایت ہے امام بخاریؒ نے اسکا صرف شروع کا حصہ ذکر کیا اور عام طور سے شراح نے اس کی نسبت نسائی کی طرف نہیں کی، حالانکہ یہ حدیث اسمیں بھی ہے امام نسائیؒ نے بھی اس کی ابواب السہو میں مختصراً تخریج کی ہے، اور اس میں صرف رفع عند القیام من الرکعتین مذکور ہے، یہی وہ حدیث ہے جس کو علامہ شوکانیؒ نے دس بلکہ گیارہ حدیثیں شمار کیا ہے، جیسا کہ ابتدائی مباحث میں گزر چکا، میں سبق میں کہا کرتا ہوں کہ دیکھو بھائی! ہم بھی جب اس حدیث کے جوابات دیں گے اور اس پر کلام کریں گے تو وہ صرف ایک حدیث کا جواب نہیں ہوگا بلکہ گیارہ حدیثوں کا جواب ہوگا۔

حنفیہ کی طرف سے اس حدیث کے جوابات: اس حدیث پر ہماری طرف سے متعدد نقد کئے گئے ہیں جنکو حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں مختصراً اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے أماني الأحبار میں تفصیل سے ذکر فرمایا ہے بذل میں اس پر کلام دو جگہ ہے ایک تو یہاں حدیث کے تحت اور ایک باب رفع الیدین کے تحت میں جہاں حضرتؒ فریقین کے دلائل پر کلام فرمایا ہے وہ نقد یہ ہیں:

① اس حدیث کی سند میں عبد الحمید بن جعفر ہیں جو ضعیف ہیں، یحیٰ بن سعید نے ان کی تضعیف کی ہے۔

② اس حدیث میں رفع عند القیام من الرکعتین مذکور ہیں جس کے جمہور قائل نہیں۔

③ اس حدیث میں اس حیثیت سے اختلاف واضطراب ہے کہ بعض رواۃ نے اسمیں قعدہ اخیرہ میں تورک ذکر کیا ہے، اور بعض نے نہیں، اور اس کے بعض طرق میں بجائے تورک فی الجلسۃ الاخیرہ کے تورک فی الجلوس بین السجدتین مذکور ہے۔

④ اس حدیث کو ابو حمید ساعدی نے دس صحابہ کی موجودگی میں بیان فرمایا تھا، اور اسی لئے یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ حدیث دس حدیثوں کے قائم مقام ہے، لیکن دس حدیثوں کے قائم مقام تو جب ہوگی، جب یہ سب حضرات اسکی تصدیق کریں، حالانکہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اخیر میں قَالُوا: صَدَقْتَ، صرف ابو عاصم کی روایت میں ہے ان کے علاوہ کسی نے یہ جملہ نقل نہیں کیا، غرضیکہ ان صحابہؓ کی تصدیق بھی کھٹائی میں پڑ گئی، پھر یہ حدیث دس حدیثوں کے قائم مقام کیسے ہوئی؟

احقر عرض کرتا ہے اس حدیث کے سیاق کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان صحابہؓ کیطرف سے تصدیق نہ ہونی چاہئے، اس لئے کہ ابو حمید

ساعدی نے اپنی مجلس میں ان دس صحابہ کے سامنے شروع میں یہ بات فرمائی تھی بلکہ دعوی کیا تھا کہ میں حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت اور تفصیل سے جتنا واقف ہوں تم میں سے کوئی بھی اتنا واقف نہیں، سامعین نے اس پر اشکال بھی کیا کہ یہ کیسے؟ نہ آپ ہم سے حضور ﷺ کی صحبت میں بڑھے ہوئے ہو نہ آپ ﷺ کے اتباع میں، انہوں نے کہا کہ اس کے باوجود وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اچھا وہ تفصیل بیان کیجئے، چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کی نماز کی تفصیل من أوله إلى آخره بیان کی، اس پر ہمیں کہنا یہ ہے کہ ابوحمید ساعدی کا دعویٰ اعلیت اسی وقت صحیح ہوگا جب ساری تفصیل سامعین کو معلوم نہ ہو اور معلوم نہ ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ساری تفصیل سننے کے بعد حاضرین کی طرف سے تصدیق نہ ہو، اس لئے کہ تصدیق بدون علم سابق کے نہیں ہو سکتی اسی لئے حدیث جبرئیل میں آتا ہے فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ [1]، نتیجہ یہ نکلا کہ اس حدیث میں قَالُوا: صَدَقْتَ نہیں ہے، اور فی الواقع اکثر روایات میں ہے بھی نہیں، کما قاله الطحاوی، تو پھر اس حدیث سے استدلال کی اب کیا نوعیت رہی جس کو سن کروہ [2] ... ... رہ گئے، پس اسکا تو ایک حدیث ہونا بھی مشکل ہو گیا چہ جائیکہ دس۔

⑤ **حدیث ابو حمید کا انقطاع:** ایک بڑا قوی اشکال اس حدیث کی ... پر یہ ہے جس کو امام طحاویؒ اور ان کے متبعین نے بیان کیا ہے کہ اسمیں انقطاع ہے محمد بن ... عمرو بن عطاء اور ابو حمید ساعدی کے درمیان، جس کے تین قرینہ ہیں:

اول قرینہ: یہ کہ اس حدیث کو محمد بن عمرو سے جس طرح عبدالحمید ابن جعفر روایت کر رہے ہیں، جو یہاں ابوداؤد کی سند میں موجود ہیں، اسی طرح اسکو عطاف بن خالد بھی محمد بن عمرو سے روایت کرتے ہیں لیکن عطاف نے محمد بن عمرو اور ابوحمید کے درمیان رجل مبہم کا واسطہ ذکر کیا ہے "عن محمد بن عمرو بن عطاء عن رجل عن ابی حمید الساعدی"۔

دوسرا قرینہ: یہ ہے کہ آگے خود اس کتاب میں عیسیٰ بن عبداللہ کی روایت میں ان دونوں کے درمیان عباس بن سہل کا واسطہ موجود ہے "عن محمد بن عطاء عن عباس بن سهل عن ابی حمید"۔

تیسرا قرینہ: یہ ہے کہ ان دس صحابہ میں ایک ابوقتادہؓ بھی ہیں حالانکہ محمد بن عمرو بن عطاء نے ان کا زمانہ نہیں پایا، ان کی وفات محمد بن عمرو کی ولادت سے پہلے ہو چکی تھی، ابوقتادہؓ کی وفات حضرت علیؓ کے زمانہ میں ۳۸ھ میں ہوئی، حضرت علیؓ نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، حافظ ابن حجرؒ التلخيص الحبير [3] میں اس کو تسلیم کیا ہے، اور محمد بن عمرو بن عطاء کی پیدائش ۴۰ھ میں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ شاگرد کی پیدائش استاذ کی وفات سے دو سال بعد ہوئی پھر وہ ان سے کیسے روایت کر سکتے ہیں لامحالہ روایت منقطع ہوگی۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب معرفة الإيمان، والإسلام، والقدر، وعلامة الساعة ٨

[2] اور اگر کوئی کہے کہ سکوت دلیل تسلیم کی ہے اور ان کو یہ تفصیل معلوم تھی تو پھر ہم پوچھیں گے کہ وہ اعلیت کا دعویٰ کہاں گیا اور ان لوگوں نے ابوحمید پر یہ اعتراض کیوں نہیں کیا کہ آپ تو یہ فرمار ہے تھے کہ میں اعلم ہوں یہ سب کچھ تو ہمیں بھی معلوم ہے، ۱۲۔

[3] التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير ج ١ ص ٤٠٣

یہ جو ہم نے کہا کہ محمد بن عمرو کی پیدائش ۴۰ھ میں ہے وہ اس لئے کہ مشہور عند علماء الرجال یہ ہے کہ ان کی وفات ۱۲۰ھ میں بعمر اسی سال، ایک سو بیس میں سے اسی وضع کرنے کے بعد چالیس باقی رہتے ہیں اس حساب سے ۴۰ھ میں ان کی پیدائش ہوئی یعنی ابو قتادہؓ کے انتقال سے دو سال بعد، یہ ساری جرح امام المحدثین ابو جعفر طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں بیان فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر کی طرف سے جواب انقطاع اور ہماری طرف سے استدراک: اس انقطاع کے اشکال سے خلاصی کی شکل حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ اختیار کی کہ ہو سکتا ہے ابو قتادہ کی عمر کے بارے میں ۵۴ھ کا قول زیادہ صحیح ہو جیسا کہ وہ واقدی کی رائے ہے، حالانکہ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر میں فرما چکے ہیں کہ قول راجح ابو قتادہ کی وفات میں ۳۸ھ ہی ہے جیسا کہ ابن سعد کی رائے ہے، اور پھر آگے فتح الباری میں حافظؒ لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ محمد بن عمرو کی مدۃ العمر جو بتائی جاتی ہے یعنی اسی سال وہ صحیح نہ ہو بلکہ ان کی عمر اس سے زائد ہو، مثلاً پچاسی سال ہو تو اب ایک سو بیس میں سے پچاسی وضع کرنے کے بعد پینتیس باقی رہ جائیں گے تو اس لحاظ سے شاگرد کا سنہ ولادت ۳۵ھ ہوگا نہ کہ چالیس، نیز آگے لکھتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان دس صحابہ میں ابو قتادہؓ شامل نہ ہوں، اور جس روایت میں ان کا تسمیہ آیا ہے وہ غلط ہو، دیکھئے حافظ صاحبؒ کیا کہے جا رہے ہیں حمایت کی کوئی حد بھی ہو، ابن عبد البرؒ اور ابن القطانؒ اور ابن سعدؒ تلمیذ واقدی اور خود حافظ ابن حجرؒ کی رائے التلخیص الحبیر میں ابو قتادہ کی وفات کے بارے میں ۳۸ھ ہی ہے، دوسرا قول ۵۴ھ کا ہے جس کو بیہقی نے ترجیح دی ہے، رہ گئے باقی دو قرینے سو ان میں سے عطاف بن خالد والی روایت کا جواب حافظؒ نے التلخیص الحبیر میں یہ دیا ہے کہ محمد بن عمرو دو ہیں، محمد بن عمرو بن عطاء اور محمد بن عمرو بن علقمہ، عطاف بن خالد، جس محمد بن عمرو سے روایت کر رہے ہیں وہ محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں ان کی روایت میں واسطہ واقعی موجود ہے اور جو روایت بلا واسطہ ہے اسمیں محمد بن عمرو سے مراد محمد بن عمرو بن عطاء ہیں، یہ روایت بلا واسطہ ہے، لہذا یہ دو سندیں الگ الگ ہیں کسی ایک میں انقطاع نہیں [1]، اسکا جواب ہماری طرف سے یہ دیا گیا کہ یہ تفریق صحیح نہیں، عطاف بن خالد کی روایت میں بھی محمد بن عمرو بن عطاء ہی ہے جیسا طحاوی کی روایت میں مصرح ہے، اور عیسی بن عبد اللہ والی روایت کا جواب حافظ نے فتح الباری میں یہ دیا ہے کہ وہ مزید فی متصل [2] الاسانید کے قبیل سے ہے، اس پر علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ مزید فی متصل الاسانید کیلئے شرط یہ ہے کہ اصل راوی کا سماع ثابت ہو اپنے مروی عنہ سے، اور یہاں ایسا نہیں اس لئے کہ شعبی جو اس فن کے امام ہیں جن کی نفی نفی ہے اور اثبات اثبات، وہ فرماتے ہیں کہ محمد بن عمرو کا سماع ابو قتادہ سے ثابت نہیں، تو جب اصل راوی (محمد بن عمرو) کا سماع مروی عنہ (ابو قتادہؓ) سے ثابت نہیں تو پھر واسطہ والی روایت مزید فی متصل الاسانید کیسے ہو سکتی ہے، واللہ

---

[1] التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر ج ۱ ص ۴۰۲

[2] بعض مرتبہ ایک سند بدون واسطہ کے متصل ہوتی ہے پھر کسی لفظ کی زیادتی کی وجہ سے جو اصل روایت میں نہیں تھی، دوسری روایت میں ہے اور وہ زیادتی اسی راوی کو کسی واسطہ سے پہنچی ہے تو وہاں واسطہ کا اضافہ ہو جاتا ہے حالانکہ وہ سند فی نفسہ بدون واسطہ کے بھی متصل ہوتی ہے۔

الموفق وهو الهادي الى سواء السبيل۔

یہاں تک حدیث ابوحمید ساعدی پر اشکال وجواب کی بحث پوری ہوئی بقول علامہ شوکانی کے یہ حدیث دس حدیثوں کے قائم مقام تھی، لہذا یہ اعتراضات وجوابات بھی ایک حدیث پر نہیں بلکہ آپ کی دس حدیثوں پر ہیں۔

شرح الحدیث: قولہ: فَلَا يَصُبُّ رَأْسَهُ وَلَا يُقْنِعُ: حالت رکوع میں نہ اپنے سر کو جھکاتے تھے اور نہ اوپر کو اٹھاتے تھے، فقہاء نے لکھا ہے کہ رکوع میں سرین پشت اور سر تینوں ہموار ہونے چاہئیں کمر یا سر کو نہ زیادہ جھکائے اور نہ اوپر کو ابھارے۔

قولہ: وَيَفْتَخُ [1] أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ: یہ فتخ سے ہے خاء منقوطہ کیساتھ جس کے معنی نرم اور مائل کرنے کے ہیں، یعنی سجدہ کی حالت میں پاؤں کی انگلیوں کے رخ کو موڑ کر قبلہ کی طرف کرتے تھے۔

قولہ: وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا: یعنی رکعت اولی میں سجدۂ ثانیہ کے بعد بیٹھتے تھے اسی کو جلسۂ استراحت کہتے ہیں، جلسۂ استراحت پر مصنف نے آئندہ مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ النُّهُوضِ فِي الْفَرْدِ اس پر کلام وہیں آئیگا۔

قولہ: حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ: اسی کا نام تورک ہے، افتراش تو یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے، اور تورک میں یہ ہوتا ہے کہ بائیں پیر پر بجائے بیٹھنے کے اسکو دائیں طرف کو نکال لیا جائے اور سرین کو زمین پر رکھا جائے۔

ھیئۃ الجلوس فی التشھد میں اختلاف علماء: جلوس فی التشہد میں افتراش اولی ہے یا تورک، مسئلہ مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مطلقاً افتراش ہے اور امام مالکؒ کے یہاں مطلقاً تورک، اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے یہاں قعدۂ اولی اور اخری کا فرق [2] ہے، قعدہ اولی میں افتراش اولی ہے اور قعدہ اخری میں تورک، جو نمازیں ذات تشہدین ہیں ان میں تو اس طرح ہوگا، اور جس نماز میں صرف ایک ہی تشہد ہو جیسے صلاۃ جمعہ وصلاۃ فجر، ان میں امام شافعیؒ کے یہاں تورک ہوگا اور امام احمدؒ کے یہاں نہیں، لہذا امام شافعی کے یہاں تورک مطلقاً قعدۂ اخیرہ میں ہوگا خواہ وہ قعدۂ ثانیہ نہ ہو، اور امام احمدؒ کے یہاں دوسرے کی قید ہے، اگر کسی نماز میں ایک ہی قعدہ ہو تو اسمیں نہ ہوگا۔

دلائل الفریقین: شافعیہ کی دلیل اس مسئلہ میں ابوحمید ساعدی کی حدیث ہے، اور حنفیہ کیلئے متعدد احادیث ہیں، اول حضرت عائشہؓ کی جو کہ مسلم ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت ہے، دوسری وائل بن حجرؓ کی حدیث جو ابوداود، نسائی ومسند احمد میں ہے، اور تیسری رفاعہ بن رافع کی حدیث یعنی حدیث المسی فی الصلاۃ ان سب احادیث میں مطلقاً افتراش مذکور ہے، اسی کو حنفیہ نے اختیار کیا

---

[1] یہاں اختلاف نسخ ہے، یحیی عبدالمجید کے نسخہ میں یفتح ہے، جبکہ شیخ عوامہ کے نسخہ میں ویفتخ ہے۔

[2] بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ شافعیہ کے یہاں تورک کا سبب طول جلوس ہے، تو گویا اصل افتراش ہی ہوا لیکن چونکہ افتراش میں ذرا مشقت سی ہوتی ہے اسلئے مختصر قعدہ میں اس کو اور طویل قعدہ میں تورک کو اختیار کیا گیا، اور امام احمدؒ کے نزدیک منشا تورک تمییز بین القعدۃ الاولی والاخیرہ ہے تاکہ مسجد میں بعد میں آنیوالے شخص کو خود ہی پتہ چل جائے کہ امام قعدہ اولی میں ہے یا اخیرہ میں اور جن نمازوں میں ایک ہی قعدہ ہے وہاں تمییز کی ضرورت ہی نہیں، ۱۲۔

ہے ،لکن هذا عند نا في حق الرجال واما المرأة فتقعد متورکۃً، اس لئے کہ اسمیں تستر زیادہ ہے جو عورت کے حال کے مناسب ہے۔

تورک کی مختلف شکلیں: قولہ: وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ: روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تورک کے دو طریقے ہیں: ① ایک یہ کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس کو دائیں طرف نکال لیا جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے، بخاری کی ابو حمید ساعدی کی حدیث میں اسی طرح مذکور ہے، ② اور دوسرا طریقہ وہ ہے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے کہ دائیں پاؤں کو بھی پڑا لیا جائے، اور ایک تیسرا طریقہ تورک کا اور ہے جو مسلم کی روایت میں مذکور ہے وہ یہ کہ بائیں پاؤں کو دائیں جانب نکالنے کے بجائے اس کو دائیں ران اور پنڈلی کے بیچ میں دبا لیا جائے، تورک کے بارے میں مختلف روایات اور اس کی متعدد شکلیں بڑی تفصیل کے ساتھ الحل المفہم میں بیان کی گئی ہیں۔

قولہ: وَهُوَ سَاجِدٌ، ثُمَّ كَبَّرَ فَجَلَسَ فَتَوَرَّكَ وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى: یہ تورک بین السجدتین ہے۔

قولہ: فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ: رکوع کی ہیئت بیان ہو رہی ہے کہ رکوع کی حالت میں یدین کو رکبتین پر بہت مضبوطی سے رکھے جیسے ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ رکھا ہو، وَوَتَّرَ يَدَيْهِ یہ وتر سے ماخوذ ہے، تانت کو کہتے ہیں یعنی رکوع کی حالت میں دونوں ہاتھ تنے ہوئے رہنے چاہئیں جس طرح کمان میں تانت تنی رہتی ہے، تاکہ دونوں ہاتھ پہلو سے جدا رہیں، اور اگر ان کو ڈھیلا کر کے موڑ لیا جائے گا تو ہاتھ پہلو سے مل جائیں گے۔

حدثنا عمرو بن عثمان...... قولہ: وَإِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ: باب صفۃ السجود میں اس کے خلاف آرہا ہے اس میں اس طرح ہے وَلْيَضُمَّ فَخِذَيْهِ[1]، چونکہ اس مسئلہ کا تعلق صفۃ سجود سے ہے اس لئے اس پر کلام وہیں آئیگا۔

قولہ: فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ: **رکوع سے سجدہ میں جانے اور پھر سجدہ سے اٹھکر کھڑے ہونیکی کیفیت میں اختلاف علماء:** رکوع سے اٹھنے کے بعد سجدہ میں جانیکا مسنون طریقہ عند الجمہور والائمۃ الثلاثۃ یہی ہے جو یہاں مذکور ہے یعنی سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے بعد میں دونوں ہاتھ، اسمیں امام مالکؒ اور اوزاعیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس کے برعکس ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر دونوں ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے، جس طرح یہ اختلاف سجدہ میں جانے میں ہے اسی طرح سجدہ سے اٹھ کر کھڑے ہونے میں ہے، جمہور کہتے ہیں کہ سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے زمین سے دونوں ہاتھ اٹھیں گے اور بعد میں رکبتین، مالکیہ کے یہاں اس وقت بھی برعکس ہے کہ پہلے گھٹنے اٹھائے بعد میں یدین، سجدہ میں جانے اور اس سے اٹھنے کی یہ کیفیت آگے ایک حدیث میں آرہی ہے جس پر مصنفؒ نے ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ وائل بن حجرؓ کی حدیث ہے جس کے لفظ یہ ہیں: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب صفة السجود ۹۰۱

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ. وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ [1]، یہ وہی کیفیت ہے جس کو جمہور علماء اور ائمہ ثلاث نے اختیار کیا، امام مالکؒ کی دلیل اسی آئندہ آنے والے باب میں آرہی ہے اس کا انتظار کیجئے۔

یہاں ایک تیسرا اختلاف اور ہے، وہ یہ کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد کھڑے ہوتے وقت ہاتھوں کا اعتماد رکبتین پر ہو یا زمین پر، حنفیہ حنابلہ کے نزدیک گھٹنوں کے سہارے سے کھڑا ہونا سنت ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک زمین پر اعتماد کرکے اٹھنا سنت ہے، اس مسئلہ کا ذکر آگے حدیث الباب میں اس طرح آرہا ہے: وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخِذِهِ [2]، یہ حنفیہ وحنابلہ کی دلیل ہے، اور مالکیہ کے نزدیک تو چونکہ سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت ہی زمین سے ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے ان کے یہاں تو شروع سے اخیر تک ہی ہاتھ زمین پر رہتے ہیں، لہٰذا ان کے مسلک میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کھڑے ہوتے وقت اعتماد الیدین علی الارض ہوگا یا علی الرکبتین، ان کے یہاں تو ہاتھ از اول تا آخر زمین پر ہی رہتے ہیں، اسی لئے حضرت شیخؒ نے حاشیہ لامع میں مذاہب ائمہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مالکیہ کے یہاں سجدہ سے اٹھتے وقت اعتماد علی الارض سنت مستقلہ نہیں ہے، بعض شراح نے چونکہ اس تیسرے مسئلہ میں امام شافعیؒ کیساتھ امام مالکؒ کو بھی ذکر کیا ہے اس لئے ہم نے اس کی وضاحت کر دی، اس مسئلہ کے اختلاف کو تجزیہ کیساتھ ہی بیان کرنا اور سمجھنا زیادہ آسان ہے ورنہ جن شراح حدیث نے ان دو مسئلوں کو علیحدہ علیحدہ نہیں بیان کیا ان کے مضمون میں خلط [3] ہوگیا، اور اس اختلاف کو سمجھنا دشوار ہوگیا، كما يظهر بالرجوع الى الشروع. واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب، اس مسئلہ کی کسی قدر وضاحت حضرت شیخؒ نے حاشیہ لامع (۳۲۹) میں فرمائی ہے۔

قوله: وَفِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا وَأَكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ: یہ ہمام کا مقولہ ہے، ہمام کے اس حدیث میں دو استاذ ہیں، محمد بن جحادہ اور شقیق، تو ہمام یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ زیادتی جو میں آگے ذکر کررہا ہوں ان دونوں میں سے کسی ایک کی حدیث میں ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ محمد بن جحادہ کی حدیث میں ہے۔

۷۳۷- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ فِطْرٍ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه ۸۳۸

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه ۸۳۹

[3] **تنبیہ**: چنانچہ آئندہ آنیوالے باب میں حدیث وائل جس کے الفاظ ہم نے اوپر لکھے ہیں اور اس کو جمہور کے مسلک کے مطابق قرار دیا ہے اس کے بارے میں حضرت نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے وبه قال أبو حنيفة وخالفه الشافعي، حالانکہ دوسرے شراح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث جمہور کے مسلک کے مطابق ہے، شافعیہ کے خلاف نہیں، اور ہماری بھی یہی رائے ہے اس لئے کہ اس حدیث میں پہلا مسئلہ یعنی سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت میں جو کیفیت ہونی چاہئے اس کو بیان کیا ہے، اور اس میں عند الجمہور والائمۃ الثلاث یہی ہے کہ رفع الیدین قبل الرکبتین ہونا چاہئے جس کو دسیوں شراح نے لکھا ہے، ہاں پھر بعد میں شافعیہ، حنفیہ وحنابلہ سے جدا ہوگئے ہیں یعنی سجدہ سے اٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے وقت اس میں چونکہ امام شافعیؒ کے نزدیک زمین پر اعتماد سنت ہے، اسلئے وہاں گھٹنے ہاتھوں سے پہلے اٹھیں گے اور امام مالک کے یہاں تو ہاتھ شروع سے اخیر تک ہی زمین پر رہتے ہیں، فتدبر وتشکر ۱۲۔

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَرْفَعُ إِبْهَامَيْهِ فِي الصَّلَاةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ».

ترجمہ: عبدالجبار بن وائل اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ نماز میں اپنے انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کی لو تک بلند فرماتے تھے۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧٣٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

٧٣٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا كَبَّرَ لِلصَّلَاةِ جَعَلَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَكَعَ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا رَفَعَ لِلسُّجُودِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ جب نماز کیلئے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کی سیدھ میں لے جاتے اور جب رکوع فرماتے تو اسی طرح کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سجدہ میں جاتے ہوئے اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور جب دو رکعتوں کو مکمل کر کے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین فرماتے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٣٨)

شرح الحديث: **رفع یدین کی چوتھی حدیث:** یہ رفع یدین کے سلسلہ میں چوتھے صحابی ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے اس کے اندر رفع یدین فی المواضع الأربعة مذکور ہے رفع عند القیام من الرکعتین ہے، اس کی سند میں یحیٰ بن ایوب راوی ہیں جو متکلم فیہ ہے، نیز اس کے اندر ابن جریج ہیں جو مدلس ہیں وہ اس کو عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

٧٣٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي هُبَيْرَةَ، عَنْ مَيْمُونٍ الْمَكِّيِّ، أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ، «وَصَلَّى بِهِمْ يُشِيرُ بِكَفَّيْهِ حِينَ يَقُومُ وَحِينَ يَرْكَعُ وَحِينَ يَسْجُدُ وَحِينَ يَنْهَضُ لِلْقِيَامِ، فَيَقُومُ فَيُشِيرُ بِيَدَيْهِ» فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقُلْتُ إِنِّي رَأَيْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى صَلَاةً لَمْ أَرَ أَحَدًا يُصَلِّيهَا فَوَصَفْتُ لَهُ هَذِهِ الْإِشَارَةَ، فَقَالَ: إِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَدِ بِصَلَاةِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ.

ترجمہ: میمون مکی کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا اور عبداللہ بن زبیرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے اور دوران نماز رفع الیدین فرما رہے تھے تو میں عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ وہ ایسے نماز پڑھ رہے ہیں میں نے صحابہ و تابعین میں اسی طرح (رکوع سجدہ میں جاتے ہوئے رفع الیدین کرنا) کسی کو نہیں دیکھا تو میں نے عبداللہ بن عباسؓ کو رفع الیدین والی نماز اشارہ کر کے بتلائی تو عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم پسند کرتے

ہو کہ رسول اللہ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی نماز کو دیکھو تو عبد اللہ بن زبیرؓ کی نماز کی پیروی کرو۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٧٣٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٩/١)

شرح الحديث: یہ وہی میمون مکی والی حدیث ہے جس پر کلام ہمارے یہاں مباحث ابتدائیہ میں آچکا۔

٧٤٠ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي السَّعْدِيَّ، قَالَ: صَلَّى إِلَى جَنْبِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ طَاوُسٍ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ «فَكَانَ إِذَا سَجَدَ السَّجْدَةَ الْأُولَى فَرَفَعَ رَأْسَهُ مِنْهَا رَفَعَ يَدَيْهِ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ» فَأَنْكَرْتُ ذَلِكَ، فَقُلْتُ لِوُهَيْبِ بْنِ خَالِدٍ، فَقَالَ لَهُ: وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ تَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَ أَحَدًا يَصْنَعُهُ فَقَالَ ابْنُ طَاوُسٍ: رَأَيْتُ أَبِي يَصْنَعُهُ، وَقَالَ أَبِي: رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَصْنَعُهُ وَلَا أَعْلَمُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ».

ترجمہ: نضر کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن طاؤس نے مسجد خیف میں میرے پہلو میں نماز ادا کی پس جب انہوں نے پہلا سجدہ کیا تو اپنا سر سجدے سے اٹھایا تو اپنے ہاتھوں کو چہرے تک اٹھایا تو میں نے اس بات کو اوپرا جانا تو میں نے وہیب بن خالد سے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن طاؤس کو سجدے سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو وہیب بن خالد نے ابن طاؤس سے کہا تم نے ایک ایسا کام کیا کہ میں نے یہ کام کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا ابن طاؤس نے کہا میں نے اپنے والد (طاؤس) کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے اور میرے والد کا کہنا ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا اور میرے خیال میں ابن عباسؓ نے یہ فرمایا تھا کہ حضور صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس طرح کیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - التطبيق (١١٤٦) سنن أبي داود - الصلاة (٧٤٠)

٧٤١ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ "كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا، قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ"، وَيَرْفَعُ ذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو دَاوُد: الصَّحِيحُ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ، لَيْسَ بِمَرْفُوعٍ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَرَوَى بَقِيَّةُ أَوَّلَهُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ وَأَسْنَدَهُ وَرَوَاهُ الثَّقَفِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، وَأَوْقَفَهُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ، قَالَ فِيهِ: «وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ يَرْفَعُهُمَا إِلَى ثَدْيَيْهِ» وَهَذَا هُوَ الصَّحِيحُ، قَالَ أَبُو دَاوُد: وَرَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَمَالِكٌ، وَأَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ مَوْقُوفًا وَأَسْنَدَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحْدَهُ عَنْ أَيُّوبَ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَيُّوبُ، وَمَالِكٌ الرَّفْعَ إِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ وَذَكَرَهُ اللَّيْثُ فِي حَدِيثِهِ، قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ فِيهِ: قُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجْعَلُ الْأُولَى أَرْفَعَهُنَّ؟ قَالَ: لَا، سَوَاءً قُلْتُ أَشِرْ لِي فَأَشَارَ إِلَى الثَّدْيَيْنِ أَوْ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رفع الیدین کرتے اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع الیدین کرتے اور جب سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو رفع الیدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے (تشہد پڑھنے کے بعد) کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے اور عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسی طرح ان چار مواقع

میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں راجح بات یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا قول ہے حدیث مرفوع نہیں ہے۔ بقیہ راوی نے اس حدیث کے پہلے حصہ کو عبیداللہ سے نقل کیا ہے اور اس کو مرفوعاً ذکر کیا ہے (اس حدیث میں پہلے تین مواقع پر رفع الیدین کا ذکر ہے تشہد سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین مذکور نہیں) اور اس حدیث کو عبدالوہاب ثقفی نے عبیداللہ سے نقل کیا تو اس حدیث کو عبداللہ بن عمرؓ سے موقوفاً ذکر کیا اور اس میں عبدالوہاب ثقفی نے کہا کہ دو رکعات سے اٹھتے ہوئے عبداللہ بن عمرؓ اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتیوں تک اٹھاتے تھے۔ مصنفؒ کہتے ہیں کہ اس طرح حدیث کو موقوفاً نقل کرنا صحیح ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں لیث بن سعد، امام مالک، ایوب اور ابن جریج نے اس حدیث کو موقوفاً نقل کیا صرف حماد بن سلمہ نے ایوب سے اس حدیث کو مرفوعاً نقل کیا....... ایوب اور مالک راوی نے دو سجدوں کے بعض اٹھتے ہوئے رفع الیدین کو ذکر نہیں کیا لیث راوی نے اپنی حدیث میں دو سجدے سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین ذکر کیا ہے۔ ابن جریج نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ میں نے نافع سے کہا کیا ابن عمرؓ پہلی مرتبہ رفع الیدین (تکبیر تحریمہ کے وقت والا) باقی رفع الیدین کے مقابلہ میں زیادہ بلند کرتے تھے تو نافع نے کہا نہیں تمام رفع الیدین ایک ہی طرح کیا کرتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ مجھے اشارہ سے رفع الیدین کرکے دکھلایئے۔ تو نافع نے اپنی چھاتیوں تک یا اس کے نیچے تک دونوں ہاتھ اٹھا کر رفع الیدین کرکے دکھلایا۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٠٢) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٥) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٦) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٧) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٨) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٥) سنن النسائي - التطبيق (١٠٥٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٨) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٤) سنن أبي داود - الصلاة (٧٤١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٨/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٧/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٦٢/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٦٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٨)

شرح الحديث **حدیث ابن عمرؓ بطریق نافع:** یہ ابن عمرؓ کی وہ دوسری حدیث ہے جو بطریق نافع ہے، بالکل شروع میں جو مرفوعاً آئی تھی وہ بطریق سالم تھی اور یہ موقوف ہے، پھر نافع کے شاگردوں میں بھی اختلاف ہے، بعض اس حدیث کو نافع سے مرفوعاً اور بعض موقوفاً روایت کرتے ہیں، چنانچہ مصنفؒ کے بیان کے مطابق لیث بن سعد، مالک بن انس، ایوب سختیانی، ابن جریج، یہ سب اس کو نافع سے موقوفاً روایت کرتے ہیں، نافع کے ایک شاگرد اور ہیں عبیداللہ ان کی روایت مختلف ہے، عبیداللہ کے شاگردوں کا اختلاف ہے، چنانچہ عبدالاعلی نے اس حدیث کو عبیداللہ سے مرفوعاً اور عبدالوہاب الثقفی نے موقوفاً نقل کیا ہے حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں عبدالاعلی ہی کی روایت کو لیا ہے، اور اسکی تائید میں حماد بن سلمہ عن ایوب عن نافع کی روایت کو پیش کیا ہے کیونکہ حماد نے بھی اسکو ایوب سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ابوداود کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ایوب سختیانی کے تمام تلامذہ اس حدیث کو ان سے موقوفاً ہی روایت کرتے ہیں، بجز حماد بن سلمہ کے کہ انہوں نے اسکو ایوب سے مرفوعاً

نقل کیا ہے۔

غرضیکہ امام ابو داؤد کے نزدیک نافع کی روایت کا موقوف ہونا اصح ہے، بنسبت مرفوع ہونے کے، اور امام بخاریؒ کی رائے اس کے برعکس ہے، لیکن امام ابو داؤد کی رائے کثرت متابعات کیوجہ سے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے۔

۷۴۲ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ، «كَانَ إِذَا ابْتَدَأَ الصَّلَاةَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ «رَفَعَهُمَا دُونَ ذَلِكَ» أَحَدٌ غَيْرُ مَالِكٍ فِيمَا أَعْلَمُ.

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کی سیدھ تک اٹھاتے اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو دونوں ہاتھ پہلے کے مقابلہ میں ذرا کم اٹھاتے تھے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں میرے خیال میں امام مالک کے علاوہ کسی نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے کہ رکوع میں ہاتھ کہاں اٹھایا کرتے تھے۔

۱۱۹ - بَابُ مَنْ ذَكَرَ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ الثِّنْتَيْنِ

تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کا بیان

بعض نسخوں [1] میں ترجمۃ الباب مذکور ہے بَابُ مَنْ ذَكَرَ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا قَامَ مِنَ الثِّنْتَيْنِ، یعنی رفع عند القیام من الرکعتین، تشہد اولی سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا، مصنفؒ نے اس باب میں اولاً ابن عمرؓ کی حدیث ذکر کی جس پر کلام ہماری طرف سے شروع میں آچکا، اور ثانیاً حضرت علیؓ کی حدیث ذکر فرمائی۔

۷۴۳ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ».

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں سے تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع الیدین فرماتے۔

۷۴۴ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ «كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ وَأَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَصْنَعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلَاةَ النَّبِيِّ

[1] بذل کے نسخہ میں یہاں باب بلا ترجمہ ہے، یہ تقریر اسی مناسبت سے ہے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ كَمَا كَبَّرَ عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے کندھوں کی سیدھ تک دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب آپ قرأت ختم فرمالیتے اور رکوع میں جانے کا ارادہ فرماتے تو پھر اسی طرح ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (قومہ میں) اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور اپنی نماز میں حالت قعود میں کسی رکن میں رفع الیدین نہیں فرماتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین نہیں فرماتے تھے اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں حضرت ابوحمید ساعدی کی حدیث جس میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ دو رکعتوں سے تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند کرتے کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل میں لے جاتے جیسا کہ نماز کے شروع کے وقت تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے کیا کرتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٧٤٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٤)

شرح الحدیث:

رفع یدین کی پانچویں حدیث حدیث علیؓ:

اس حدیث میں مواضع ثلاثہ کے علاوہ رفع عند القیام من السجدتین مذکور ہے جس کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں، یہ بڑا قوی اشکال ہے اسی لئے اکثر حضرات محدثین اس کی تاویل کرتے ہیں کہ سجدتین سے مراد رکعتین ہے، البتہ خطابیؒ نے یہ تاویل نہیں کی انہوں نے سجدتین کو اپنے ہی معنی میں رکھتے ہوئے اشکال کیا لا أعلم أحد أمن الفقهاء قال به، ابن رسلانؒ نے کہا کہ سجدتین سے مراد رکعتین ہے، اور خطابیؒ طرق حدیث پر مطلع نہیں ہوئے ورنہ وہ اس کو رکعتین پر محمول کرتے۔

حدیث علیؓ کے جوابات: بہر حال قائلین رفع کے نزدیک یہ لفظ موجب خلجان و تشویش ہے، جس کی تاویل پر وہ مجبور ہیں ورنہ یہ حدیث ان کے خلاف ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبد الرحمن بن ابی الزناد ہیں جو ضعیف ہیں قال ابو حاتم الایحتج به، تقریب التہذیب میں لکھا ہے صدوق تغیر حفظه لما قدم بغداد [1]، تیسرا جواب وہ ہے جس کو علامہ ابن الترکمانی نے سنن بیہقی کے حاشیہ الجوهر النقي في الرد على البيهقي میں دیا ہے کہ اس حدیث کو موسیٰ بن عقبہ سے ابن جریج نے ابن ابی الزناد کے خلاف روایت کیا ہے۔

چنانچہ انکی روایت میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین مذکور نہیں، حالانکہ ابن جریج، ابن ابی الزناد سے بہت اونچے ہیں۔

امام طحاویؒ کی رائے: اور چوتھا جواب اس حدیث کا وہ ہے جس کو امام طحاویؒ نے اختیار کیا وہ یہ کہ امام طحاویؒ نے اس حدیث علیؓ کا معارضہ کیا ہے، حضرت علیؓ کا اس روایت فعلی سے جس کو عاصم بن کلیب روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے أَنَّ عَلِيًّا

---

1. تقریب التہذیب ص ۵۷۸

رضي الله عنه كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَا يَرْفَعُ بَعْدُ [1]، امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ خود رفع یدین والی حدیث مرفوع کے راوی ہیں اور پھر اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں تو یہ سراسر نسخ کی دلیل ہے، اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھیں اور پھر وہ اس کو بدون علم بالنسخ کے ترک کر دیں [2]۔

قوله: قَالَ أَبُو دَاوُدَ فِي حَدِيثِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ حِينَ وَصَفَ صَلَاةَ الخ: مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ حدیث علی میں سجدتین سے رکعتین مراد ہے جیسا کہ ابو حمید ساعدی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، لیکن ہم کہتے ہیں کیا متعدد احادیث میں رفع عند السجود مذکور نہیں ہے کیا سب جگہ آپ ایسا ہی کریں گے اور جن روایات میں دونوں مذکور ہیں وہاں کیا ہوگا؟

۷٤٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ».

ترجمہ مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع الیدین فرماتے اور رکوع میں جاتے ہوئے رفع الیدین فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند فرماتے کہ دونوں ہاتھ کانوں کے بالائی کنارے تک پہنچ جاتے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٠٤) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٠) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨١) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٤) سنن النسائي - التطبيق (١٠٥٦) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٤٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥٣/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥١)

شرح الحديث **رفع یدین کی حدیث سادس:** یہ رفع یدین کے سلسلہ کی حدیث سادس ہے اس کی تخریج امام بخاری و مسلم نے بھی کی ہے، حضرت امام بخاریؒ نے تو صحیح بخاری کے اندر رفع یدین کے بارے میں صرف دو ہی حدیثیں بیان فرمائی ہیں حدیث ابن عمرؓ اور یہ حدیث مالک بن الحویرثؓ، اور امام مسلمؒ نے ان دو کے علاوہ ایک تیسری روایت بھی ذکر کی ہے، حدیث وائل بن حجرؓ انہوں نے کل تین روایتیں ذکر کی ہیں۔

صحیح بخاری ومسلم میں رفع یدین کی روایات کی تعداد: اسی سے اندازہ لگائیے کہ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک رفع یدین کے سلسلہ میں صحیح اور قابل اعتماد صرف دو حدیثیں ہیں اور امام مسلمؒ کے نزدیک تین، حدیث ابن عمرؓ کا حال تو پہلے معلوم ہو چکا کہ اسمیں شدید اختلاف واضطراب ہے سنداً بھی ومتناً بھی، اور دوسری حدیث یہ مالک بن الحویرثؓ کی ہے اس میں گو شدید اختلاف تو نہیں ہے، لیکن ہے اس میں بھی، اس لئے کہ اس حدیث کے بعض طرق میں عند النسائی رفع عند السجود موجود ہے جسکا کوئی قائل نہیں۔

---

[1] شرح معاني الآثار، رقم الحديث ١٣٥٣ (ج ١ ص ٢٢٥)۔

[2] شرح معاني الآثار ج ١ ص ٢٢٥

مالک بن الحویرثؓ وفد بنولیث میں ۹ سنہ ھ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور ﷺ غزوہ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیس روز قیام فرمایا اس کے بعد بصرہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام رہا تا آنکہ وہیں وفات پائی۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی وجہ ترجیح: اب آپ دیکھ لیجئے کہ ان کا قیام تو مدینہ منورہ میں بیس روز رہا، آخر پردیسی تھے اپنے دیس چلے گئے اور یہی حال تیسرے صحابی حضرت وائل بن حجرؓ کا ہے جیسا کہ انکی روایت کے ذیل ہم کہہ چکے ہیں، اور دوسری جانب آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھ لیجئے جو قدیم الاسلام اور کبار مہاجرین والبدریین میں سے ہیں، جنگ بدر اور تمام مشاہد میں آپ ﷺ کیساتھ شریک رہے صاحب سفر رسول اللہ وصاحب السواک والنعلین والمطہرہ ❶، آپکے القاب ہیں، بیس سال تک سفراً وحضراً آنحضرت ﷺ کیساتھ رہے حتی کہ آپ ﷺ نے انکے بارے میں فرمایا رَضِيتُ لِأُمَّتِي مَا رَضِيَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، وَسَخِطْتُ لَهَا مَا سَخِطَ لَهَا ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ ❷، حضرت عمرؓ نے انکو کوفہ کا قاضی اور معلم بنایا تھا اور وہاں کے بیت المال کا خزانچی، خلفاء راشدین ان سے احادیث روایت کرتے ہیں، اب آپکو آگے اختیار ہے چاہے تو آپ ایسے صحابی کی روایت کو لے لیجئے جو آپ ﷺ کی خدمت میں صرف بیس روز رہے ہوں اور چاہے ایسے صحابی کو جو بیس سال مسلسل حاضر خدمت رہا ہو:

ع نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَأَنْتَ بِمَا *** عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفُ ❸

دیکھئے امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں خواہ کتنی ہی روایات جمع فرمادی ہوں لیکن وہ صحیح بخاری میں اپنے نزدیک اس کی صحت کا حق ادا کرتے ہوئے صرف دو ہی حدیثوں کو اس میں جگہ دے سکے ہیں، اور امام مسلمؒ اس پر ایک حدیث کا اضافہ فرماتے ہیں۔

۷۴٦ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ الْمَعْنَى، عَنْ عِمْرَانَ، عَنْ لَاحِقٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «لَوْ كُنْتُ قُدَّامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَأَيْتُ إِبْطَهُ». زَادَ ابْنُ مُعَاذٍ، قَالَ: يَقُولُ لَاحِقٌ: أَلَا تَرَى أَنَّهُ فِي الصَّلَاةِ وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَكُونَ قُدَّامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ وَزَادَ مُوسَى. يَعْنِي «إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہوتا (جب آپ رفع الیدین کیا کرتے تھے) تو میں آپکی بغلوں کو دیکھ لیتا۔ مصنفؒ کہتے ہیں ابن معاذ نے یہ اضافہ کیا کہ لاحق راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نماز میں

---

❶ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح - ج ۱ ص ۲۰٤
❷ جامع الأصول في أحاديث الرسول ج ۱۲ ص ٥٨٤
❸ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٤ ص ٤٢٥

نبی اکرم ﷺ کے مقتدی ہوتے تھے اور دوران نماز وہ حضور ﷺ کے سامنے نہیں ہوسکتے تھے...... موسیٰ بن مروان نے یہ اضافہ کیا کہ جب حضور ﷺ تکبیر کہتے ہوئے رفع الیدین فرماتے (تو اس وقت اگر میں حضور ﷺ کے سامنے ہوتا تو آپکی بغلیں دیکھ لیتا)۔

تخریج: سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٣) سنن أبي داود - الصلاة (٧٤٦)

شرح الحدیث: قوله: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: لَوْ كُنْتُ قُدَّامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَأَيْتُ إِبِطَهِ: یعنی آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت میں ہاتھ اچھی طرح اٹھاتے تھے اس طور پر کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے آگے کھڑا ہو اور رفع کیوقت اس کی نظر آپ پر ہو تو وہ شخص آپ ﷺ کی بغلوں کو دیکھ سکتا ہے، مگر چونکہ نماز کی حالت میں مقتدی امام کے آگے نہیں ہو سکتا لو کنت کہہ رہے ہیں۔

قوله: وَزَادَ مُوسَى، يَعْنِي «إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ»: مصنفؒ کے استاذ پہلی سند میں ابن معاذ ہیں، اور دوسری سند جو حاء تحویل کے بعد ہے اسمیں موسیٰ بن مروان ہیں، تو مصنفؒ کہہ رہے ہیں موسیٰ کی روایت میں یہ زیاتی ہے يَعْنِي «إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ» اور یہ تشریح بظاہر ابوہریرہؓ سے نیچے کے راوی بشیر بن نہیک کی طرف سے ہے، بشیر بن نہیک ابوہریرہؓ کی بیان کردہ روایت کی توضیح کررہے ہیں، کہ ابوہریرہؓ کی مراد یہ ہے۔

٧٤٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: «عَلَّمَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ فَكَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَكَعَ طَبَّقَ يَدَيْهِ بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ» قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ سَعْدًا، فَقَالَ: صَدَقَ أَخِي، قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هَذَا ثُمَّ أَمَرَنَا بِهَذَا يَعْنِي «الْإِمْسَاكَ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ».

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز کا طریقہ سکھلایا تو آپ ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہہ کر رفع الیدین کیا پھر جب رکوع میں تشریف لے گئے تو دونوں گھٹنوں کے درمیان اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو رکھ کر تطبیق فرماتے یہ بات حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو پہنچی (کہ عبداللہ بن مسعودؓ تطبیق کرتے ہیں) تو حضرت سعدؓ نے فرمایا میرے بھائی نے سچ کہا ہم سے تطبیق کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم رکوع میں اپنے گھٹنوں کو پکڑیں۔

شرح الحدیث: **حدیث ابن مسعودؓ بطریق عبداللہ بن ادریس:** یہ باب رفع الیدین کی آخری حدیث ہے، لیکن اسمیں رفع یدین عند الرکوع نہیں ہے اس لئے کہ یہ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے، اور ان کی کسی روایت میں بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہے، پھر مصنفؒ اس کو یہاں اس باب میں کیوں لائے؟ شراح نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا، بندہ کا خیال یہ ہے کہ اس کا منشاء بظاہر یہ ہے کہ اب اس کے بعد متصلاً عدم رفع الیدین کا باب آرہا ہے جس میں مصنفؒ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں، اس حدیث میں فریق مخالف کی جانب سے جو اعتراضات ہیں ان میں ایک اعتراض یہ ہے کہ اس

حدیث میں سفیان ثوری کو وہم ہوا ہے، اصل حدیث اس طرح نہیں جس طرح انہوں نے بیان کی، بلکہ صحیح وہ ہے جس کو ابن ادریس، عاصم بن کلیب سے بیان کرتے ہیں، چنانچہ یہ حدیث جس کو مصنفؒ یہاں اس باب میں لائے وہ ابن ادریس ہی کے طریق سے ہے، اور اس میں بجائے عدم رفع یدین کے صرف تطبیق فی الرکوع مذکور ہے، لہذا عبداللہ بن مسعودؓ کی جس حدیث کو حنفیہ پیش کرتے ہیں وہ سرے [1] سے ہی غلط ہے، اب یہ کہ مصنفؒ کی رائے اسمیں کیا ہے سو ممکن ہے کہ مصنف بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہوں کہ اصل روایت تو ابن ادریس کی ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ مصنف یہ بتانا چاہتے ہیں یہ دو حدیثیں مستقل اور الگ الگ ہیں، سفیان کی روایت کو وہم کہنا غلط ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۲

تطبیق فی الرکوع کا نسخ: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ تطبیق عند الجمهور منسوخ ہے، لیکن ابن مسعودؓ کرتے تھے، اسی طرح حضرت علیؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ [2] میں تخییر منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مصلی کو اختیار ہے، رکوع میں خواہ وضع الایدی علی الرکب کرے یا تطبیق، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جواز تطبیق کے قائل تھے (کذا فی البذل عن العینی [3]) لہذا یہ جو اہل حدیث کہتے ہیں کہ ممکن ہے ابن مسعودؓ رفع بھول گئے ہوں جس طرح نسخ تطبیق کو بھول گئے تھے سراسر غلط ہے، دیکھئے حضرت علیؓ سے بھی تخییر منقول ہے۔

۱۲۰۔ بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ عِنْدَ الرُّكُوعِ

رکوع میں جاتے ہوئے اور اس سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین نہ کرنے کا بیان

۷۴۸- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ: "أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً"، قَالَ أَبُو دَاوُد: هَذَا حَدِيثٌ مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ.

ترجمة: عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو نبی اکرم ﷺ والی نماز نہ پڑھاؤں؟ علقمہ کہتے ہیں پھر عبداللہ بن مسعودؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کیا۔

تخریج: جامع الترمذي – الصلاة (۲۵۷) سنن النسائي – الافتتاح (۱۰۲۶) سنن أبي داود – الصلاة (۷۴۸)

شرح الحدیث: اس حدیث کی تخریج مصنفؒ کے علاوہ امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ دونوں نے کی ہے، اسی طرح یہ روایت مسند احمد، طحاوی شریف، سنن بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے، امام نسائیؒ نے تو اس کی تخریج مکرر دو بابوں میں کی ہے اور دونوں پر

---

[1] اس اعتراض کا جواب اور اس کی تحقیق آئندہ باب میں تفصیل سے آرہی ہے۔ ۱۲ منہ

[2] المصنف لابن أبي شيبة – كتاب الصلاة – باب من كان يقول: إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك ۲۵۵۳ (ج ۲ ص ۴۳۹)

[3] عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٦ ص ٦٤

ترک رفع کا باب قائم کیا ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پر اعتراضات اور ان کے جوابات: اس حدیث پر دوسرے فریق کی جانب سے متعدد اعتراضات کئے گئے ہیں، جن کو ترتیب وار مع جواب کے ہم بیان کرتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

النقد الاول: امام ترمذیؒ جامع ترمذی میں فرماتے ہیں قال عبد الله بن المبارك: قد ثبت حديث من يرفع، وذكر حديث الزهري، عن سالم، عن أبيه، ولم يثبت حديث ابن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع إلا في أول مرة [1]، ہماری طرف سے اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں: ① حضرت گنگوہیؒ نے کوکب میں جواب دیا کہ یہ جرح مبہم ہے، فلا یعتبر، اسی لئے امام ترمذیؒ نے بھی اسکی طرف التفات نہیں فرمایا، اور حدیث کی انہوں نے تحسین فرمائی [2]، ② دوسرا جواب وہ ہے جو علامہ شوق نیمویؒ وغیرہ علماء احناف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ عبداللہ بن مسعودؓ سے دو طرح کی روایتیں مروی ایک حدیث ان کی روایۃ الفعل کے قبیل سے ہے جو کہ مرفوع صریح ہے أن النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع يديه إلا مرة، اور دوسری روایت ان سے بطور حکایۃ الفعل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ، یہ مرفوع حکمی ہے، امام ابوداؤد اور ترمذی ونسائی نے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے تو عبداللہ ابن مبارک کا نقد مرفوع صریح پر ہے اس دوسری روایت پر نہیں اس لئے کہ اس دوسری روایت کو تو عبداللہ ابن المبارکؒ خود روایت کرتے ہیں سفیان سے جیسا کہ نسائی کی روایت میں ہے، پھر جس حدیث کو وہ خود روایت کر رہے ہیں اس کو وہ کیسے غیر ثابت کہہ سکتے ہیں، اس بات کیطرف اشارہ امام ترمذیؒ کے کلام سے بھی مستفاد ہو رہا ہے، اس لئے کہ امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن المبارکؒ کا نقد جس حدیث پر نقل کیا ہے اس کے الفاظ انہوں نے وہ نقل کئے ہیں جس کے اعتبار سے وہ مرفوع صریح ہے اور پھر آگے چل کر امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ حدیث ذکر فرمائی جو مرفوع حکمی ہے، اور اس کے بارے میں فرمایا حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن، اس صورت میں امام ترمذیؒ اور عبداللہ بن المبارکؒ کے قول میں تخالف بھی نہ ہوگا، ③ اور تیسرا جواب اسکا وہ ہے جو ابن دقیق العید المالکی ثم الشافعی نے اپنی کتاب الإمام في معرفة أحاديث الأحكام میں دیا ہے کہ اس حدیث کا عبداللہ بن المبارکؒ کے نزدیک ثابت نہ ہونا ہمارے لئے اس کی سند میں نظر کرنے سے مانع نہیں ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس حدیث کا مدار عاصم بن کلیب پر ہے اور ان کی یحیی بن معین نے توثیق کی ہے، میں کہتا ہوں کہ عاصم بن کلیب سنن اربعہ اور مسلم کے رواۃ میں سے ہیں جیسا کہ الکاشف میں ہے، اور تقریب التہذیب اور خلاصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایت کو امام بخاریؒ نے تعلیقاً لیا ہے، نیز علی بن المدینی کی رائے ان کے بارے میں یہ ہے کہ اگر عاصم متفرد نہ ہوں تو حجت ہیں، اور یہاں وہ متفرد

---

[1] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب رفع اليدين عند الركوع ٢٥٦

[2] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ١ ص ٢٧٢

نہیں بلکہ ان کی متابعت دار قطنی و بیہقی وغیرہ میں موجود ہے۔

النقد الثانی ❶: حافظ منذریؒ فرماتے ہیں کہا گیا ہے ''لم یسمع عبد الرحمن عن علقمة'' کہذا حدیث کی سند میں انقطاع ہے اسکا جواب ابن دقیق العید یہ دیتے ہیں ''هذا النقد عن رجل مجهول وقد تتبعت هذا القائل فلم اجده'' کہ یہ اشکال کسی مجہول شخص کی جانب سے ہے ہمیں اس کے قائل کا پتہ نہیں لگ سکا کہ کون ہے، نیز اس سند کو ابن ابی حاتم نے مراسیل میں ذکر نہیں کیا، اگر سماع ثابت نہ ہوتا تو وہ اسکو ضرور مراسیل میں ذکر کرتے، ہاں البتہ کتاب الجرح والتعدیل میں ذکر کیا ہے، اور وہاں لکھا ہے کہ عبد الرحمن بن الاسود نے حضرت عائشہؓ کو بچپن میں دیکھا تھا، اور ان سے کچھ سنا نہیں، پھر آگے لکھتے ہیں وروی عن أبیه وعلقمة، اور یہ نہیں کہا مرسلاً، ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ سماع میں کیا تردد ہے جبکہ عبد الرحمن، ابراہیم نخعیؒ کے ہم عمر ہیں اور ابراہیم نخعی کا سماع علقمہ سے بالاتفاق ثابت ہے اور اس سب کے باوجود یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے کتاب المتفق والمفترق میں عبد الرحمن کے ترجمہ میں تصریح کی ہے أنه سمع أباه وعلقمة ❷۔

النقد الثالث: یحیٰی القطان نے کتاب الوہم والایہام میں لکھا ہے کہ امام ترمذیؒ نے ابن مبارکؒ سے اگرچہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث وکیع صحیح نہیں، لیکن میرے نزدیک صحیح ہے ہاں اس میں قابل اشکال چیز وکیع پر دہ ثم لایعود کی زیادتی ہے، اور دار قطنیؒ نے بھی اسی قسم کی بات لکھی ہے اور امام احمدؒ نے بھی، ہماری طرف سے اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وکیع اس میں متفرد نہیں بلکہ انکی متابعت کی ہے اس میں ابن المبارکؒ نے عند النسائی اور معاویہ وخالد بن عمرو وابو حذیفہ ان تینوں نے سنن ابوداود کی روایت میں ❸۔

النقد الرابع: امام بخاریؒ اور ابو حاتم رازیؒ نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ اس حدیث میں سفیان ثوری کو وہم ہوا اصل حدیث وہ ہے جس کو عبد اللہ بن ادریس نے نقل کیا ہے عاصم بن کلیب سے، یہ دونوں ابن ادریس اور ثوری عاصم کے شاگرد ہیں، سفیان ثوریؒ اس حدیث کو ان سے اور طرح روایت کر رہے ہیں اور عبد اللہ بن ادریس اور طرح، ابن ادریس والی روایت وہی ہے جو ہمارے یہاں باب سابق کے بالکل اخیر میں گزری جس کے بارے میں ہم نے کہا تھا کہ مصنفؒ اس حدیث کو یہاں سفیان ثوری کی روایت کے تقابل کیلئے لائے ہیں، اور اس حدیث میں عدم رفع الیدین کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ تطبیق فی الرکوع مذکور ہے جس کے عبد اللہ بن مسعودؓ قائل تھے۔

حفظِ راوی کو اسکی کتاب پر ترجیح ہے یا برعکس: اور حدیث ابن ادریس کی وجہ ترجیح امام بخاریؒ نے

---

❶ نصب الراية لأحاديث الهداية ج ١ ص ٣٩٥

❷ عبد الرحمن بن الأسود ابن يزيد أبو حفص النخعي كوفي دخل على عائشة وهو صغير وسمع أباه وعلقمة (المتفق والمفترق للخطيب البغدادي ج ٣ ص ٤٦)

❸ نصب الراية لأحاديث الهداية ج ١ ص ٣٩٥

یہ بیان فرمائی انه عن کتاب والکتاب احفظ کہ ابن ادریس والی حدیث کتاب ابن ادریس کے مطابق [1] ہے، اور سفیان ثوری اپنے حفظ سے بیان کررہے ہیں، لہذا مافی الکتاب کو مافی الحفظ پر ترجیح ہوگی، اس کا جواب ہماری طرف سے یہ دیا گیا کہ اول تو یہی صحیح نہیں کہ الکتاب احفظ بلکہ جمہور اہل اصول کا مسلک یہ ہے کہ "حفظ الرجل مقدم علی کتابه اذا سمع من فم الشیخ" یعنی اگر کسی راوی کے حفظ اور کتاب میں تخالف ہو تو اس صورت میں مافی الحفظ مقدم ہوگا مافی الکتاب پر بشرطیکہ اس نے اپنے شیخ سے اس کو بالمشافہہ سنا ہو اور حفظ کی بنا کتاب پر نہ ہو، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ کتاب کو حفظ پر ترجیح ہوتی ہے، تو اپنی کتاب کو اپنے ہی حفظ پر ترجیح ہوگی نہ کہ کسی دوسرے راوی کے حفظ پر، پھر ابن ادریس کی کتاب کو حفظ ثوری پر ترجیح کیسے دی جارہی ہے، فیاللعجب! اور پھر یہ دیکھنا چاہئے کہ سفیان ثوری کا مقام کیا ہے! وہ ابن ادریس سے اونچے ہیں، نیز یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ابن ادریس کی روایت کا سفیان ثوری کی روایت سے تقابل کیوں کیا جارہا ہے جبکہ دونوں کا مضمون ہی مختلف ہے، کیا یہ دونوں مستقل الگ الگ حدیثیں نہیں ہوسکتیں تاکہ ترجیح کا سوال ہی پیدا نہ ہو، اور اگر دونوں حدیثوں کو متحد ہی رکھنا ہے تو پھر سفیان ثوری کی حدیث کو ترجیح ہونی چاہئے ابن ادریس کی حدیث پر کیا، مسئلہ آمین بالجہر میں شعبہ اور سفیان ثوری کے اختلاف میں آپ نے سفیان ثوری کی روایت کو شعبہ کی روایت پر ترجیح نہیں دی ہے؟ حالانکہ شعبہ خود سفیان کے ہم پلہ ہیں وہاں پر تو بیہقی وغیرہ نے یہ کہا تھا کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب سفیان اور شعبہ میں اختلاف ہو فالقول قول سفیان، تو جب شعبہ کے مقابلہ میں سفیان کی روایت کو ترجیح دی جارہی ہے تو ابن ادریس کے مقابلہ میں تو بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔

اور اس کا ایک جواب وہ ہے جس کو علامہ زیلعیؒ نے اختیار کیا ہے وہ یہ کہ امام بخاریؒ اور ابو حاتمؒ یہ فرمارہے ہیں کہ اس میں سفیان کو وہم ہوا، دوسری جانب ابن القطان کہہ رہے ہیں کہ حدیث تو صحیح ہے لیکن وکیع کو اسمیں وہم ہوا، اب کس کی بات مانی جائے ناقدین کے قول میں خود تعارض ہورہا ہے، جو موجب تساقط ہے، لہذا اصل حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور وہ صحیح ہے لوجوده عن الثقات [2]، اس لئے کہ اس حدیث کے تمام رواۃ بجز عاصم بن کلیب کے صحیحین کے راوی ہیں اور عاصم احد الصحیحین یعنی مسلم کے راوی ہیں۔

قصة الإمام الاوزاعی مع الإمام أبي حنيفة: نیز اس حدیث کی ایک سند اور ہے جس سے اس کی مزید تقویت ہوتی ہے اور وہ اس قصہ میں ملتی ہے جو امام اوزاعیؒ کا امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ پیش آیا، قصہ مشہور ہے جس کو علامہ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں بھی ذکر کیا ہے اور أماني الأحبار میں مولانا یوسف صاحبؒ نے جامع مسانید الامام کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے، وہ یہ کہ ایک مرتبہ امام صاحب امام اوزاعی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں دار الحناطین میں جمع ہوئے، امام اوزاعیؒ نے امام

[1] یحییٰ بن آدم کہتے ہیں میں نے ابن ادریس کی کتاب کو دیکھا تو اس میں یہ حدیث اسی طرح پائی، ۱۲ منہ۔
[2] نصب الراية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۹۶

صاحب سے سوال کیا کہ آپ لوگ رفع یدین کیوں نہیں کرتے، امام صاحبؒ نے فرمایا، اس لئے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں، اس پر امام اوزاعیؒ نے فرمایا كَيْفَ لَمْ يَصِحَّ وَقَدْ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ «أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَعِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ»، اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ «أَنَّ النَّبِيَّ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - كَانَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ ثُمَّ لَا يَعُودُ لِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ»، اس پر امام اوزاعیؒ نے فرمایا أُحَدِّثُكَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ وَتَقُولُ حَدَّثَنِي حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، امام اوزاعیؒ کا نقد کا حاصل یہ ہے کہ میں جس حدیث کو پیش کر رہا ہوں یعنی حدیث ابن عمرؓ اس کی سند عالی ہے، اسمیں میرے اور صحابی کے درمیان صرف دو واسطے ہیں اور آپ جو حدیث پیش فرما رہے ہیں اس کی سند سافل ہے اسمیں تین واسطے ہیں اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میری سند کے رواۃ أَفْقَهُ ہیں آپ کی سند کے رواۃ سے چنانچہ حماد أَفْقَهُ ہیں زہری سے اور ابراہیم نخعی أَفْقَهُ ہیں سالم سے اور علقمہ ابن عمرؓ سے کچھ کم نہیں من حیث الفقہ گو ابن عمرؓ صحبت کے اعتبار سے بڑھے ہوئے هیں وعبد الله عبد الله اور عبد اللہ بن مسعودؓ کا تو کہنا ہی کیا وہ محتاج تفصیل نہیں [1]۔

النقد الخامس: علامہ شوکانی وغیرہ بعض متاخرین اہل حدیث کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کو امام ابوداود نے بھی غیر صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ بعض نسخوں میں ہے قَالَ ابو داوُد: هَذَا حَدِيثٌ مُخْتَصَرٌ مِنْ حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ، اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ حضرت سہارنپوریؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ عبارت نہ کسی نسخہ ہندیہ مطبوعہ میں ہے اور نہ نسخہ مصریہ میں صرف نسخہ مجتبائیہ کے حاشیہ پر درج ہے، لہذا اس عبارت کے مصنفؒ کی طرف سے ہونے میں قوی شک ہے، ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت مدسوس ہے اس میں دسیسہ کاری کی گئی ہے، اور اگر اس کو ثابت بھی مان لیں تو یہ کہا جائے گا کہ مصنفؒ کی غرض صحت اصطلاحیہ کی نفی ہے جو حدیث کے حسن ہونے کے منافی نہیں ہے، حدیث صحیح وحسن دو متقابل قسمیں ہیں، چنانچہ امام ترمذیؒ نے بھی اس کی تحسین کی ہے [2]، حضرتؒ نے تو بذل میں یہی تحریر فرمایا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام ابوداودؒ کی اس تضعیف کا ذکر مجھے متقدمین جیسے امام بیہقیؒ، حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کے کلام میں کہیں نہیں ملا، اگر ان حضرات کے نسخوں میں عبارت ہوتی تو ظاہر ہے کہ وہ بھی اس کو نقل کرتے، حضرتؒ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ صحت اصطلاحیہ کی نفی ہے، اس کی بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ احادیث احکام وسنن میں جب لیس بصحیح کہتے ہیں تو اس سے صحت اصطلاحیہ کی نفی ہوتی ہے، البتہ کتب موضوعات میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے بے اصل اور باطل ہونا مراد ہوتا ہے، لیکن بندہ کا خیال یہ ہے کہ امام ابوداودؒ کی اس عبارت کا حاصل وہی نقد ہے جو امام بخاریؒ اور ابوحاتم نے کیا، کہ اصل حدیث وہ ہے

---

[1] شرح فتح القدير - ج ١ ص ٣١٨ - ٣١٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٧١

جس کو ابن ادریس روایت کر رہے ہیں، اور غالباً مصنفؒ نے ابن ادریس کی حدیث کو سفیان ثوری کی روایت سے قبل باب گذشتہ کے اخیر میں اسی لئے ذکر کیا جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں، لہٰذا اس صورت میں صحت اصطلاحی کی نفی مراد لینا مشکل ہے، اور اس نقد کا مدلل ومفصل جواب نقد نمبر ٤ میں ہم دے چکے ہیں، لیکن اصل جواب یہی ہے کہ عبارت الحاقی ہے، مصنفؒ کیطرف سے معلوم نہیں ہوتی، اس کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ آگے چل کر مصنف اس حدیث کو دوسرے طریق سے ذکر کر رہے ہیں جس میں اس حدیث کو سفیان سے روایت کرنیوالے وکیع کے علاوہ دوسرے رواۃ ہیں، معاویہ، خالد بن عمر وابوحذیفہ، اگر یہ دعویٰ عدم صحت مصنفؒ کی جانب سے ہوتا تو حدیث کو طریق آخر سے لاکر اس کی تقویت کے کیا معنیٰ؟ بس صحیح انشاءاللہ یہ ہے کہ یہ حدیث امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ ان تینوں کے نزدیک صحیح اور ثابت ہے، امام نسائیؒ نے اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا جبکہ ان کی عادت مستمرہ ہے کہ جو حدیث ان کے نزدیک خطا ہوتی ہے اسپر تنبیہ کرتے ہیں۔

النقد السادس: امام بیہقیؒ، حاکمؒ صاحب مستدرک سے نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں عاصم بن کلیب ضعیف ہیں صحیحین میں سے کسی میں ان کی روایت نہیں ہے، علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس کا جواب ابن دقیق العید سے یہ نقل کیا کہ حاکم کی یہ بات درست نہیں، امام مسلمؒ نے ان کی حدیث کی تخریج کی ہے، چنانچہ حضرت علیؓ کی حدیث جو ھدی کے بارے میں ہے، اور بھی اس کے علاوہ دوسری روایات کی سند میں عاصم بن کلیب ہیں [1]، دوسرے یہ کہاں ضروری ہے کہ ہر ثقہ راوی کی روایت صحیح بخاری یا صحیح مسلم کے اندر موجود ہو، وہ خود اپنی مستدرک میں دسیوں ایسے راویوں کی روایت کو لائے ہیں جن کی کوئی بھی روایت صحیحین میں سے کسی ایک میں نہیں، اور اس کے باوجود اس سند کو علی شرط الشیخین قرار دے رہے ہیں۔

بس صحیح صورتحال یہ ہے کہ اس حدیث کی سند کے تمام رواۃ بلاشبہ ثقہ اور صحیحین کے راوی ہیں اور عاصم بن کلیب کی روایت کو امام بخاریؒ نے تعلیقات میں لیا ہے۔

أماني الأحبار میں عاصم کی توثیق متعدد ائمہ حدیث سے نقل کیا ہے اور اخیر میں علی بن مدینی کی یہ رائے کہ عاصم اگر کسی روایت میں متفرد ہوں تو حجت نہیں، اور یہاں وہ اس حدیث میں متفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت دار قطنی وبیہقی اور ابن عدی کی روایات میں موجود ہے اور ان متابعات پر جو ان کے جانب سے کلام ہے، ان سب کا جواب أماني الأحبار میں تفصیل سے مذکور ہے، یہاں ان سب کو ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے، یہ نصف درجن اشکالات اور ان کے جوابات ہم نے پوری احتیاط وتحقیق کیساتھ ذکر کر دیئے ہیں، ایک اعتراض اور باقی رہ گیا ہے جو اس قابل تو نہیں ہے کہ اس سے تعرض کیا جائے تاہم کتابوں میں مذکور ہے اس لئے ذکر کئے دیتے ہیں۔

---

[1] أبوبكر ابن منجويه (المتوفى: ٤٢٨هـ) رجال صحيح مسلم (ج ٢ ص ٩٧) میں لکھتے ہیں کہ عاصم بن كليب بن شهاب الجرمي كوفي روى عن أبي بردة بن أبي موسى في اللباس والدعاء وتشميت العاطس، روى عنه ابن إدريس وسفيان بن عيينة وشعبة وأبو الأحوص سلام والقاسم بن مالك.

النقد السابع: امام بیہقیؒ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے لعل ابن مسعود نسی رفع الیدین کما نسی نسخ التطبیق وغیرہ، جواب ظاہر ہے کہ جو کام روز مرہ بلکہ ہر وقت کا ہو اس میں نسیان کیسے ہو سکتا ہے، وہاں تو جو کچھ بھی ہو گا، عمداً ہی ہو گا، حضرت امام بخاریؒ نے تو وہ معروف اثر مجاہد جو ابن عمرؓ کے عدم رفع یدین کے بارے میں مروی ہے اسکا بھی انہوں نے ایک جواب یہی دیا ہے کہ ممکن ہے ابن عمرؓ کا ہے رفع یدین کرنا بھول گئے ہوں گے، دونوں باتیں ایسی ہیں، حضرت ابن عمرؓ کا تو حال یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کسی جگہ دوران سفر راستہ میں اتر کر پیشاب کیا ہو اسکو بھی نہ بھولتے تھے پھر ایک سنت کو کیسے بھلا سکتے ہیں، حضرت سہارنپوریؒ نے لکھا ہے کہ نسیان ابن عمرؓ والی بات تو ایسی ہی ہے جیسے کوئی ہماری طرف سے رفع یدین کے سلسلہ میں یہ کہنے لگے کہ آپ کبھی کبھی مکھی اڑانے کیلئے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

٧٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَى قَرِيبٍ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُودُ».

ترجمہ: براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے قریب لے جاتے پھر نماز میں رفع الیدین نہیں فرماتے تھے۔

٧٥٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ، نَحْوَ حَدِيثِ شَرِيكٍ، لَمْ يَقُلْ: «ثُمَّ لَا يَعُودُ»، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ لَنَا بِالْكُوفَةِ بَعْدُ «ثُمَّ لَا يَعُودُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هَذَا الْحَدِيثَ هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ، وَابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ يَزِيدَ، لَمْ يَذْكُرُوا «ثُمَّ لَا يَعُودُ».

ترجمہ: سفیان نے یزید سے شریک کی حدیث کی طرح نقل کیا۔ اس میں ولا یعود کے الفاظ نہیں ہیں سفیان کہتے ہیں کہ اس کے بعد کوفہ میں ہم سے یزید نے ثم ثُمَّ لَا يَعُودُ کا جملہ کہا تھا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے نقل کیا ہے تو انہوں نے ثُمَّ لَا يَعُودُ کا جملہ ذکر نہیں کیا۔

٧٥١ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ، وَخَالِدُ بْنُ عَمْرٍو، وَأَبُو حُذَيْفَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا قَالَ: «فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ»، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: «مَرَّةً وَاحِدَةً».

ترجمہ: سفیان راوی نے گزشتہ حدیث کو نقل کیا اس میں یہ الفاظ ہیں علقمہ نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے پہلی مرتبہ میں رفع الیدین کیا اور بعض راویوں نے یہ الفاظ کہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کیا۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٧٤٩) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٢٨٢/٤) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٣٠١/٤) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٣٠٢/٤) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٣٠٣/٤)

شرح الأحاديث: **عدم رفع کی ثانی حدیث حدیث البراءؓ:** یہ اس باب کی دوسری حدیث ہے جس کے

راوی براء بن عازبؓ ہیں، اسمیں صرف ایک جگہ رفع یدین مذکور ہے، ابوداؤد کے علاوہ یہ حدیث طحاویؒ، دار قطنیؒ، بیہقیؒ، مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے، مصنفؒ نے حدیث البراءؓ کو تین طریق سے ذکر کیا ہے: ① عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، ② عیسی بن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابیہ عن البراء، ③ حکم بن عتیبۃ عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن البراء، طریق اول میں یزید سے روایت کرنے والے متعدد ہیں بعض نے یزید سے ثُمَّ لَا يَعُودُ روایت کیا اور بعض نے نہیں کیا۔

حدیث البراء پر محدثین کا کلام اور اسکا جواب: چنانچہ شریک نے یزید سے اس زیادتی کو روایت کیا اور ابن عیینہ نے ان سے یہ زیادتی نقل نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ یزید شروع میں توثُمَّ لَا يَعُودُ نہیں کہتے تھے پھر جب کوفہ میں جا کر ان کا قیام ہوا اور وہاں اس حدیث کو روایت کیا تو اہل کوفہ کی تلقین پر ثُمَّ لَا يَعُودُ کہنے لگے تھے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں اسی طرح ہشیم اور خالد اور ابن ادریس نے بھی یزید سے اس زیادتی کو نقل نہیں کیا، خلاصہ یہ کہ یہاں دو اشکال ہیں: ① اول تفرد شریک اور ② ثانی یہ کہ یزید، ہماری طرف سے اول کا یہ جواب دیا گیا ہے (کما فی البذل عن الجوهر النقی [1]) کہ شریک متفرد نہیں ہیں، چنانچہ ابن عدیؒ الکامل میں لکھتے ہیں رواہ هشیم وشریك وجماعة معهما عن یزید بإسنادہ وقالوا فیه ثم لم یعد [2]، نیز اسماعیل بن زکریا اور ابو اسحق نے متابعت کی ہے شریک کی جیسا کہ بیہقی اور دار قطنی کی روایت میں ہے، اور دوسرے اشکال یعنی تلقین یزید کا جواب حضرت نے بذل میں یہ دیا ہے کہ اس حدیث کو عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے یزید کے علاوہ دو روایت کرنیوالے اور ہیں خود اسی کتاب (ابوداؤد) میں اول عیسی بن عبد الرحمن بن ابی لیلی، اور دوسرے الحکم بن عتیبۃ اور یہ دونوں ثقہ راوی ہیں حکم کے ترجمہ میں تقریب میں ہے ثقة ثبت فقیه من الخامسة [3]، اور عیسیٰ کے ترجمہ میں لکھا ہے ثقة من السادسة [4] لہذا تلقین یزید کا اشکال بھی صحیح نہیں ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ یزید راوی ضعیف ہے جواب یہ ہے کہ یزید گو ضعیف ہیں لیکن بہر حال متروک نہیں ہیں ففی التهذیب قال أبو داود لا أعلم أحدا ترك حدیثه [5]۔

البتہ طریق ثانی وثالث میں محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سیئ الحفظ ہیں لیکن ان کی صداقت وفقاہت اور دیانت میں کسی کو کلام نہیں صرف ضبط وحفظ میں نقص ہے، انکے بارے میں حافظؒ نے تقریب میں لکھا ہے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٧٣

[2] الكامل في الضعفاء لابن عدي - ج ٨ ص ٢٨٣

[3] تقريب التهذيب - ص ٢٦٣

[4] تقريب التهذيب - ص ٧٦٨

[5] تهذيب التهذيب - ج ١١ ص ٣٣٠

صدوق سيء الحفظ جدا[1]، اور حافظ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں صدوق إمام، سيئ الحفظ. وقد وثق[2]، اور امام ابو حاتم رازی نے ان کے بارے میں بعض ائمہ سے نقل کیا ہے انه افقه اهل الدنيا[3]، سنن اربعہ کے راوی ہیں حافظ ذہبی نے ان کی روایت کردہ ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے حسنه الترمذي وضعفه عبد الحق وابن القطان: من جهة ابن أبي ليلى، ثم قال وقول الترمذي أولى[4]، دیکھئے حافظ ذہبی اور ترمذی کے نزدیک ان کی حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے[5]، لہذا ہماری یہ حدیث البراء بھی حسن ہے۔

٧٥٢ - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَخِيهِ عِيسَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا حَتَّى انْصَرَفَ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ.

ترجمہ: براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز شروع فرماتے ہوئے رفع الیدین فرمایا پھر نماز کے ختم تک رفع الیدین نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٧٥٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٢/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٣/٤)

شرح الحديث: قوله: عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَخِيهِ عِيسَى، عَنِ الْحَكَمِ: **سند میں ایک غلطی اوراسکی اصلاح:** یہاں پر ایک ضروری اور قابل تنبیہ امر یہ ہے جس کو حضرتؒ نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں میں اسی طرح ہے عَنْ أَخِيهِ عِيسَى، عَنِ الْحَكَمِ، لیکن یہ غلط ہے صحیح وَعَنِ الْحَكَمِ ہے حرف عطف کیساتھ جیسا کہ طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے، اور الجوهر النقی میں جو ابوداود کی روایت کا حوالہ دیا ہے اسکا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہاں واؤ ہونا چاہئے، واؤ نہ ہونے سے تو یہ لازم آئے گا کہ عیسیٰ حکم سے روایت کرتے ہیں اور حکم عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ابن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں عیسی اور حکم دونوں سے، لہذا عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرنے والے دو شخص ہوئے عیسیٰ اور حکم[6]۔

---

[1] تقريب التهذيب - ص ٨٧١

[2] ميزان الإعتدال في نقد الرجال - ج ٣ ص ٦١٣

[3] الجرح والتعديل لابن أبي حاتم - ج ٧ ص ٣٢٢

[4] ميزان الإعتدال في نقد الرجال - ج ٣ ص ٦١٥

[5] أماني الأحبار في شرح معاني الآثار - ج ٣ ص ١٩٦

[6] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٧٣ - ٤٧٤

قولہ: قَالَ أَبو داؤد: هَذَا الحَدِيثُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ: مصنفؒ کے دعویٰ عدم صحت کی بناء بظاہر سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ ہیں، اور اس کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں، نیز ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ احادیث الاحکام اور سنن کی کتابوں میں لَيْسَ بِصَحِيحٍ سے صحت اصطلاحیہ کی نفی مراد ہوتی ہے، صحیح اس کو ہم بھی نہیں کہتے، ہاں حسن ضرور مانتے ہیں۔

حدیث البراء پر حاکم کا ایک نقد اور اسکا جواب: اس حدیث پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حاکم صاحب مستدرک نے براء کی اس حدیث کا معارضہ کیا ہے ان کی ایک دوسری حدیث سے جسمیں رفع یدین فی المواضع الثلاثة مذکور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو اس طرح سفیان بن عیینہ سے روایت کرنیوالے ابراہیم بن بشار مادی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے، جیسا کہ حاکم نے بھی اسکا اعتراف کیا ہے، اور ابراہیم بن بشار راوی ضعیف ہے قال ابن معین ليس بشيء لم يكن يكتب عنه، سفيان وما رأيت في يده قلما قط، اسی طرح امام احمد ونسائی نے بھی ان کی تضعیف کی ہے۔

عدم رفع کے سلسلہ کی مزید دوسری روایات: عدم رفع کے سلسلہ میں حضرت نے بذل المجہود میں ان دو حدیثوں کے علاوہ جو اوپر متن میں آئی اور بھی متعدد احادیث مرفوعہ وآثار ذکر فرمائے ہیں، اسی طرح علامہ شوق نیمویؒ نے حضرت عمرؓ کا عمل ترک رفع بسند صحیح ثابت کیا ہے، جس کو امام طحاویؒ اور امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور ابن الترکمانی نے الجوھر النقی میں کہا کہ یہ سند علی شرط مسلم ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بھی درایہ میں لکھا ہے رجاله ثقات، اور حاکم نے جو اس کا معارضہ کیا ہے طاؤس کی روایت سے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ مواضع ثلاثہ میں رفع یدین کرتے تھے، اسکا جواب علامہ شوق نیمویؒ نے آثار السنن میں بڑی تحقیق کے ساتھ دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت عمرؓ کے بارے میں نہیں بلکہ ابن عمرؓ کے بارے میں ہے۔

اسی طرح علامہ نیموی نے حضرت علیؓ کا عمل عدم رفع طحاوی، بیہقی اور ابو بکر بن ابی شیبہ کی روایت سے نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے، حافظ ابن حجرؒ درایة میں لکھتے ہیں رجاله ثقات، علامہ زیلعیؒ لکھتے ہیں هو اثر صحيح، اور علامہ عینیؒ نے شرح بخاری میں لکھا ہے صحيح على شرط مسلم، اور دارمیؒ نے جو اس پر اشکال کیا کہ اس کی سند میں ابو بکر بن عبد الله النهشلي ہیں وهو ممن لا يحتج به، اسکا جواب علامہ نیمویؒ نے ابن الترکمانیؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ نہشلی کی روایت کو امام مسلم اور نسائی وغیرہ ائمہ نے لیا ہے، اور امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔

نیز دارمی نے یہ بات بھی کہی کہ ہمیں حضرت علیؓ کیساتھ حسن ظن یہ ہے کہ وہ اپنے فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ترجیح نہیں دیں گے اسکا جواب ابن دقیق العید مالکی نے یہ دیا ہے کہ ہمیں حضرت علیؓ کیساتھ حسن ظن یہ ہے کہ وہ عدم رفع کا ارتکاب بدون علم بالنسخ کے نہیں کریں گے۔

عدم رفع کے بارے میں احادیث قولیہ: ان روایات فعلیہ کے علاوہ حنفیہ کے پاس دو حدیثیں قولی بھی ہیں، جبکہ

فریق مخالف کے پاس اس سلسلہ کی کوئی قولی حدیث نہیں ہے، اول حدیث ابن عباس جس کو طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے ثنا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ حِينَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ وَحِينَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَيَنْظُرُ إِلَى الْبَيْتِ، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الصَّفَا، وَحِينَ يَقُومُ عَلَى الْمَرْوَةِ، وَحِينَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَبِجَمْعٍ، وَالْمَقَامَيْنِ حِينَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ» [1]، اور امام طحاویؒ نے اسکو ابن عباسؓ سے مرفوعاً بالسند المذکور اور ابن عمرؓ سے موقوفاً ومرفوعاً بطریق عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ روایت کیا ہے، لیکن طحاوی کی روایت میں بجائے لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي کے، تُرْفَعُ الْأَيْدِي [2] ہے۔

حدیث لاترفع الایدی الافی سبع مواطن پر بحث: ہماری جانب سے اس حدیث کو استدلال میں صاحب ہدایہ نے بھی پیش کیا ہے، اس لئے میرے نزدیک یہ حدیث بہت اہم ہے اس حدیث پر فریق ثانی کی جانب سے کچھ اعتراضات بھی ہیں، یہ اعتراضات وجوابات تفصیل طلب ہیں، مجملاً اہم اشکالات اور ان کے جوابات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا اشکال یہ ہے کہ اس کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ متفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں، اسکا جواب یہ ہے کہ ابن ابی لیلیٰ متروک راوی نہیں ہیں بعض اہل رجال نے ان کے بارے میں بہت بلند کلمات کہے ہیں جیسا کہ حدیث البراء پر کلام کے ذیل میں گزر چکا، نیز ان کا متابع بھی موجود ہے ورقاء نے ان کی متابعت کی ہے عند الطبرانی ورقاء عن عطاء بن السائب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس، اور یہ ورقاء راوی صدوق ہیں امام احمد ویحییٰ بن معین نے ان کی توثیق کی ہے، البتہ ان کی حدیث جو منصور سے ہو، اسمیں لین ہے، کمافی التقریب۔

دوسرا اشکال اس پر یہ کیا گیا ہے کہ وکیع اس کو ابن ابی لیلیٰ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں، جواب یہ ہے کہ وکیع اس کو ابن ابی لیلیٰ سے مرفوعاً بھی روایت کرتے ہیں، کمارواہ البخاری فی جزء رفع الیدین، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حدیث دونوں طرح مروی ہو جیسا کہ خود ابن عمرؓ کی روایت کا بھی یہی حال ہے سالم اسکو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور نافع موقوفاً، اور اس حدیث کا توقف بھی حکم میں رفع کے ہے اسلئے کہ یہ بات کہ نماز میں رفع یدین اتنی جگہ ہے کوئی راوی اپنے اجتہاد سے نہیں کہہ سکتا، یہ چیز غیر مدرک بالرائے ہے۔

ایک اشکال اسمیں یہ کیا گیا ہے کہ شعبہ سے منقول ہے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان چار میں سے نہیں ہے، لہٰذا حدیث منقطع ہے، جواب یہ ہے کہ شعبہ کے کلام میں حصر استقرائی ہے، شعبہ کبھی یہ کہتے ہیں لم يسمع الحكم عن مقسم إلا خمسة أحاديث [3]، جیسا کہ ترمذی میں ایک جگہ ہے، اور اس کے باوجود بہت سی حدیثیں ہیں جن کو امام

---

[1] المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ١٢٠٧٢ ج ١١ ص ٣٨٥

[2] شرح معاني الآثار، رقم الأحاديث ٣٨٢١-٣٨٢٢، (ج ٢ ص ١٧٦)

[3] جامع الترمذي - كتاب الجمعة - باب ما جاء في السفر يوم الجمعة ٥٢٧

ترمذیؒ نے عن الحکم عن مقسم روایت کیا ہے اور ان میں سے اکثر میں لفظ سماع اور تحدیث کا لفظ موجود ہے، اور پھر اس کے علاوہ یہ ہے کہ مرسل ثقات مقبول ہے۔

ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں مواضع سبعہ میں انحصار مراد نہیں ہے، اور مراد ہو بھی نہیں سکتا، اس لئے کہ مواضع سبعہ کے علاوہ بھی اور بعض مواضع میں رفع یدین ہوتا ہے، جیسے قنوت اور عیدین میں، نیز بعض روایات میں بجائے لاترفع کے ترفع الایدی وارد ہے بغیر حصر کے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر اس حدیث کو ہم موقوف مانتے ہیں تب تو ہو سکتا ہے کہ صحابی کو قنوت اور عیدین میں رفع یدین کا علم نہ ہو، عام نمازیں جو ہر دن اور بار بار پڑھی جاتی ہیں اسی کے اعتبار سے حصر مراد ہو، اور اگر اس حدیث کو مرفوع مانتے ہیں تو یہ کہا جائے گا کہ جو بعض مواضع اس حدیث میں بیان سے رہ گئے ان کا ثبوت دوسرے دلائل مستقلہ سے ہوگا۔

ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ ابن عباسؓ کا عمل اس کے خلاف منقول ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے، اور راوی کا عمل اپنی مروی کے خلاف مضر ہے، جواب یہ ہے کہ مضر جب ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ عمل اسکا بعد الروایۃ ہے، اور اگر اس کا وہ عمل قبل الروایۃ ہو یا تقدم وتاخر کا علم نہ ہو تب مضر نہیں، اور یہاں پر ایسا ہی ہے۔

مالی اراکم رافعی اید یکم الحدیث پر بحث: اور دوسری قولی حدیث مسلم وابوداود کی وہ روایت مرفوعہ ہے جس کو وہ جابر بن سمرہؓ سے روایت کرتے ہیں عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ رَافِعُوا أَيْدِيهِمْ - قَالَ زُهَيْرٌ: أُرَاهُ قَالَ - فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟ أُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ» [1]، اس حدیث میں بار بار رفع یدین سے صراحۃً منع کیا گیا ہے اور یہ کہ نماز میں سکون کی حالت اختیار کرو، اس استدلال پر امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کی طرف سے یہ اشکال ہے کہ یہ حدیث رفع عند السلام کے سلسلہ میں ہے صحابہ کرامؓ سلام کے وقت ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے آپ ﷺ اس کو منع فرمارہے ہیں، رفع یدین عند الرکوع سے اس کا تعلق نہیں، ہماری طرف سے اسکا جواب دیا گیا کہ اس سلسلہ میں دو حدیثیں مختلف الفاظ وسیاق سے مروی ہیں، ایک وہ ہے جس کو آپ

---

[1] عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ» قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَرَآنَا حَلَقًا فَقَالَ: «مَا لِي أَرَاكُمْ عِزِينَ» قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ: «أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟» فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا؟ قَالَ: «يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ». { صحيح مسلم - الصلاة (٤٣٠) سنن النسائي - الإمامة (٨١٦) سنن النسائي - السهو (١١٨٤) سنن النسائي - السهو (١١٨٥) سنن أبي داود - الصلاة (٦٦١) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٩٣/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٧/٥) }

فرمار ہے ہیں، اس کے راوی عبید اللہ بن القبطیہ ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَامَ تُومِئُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟[1]، اس حدیث کا تعلق بیشک رفع عند السلام سے ہے، اور پہلی حدیث اس سے بالکل مختلف ہے، اس میں سلام کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ لوگ نماز میں رفع یدین کرتے تھے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ، ظاہر ہے کہ یہ رفع یدین درمیان صلاۃ کا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ فرمایا، اور دوسری روایت کا تعلق چونکہ سلام سے ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ نہیں فرمایا کیونکہ سلام کی حالت نماز سے باہر آنے کی ہے عین نماز کی حالت نہیں ہے۔

یہ بات قابل غور ہے، کہ بار بار نماز کے درمیان کھڑے ہوتے اور جھکتے ہوئے رفع یدین کرنا یہ تو خیل شمس کے فعل کے مشابہ نہ ہو، اور سلام کے وقت میں بیٹھے بیٹھے صرف ہاتھ کا اشارہ وہ خیل شمس کے فعل کے مشابہ ہو جائے، حالانکہ خیل تو ہمیشہ کھڑے کھڑے ہی دم ہلاتا ہے، بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ گھوڑا بیٹھتا ہی نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے العبرة لعموم اللفظ لا بخصوص السبب، پس اگر مان لیا جائے کہ اس حدیث کا تعلق رفع عند السلام سے ہے تب بھی سکون کا حکم تو عام ہے اور اس پر یہ نہ کہا جائے پھر تو رفع یدین عند التحریمہ بھی نہ ہونا چاہئے اور یہ اس لئے کہ صرف ایک مرتبہ کی حرکت پر تشبیہ مذکور صادق نہیں آتی مطلق حرکت سے منع مقصود نہیں صرف ایک بار رفع یدین جو کہ فعل تعظیمی ہے اسکے نظائر موجود ہیں عند رؤیۃ البیت وغیرہ وہاں بھی بار بار رفع یدین نہیں ہوتا، رہا مسئلہ صلاۃ العید کا سو وہ حکم و مصالح پر مبنی ہے اور نہ وہاں اختلافات روایات ہے۔

ختام مسک: اخیر میں بطور خیر ختام کے ہم دو روایتیں اور ذکر کرتے ہیں جن کی تخریج امام بیہقیؒ نے خلافیات میں کی ہے اور علامہ زیلعیؒ نے ان کو نصب الرایہ میں اسی حوالہ سے نقل فرمایا ہے: ① جس کے لفظ یہ ہیں پوری سند نصب الرایہ میں موجود ہے: عَنْ عَبَّادِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ، ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِي شَيْءٍ حَتَّى يَفْرُغَ، ابن دقیق العید فرماتے ہیں وعباد هذا تابعي، فهو مرسل، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں مرسل الثقات مقبول لمحتج به، ② عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَوْنٍ الْخَرَّازِ ثَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ، إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، ثُمَّ لَا يَعُودُ[2]۔

---

[1] صحيح مسلم - الصلاة (٤٣١) سنن النسائي - السهو (١١٨٤) سنن النسائي - السهو (١١٨٥) سنن النسائي - السهو (١٣١٨) سنن النسائي - السهو (١٣٢٦) سنن أبي داود - الصلاة (٩٩٨) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٨٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٨٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٠١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٠٧)

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية - ج ١ ص ٤٠٤

اللہ تعالیٰ حضرت امام بیہقیؒ کو جزاء خیر عطا فرمائے، واقعی یہ حضرات جہاں تک نقل روایت کا تعلق ہے اس میں ان حضرات نے دیانت کا حق ادا کر دیا ہے اب آگے جو اس پر وہ نقد کر رہے ہیں اور جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ الگ بات ہے، وہ دوسری لائن کی چیز ہے جس میں عام طور سے لوگ مجبور ہوتے ہیں یعنی نصرت مذہب، اس میں ضروری نہیں کہ وہ حد اعتدال وانصاف سے خارج نہ ہوں، چنانچہ وہ اس حدیث کے بارے میں کہہ گزرے: قال الحاکم: هذا باطل موضوع، ولا يجوز أن يذكر إلا على سبيل القدح [1]، اور پھر آگے فرماتے ہیں کہ ہم کو امام مالکؒ سے جو روایات اور جو مضمون بالاسانید الصحیحہ پہنچا ہے وہ اس کے خلاف ہے، اور اگر یہ روایت امام مالکؒ سے مروی ہوتی تو دار قطنی اس کو ضرور غرائب مالک میں ذکر کرتے، اس پر علامہ عینیؒ طحاوی کی شرح نخب الأفکار میں فرماتے ہیں: هذا أيضًا مجرد دعوى من الحاكم؛ لأنه لم يبين وجه البطلان ما هو؛ ولا يلزم من عدم ذكر الدارقطني هذا في غرائب حديث مالك أن يكون هذا باطلًا، فافهم [2]۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت امام طحاویؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا جو عمل عدم رفع یدین مجاہد سے نقل کیا ہے، ابن عمرؓ کی یہ حدیث مرفوع اس عمل کا منشاء ہو سکتی ہے اور اس اثر مجاہد کا انکار کوئی آسان کام نہیں ہے کما تقدم فی محله، نیز امام مالکؒ سے جو مشہور ہے کہ وہ رفع یدین کے قائل نہیں اس کا منشا بھی یہ روایت ہو سکتی ہے، وقد تقدم في بيان المذاهب ما قال مالك في المدونة الكبرى رفع اليدين في غير التحريمة ضعيف والله تعالى أعلم بالصواب، وهذا آخر ما اردت ايراده في هذا المبحث۔

۷۵۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَمْعَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے اس حال میں کہ دونوں ہاتھ سر کی طرف بلند ہوتے تھے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (۲۳۹) جامع الترمذي - الصلاة (۲۴۰) سنن النسائي - الافتتاح (۸۸۳) سنن أبي داود - الصلاة (۷۵۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳۷۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۴۳۴) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۵۰۰) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۳۷)۔

۱۲۱ - بَابُ وَضْعِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

نماز میں داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نیت باندھنے کا بیان

مصنفؒ نماز کی پوری کیفیت من اوله الى آخره بالترتیب بیان کر رہے ہیں، ابتداء صلاۃ میں رفع یدین اور تکبیر تحریمہ کا بیان تو ہو گیا

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية - ج ۱ ص ۴۰۴

[2] نخب الأفكار في تنقيح مباني الأخبار في شرح معاني الآثار - ج ۴ ص ۱۶۳

اب یہاں سے یہ بتلار ہے ہیں کہ رفع یدین کرنے کے بعد ان ہاتھوں کا کیا کرنا ہے ویسے ہی چھوڑ دیئے جائیں گے، یا ان کو باندھا جائیگا۔

مسائل الباب: یہاں پر تین بحثیں ہیں اول یہ کہ نماز میں حالت القیام میں وضع الیدین ہو گا یا ارسال، اور دوسری بحث یہ ہے کہ اگر وضع ہو گا تو محل وضع کیا ہے، اور تیسری بحث یہ ہے کہ حکمت وضع کیا ہے۔

البحث الأول (حالت قیام میں وضع یا ارسال): جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ حالت قیام میں وضع الیمنی علی الیسریٰ کی سنیت کے قائل ہیں، اور امام مالکؒ سے اسمیں تین روایتیں ہیں: ① الأولی وضع الیدین کا مستحسن ہونا فی الفرض والنفل رواہ ابن الماجشون عنہ۔ ② الثانیة انه لابأس فی الوضع مطلقا فی الفرض والنفل رواہ اشهب عن مالك، ③ اور تیسری روایت کراهة الوضع فی الفرض دون النفل رواہ ابن القاسم عن مالك، ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں لیس فیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلاف وهو الذی ذکرہ مالك فی المؤطا یعنی اس سلسلہ میں روایت حدیثیہ میں کوئی اختلاف نہیں، یعنی اس کے مسنون ہونے میں اور اسی کو ذکر کیا ہے امام مالکؒ نے مؤطا میں، اور حسن بصری وابراہیم نخعی ولیث بن سعد سے ارسال منقول ہے اور امام اوزاعیؒ سے التخییر فی الوضع والارسال، اور فرقۂ ہادویہ کے نزدیک وضع غیر مشروع بلکہ مفسد صلاۃ ہے لکونه عملاً کثیراً۔

البحث الثانی (محل وضع): فعند الحنفیة تحت السرة وعند الشافعیة فوق السرة وتحت الصدر، وعن الحنابلة روایتان وعن المالکیة اما الارسال واما مثل الشافعیة یعنی فوق السرة۔

البحث الثالث (حکمت وضع): قالوا هو هیئة السائل الذلیل یعنی سائلانہ اور فقیرانہ ہیئت ہے، نیز امنع من العبث واقرب الی الخشوع ہے، اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے امام بخاریؒ نے، اس لئے کہ انہوں نے اس کے بعد متصلاً صحیح بخاری میں بَابُ الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ قائم کیا ہے۔

وضع تحت السرة أوالصدر میں دلائل فریقین: مسئلہ ثانیہ یعنی محل وضع مشہور اختلافی مسئلہ ہے اس سلسلہ میں ہم مختصراً فریقین کے دلائل ذکر کرتے ہیں، اس مسئلہ میں شافعیہ نے وائل بن حجرؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ثم وضعهما علی صدرہ کا لفظ وارد ہے، یہ روایت صحیح ابن خزیمہ ❶ کی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اور امام نوویؒ نے خلاصہ میں اور علامہ شوکانیؒ اہل حدیث نے نیل الأوطار میں اور ابن دقیق العید نے الإمام میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن اس کی سند میں مؤمل بن اسماعیل ہیں جو مکمل ضعیف ہیں اور وہی لفظ عَلٰی صَدْرِهٖ کے ساتھ متفرد ہیں، بجز ان کے کسی اور

❶ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى، حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى صَدْرِهِ. (صحیح ابن خزیمة - کتاب الصلاة - باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلاة قبل افتتاح القرأة ٤٧٩)

نے اس کو نقل نہیں کیا جیسا کہ اعتراف کیا ہے اس کا حافظ ابن القیمؒ نے اور إعلام الموقعین میں، امام بخاریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں منکر الحدیث، اور ابن سعد کہتے ہیں ثقة کثیر الغلط، دار قطنی کہتے ہیں ثقة کثیر الخطأ، حافظ تقریب میں لکھتے ہیں صدوق سیئ الحفظ [1]، منقول ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کو دفن کر دیا تھا اپنے حفظ سے بیان کرتے تھے اسی لئے ان سے خطا کا صدور بہت ہوا [2]۔

اصل استدلال ان حضرات کا اسی حدیث سے ہے جسکا حال آپکو معلوم ہو چکا، ان حضرات کے پاس ایک اور حدیث مرفوع ہے جسکے راوی والد قبیصہ ھلب طائی ہیں، یہ حدیث مسند احمد میں ہے، بہذا السند یَحْیَی بْنُ سَعِیدٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ قَبِیصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِیهِ، اس روایت میں بھی عَلَی صَدْرِهِ کا لفظ موجود ہے [3]، علامہ شوق نیمویؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی محفوظ نہیں ہے، یحییٰ بن سعید اسکے ساتھ متفرد ہیں انکے علاوہ سفیان کے تلامذہ میں سے کسی نے اس زیادتی کو نقل نہیں کیا، چنانچہ عبد الرحمن بن مہدی اور وکیع اسکو سفیان سے روایت کرتے ہیں بدون اس زیادتی کے، اسی طرح امام ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو بطریق ابو الاحوص عن سماک روایت کیا اسمیں بھی عَلَی صَدْرِهِ کا لفظ نہیں ہے، نیز امام احمدؒ نے اس بطریق شریک عن سماک روایت کیا اسمیں بھی عَلَی صَدْرِهِ کا لفظ نہیں ہے، نیز سماک راوی ضعیف ہیں، صاحب تحفۃ الاحوذی (مشہور اہل حدیث عالم) پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے مستدلات میں اس حدیث کو پیش کر کے اس حدیث کے ہر ہر راوی کی ثقاہت وعدالت کتب رجال سے ثابت کر کے اپنی شرح کا چوتھائی صفحہ سیاہ کیا اور اس تمام اختلاف واضطراب سے جو اوپر بیان ہوا اسکا کوئی معقول جواب نہیں دیا۔

یہ حضرات اس سلسلہ میں مرسل طاؤس کو بھی پیش کرتے ہیں جو ابو داؤد کے بعض نسخوں میں ہے جس میں عَلَی صَدْرِهِ کا لفظ موجود ہے لیکن وہ مرسل ہونے کے علاوہ ضعیف ہے اسکی سند میں الہیثم بن حمید بن جو ضعیف ہیں نیز سلمان بن موسیٰ وہ بھی متکلم فیہ ہیں۔

حنفیہ کے دلائل: اور حنفیہ کی جانب سے سب سے اہم جو حدیث مرفوع پیش کی جاتی ہے وہ وائل بن حجرؓ ہی کی حدیث ہے جسکو ابن ابی شیبہ [4] نے بسندہ روایت کیا: رَأَیْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِینَهُ عَلَی شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ، اس پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صحیح نسخوں میں تَحْتَ السُّرَّةِ کی زیادتی موجود نہیں اور صحیح صورت

---

[1] تقریب التهذیب – ص ۹۸۷

[2] الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة – ج ۲ ص ۳۰۹

[3] يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي سِمَاكٌ، عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ، وَرَأَيْتُهُ، قَالَ، يَضَعُ هَذِهِ عَلَى صَدْرِهِ" (مسند أحمد – تتمة مسند الأنصار – حديث هلب الطائي ۲۱۹۶۷)

[4] حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. (المصنف لابن أبي شيبة – كتاب الصلاة – باب وضع اليمين على الشمال رقم الحديث ۳۹۵۹ ج ۳ ص ۳۲۰-۳۲۲)

حال یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس حدیث وائل کے بعد اثر نخعی مذکور ہے جس کے آخر میں فی الصلاۃ کا لفظ ہے، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاتب کی نظر چوک گئی، اس نے اثر نخعی کے لفظ تحت السُّرَّۃ کو اس کے برابر میں جو حدیث وائل مذکور تھی اس میں اس لفظ کو درج کر دیا، اس کے علاوہ اور بھی ابن کے قرائن پیش کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ یہ حدیث اسی سند سے مسند احمد میں بھی ہے، وہاں پر بھی یہ لفظ مذکور نہیں، ہماری جانب سے علامہ شوق نیموی نے آثار السنن میں بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خود بعض صحیح نسخوں میں اس زیادتی کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے، نیز قاسم ابن قطلوبغا نے بھی اس حدیث کا اس زیادتی کیساتھ حوالہ دیا ہے، ویسے اس حدیث کی سند کی صحت کو فریق مخالف بھی تسلیم کرتا ہے، بخلاف علی الصدر والی روایت کے کہ اس پر سخت ترین کلام ہے، اس کے علاوہ اور بعض آثار صحیحہ ہیں اثر إبراهيم النخعی [1] مصنف ابن ابی شیبہ میں بسند حسن، اور ایسے ہی أثر أبی مجلز [2] بسند صحیح جس کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً اور امام ابوداود نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور ایسے ہی حدیث علیؓ جو ابوداود کے بعض نسخوں میں ہے: مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ [3] وسندہ ضعیف۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ہر دو فریق کے دلائل پر کلام ہے کسی ایک کے پاس کوئی حدیث مرفوع صحیح جس کو واجب العمل کہا جا سکے موجود نہیں کما قال ابن الهمام، البتہ فقہاء کرام کا ترجیح میں اختلاف ہو رہا ہے، حنفیہ تحت السرۃ اور شافعیہ تحت الصدر کو ترجیح دیتے ہیں، ہماری طرف سے کہا گیا ہے کہ نماز مظہر تعظیم ہے اور قیام تعظیمی میں معہود وضع تحت السرۃ ہے، ہاں اظہار عشق کی صورت میں وضع علی الصدر ہی ہوتا ہے، قال المتنبی حاولن تفدیتی وخفن مراقبا ، فوضعن ایدیھن فوق ترائب، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم کے درس میں وضع علی الصدر کی تائید میں کسی طالب علم نے اس شعر کو پیش کیا اس پر مولاناؒ موصوف نے برجستہ فرمایا کہ نبی کے مقابلہ میں متنبی کا قول پیش کرتے ہو؟ لاحول ولا قوۃ إلا باللہ۔

٧٥٤ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ زُرْعَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ، يَقُولُ: «صَفُّ الْقَدَمَيْنِ وَوَضْعُ الْيَدِ عَلَى الْيَدِ مِنَ السُّنَّةِ».

ترجمہ: زرعہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن زبیرؓ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے دونوں پاؤں کو ایک سیدھ میں رکھنا اور اپنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز میں نیت باندھنا نبی پاک کی سنت ہے۔

٧٥٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، عَنْ هُشَيْمِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ أَبِي زَيْنَبَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنِ ابْنِ

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة — كتاب الصلاة — باب وضع اليمين على الشمال، رقم الحديث ٣٩٦٠ ج ٣ ص ٣٢٢

[2] حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ، أَوْ سَأَلْتُهُ، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ؟ قَالَ: يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ، وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. (المصنف لابن أبي شيبة — كتاب الصلاة — باب وضع اليمين على الشمال، رقم الحديث ٣٩٦٣ ج ٣ ص ٣٢٣)

[3] سنن أبي داود — كتاب الصلاة — باب وضع اليمنى على اليسرى في الصلاة ٧٥٦

مسْعُودٍ، أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى الْيُمْنَى، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى».

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کے اوپر رکھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کو دیکھ لیا اور ان کے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا۔

٧٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ، حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: «السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ».

ترجمہ: ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ایک ہتھیلی پر دوسری ہتھیلی کو ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٧٥٦) مسند أحمد – مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١١٠)

٧٥٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ يَعْنِي ابْنَ أَعْيَنَ، عَنْ أَبِي بَدْرٍ، عَنْ أَبِي طَالُوتَ عَبْدِ السَّلَامِ، عَنِ ابْنِ جَرِيرٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ عَلِيًّا، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُمْسِكُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرُوِيَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، فَوْقَ السُّرَّةِ وَقَالَ أَبُو مِجْلَزٍ: تَحْتَ السُّرَّةِ وَرُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ.

ترجمہ: ابن جریر ضبی کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے ذریعہ اس کے گٹے پر رکھ کر پکڑتے تھے اور یہ ہاتھ ناف کے اوپر ہوتے تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ناف کے اوپر نیت باندھنی چاہیے۔ اور ابو مجلز سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا ناف کے نیچے نیت باندھنی چاہئے اور حضرت ابوہریرہؓ سے بھی نیت باندھنے سے متعلق روایت مروی ہے جو ضعیف ہے۔

٧٥٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ الْكُوفِيِّ، عَنْ سَيَّارٍ أَبِي الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: «أَخْذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ: يُضَعِّفُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ إِسْحَاقَ الْكُوفِيَّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں سے پکڑنا چاہیے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے سنا کہ وہ عبدالرحمن بن اسحاق کوفی کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

٧٥٩ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ طَاوُسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، ثُمَّ يَشُدُّ بَيْنَهُمَا عَلَى صَدْرِهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ».

ترجمہ: طاؤس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنے الٹے ہاتھ پر رکھتے اور نماز میں ان دونوں ہاتھوں کو ملا کر سینے پر نیت باندھتے تھے۔

١٢٢ - بَابُ مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ

کس دعا کے ذریعہ نماز شروع کرنی چاہیئے؟

دعا استفتاح میں اختلاف علماء: تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے درمیان میں کوئی دعا ہے یا نہیں، مسئلہ مختلف فیہ ہے، جمہور علماء ائمہ ثلاثہ دعا استفتاح کے قائل ہیں اور امام مالکؒ مشہور قول میں اس کے قائل نہیں، شروح بخاری، فتح الباری، عینی وغیرہ میں یہی لکھا ہے، اور صاحب منہل نے ایک روایت امام مالکؒ سے استحباب کی بھی نقل کی ہے بحوالہ علامہ زرقانی فی شرحہ علی مختصر الخلیل، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کون سی دعا اولی اور مختار ہے، اس لئے کہ کتب حدیث میں اس سلسلہ کی مختلف دعائیں منقول ہیں، مصنفؒ نے بھی اس باب میں متعدد ادعیہ ذکر کی ہیں جن میں سے بعض کا محل متعین ہے، یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد، اور بعض روایات مصنفؒ نے ایسی ذکر فرمائی ہیں جن میں محل دعا کی تعیین صراحۃً روایت [1] میں نہیں ہے، جیسے جبیر بن مطعم کی حدیث جس میں تکبیرات مذکور ہیں، الله اکبر کبیراً (تین مرتبہ) الحمدلله کثیراً (تین مرتبہ) سبحان الله بکرة واصیلا الی آخرہ، اس روایت میں راوی نے دعا کا محل ذکر نہیں کیا، اس باب میں سب سے پہلے مصنفؒ نے جو روایت ذکر کی ہے وہ دعا التوجہ سے جس کو دعا التوجیہ بھی کہتے ہیں وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إلى آخرہ، اس باب کے بعد مصنفؒ نے ایک دوسرا باب قائم کیا جس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ إلى آخرہ کو ذکر کیا، گویا خاص اسی دعا کیلئے مستقل ترجمہ قائم کیا، اس دعا کو بعض شراح نے دعا تسبیح سے تعبیر کیا ہے، ان دو کے علاوہ ایک اور دعا استفتاح وہ ہے جو بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے اللّٰهُمَّ بَاعِدْ [2] بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ. اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ [3]، یہ حدیث ہمارے یہاں ابوداؤد میں باب السکتة عند الافتتاح [4] میں بھی آرہی ہے۔

کس امام کے نزدیک کونسی دعا استفتاح مختار ہے: ان ادعیہ میں سے حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک مختار واولیٰ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ ہے، حافظ ابن القیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں: اختار الإمام أحمد هذا لعشرة أوجه کہ امام احمدؒ نے

---

[1] بلکہ احتمال ہے کہ افتتاح صلوٰۃ کے بعد قبل القرأت پڑھنا مراد ہو یا قبل التحریمہ یا درمیان صلوٰۃ قومہ کی حالت میں۔

[2] یہ حدیث ابوہریرہؓ سے مروی ہے حافظ ابن حجرؒ (فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢٣٠) لکھتے ہیں وحديث أبي هريرة أصح ما ورد في ذلك، لیکن بذل المجہود میں لکھا ہے باوجودیکہ یہ روایت متفق علیہ ہے خصوصیت سے کسی امام نے اس کو اختیار نہیں کیا (بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٨٨)۔

[3] صحيح البخاري - كتاب صفة الصلاة - باب مايقول بعد التكبير ٧١١ . صحيح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب ما يقال بين التكبيرة الإحرام والقراءة رقم ٥٩٨

[4] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب السكتة عند الإفتتاح ٧٨١.

اس دعا کو دس وجوہ ترجیح کی بناء پر اختیار فرمایا ہے [1]، اور امام شافعیؒ کے نزدیک مختار واولیٰ دعا التوجہ ہے جیسا کہ متن ابی شجاع وغیرہ کتب شافعیہ میں مذکور ہے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں بھی اسی کو ذکر فرمایا ہے، بذل میں لکھا ہے کہ مزنی نے امام شافعیؒ سے اسی کو نقل کیا ہے، اور دوسری روایت امام شافعی سے یہ ہے: ان المصلی یأتی بالاذکار کلھا فی الفریضة والنافلة، اس دعا توجہ کے حنفیہ میں سے امام ابویوسفؒ بھی قائل ہیں کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کیساتھ اس کو بھی شامل کرلے، اور یہی ایک روایت امام شافعیؒ کی ہے، چنانچہ فتح الباری میں ہے: ونقل الساجي عن الشافعي استحباب الجمع بين التوجيه والتسبيح [2]۔

٧٦٠ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُونِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ، ثُمَّ قَالَ: وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا [مُسْلِمًا] وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ لِي إِلَّا أَنْتَ، أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، وَإِذَا رَكَعَ، قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعِظَامِي وَعَصَبِي، وَإِذَا رَفَعَ، قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ، مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، وَإِذَا سَجَدَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ، وَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ، وَإِذَا سَلَّمَ مِنَ الصَّلَاةِ، قَالَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَالْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ.

ترجمہ: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔ اے اللہ میں نے اپنا چہرہ اس ذات کی طرف موڑلیا جو آسمان وزمین کا خالق ہے اور میں سارے باطل مذہب سے منہ موڑ کر صرف اکیلا اس ایک کا ہو رہا ہوں۔ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت ایک اللہ رب العالمین کیلئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی توحید کامل کا حکم دیا گیا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ اے اللہ آپ بادشاہ ہے آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں آپ میرے رب ہیں اور میں آپ کا بندہ ہوں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا

---

[1] زاد المعاد في هدي خير العباد - ج ١ ص ١٩٨

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٢ ص ٢٣٠

اور میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں چنانچہ تمام گناہوں کی بخشش فرما دیجئے۔ بے شک آپ ہی گناہوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مجھے بہترین اخلاق کی توفیق عطاء فرمائیں۔ بہترین اخلاق کی توفیق آپ ہی عطا کر سکتے ہیں اور برے اخلاق سے مجھے دور فرمائیں آپ ہی مجھے برے اخلاق سے دور فرما سکتے ہیں۔ میں ہمیشہ آپکی اطاعت کرونگا اور آپکی اطاعت پر جلدی کرونگا اور تمام کے تمام خیریں آپ ہی کی قدرت میں ہے اور شر کی نسبت آپکی طرف نہیں ہو سکتی اور میں آپکی پناہ میں آتا ہوں اور آپ عظمت وبزرگی والے ہیں اور برتر ہیں وھم کرنے والوں کے وھم سے میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں اور میں آپ ہی کی طرف لوٹتا ہوں اور جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ میں آپ ہی کیلئے رکوع کرتا ہوں اور آپ ہی پر ایمان لاتا ہوں اور آپ ہی کے تابع ہوتا ہوں اور میرے کان، آنکھ، دماغ، ہڈیاں، پٹھے اور آپ ہی کے سامنے تواضع کرتے ہیں اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ، مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔ اور جب آپ سجدہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ آپ ہی کیلئے میں نے سجدہ کیا اور آپ ہی پر ایمان لایا اور آپ ہی کا میں تابع ہوا میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کیلئے جس نے اس کو پیدا کیا اور بہترین صورت عطاء فرمائی اور اس چہرے میں کانوں اور آنکھوں کا راستہ بنایا اللہ تعالی بہترین خالق ہے اور جب آپ سلام پھیرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ جو میں نے گناہ کیئے اور جن اعمال خیر میں میں نے کوتاہی اور تاخیر کی ان سب گناہوں کو معاف فرما دیجئے اور وہ گناہ جو میں نے چھپکے چھپکے کیے اور جو گناہ میں نے کھلم کھلا کیے اور وہ تمام کام جن میں میں نے حد شرعی سے تجاوز کیا اور وہ تمام گناہ جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ان تمام گناہوں کو معاف فرما آپ ہی (بعض بندوں کو اعمال خیر کی توفیق دے کر) آگے بڑھا دیتے ہیں اور بعض بندوں کو آپ (محروم کر کے) ان کا درجہ ہٹا دیتے ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

٧٦١- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ بْنِ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَيَصْنَعُ مِثْلَ ذَلِكَ إِذَا قَضَى قِرَاءَتَهُ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَيَصْنَعُهُ إِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاتِهِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَإِذَا قَامَ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ كَذَلِكَ وَكَبَّرَ وَدَعَا، نَحْوَ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الدُّعَاءِ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ الشَّيْءَ وَلَمْ يَذْكُرْ "وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ"، وَزَادَ فِيهِ، وَيَقُولُ: عِنْدَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ: «اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ».

ترجمۃ: حضرت علیؓ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہہ کے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کاندھوں کے برابر تک بلند فرماتے اور جب آپ قرأت ختم کر چکے ہوتے اور رکوع

میں جانے کا ارادہ کرتے تو اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کاندھوں کے برابر تک اٹھاتے اور جب رکوع سے قومہ کے لئے سر اٹھاتے تو بھی اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور نماز میں بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی رکن میں رفع الیدین نہ فرماتے اور جب دو سجدوں سے کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین فرماتے اور تکبیر کہہ کر دعا مانگتے جیسا کہ عبد العزیز راوی نے گزشتہ روایت میں دعا ذکر کی ہے لیکن عبد اللہ بن الفضل نے دعا میں کچھ کمی بیشی ذکر کی ہے اور عبد اللہ بن فضل نے اَلْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ کے الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ عبد اللہ بن فضل نے یہ الفاظ زائد ذکر کیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ یہ دعا پڑھتے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

٧٦٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، قَالَ: قَالَ لِي: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، وَابْنُ أَبِي فَرْوَةَ، وَغَيْرُهُمَا مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَإِذَا قُلْتَ أَنْتَ ذَاكَ، فَقُلْ: «وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ»، يَعْنِي قَوْلَهُ: «وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ».

ترجمہ: شعیب بن ابی حمزہ کہتے ہیں کہ محمد بن المنکدر اور اسحاق بن عبد اللہ ابی فروہ وغیرہ فقہاء مدینہ نے مجھ سے کہا کہ تم جب اس دعا کو پڑھو تو وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کی جگہ یوں پڑھو وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٧١) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٦) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٢١) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٢٢) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٢٣) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٧) سنن أبي داود - الصلاة (٧٦٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٥٤) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (٩٥/١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١٠٣/١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٣٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٤)

شرح الأحاديث: قوله: وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ، بعض روایات میں بجائے اس کے وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ بھی آتا ہے آپ ﷺ اس طرح پڑھتے تھے اور کبھی اس طرح، آپ ﷺ کے حق میں تو کوئی اشکال نہیں آپ پر تو یہ دونوں باتیں صادق آتی ہیں لیکن آپ ﷺ کے علاوہ دوسروں کو کیا کہنا چاہیے؟

جمہور یہ کہتے ہیں کہ دوسروں کو وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ کہنا چاہیے، ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اول المسلمین کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوتی، لیکن اس صورت میں ضروری یہ ہے کہ مقصود تلاوت یا حکایت ہو اخبار عن نفسہ مقصود نہ ہو ورنہ نماز یقیناً فاسد ہو جائیگی، اور بعض علماء کہتے ہیں وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اس لئے کہ اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں، بلکہ یہ عبارت کنایہ ہے مبادرت اور مسارعت سے یعنی میں بعجلت، بشوق ورغبت اسلام میں داخل ہونے والا ہوں جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعٰبِدِينَ [1]۔

---

[1] تو کہہ اگر ہو رحمان کے واسطے اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں (سورۃ الزخرف ٨١)

ایک اشکال وجواب: وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ: اس پر بڑا اشکال ہے اس لئے کہ تمام اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ خیر وشر سب اللہ کی طرف سے ہے، اور یہ بات کہ خیر اللہ کی طرف سے اور شر غیر اللہ کی طرف سے ہے اہل اعتزال کا مسلک ہے، اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں: ① مراد یہ ہے الشر لیس شرأ بالنسبة الیك کہ اللہ تعالی کے اعتبار سے کوئی شر شر نہیں یہ خیر وشر کی تقسیم مخلوق کے اعتبار سے ہے خالق کے اعتبار سے نہیں، خالق کے اعتبار سے تو جس طرح تخلیق خیر میں مصلحت ہے اسی طرح شر میں بھی ہے دونوں چیزیں حکمت سے خالی نہیں، ② الشر لیس مما یتقرب به الیك یعنی اے خدا شر کے ذریعہ تیرا قرب حاصل نہیں کیا جاسکتا، ③ مراد یہ ہے الشر المحض لیس ینبغی ان ینسب الیك یعنی اللہ تعالی کیطرف خالص شر کی نسبت کرنا، جیسے کوئی کہنے لگے یاخالق الخنزیر یاخالق الشر، یہ مناسب نہیں خلاف ادب ہے بلکہ خیر وشر سب کو مجموعی طور پر اس کی طرف منسوب کیا جائے، مثلاً خالق الخیر والشر [1]۔

٧٦٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، وَثَابِتٍ، وَحُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى الصَّلَاةِ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ، فَقَالَ: اللهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: «أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا» فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ فَقُلْتُهَا، فَقَالَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا» وَزَادَ حُمَيْدٌ فِيهِ: «وَإِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ فَلْيَمْشِ نَحْوَ مَا كَانَ يَمْشِي فَلْيُصَلِّ مَا أَدْرَكَهُ وَلْيَقْضِ مَا سَبَقَهُ»

ترجمہ: انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک شخص نماز کیلئے آیا اس کا سانس پھول چکا تھا اور اس نے تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے اللہ اکبر کے الفاظ کہے پھر اس نے کہا اے اللہ ساری تعریفیں اور تمام پاکیزہ تعریفیں اور بابرکت تعریفیں آپ ہی کے لئے ہیں جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کس نے یہ کلمات کہے تھے کیوں کہ اس شخص نے کوئی غلط بات نہیں کی تو ان صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ میں نماز کیلئے آیا اور میرا سانس پھول چکا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے بارہ ⑫ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ کون ان کلمات کو لے کر اللہ پاک کے دربار میں چڑھتا ہے حمید راوی نے اس حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ تم میں سے کوئی شخص جب مسجد آئے (نماز پڑھنے) تو وہ اپنے معمول کے مطابق والی چال چلے پس اس کو نماز میں جتنی رکعتیں مل جائیں تو وہ امام کے ساتھ پڑھ لے اور جو رکعتیں اسکی نکل جائیں تو انکی قضا کرے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٢/٣)

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٤٩٢

٧٦٤ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَاصِمٍ الْعَنَزِيِّ، عَنِ ابْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلَاةً - قَالَ عَمْرٌو: لَا أَدْرِي أَيَّ صَلَاةٍ هِيَ - فَقَالَ: «اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ثَلَاثًا، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْخِهِ وَنَفْثِهِ وَهَمْزِهِ»، قَالَ: نَفْثُهُ الشِّعْرُ، وَنَفْخُهُ الْكِبْرُ، وَهَمْزُهُ الْمُوتَةُ.

ترجمہ: جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا عمرو بن مرۃؒ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کونسی نماز تھی (فرض یا نفل) تو حضور ﷺ نے تین دفعہ فرمایا اللہُ أَكْبَرُ كَبِيرًا اور تین دفعہ فرمایا الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا اور تین دفعہ فرمایا وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، اے اللہ میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان کے کبر میں مبتلا کرنے سے، اور سحر (جادو ٹونا) اور شیطان کے وساوس سے، عمرو بن مرہ نے کہا کہ حدیث میں نفس سے مراد برے اشعار پڑھنا ہے اور نفخ سے مراد کبر ہے اور هَمْزُهُ سے مراد مرگی اور دیوانہ پن ہے۔

٧٦٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مِسْعَرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: فِي التَّطَوُّعِ، ذَكَرَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے نفل نماز میں ان دعاؤں کو پڑھتے ہوئے سنا اس کے بعد گزشتہ حدیث کے مثل نقل کیا۔

تخریج: مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤ / ٨٠) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤ / ٨٣) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤ / ٨٥)

٧٦٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، أَخْبَرَنِي أَزْهَرُ بْنُ سَعِيدٍ الْحَرَازِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ: بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَفْتَتِحُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيَامَ اللَّيْلِ فَقَالَتْ: لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ شَيْءٍ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ أَحَدٌ قَبْلَكَ كَانَ إِذَا قَامَ كَبَّرَ عَشْرًا، وَحَمِدَ اللَّهَ عَشْرًا، وَسَبَّحَ عَشْرًا، وَهَلَّلَ عَشْرًا، وَاسْتَغْفَرَ عَشْرًا، وَقَالَ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي» وَيَتَعَوَّذُ مِنْ ضِيقِ الْمَقَامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. قَالَ أبو دَاوُد: وَرَوَاهُ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ، عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: عاصم بن حمید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ حضور ﷺ تہجد کی نماز کس ذکر اور دعا سے شروع فرماتے تھے تو حضرت عائشہ ﷺ نے جواب دیا کہ تم نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ سوال نہ پوچھا حضور ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے تو دس دفعہ اللہ أکبر کہتے اور دس دفعہ الحمد للہ اور دس دفعہ سبحان اللہ اور دس دفعہ لا إلہ إلا اللہ اور دس دفعہ أستغفر اللہ پڑھتے اور پھر یہ دعا مانگتے اے اللہ میری مغفرت فرما مجھے ہدایت

نصیب فرما مجھے روزی عطا فرما اور مجھے عافیت عطا فرما اور حضور ﷺ روز قیامت جگہ کی تنگی سے پناہ مانگتے تھے امام ابو داودؒ فرماتے ہیں خالد بن معدان نے ربیعہ جرشی سے حضرت عائشہؓ سے اسی حدیث کی طرح نقل کیا ہے۔

٧٦٧ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ؟ قَالَتْ: كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ «اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ أَنْتَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ».

ترجمہ: مسلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ رات کو جب تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو تہجد کی نماز کس دعا سے شروع فرماتے حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضور ﷺ تہجد کی نماز کیلئے جب کھڑے ہوتے تو اپنی نماز ان الفاظ سے شروع فرماتے اے اللہ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپی ہوئی اور ظاہری چیزوں کے جاننے والے آپ اپنے بندوں میں (روز قیامت) فیصلہ فرمائیں گے جن امور میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ان معاملات میں جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں میری صحیح راستے کی طرف رہنمائی فرما اپنی توفیق سے بے شک آپ جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔

٧٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ قُرَادٌ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، بِإِسْنَادِهِ بِلَا إِخْبَارٍ وَمَعْنَاهُ قَالَ: «كَانَ إِذَا قَامَ بِاللَّيْلِ كَبَّرَ وَيَقُولُ».

ترجمہ: عکرمہ نے پچھلی حدیث کی سند کی طرح روایت نقل کی ہے لیکن اس حدیث میں یہ روایت معنعن ہے اس میں اخبار کی تصریح نہیں ہے اور یہ حدیث گزشتہ حدیث کے ہم معنی ہے عکرمہ نے اس حدیث میں یہ الفاظ کہے کہ حضور ﷺ جب رات کو تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد یہ دعائیں پڑھا کرتے۔

٧٦٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ فِي أَوَّلِهِ وَأَوْسَطِهِ وَفِي آخِرِهِ فِي الْفَرِيضَةِ وَغَيْرِهَا.

ترجمہ: امام مالکؒ نے فرمایا نماز کے ابتدائی حصہ میں اور درمیانی حصہ میں آخری حصہ میں دعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں چاہے فرض نماز ہو یا فرض کے علاوہ (نفل، وتر وغیرہ)۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٧٠) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٢٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٢٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٦٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٥٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٥٦)

شرح الأحاديث: قوله: عَنْ مَالِكٍ، قَالَ: لَا بَأْسَ بِالدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ فِي أَوَّلِهِ وَأَوْسَطِهِ وَفِي آخِرِهِ فِي الْفَرِيضَةِ وَغَيْرِهَا: **دعا فی**

الصلوۃ میں امام مالک کا مسلک: امام مالکؒ کے نزدیک نماز کی ہر حالت میں اور اس کے ہر رکن میں خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل دعا مانگنے کی اجازت ہے سواء تعلق بحوائج الدنیا او الآخرہ ولو بالتعیین، امام مالکؒ کا یہ مذہب مدونہ میں بھی مذکور ہے، لیکن اسمیں رکوع کا استثناء کیا ہے کہ رکوع کے علاوہ باقی سب جگہ دعا مانگ سکتے ہیں، انکے نزدیک کسی کا نام لے کر بھی نماز کے اندر دعا مانگنا جائز ہے، منہل میں ان کے مذہب کی بڑی تفصیل لکھی ہے، میں کہتا ہوں کہ رکوع کا استثناء انہوں نے غالباً اس حدیث کی بناء پر فرمایا ہے جو آگے ہمارے یہاں بھی آئیگی جس میں یہ ہے: فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا الرَّبَّ فِيهِ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدعا، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ [1] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ رکوع محل دعا نہیں ہے، بخلاف سجود کے، واللہ تعالیٰ اعلم، یہ قول ہوا امام مالکؒ کا، اور آگے اسی کتاب میں چند اوراق بعد باب الدعا فی الصلاۃ کے اخیر میں یہ آرہا ہے قال أحمد: يعجبني في الفريضة أن يدعو بما في القرآن [2] یعنی فرض نماز میں وہی دعائیں مانگنی چاہئیں جو ماثور ہیں، اس میں مزید اختلاف ویان مذاہب باب التشهد ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدعا أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ [3] کے ذیل میں آئیگا۔

٧٧٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيِّ، قَالَ: كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، قَالَ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ»، قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا آنِفًا». فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِينَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلُ».

ترجمہ: رفاعہ بن رافع زرقی کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے (بعض روایات کے مطابق یہ نماز نماز مغرب تھی) جب نبی اکرم ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فرمایا تو حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے ایک صاحب نے (یہ صاحب خود رفاعہ ہیں) کہا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابھی کس نے یہ دعائیہ کلمات پڑھے تھے؟ تو ان صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے یہ کلمات پڑھے تھے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہے تھے کہ کون ان کلمات کو پہلے لکھتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦٦) جامع الترمذي - الصلاة (٤٠٤) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣١) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٤٠) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٩١)

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في الدعاء في الركوع والسجود ٨٧٦

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الدعاء في الصلاة ٨٨٤

[3] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب التشهد ٩٦٨

شرح الحدیث قولہ: لَقَدْ رَأَيْتُ بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَبْتَدِرُوْنَهَا: جس شخص نے آپ کے پیچھے نماز میں رکوع سے اٹھنے کے بعد کلمات مذکورہ فی الحدیث پڑھے تھے ان کے بارے میں آپ ﷺ فرمارہے ہیں کہ میں نے اس وقت تیس سے کچھ زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف ان کے لکھنے کے لئے دوڑ رہے تھے، بِضْعَةً وَثَلَاثِيْنَ سے بظاہر تینتیس ملائکہ مراد ہیں جس کی مصلحت یہ ہوسکتی ہے کہ ان کلمات کے اعداد حروف بھی اتنے ہی ہیں، اس سے پہلے ایک روایت (رقم الحدیث ۷۶۳) میں بجائے تینتیس کے اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا آیا ہے، اور اس کی حکمت علامہ عینیؒ نے یہ بیان کی ہے کہ کلمات مذکورہ فی الحدیث چھ ہیں تو گویا ہر کلمہ کو لینے کیلئے دو فرشتہ دوڑے، لیکن ان دونوں حدیثوں میں عدد کے اعتبار سے تعارض ہے، حضرت شیخ حاشیہ بذل [1] میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی دونوں اگرچہ اتحاد واقعہ کے قائل ہیں لیکن انہوں نے اس اختلاف عدد کی کوئی توجیہ نہیں فرمائی، البتہ صاحب فیض الباری نے اس کے جواب میں تعدد واقعہ کو اختیار کیا ہے، اور احقر کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اگر یہ دو واقعہ الگ الگ ہیں تب تو کوئی اشکال ہی نہیں، اور اگر ایک ہی واقعہ ہے تو یہ کہا جائے گا کہ احدی الروایتین وہم ہے یہ معلوم نہیں کونسی، واللہ اعلم، اس لئے کہ سند کے اعتبار سے دونوں ہی حدیثیں صحیح ہیں۔

۷۷۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ، يَقُولُ: «اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قِيَامُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَأَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ، أَنْتَ إِلَهِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ».

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کے درمیانہ حصہ میں تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ کلمات ادا فرماتے اے اللہ ساری تعریفیں آپ کے لئے ہیں آپ آسمان اور زمین کو روشن کرنے والے ہیں۔ ساری تعریفیں آپ کیلئے ہیں آپ آسمانوں اور زمین کے تھامنے والے ہیں اور ان کے محافظ ہیں...... اور ساری تعریفیں آپ کیلئے ہیں آپ آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق ان میں ہیں ان کے رب اور مالک ہیں اے اللہ آپ کا وجود وجود حقیقی اور دائمی ہے اور آپ کا فرمان برحق ہے اور آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کی ملاقات کا عقیدہ برحق ہے اور جنت کی نعمتیں برحق ہیں اور جہنم اور اس کے عذابات برحق ہیں اور قیامت کا آنا برحق ہے اے اللہ آپ ہی کا میں فرمانبردار اور مطیع ہوا اور آپ پر میں ایمان لایا اور آپ پر میں نے بھروسہ کیا اور آپ کی طرف میں اپنے تمام معاملات میں رجوع کرتا ہوں اور جو عقل و سمجھ اور دلائل آپ نے دیئے ان کے ذریعہ میں اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہوں اور تمام معاملات میں آپ ہی کو میں حکم اور فیصلہ کرنے والا بناتا ہوں پس میرے ان

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٥٠٦

تمام گناہوں کو معاف فرما جو میں نے آگے بھیج دیئے اور جو گناہ میں بعد میں کرونگا اور جو گناہ کھلم کھلا کیئے یا چھپ کر اے اللہ آپ میرے معبود ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

٧٧٢ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ، أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا طَاوُسٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي التَّهَجُّدِ يَقُولُ بَعْدَ مَا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ ذَكَرَ مَعْنَاهُ.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ کیلئے اللہ اکبر کہنے کے بعد نماز تہجد میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے اس کے بعد گزشتہ حدیث کے مثل الفاظ ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٩) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٥٨) صحيح البخاري - التوحيد (٦٩٥٠) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٠٤) صحيح البخاري - التوحيد (٧٠٦٠) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٦٩) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤١٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦١٩) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٥٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٥٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٦٦/١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٥٠٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٨٦)

٧٧٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ - نَحْوَهُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ عَمِّ أَبِيهِ مُعَاذِ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَطَسَ رِفَاعَةُ - لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: رِفَاعَةُ - فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ، فَقَالَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ» ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَأَتَمَّ مِنْهُ.

ترجمہ: رفاعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو مجھے چھینک آئی قتیبہ استاد نے یہ کہا تھا کہ مجھے چھینک آئی یہ نہیں کہا کہ رفاعہ کو چھینک آئی عطس رفاعہ کے الفاظ سعید بن عبد الجبار کے ہیں........ تو میں نے یہ الفاظ کہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ، كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضَى جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اور صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں کلام کرنے والا کون شخص تھا؟ اس کے بعد قتیبہ استاد نے امام مالکؒ کی گزشتہ حدیث کی طرح روایت نقل کی بلکہ امام مالکؒ کی حدیث سے زیادہ مکمل حدیث نقل کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦٦) جامع الترمذي - الصلاة (٤٠٤) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣١) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٢) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٤٠/٤) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٩١)

شرح الحدیث: قوله: فَعَطَسَ رِفَاعَةُ - فَقُلْتُ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ: اس حدیث کے راوی رفاعہ بن رافع ہیں وہ اپنے آپ کو غائب سے تعبیر کر رہے ہیں، مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ دونوں کے مفہوم میں فرق یہ لکھا ہے کہ اول سے مراد زیادتی ہے اور ثانی سے مراد بقاء ہے یعنی ایسی حمد جس میں زیادتی ہو رہی ہو اور ہمیشہ و باقی رہنے والی ہو۔

نماز کی حالت میں حمد عاطس: اس حدیث میں یہ ہے کہ ان صحابیؓ کو نماز میں چھینک آئی جس پر انہوں نے اپنی زبان سے حمد ادا کی، سوال یہ ہے کہ مسئلہ کیا ہے؟ عاطس کو نماز میں الحمد للہ کہنا چاہئے یا نہیں، سو احناف کا ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ کہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی لیکن قول اصح عدم فساد ہے، پھر کہا گیا ہے اس کیلئے مناسب یہ ہے کہ خاموش رہے، اور کہا گیا ہے کہ دل میں حمد کرے قیل یسکت وقیل یحمد فی نفسہ، اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر یہ لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ حدیث تطوع پر محمول ہے اسلئے کہ انکے نزدیک فرض نماز میں حمد فی نفسہ سے زائد کی گنجائش نہیں ہے، یعنی زبان سے ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے لیکن آگے روایت میں آرہا ہے کہ آپ نے فرمایا مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ. فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا اس سے تو بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ فرض میں بھی کوئی حرج نہیں، صاحب منہل کی بھی رائے یہی ہے، اور انہوں نے حافظؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک روایت میں تصریح ہے اس بات کی کہ یہ مغرب کی نماز کا واقعہ ہے [1]، لیکن حنفیہ اور جمہور کا مذہب وہی ہے جو امام ترمذیؒ فرما رہے ہیں لہذا لَمْ يَقُلْ بَأْسًا محتاج تاویل ہے، مثلاً یہ کہ معصیت کی نفی ہے یا یہ کہ عدم علم کی وجہ سے انکو معذور سمجھا گیا۔

٧٧٤ - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَطَسَ شَابٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، حَتَّى يَرْضَى رَبُّنَا، وَبَعْدَمَا يَرْضَى مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ» ، قَالَ: فَسَكَتَ الشَّابُّ، ثُمَّ قَالَ: «مَنِ الْقَائِلُ الْكَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا» . فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا قُلْتُهَا لَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا خَيْرًا، قَالَ: «مَا تَنَاهَتْ دُونَ عَرْشِ الرَّحْمَنِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى» .

ترجمہ: حضرت عامر بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے ایک انصاری نوجوان کو چھینک آئی تو انہوں نے یہ دُعا پڑھی: الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ، حَتَّى يَرْضَى رَبُّنَا، وَبَعْدَمَا يَرْضَى مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تو حضور ﷺ نماز سے جب فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس جملہ کا پڑھنے والا کون ہے؟ تو وہ انصاری نوجوان خاموش رہا پھر حضور ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اس جملہ کا کہنے والا کون ہے؟ اس نے کوئی نقصان دہ بات نہیں کہی تو اس نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے یہ کلمات کہے تھے اور میرا ارادہ ان کلمات کے کہنے سے بھلائی کے سوا کچھ اور نہیں تھا جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ رحمٰن جل ذکرہ کے عرش سے پہلے نہیں رکے (بلکہ یہ الفاظ سیدھے عرش الٰہی پر جا پہنچیں)۔

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢٨٦. المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ١٨٥.

۱۲۳۔ بَابُ مَنْ رَأَى الاسْتِفْتَاحَ بِسُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

نماز کو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ سے شروع کرنا چاہیے

تخریج حدیث اور اس پر کلام: اس باب میں مصنفؒ نے اس دعا کو جس کو بعض علماء نے دعا تسبیح کے نام سے موسوم کیا ہے، ابوسعید خدریؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے، ان دو میں سے پہلی حدیث تو سنن اربعہ میں موجود ہے، اور حدیث عائشہؓ سنن ثلاثہ کی روایت ہے، امام نسائی نے اسکی تخریج نہیں کی البتہ حاکم نے اسکو مرفوعاً روایت کیا ہے، وقال صحیح الاسناد، امام ترمذیؒ نے دعا استفتاح میں صرف یہی ایک دعا ذکر فرمائی ہے ابوسعید خدریؓ اور عائشہؓ دونوں کی روایت سے، ان دونوں روایتوں کے الفاظ میں جو فرق ہے اسکو بھی انہوں نے بیان کیا، وہ فرق یہ ہے کہ ابوسعید خدریؓ کی روایت میں وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ کے بعد اور بھی زیادتی ہے جیسے کہ سنن ابوداود میں بھی ہے، اور وہ زیادتی یہ ہے ثُمَّ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُولُ: «اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا» ثَلَاثًا، «أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ»، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں بعض اہل علم نے اس پوری دعا کو اختیار کیا ہے، لیکن اکثر اہل علم نے صرف اتنے حصہ کو اختیار کیا ہے جو حدیث عائشہؓ میں ہے، یعنی وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ تک، لیکن بعض محدثین نے جن میں امام ابوداودؒ اور امام ترمذیؒ بھی ہیں ان دونوں ہی روایتوں پر کلام کیا ہے، صاحب منہل فرماتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مرفوعاً مروی ہے گو بعض طرق میں اسکے کلام بھی ہے لیکن کثرت طرق سے ضعف کا انجبار ہو جاتا ہے اسی طرح حضرتؒ بذل میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ دعا متعدد صحابہ سے مروی ہے جن کی روایات دار قطنی، بیہقی، سنن سعید بن منصور میں مروی ہیں بعض موقوفاً اور بعض مرفوعاً، ایسے ہی یہ دعا صحیح مسلم میں بھی موجود ہے جس کے لفظ یہ ہیں أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ [1] الخ اور یہ پہلے آچکا کہ ابن قیمؒ نے اس کی دس وجوہ ترجیح بیان کی ہیں ان سب وجوہ کو صاحب أماني الأحبار نے تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

۷۷۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ الرِّفَاعِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ، ثُمَّ يَقُولُ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ» . ثُمَّ يَقُولُ: «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» ثَلَاثًا، ثُمَّ يَقُولُ: «اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا» ثَلَاثًا، «أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ، وَنَفْخِهِ، وَنَفْثِهِ» ، ثُمَّ يَقْرَأُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا الْحَدِيثُ، يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا الْوَهْمُ مِنْ جَعْفَرٍ.

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب رات کو تہجد کی نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر

[1] صحیح مسلم - کتاب الصلاۃ - باب حجۃ من قال لا یجهر بالبسملۃ ۳۹۹

تحریمہ کہتے اور یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ الخ اے اللہ آپ کی ذات پاک ہے اور آپکی تعریف اور آپ کا نام بابرکت ہے اور آپ کی عظمت اور بزرگی بلند و بالا ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تین مرتبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھتے اور تین مرتبہ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا پڑھتے اور فرماتے میں اللہ سمیع علیم کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان مردود سے اس شیطان کے وساوس سے اور تکبر میں مبتلا کرنے سے اور اس شیطان کے سحر میں مبتلا کرنے سے ان کلمات کے بعد قرآن کی تلاوت شروع فرماتے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو سعید خدریؓ کی اس حدیث کو محدثین کرام علی بن علی سے حسن بصری کے واسطہ سے مرسلا روایت کرنے کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ جعفر بن سلیمان راوی کو وہم ہوا ہے جس نے اس روایت کو مرفوعا موصولا نقل کر دیا۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٠) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٠٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٥٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٣٩)

شرح الحديث حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ ..... قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ، يَقُولُونَ هُوَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا الْوَهْمُ مِنْ جَعْفَرٍ **باب کی حدیث اول پر مصنفؒ کا نقد:** یعنی اوپر والی سند درست نہیں عن علی بن علی عن ابی المتوکل الناجی عن ابی سعید الخدری، بلکہ صحیح یہ ہے کہ علی بن علی اس کو حسن بصری سے مرسلاً روایت کرتے ہیں بغیر ذکر صحابی کے، لیکن حضرتؒ نے بذل [1] میں جعفر بن سلیمان جن کی جانب مصنفؒ نے وہم منسوب کیا ہے کتب رجال سے ان کی ثقاہت ثابت کی ہے۔

٧٧٦- حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ الْمُلَائِيُّ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ، قَالَ: «سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْمَشْهُورِ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ، لَمْ يَرْوِهِ إِلَّا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ وَقَدْ رَوَى قِصَّةَ الصَّلَاةِ عَنْ بُدَيْلٍ جَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ شَيْئًا مِنْ هَذَا» .

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کو شروع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ۔ امام بوداؤد فرماتے ہیں عبد السلام بن حرب سے یہ روایت مشہور سندوں سے مروی نہیں طلق بن غنام عبد السلام بن حرب سے اس روایت کو نقل کرنے میں متفرد ہیں بدیل راوی سے کئی راوی نماز پڑھنے والے اس واقعہ کو روایت کرتے ہیں لیکن ان راویوں میں کوئی راوی بھی اس طرح کی بات ذکر نہیں کرتے۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٣) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٠٦)

شرح الحديث حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيسَى ...... قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْمَشْهُورِ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٥١٣

حدیث ثانی پر مصنفؒ کا نقد اور اسکا جواب: امام ابوداودؒ اس حدیث پر کلام فرماتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ یہ حدیث شاذ اور غریب ہے، اس حدیث کو اس طرح بدیل بن میسرہ سے روایت کرنے میں عبدالسلام متفرد ہیں، اور خود عبدالسلام سے اسکو روایت کرنے میں طلق بن غنام متفرد ہیں، لیکن شراح حدیث جیسا کہ بذل المجہود [1] میں ہے یہ فرما رہے ہیں کہ یہ دونوں راوی ثقہ ہیں عبدالرحمن بن حرب رجال صحیحین میں سے ہیں اور طلق بن غنام بخاری اور سنن اربعہ کے رواۃ میں سے ہیں، اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہوتی ہے، حافظؒ فرماتے ہیں رجال إسناده ثقات، لکن فیه انقطاع، اور دلیل انقطاع یہ ہے کہ جعفر فریابی نے اس حدیث کو کتاب الصلاۃ میں روایت کیا ہے جس میں اس طرح ہے عن ابی الجوزاء قال ارسلت رسولاً الی عائشة یسألها الخ، اس سے معلوم ہو رہا ہے ابوالجوزاء اور عائشہؓ کے درمیان واسطہ ہے لیکن اس حدیث میں انقطاع علی مذہب البخاری تو کہہ سکتے ہیں علی مذہب مسلم والجمہور [2] نہیں اس لئے کہ ممکن ہے ابوالجوزاء نے عائشہؓ کے پاس جاکر بالمشافہہ یہ حدیث سنی ہو، لاجل امکان اللقاء بسبب وجود المعاصرة بینهما۔

۱۲۴ـ بَابُ السَّكْتَةِ عِنْدَ الْاِفْتِتَاحِ

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد چند لمحے خاموش رہنے کا بیان

نماز کے سکتات میں روایات اور فقہاء کرام کا اختلاف: روایات میں چند سکتات کا ذکر آتا ہے جن میں سے سکتہ عند الافتتاح صحیحین کی روایات سے ثابت ہے، اور سنن کی روایت سے جن کو مصنفؒ نے بھی ذکر کیا ہے سکتتین کا ثبوت ہو رہا ہے، یعنی ایک سکتہ عند الافتتاح اور ایک بعد الفراغ من القرأة، اور پھر اس دوسرے سکتہ میں روایات میں اضطراب ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے بعد الفراغ من الفاتحة، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے بعد الفراغ من القرأة، یعنی مطلق قرأت جس کا مطلب یہ ہے بعد الفراغ من السورة، اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہ دو سکتے مستقل ہوں یعنی بعد الفراغ من الفاتحة وبعد الفراغ من السورة، اس صورت میں کل سکتات تین ہو جائیں گے، دو یہ اور ایک عند الافتتاح۔

یہ تو ہوا اختلاف من حیث الروایات واما الفقهاء الکرام فهم أیضاً مختلفون فی ذلك، چنانچہ امام مالکؒ تو مطلقاً سکتہ کا انکار فرماتے ہیں ان کے یہاں سکتہ عند الافتتاح بھی نہیں اسی لئے وہ دعا استفتاح کے بھی قائل نہیں ہیں، کما تقدم فی الباب السابق، اور امام شافعی واحمد سکتتین کے قائل ہیں جن میں سکتہ اولیٰ دعا افتتاح کے لئے ہے اور سکتہ ثانیہ بعد الفاتحہ، لیکن سکتہ ثانیہ کے جس نوع سے شافعیہ قائل ہیں اس سے ان کا مقصد حل نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ دوسرا سکتۂ إمام اس لئے ہے تاکہ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٥١٥

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٤ ص ٥١٦

مقتدی فاتحہ کی قرأت کر سکے لیکن اس کیلئے سکتہ طویلہ درکار ہے، جس کا ثبوت روایات سے نہیں، روایات سے ثبوت صرف سکتہ لطیفہ کا ہے، اور حنفیہ کے یہاں یہ سکتۂ إمام آمین کے لئے ہے کیونکہ ہمارے یہاں آمین بالسر ہے، اور حنابلہ کے یہاں یہ سکتہ قرأت فاتحہ کے لئے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ وہ قرأت فاتحہ خلف الإمام فی الجھریہ کے قائل ہی نہیں ہیں صرف سریہ میں قائل ہیں، اور سکتہ کا تعلق ہے جہری نمازوں سے، اور نہ یہ سکتہ ان کے یہاں آمین کیلئے ہے اسلئے کہ ان کے نزدیک آمین بالجہر ہے، فیمکن ان تکون للفصل بین الفاتحة والسورة، سکتات پر کلام فتح الملھم شرح مسلم میں بھی تفصیلاً موجود ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس بحث کی ضرورت قرأت فاتحہ خلف الامام میں پیش آتی ہے، لہذا اس کو محفوظ رکھا جائے۔

٧٧٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ سَمُرَةُ «حَفِظْتُ سَكْتَتَيْنِ فِي الصَّلَاةِ، سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ حَتَّى يَقْرَأَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسُورَةٍ عِنْدَ الرُّكُوعِ»، قَالَ: فَأَنْكَرَ ذَلِكَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَكَتَبُوا فِي ذَلِكَ إِلَى الْمَدِينَةِ إِلَى أُبَيٍّ فَصَدَّقَ سَمُرَةَ. قَالَ أبو داود: كَذَا قَالَ حُمَيْدٌ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ «وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ».

ترجمہ: حسن بصری سے مروی ہے کہ سمرہ بن جندب نے فرمایا کہ نماز میں میں نے دو سکتے یاد کیے ہیں: ① جب امام تکبیر کہے تو قراۃ شروع کرنے سے پہلے سکتہ کرے گا، ② جب امام سورۃ فاتحہ اور سورۃ سے فارغ ہو جائے تو رکوع میں جانے سے پہلے سکتہ کرے گا۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ عمران بن حصینؓ نے حضرت سمرہؓ پر ان دو سکتوں کے متعلق نکیر کی تو لوگوں نے مدینہ طیبہ میں ابی بن کعبؓ کو اس اختلاف کے بارے میں لکھا تو ابی بن کعبؓ نے سمرہ بن جندبؓ کی بات کو درست قرار دیا۔

امام ابو داؤد فرماتے ہیں حمید نے اس حدیث میں اسی طرح کہا کہ دوسرا سکتہ قراۃ سے فارغ ہونے کے بعد کرے گا۔

٧٧٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ "كَانَ يَسْكُتُ سَكْتَتَيْنِ: إِذَا اسْتَفْتَحَ وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ كُلِّهَا". فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ.

ترجمہ: سمرہ بن جندبؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے فرمایا کرتے تھے: ① جب نماز کو شروع فرماتے (تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد) سکتہ فرماتے، ② جب پوری قرأت سے فارغ ہو جاتے (رکوع سے پہلے) تب سکتہ فرماتے۔ اشعث نے یونس کی حدیث کی مانند حدیث کا باقی حصہ ذکر کیا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٧) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/١٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٢٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٢١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٥/٢٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٣)

٧٧٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ، وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ، أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَكْتَتَيْنِ: سَكْتَةً إِذَا كَبَّرَ، وَسَكْتَةً إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ[1]} ". فَحَفِظَ ذَلِكَ سَمُرَةُ وَأَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِي ذَلِكَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِي كِتَابِهِ إِلَيْهِمَا أَوْ فِي رَدِّهِ عَلَيْهِمَا: أَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ.

ترجمہ حسن بصری کہتے ہیں سمرہ بن جندبؓ اور عمران بن حصینؓ میں مذاکرہ ہوا تو سمرۃ بن جندب نے بیان کیا کہ میں نے حضور ﷺ سے دو سکتوں کو یاد کیا ہے: ① جب حضور ﷺ تکبیر تحریمہ کہتے تو سکتہ فرماتے، ② جب آپ ﷺ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ کر فارغ ہوتے تو دوسرا سکتہ فرماتے، تو سمرہؓ نے ان دونوں سکتوں کو محفوظ کیا تھا اور عمران بن حصینؓ نے ان پر نکیر فرمائی تو ان دونوں نے اس بحث کے متعلق ابّی بن کعبؓ کو خط لکھا تو ابی بن کعبؓ انکے خط کے جواب میں لکھا کہ سمرہ بن جندبؓ نے صحیح بات کو محفوظ کیا ہے۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٧٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٣/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٣)

٧٨٠ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، بِهَذَا قَالَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: سَكْتَتَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِيهِ: قَالَ سَعِيدٌ: قُلْنَا لِقَتَادَةَ: مَا هَاتَانِ السَّكْتَتَانِ؟ قَالَ: "إِذَا دَخَلَ فِي صَلَاتِهِ، وَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: وَإِذَا قَالَ: {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} ".

ترجمہ سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے دو سکتوں کو یاد اور محفوظ کیا ہے۔ اس روایت میں یہ ہے کہ سعید نے کہا ہم نے قتادۃ سے پوچھا یہ دو سکتے کون سے ہیں تو قتادۃ نے جواب دیا، ① جب آدمی نماز شروع کرے تو سکتہ کرے، ② جب آدمی قرأت سے فارغ ہو تو سکتہ کرے اس کے بعد قتادہ نے فرمایا: جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو سکتہ کرے۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٧/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٢/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٥/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٢٣/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٣)

---

[1] جن پر نہ تیرا غضب ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے (سورۃ الفاتحۃ ٧)

٧٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ عُمَارَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، عَنْ عُمَارَةَ الْمَعْنَى، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ». فَقُلْتُ لَهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ أَخْبِرْنِي مَا تَقُولُ؟ قَالَ: «اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللَّهُمَّ أَنْقِنِي مِنْ خَطَايَايَ كَالثَّوْبِ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ».

ترجمة حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں تکبیر تحریمہ کہتے تو تکبیر کہنے کے بعد قرأت سے پہلے چند لحوں کیلئے خاموشی اختیار فرماتے تو میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں مجھے بتلایئے کہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے خاموشی کے ان لحات میں کیا دعا مانگتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں یہ دعا مانگتا ہوں اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر دوری کر دیجیے جتنی کہ آپ نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری فرمار کھی ہے اے اللہ میرے گناہوں سے مجھے اس طرح پاک وصاف فرمادیجئے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ مجھے برف، پانی اور اولوں کے ذریعہ دھوڈالیے۔

تخريج صحيح البخاري - الأذان (٧١١) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٩٨) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٤) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٠٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٤)

شرح الحديث «إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ». فَقُلْتُ لَهُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ أَخْبِرْنِي مَا تَقُولُ؟ قَالَ: اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ الخ: یہ ہے وہ دعا استفتاح جس کا حوالہ ہمارے یہاں گذشتہ باب میں دیا گیا تھا۔

قولہ: اللَّهُمَّ اغْسِلْنِي بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ: بر دراء کے فتح کے ساتھ ہے بمعنی اُولہ۔

شرح حدیث: یہاں پر ایک طالبعلمانہ سوال ہے وہ یہ کہ کپڑا یا بدن صاف کرنے میں جتنا گرم پانی ومفید و معین ہو سکتا ہے اتنا ٹھنڈا نہیں ہوتا، جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر یہاں برف اور اولہ کو کیوں خاص طور سے اختیار کیا گیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ یہاں حدیث میں بدن کی ظاہری صفائی میل کچیل سے تو مراد ہے نہیں یہاں پر تو مقصود معاصی وخطایا کا ازالہ ہے جو کہ موجب نار ہیں، تو معاصی کو عین نار کا درجہ دیتے ہوئے اس کے ازالہ کیلئے ان مبردات کو ذکر کیا گیا ہے، جو ازالہ نار کیلئے عین مناسب ہیں، کذا قالوا۔

١٢٥ - بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْجَهْرَ بِـ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ»

باب نماز میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ آہستہ آواز میں پڑھنے کا بیان

یہاں پر دو مسئلے ہیں: ① نماز میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھی جائیگی یا نہیں، ② اور اگر پڑھی جائیگی تو سراً یا جہراً۔

المسئلة الاولی: فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے بلکہ کہئے کہ فرض ہے، اس لئے کہ بسم اللہ ان کے نزدیک فاتحہ کا جزء ہے، اور قرأت فاتحہ ان کے نزدیک فرض ہے، لہذا بسم اللہ پڑھنا بھی فرض ہوگا، اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک اس کا پڑھنا مستحب ہے، اور امام مالکؒ کے نزدیک اس کا پڑھنا مکروہ ہے یعنی فی الفریضة ورخص فی النافلة۔

دراصل اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ بسم اللہ قرآن کریم یا کسی سورت کا جزء ہے یا نہیں؟ حضرت امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ ہر سورت کا جزء ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ صرف سورۂ فاتحہ کا جزء ہے، اور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک یہ مستقل ایک آیت ہے کسی سورت کا جزء نہیں، تیمن وبرکت اور فصل بین السور کے لئے نازل ہوئی ہے، البتہ جزء قرآن ہے، اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جزء قرآن بھی نہیں، اور یہ اختلاف اس بسم اللہ کے علاوہ میں ہے جو سورۃ النمل میں ہے اس کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ اس سورۃ کا جزء ہے۔

مسئلہ ثانیہ: یعنی جهر بالبسملة جمہور صحابہ وخلفاء راشدین (کما قال الترمذی) اسی طرح جمہور علماء حنفیہ وحنابلہ واسحاق بن راہویہ یہ عدم الجهر بالبسملة کے قائل ہیں، اور اسی کی طرف میلان ہے امام بخاریؒ کا، اور ایک مختصر سی جماعت جیسے عطاء، طاؤس، مجاہد جهر بالبسملہ کے استحباب کے قائل ہیں اور انہیں میں سے امام شافعیؒ بھی ہیں، علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ[1] میں تیسرا مذہب تخییر بین الجهر والسر لکھا ہے، اور یہ کہ وہ اسحاق بن راہویہ اور ابن حزم کا قول ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس اختلاف کا تعلق صلوۃ جہریہ سے ہے سری نمازوں میں بسملہ بالاتفاق سراً ہے۔

اس موضوع پر بعض محدثین نے مستقل تصنیفات بھی لکھی ہیں جیسے امام بیہقی اور دار قطنی وغیرہ کما فی نصب الرایة[2]، وقد بسط هو الكلام عليه اشد البسط بما لا مزيد عليه۔

الكلام على دلائل الباب: اب رہ گیا مسئلہ دلائل کا سو وہ کتاب میں آرہے ہیں چنانچہ باب کی پہلی حدیث جو آرہی ہے وہ جمہور کا مستدل ہے۔

٧٨٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ،

---

[1] نصب الراية لأحاديث الهداية ج ١ ص ٣٢٨

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية ج ١ ص ٣٣٥

وَعُثْمَانَ، "كَانُوا يَفْتَتِحُونَ الْقِرَاءَةَ بِـ { اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ }[1] ".

ترجمة: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر، عمر و عثمان نماز میں اپنی قرأت کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع فرماتے تھے۔

تخريج: صحيح البخاري - الأذان (٧١٠) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٩) جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٦) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٢) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٣) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٦) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٧) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٨٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٩/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٠).

شرح الحديث: یہ حدیث صحیحین میں بھی اسی طرح وارد ہے، اور مسلم کی روایت میں زیادتی ہے فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ { بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ }، مسلم کی یہ روایت عدم الجہر بالبسملہ میں صریح ہے، اور حدیث بخاری میں چونکہ یہ زیادتی نہیں ہے اس لئے اس سے عدم الجہر کا ثبوت بطریق استنباط ہے کہ جب راوی یہ کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ قرأت کی ابتداء اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے کرتے تھے تو اس سے خود ہی معلوم ہو گیا کہ بسم اللہ بالجہر نہیں پڑھتے تھے، آگے کتاب میں دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی آرہی ہے جس کے لفظ یہ ہیں كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةَ بِـ { اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ }، اس کے علاوہ جمہور کے پاس عبداللہ بن مغفل کی حدیث ہے جو سنن ثلاثہ کی روایت ہے عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: سَمِعَنِي أَبِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ، أَقُوْلُ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، فَقَالَ لِي: أَيْ بُنَيَّ مُحْدَثٌ[2]، ابن عبداللہ کا نام یہاں روایت میں مذکور نہیں ان کا نام یزید ہے، کمافی الطبرانی ومسند ابی حنیفة[3]۔

اور امام ابوداؤد نے جہر بالبسملہ کے بارے میں کوئی صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی، البتہ امام ترمذیؒ نے جہر اور عدم جہر دونوں کیلئے الگ الگ باب قائم کئے ہیں، جہر کے سلسلہ میں انہوں نے ابن عباسؓ کی حدیث ذکر کی ہے قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ بِـ { بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ }[4]، یہ حدیث اول تو صراحۃً جہر پر دلالت کرتی نہیں، دوسرے یہ کہ حدیث

---

[1] سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو پالنے والا سارے جہان کا (سورۃ الفاتحة ١)

[2] جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٤) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٥)

[3] شرح مسند أبي حنيفة للقاري ص ٨٤-٨٥

[4] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب من رأي الجهر بـ { بسم الله الرحمن الرحيم } ٢٤٥

ضعیف ہے اسکی سند میں اسماعیل بن حماد راوی ضعیف ہیں، اور ابو خالد مجہول ہیں، یہاں ایک اور حدیث ہے شافعیہ کے پاس، نعیم ابن عبد اللہ المجمر کی جسکی تخریج امام نسائی اور ابن خزیمہ وابن حبان نے کی ہے صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَرَأَ: {بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ} [1]، یہ حدیث بھی اول تو صراحۃً جہر پر دلالت نہیں کرتی چنانچہ علامہ سندھی لکھتے ہیں لا یدل علی الجهر بل علی نفس القرأة، اور علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں الحدیث معلل بثلاثة علل [2]، علل ثلاثہ کی تفصیل امانی الاحبار میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور امام دارقطنی نے تو ایک موقع پر اس بات کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ بذل المجہود میں ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بعض حضرات نے دارقطنی سے اس بات پر استحلاف کیا کہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث ہے یا نہیں تو اس پر انہوں نے فرمایا لیس فیه حدیث صحیح۔

۷۸۳ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِ {الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ}، وَكَانَ إِذَا رَكَعَ لَمْ يُشْخِصْ رَأْسَهُ وَلَمْ يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، وَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا، وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ: التَّحِيَّاتُ، وَكَانَ إِذَا جَلَسَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى، وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، وَعَنْ فَرْشَةِ السَّبُعِ وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالتَّسْلِيمِ".

ترجمہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر کے لفظ سے نماز شروع فرماتے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر قرأت شروع فرماتے اور آپ جب رکوع میں جاتے تو نہ تو اپنے سر کو اوپر اٹھاتے اور نہ ہی سر کو نیچے جھکاتے لیکن ان کے درمیانی والی حالت ہوتی تھی (کہ سر اور کمر ایک سیدھ میں ہوتے تھے) اور حضور ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو جب تک قومہ میں سیدھا کھڑے نہ ہو جاتے اس وقت تک سجدہ نہ فرماتے تھے اور حضور ﷺ جب پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ فرماتے جب تک کہ اطمینان سے مکمل بیٹھ نہ جاتے اور حضور ﷺ ہر دو رکعت پر اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الخ پڑھا کرتے اور حضور ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو الٹے پاؤں کو بچھاتے اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور حضور ﷺ شیطان کی بیٹھک سے منع فرماتے تھے۔ اور درندے کی طرح سجدے میں اپنی کلائیوں کو پھیلانے سے منع فرماتے تھے اور حضور ﷺ السلام علیکم کہہ کر نماز کو ختم فرمایا کرتے۔

تخریج صحیح مسلم - الصلاۃ (۴۹۸) سنن أبي داود - الصلاۃ (۷۸۳) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاۃ والسنة فيها (۸۱۲) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاۃ والسنة فيها (۸۶۹) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاۃ والسنة فيها (۸۹۳) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (۳۱/۶) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار

---

[1] سنن النسائي كتاب الافتتاح قرأة {بسم الله الرحمن الرحيم} ۹۰۵، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان ۱۷۹۷ (ج۵ ص ۱۰۰)

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية ج ۱ ص ۳۳۶

(١٧١/٦)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(١٩٤/٦)مسند أحمد-باقي مسند الأنصار(٢٨١/٦)سنن الدارمي-الصلاة(١٢٣٦)

شرح الحديث: قوله: وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، وَعَنْ فَرْشَةِ السَّبُعِ: عقب الشیطان سے مراد اقعاء ہے جس کا باب چند ابواب کے بعد مستقل آرہا ہے بَابُ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، اس پر کلام وہیں آئے گا۔

٧٨٤ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى خَتَمَهَا»، قَالَ: «هَلْ تَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ؟»، قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: «فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي فِي الْجَنَّةِ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ کہتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر ابھی ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے چنانچہ آپ نے بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھ کر إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ - رت کے ختم ہونے تک تلاوت کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے صحابی نے عرض کیا اللہ اور رسول بہتر جانتے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جسکا اللہ تعالیٰ مجھ سے جنت میں وعدہ فرمایا ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٠) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٣٥٩) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٣٦٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٤) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٥٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٧/١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٩/٣)

شرح الحديث: قوله: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أُنْزِلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ حَتَّى خَتَمَهَا»: **حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت:** اس حدیث کو بظاہر ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں اس میں جہر یا عدم جہر پر کوئی دلالت نہیں پائی جارہی ہے البتہ بتکلف اس میں دلالت نکل سکتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی اور پھر اس کی تشریح میں آپ ﷺ نے بِسْمِ اللهِ کیساتھ سورۂ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ پڑھی، تو گویا کہہ سکتے ہیں کہ جب سورۃ کے مصداق میں بِسْمِ اللهِ کو شامل کیا تو بِسْمِ اللهِ جزء سورۃ ہوئی اور یہ مسئلہ جہر وعدم جہر کا اسی پر متفرع ہے، لیکن اس صورت میں اس کا مقتضٰی یہ ہوگا کہ بِسْمِ اللهِ جہراً ہونی چاہئے جو ترجمۃ الباب کے خلاف ہے، تو اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ ترجمۃ الباب سے مقصود دونوں ہی طرح کی روایات کو ذکر کرنا ہے اور ترجمۃ الباب سے مراد یہ ہے بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْجَهْرَ بِـ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ» ومن رأى الجهر بها، اس لئے کہ بعض مرتبہ احد الضدین کے ذکر پر اکتفاء کرلیا کرتے ہیں۔

٧٨٥ - حَدَّثَنَا قَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الْأَعْرَجُ الْمَكِّيُّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَذَكَرَ

الإِفْكَ، قَالَتْ: جَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: "أَعُوذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، {إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ[1]} الْآيَةَ. قَالَ أَبُو دَاوُد: وَهَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، لَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ عَلَى هَذَا الشَّرْحِ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ أَمْرُ الِاسْتِعَاذَةِ مِنْ كَلَامِ حُمَيْدٍ.

ترجمہ: حضرت عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہوئے واقعہ افک کا ذکر کیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور اپنے چہرے کو کھولا اور أَعُوذُ بِالسَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پڑھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں: یہ حدیث منکر ہے ایک جماعت نے زہری سے یہ حدیث روایت کی ہے انہوں نے یہ کلام اس شرح کے ساتھ ذکر نہیں کیا اور مجھے خوف ہیکہ حدیث میں استعاذہ کا معاملہ حمید کا اپنا کلام ہے۔

شرح الحدیث: یہ حدیث الافک کا ایک ٹکڑا ہے جس کی تفصیل دوسری کتب حدیث صحیحین وترمذی وغیرہ میں ہے قصہ بہت مشہور ہے واقعہ پیش آنے کے بعد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانہ کے لئے ایک زبردست امتحان تھا، تہمت کی صفائی اور حضرت عائشہؓ کی برأت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئیں اس حدیث میں اس کا ذکر ہے، وہ یہ کہ برأت کے سلسلہ میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو چکی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹایا جو نزول وحی کیوقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ انور پر ڈال لیتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو تعوذ کے بعد تلاوت فرمایا، بس مصنفؒ نے صرف اتنا ہی ذکر فرمایا ہے۔

حدیث کی ترجمہ سے مناسبت: اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت بظاہر کچھ نہیں، ایک مطابقت دقیق استنباط کے طور پر ہو سکتی ہے، وہ یہ کہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی، اگر بسم اللہ کا پڑھنا سورتوں کی ابتداء میں محض تبرک کیلئے ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بھی اس کو پڑھتے، معلوم ہوا کہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ جزء ہونیکی حیثیت سے پڑھی جاتی ہے اور جہر بالبسملہ والا اختلاف اسی پر متفرع ہے (کذا فی البذل[2]) یہ مناسبت کھینچ تان کر ہے ورنہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ فصل کے لئے ہے اور یہاں فصل کی حاجت نہ تھی، بہر حال ایک لحاظ سے حدیث کو ترجمہ سے مناسبت ہو گئی۔

مصنفؒ کے کلام کی شرح: قوله: قَالَ أَبُو دَاوُد: وَهَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ قَدْ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ جَمَاعَةٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، لَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ عَلَى هَذَا الشَّرْحِ: مصنفؒ کی غرض تمام حدیث الافک پر نقد کرنا نہیں ہے وہ تو مشہور اور متفق علیہ حدیث ہے، صرف وہ ٹکڑا جو یہاں مذکور ہے اس پر اشکال کر رہے ہیں اس لئے کہ روایت مشہورہ میں اس طرح نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً تعوذ پڑھا اس کے بعد آیات تلاوت فرمائیں بلکہ صرف اتنا ہے وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى { إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو

---

[1] جو لوگ لائے ہیں یہ طوفان تمہیں میں ایک جماعت ہیں (سورۃ النور ۱۱)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٤ ص ٥٣٢

بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ} [1]۔

۱۲۶- بَابُ مَنْ جَهَرَ بِهَا

یہ باب ہے بسم اللہ کے جھر کے بیان میں

یہ جہر بالبسملہ کا باب ہے، اس میں مصنف نے کوئی صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی، مثلاً ابن عباسؓ کی وہ حدیث جس کو امام ترمذیؒ نے تخریج کی ہے جسکا حوالہ ہمارے یہاں گذشتہ باب میں آچکا ہے، چونکہ وہ حدیث کافی ضعیف ہے، مصنف کے شرط کے مطابق بظاہر نہیں تھی اسی لئے اسکو نہیں لائے۔

۷۸۶- أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ: مَا حَمَلَكُمْ أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى بَرَاءَةَ وَهِيَ مِنَ الْمِئِينَ، وَإِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي فَجَعَلْتُمُوهُمَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ تَكْتُبُوا بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، قَالَ عُثْمَانُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَنَزَّلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَدْعُو بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ لَهُ، وَيَقُولُ لَهُ: «ضَعْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا، كَذَا وَكَذَا»، وَتَنْزِلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَتَانِ فَيَقُولُ: مِثْلَ ذَلِكَ، وَكَانَتِ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَّلِ مَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةُ مِنْ آخِرِ مَا نَزَلَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهَةً بِقِصَّتِهَا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ هُنَاكَ وَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے عثمان بن عفانؓ سے کہا اس بات پر آپ کو کس نے آمادہ کیا کہ آپ نے سورۃ براۃ جو سورتوں میں سب سے زیادہ آیات والی ہے اور سورۃ انفال جو مثانی میں سے ہیں (مثانی ان سورتوں کو کہتے ہیں جنکی آیتیں سو سے کم ہو) ان دونوں سورتوں کا آپنے قصد کیا سو آپ نے ان دونوں کو ملا کر سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا (مطلب یہ ہے کہ سورۃ انفال کی سو سے کم آیتیں ہے اس وجہ سے اسکو سات بڑی سورتوں میں نہیں رکھنا چاہیے) اور آپ نے ان دونوں سورتوں کے درمیان بِسْمِ اللهِ الخ کی سطر نہیں لکھی، حضرت عثمانؓ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وہ زمانہ آتا جس میں آپ پر آیات نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب وحی کو بلاتے اور اسے کہتے اس آیت کو اس سورۃ میں جسمیں فلاں فلاں قصہ ذکر کیا گیا ہے اس میں رکھ دو اور جب آپ پر ایک دو آیاتیں نازل ہوتی تو آپ ایسے ہی فرماتے اور سورۃ انفال مدینہ میں نازل ہونے والی پہلی سورت تھی اور سورۃ براءۃ قرآن کی نازل ہونے والی آخری سورۃ تھی اور سورۃ الانفال کا قصہ سورۃ براءۃ کے قصے کے مشابہ تھا تو مجھے گمان ہوا کہ سورۃ براءۃ سورۃ انفال ہی میں سے ہے (سورۃ انفال کا جزو حدیث ہے) تو اس لئے میں نے ان دونوں کو ساتھ بڑی سورتوں میں رکھ دیا اور ان دونوں کے درمیان بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کی سطر نہیں لکھی۔

---

[1] صحيح البخاري كتاب المغازي باب حديث الإفك ۴۱۹۰، صحيح مسلم كتاب التوبة باب في حديث الافك وقبول الله توبة القاذف ۲۷۷۰

٧٨٧ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَنَا عَوْفٌ الْأَعْرَابِيُّ، عَنْ يَزِيدَ الْفَارِسِيِّ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ: فَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا. قَالَ أَبُو دَاوُد: قَالَ الشَّعْبِيُّ، وَأَبُو مَالِكٍ، وَقَتَادَةُ، وَثَابِتُ بْنُ عُمَارَةَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَتَّى نَزَلَتْ سُورَةُ النَّمْلِ هَذَا مَعْنَاهُ.

ترجمہ: یزید فارسی نے کہا مجھے ابن عباسؓ نے حدیث بیان کی ماقبل حدیث کے ہم معنی حدیث ذکر کی اور اس حدیث میں یہ بھی ذکر کیا کہ نبی ﷺ کی وفات ہوگئی درآنحالکہ آپ نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ سورۃ براءۃ سورۃ انفال میں سے ہے (اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ اس میں سے نہیں ہے)۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ شعبی، ابومالک، قتادہ اور ثابت بن عمارہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سورۃ نمل کے نزول سے پہلے بِسْمِ اللهِ الخ نہیں لکھتے تھے۔ اور یہ روایت جو ان سے مروی ہے اس حدیث کے ہم معنی ہے جو انہوں نے ذکر کی۔

تخریج: جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٠٨٦) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨٦) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/٥٧)

شرح الأحاديث: **حدیث میں مذکور سوال وجواب ہردو کی تشریح:** آپ جانتے ہیں کہ سورہ براءۃ کے شروع میں بِسْمِ اللهِ الخ لکھی ہوئی نہیں ہے جبکہ ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللهِ الخ لکھی ہوئی ہے، لہذا ایک اشکال تو یہ ہوا، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے (خصوصاً اوائل قرآن میں کہ) بڑی سورتیں مقدم اور چھوٹی مؤخر ہیں، چنانچہ سب سے بڑی سورت سورہ بقرہ ہے وہ ترتیب میں سب سے پہلے ہے اس کے بعد آل عمران وہکذا، سورۂ براءۃ اور انفال میں یہ اشکال ہے کہ ان میں سے پہلی سورت باوجود چھوٹی ہونے کے مقدم ہے اور دوسری یعنی سورہ براءۃ باوجود بڑی ہونے کے مؤخر ہے، پہلے اور اس دوسرے دونوں اشکال کو ترجمان القرآن سیدنا ابن عباسؓ نے جامع القرآن سیدنا عثمان بن عفانؓ کے سامنے رکھا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

سوال اور پھر اس کے جواب دونوں کو بخوبی سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ جان لیا جائے کہ علماء و قراء نے قرآن پاک کی سورتوں کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے تین حصہ کئے ہیں، چنانچہ شروع کا حصہ جس میں آٹھ سورتیں ہیں، سورہ بقرہ سے لے کر براءۃ تک ان کو سبع طول[1] کہا جاتا ہے، اس کے بعد گیارہ سورتیں ایسی ہیں جو سو آیات یا اس سے زائد پر مشتمل ہیں ان کو ذوات المئین کہا جاتا ہے اس کے بعد بیس سورتیں ایسی ہیں جن کی آیات سو سے کم ہیں ان کو مثانی کہا جاتا ہے، اور اس کے بعد پھر اخیر کی چھہتر سورتوں کو مفصل[2] کہا جاتا ہے۔

---

[1] باوجود آٹھ ہونے کے سبع طول اس لئے کہا جاتا ہے کہ اخیر کی دو سورتیں یعنی انفال اور براءۃ کا دو ہونا متیقن نہیں، ۱۲

[2] پھر مفصل کی تین قسمیں کی جاتی ہیں طوال، اوساط، قصار، ۱۲۔

اس تمہید کے بعد اب اشکال سمجھئے، وہ یہ کہ اس ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ سبع طول میں بجائے انفال کے صرف سورۂ براءۃ کو رکھا جاتا اور انفال کو نہ صرف یہ کہ براءۃ کے بعد بلکہ آگے چل کر مئین کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد جہاں سے مثانی شروع ہوتی ہیں وہاں رکھا جاتا اس لئے کہ سورۂ براءۃ کی آیات ایک سو تیس اور سورۂ انفال کی آیات صرف ستتر ہیں اس کا شمار تو مئین میں بھی نہ ہونا چاہئے چہ جائیکہ سبع طول میں، حاصل جواب یہ ہے کہ آپ کا اشکال مبنی ہے اس پر کہ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ انفال و براءۃ دو مستقل سورتیں ہیں، حالانکہ یہ یقینی نہیں اس لئے کہ نہ تو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ہم سے براءۃ کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کا حکم فرمایا تھا جس سے ہم یہ سمجھتے کہ یہ مستقل سورۃ ہے، اور نہ یہ ارشاد فرمایا کہ براءۃ انفال ہی کا جزء ہے، اور چونکہ مضمون دونوں سورتوں کا ملتا جلتا تھا اس لئے ہم نے ان دونوں کو متصلاً ایک جگہ بغیر بسم اللہ کے لکھا، اب یہ کہ اس کا عکس کیوں نہ کر دیا انفال کو چھوٹی ہونے کی وجہ سے مؤخر کر دیتے اور براءۃ کو بڑی ہونے کی وجہ سے مقدم سو یہ اس لئے کہ انفال نزول میں براءۃ پر مقدم تھی اس لئے وضع میں بھی اس کو مقدم کیا گیا، اس تقریر سے دونوں اشکال کا جواب نکل آیا، بسم اللہ نہ لکھنے کا جواب یہ کہ ہم کو اس بات کا یقین ہی نہ تھا کہ براءۃ سے مستقل سورت شروع ہو رہی ہے، اور دوسرے اشکال کا جواب یہ کہ جب ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے کا بھی احتمال تھا تو پھر یقین کیساتھ انفال کو چھوٹی کیسے کہہ سکتے ہیں، اور احتمال ثانی یعنی دو سورتیں مستقل ہونے کا تقاضا گو یہ تھا کہ براءۃ کو مقدم کیا جاتا انفال پر، لیکن ترتیب نزول کی رعایت مانع ہوئی ایسا کرنے سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شراح حدیث اور مفسرین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اشکال وجواب کی تقریریں لکھی ہیں، حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے بھی بیان القرآن میں اس کو تحریر فرمایا ہے، ہم نے اس میں مختصر سے مختصر تقریر کو اختیار کیا ہے۔

قولہ: وَيَقُولُ لَهُ: «ضَعْ هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا، كَذَا وَكَذَا» ، وَتَنْزِلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْآيَتَانِ فَيَقُولُ: مِثْلَ ذَلِكَ: یعنی جو جو آیات آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر نازل ہوتی جاتی تھیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے کاتبین وحی سے فرماتے کہ اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں یہ مضمون ہے، اور اس آیت کو اس سورت میں لکھو جس میں یہ مضمون ہے، اس سے علماء نے یہ ثابت کیا کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے یعنی شارع علیہ السلام کی جانب سے متعین ہے بخلاف ترتیب سور کے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی اجتہادی ہے۔

شرح حدیث مع اشکال وجواب: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْتُبْ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ حَتَّى نَزَلَتْ سُورَةُ النَّمْلِ: یعنی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سورتوں کے شروع میں بِسْمِ اللهِ نہیں لکھواتے تھے، یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر سورۂ نمل نازل ہوئی اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سورتوں کے شروع میں بِسْمِ اللهِ لکھوانا شروع کیا، سورۂ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس خط کا ذکر ہے جو انہوں نے بلقیس کے نام لکھا تھا جس کے شروع میں بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تھا۔

یہ تو اس حدیث کے معنی ہوئے، لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس کے بعد آنیوالی حدیث ابن عباسؓ میں یہ ہے كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّورَةِ حَتَّى تَنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ»، اس لئے کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ

آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر ہر سورت کے شروع میں بِسْمِ اللهِ نازل ہوتی تھی، اور آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو کسی سورت کے شروع ہونے کا علم ہی نزول بِسْمِ اللهِ سے ہوتا تھا کہ اب یہاں سے سورت شروع ہو رہی ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ اس پہلی حدیث میں کتابت بِسْمِ اللهِ کی نفی ہے، نزول کی نفی نہیں، ہو سکتا ہے کہ بِسْمِ اللهِ نازل تو ہوتی ہو لیکن سورت کے شروع میں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس کے لکھنے کا حکم نہ فرماتے ہوں، اور سورۂ نمل کے نزول کے بعد کتابت کا حکم فرمانے لگے تھے، اور ایک دوسرا جواب یہ ہے کہ لم یکتب سے مراد فی اوائل السور نہیں ہے، بل فی الکتب والرسائل یعنی خطوط اور تحریروں کے شروع میں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سورۂ نمل کے نزول سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھواتے تھے، اور اس سورت کے نازل ہونے کے بعد آپ خطوط کے شروع میں بسم اللہ لکھوانے لگے تھے۔

٧٨٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ قُتَيْبَةُ فِيهِ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّورَةِ حَتَّى تَنَزَّلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ». وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ.

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ایک سورت کو دوسری سورت سے علیحدہ اور ممتاز ہونے کو نہیں پہچانتے تھے کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ نازل ہوتی (تو آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس بسم اللہ کے نازل ہونے سے سمجھ لیتے کہ آگے سورۃ شروع ہو رہی ہے پچھلی سورۃ ختم ہو چکی۔

١٢٧ - بَابُ تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ لِلْأَمْرِ يَحْدُثُ

﴿کسی واقعہ کے پیش آجانے کی وجہ سے نماز کو مختصر پڑھنے کا بیان﴾

٧٨٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، وَبِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ كَرَاهِيَةَ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمِّهِ»

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٧٥) صحيح البخاري - الأذان (٨٣٠) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٨٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٩١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٠٥)

شرح الحدیث: **یعنی کسی عارض کے پیش آنے کی وجہ سے نماز کو مختصر کردینا:** آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمارہے ہیں کہ بعض مرتبہ میں نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہوں اور پہلے سے ارادہ نماز کو دراز کرنے کا ہوتا ہے لیکن کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں (جسکی ماں نماز میں شریک ہوتی ہے) تو اس لئے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں پر شاق گزرے گا۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت ظاہر ہے، اس حدیث سے بعض علماء نے ایک اور مسئلہ پر استدلال کیا ہے یعنی اطالۃ الرکوع للجائی، چنانچہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام کو رکوع کی حالت میں اگر یہ محسوس ہو کہ کوئی شخص نماز میں شرکت کیلئے آرہا ہے تو امام ادراک رکعت کیلئے مقدار رکوع کو ذرا بڑھا سکتا ہے، اس لئے کہ جب ایک دنیوی مصلحت کی خاطر نماز کو خفیف کر سکتے ہیں تو دینی مصلحت کیلئے اسکو کیوں نہیں بڑھا سکتے ❶، مسئلہ مختلف فیہ ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء جیسے شعبی اور حسن بصری، عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ انہوں نے اسکو جائز رکھا ہے اور یہی رائے امام احمد واسحاق بن راہویہ اور ابو ثور کی ہے، لیکن ایک قید کے ساتھ مالم یشق علی اصحابہ اور جمہور علماء ائمہ ثلاث ❷ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں، شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں قال الحافظ عند الشافعیہ فیہ اختلاف وتفصیل، جمہور کی جانب سے خطابیؒ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال بے محل اور قیاس مع الفارق ہے یعنی تطویل کو تخفیف پر قیاس کرنا، تخفیف کے ائمہ پہلے سے مامور ومکلف ہیں پھر تطویل کو اس پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

١٢٨ ۔ بَابٌ فِي تَخْفِيفِ الصَّلَاةِ

نماز کو سنت قراءۃ کے مطابق مختصر پڑھنے کا بیان

اس باب میں مصنفؒ نے معاذ بن جبلؓ کی نماز کا واقعہ ذکر کیا ہے یہ حدیث ابواب الامامۃ میں بَابُ إِمَامَةِ مَنْ يُصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ (رقم الحدیث ٥٩٩-٦٠٠) کے تحت میں گزر چکی ہے اس پر کلام وہیں دیکھا جائے۔

٧٩٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، وَسَمِعَهُ مِنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا - قَالَ مَرَّةً: ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي بِقَوْمِهِ - فَأَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً الصَّلَاةَ - وَقَالَ مَرَّةً: الْعِشَاءَ - فَصَلَّى مُعَاذٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَ يَؤُمُّ قَوْمَهُ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَصَلَّى، فَقِيلَ: نَافَقْتَ يَا فُلَانُ، فَقَالَ: مَا نَافَقْتُ، فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا يُصَلِّي مَعَكَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَؤُمُّنَا يَا رَسُولَ اللهِ، وَإِنَّمَا نَحْنُ أَصْحَابُ نَوَاضِحَ وَنَعْمَلُ بِأَيْدِينَا، وَإِنَّهُ جَاءَ يَؤُمُّنَا فَقَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ، فَقَالَ: "يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ؟ اقْرَأْ بِكَذَا، اقْرَأْ بِكَذَا - قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ: بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى -"، فَذَكَرْنَا لِعَمْرٍو

---

❶ معالم السنن ج١ ص٢٠١

❷ بذل میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک امام کا اطالہ رکوع کرنا اگر صرف ادراک رکعت کیلئے ہو نہ کہ تقرب اللہ تعالیٰ تو یہ مکروہ تحریمی ہے اور بہت خطرہ کی چیز ہے لیکن اس کی وجہ سے کافر نہ ہوگا، کیونکہ اس اطالہ سے اس کی غرض عبادت غیر اللہ نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اگر آنیوالے سے امام کی جان پہچان نہیں تو پھر کچھ حرج نہیں لیکن اصح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اسکا ترک اولیٰ ہے، اور جو وہ آگے تیسرے باب کے اخیر میں عبد اللہ بن ابی اوفی کی روایت (٨٠٢) میں آرہا ہے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتَّى لَا يَسْمَعَ وَقْعَ قَدَمٍ»، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے یا پھر مؤول ہے کہ تطویل صلوۃ مراد نہیں بلکہ نماز شروع کرنے میں انتظار مراد ہے، ١٢ منہ۔

فَقَالَ: أُرَاهُ قَدْ ذَكَرَهُ.

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ (مقتدی بن کر نماز ادا کرتے پھر ہماری مسجد کی طرف لوٹتے اور یحییٰ ہمیں نماز پڑھاتے) عمرو بن دینار نے کبھی یہ الفاظ کہے پھر حضرت معاذؓ لوٹتے اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے پس ایک رات حضور ﷺ نے نماز کو مؤخر کر کے پڑھا...... عمرو راوی نے کبھی یوں کہا کہ نماز عشاء کو ایک رات حضور ﷺ نے مؤخر کر کے پڑھا تو حضرت معاذؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ یہ نماز ادا کی پھر اپنے قبیلے کے لوگوں کو جا کر یہ نماز پڑھائی اور اس نماز میں سورۃ بقرۃ کی تلاوت کی تو اس قبیلے کے لوگوں میں سے ایک شخص نے جماعت سے الگ ہو کر منفرداً نماز پڑھ لی (اس شخص کا نام حرام بن ملحان ہے جو کہ حضرت انسؓ کے ماموں تھے) تو اس شخص سے کہا گیا کہ تم منافق ہو گئے ہو اے فلانے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں منافق نہیں ہوا پس یہ صاحب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت معاذؓ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پھر وہاں سے لوٹ کر ہمیں نماز پڑھاتے ہیں اور ہم لوگ اونٹ والے لوگ ہیں (کھیتی باڑی کرتے ہیں) ہم اپنے ہاتھوں سے محنت اور مشقت والا کام کرتے ہیں اور حضرت معاذؓ ہمیں امامت کرانے آئے تو انہوں نے سورۃ بقرۃ کی تلاوت شروع کر دی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے معاذؓ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالو گے، کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالو گے، تم فلاں سورۃ پڑھو اور فلاں سورۃ پڑھو ابو الزبیر نے ان سورتوں کی تعیین کرتے ہوئے کہا کہ سورۃ اعلیٰ اور سورۃ اللیل پڑھو پس ہم نے عمرو سے ان سورتوں کے نام کا تذکرہ کیا تو عمرو راوی نے کہا کہ میرے خیال میں حضرت جابرؓ نے ان سورتوں کو ذکر کیا تھا۔

۷۹۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا طَالِبُ بْنُ حَبِيبٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ جَابِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ حَزْمِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّهُ أَتَى مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِقَوْمٍ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ فِي هَذَا الْخَبَرِ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا مُعَاذُ لَا تَكُنْ فَتَّانًا فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرُ وَالضَّعِيفُ وَذُو الْحَاجَةِ وَالْمُسَافِرُ».

ترجمہ: حزم بن ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس آئے اور وہ اپنے قبیلے والوں کو مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے اس کے بعد مذکورہ بالا واقعہ ذکر کیا راوی کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذؓ لوگوں کو تم فتنہ میں مت ڈالو کیونکہ تمہارے پیچھے عمر رسیدہ، کمزور، مختلف ضرورتوں کو لئے ہوئے لوگ اور مسافر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٦٨) صحيح البخاري - الأذان (٦٦٩) صحيح البخاري - الأذان (٦٧٩) صحيح البخاري - الأدب (٥٧٥٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٥) جامع الترمذي - الجمعة (٥٨٣) سنن النسائي - الإمامة (٨٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (٧٩٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٠٨/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٦٩/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٩٦)

شرح الأحاديث: اس حدیث میں سفیان کے استاذ عمرو بن دینار ہیں اور عمرو بن دینار کی روایت میں سورتوں کی تعیین نہیں ہے، لیکن سفیان کو یہ روایت ابو الزبیر سے بھی پہونچی تھی اور ان کی روایت میں سورتوں کی تعیین تھی، اس لئے سفیان نے عمرو بن دینار سے عرض کیا کہ ہمارے دوسرے استاذ یعنی ابو الزبیر نے سورتوں کی تعیین کی ہے اور آپ نے نہیں کی تو اس پر

انہوں نے فرمایا کہ ہاں مجھے بھی یاد پڑتا ہے کہ حضرت جابر نے (عمرو بن دینار کے استاذ ہیں) ان سورتوں کے نام لئے تھے۔

۷۹۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ: «كَيْفَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ»، قَالَ: أَتَشَهَّدُ وَأَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، أَمَا إِنِّي لَا أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَوْلَهَا نُدَنْدِنُ».

ترجمہ: ایک صحابی رسول کہتے ہیں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا تم نماز (قعدہ اخیرہ) میں کس طرح دعا کرتے ہو اس نے جواب میں عرض کیا میں تشہد پڑھتا ہوں پھر یہ دعا پڑھتا ہوں اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے آپکی پناہ مانگتا ہوں، میں اچھی طرح نہیں سن پاتا کہ آپ نماز میں کیا دعا مانگتے ہیں اور نہ ہی حضرت معاذ کی آواز کو سمجھ سکا (کہ وہ نماز میں کیا دعا مانگتے ہیں حضرت معاذ انکے محلے کے امام تھے) جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا جنت ہی کے متعلق دعائیں مانگا کرتے ہیں۔

۷۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرٍ - ذَكَرَ قِصَّةَ مُعَاذٍ - قَالَ: وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْفَتَى: «كَيْفَ تَصْنَعُ يَا ابْنَ أَخِي إِذَا صَلَّيْتَ؟» قَالَ: أَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَأَسْأَلُ اللهَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِهِ مِنَ النَّارِ، وَإِنِّي لَا أَدْرِي مَا دَنْدَنَتُكَ وَلَا دَنْدَنَةُ مُعَاذٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي وَمُعَاذًا حَوْلَ هَاتَيْنِ» أَوْ نَحْوَ هَذَا.

ترجمہ: عبید اللہ بن مقسم روایت کرتے ہیں حضرت جابر سے کہ جابر نے حضرت معاذؓ کا قصہ ذکر کیا اور جابر نے یہ الفاظ نقل کیئے کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے (نوجوان سے) دریافت فرمایا اے بھتیجے جب تو نماز ادا کرتا ہے تو کس طرح ادائیگی کرتا ہے تو اس نوجوان نے کہا میں سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں اور اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اور مجھے آپ کی دعا مانگنے کی آواز نہیں سمجھ آسکی اور نہ ہی حضرت معاذ کی دعا مانگنے کی آواز کو میں سمجھ سکا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا میں اور معاذ جنت اور جہنم ہی کے متعلق دعائیں مانگتے ہیں یا اس جیسا جملہ ارشاد فرمایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۷۹۲) مسند أحمد - مسند المكيين (۴۷۴/۳)

شرح الأحاديث: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الخ...... قوله: أَمَا إِنِّي لَا أُحْسِنُ دَنْدَنَتَكَ وَلَا دَنْدَنَةَ مُعَاذٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَوْلَهَا[1] نُدَنْدِنُ»: مضمون حدیث یہ ہے کہ ایک شخص سے حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دریافت فرمایا کہ تم نماز میں

---

[1] اور اس سے اگلی روایت میں حَوْلَ هَاتَيْنِ مذکور ہے، هَاتَيْنِ سے مراد یا تو کلمتین ہیں جو اوپر دعاء میں مذکور ہیں ایک میں جنت کی طلب اور دوسرے میں جہنم سے پناہ ہے اور یا هَاتَيْنِ سے مراد خود جنت و جہنم ہے یعنی ہم بھی انہیں دو کلموں کے یا جنت و دوزخ کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں اور گنگناتے رہتے ہیں ایک کی طلب اور دوسرے سے پناہ چاہتے ہیں، ۱۲۔

کیا پڑھتے ہو اس نے کہا کہ تشہد پڑھتا ہوں اور پھر یہ دعا پڑھتا ہوں اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ، اور پھر اس نے بطور معذرت کے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے صحیح معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کیا پڑھتے ہیں بس میں تو یہ مختصر سی دعا پڑھ لیتا ہوں، مطلب یہ تھا کہ اصل تو وہ ہے جو آپ ﷺ پڑھتے ہوں گے مگر میں یہ پڑھ لیتا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا بس ٹھیک ہے ہم بھی یہی پڑھتے ہیں اور یہی دعا مانگتے ہیں، دندنہ اس کلام کو کہتے ہیں کہ سنائی تو دے لیکن سمجھ میں نہ آئے جسے گنگنانا کہتے ہیں (لیکن جب ہمارے یہاں اردو میں بولتے ہیں فلاں دندنا رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بڑی زور دار تقریر کر رہا ہے) اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت یعنی تخفیف صلاۃ واضح ہے کیونکہ اس میں بہت مختصر سی دعا مذکور ہے۔

٧٩٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ، وَإِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو (قراۃ) میں تخفیف کرے (نہ زیادہ لمبی ہو اور نہ ہی قرات مسنونہ کا ترک ہو) اس لئے کہ ان میں کمزور، بیمار اور عمر رسیدہ لوگ ہوتے ہیں اور جب اکیلا (بغیر جماعت) کے نماز پڑھے تو جتنی چاہے قرات طویل کرے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦٧١) صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٧) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٦) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٧٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٧/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٠٣)

٧٩٥ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو (قرات) میں تخفیف کرے اس لئے کہ ان (لوگوں) میں بیمار، بوڑھے عمر رسیدہ اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٦٧١) صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٧) جامع الترمذي - الصلاة (٢٣٦) سنن النسائي - الإمامة (٨٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٧٩٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٧/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٠٣)

۱۲۹ ۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي نُقْصَانِ الصَّلَاةِ

خشوع کی کمی کی وجہ سے ثواب میں کمی کا بیان

٧٩٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَنَمَةَ الْمُزَنِيِّ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا».

ترجمۃ عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شخص اپنی نماز پوری کر کے پھرتا ہے اور اس کیلئے اسکی نماز کے ثواب میں سے دسواں حصہ یا نواں حصہ یا آٹھواں حصہ یا ساتواں حصہ یا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ لکھا جاتا ہے اور کسی کے لئے اس کی نماز کے ثواب کا ایک چوتھائی ثواب اور کسی کے لئے اس کی نماز کے ثواب کا ایک تہائی حصہ اور کسی کے لئے اس کی نماز کے مقررہ ثواب کا آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٧٩٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣١٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/ ٣٢١)

شرح الحديث مطلب حدیث واضح ہے کہ خشوع و خضوع کی کمی وزیادتی کے اعتبار سے نماز کے ثواب میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے، خشوع و خضوع میں جتنا کمال ہو گا ثواب میں اتنا ہی اضافہ ہو گا، اور اسمیں جتنا نقصان ہو گا اتنا ہی ثواب میں کمی آئیگی، چنانچہ بعضوں کیلئے عشر ثواب لکھا جاتا ہے اور بعض کیلئے ثواب کا نواں حصہ اور کسی کیلئے آٹھواں حصہ اور کسی کیلئے ساتواں حصہ، وھکذا۔

خشوع فی الصلوۃ کے حکم میں اختلاف علماء: میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ نماز کے اندر خشوع فرض نہیں ہاں موجب کمال ضرور ہے، اور اگر فرض ہوتا تو نماز صحیح ہی نہ ہونی چاہئے تھی، امام بخاریؒ نے بھی باب الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ ترجمہ قائم کیا ہے، حافظؒ کہتے ہیں امام نوویؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، کہ خشوع فی الصلاۃ واجب نہیں، لیکن بعض علماء نے قاضی حسین اور ابوزید مروزی سے خشوع کا شرط صحت صلاۃ ہونا نقل کیا ہے اور محب طبری نے اسکی توجیہ یہ کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ فی الجملہ نماز میں خشوع کا ہونا ضروری ہے لافی جمیع الصلوۃ، اور ابن بطالؒ نے کہا کہ خشوع فی الصلوۃ فرض ہے لیکن انہوں نے ساتھ میں یہ بھی کہا کہ خشوع سے مراد یہ ہے کہ نماز کو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے پڑھے یعنی خواطر کا نہ آنا اور حضور قلب کا حاصل ہونا خشوع سے مراد نہیں ہے کیونکہ یہ چیز غیر اختیاری ہے[1] ۔ سنہ (ملخصاً من الفتح[1])، خلاصہ یہ کہ خشوع سے مراد اگر نیت کی درستگی ہے یعنی صرف اللہ کے لئے نماز پڑھنا تب تو یہ بالا جماع

---

(1) فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢٢٦

فرض ہے اور اگر اس سے مراد سکون وحضور قلب واتفاء خواطر ہے تو وہ عند الجمہور صرف موجب فضل وکمال ہے نہ کہ واجب، البتہ بعض علماء جیسے قاضی حسین اور ابوزید مروزی سے اس کا وجوب منقول ہے۔

۱۳۰۔ بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ

ظہر کی نماز میں قراءت مسنونہ کا بیان

یہاں سے ابواب القراءۃ فی الصلاۃ شروع ہو رہے ہیں۔

قرأت فی الصلوۃ کے حکم میں علماء کا اختلاف: جاننا چاہئے کہ قرأت فی الصلوۃ عند الجمہور والأئمة الأربعة رکن اور فرض ہے پھر آگے تفصیل ہے، فعند الشافعي وأحمد في جميع الركعات وعند مالك في الأكثر، اور عند الحنفية في ركعتين وعند زفر والحسن البصري في ركعة واحدة، اور ابوبکر بن الاصم وسفیان بن عیینہ اور ابن علیہ کے نزدیک قرأت فی الصلوۃ فرض نہیں بلکہ سنت ہے، اور ایک قول اس میں یہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ سری نمازوں میں قرأت نہیں ہے، لیکن ابن عباسؓ سے رجوع ثابت ہے اس کی تفصیل تیسرے باب میں آرہی ہے۔

محل قرأت کون سی رکعتیں ہیں: ہمارے یہاں فقہاء کے مابین اس میں اختلاف ہے کہ محل قرأت کون سی دو رکعتین ہیں، قول راجح یہ ہے کہ رکعتین اولیین دوسرا قول یہ ہے مطلقاً رکعتین خواہ اولیین ہوں یا آخرین، اس پر بحث اور دلائل بذل المجہود میں حدیث المسیئ فی الصلوۃ کے تحت میں مذکور ہیں۔

۷۹۷ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، وَعُمَارَةَ بْنِ مَيْمُونٍ، وَحَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: «فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى عَلَيْنَا أَخْفَيْنَا عَلَيْكُمْ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے پس جو قرأت نبی اکرم ﷺ نے ہمیں با آواز پڑھ کر سنائی تو ہم نے بھی تمہیں آواز بلند کر کے ان نمازوں میں قرأت سنائی اور جن نمازوں میں نبی اکرم ﷺ نے سری قرأت فرمائی تو ان نمازوں میں ہم نے بھی سری قرأت کی۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (۷۳۸) صحيح مسلم - الصلاة (۳۹۶) سنن النسائي - الافتتاح (۹۶۹) سنن النسائي - الافتتاح (۹۷۰) سنن أبي داود - الصلاة (۷۹۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۵۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲۷۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳٤۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۳٤۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤۱۱) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤۱٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤۳٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/٤٤٦)

شرح الحدیث قوله: فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ: حضرت ابوہریرہؓ فرما رہے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے (بعض میں سراً اور بعض میں جہراً) بس جن نمازوں میں آپ ﷺ نے ہم کو سنا کر پڑھایا

ہے ہم بھی ان نمازوں میں تم کو سنا کر پڑھیں گے اور جن نمازوں میں آپ ﷺ نے ہم سے اخفاء کیا یعنی سرا پڑھا اس میں ہم بھی اخفاء کریں گے، فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہر نماز میں خواہ وہ دن کی ہو یا رات کی، یا یہ کہئے سری ہو یا جہری، قرأت فرض ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پوری نماز میں قرأت ہے یعنی ہر ہر رکعت میں، متبادر پہلے ہی معنی ہیں، مسئلہ اختلافی ہے، اختلاف پہلے گزر چکا۔

٧٩٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ الْحَجَّاجِ - وَهَذَا لَفْظُهُ - عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَأَبِي سَلَمَةَ: ثُمَّ اتَّفَقَا، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ، وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَكَذَلِكَ فِي الصُّبْحِ». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً.

ترجمہ: ابو قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے پس ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور ہمیں کبھی کبھار ایک آیت با آواز بلند سنا دیا کرتے تھے اور حضور ﷺ ظہر کی پہلی رکعت لمبی کیا کرتے اور دوسری رکعت اس کے مقابلہ میں مختصر ہوتی تھی اسی طرح فجر کی نماز میں بھی کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں مسدد استاد نے فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔

٧٩٩ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ، وَأَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، بِبَعْضِ هَذَا وَزَادَ فِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَزَادَ عَنْ هَمَّامٍ، قَالَ: وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْعَصْرِ، وَهَكَذَا فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ.

ترجمہ: ابو قتادہ نے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کیا ہے اس میں حسن بن علی راوی نے یہ اضافہ کیا کہ آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے اور ہمام راوی سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضور ﷺ پہلی رکعت میں اتنی طوالت فرماتے جتنی کہ دوسری رکعت میں طوالت نہ ہوتی تھی۔ اسی طرح عصر کی نماز میں فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح فجر کی نماز میں فرمایا کرتے تھے۔

٨٠٠ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنْ يُدْرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى.

ترجمہ: ابو قتادہ فرماتے ہیں (پہلی رکعت لمبا کرنے سے) ہمارا خیال یہ تھا کہ حضور ﷺ یہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو پہلی رکعت با جماعت مل جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٢٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٤٣) صحيح البخاري - الأذان (٧٤٥) صحيح البخاري

- الأذان (٧٤٦) صحيح مسلم - الصلاة (٤٥١) سنن النسائي - الافتتاح (٩٧٤) سنن النسائي - الافتتاح (٩٧٥) سنن النسائي - الافتتاح (٩٧٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩٧٨) سنن أبي داود - الصلاة (٧٩٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٢٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٩١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٩٣-١٢٩٣)

شرح الأحاديث قوله: وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا: یعنی سری نمازوں میں بعض مرتبہ آپ ﷺ ایک آدھ آیت جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، اس پر شیخ ابن حجر مکی شافعی لکھتے ہیں کہ یا تو غلبہ استغراق فی التدبر کیوجہ سے ایسا ہو جاتا ہو گا یا قصداً لبیان الجواز، اور یا یہ بتلانے کیلئے کہ سری نمازوں میں بھی قرأت ہے، اور یا یہ بتلانے کیلئے کونسی سورت تلاوت کر رہے ہیں [1]، اس پر ملا علی قاریؒ حنفی فرماتے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک بیان جواز کی توجیہ درست نہ ہوگی اس لئے کہ انکے نزدیک جہری میں جہراً اور سری میں سراً پڑھنا واجب ہے الا یہ کہ یہ کہا جائے مراد یہ ہے کہ قرأت سریہ میں ایک دو آیت کا جہراً ہو جانا وہ سر کے منافی نہیں لا یخرجها عن السر [2]، اور امام نوویؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ منہل میں ہے کہ شافعیہ کے یہاں سری نمازوں میں سراً اور جہری میں جہراً پڑھنا سنت کے قبیل سے ہے واجب نہیں [3]۔

قوله: وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطَوِّلُ فِي الثَّانِيَةِ: **تطویل القرأة فی الرکعة الاولی میں اختلاف علماء:** امام محمدؒ اور ایسے ہی مالکیہ اور شافعیہ کے ایک قول میں اطالۃ الاولی تمام نمازوں میں مستحب ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں تطویل اولی والا قول ہی صحیح اور مختار ہے [4]، اور بعض علماء جن میں امام ابوحنیفہ وابویوسف بھی ہیں فرماتے ہیں کہ اولی اور مستحب قرأت میں تسویہ بین الاولیین ہے جیسا کہ بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے، مثلاً اگلے باب میں آنیوالی حدیث ابوسعید خدریؓ جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی قرأت ظہر کی رکعتین اولیین میں بقدر ثلاثین آیۃ ہوتی تھی، البتہ شیخین صرف صلاۃ فجر میں اطالۃ الاولی کے قائل ہیں اس لئے کہ وہ نوم وغفلت کا وقت ہے۔

اور فریق ثانی کے نزدیک حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ یہ اطالۃ قرأت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ دعا استفتاح اور تعوذ کی وجہ ہے، اور امام بیہقیؒ نے احادیث تطویل والتسویہ کے درمیان جمع اس طور پر کیا ہے کہ تطویل اس صورت میں ہے جبکہ امام کو کسی کا انتظار ہو ورنہ تسویہ اولیٰ ہے، بعض نے توجیہ یہ کی ہے کہ اطالۃ اولیٰ ترتیل فی القرأۃ کیوجہ سے معلوم ہوتی تھی نہ کہ مقدار مقروٴ کی زیادتی کیوجہ سے [5]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٤
[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٥١٥
[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ١٧٥ . المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٢٢١
[4] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ١٧٥
[5] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٢٢٢

قوله: فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ أَنْ يُدْرِكَ النَّاسُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى: **تطویل الاولی میں حکمت:** اس سے بیہقی والی توجیہ کی فی الجملہ تائید ہوتی ہے جو ابھی قریب میں گزری، نیز اطالہ اولیٰ کی حکمت ایک تو یہ ہوئی جو صحابی فرما رہے ہیں کہ آنیوالا مسبوق نہ ہو اور ایک حکمت بعض علماء نے بیان کی ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ نماز کے شروع میں نشاط زیادہ ہوتا ہے تو اس میں خشوع و خضوع بھی زیادہ ہوتا ہے اور وہی مقصود بھی ہے، بخلاف بعد کی رکعات کے، غرضیکہ بخوف ملل بعد کی رکعات میں ترک اطالہ مشروع ہے، مصنف ابن ابی شیبہ (کما فی الفتح) کی ایک روایت ہے: كَانُوا أَيِ الصَّحَابَةُ يُتِمُّونَ وَيُوجِزُونَ وَيُبَادِرُونَ الْوَسْوَسَةَ یعنی صحابہ کرام نماز کامل پڑھتے تھے اور ساتھ ہی میں ایجاز واختصار کو ملحوظ رکھتے تھے تاکہ نماز میں وسوسہ کی نوبت نہ آئے[1]، میں نے اپنے والد مرحوم سے سنا کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ مختصر نماز میں زیادہ جی لگتا ہے۔

٨٠١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، قَالَ: قُلْنَا لِخَبَّابٍ، هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ؟ قَالَ: «بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ».

ترجمہ: ابو معمر کہتے ہیں ہم نے خباب سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت فرمایا کرتے تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں ہم نے پوچھا آپ لوگ حضور ﷺ کی قرأت کو کس طرح پہچانتے تھے تو حضرت خباب نے ارشاد فرمایا: ہم حضور ﷺ کی داڑھی مبارک کے حرکت کرنے سے پہچان لیتے تھے کہ آپ ﷺ تلاوت فرما رہے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧١٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٠١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٢٦) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٩/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١١٢/٥) مسند أحمد - من مسند القبائل (٣٩٥/٦)

شرح الحدیث: حضرت خبابؓ فرما رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی لحیہ مبارکہ حالت قیام میں متحرک ہوتی ہے، استدلال کیلئے اضطراب لحیہ کیساتھ ایک اور مقدمہ بھی شامل کرنا ہوگا وہ یہ کہ قیام محل قرأت ہے جس طرح رکوع و سجود محل اذکار، ورنہ نفس اضطراب سے مطلق پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے خواہ وہ تسبیح ہو یا تلاوت قرآن۔

٨٠٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ حَتَّى لَا يُسْمَعَ وَقْعُ قَدَمٍ».

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں اتنا طویل قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ کو نماز میں شریک ہونے والے صحابہ کے پاؤں رکھنے کی آواز سنائی نہ دیتی۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٦/٤)

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٢ ص ٢٠١، مصنف ابن أبي شيبة - كتاب الصلوات - باب التخفيف في الصلاة من كان يخففها ٤٦٧٣

شرح الحدیث: قولہ: حَتَّى لَا يُسْمَعَ وَقْعُ قَدَمٍ: اس پر کلام ہمارے یہاں إِنِّي لَأَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا، فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ [1] کے ذیل میں آچکا۔

باب تخفیف الاخریین: اخریین میں تخفیف اس لئے ہوتی ہے کہ ان میں ضم سورت نہیں ہے چنانچہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے ان کے قول جدید میں ضم سورت فی الاخریین بھی مستحب ہے۔

نماز میں فاتحہ کیساتھ ضم سورت میں اختلاف: اب رہا یہ مسئلہ کہ اولیین میں ضم سورت واجب ہے یا سنت سو اس میں اختلاف ہے، حنفیہ اور بعض مالکیہ جیسے ابن کنانہ کے نزدیک ضم سورت فی الاولیین واجب ہے، اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مستحب ہے۔

۱۳۱۔ بَابُ تَخْفِيفِ الْأُخْرَيَيْنِ

فرض نماز کی آخری دو رکعتوں کو ہلکا پڑھنے کا بیان

۸۰۲۔ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: قَدْ شَكَاكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ: أَمَّا أَنَا «فَأَمُدُّ فِي الْأُولَيَيْنِ، وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، وَلَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ.

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے فرمایا کہ لوگوں نے (اہل کوفہ مراد ہیں) تمہاری ہر چیز میں شکایت کی ہے یہاں تک کہ نماز کے متعلق بھی شکایت کی ہے (کہ آپ صحیح طریقہ سے نماز نہیں پڑھاتے) حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرأت میں تخفیف کرتا ہوں (کہ اس میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتا ہوں) اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں جو نماز ادا کی اس نماز کے طریقہ سے کمی نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا: آپ کے متعلق میرا یہی گمان ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (۷۲۲) صحيح مسلم - الصلاة (۴۵۳) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۲) سنن النسائي - الافتتاح (۱۰۰۲) سنن أبي داود - الصلاة (۸۰۳)

شرح الحدیث: قولہ: قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ: قَدْ شَكَاكَ النَّاسُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ: حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ والئ کوفہ تھے وہاں کے کچھ لوگوں کو ان سے شکایات ہوگئی تھیں، جو حضرت عمرؓ کے پاس پہونچتی رہتی تھیں، اس پر حضرت عمرؓ ان سے فرمارہے ہیں یہ کیا بات ہے کہ لوگ یعنی اہل کوفہ تمہاری ہر چیز میں شکایت کرتے ہیں یہاں تک کہ نماز کے بارے میں بھی (کہ اچھی طرح نہیں پڑھاتے) تو اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میں نماز اس طرح پڑھاتا ہوں

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب تخفيف الصلاة للأمر يحدث ۱/۱۱۹

کہ اولیین میں قرأت کو دراز کرتا ہوں اور اخریین میں مختصر۔

قولہ: وَلَا آلُو مَا اقْتَدَيْتُ بِهِ الخ: یہ مضارع منفی واحد متکلم کا صیغہ ہے الا یالو الوا سے جس کے معنی تقصیر اور کوتاہی کے ہیں، کما فی قولہ تعالیٰ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا[1] یعنی نہیں کوتاہی کرتا ہوں میں اس طرح نماز پڑھانے میں جس طرح میں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں پڑھی ہے، بلکہ جس طرح آپ ﷺ پڑھاتے تھے اسی نہج پر میں بھی پڑھاتا ہوں، اور وہ نہج وہی ہے جو اوپر آچکا، تطویل الاولیین، و تخفیف الاخریین وغیرہ، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معترضین تسویہ بین الاولیین کے قائل ہوں گے، حضرت عمرؓ نے ان کا جواب سن کر فرمایا کہ ہمیں تمہارے ساتھ یہی حسن ظن تھا، یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ صحیحین میں تفصیل کے ساتھ ہے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے شکایات کی تحقیق حال کیلئے حضرت سعدؓ کیساتھ چند آدمیوں کو کوفہ بھیجا، چنانچہ ان لوگوں نے وہاں جاکر ہر ہر مسجد میں پہونچ کر اس کے بارے میں تحقیق و تفتیش کی پوچھنے پر سب نے ان کی تعریف ہی کی اور یہ کہ سب شکایات غلط ہیں، یہاں تک وہ قبیلہ بنو عبس کی مسجد میں پہنچے، ان میں سے ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ لکھا ہے وہ کھڑا ہوا اور اس نے ان کی شکایات کیں اور کہا لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ کہ کسی سریہ میں خود کبھی نہیں نکلتے اور مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم میں برابری نہیں کرتے، اور ایسے ہی فیصلوں میں انصاف نہیں کرتے، یہ سن کر حضرت سعدؓ نے اس کو چند بد دعائیں دیں کہ اے خدا اگر یہ شکایات غلط ہوں فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، شکایات چونکہ غلط تھیں اس لئے سعدؓ کی یہ بد دعائیں قبول ہوئیں، چنانچہ راوی کہتا ہے کہ میں نے خود دیکھا ہے اس شخص کو کہ اس کی عمر بہت زیادہ دراز ہوئی ابرو تک سفید ہوگئے، فقر میں مبتلا ہوا راستوں اور گلیوں میں مانگتا ہوا اور لڑکیوں کو چھیڑتا ہوا اور ذلیل و رسوا ہوتا ہوا پھرتا تھا[2]، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اہل اللہ کی بد دعا سے بچائے۔

٨٠٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي النُّفَيْلِيَّ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: «حَزَرْنَا قِيَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً قَدْرَ الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ، وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ، وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ».

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے ظہر اور عصر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کا اندازہ لگایا تو ہم نے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کا قیام تیس آیات کے برابر پایا (الٓمٓ ① تَنْزِيْلُ السجدۃ کے بقدر) ہر

---

[1] وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں (سورۃ آل عمران ۱۱۸)

[2] صحيح البخاري — كتاب الأذان — باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها في الحضر والسفر وما يجهر فيها وما يخافت ۷۳۲

رکعت میں اتنی دیر قیام ہوتا تھا اور ہم نے فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں آپ کے قیام کا اندازہ لگایا تو وہ پہلی دو رکعتوں کے قیام کی مقدار کے آدھے کے بقدر تھی...... اور ہم نے یہ اندازہ لگایا کہ حضور ﷺ نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنا قیام کرتے تھے جتنا کہ نماز ظہر کی آخری دو رکعتوں میں قیام فرمایا کرتے تھے اور ہم نے اندازہ لگایا کہ نماز عصر کی آخری دو رکعتوں کا قیام نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں کے قیام کا آدھا تھا۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٥٢) سنن النسائي - الصلاة (٤٧٥) سنن النسائي - الصلاة (٤٧٦) سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٨٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٨٨)

شرح الحديث: اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں: ① عدم اطالة الأولى، أي لتسويه بين الركعتين في القراءة كما هو مسلك الشيخين واحد قولي الشافعي كما تقدم، ② ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک میں تیس آیات کے بقدر پڑھنا جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔

③ ضم سورت فی الاخریین: اس لئے کہ تیس کا نصف پندرہ ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ظہر کی اخیر کی ہر دو رکعت میں پندرہ آیات تلاوت فرماتے تھے جبکہ سورۂ فاتحہ میں صرف سات آیات ہیں، لیکن یہ مسلک جمہور کے خلاف ہے اس لئے کہ عند الجمهور والأئمة الثلاثة ضم سورت فی الاخریین غیر مستحب ہے اور قول قدیم امام شافعی کا بھی یہی ہے، البتہ ان کے قول جدید میں مستحب ہے، بذل میں اس کے دو جواب[1] لکھے ہیں: ① اول یہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ اخریین میں سورۂ فاتحہ کو ترسیل سے پڑھتے ہوں لہذا یہ ظن راوی ہے، ② اور دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ ممکن ہے آپ گاہے بیان جواز کے لئے ایسا کرتے ہوں[2]، اس لئے کہ عند الاحناف یہ صرف مکروہ تنزیہی ہے۔

قوله: فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ: اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عصر کی اخریین میں آپ نے ضم سورت نہیں کیا۔

١٣٢ ـ بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

نماز ظہر اور نماز عصر میں کی جانے والی قراءت کی مقدار کا بیان

یہاں سے مصنفؒ صلوات خمسہ میں قراءت مستحبہ کی مقدار بیان فرمانا چاہتے ہیں، اس سلسلہ میں روایات مرفوعہ بھی ہیں اور

---

[1] اور حاشیہ بذل (ج ۵ ص ۱۹) میں حافظ ابن القیمؒ کی کتاب الصلوۃ سے اس کا جواب یہ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ حدیث ضم سورت فی الاخریین پر صریح الدلالۃ ہے لیکن حدیث ابو قتادہ جو متفق علیہ ہے وہ اس کے معارض ہے أنه عليه السلام كان يقرأ في الاوليين بفاتحة الكتاب وسورتين وفي الاخريين بفاتحة الكتاب فذكر السورتين في الاوليين والاقتصار على الفاتحة في الاخريين تدل على الاختصاص وحديث الباب ليس صريحاً أخرز وتخمين، ۱۲۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۵ ص ۱۹

موقوفہ بھی، روایات مرفوعہ میں اوپر ابو سعید خدریؓ کی روایت گزر چکی کہ ظہر اور عصر میں آپ ﷺ الٓمٓ ① تَنْزِيْلُ السجدة کے برابر قرأت کرتے تھے یہ روایت مسلم شریف میں بھی ہے، اور دوسری روایت جابر بن سمرہؓ کی ہے جو سنن ثلاثہ کی روایت ہے، امام ابوداودؒ، ترمذیؒ ونسائیؒ نے اس کو روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ ظہر اور عصر میں سورۂ بروج اور سورۂ طارق کے برابر سورتیں پڑھتے تھے۔

قرأت مستحبہ کے بارے میں اثر عمرؓ: اور احادیث موقوفہ میں مشہور اس سلسلہ میں وہ اثر عمرؓ ہے جو مصنف عبدالرزاق میں ہے، اور امام ترمذیؒ نے بھی ہر باب میں الگ الگ اس کے ٹکڑے تعلیقاً ذکر کئے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں وَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي مُوسَى: «أَنِ اقْرَأْ فِي الظُّهْرِ بِأَوْسَاطِ المُفَصَّلِ» ❶، اس اثر عمرؓ کو صاحب ہدایہ نے بھی ذکر فرمایا ہے، نصب الرایة❷ میں اس کی تفصیل ہے۔

اب یہاں دو چیزیں قابل تحقیق ہیں: ① اول طوال مفصل واوساط وقصار کا مصداق اور ان کی تعیین، ② اور ثانی صلوات خمسہ میں قرأت مستحبہ الائمۃ الاربعہ۔

صلوات خمسہ میں قرأت مستحبہ عند الائمۃ الاربعۃ: حنفیہ کے نزدیک طوال مفصل کی ابتداء سورۂ حجرات سے آخر سورۂ بروج تک ہے، اور اوساط مفصل کی سورۂ طارق سے لم یکن کے آخر تک اور قصار اذا زلزلت سے الی آخر القرآن، اور مالکیہ وشافعیہ دونوں کے نزدیک بھی طوال کی ابتداء حجرات سے ہے اور حنابلہ کے نزدیک سورۂ ق سے، پھر شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک عم یتساءلون تک، اور مالکیہ کے نزدیک والنازعات تک، پھر اس سے آگے واللیل تک تینوں ائمہ کے نزدیک اوساط مفصل ہیں اور والضحیٰ سے اخیر تک قصار، اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف ❸ اس طرح ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ نمازوں میں سے کسی نماز میں بھی کسی سورت کی تخصیص واجب نہیں، البتہ استحباباً تخصیص کے اکثر علماء قائل ہیں، اس پر تو اتفاق ہے کہ صبح میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار کا پڑھنا مستحب ہے اور ظہر میں دو قول ہیں، طوال مفصل، یا اوساط، اور عصر وعشاء میں عند الجمهور اوساط مفصل اور مالکیہ کے نزدیک عصر میں بھی مثل مغرب کے قصار کا پڑھنا اولیٰ ہے۔

٨٠٥- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ، وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ وَنَحْوِهِمَا مِنَ السُّوَرِ».

---

❶ جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في القرأة في الظهر والعصر ٣٠٧

❷ نصب الراية لأحاديث الهداية - ج ٢ ص ٥

❸ ائمہ ثلاثہ کے مذہب کی تفصیل اس طرح ہے مالکیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ظہر میں صبح کی نماز سے ذرا کم، اور عشاء میں اوساط مفصل اور عصر ومغرب میں قصار مفصل، اور حنابلہ کے نزدیک (کما في الروض المربع) صبح کی نماز میں طوال مفصل اور مغرب میں قصار اور باقی تین نمازیں، ظہر عصر، عشاء میں اوساط مفصل، اور شافعیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ظہر میں قرأت صبح کے قریب قریب اور عصر وعشاء میں اوساط اور مغرب میں قصار، ١٢۔

ترجمة: جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اور نماز عصر میں وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ اور ان دونوں سورتوں جیسی سورتیں پڑھا کرتے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٥٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٨٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٨/٥)

٨٠٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَرَأَ بِنَحْوٍ مِنْ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَالْعَصْرَ كَذَلِكَ وَالصَّلَوَاتِ كَذَلِكَ إِلَّا الصُّبْحَ فَإِنَّهُ كَانَ يُطِيلُهَا».

ترجمة: جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ جب زوال شمس ہو جاتا رسول اللہ ﷺ نماز ظہر ادا فرماتے اور اس نماز ظہر میں وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى جیسی سورت کی قراۃ فرماتے اور عصر کی نماز میں بھی وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى جیسی سورت کی تلاوت فرماتے اور تمام نمازوں میں ایسے ہی قرأت فرمایا کرتے سوائے نماز فجر کے کہ اس میں حضور ﷺ طویل قرأت فرمایا کرتے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٥٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦١٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩٨٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٦) سنن ابن ماجة - الصلاة (٦٧٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٨/٥)

٨٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، وَهُشَيْمٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، عَنْ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «سَجَدَ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ، ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ فَرَأَيْنَا أَنَّهُ قَرَأَ تَنْزِيلَ السَّجْدَةِ». قَالَ ابْنُ عِيسَى: لَمْ يَذْكُرْ أُمَيَّةَ أَحَدٌ إِلَّا مُعْتَمِرٌ.

ترجمة: ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز میں سجدہ تلاوت والی آیت پڑھ کر سجدہ تلاوت فرمایا پھر آپ ﷺ سجدے سے کھڑے ہو گئے پھر آپ ﷺ نے رکوع فرمایا تو ہم نے یہ خیال کیا کہ حضور ﷺ نے سورۃ تَنْزِيلَ السَّجْدَةِ کی تلاوت فرمائی ہے۔ مصنف کے استاد محمد بن عیسیٰ کہتے ہیں معمر بن سلیمان راوی سلیمان التیمی کے بعد ابو مجلز سے پہلے امیہ راوی کا واسطہ ذکر کرتے ہیں اس میں معتمر راوی منفرد ہیں (سلیمان تیمی کے باقی شاگرد اس روایت کو سلیمان تیمی سے بلا واسطہ ابو مجلز سے نقل کرتے ہیں)۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٧) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٨٣/٢)

٨٠٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ مُوسَى بْنِ سَالِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي شَبَابٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ فَقُلْنَا لِشَابٍّ مِنَّا: سَلِ ابْنَ عَبَّاسٍ أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ؟ فَقَالَ: لَا، لَا، فَقِيلَ لَهُ: فَلَعَلَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي نَفْسِهِ، فَقَالَ: خَمْشًا هَذِهِ شَرٌّ مِنَ الْأُولَى، كَانَ عَبْدًا مَأْمُورًا بَلَّغَ مَا أُرْسِلَ بِهِ وَمَا اخْتَصَّنَا دُونَ

النَّاسِ بِشَيْءٍ إِلَّا بِثَلَاثِ خِصَالٍ «أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوءَ، وَأَنْ لَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ، وَأَنْ لَا نُنْزِيَ الْحِمَارَ عَلَى الْفَرَسِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا بنوہاشم کے چند جوان افراد کے ساتھ تو ہم نے اپنے ایک نوجوان شخص سے کہا کہ آپ ابن عباس سے پوچھیے کیا رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت فرمایا کرتے تھے تو ابن عباسؓ نے ان کے سوال کرنے پر دو مرتبہ فرمایا نہیں نہیں تو ابن عباس سے عرض کیا گیا شاید رسول اللہ ﷺ نماز ظہر اور عصر میں سرا قرأت فرماتے ہوں تو ابن عباس نے فرمایا تمہارا چہرہ زخمی ہو جائے سری قرأت کرنا تو قرأت نہ کرنے سے زیادہ برا ہے حضور ﷺ تو اللہ پاک کی طرف سے مامور بندے تھے آپ کو جو پیغام دیا گیا آپ نے پہنچایا اور عام لوگوں سے بطور خصوصیت کے ہمیں کسی حکم کو خاص طور پر آپ نے حکم نہیں دیا مگر تین باتوں کا ① ہمیں حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ہم وضو کامل طریقہ پر ساری شرائط اور آداب کی رعایت سے کیا کریں، ② ہم صدقہ کا مال نہ کھائیں، ③ اور ہم گھوڑی پر گدھے کو جفتی کرا کر اس سے خچر کی نسل پیدا ہونے کا سبب نہ بنیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الجهاد (١٧٠١) سنن النسائي - الطهارة (١٤١) سنن النسائي - الخيل (٣٥٨١) سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٨) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٤٢٦) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٢٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٤٩)

شرح الحديث قوله: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي شَبَابٍ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ: حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پوتے جن کا نام عبد اللہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بنوہاشم کے چند نوجوانوں کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کی خدمت میں پہونچا اور ان سے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ ظہر اور عصر میں سری نمازوں میں قرأت فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، نہیں، ان سے کہا گیا کہ شاید سرا پڑھتے ہوں تو اس پر ناراض ہوئے، فَقَالَ: خَمْشًا هَذِهِ شَرٌّ مِنَ الْأُولَى تیرا منہ نوچ لیا جائے، اصل میں تھا تخمش خمشًا[1]، اور فرمایا کہ یہ بات یعنی قرأت سراً پہلی بات یعنی عدم قرأت سے بُری ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے تھے جو تبلیغ احکام کے مامور مکلف تھے، بظاہر مطلب یہ ہے کہ اگر ان دو نمازوں میں قرأت ہوتی تو آپ ﷺ ہمیں یہ بات ضرور بتاتے اور ہمیں بھی کیا بتاتے بلکہ سب کو بتاتے، کیونکہ احکام شرع عام ہیں کسی کے ساتھ خاص نہیں ہاں البتہ بعض احکام ہیں جو بنوہاشم کے ساتھ خاص ہیں، اور پھر آگے انہوں نے تین حکم بیان کئے۔

قوله: أَمَرَنَا أَنْ نُسْبِغَ الْوُضُوءَ، وَأَنْ لَا نَأْكُلَ الصَّدَقَةَ، وَأَنْ لَا نُنْزِيَ الْحِمَارَ عَلَى الْفَرَسِ: ان تین چیزوں میں سے درمیانی چیز تو واقعی بنوہاشم کے ساتھ خاص ہے، اور پہلی و تیسری یعنی اسباغ وضوء اور انزاء الحمار علی الخیل کسی کے ساتھ خاص نہیں، اب یا تو یہ کہا جائے کہ وہ ان دو کو اپنے علم کے اعتبار سے خاص قرار دے رہے ہیں، یا ممکن ہے ان دو چیزوں کے ساتھ آپ ﷺ نے بنوہاشم کو تاکید کے ساتھ مخاطب فرمایا ہو۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٢

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تو صدقۂ نافلہ اور فرض دونوں حرام تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور بنو ہاشم کے حق میں صدقۂ مفروضہ کے بارے میں تو اتفاق ہے کہ وہ ان کیلئے جائز نہ تھا، البتہ صدقۂ نافلہ کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہے یہی مذہب ہمارا ہے اور یہی شافعیہ کا۔

انزاء الحمار علی الخیل جس سے بغل یعنی خچر وجود میں آتا ہے، سب علماء کے نزدیک جائز ہے، سوائے عمر بن عبد العزیزؒ کے، کہ ان سے کراہت منقول ہے، لہٰذا اس حدیث کو صرف خلاف اولیٰ پر محمول کیا جائیگا، اس لئے کہ یہ استبدال الادنی بالخیر کے قبیل سے ہے، عمدہ چیز کو گھٹیا سے بدلنا، کیونکہ ظاہر ہے کہ بغل خیل سے ادنی ہے، دیکھئے گھوڑا جہاد میں جتنا کام آسکتا ہے اتنا خچر نہیں آسکتا اسی لئے اس کا مال غنیمت میں مستقل حصہ بھی ہوتا ہے، نیز بعض روایات سے مترشح ہوتا ہے کہ جنت میں فرس کا وجود ہوگا، امام ترمذیؒ نے مستقل باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خَيْلِ الْجَنَّةِ۔

٨٠٩ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «لَا أَدْرِي أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ أَمْ لَا».

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت فرماتے تھے یا نہیں؟

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٠٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٩/١)

شرح الحدیث: **سری نمازوں میں قرأت کا ثبوت:** اس روایت سے معلوم ہوا کہ اولاً ابن عباسؓ ظہرین میں قرأت کا انکار کرتے تھے اور کچھ روز بعد ان کو اس میں تردد ہو گیا تھا جب دوسرے صحابہؓ سے اس کے خلاف سننے میں آیا ہوگا اور پھر کچھ روز بعد ان دو نمازوں میں قرأت کے قائل ہو گئے تھے، کما حققه الطحاوي في شرح معاني الآثار[1]

١٣٣ - بَابُ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

مغرب کی نماز میں کی جانے والی قرأت کا بیان

٨١٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ، سَمِعَتْهُ وَهُوَ «يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا»، فَقَالَتْ: يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا «لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ».

ترجمہ: ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ام الفضل نے انہیں (نماز میں) سورۃ المرسلات کی قرأۃ کرتے ہوئے سنا تو کہنے لگیں تیری اس سورۃ کی قرأت نے مجھے یاد کروادیا کہ یہ آخری سورت ہے جو مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت کرتے

[1] شرح معاني الآثار ج ١ ص ٢٠٥ - ٢٠٦

ہوئے سنا تھا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٠٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩٨٥) سنن النسائي - الافتتاح (٩٨٦) سنن أبي داود - الصلاة (٨١٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٣٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٤٠/٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٧٣)

شرح الحدیث ام الفضل حضرت ابن عباسؓ کی والدہ اور حضرت میمونہؓ کی بہن ہیں، انہوں نے ایک روز ابن عباسؓ کی قرأت سنی جب کہ وہ سورۂ والمرسلات تلاوت کر رہے تھے یہ سن کر وہ فرمانے لگیں کہ اے بیٹے تو نے اس سورت کو پڑھ کر مجھے ایک خاص واقعہ کو یاد دلایا، وہ یہ کہ میں نے حضور ﷺ کی سب سے آخری قرأت جو سنی ہے وہ آپ ﷺ کا اسی سورت کو پڑھنا ہے جس کو آپ ﷺ نے مغرب کی نماز میں پڑھا تھا، بخاری کی ایک روایت میں تصریح ہے وہ فرماتی تھیں کہ یہ حضور ﷺ کی آخری نماز تھی اس کے بعد آپ ﷺ کو نماز پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔

آخر ما صلی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اختلاف روایات: جاننا چاہئے کہ یہ روایت اسی طرح بخاری [1] میں بھی موجود ہے اور بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آخری نماز ظہر کی ہے، اب ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہو رہا ہے، جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی آخری وہ نماز جو جماعت کے کیساتھ مسجد میں ادا فرمائی وہ ظہر [2] ہے، اور ام الفضل کی مراد صلاۃ مغرب فی البیت ہے تو گویا ہر ایک کا آخر ہونا دو مختلف اعتبار سے ہے، اور آپ ﷺ کی وہ آخری نماز جو ہر اعتبار سے آخری تھی وہ ظاہر ہے کہ دوشنبہ کے دن صبح کی نماز ہے جس کو آپ ﷺ نے گھر میں منفرداً ادا فرمایا جیسا کہ ثابت کیا ہے، اس کو حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں بخاری و مسلم کی روایات کو سامنے رکھتے ہوئے، اس میں امام بیہقیؒ کی رائے ایک جداگانہ ہے بعض روایات کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آخری نماز دوشنبہ کی صبح والی حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے جماعت کے ساتھ تھی، حافظ ابن کثیرؒ نے اس رائے کی قوت کے ساتھ تردید کی ہے [3]، یہ ساری بحث الفیض السمائی میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہے۔

٨١١ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ».

ترجمہ جبیر بن مطعم کہتے ہیں میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو سورۃ طور کی قرأت کرتے ہوئے سنا۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٣١) صحيح البخاري - الجهاد والسير (٢٨٨٥) صحيح البخاري - المغازي (٣٧٩٨)

---

[1] صحیح البخاري -- کتاب صفة الصلاة - باب القرأة في المغرب ٧٢٩

[2] اور یہ واقعہ یوم الخمیس کا ہے یعنی وفات سے چار دن پہلے کا، کما اثبته حافظ ابن کثیر بروایة البخاری، ۱۲۔

[3] البداية والنهاية - ج٨ ص ٤٩ - ٥٣

صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥٧٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤٦٣) سنن النسائي - الافتتاح (٩٨٧) سنن أبي داود - الصلاة (٨١١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٣٢) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٠/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٣/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٤/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٨٥/٤) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٧٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٩٥)

شرح الحديث: قوله: يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ: اس حدیث کے بارے میں امام دار قطنیؒ کی رائے یہ ہے جیسا کہ ابن رسلان نے لکھا ہے وهم فيه بعض الرواة وإنما هو في الركعتين بعد المغرب، وقال الترمذي كره مالك الطوال في المغرب (حاشية البذل [1])، جن روایات سے مغرب کی نماز میں تطویل قرأت ثابت ہوتی ہے، علماء نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں: ① لبيان الجواز، ② لعدم المشقة على القوم، ③ منسوخ، ④ لعله كان يقرأ بعض السورة الطويلة. قاله الطحاوي وابن الجوزي، اور خاص طور سے جبیر بن مطعمؓ کی حدیث کا جواب دار قطنی کے طرف سے گزر چکا۔

کیا مغرب کی نماز میں تطویل قراۃ کا ثبوت ہے؟ یہ بات پہلے آچکی ہے کہ صبح کی نماز میں تطویل اور مغرب کی نماز میں تقصیر فی القرأت تقریباً متفق علیہ ہے، لیکن مغرب میں بعض علماء کا اختلاف منقول ہے، علامہ عینیؒ نے سلف کی ایک جماعت سے اس میں تطویل نقل کی ہے، اور امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے نقل فرمایا کہ حضرت امام مالکؒ تطویل فی المغرب کو مکروہ سمجھتے تھے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں لیکن میں اس کو مکروہ نہیں سمجھتا ہوں بلکہ مستحب سمجھتا ہوں کہ ان سورتوں کو بھی مغرب میں پڑھا جائے، اس پر حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ علامہ بغوی نے بھی شرح السنۃ میں امام شافعیؒ سے اسی طرح استحباب نقل کیا ہے، لیکن معروف عند الشافعیہ یہ ہے کہ ان لمبی سورتوں کے پڑھنے میں نہ کراہت ہے نہ استحباب، حافظ فرماتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل کی تنصیص مجھے کسی حدیث مرفوع میں نہیں ملی سوائے ابن ماجہ کی ایک حدیث بروایت ابن عمرؓ مرفوعاً جس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ مغرب میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ [2] اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ [3] پڑھتے تھے، اور ایک وہ حدیث ابوہریرہؓ جس کی تخریج نسائی اور ابن خزیمہ وغیرہ نے کی ہے مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فُلَانٍ قَالَ سُلَيْمَانُ فَكَانَ يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ بِطِوَالِ الْمُفَصَّلِ وَفِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ، اور ایسے ہی حدیث رافع أَنَّهُمْ كَانُوا يَنْتَضِلُونَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ [4]، یہ بھی مغرب میں تخفیف قرأت پر دال ہے۔

٨١٢- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٦
[2] تو کہہ اے منکرو (سورة الكافرون ١)
[3] تو کہہ وہ اللہ ایک ہے (سورة الإخلاص ١)
[4] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٢ ص ٢٤٨

مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، قَالَ: قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِطُولَى الطُّولَيَيْنِ» ، قَالَ: قُلْتُ: مَا طُولَى الطُّولَيَيْنِ؟ قَالَ: الْأَعْرَافُ وَالْأُخْرَى الْأَنْعَامُ، قَالَ: وَسَأَلْتُ أَنَا ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ، فَقَالَ لِي: مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ الْمَائِدَةُ وَالْأَعْرَافُ.

ترجمہ: مروان بن حکم کہتے ہے مجھ سے زید بن ثابت نے کہا تمہیں کیا ہو گیا کہ تم مغرب کی نماز میں قصار مفصل پڑھتے ہو (سورۃ الضحیٰ سے لیکر سورۃ ناس تک کی سورتوں کو قصار مفصل کہتے ہے) حالانکہ میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ ﷺ کو دو طویل میں سے ایک زیادہ طویل سورۃ کو پڑھتے ہوئے سنا ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے پوچھا دو لمبی سورتوں میں سے ایک زیادہ لمبی سورت کا کیا مطلب ہے تو عروہ نے کہا پہلی سورۃ اعراف اور دوسری سورۃ انعام ابن جریج کہتے ہیں میں نے بھی ابن ابی ملیکہ سے (طول الطولین کے بارے میں) سوال کیا تو ابن ابی ملیکہ نے اپنی طرف سے (اپنے شیخ عروہ سے پوچھے بغیر) کہا سورۃ المائدۃ اور سورۃ الاعراف۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٣٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩٩٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨١٢) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٨٧/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٨٨/٥) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٨٩/٥)

شرح الحدیث: زید بن ثابتؓ نے مروان سے فرمایا کہ کیا بات ہے آپ ہمیشہ مغرب میں قصار مفصل پڑھتے ہیں حالانکہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے کہ مغرب میں آپ ﷺ دو لمبی سورتوں میں جو زیادہ لمبی ہے وہ پڑھتے تھے، اس پر عروہ سے پوچھا گیا کہ ان دو سورتوں سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں کہا سورۂ اعراف اور سورۂ انعام، اور ان میں زیادہ طویل اعراف ہے، اعراف میں چوبیس رکوع ہیں اور انعام میں بیس رکوع، اور اس کے بارے میں ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مراد سورۃ المائدہ والاعراف ہے، مائدہ میں صرف سولہ رکوع ہیں تو گویا زیادہ لمبی کا مصداق دونوں قول پر اعراف ہی ہوئی، اور ثانی کے مصداق میں اختلاف ہو گیا کہ وہ مائدہ ہے یا انعام۔

مقدار قرأت فی الصلوة میں صاحب بدائع کی رائے: جاننا چاہئے کہ قرأت مستحبہ کے بارے میں جو تفصیل شروع میں لکھی گئی ہے وہ جمہور فقہاء کی رائے ہے، اور فقہاء احناف میں سے صاحب بدائع کی رائے اس سے مختلف ہے وہ قرأت میں عدم تقدیر کے قائل ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اس کا مدار وقت کی گنجائش اور قوم کی رعایت پر ہے [1]، یعنی نمازیوں کی رعایت زیادہ اہم اور مقدم ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں مَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ [2] وارد ہوا ہے لہذا امام کیلئے مناسب یہ ہے کہ اتنی قرأت کرے کہ قوم پر گراں نہ ہو، حضرت شیخ فرماتے تھے کہ میرے والد مولانا محمد یحییٰؒ بھی اسی رائے کو پسند کرتے تھے؛

---

[1] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع - ج ١ ص ٢٠٦

[2] مسند أحمد - مسند الشاميين - حديث عثمان بن أبي العاص عن النبي صلى الله عليه وسلم ١٧٨٩٩

ایسے ہی درمختار وغیرہ میں تصریح ہے کہ مفصل کی سورتوں کو جو تقسیم نمازوں کے حق کی گئی ہے فلاں نماز میں فلاں سورت اور فلاں میں فلاں یہ حالت حضر میں ہے سفر میں نہیں اس میں اختیار ہے جیسا وقت کا تقاضا ہو۔

١٣٤ ۔ بَابُ مَنْ رَأَى التَّخْفِيفَ فِيهَا

باب ان فقہاء کی رائے کے موافق جو مغرب کی نماز میں ہلکی قراءت کے قائل ہیں

٨١٣ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، «كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْمَغْرِبِ بِنَحْوِ مَا تَقْرَءُونَ وَالْعَادِيَاتِ وَنَحْوِهَا مِنَ السُّوَرِ» ، قَالَ أَبُو دَاوُد: هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ ذَاكَ مَنْسُوخٌ. قَالَ أَبُو دَاوُد: وَهَذَا أَصَحُّ.

ترجمہ: ہشام بن عروہ کہتے ہیں انکے والد مغرب کی نماز میں سورۃ عادیات پڑھتے تھے (یعنی قصار مفصل)۔ امام ابوداؤد کہتے ہیں عروہ کا یہ فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مغرب کی نماز میں طوال مفصل کی قرأت منسوخ ہو گئی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ زیادہ صحیح ہے۔

شرح الحدیث: قوله: قَالَ أَبُو دَاوُد: هَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ ذَاكَ مَنْسُوخٌ: یعنی یہ فعل عروہ اس بات پر دال ہے کہ وہ جو پہلے باب میں مغرب کی نماز میں لمبی سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے وہ منسوخ ہے، نسخ بظاہر اس اعتبار سے ہے کہ گذشتہ روایت کے راوی عروہ تھے اور ان کا یہ عمل ان کی بیان کردہ روایت کے خلاف ہے اور مشہور ہے کہ راوی کا عمل اپنی روایت کے خلاف نسخ کی دلیل ہوا کرتا ہے، امام ابوداود کی رائے پر ابن حجرؒ نے اشکال کیا ہے کہ ام الفضل کی روایت جس میں مغرب کی نماز میں والمرسلات پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی اس کو منسوخ کیسے کہا جاسکتا ہے [1]، لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر امام طحاویؒ اور ابن الجوزیؒ کی توجیہ کو لیا جائے تو پھر حافظؒ کا اشکال صحیح نہ ہو گا۔

٨١٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ السَّرْخَسِيُّ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ قَالَ: «مَا مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَةٌ صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ، إِلَّا وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ بِهَا فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ».

ترجمہ: عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ کی سند سے روایت ہے کہ عبداللہ کہتے ہیں مفصلات میں سے کوئی بڑی اور چھوٹی سورت ایسی نہیں ہے جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض نماز میں لوگوں کی امامت کراتے ہوئے سنا نہ ہو۔

شرح الحدیث: بذل میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ترجمۃ الباب میں یعنی تخفیف فی المغرب سے کوئی مناسبت قریبہ نہیں رکھتی [2]۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٢ ص ٢٤٨ - ٢٤٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٣٠

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت: میں کہتا ہوں کہ بات تو یہی ہے، لیکن یہ بھی کہا جا سکتا ہے، کہ اس حدیث سے مطلقاً تمام نمازوں میں تخفیف فی القراءت مستفاد ہو رہی ہے اور جب سب نمازوں میں تخفیف ثابت ہوئی تو مغرب بھی اسی میں آ گئی، اور یہ اس لئے کہ تخفیف و تطویل امور اضافیہ میں سے ہیں، مفصل کی تمام ہی سور تین قصار ہیں مئین اور مثانی کے مقابلہ میں، یہ امر آخر ہے کہ خود مفصل میں بعض بڑی اور بعض چھوٹی ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

۸۱۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا قُرَّةُ، عَنِ النَّزَّالِ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، أَنَّهُ «صَلَّى خَلْفَ ابْنِ مَسْعُودٍ الْمَغْرِبَ فَقَرَأَ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ».

ترجمہ: ابو عثمان النہدی نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ پڑھی۔

۱۳۵ - بَابُ الرَّجُلِ يُعِيدُ سُورَةً وَاحِدَةً فِي الرَّكْعَتَيْنِ

اس شخص کے بیان میں جو دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھتا ہے

۸۱۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ جُهَيْنَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَقْرَأُ فِي الصُّبْحِ إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا» فَلَا أَدْرِي أَنَسِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ قَرَأَ ذَلِكَ عَمْدًا.

ترجمہ: معاذ بن عبد اللہ الجہنیؓ سے روایت ہے کہ جہنیہ کے ایک شخص نے انہیں بتایا کہ اس نے نبی اکرم ﷺ کو صبح کی نماز میں إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ دونوں رکعتوں میں پڑھتے ہوئے سنا۔ پس مجھے نہیں معلوم کہ کیا نبی اکرم ﷺ کو نسیان لاحق ہو گیا یا جان کر اس کی قراءت کی۔

شرح الحدیث: ایک ہی سورت کا تکرار دو رکعتوں میں حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے، مالکیہ اور بعض حنفیہ کراہت کی طرف گئے ہیں اور شافعیہ کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے [1]۔

۱۳۶ - بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ

فجر کی نماز میں قراءۃ کا بیان

۸۱۷ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَصْبَغَ، مَوْلَى عَمْرِو بْنِ

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٢٤٠

حُرَيْثٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ، قَالَ: «كَأَنِّي أَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِي الْكُنَّسِ».

ترجمة: عمرو بن حریث کہتے ہیں کہ میں گویا کہ حضورؐ کی اس آواز کو سن رہا ہوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں قرأت کرتے ہوئے بلند فرما رہے تھے: فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِي الْكُنَّسِ۔

تخريج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٥٦) سنن النسائي - الافتتاح (٩٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٨١٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٦/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٩٩)

شرح الحديث: ابو برزہ الاسلمی کی یہ حدیث ❶ متفق علیہ ہے اور بخاری کی روایت میں اس طرح ہے فِي الرَّكْعَتَيْنِ أَوْ إِحْدَاهُمَا یعنی دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سو یا ساٹھ آیتیں پڑھتے تھے ❷، اور مسلم کی ایک روایت میں بروایت جابر بن سمرہؓ فی الصبح بق وارد ہے، اور اسی کی ایک دوسری روایت میں بِالصَّافَّاتِ اور مستدرک حاکم کی ایک روایت میں سورۂ واقعہ وارد ہے، قاله الحافظ ❸۔

نیز مسلم کی ایک روایت میں ہے اور ابوداود میں بھی باب الصلوۃ فی النعل میں گزر چکی إِنَّهُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ ❹۔

كَأَنِّي أَسْمَعُ صَوْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِي الْكُنَّسِ: صحابی اپنے قوت حفظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ گویا میں اس وقت سن رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبح کی نماز میں اس آیت کو پڑھنا یعنی ❺ وہ سورت جس میں یہ آیت مذکور ہے، سورۂ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ❻ عند الاحناف طوال مفصل میں سے ہے اور عند

---

❶ وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ، وَمَا يَعْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ کی طرف اشارہ ہے، یہ حدیث (سنن أبي داود كتاب الصلاة باب في وقت صلاة النبي صلى الله عليه وسلم وكيف كان يصليها ٣٩٨) پر موجود ہے۔

❷ صحيح البخاري - كتاب صفة الصلاة - باب القرأة في الفجر ٧٣٧

❸ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢٥٢

❹ صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب القرأة في الصبح ٤٥٥، سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الصلاة في النعل ٦٤٩

❺ بندہ کے خیال میں خاص طور سے اس آیت کو جوذکر فرما رہے ہیں شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس آیت کے سننے کے وقت ان صحابیؓ پر کوئی خاص کیفیت طاری ہوئی ہو اسی لئے یہ آیت خاص طور سے یاد رہی، اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حضرات ارباب قلوب تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس وقت یہ نماز کیلئے مسجد میں داخل ہوئے ہوں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو تلاوت فرما رہے ہوں، حضرت سہارنپوریؒ کے حالات میں لکھا ہے حضرتؒ فرماتے ہیں کہ جب میری سب سے پہلے گنگوہ حاضری ہوئی تو...... اس وقت حضرت اقدس گنگوہیؒ تراویح میں قرآن پاک سنا رہے تھے...... تو جو آیت سب سے پہلے حضرت کے کان میں پڑی وہ سورۂ احزاب کی یہ آیت تھی أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ (ڈھکے پڑتے ہیں مال پر، سورة الأحزاب ١٩)، ١٢۔

❻ جب سورج کی دھوپ تیز ہو جائے (سورة التكوير ١)

الجمہور اوساط میں سے۔

۱۳۷۔ بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَاتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

نماز میں قراءۃ فاتحہ کے ترک کرنے کا بیان

قرأت کی رکنیت میں جو کچھ اختلاف ہے وہ ہمارے یہاں ابواب القرأت کے شروع میں تفصیل سے گزر گیا، دراصل یہاں تین مسائل ہیں: ① قرأت کا حکم کہ فرض ہے یا سنت، ② اور مسئلہ ثانیہ یہ کہ رکن قرأت مطلق قرأت ہے یا خاص سورۂ فاتحہ، ③ اور تیسرا مسئلہ قرأت خلف الامام، پہلا مسئلہ تو گزر چکا۔

رکنیۃ فاتحہ میں اختلاف ائمہ: یہاں حدیث الباب میں مسئلہ ثانیہ مذکور ہے چنانچہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے عند الاحناف نفس قرأت فرض ہے اور فاتحہ کی تعیین واجب اور جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن قرأت کا مصداق نفس قرأت نہیں بلکہ سورۂ فاتحہ ہے، اگر کوئی سارا قرآن پڑھ لے اور فاتحہ نہ پڑھے تو فرض ادا نہ ہوگا، حنفیہ کہتے ہیں کہ نفس قرأت کا ثبوت نص قطعی سے ہے لہٰذا وہ فرض ہوگی اور فاتحہ کی تعیین اخبار آحاد سے ہے، لہٰذا فاتحہ کا پڑھنا واجب ہوگا نہ کہ فرض بغیر فاتحہ کے فرض ادا ہو جائے گا لیکن نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوگی، غرضیکہ حنفیہ ماثبت بالقران کو فرض اور ماثبت بالسنہ کو واجب مانتے ہیں۔

۸۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: «أُمِرْنَا أَنْ نَقْرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ».

ترجمۃ: ابو سعید الخدریؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں حکم ملا کہ ہم سورۃ فاتحہ اور اسکے بعد جو قرأت آسانی سے ہو سکے وہ پڑھا کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۸۱۸) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۴۵) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۳/۹۷)

شرح الحدیث: اور اس سے اگلی حدیث مرفوع میں ہے جس کے راوی ابو ہریرہؓ ہیں لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، فَمَا زَادَ۔

حدیث حنفیہ کے موافق ہے: یہ دونوں حدیثیں جمہور کے خلاف ہیں، پہلی اس لئے کہ اس میں فاتحہ کے علاوہ مَا تَيَسَّرَ مذکور ہے، یعنی ضم سورت کیونکہ جمہور ضم سورت کے وجوب کے قائل نہیں، بخلاف احناف کے کہ وہ فاتحہ اور ضم سورت دونوں کو واجب مانتے ہیں، اور دوسری حدیث دو حیثیت سے ان کے خلاف ہے، ایک تو یہی کہ اس میں مازاد علی الفاتحہ مذکور ہے، دوسرے اس لئے کہ اس میں فاتحہ کی تعیین نہیں بلکہ یہ ہے إِلَّا بِقُرْآنٍ، وہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے اندر جعفر بن میمون ہیں، اس کا جواب حضرت نے بذل[1] میں دیا ہے کہ جعفر بن میمون کی بہت سے حضرات نے توثیق

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۵ ص ۳۴

کی ہے، غرضیکہ متروک بالاتفاق نہیں۔

۸۱۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَيْمُونٍ الْبَصْرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اخْرُجْ فَنَادِ فِي الْمَدِينَةِ أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقُرْآنٍ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ» فَمَا زَادَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ نکلو اور مدینہ پاک میں جاکر اعلان کرو کہ قرآن پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی اگرچہ سورۃ فاتحہ اور اس سے کچھ زائد تلاوت کی جائے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨١٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٨/٢)

۸۲۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُنَادِيَ: «أَنَّهُ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ» فَمَا زَادَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اعلان کروں کہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ مزید کچھ قرأت کیے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٢٨/٢)

۸۲۱ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا السَّائِبِ، مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی ایسی نماز پڑھے جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کرے تو ایسی نماز ناقص ہے، تو ایسی نماز ناقص ہے، تو ایسی نماز ناقص غیر مکمل ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٥) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٥٣) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٠٩) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٣٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٨٧/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٨٩)

شرح الحدیث: قوله: مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ فَهِيَ خِدَاجٌ غَيْرُ تَمَامٍ: خداج ای ذات خداج، خداج بمعنی نقصان، کہ بغیر قرأت فاتحہ کے نماز ناقص ہے اور یہی احناف کہتے ہیں یہ لفظ ماخوذ ہے خدجت الناقة ولدها، اور یہ اس وقت کہتے ہیں کہ جب اونٹنی کے بچہ پیدا ہو مدت پوری ہونے سے پہلے وان کمل خلقه، اگرچہ وہ بچہ

کامل الخلقت اور تام الاعضاء ہو، لہذا جو نماز بغیر فاتحہ کے پڑھی گئی وہ ارکان و فرائض کے اعتبار سے پوری ہے، گو صفت نقصان کے ساتھ متصف ہے۔

قوله: فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ، إِنِّي أَكُونُ أَحْيَانًا وَرَاءَ الْإِمَامِ قَالَ: فَغَمَزَ ذِرَاعِي، وَقَالَ: اقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِي نَفْسِكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَالَ اللهُ تَعَالَى: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ: فَنِصْفُهَا لِي، وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي، وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ" قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْرَءُوا يَقُولُ الْعَبْدُ { اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ } يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: حَمِدَنِي عَبْدِي، يَقُولُ: { الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ }، يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ { مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ }، يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، يَقُولُ الْعَبْدُ { اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ }، يَقُولُ اللهُ: هَذِهِ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، يَقُولُ الْعَبْدُ {اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ }، يَقُولُ اللهُ: فَهَؤُلَاءِ لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ".

ابو السائب راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ میں کبھی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں (تو میں قرأت کروں یا نہیں؟) حضرت ابوہریرہؓ نے میری کلائی کو دبایا اور کہا کہ اے فارسی تم اپنے دل میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نماز کو (سورۃ فاتحہ کو) اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے آدھی سورۃ میری ہے اور آدھی سورۃ میرے بندے کی ہے اور میرے بندے کو وہ عطا کیا جائے گا جو وہ مانگے گا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ پڑھو بندہ اپنی قرأت میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھتا ہے تو اللہ پاک اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی بندہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے تو اللہ پاک اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء بیان کی بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ تو اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے بندہ کہتا ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ تو پس یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کیلئے وہ ہے جو وہ مانگے گا...... میرا بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ یہ آیتیں میرے بندے کے لئے ہیں اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ مانگے گا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٥) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٦٠/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٨٩)

شرح الحديث: اس اثر ابوہریرہؓ میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ مذکور ہے، اولاً اس میں اختلاف ائمہ سنیئے۔

فاتحہ خلف الإمام میں مذاہب ائمہ: فاتحہ خلف الامام ائمہ ثلاثہ حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک غیر واجب

ہے امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی ہے اور ان کے قول جدید میں قرأت فاتحہ خلف الامام مطلقاً فی الجہریہ والسریہ فرض ہے بغیر اس کے نماز صحیح ہی نہ ہوگی، غرضیکہ اس پر تو جمہور علاوہ شافعیہ کے متفق ہیں کہ واجب نہیں، پھر آگے استحباب وکراہت میں اختلاف ہے، حنفیہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک صلاۃ سریہ میں مستحب اور جہریہ میں مکروہ ہے البتہ امام احمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ جہری نماز میں اگر مقتدی امام کی قرأت کو نہ سن رہا ہو اس تک آواز نہ پہونچ رہی ہو تب بھی مستحب ہے، اسی طرح حنفیہ میں سے امام محمدؒ بھی سری نماز میں استحباب قرأت کے قائل ہیں۔

امام بخاریؒ نے باب قائم فرمایا بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا، علامہ قسطلانیؒ اس باب کی شرح میں لکھتے ہیں وهو قول الجمهور، خلافاً للحنفية اهـ[1]، اس پر حاشیہ لامع میں حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے کہ تعجب کی بات ہے وجوب القرأت علی المقتدی کو قسطلانیؒ نے قول جمہور کیسے قرار دیا ہے حالانکہ ائمہ ثلاث عدم وجوب کے قائل ہیں۔

ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ شافعیہ کے پاس ایک حدیث بھی ایسی صحیح اور صریح نہیں جس سے قرأت خلف الامام کا وجوب ثابت ہوتا ہو، اس لئے کہ جن روایات سے وجوب فاتحہ ثابت ہوتا ہے وہ خلف الامام سے متعلق نہیں، اور جو روایات خلف الامام سے متعلق ہیں ان سے وجوب ثابت نہیں ہوتا بلکہ زائد سے زائد اباحت ثابت ہوتی ہے۔

پھر جاننا چاہئے کہ شافعیہ کے پاس اس سلسلہ کی بس ایک ہی صحیح اور زور دار دلیل ہے، یعنی عبادۃ بن الصامتؓ کی حدیث جو کہ متفق علیہ ہے، اس کے علاوہ اور جو دوسری احادیث ہیں ان میں چونکہ وَلَوْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَمَا زَادَ الفاظ کی زیادتی ہے اور اس زیادتی کے وجوب کے شافعیہ قائل نہیں ہیں، اس لئے وہ اس قسم کی روایات کو صرف منفرد پر محمول کرتے ہیں، یعنی غیر مقتدی پر، چنانچہ امیر یمانیؒ نے سبل السلام شرح بلوغ المرام میں اس کی تصریح کی ہے اور وہ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں، یہ حدیث عبادۃؓ ابوداود میں آگے آرہی ہے اس کے جوابات وہیں دیئے جائیں گے۔

اب آپ اثر ابوہریرۃؓ مذکور فی المتن کے بارے میں سنئیے وہ فرمارہے ہیں اِقْرَأْ بِهَا يَا فَارِسِيُّ فِي نَفْسِكَ، قرأت فی النفس یعنی دل، دل میں پڑھنا استحضار مضمون کو کہتے ہیں اور اس کے ہم بھی منکر نہیں فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللهُ تَعَالَى۔

اقرأ بها فی نفسک یافارسی کی تشریح: حضرت ابوہریرۃؓ اپنے مدعا یعنی قرأت فاتحہ فی النفس پر دلیل پیش کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ بڑی مبارک اور دعاؤں پر مشتمل سورت ہے، سراسر خیر ہی خیر ہے میں اس پر کہا کرتا ہوں کہ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ خود ابوہریرۃؓ کے نزدیک لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عام نہیں ہے مقتدی اس میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ عام ہوتی تو پھر ابوہریرۃؓ کو سائل کے جواب میں یوں فرمانا چاہئے تھا کہ جب حضور ﷺ صاف

---

[1] وهذا مذهب الجمهور، خلافاً للحنفية اهـ (إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري ج ۲ ص ۸۳)

طور سے فرمارہے ہیں لَا صَلَاةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، تو پھر تم کو اس کے خلف الامام پڑھنے میں کیا تردد ہے؟ پھر تو ان کی بیان کردہ روایت ہی دلیل کے لئے کافی تھی، مزید دلیل اور استدلال کی حاجت ہی نہ تھی، معلوم ہوا کہ وہ خود بھی سمجھتے تھے کہ وہ حدیث مقتدی پر محمول نہیں، نیز ابوہریرہؓ نے اس استدلال میں جو دلیل پیش کی ہے وہ فضائل کے قبیل سے ہے نہ کہ فرائض کے قبیل سے، تو بالفرض اگر مان بھی لیں کہ ابوہریرہؓ کی یہ مراد ہے کہ امام کے پیچھے حقیقۃً قرأت ہونی چاہئے، تو پھر اس دوسری دلیل سے صرف فضیلت ثابت ہوگی نہ کہ فرضیت، اور صرف فضیلت کے ثبوت سے شافعیہ کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، وہ تو فرضیت فاتحہ کے قائل ہیں، میں تو کہا کرتا ہوں کہ ہماری گفتگو مسائل میں ہو رہی ہے نہ کہ فضائل میں اور وہ حدیث پیش کر رہے ہیں فضیلت والی اور جس حدیث مرفوع سے وجوب ثابت ہو سکتا تھا، اس کو وہ پیش نہیں فرمارہے ہیں کیا وجہ ہے؟ یہی تو وجہ ہے کہ ان کے نزدیک بھی اس کا محمل مقتدی نہیں ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی دیکھنی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے غمز ذراع کیوں کیا یعنی کہنی مار کر کیوں متوجہ کر رہے ہیں! اشارہ ہے شاگرد کو اس بات کی طرف کہ چپکے رہو شور نہیں کیا کرتے، سورہ فاتحہ بڑی فضیلت والی سورت ہے اس کی قرأت سے چوکنا نہیں چاہئے، حضرت شیخ فرمایا کرتے تھے بلکہ اوجز میں بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بعض مرتبہ عشق رسول ﷺ کی وجہ سے ظاہر حدیث پر بھی عمل کر لیا کرتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ ابوہریرہؓ ایک مرتبہ وضو فرمارہے تھے جس میں وہ اپنے ہاتھوں کو بغل تک دھو رہے تھے پیچھے ایک عجمی شاگرد کھڑا تھا اس نے سوال کیا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوءُ؟ ان کو معلوم نہیں تھا کہ یہاں کوئی کھڑا ہے اور مجھے اس طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے، فوراً چونک کر بولے يَا بَنِي فَرُّوخَ أَنْتُمْ هَاهُنَا؟ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هَاهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوءَ [1]، کہ اے عجمیو! تم یہاں موجود ہو اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں موجود ہو تو میں اس طرح کا وضوء نہ کرتا، کیوں؟ اس لئے کہ ان طرز عمل جمہور صحابہؓ کے مسلک کے خلاف تھا مگر وہ ظاہر حدیث جو آثار وضوء کی فضیلت کے بارے میں اس پر عمل کرتے ہوئے ایسا کر رہے تھے، اور چونکہ ان کا یہ طرز عمل جمہور کے خلاف تھا اس کے اظہار میں خوف انتشار تھا اس لئے اس کو کسی کے سامنے نہیں کرنا چاہتے تھے، اسی طرح کی بات یہاں بھی پائی گئی کہ انہوں نے شاگرد کے کہنی مار کر فرمایا خاموش رہو، جس طرح بھی ہو اس سورت کو پڑھ لیا کرو، اور اگر مراد یہ لیا جائے کہ اس سورت کے مضمون کا استحضار رکھا کرو تب تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔

قوله: فَنِصْفُهَا لِي، وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي: اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات آیات ہیں، جس میں سے شروع کی تین آیات اللہ کی بڑائی اور اسکی حمد وثناء میں ہیں اور اخیر کی تین بندہ کی اپنے لئے دعائیں ہیں اور درمیانی چوتھی آیت إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ مشترک ہے حمد وثناء اور دعا کے درمیان، اور بسم اللہ کا اسمیں کہیں ذکر نہیں آیا اس سے معلوم

---

[1] صحیح مسلم - کتاب الطهارة - باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء ۲۵۰

ہوا کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے، امام نوویؒ نے شافعیہ کی طرف سے جو کہ جزئیۃ بسملۃ کے قائل ہیں متعدد جواب دیئے، علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض جواب تو انکے حق میں مفید ہی نہیں، اور بعض تعسف سے خالی نہیں۔

٨٢٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَصَاعِدًا». قَالَ سُفْيَانُ: لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ.

ترجمة: عبادہ بن صامتؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ جو شخص سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ ملا کر مزید قرأت کرے تو اس کی نماز نہیں ہوتی، سفیان بن عیینہ نے کہا یہ حکم منفرد کے لئے ہے۔

تخريج: صحيح البخاري - الأذان (٧٢٣) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٢/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٢)

شرح الحديث: یہ حدیث متفق علیہ ہے بلکہ صحاح ستہ میں ہے اس سے جمہور علماء ائمہ ثلاثہ نے رکنیت فاتحہ پر استدلال کیا ہے، اور مذاہب اربعہ میں سے صرف شافعیہ نے اس حدیث کے عموم کے پیش نظر مقتدی کو اس میں شامل مان کر فاتحہ خلف الامام کی فرضیت پر بھی اسی سے استدلال کیا ہے، رکنیت فاتحہ پر کلام گزر چکا، مسئلہ ثانیہ یعنی فاتحہ خلف الامام پر بحث باقی ہے، شافعیہ کیلئے سب سے بڑی اور قوی دلیل یہی ہے کیونکہ یہ متفق ❶ علیہ حدیث ہے، ہماری طرف سے اس کے متعدد جواب دیئے گئے ہیں: ① یہ حدیث منفرد پر محمول ہے جس کے متعدد قرائن ہیں دوسری روایات مرفوعہ اور آثار صحابہؓ مثلاً وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا ❷، مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ ❸، خود آگے اسی روایت میں سفیان بن عیینہ راوی حدیث فرما رہے ہیں لِمَنْ يُصَلِّي وَحْدَهُ، اس پر خطابیؒ شارح حدیث نے اعتراض کیا کہ یہ تخصیص بلا دلیل ہے درست نہیں ❹، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ یہ تخصیص بالدلیل ہے بلا دلیل نہیں جیسا کہ ابھی گزرا، اور اگر اس کو عام ہی رکھنا ہے تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن اگر آپ اس میں تعمیم کرتے ہیں تو پھر ہم بھی اس میں تعمیم کریں گے لو عممتم لعممنا (کمافی تقریر الگنگوهی) یعنی اگر آپ اس

---

❶ مگر ان کا استدلال بخاری شریف کی روایت کے الفاظ سے ہے جس میں فصاعدا کی زیادتی نہیں ہے، فصاعدا کے لفظ سے تو مسئلہ نازک بن جاتا ہے، ١٢۔

❷ صحيح مسلم كتاب الصلاة باب التشهد في الصلاة ٤٠٤ سنن أبي داود كتاب الصلاة باب الإمام يصلي من قعود ٦٠٤ سنن النسائي كتاب الافتتاح باب تأويل قوله عز وجل: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ ٩٢١

❸ سنن دارقطني - كتاب الصلاة - باب ذكر قوله ﷺ: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة، واختلاف الروايات ١٢٣٣

❹ معالم السنن - ج ١ ص ٢٠٥

حدیث میں عموم مانتے ہیں منفرد اور مقتدی دونوں کا تو پھر ہمارا عموم بھی تسلیم کرنا ہوگا وہ یہ کہ قرأت عام ہے حقیقیہ ہو یا حکمیہ اور مقتدی بھی حکماً قاری ہے بقراءۃ الامام۔

الجواب الثانی: یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ صحیح بخاری میں تو لفظ فَصَاعِدًا موجود نہیں ہے لیکن مسلم اور ابوداود وغیرہ کی روایات میں یہ زیادتی ثابت ہے، اور یہ زیادتی پائے جانے کے بعد پھر یہ حدیث شافعیہ کے لئے کارآمد نہیں رہتی بلکہ ان کے خلاف پڑجاتی ہے اس لئے وہ حضرات مقتدی کے حق میں صرف فاتحہ کے قائل ہیں اس سے زائد کے نہ وجوباً قائل ہیں نہ استحباباً، حضرت امام بخاریؒ فَصَاعِدًا کی زیادتی کو ثابت نہیں مانتے جبکہ یہ لفظ صحیح مسلم اور باقی سنن کی کتابوں میں موجود ہے، امام بخاریؒ نے اس لفظ کے دو جواب دیئے: ① اول یہ کہ اس زیادتی کے ساتھ معمر بن راشد یمنی زہری سے روایت کرنے میں متفرد ہیں، دوسرے حضرات محدثین نے جواب دیا کہ دیکھئے اس زیادتی کو سنن ابوداود میں زہری سے روایت کرنیوالے سفیان بن عیینہ ہیں، پھر معمر متفرد کہاں ہوئے، اول تو معمر بالکل ثقہ اور صحاح ستہ کے راوی ہیں اور زیادتی ثقہ کی معتبر ہوتی ہے، پھر جب کہ وہ متفرد بھی نہیں، نیز ان کی متابعت اور راویوں نے بھی کی ہے، چنانچہ بذل المجہود میں لکھا ہے وکذلك تابعه فيها صالح والأوزاعي وعبد الرحمن بن إسحاق وغيرهم كلهم عن الزهري [1]۔

② دوسرا جواب حضرت امام بخاریؒ نے اس کا یہ دیا کہ یہ فَصَاعِدًا، تقطع اليد في ربع دينار فصاعداً کے قبیل سے ہے، دیکھئے نصاب سرقہ عند الجمہور ربع دینار ہے اور اس پر زیادتی ہونا ضروری نہیں بلکہ ربع دینار کے سرقہ پر ہی قطع ید ہو جاتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ فَصَاعِدًا کا پایا جانا ضروری نہیں، اور یہ ضروری نہیں کہ جو حکم اس کے ماقبل کا ہے وہی اس کا بھی ہو۔

ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے ضروری تو نہیں لیکن اس کا پایا جانا مضر بھی تو نہیں، اور آپ تو یہاں مازاد علی الفاتحہ کے کسی طرح بھی قائل نہیں، لہذا یہ جواب کیسے درست ہوا، اول تو ہم دیکھتے ہیں کہ حدیث میں ایسے بعض مواضع بھی ہیں جہاں فَصَاعِدًا ماقبل کے حکم میں ہے جیسا کہ اس حدیث الاضحیہ میں أَمَرَنَا [2] رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ وَالْأُذُنَيْنِ فَصَاعِدًا [3]، اس لئے کہ قربانی کے جانور میں صرف عین واذن کا صحیح وسالم ہونا کافی نہیں بلکہ دوسرے اعضاء کا بھی صحیح وسالم ہونا ضروری ہے، جس کو فَصَاعِدًا سے بیان کیا ہے، اور امام بخاریؒ نے جو مثال پیش کی ہے وہاں بیشک فَصَاعِدًا ماقبل کے حکم میں نہیں یعنی اس کا پایا جانا ضروری نہیں۔

فصاعداً کے مواضع استعمال کا اختلاف: نتیجہ یہ نکلا کہ فَصَاعِدًا کے مواضع استعمال مختلف ہیں کہیں یہ ماقبل

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۵ ص ۵٦

[2] قربانی کے جانور کے آنکھ کان کی اچھی طرح جانچ کی جائے ۱۲۔

[3] سنن أبي داود - كتاب الضحايا - باب ما يكره من الضحايا ۲۸۰٤

کے حکم میں ہوتا ہے اور کہیں نہیں، قرائن وغیرہ سے اسکی تعیین ہوسکتی ہے، مشائخ واساتذہ کے کلام کو دیکھنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر متکلم کا مقصود اقل ماوجب کو بیان کرنا ہو تب فَصَاعِدًا کا پایا جانا ضروری نہیں، اور اگر مقصود جمیع ماوجب کو بیان کرنا ہو تب فَصَاعِدًا کا ہونا بھی ضروری ہے، چنانچہ حدیث الاضحیہ میں جمیع ماوجب کو بیان کرنا مقصود ہے بعض کو صراحۃً اور بعض کو فَصَاعِدًا کے ذریعہ مجملاً، اور نصاب سرقہ والی حدیث میں اقل مقدار کو بیان کرنا مقصود ہے لہذا وہاں فَصَاعِدًا کا ہونا ضروری نہیں۔

اب متنازع فیہ حدیث میں دیکھنا ہے کہ یہ کس قبیل سے ہے، ظاہر ہے کہ یہاں مقصود اقل ماوجب کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ جمیع ماوجب کو بیان کرنا ہے لہذا فاتحہ والی حدیث حدیث الاضحیہ کے قبیل سے ہوئی، ممکن ہے کسی صاحب کے ذہن میں اس سے بہتر توجیہ بھی ہو تو پھر وہ مقدم ہوگی۔

الجواب الثالث: حضرت عبادہ کی یہ حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے مختصر ہے حدیث طویل ہے، پوری حدیث ابوداود وترمذی وغیرہ میں ہے چنانچہ باب کی حدیث نمبر (۸۲۳) پڑھیے حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ» قُلْنَا: نَعَمْ هَذًّا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا»، اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرامؓ شروع میں اپنے اختیار واجتہاد سے قراءۃ خلف الامام کیا کرتے تھے جس کی خبر حضور ﷺ کو نہ تھی، آپ کے دریافت کرنے پر انہوں نے اقرار کیا کہ ہم جلدی جلدی پڑھ لیا کرتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو بجز فاتحۃ الکتاب کے اس لئے کہ اس کے بغیر تو نماز ہوتی ہی نہیں۔

یہاں پر آپ ﷺ نے مقتدی کو مطلق قرأت سے منع فرما کر فاتحہ کا استثناء فرمایا اور قاعدہ یہ ہے الإستثناء بعد الحظر يفيد الاباحة كما في قوله تعالى: لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّآ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً [1] لہذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مقتدی کے لئے قرأۃ فاتحہ جائز اور مباح ہے نہ کہ فرض، فلا يصح استدلالهم بهذا الحديث على فرضية الفاتحة، اب یہاں پر دو باتیں رہ جاتی ہیں اول یہ کہ حنفیہ تو اباحت کے بھی قائل نہیں، ثانی یہ کہ حضور ﷺ تو خود اس حدیث میں فرما رہے ہیں فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا، امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقصود نفی کمال ہے کہ کوئی نماز بغیر فاتحہ کے کامل نہیں ہوتی اور پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ ہم اس مسئلہ میں نسخ کے قائل ہیں جس کی دلیل آگے آئے گی، یہاں تو ہمیں یہ کہنا تھا کہ صحیحین والی حدیث مختصر ہے اور اصل حدیث اس طرح ہے جس میں فاتحہ کا استثناء بعد الحظر پایا جا رہا ہے، اس امر ثانی کا جواب حضرت گنگوہیؒ

---

[1] نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق مگر یہ کہ تجارت ہو (سورۃ النساء ۲۹)

کے کلام میں یہ ہے کہ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا سے وجود حکمی و شرعی کی نفی مقصود نہیں کہ بغیر اس کے نماز صحیح نہیں ہوتی بلکہ اس سے مقصود وجود حسی و خارجی کی نفی کرنا ہے کہ کوئی نماز حساً یعنی خارج میں بغیر فاتحہ کے نہیں پائی جاتی، سبھی نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے، اس لئے امکان ہے کہ اس سے مخالجت و منازعت نہ ہوگی لیکن جب بعد کے تجربہ نے یہ بتایا کہ اس کی قرأت سے بھی مخالجت ہوتی ہے تو پھر آپ نے اس سے بھی روک دیا جیسا کہ آئندہ ابواب و احادیث میں آرہا ہے۔

الجواب الرابع: صاحب جوہر النقی اور ایسے ہی علامہ شوق نیموی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے اس لئے کہ اُس روایت کو مکحول کبھی روایت کرتے ہیں، عن محمود بن الربیع اور کبھی عن نافع بن محمود بن الربیع اور کبھی عن عبادۃ بن الصامت، نیز مکحول مدلس ہیں اور وہ اس کو بلفظ عن روایت کر رہے ہیں، بہر حال سند میں اضطراب ہے جو موجب ضعف ہے۔

یہ تو حدیث عبادہ کے ہماری طرف سے جواب ہوئے جو کہ شافعیہ کا اہم مستدل ہے۔

فاتحہ خلف الامام کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر: اب ہمارے مسلک کی ترجیح سنئے! حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں جیسا کہ الکوکب الدری میں ہے کہ چونکہ نماز کی ابتداء صلاۃ اللیل سے ہوئی تھی شروع میں صرف وہی فرض تھی جس میں صحابہ کرام قرأت کے عادی ہو چکے تھے اس کے بعد جب صلوات خمسہ کی فرضیت ہوئی تو اس استصحاب حال کے طور پر فرائض میں خلف الامام بھی وہ قرأت کرتے رہے، اسی اثناء میں آیت کریمہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا ❶ کا نزول ہوا اس وقت صحابہ کرامؓ کا طرز مختلف ہو گیا، بعض حضرات نے تو قرأت خلف الامام کو مطلقاً ترک کر دیا، لیکن بعض حضرات ثواب کی حرص میں لاحراز الفضیلتین، سکتات امام میں اپنی رائے و اجتہاد سے قرأت فرماتے رہے، اور یہ جو ہم نے کہا کہ وہ اپنے اجتہاد سے ایسا کرتے رہے اس کی دلیل روایات میں موجود ہے مثل قولہ هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِنْكُمْ ❷۔ اب صحابہؓ کی اس قرأت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرأت میں خلجان واقع ہوا اور آپ نے صحابہ کو اس قرأت سے منع فرمایا، ساتھ ہی آپ نے یہ خیال فرماتے ہوئے کہ سورۂ فاتحہ چونکہ سب کی زبانوں پر چڑھی ہوئے ہے شاید اس میں منازعت اور التباس نہ ہو صرف اسکی قرأت کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور کچھ روز تک یہ سلسلہ چلتا رہا، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اسکی قرأت سے بھی منازعت ہوتی ہے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرما دیا، لیکن صرف جہری نمازوں میں جیسا کہ حدیث ابو ہریرہؓ میں ہے جو صلاۃ صبح کے قصہ میں ہے فانتھی الناس عن القراءة فیما جھر فیه الإمام، اور اب صرف سری نمازوں میں قرأت رہ گئی لیکن آخر کار بعد میں آپ کو اس سے بھی روکنا پڑا، جیسا کہ عمران بن حصینؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو صلاۃ ظہر کے بارے میں ہے، چنانچہ مصنف نے آگے چل کر دو باب اسی ترتیب سے قائم فرمائے ہیں

❶ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو (سورۃ الأعراف ۲۰٤)

❷ سنن أبي داود - کتاب الصلاۃ - باب من کرہ القراءة بفاتحة الکتاب إذا جھر الإمام ۸۲٦

حاصل یہ کہ اس سلسلہ میں بتدریج نسخ واقع ہوا، اور آخر الامر آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمادیا مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ [1]، اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا [2]، حضرات شافعیہ نے ان حدیثوں پر کچھ نقد کیا ہے۔

من كان له امام فقراءة الامام له قراءة پر کلام: حضرت نے بذل [3] میں علامہ عینی سے نقل کرتے ہوئے اس پر تفصیلی کلام فرمایا ہے اس میں لکھا ہے کہ حدیث مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ، متعدد صحابہ سے مروی ہے، جابر بن عبداللہؓ، ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، یہ روایات ابن ماجہ دار قطنی اور معجم طبرانی وغیرہ کتب میں مذکور ہیں، امام دار قطنی وغیرہ ناقدین کہتے ہیں کہ حدیث جابرؓ کی سند میں جابر جعفی ہے، جو کہ مجروح ہے خود امام ابوحنیفہؒ نے ان کی تکذیب کی ہے، اور ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں اسماعیل بن عمر بن نجیح ضعیف ہے، ایسے ہی حدیث ابوہریرہؓ کیساتھ محمد بن عباد متفرد ہے، جو ضعیف ہے ہماری طرف سے کہا گیا کہ حدیث جابرؓ کے دوسرے طرق بھی ہیں منجملہ ان کے وہ ہے۔

امام صاحب کی سند سے حدیث اور دارقطنی کا اس پر نقد: جو مؤطا امام محمد میں ہے أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [4]. اس پر دار قطنی نے اعتراض کیا کہ اس حدیث کو مسنداً صرف ابوحنیفہ اور کبھی ان کیساتھ حسن بن عمارہ بھی ہوجاتے ہیں نے نقل کیا ہے وهما ضعيفان، اور ان دو کے علاوہ متعدد رواۃ جیسے سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ وغیرہ نے اس کو مرسلاً نقل کیا ہے عن ابی الحسن عن عبداللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصل روایت اس طرح ہے مرسلاً (بغیر ذکر صحابیؓ کے)، ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ اسناد ارسال کے مقابلہ میں زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے ولو سلم ارساله فالمرسل حجة عندنا والجمهور، رہا مسئلہ ان دونوں کی توثیق وتضعیف کا سو علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حسن بن عمارہ کی ایک بڑی جماعت نے توثیق کی ہے ان کو ضعیف کہنا غلط ہے، اور ایسے ہی امام اعظم ابوحنیفہؒ جن کا علم شرقاً وغرباً پھیلا ہوا ہے ان کو ضعیف قرار دینا نہایت غلط اور تعصب سے لبریز اعتراض ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر دار قطنی ادب اور حیاء سے کام لیتے تو ہرگز امام الائمہ سید الحفاظ کی طرف ضعف کی نسبت نہ کرتے، اور ان کی تضعیف سے وہ خود مستحق تضعیف ہوگئے، وہ فرماتے ہیں حالانکہ خود ان کا اپنا یہ حال ہے کہ ضعیف اور منکر احادیث اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں جہر بالبسملہ کے ثبوت میں موضوع احادیث تک کہہ گزرے گویا قصداً ایسا کیا، چنانچہ بعض لوگوں نے ان سے استحلاف کیا کہ اسمیں کتنی احادیث صحیح ہیں تو ان کو اعتراف کرنا پڑا

---

[1] سنن دارقطني - كتاب الصلاة - باب ذكر قوله ﷺ: من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة، واختلاف الروايات ۱۲۳۳

[2] صحيح مسلم كتاب الصلاة باب التشهد في الصلاة ٤٠٤، سنن أبي داود كتاب الصلاة باب الإمام يصلي من قعود ٦٠٤، سنن النسائي كتاب الافتتاح باب تأويل قوله عز وجل: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون} ۹۲۱

[3] بذل المجهود في حل أبي داؤد - ج ٥ ص ٥٠

[4] التعليق الممجد على موطأ محمد - كتاب الصلاة - باب القراءة في الصلاة خلف الإمام ۱۱۷ ج ۱ ص ٤١٥ - ٤١٦

کہ یہاں اسمیں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے [1]۔

اسی طرح حدیث ابوہریرہؓ کی سند میں دار قطنی وغیرہ نے فرمایا کہ اس کی سند میں محمد بن عباد الرازی ضعیف ہیں، صاحب تنسیق النظام فرماتے ہیں کہ اگر محمد بن عباد کی جرح تسلیم کرلی جائے تو إن الضعاف يقوي بعضها بعضاً، وههنا صحاح وحسان فكيف لايقويها الضعاف [2]،......وقد ثبت عن ابی هريرة بطريق صحيح وإذا اقرأ فانصتوا، حاصل یہ کہ یہ حدیث (من كان له إمام الخ) متعدد صحابہ سے متعدد طرق سے مروی ہے اس کے بعض طرق پر خواہ فرداً فرداً کلام ہو مگر مجموعہ طرق کے اعتبار سے حدیث ثابت ہے۔

حدیث واذا قرأ فانصتوا پر بحث: اور حدیث ثانی یعنی وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا، یہ صحیح مسلم میں ابوموسی اشعریؓ کی روایت سے مروی ہے اور سنن ابوداود میں ابوموسیٰ اشعریؓ اور ابوہریرہؓ دونوں سے مروی ہے، ابوموسیٰ والی روایت پر امام بخاریؒ وغیرہ حضرات نے یہ اعتراض کیا کہ اس کے ساتھ سلیمان تیمی متفرد ہیں، حضرت سہارنپوریؒ بذل میں فرماتے ہیں کہ ادعا تفرد باطل ہے اس لئے کہ سنن دار قطنی میں سلیمان تیمی کی متابعت کی ہے عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے، اسی طرح صحیح مسلم میں موجود ہے کہ امام مسلم سے ایک شخص نے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا تُرِيدُ أَحْفَظَ مِنْ سُلَيْمَانَ؟ اس کے بعد اسی سائل نے پوچھا کہ حدیث ابوہریرہؓ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ، اس پر سائل نے عرض کیا پھر آپ نے اس کی تخریج یہاں صحیح مسلم میں کیوں نہیں کی؟ تو اس پر امام مسلم نے فرمایا لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِي صَحِيحٍ وَضَعْتُهُ هَاهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُ هَاهُنَا مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ [3] یعنی میں اپنی اس صحیح میں ہر وہ حدیث نہیں لاتا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ اسمیں تو صرف ایسی احادیث کو لیتا ہوں جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو یہ سارا مضمون صحیح مسلم کے متن کے اندر موجود ہے، دیکھئے حضرت امام مسلمؒ اس حدیث کی صحت پر جزم فرمارہے ہیں نیز ان کے کلام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوموسیٰ اشعری والی حدیث کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے اور ابوہریرہ والی حدیث کو اس لئے نہیں لائے کہ اس کی صحت مختلف فیہ تھی یہ بھی واضح رہے کہ امام ابوداود نے یہ دونوں حدیثیں اپنی سنن میں لی ہیں، ابوہریرہ کی حدیث تو بذل المجہود "بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ" (رقم الحديث ٦٠٤) کے تحت میں گزر گئی، اور ابوموسی کی حدیث آگے چل کر باب التشہد (رقم الحديث ٩٧٣) میں آرہی ہے، امام ابوداود نے اس پر بھی کلام فرمایا ہے، یہ سب تفصیل باب سابق باب الامام يصلى من قعود میں ہمارے یہاں گزرچکی ہے، حنفیہ کے دلائل میں ایک دلیل آیت کریمہ۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٥١-٥٢

[2] مسند الإمام الأعظم مع شرح تنسيق النظام في مسند الإمام (بشري) - ص ١٩٣

[3] صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب التشهد في الصلاة ٤٠٤

واذا قرئ القرآن فاستمعوالہ وانصتوا پر کلام: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا [1] بھی مشہور ہے اس کے بارے میں حضرات شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا نزول خطبہ کے بارے میں ہے، کوکب میں لکھا ہے یہ درست نہیں اس لئے کہ سورۂ اعراف مکی ہے اور جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس کی فرضیت مکہ میں ہوئی لیکن یہ تو مسلمات میں سے ہے کہ وہاں آپ ﷺ کو جمعہ کی نماز اور خطبہ کی نوبت نہیں آئی۔

حضرت شیخ حاشیہ کوکبؒ میں لکھتے ہیں کہ در منثور میں متعدد روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا نزول قراءۃ فی الصلوۃ کے بارے میں ہے التعلیق الصبیح میں الشرح الکبیر کے حوالہ سے لکھا ہے قال أحمد أجمع الناس أن هذه الآية نزلت في الصلوة، قرطبی فرماتے ہیں یہ قول کہ اس کا نزول خطبہ کے بارے میں ہے ضعیف ہے اس لئے کہ خطبہ میں قرآن کی مقدار بہت قلیل ہوتی ہے حالانکہ انصات تمام خطبہ میں واجب ہے نیز یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں نہ خطبہ تھا نہ جمعہ کی نماز [2]۔

اس سلسلہ میں آثار صحابہ: اور متعدد آثار صحابہ ترک قرأت خلف الامام کے بارے میں ہیں جن کی تخریج شرح معانی الآثار میں اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق معجم طبرانی وغیرہ کتب میں موجود ہے فقد اخرج الطحاوی بسندہ عن عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ [3]، وأخرجه ابن أبي شيبة بلفظ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَخْطَأَ الْفِطْرَةَ [4]، اور مصنف عبد الرزاق میں ہے قال ابن مسعود من قرأ مع الامام ملئ فوہ ترابا، جو قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ میں مٹی بھر دی جائے (تاکہ وہ قرأت نہ کر سکے) اور حضرت عمرؓ سے منقول ہے وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ حجر کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ کے اندر پتھر رکھدیا جائے [5]۔

۸۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: كُنَّا خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: «لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ» قُلْنَا: نَعَمْ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِهَا».

ترجمہ: عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے نماز فجر میں اقتداء کر رہے تھے پس حضور ﷺ

---

[1] اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو (سورۃ الأعراف ۲۰۴)

[2] التعليق الصبيح على مشكاة المصابيح - ج ۱ ص ۳٦٤

[3] شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب القراءة خلف الإمام ۱۳۰٦

[4] المصنف لابن أبي شيبة - كتاب الصلاة باب من كره القراءة خلف الإمام ۳۸۰۲

[5] عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ: "مَنْ قَرَأَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَيْسَ عَلَى الْفِطْرَةِ" قَالَ: وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: "مُلِئَ فُوهُ تُرَابًا" قَالَ: وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: "وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي فِيهِ حَجَرٌ". (مصنف عبد الرزاق - كتاب الصلاة - باب القراءة خلف الإمام ۲۸۰۹)

نے قرأت کی تو آپ ﷺ پر قرأت کرنا بھاری ہو گیا (بعض صحابہ کے قرأت کرنے کی وجہ سے) جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ شاید تم لوگ اپنے امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو ہم نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ ہم تیز تیز قرأت کرتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ نہ پڑھو کیونکہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٢٣) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩١١) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٢/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٢)

٨٢٤ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ نَافِعٌ: أَبْطَأَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ عَنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَأَقَامَ أَبُو نُعَيْمٍ الْمُؤَذِّنُ الصَّلَاةَ فَصَلَّى أَبُو نُعَيْمٍ بِالنَّاسِ، وَأَقْبَلَ عُبَادَةُ وَأَنَا مَعَهُ، حَتَّى صَفَفْنَا خَلْفَ أَبِي نُعَيْمٍ، وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ فَجَعَلَ عُبَادَةُ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ، قُلْتُ لِعُبَادَةَ: سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَأَبُو نُعَيْمٍ يَجْهَرُ، قَالَ: أَجَلْ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ الصَّلَوَاتِ الَّتِي يُجْهَرُ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ قَالَ: فَالْتَبَسَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، وَقَالَ: «هَلْ تَقْرَءُونَ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ؟» ، فَقَالَ بَعْضُنَا: إِنَّا نَصْنَعُ ذَلِكَ، قَالَ: "فَلَا، وَأَنَا أَقُولُ: مَا لِي يُنَازِعُنِي الْقُرْآنُ، فَلَا تَقْرَءُوا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهَرْتُ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْآنِ".

ترجمہ: نافع بن محمود بن ربیع الانصاری کہتے ہیں کہ ایک دن عبادہ بن صامت ؓ کو فجر کی نماز میں تاخیر ہو گئی تو ابو نعیم مؤذن نے نماز فجر شروع کروائی اور ابو نعیم نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس دوران عبادہ بن صامت ؓ نماز کی طرف تشریف لائے اور میں ان کے ساتھ تھا ہم ابو نعیم کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کیلئے صف میں داخل ہو گئے اور نعیم جہری قرأت فرمارہے تھے تو عبادہ انکے اقتداء میں سورۃ فاتحہ پڑھنے لگے جب عبادہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے کہا ابو نعیم کی جہری قرأۃ کے دوران میں آپکی سورۃ فاتحہ کی آواز سن رہا تھا تو حضرت عبادہ نے فرمایا جی ہاں ایسا ہی ہے حضور ﷺ نے ہمیں ایک ایسی نماز پڑھائی جس میں جہری قرأت ہوتی ہے تو آپ پر قرأت کرنے میں اشتباہ اور التباس پیدا ہونے لگا (کیونکہ آپ کے پیچھے مقتدی قرأت کررہے تھے) جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف اپنے چہرے انور کو پھیرا اور ارشاد فرمایا کیا تم لوگ میری جہری قرأت کے وقت قرأت کرتے ہو تو ہم میں سے بعض ساتھیوں نے کہا ہم آپ کے پیچھے قرأت کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری اقتداء میں قرأت مت کرو میں یہی سوچ رہا تھا کہ مجھ سے قرآن کی قرأت کے متعلق کیوں جھگڑا جارہا ہے پس جب میں جہری قرأت کروں تو تم میرے پیچھے قرآن کریم کی قرأت مت کرو سوائے سورۃ فاتحہ کے۔

٨٢٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ ابْنِ جَابِرٍ، وَسَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَلَاءِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ عُبَادَةَ، نَحْوَ حَدِيثِ الرَّبِيعِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالُوا: فَكَانَ مَكْحُولٌ، يَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ سِرًّا. قَالَ مَكْحُولٌ: اقْرَأْ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسَكَتَ سِرًّا فَإِنْ لَمْ يَسْكُتِ اقْرَأْ بِهَا قَبْلَهُ وَمَعَهُ وَبَعْدَهُ لَا تَتْرُكْهَا عَلَى كُلِّ حَالٍ.

ترجمہ: عبادہ سے ربیع بن سلیمان کی حدیث کی طرح مروی ہے...... مکحول کے شاگرد کہتے ہیں مکحول مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں ہر رکعت میں آہستہ آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے مکحول فرماتے ہیں جب امام جہری نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہوجائے تو تم اس کے خاموشی والے وقفہ میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیا کرو اگر امام سورۃ فاتحہ کے بعد سکتہ نہ کرے تو تم امام سے پہلے اور اس کے ساتھ اور اس کے بعد سورۃ فاتحہ کی قرأت کرلیا کرو کسی حال میں سورۃ فاتحہ پڑھنا نہ چھوڑو۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٢٣) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٤) جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩١١) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢١/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٢٢/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٢)

شرح الحديث: قوله: قَالَ مَكْحُولٌ: اقْرَأْ بِهَا فِيمَا جَهَرَ بِهِ الْإِمَامُ إِذَا قَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، وَسَكَتَ: مکحول فرماتے ہیں مقتدی کو چاہئے کہ جہری نماز میں جب امام سکوت کرے تو وہ فاتحہ پڑھے اور اگر امام سکتہ نہ کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ فاتحہ پڑھے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ یا اس کے بعد۔

غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو پڑھے کسی حال میں اسکو نہ چھوڑے، حاشیہ کوکب میں لکھاہے ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام شافعیؒ سے دریافت کرتے ہیں کہ مقتدی فاتحہ خلف الامام کس وقت پڑھے، اگر وہ عین امام کی قرأت کیوقت پڑھتا ہے تو اس صورت میں منازعت امام اور اعراض عن استماع القرآن لازم آتا ہے، اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ امام جب سکتہ کرے تب پڑھے تو پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر امام سکتہ نہ کرے تو کس وقت پڑھے کیونکہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ امام پر سکتہ واجب نہیں نیز وہ فرماتے ہیں کہ کیا امام کی قرأت کا استماع یہ مقتدی کی قرأت نہیں کہلا سکتا، یہ بات ہر سمجھدار اور انصاف پسند کے لئے کافی ہے، دیکھئے حضرت ابن عمرؓ خلف الامام قرأت نہیں فرماتے تھے، اور وہ حضور ﷺ کی سنت کا بہت زیادہ اتباع کرنے والے تھے (انتهى كلام ابن العربي [1])۔

شافعیہ کے نزدیک مقتدی فاتحہ خلف الامام کس وقت کرے: ویسے کتب شافعیہ میں لکھاہے کہ امام کیلئے مستحب ہے سکتہ کرنا تاکہ مقتدی قرأت فاتحہ کرسکے، اور اگر مقتدی کو یہ گمان ہو کہ وہ سکتہ امام میں فاتحہ پوری نہ کرسکے گا

---

[1] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي - ج ٢ ص ١١٠ - ١١١

تو اس کو چاہئے کہ امام کے ساتھ ساتھ پڑھتا رہے۔

۱۳۸ ۔ بَابُ مَنْ كَرِهَ الْقِرَاءَةَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ

جہری نماز میں مقتدیوں کیلئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت کا بیان

باب اول سے مصنفؒ نے بظاہر یہ ثابت فرمایا تھا کہ قرأت فاتحہ فی الصلاۃ مطلقاً واجب ہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔

ترجمۃ الباب سے مصنفؒ کی غرض: اب اس باب سے مصنف مقتدی کا استثناء یا یہ کہئے کہ نسخ بیان کر رہے ہیں اس باب میں یہ فرمارہے ہیں کہ مقتدی کو فاتحہ خلف الامام جہری نمازوں میں نہ پڑھنا چاہئے، اور اس کے بعد آنے والے باب میں فرمارہے ہیں کہ سری نمازوں میں بھی نہیں پڑھنی چاہئے، یہ پہلے بھی ہمارے یہاں گزر چکا کہ اس باب میں مصنف نے ابوہریرہؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس کا تعلق جہری یعنی صبح کی نماز سے ہے۔

۸۲۶ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: «هَلْ قَرَأَ مَعِي أَحَدٌ مِنْكُمْ آنِفًا؟» ، فَقَالَ رَجُلٌ: نَعَمْ، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: «إِنِّي أَقُولُ مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ؟» ، قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ مِنَ الصَّلَوَاتِ حِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى حَدِيثَ ابْنِ أُكَيْمَةَ هَذَا مَعْمَرٌ، وَيُونُسُ، وَأُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَلَى مَعْنَى مَالِكٍ.

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جہری نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف پھرے اور ارشاد فرمایا: کیا کسی نے ابھی میرے ساتھ قرآن کی قرأت کی ہے؟ تو ایک شخص نے کہا جی ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے آپ کے پیچھے قرأت کی ہے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ قرآن پڑھنے کے متعلق مجھ سے کیوں جھگڑا جارہا ہے۔ راوی کہتا ہے پس لوگ ان نمازوں میں جن میں حضور ﷺ جہری قرأت فرماتے ...... حضور ﷺ کی اقتداء میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے سے رک گئے جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان سنا امام ابوداؤد فرماتے ہیں ابن اکیمہ اللیثی کی یہ حدیث معمر، یونس، اسامہ بن زید نے امام زہری سے امام مالک کی گزشتہ حدیث کی مانند نقل کی ہے۔

۸۲۷ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، سَمِعْتُ ابْنَ أُكَيْمَةَ، يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً نَظُنُّ أَنَّهَا الصُّبْحُ بِمَعْنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ: «مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ» ، قَالَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ مَعْمَرٌ: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِيمَا جَهَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ ابْنُ السَّرْحِ فِي حَدِيثِهِ:

قَالَ مَعْمَرٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَانْتَهَى النَّاسُ، وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ: مِنْ بَيْنِهِمْ، قَالَ سُفْيَانُ: وَتَكَلَّمَ الزُّهْرِيُّ بِكَلِمَةٍ لَمْ أَسْمَعْهَا، فَقَالَ مَعْمَرٌ: إِنَّهُ قَالَ: فَانْتَهَى النَّاسُ، قَالَ ابو داؤد: وَرَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَانْتَهَى حَدِيثُهُ إِلَى قَوْلِهِ: «مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ»، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ فِيهِ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: فَاتَّعَظَ الْمُسْلِمُونَ بِذَلِكَ فَلَمْ يَكُونُوا يَقْرَءُونَ مَعَهُ فِيمَا يَجْهَرُ بِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ ابو داؤد: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: قَوْلُهُ: فَانْتَهَى النَّاسُ مِنْ كَلَامِ الزُّهْرِيِّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک نماز پڑھائی ہمارا خیال ہے کہ وہ فجر کی نماز تھی پھر امام مالکؒ کی حدیث کے ہم معنی حدیث نقل کی مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ تک۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں مسدد نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ فانتهى الناس من القراۃ فیما یجھر بہ رسول اللہ یہ جملہ معمر کا مقولہ ہے اور ابن السرح استاد نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ یہ جملہ حضرت ابوہریرہؓ کا مقولہ ہے اور میرے ان تمام اساتذہ میں سے عبداللہ بن محمد زہری کہتے ہیں کہ سفیان نے کہا کہ زہری نے ایک ایسا جملہ کہا جو میں نہیں سن سکا (تو میرے پوچھنے پر) معمر نے کہا کہ (مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ کے بعد) زہری نے فَانْتَهَى النَّاسُ الخ کا جملہ فرمایا تھا امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق نے اس حدیث کو جب زہری سے نقل کیا تو ان کی حدیث مَالِي أُنَازَعُ الْقُرْآنَ پر ختم ہوگئی اور اوزاعی نے زہری سے جب اس حدیث کو نقل کیا تو اوزاعی نے کہا کہ زہری نے فرمایا کہ مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان سے نصیحت لے کر حضور ﷺ کے ساتھ جہری نماز میں قرأت کرنی چھوڑ دی۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں محمد بن یحیٰی بن فارس کہتے ہیں کہ فَانْتَهَى النَّاسُ الخ زہری کا کلام ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٣١٢) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٩) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٤٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٧) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٤)

شرح الحديث: قوله: فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ: اس سے صاف طور سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی نکیر کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے جہری نماز میں فاتحہ خلف الامام کو ترک کر دیا تھا چونکہ یہ شافعیہ کے بالکل خلاف ہے۔

شافعیہ کی طرف سے حدیث کا جواب: اسلئے امام نوویؒ نے اسکے دو جواب دیئے: ① اول یہ کہ اس حدیث میں یہ جملہ مدرج ہے، زہری کا کلام ہے، ہماری طرف سے اسکا جواب یہ ہے کہ اسمیں روایات مختلف ہیں بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زہری کا کلام ہے یا کسی اور راوی کا، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابوہریرہ کا کلام ہے، اور اصل عدم ادراج ہی ہے، اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ من کلام الزہری ہے تب بھی کیا اشکال ہے، کیا امام زہری خلاف واقعہ بات کہہ رہے ہیں؟

② اور دوسرا جواب امام نوویؒ نے یہ دیا ہے کہ محدثین کا اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے کیونکہ اس کے اندر ایک راوی ابنِ أُكَيْمَةَ ہے جو مجہول ہے، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی تحسین اور ابن حبانؒ نے تصحیح کی ہے، پھر یہ کہنا کیسے درست ہے کہ اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے، نیز امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وَابْنُ أُكَيْمَةَ اللَّيْثِيُّ اسْمُهُ عُمَارَةُ، وَيُقَالُ: عَمْرُو بْنُ أُكَيْمَةَ ①، اور حافظ ابن حجرؒ تقریب میں ان کے نام میں مختلف اقوال یعنی عمارہ، عُمار، عمرو، عامر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں ثقۃ من الثالثۃ اور انہوں نے کوئی جرح ان کے بارے میں نقل نہیں کی، یہ سنن اربعہ کے راوی ہیں ②۔

۱۳۹۔ بَابُ مَنْ رَأَى الْقِرَاءَةَ إِذَا لَمْ يَجْهَرِ الْإِمَامُ بِقِرَاءَتِهِ

سری نماز میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کا بیان

یہ ترجمہ اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے "باب من لم یر القراءۃ إذا لم یجھر" اور یہ دوسرا نسخہ ہی صحیح ہے کیونکہ پہلے نسخہ کا حاصل یہ ہے، صلاۃ سریہ میں قرأت کا ثبوت جس کے معنی ہوئے جہر یہ میں عدم ثبوت، اور یہ بات باب سابق میں گزر چکی ہے، اس صورت میں یہ باب تکرار محض ہوگا لہذا نسخہ ثانیہ ہی صحیح ہے جس کا حاصل ہے ترک القراءۃ خلف الامام فی السریہ، لہذا مجموعہ بابین سے قرأت خلف الامام کا مطلقاً ترک ثابت ہو گیا۔

۸۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ الْمَعْنَى، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: «أَيُّكُمْ قَرَأَ؟». قَالُوا: رَجُلٌ. قَالَ: «قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا». قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَبُو الْوَلِيدِ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ شُعْبَةُ: فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ: أَلَيْسَ قَوْلُ سَعِيدٍ أَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ؟ قَالَ: ذَاكَ إِذَا جَهَرَ بِهِ. قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: قُلْتُ لِقَتَادَةَ: كَأَنَّهُ كَرِهَهُ قَالَ: لَوْ كَرِهَهُ نَهَى عَنْهُ.

ترجمہ: عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی ایک صاحب نے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کی قرأت آپکی اقتداء میں کی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ نماز میں کس مقتدی نے قرأت کی؟ صحابہ نے عرض کیا کہ صرف ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں سمجھ گیا تھا کہ تم میں سے بعض لوگ میری قرأت میں خلجان واقع کریں گے امام ابو داؤد فرماتے ہیں ابو الولید نے

---

① جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة ۳۱۲

② عمارة بضم أوله والتخفيف ابن أكيمة بالتصغير الليثي أبو الوليد المدني وقيل اسمه عمار أو عمرو أو عامر ويأتي غير مسمى ثقة من الثالثة مات سنة إحدى ومائة وله تسع وسبعون ر ٤ (تقريب التهذيب ص ۷۱۰)

اپنی حدیث میں کہا کہ شعبہ نے کہا کہ میں نے قتادہ سے پوچھا کہ سعید بن مسیب کا یہ مذہب نہیں ہے کہ قرآن جب پڑھا جائے تو مقتدی خاموش رہے تو قتادہ نے جواب دیا کہ میرے استاد سعید نے مقتدی کو خاموش رہنے کا حکم جہری نماز میں دیا ہے...... ابن کثیر نے اپنی حدیث میں کہا کہ شعبہ کہتے ہیں میں نے قتادہ سے کہا کہ حضور ﷺ گویا قرأت خلف الامام کو ناپسند فرماتے تو اس سے منع فرمادیتے۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٨) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢٦/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣١/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٣/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٤١/٤)

٨٢٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا انْفَتَلَ، قَالَ: «أَيُّكُمْ قَرَأَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى؟» . فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا. فَقَالَ: «عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا».

ترجمہ عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى میرے پیچھے کس مقتدی نے پڑھی؟ تو ایک صاحب نے عرض کیا میں نے پڑھی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے بعض لوگ میری قرأت میں خلجان پیدا کریں گے۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩١٨) سنن أبي داود - الصلاة (٨٢٩) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٢٦/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣١/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٣/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٤١/٤)

شرح الأحاديث عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَرَأَ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى: اس حدیث سے ترک القراءۃ فی السریہ ثابت ہو رہا ہے۔

شافعیہ کی طرف سے حدیث کا جواب: امام بیہقی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس واقعہ میں حضور ﷺ کی نکیر نفس قرأت پر نہیں ہے بلکہ جہر بالقراءۃ پر ہے، ان صحابی نے آپ ﷺ کے پیچھے جہراً کی تھی، آپ ﷺ نے اس پر نکیر فرمائی ہے، اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ایکم قرأ بسبح اسم ربك الأعلى، تو اگر یہ صحابی جہراً قرأت نہ کرتے تو آپ کو متعین سورت کا علم کیسے ہوتا، ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مستبعد سی معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ تو قرأت سراً فرمارہے ہوں اور آپ کے پیچھے ایک صحابی جہراً قرأت کرے، اور رہی بات تسمیۂ سورت کی سو صحیح یہ ہے کہ اس حدیث میں تسمیۂ سورت آپ ﷺ سے ثابت نہیں جیسا کہ باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

اب سوال یہ رہ گیا کہ اگر جہراً قرأت نہیں تھی تو آپ ﷺ کے ساتھ قرأت میں منازعت کیسے ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا

ہے شدت همس کیوجہ سے ہو یا ارتکاب مکروہ کیوجہ سے، (وهي القراءة خلف الإمام) جیسا کہ نسائی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں سورۂ روم تلاوت فرمارہے تھے روایت کے الفاظ یہ ہیں: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ، فَقَرَأَ الرُّومَ فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا صَلَّى قَالَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ، فَإِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولَئِكَ» [1]، دیکھئے آپ ﷺ کو قرأت میں منازعت پیش آئی اس لئے کہ بعض آپکے پیچھے نماز پڑھنے والوں نے وضوء اور طہارت اچھی طرح نہیں کی تھی، اسی لئے ہم نے کہا مخالجت کا منشاء ارتکاب مکروہ بھی ہوسکتا ہے۔

قرأت خلف الامام کی بحث بحمد اللہ پوری ہوگئی۔

١٤٠ - بَابُ مَا يُجْزِئُ الْأُمِّيَّ وَالْأَعْجَمِيَّ مِنَ الْقِرَاءَةِ

امی اور عجمی شخص کیلئے کس طرح قرأت کرنا صحیح ہے

باب کو ماقبل سے مناسبت: یہ باب مقام کے مناسب ہے گذشتہ ابواب میں فرضیت قرأت کو بیان کیا گیا ہے، اب یہاں سے یوں فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی شخص ناواقف ہو اور اسکو قرآن کی مقدار مفروض بھی یاد نہ ہو تو ایسا شخص کیا پڑھے، حکم مسئلہ آگے حدیث کے ذیل میں آجائیگا۔

٨٣٠ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْأَعْرَابِيُّ وَالْأَعْجَمِيُّ، فَقَالَ: «اقْرَءُوا فَكُلٌّ حَسَنٌ وَسَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَامُ الْقِدْحُ يَتَعَجَّلُونَهُ وَلَا يَتَأَجَّلُونَهُ».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہ ؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ ہم قرأت کررہے ہیں ہماری جماعت میں دیہاتی اور عجمی لوگ بھی تھے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا (قرآن جس طرح پڑھ رہے ہو اسی طرح) پڑھتے رہو (تم میں سے) ہر ایک (کی قرأۃ) فی الجملہ ٹھیک ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو اس طرح قرآن کو سیدھا کرکے پڑھیں گے (اور قرأۃ کی تصحیح کرنے میں مبالغہ کریں گے) جس طرح تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے یہ لوگ قرآن کو عمدہ پڑھ کر دنیا اور اس کا مال و متاع حاصل کریں گے اور آخرت کے ثواب کو یہ لوگ حاصل کرنے کی فکر نہیں کریں گے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٣٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٥٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٩٧)

شرح الحديث: قوله: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْأَعْرَابِيُّ وَالْأَعْجَمِيُّ: حضرت جابرؓ فرمارہے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ چند صحابہ جن میں بعض اعرابی اور بعض عجمی تھے جو اپنے اپنے لہجوں میں قرآن

---

[1] سنن النسائي - كتاب الافتتاح - باب القراءة في الصبح بالروم ٩٤٧

پاک تلاوت کر رہے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہماری قرأت کو سن کر سب پڑھنے والوں کی تحسین فرمائی کہ سب کی قرأت درست ہے (کیونکہ اخلاص کے ساتھ ہے) اور فرمایا آپ نے کچھ روز بعد ایسے لوگ آئیں گے کہ قرآن پاک کے الفاظ کی ادائیگی بہت عمدہ اور قاعدہ سے کریں گے الفاظ کو درست اور بنا بنا کر ادا کریں گے جس طرح تیر کی لکڑی کو نہایت صاف اور سیدھا تراشا جاتا ہے، جو اپنی قرأت کا بدلہ عاجلاً (اسی دنیا میں لیں گے) اور آجلاً یعنی آخرت میں نہیں لیں گے۔

اس سے اگلی حدیث کا مضمون بھی یہی ہے اور اسمیں اس طرح ہے وَفِيكُمُ الْأَحْمَرُ وَفِيكُمُ الْأَبْيَضُ وَفِيكُمَا لْأَسْوَدُ، بذل میں لکھاہے کہ اول سے مراد عرب ہیں اور ثانی سے روم تیسرے سے مراد اہل حبشہ [1]، اور منہل میں لکھاہے کہ احمر سے مراد عجم اور ابیض سے اہل فارس اور اسود سے عرب۔

٨٣١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو، وَابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ وَفَاءِ بْنِ شُرَيْحٍ الصَّدَفِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَنَحْنُ نَقْتَرِئُ، فَقَالَ: «الْحَمْدُ لِلهِ كِتَابُ اللهِ وَاحِدٌ، وَفِيكُمُ الْأَحْمَرُ وَفِيكُمُ الْأَبْيَضُ وَفِيكُمَا لْأَسْوَدُ، اقْرَءُوهُ قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَهُ أَقْوَامٌ يُقِيمُونَهُ كَمَا يُقَوَّمُ السَّهْمُ يُتَعَجَّلُ أَجْرُهُ وَلَا يُتَأَجَّلُهُ».

ترجمہ: سہل بن سعد الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اللہ پاک کی ساری تعریفیں ہیں کہ اللہ کی کتاب ایک ہے (اور اس کے پڑھنے والے مختلف زبانوں کے حاملین ہیں) تم لوگوں میں لال رنگ والے (اہل عرب) اور سفید رنگ والے (رومی) اور کالے رنگ والے (حبشی لوگ) موجود ہیں۔ پس تم لوگ قرآن کی تلاوت کرو اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آئیں جو قرآن کو خوب سیدھا کر کے مبالغہ کے ساتھ اسکو پڑھیں جیسا کہ تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے لیکن وہ قرآن کریم کو اس طرح پڑھنے سے دنیا کے طلبگار ہونگے آخرت کا ثواب ان کا مقصد نہ ہوگا۔

٨٣٢ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ السَّكْسَكِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ، قَالَ: "قُلْ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ". قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، هَذَا لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا لِي، قَالَ: "قُلْ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي". فَلَمَّا قَامَ قَالَ: هَكَذَا بِيَدِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَّا هَذَا فَقَدْ مَلَأَ يَدَهُ مِنَ الْخَيْرِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی اوفیؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٧٤

میں قرآن کریم کا کچھ حصہ (جس کو میں اپنا ورد اور وظیفہ بنالوں) سیکھنے کی کوشش کے باوجود نہ سیکھ سکا پس مجھے ایسا وظیفہ تلقین فرمایئے جو قرأت قرآن کا بدل بن جائے جناب رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تم سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ پڑھ لیا کرو تو اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اس میں تو سب کے سب اللہ پاک کی تعریفیں ہیں تو کچھ ایسے کلمات بھی سکھلایئے جس میں میرے لئے بھی دینی اور دنیوی فائدہ ہو تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم یہ کلمات کہو اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي جب یہ شخص کھڑا ہو گیا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے ان کلمات کو اپنے پوروں پر شمار کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے اپنے ہاتھ کو بھلائی سے بھر لیا۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٨٣٢) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٣/٤)

شرح الحديث عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ آخُذَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْئًا فَعَلِّمْنِي مَا يُجْزِئُنِي مِنْهُ: یعنی ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو قرآن کچھ بھی یاد نہیں جس کو پڑھ سکوں تو آپ مجھے ایسی تعلیم فرمادیجئے جو قرأت قرآن کا بدل ہو، اس پر آپ ﷺ نے اس شخص کو، جو اذکار خمسہ آگے حدیث میں مذکور ہیں وہ تعلیم فرمائے۔

حدیث کے محمل کی تعیین میں شراح کا اختلاف: شراح حدیث کا اس حدیث کے محمل کی تعیین میں اختلاف ہے، حضرت گنگوہیؒ کی رائے یہ ہے جس کو حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بذل میں اختیار فرمایا ہے کہ یہاں پر حدیث میں قرأت فی الصلاۃ مراد نہیں، بلکہ تلاوت قرآن بطریق ورد مراد ہے اس لئے کہ قرآن کی مقدار مفروض فی الصلاۃ کا حاصل کرنا اور سیکھنا آدمی پر فرض عین ہے، اور اس حدیث میں امر بالتعلم کا کہیں وجود نہیں ہے، لہٰذا اس سے خارج صلاۃ تلاوت قرآن مراد ہے، علامہ طیبی کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے [1]، اور دوسرے شراح نے جن میں ملا علی قاریؒ بھی شامل ہیں اس حدیث کو قرأت فی الصلاۃ پر ہی محمول کیا ہے [2] جیسا کہ محدثین کے ظاہر صنیع سے یہی معلوم ہو رہا ہے، اس لئے کہ وہ اس حدیث کو ابواب القراءۃ فی الصلاۃ کے ذیل میں ذکر فرما رہے ہیں، اب رہی یہ بات کہ مقدار مفروض کا سیکھنا تو فرض ہے؟ اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے ابتداء امر میں اس مسئلہ میں مساہلت اور تیسیر کا معاملہ ہو اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی مراد بھی یہی ہے کہ جب تک قرآن کی مقدار مفروض یاد نہ ہو اس وقت تک ان کلمات کو پڑھ لیا کریں، اور امر بالتعلم آپ ﷺ نے اس کو فرمایا ہو راوی نے اختصاراً اس کو ذکر نہ کیا ہو، واللہ تعالیٰ أعلم۔

امی کے بارے میں مذاہب ائمہ: اس کے بعد آپ سمجھئے کہ شخص مذکور کو آپ ﷺ نے پانچ کلمات کے پڑھنے کا

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٧٥ - ٧٦
2. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٥٣٨

حکم فرمایا جو حدیث میں مذکور ہیں، مسئلہ مختلف فیہ ہے حنابلہ اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کو سورۂ فاتحہ یاد نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ فاتحہ کے علاوہ فاتحہ کے بقدر یعنی سات آیات کسی دوسری سورت میں سے پڑھ لے اور اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو پھر عند الحنابلہ ان کلمات کا پڑھنا جو حدیث میں مذکور ہیں واجب ہے شافعیہ کی بھی یہی ایک روایت ہے لیکن اصح عند الشافعیہ یہ ہے کہ سات قسم کا ذکر پڑھنا واجب ہے بظاہر اس لئے سورۂ فاتحہ کی آیات سات ہی ہیں (لیکن حدیث میں صرف پانچ قسم کا ذکر مذکور ہے) اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے جو شخص امی ہو اس پر واجب ہے کہ کسی شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے تا کہ امام کی قرأت اسکی قرأت ہو جائے جیسا کہ حدیث میں ہے مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ [1]، سو یہ شخص قرأت حقیقیہ پر تو قادر نہیں لیکن قرأت حکمیہ پر تو قادر ہے، اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایسے شخص کو نہ کسی امام کے تلاش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ان کلمات مذکورہ کا پڑھنا ضروری ہے، ان کے یہاں یہ اذکار قرأت کے قائم مقام نہیں ہوسکتے بلکہ ایسا شخص مثل اخرس کے حالت قیام میں ساکت رہے۔

شرح حدیث: قولہ: فَلَمَّا قَامَ قَالَ: هٰكَذَا بِيَدِهِ: قَالَ یہاں بمعنی فَعَلَ وَاَشَارَ ہے، اس میں شراح کا اختلاف ہے کہ قال کی ضمیر کس طرف راجع ہے، مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر کا مرجع رجل ہے لہذا یہی راجح ہے، بعض نے اور دوسرا احتمال یہ لکھا کہ ضمیر آپ ﷺ کی طرف راجع ہے۔

پھر اس جملہ کے مطلب میں دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد انگلیوں پر شمار کرنا ہے، یعنی اس شخص نے ہر کلمہ کو ان کلمات میں سے اپنی انگلیوں پر شمار کرتے ہوئے اپنی زبان سے ادا کیا یاد کرنے کے لئے، اور دوسرا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس سے اشارہ شمار کرنیکی طرف نہیں بلکہ اظہار سرور و فرح کی طرف ہے، جیسے کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی قیمتی شئ آجائے اور وہ اس کو اپنے ہاتھ کی مٹھی میں اچھی طرح دبا کر جھومنے لگے، حضرت گنگوہیؒ کی یہی رائے ہے، اور اگر قال کی ضمیر آپ ﷺ کی طرف مانی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب اس شخص کو حضور ﷺ نے فرمایا: قل اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي وَاهْدِنِي تو آپ نے اس کو اپنے دست مبارک کی مٹھی بنا کر اشارہ فرمایا کہ اس بات کو اچھی طرح مضبوطی سے پکڑ لو۔

٨٣٣ - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «كُنَّا نُصَلِّي التَّطَوُّعَ نَدْعُو قِيَامًا وَقُعُودًا، وَنُسَبِّحُ رُكُوعًا وَسُجُودًا».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ ہم نفل نماز میں حالت قیام اور حالت قعود میں دعا مانگتے تھے اور رکوع اور سجدے میں تسبیح پڑھا کرتے تھے۔

٨٣٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، مِثْلَهُ لَمْ يَذْكُرِ التَّطَوُّعَ، قَالَ: كَانَ الْحَسَنُ، يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ

[1] سنن دارقطنی - کتاب الصلاۃ - باب ذکر قولہ ﷺ: من کان لہ إمام فقراءۃ الإمام لہ قراءۃ، واختلاف الروایات ١٢٣٣

وَالْعَصْرِ إِمَامًا أَوْ خَلْفَ إِمَامٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَيُسَبِّحُ وَيُكَبِّرُ وَيُهَلِّلُ قَدْرَ ق، وَالذَّارِيَاتِ.

ترجمہ: دوسری سند میں حمید سے اسی طرح مروی ہے لیکن اس میں نماز میں نفل کی قید نہیں۔ حمید نے کہا حسن بصری ظہر اور عصر کی نماز میں امام ہوتے یا مقتدی ہوتے تو وہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد تسبیح، تکبیر اور تہلیل فرماتے اتنی مقدار میں کہ جتنی مقدار میں سورۂ ق اور سورۂ ذاریات پڑھی جاتی ہے۔

شرح الأحاديث: عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي التَّطَوُّعَ نَدْعُو قِيَامًا وَقُعُودًا: اگر مراد یہ ہے کہ ہم نفل نماز میں حالت قیام میں قرأت کے ساتھ دعا بھی کیا کرتے تھے تب تو کوئی اشکال نہیں، اور اگر صرف دعا پر اکتفا کرنا مراد ہے تو اس صورت میں مطلب یہ لیا جائیگا کہ ہم میں سے بعض ایسا کرتے تھے، اور بعض سے مراد وہ نو مسلم صحابہ ہوں گے جو امی تھے اور اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے بھی مطابق ہو جائیگی۔

قوله: كَانَ الْحَسَنُ، يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ: اس اثر حسن کو ترجمۃ الباب سے بظاہر کوئی مطابقت نہیں لہذا اس کی توجیہ یہ ہے کہ مصنف اس کو یہاں اس لئے لائے ہیں کہ اوپر والی حدیث جابرؓ جس کے راوی خود حسن بصری ہیں وہ نماز میں حالت قیام میں صرف دعا پر اکتفاء نہیں کیا کرتے تھے بلکہ قرأت کیا کرتے تھے لہذا اوپر والی حدیث میں بھی دعا پر اکتفاء کرنا مراد نہیں ہے بلکہ دعا مع القراءۃ مراد ہے (کذا فی البذل [1])۔

١٤١۔ بَابُ تَمَامِ التَّكْبِيرِ

تکبیرات انتقال کے بیان میں

مصنف کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ نماز کے اندر مصلی کو جملہ تکبیرات انتقال کو بجالانا چاہیے، اس مسئلہ میں کسی قدر اختلاف ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہاں پر دو مسئلہ ہیں: ① اول یہ کہ تکبیرات انتقال مشروع ہیں یا نہیں، ② دوم یہ کہ اگر مشروع ہیں تو پھر واجب ہیں یا سنت۔

① نماز میں تکبیرات انتقال کی مشروعیت اور اس میں اختلاف علماء: بذل المجہود میں ہے بعض صحابہ و تابعین جیسے حضرت عمرؓ، عمر بن عبد العزیزؒ، وحسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے لایسن الا تکبیر التحریمۃ کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کوئی تکبیر مشروع نہیں، اور بعض سلف سے منقول ہے لایسن التکبیر الافی الجماعۃ یعنی امام کے لئے مشروع ہے منفرد کیلئے نہیں [2]۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ٥ ص ٧٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود- ج ٥ ص ٧٩

لیکن ❶ جمہور علماء سلفاً وخلفاً جن میں خلفاء راشدین بھی شامل ہیں (کما فی الترمذی) اور ائمہ اربعہ بھی ہیں، کا مسلک یہ ہے کہ تکبیرات انتقال مطلقاً مشروع ہیں نفل نماز ہو یا فرض، جماعۃً ہو یا منفرداً، لیکن امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے یکبر فی الفرض ولو منفرداً لا فی النفل۔

② اور مسئلہ ثانیہ یہ ہے کہ تکبیرات انتقال جمہور اور ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہیں، اور ظاہریہ کے نزدیک فرض ہیں، تبطل الصلوۃ بترکھا، مطلقاً سہواً کان او عمداً، اور امام احمدؒ کی بھی ایک روایت وجوب کی ہے لیکن عند التذکر لا مطلقاً، اس مقام کے مناسب ایک مسئلہ اور ہے یعنی تسبیحات رکوع وسجود کا حکم، لیکن چونکہ اس کا باب آگے مستقل آرہا ہے اس لئے اس کو وہیں ذکر کریں گے۔

٨٣٥ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ، خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ «إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ كَبَّرَ، وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ»، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِي وَقَالَ: لَقَدْ صَلَّى هَذَا قَبْلُ - أَوْ قَالَ: لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا قَبْلُ - صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ مطرف کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصینؓ نے حضرت علیؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی پس حضرت علیؓ جب سجدہ میں گئے تو انہوں نے تکبیر کہی اور جب رکوع میں جاتے تو بھی تکبیر کہی اور پہلے تشہد پڑھنے کے بعد جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ حضرت علیؓ نے ابھی پہلے ہمیں حضور ﷺ والی نماز پڑھائی ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٥١) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٣) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٢) سنن النسائي - السهو (١١٨٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٣٥)

شرح الحديث قوله: صَلَّيْتُ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ: مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے نماز پڑھائی تو رکوع وسجود وغیرہ جملہ انتقالات کی تکبیرات بجالائے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمران بن حصینؓ نے مطرف کا ہاتھ پکڑ کر ان سے فرمایا یہ جو ابھی انہوں نے ہم کو نماز پڑھائی ہے وہ حضور ﷺ کی نماز کے مطابق ہے۔

جاننا چاہئے کہ تکبیرات انتقال ثنائی نماز میں گیارہ ہیں اور ثلاثی میں سترہ ہیں، ایک تکبیر تحریمہ اور پانچ ہر رکعت میں رکوع وسجود

---

❶ اور بعض امراء بنو امیہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تکبیرات خفض کو ترک کر دیتے تھے، یعنی رکوع وسجود میں جاتے وقت نہیں کہتے تھے ہاں سر اٹھانے کے وقت کہتے تھے، امام طحاویؒ بطور شکوہ فرماتے ہیں "وماھی باول سنۃ ترکوھا" یعنی یہ لوگ تو بہت سی سنتوں کے تارک تھے، اسی کی کیا تخصیص "وقیل اول من ترك التكبير زياد وقيل معاوية وقيل عثمان" لیکن حضرت عثمانؓ کے بارے میں جو منقول ہے اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ وہ مطلقاً ترک نہیں فرماتے تھے بلکہ ذرا آہستہ کہتے تھے۔ ١٢ منہ۔

کی، اور ایک تکبیر عند القیام من الرکعتین، اور رباعی نماز میں تکبیرات بائیس ہیں ذکرہ النووی فی شرح مسلم [1]، نیز وہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف صحابہ کے زمانہ تک رہا ہے اس کے بعد کوئی اختلاف نہیں رہا فالمسئلۃ إجماعیۃ الآن۔

٨٣٦ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا أَبِي، وَبَقِيَّةُ، عَنْ شُعَيْبٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، "كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ وَغَيْرِهَا يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ، ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي اثْنَتَيْنِ" فَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى يَفْرُغَ مِنَ الصَّلَاةِ، ثُمَّ يَقُولُ: حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتَهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا، قَالَ ابو داود: هَذَا الْكَلَامُ الْأَخِيرُ يَجْعَلُهُ مَالِكٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ وَغَيْرُهُمَا، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَوَافَقَ عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، شُعَيْبَ بْنَ أَبِي حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ ہر نماز میں چاہے وہ فرض ہوتی یا نفل نماز کیلئے کھڑے ہوتے وقت نماز کے شروع میں تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے اور سجدے میں جانے سے پہلے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے پھر جب سجدہ کے لئے زمین کی طرف جھک رہے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے پھر دوسرا سجدہ کرنے کیلئے سر اٹھاتے تو بھی تکبیر کہتے پھر جب دو رکعتوں میں تشہد پڑھنے کیلئے جلسہ سے فارغ ہو کر تیسری رکعت پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر ہر رکعت میں اسی طرح کرتے نماز کے ختم ہونے تک حضرت ابوہریرہؓ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تم لوگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ بے شک یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ آخری کلام مالک اور زبیدی وغیرہ کا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ کی سند سے ہے اور عبد الاعلیٰ نے معمر سے روایت کر کے شعیب بن ابی حمزہ کی زہری سے روایت کی موافقت کی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٥٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٥٦) صحيح البخاري - الأذان (٧٦٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٠) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٢) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٤) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٣) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٠) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٥) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٦) سنن أبي داود - الصلاة (٨٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٧) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٦٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٨)

شرح الحديث: قوله: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرَبُكُمْ شَبَهًا: میری نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تم سب

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج - ج ٤ ص ٩٨

کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے، یعنی تکبیرات انتقال کے بجالانے کے اعتبار سے۔

قولہ: إِنْ كَانَتْ هَذِهِ لَصَلَاتُهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا. قَالَ ابو داؤد: هَذَا الْكَلَامُ الْأَخِيرُ: **مصنفؒ کے قول کی تشریح:** مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ اس حدیث کا یہ آخری ٹکڑا دو طرح مروی ہے، زہری کے تلامذہ اس کے روایت کرنے میں مختلف ہیں، چنانچہ شعیب نے اس کو زہری سے موصولاً و مرفوعاً ذکر کیا، موصولاً کا مطلب یہ ہے کہ پوری سند ابوہریرہؓ تک بیان کی اور معمر نے شعیب کی اس میں موافقت کی ہے، اور زہری کے بعض دوسرے تلامذہ جیسے مالک اور زبیدی وغیرہ انہوں نے اسکو مرسلاً نقل کیا یعنی سند کو علی بن حسین جو تابعی ہیں ان تک لا کر روک دیا، عن علی بن حسین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعی جب حضور ﷺ سے روایت کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ روایت مرسل ہوتی ہے یہ علی بن حسین حضرت علی کے پوتے ہیں جو امام زین العابدین سے مشہور ہیں ان کے بارے میں لکھا ہے: أنه كان يصلي في كل يوم وليلة ألف ركعة[1] رحمہ اللہ تعالی۔

٨٣٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابو داؤد، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عِمْرَانَ - قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ: الشَّامِيِّ، وَقَالَ ابو داؤد: أَبُو عَبْدِ اللهِ الْعَسْقَلَانِيُّ - عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ «صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ» . قَالَ ابو داؤد: «مَعْنَاهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَأَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ لَمْ يُكَبِّرْ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودِ لَمْ يُكَبِّرْ».

ترجمہ: امام ابوداؤد کہتے ہیں ابو عبداللہ عسقلانی روایت کرتے ہیں عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابزی نے نبی ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ تکبیر کو مکمل نہیں کہتے تھے امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ معنی اسکا یہ ہے کہ جب رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدہ کا ارادہ فرماتے تو تکبیر نہ کہتے اور جب سجدہ سے کھڑے ہوتے تو بھی تکبیر نہ کہتے۔

تخریج: سنن أبي داود- الصلاة (٨٣٧) مسند أحمد- مسند المكيين (٤٠٦/٣) مسند أحمد- مسند المكيين (٤٠٧/٣)

شرح الحدیث: **سند کی شرح:** یہ لفظ محتاج تشریح ہے وہ یہ کہ الشامی ابن بشار کی صفت نہیں ہے بلکہ حسن بن عمران کی صفت ہے، اس سند میں مصنف کے دو استاذ ہیں محمد بن بشار اور ابن المثنی، مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ شعبہ کے استاذ حسن بن عمران کی صفت الشامی میرے ایک استاذ یعنی ابن بشار نے ذکر کی اور دوسرے استاذ یعنی ابن المثنی نے ذکر نہیں کی۔

قولہ: وَقَالَ ابو داؤد: أَبُو عَبْدِ اللهِ الْعَسْقَلَانِيُّ: راوی مذکور حسن بن عمران ہی کے بارے میں مصنف فرمارہے ہیں کہ ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے اور یہ عسقلانی ہیں، میں کہتا ہوں کہ عسقلان ملک شام ہی کا ہی ایک شہر ہے، لہذا ان کی صفت الشامی لانا درست ہوا۔

---

[1] تہذیب التہذیب — ج ٧ ص ٣٠٦

قوله: أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يُتِمُّ التَّكْبِيرَ. قَالَ أبو داؤد: مَعْنَاهُ: عبد الرحمن بن ابزیٰ کہتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز پڑھی تو آپ تکبیرات کا اہتمام نہیں کرتے تھے مصنف فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت آپ تکبیر نہیں کہتے تھے۔

تاویل حدیث: یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب تکبیرات کو بجالاتے تھے، جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے حسن بن عمران اس کے ساتھ متفرد ہیں جو کہ مجہول ہیں، حضرت امام بخاریؒ نے ایک باب قائم کیا باب إِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ اس پر شراح لکھتے ہیں بظاہر امام بخاریؒ کی غرض اس سے اس حدیث کی تضعیف کیطرف اشارہ ہے جو ابوداود میں ہے یعنی یہی حدیث الباب، یا پھر اس حدیث کی تاویل کیجائے وہ یہ کہ عدم اتمام سے مراد من حیث العدد نہیں ہے بلکہ من حیث الجھر اومن حیث المد والاطالۃ یعنی زیادہ زور سے نہیں کہتے تھے، یا زیادہ مد اور کھینچ کر نہیں کہتے تھے۔

١٤٢ ـ بَابُ كَيْفَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ

بحالت سجدہ اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھنے کا بیان

٨٣٨ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ».

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں گھٹنوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدہ سے اٹھتے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

٨٣٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ حَدِيثَ الصَّلَاةِ، قَالَ: فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ، قَالَ هَمَّامٌ: وَحَدَّثَنِي شَقِيقٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمِثْلِ هَذَا، وَفِي حَدِيثِ أَحَدِهِمَا: وَأَكْبَرُ عِلْمِي أَنَّهُ فِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ جُحَادَةَ: وَإِذَا نَهَضَ نَهَضَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَاعْتَمَدَ عَلَى فَخِذِهِ.

ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو 2 گھٹنے زمین پر آپکے دونوں ہاتھوں سے پہلے لگے، ہمام کہتے ہیں ہمیں شقیق نے بیان کیا کہ عاصم بن کلیب نے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کے مثل اور دونوں میں سے ایک کی حدیث میں یہ ہے........ اور میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ محمد

بن محادہ کی حدیث میں ہے......... جب آپ ﷺ سجدے سے اٹھے تو اپنے گھٹنوں کے بل اٹھے اور اپنی ران پر سہارا لیتے۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٨) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٤) سنن أبي داود - الصلاة (٨٣٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢٠)

شرح الأحاديث یعنی رکوع سے فارغ ہونیکے بعد کھڑے ہو کر سجدہ میں کیسے جانا چاہئے، وضع الرکبتین قبل الیدین ہونا چاہئے یا اس کے بر عکس یعنی پہلے زمین پر ہاتھ رکھے اس کے بعد گھٹنے، جمہور کا مسلک پہلا ہے اور یہ دوسری شکل امام مالکؒ کے یہاں ہے اس مسئلہ پر تفصیلی کلام رفع یدین والے باب میں وائل بن حجرؓ کی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے، اس باب میں مصنفؒ نے اولاً وائل بن حجرؓ کی حدیث جو جمہور کے موافق ہے ذکر فرمائی ہے یہ حدیث سنن اربعہ اور صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن السکن کی روایت ہے، ثانیاً حدیث ابو ہریرہؓ [1] جو مالکیہ کی دلیل ہے اس کو لائے ہیں یہ صرف سنن کی روایت ہے۔

٨٤٠ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ، وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ میں جائے تو اونٹ کی طرح سجدہ میں مت جائے اس کو چاہئے کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے۔

تخریج جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٠) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩١) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٨١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢١)

شرح الحديث **مالکیہ کی دلیل:** اس حدیث سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں اس لئے کہ اس میں تصریح ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت وضع یدین رکبتین سے پہلے ہونا چاہئے، اور یہی مالکیہ کا مسلک ہے، جمہور کیطرف سے اس کے متعدد جواب دیئے گئے:

① حدیث وائل اثبت واقوی ہے بنسبت اس حدیث کے چنانچہ ابن قیمؒ نے اس حدیث کی دس وجوہ ترجیح ذکر کی ہیں۔

② یہ حدیث منسوخ ہے سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث سے جس میں اس طرح ہے كُنَّا نَضَعُ الْيَدَيْنِ قَبْلَ الرُّكْبَتَيْنِ، فَأُمِرْنَا بِالرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ (رواه ابن خزيمة [2])۔

③ حدیث الباب مقلوب ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے الفاظ اس کے برخلاف ہیں إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْتَدِئْ بِرُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَلَا يَبْرُكْ بُرُوكَ الْفَحْلِ [3]۔

---

[1] لیکن حافظ ابن حجرؒ کا میلان بلوغ المرام میں ابو ہریرہؓ ہی کی حدیث کی ترجیح کی طرف ہے اسپر صاحب سبل السلام (ص ١٨٨) لکھتے ہیں کہ یہ بات حافظ ابن حجرؒ کے امام یعنی امام شافعیؒ کے خلاف ہے، وقال النووي: لا يظهر ترجيح احد المذهبين على الآخر۔

[2] صحيح ابن خزيمة — رقم الحديث ٦٢٨ ج ١ ص ٣١٩

[3] المصنف لابن أبي شيبة — رقم الحديث ٢٧١٧ (ج ٢ ص ٤٨٨ - ٤٨٩)

④ اس حدیث کا آخر اس کے اول کے معارض ہے اس لئے کہ شروع میں بروک ابل سے منع کر رہے ہیں اور اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پہلے ہاتھ ہی ٹیکتا ہے، تو اس سے باوجود منع کرنے کے آگے اسی کا امر فرمارہے ہیں کہ اس کو چاہئے رکبتین سے پہلے یدین زمین پر رکھے، یہ بین تعارض ہے، شراح مالکیہ نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ انسان کے رکبتین تو رجلین یعنی ٹانگوں کی طرف ہوتے ہیں اور دابہ کے رکبتین یدین میں ہوتے ہیں، لہذا اونٹ جب بیٹھتا ہے تو وہ اگرچہ پہلے یدین زمین پر رکھتا ہے جیسا کہ مشہور ومشاہد ہے لیکن چونکہ اس کے رکبتین بھی یدین میں ہیں لہذا وہ رکبتین بھی زمین پر پہلے رکھتا ہے اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد رکبتین ہی کو پہلے رکھنے سے منع کرنا ہے، لہذا تعارض رفع ہو گیا۔

ہماری طرف سے جواب دیا گیا کہ آپ کی یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی، اہل لغت بھی اس کو نہیں پہچانتے، لہذا حدیث میں تعارض ہی ماننا پڑے گا اور حدیث کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں وارد ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

٨٤١ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَسَنٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ، فَيَبْرُكُ كَمَا يَبْرُكُ الْجَمَلُ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نماز میں اونٹ کی مانند جھکنے کا قصد کرتا ہے؟

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٠) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩١) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٨١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢١)

١٤٣ - بَابُ النُّهُوضِ فِي الْفَرْدِ

﴿ پہلی اور تیسری رکعات پڑھنے کے بعد قیام میں جانے کی کیفیت کا بیان ﴾

فرد سے مراد رکعت اولی اور رکعت ثالثہ ہے یعنی پہلی رکعت میں سجود سے فارغ ہونے کے بعد رکعت ثانیہ کیلئے کیسے کھڑا[1] ہو، اور اسی طرح تیسری رکعت پوری کر کے رکعت اربعہ کیطرف کیسے کھڑا ہو، یعنی ان دونوں جگہوں میں سجدہ سے فارغ ہو کر فوراً کھڑا ہو جائے یا جلسہ خفیفہ کرنے کے بعد کھڑا ہو، جس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔

جلسۂ استراحت کی بحث: مسئلہ مختلف فیہ ہے شافعیہ جلسۂ استراحت کے قائل ہیں اور حنفیہ مالکیہ قائل نہیں، وعن احمد روایتان۔

٨٤٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ

---

[1] وههنا مسئلة اخرى يناسب هذه المسئلة تقدمت (یہ مسئلہ فَلَمَّا سَجَدَ وَقَعَتَا رُكْبَتَاهُ إِلَى الْأَرْضِ قَبْلَ أَنْ تَقَعَ كَفَّاهُ کی شرح کے ذیل میں برقم الحدیث ٧٣٦ گذرا ہے)۔

الْحُوَيْرِثِ، إِلَى مَسْجِدِنَا، فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ: كَيْفَ صَلَّى؟ قَالَ: مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هَذَا - يَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَ إِمَامَهُمْ - وَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ «إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى قَعَدَ، ثُمَّ قَامَ».

ترجمہ: ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ابو سلیمان مالک بن حویرث ہماری مسجد (عامر کہ بصرہ کی مسجد مراد ہو) تشریف لائے اور فرمایا کہ بقسم میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں اس ارادہ سے آیا ہوں کہ تمہیں دکھلاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کیسے نماز پڑھتے دیکھا ایوب نے ابو قلابہ سے پوچھا مالک بن حویرث کی نماز کیسے ہوتی تھی تو ابو قلابہ نے فرمایا کہ ہمارے امام عمرو بن سلمہ کی نماز کی مانند تھی اور ابو قلابہ نے بیان کیا کہ مالک بن حویرث جب پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھ جاتے پھر دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٩) جامع الترمذي - الصلاة (٢٨٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٢) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٢)

شرح الحديث: اس باب میں مصنفؒ نے مالک بن الحویرث کی حدیث ذکر کی ہے جس سے جلسۂ استراحت ثابت ہوتا ہے، یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے، اور جمہور علماء جو جلسۂ استراحت کے قائل نہیں، ان کا استدلال وائل بن حجرؓ اور ابو ہریرہؓ کی ان روایات سے ہے جن میں یہ آتا ہے كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ [1]، امام احمدؒ فرماتے ہیں اکثر احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے، زاد المعاد میں حافظ ابن قیمؒ نے بھی یہی لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی أَنَّهُ كَانَ يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ وَرُكْبَتَيْهِ [2]، اور علماء نے مالک بن حویرثؓ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ کسی علت اور عذر پر محمول ہے، مثلاً ضعف اور کبر سنی کیونکہ اکثر صحابہ کی روایات جلسۂ استراحت کے ذکر سے خالی ہیں صرف مالک بن الحویرث اور ابو حمید ساعدی کی حدیث کے بعض طرق میں اس جلسہ کا ذکر ہے سو اگر یہ آپ ﷺ کا رائمی معمول ہوتا تو جملہ واصفین صلاۃ رسول اللہ اس کو بیان کرتے، نیز جمہور کہتے ہیں کہ نماز استراحت کیلئے موضوع نہیں، ایک چیز اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر جلسہ فی حد ذاتہا مقصود ہوتا تو اس حالت کے لئے کوئی ذکر بھی مشروع ہوتا، حالانکہ اس حالت کے لئے کوئی ذکر مشروع نہیں۔

٨٤٣ - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: جَاءَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ، إِلَى مَسْجِدِنَا، فَقَالَ: وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُصَلِّي وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلَكِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ: «فَقَعَدَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْآخِرَةِ».

---

1. السنن الكبرى للبيهقي - ج ٢ ص ١٧٩ - ١٨٠
2. زاد المعاد في هدي خير العباد - ج ١ ص ٢٣٢

ترجمہ: ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ابو سلیمان مالک بن حویرث ہماری مسجد تشریف لائے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے نہیں آیا لیکن میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ابو قلابہ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرث نے پہلی رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر جلسہ استراحت فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٩) جامع الترمذي - الصلاة (٢٨٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٢) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٣)

٨٤٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، «أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ مِنْ صَلَاتِهِ، لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا».

ترجمہ: مالک بن حویرثؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تو جب تک سیدھے بیٹھ کر تھوڑا سا جلسہ استراحت نہ فرما لیتے اس وقت تک نہ کھڑے ہوتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٩) جامع الترمذي - الصلاة (٢٨٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٢) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٤)

١٤٤ - بَابُ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دو سجدوں کے درمیان اقعاء کرنے کا بیان

٨٤٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا، يَقُولُ: قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ، فَقَالَ: «هِيَ السُّنَّةُ»، قَالَ: قُلْنَا: «إِنَّا لَنَرَاهُ جُفَاءً بِالرَّجُلِ»، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عباسؓ سے دو سجدوں کے درمیان قعدہ میں دونوں پاؤں کی ایڑیوں پر بیٹھنے والی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ اقعاء کی کیفیت سنّت ہے طاؤس کہتے ہیں ہم نے ابن عباسؓ سے کہا کہ ہم اس ہیئت کے ساتھ بیٹھنے والے شخص کو دیہاتی (آداب شریعت سے ناواقف) سمجھتے ہیں تو عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٦) جامع الترمذي - الصلاة (٢٨٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٣/١)

شرح الحدیث: قوله: قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ: فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فِي السُّجُودِ، فَقَالَ: «هِيَ السُّنَّةُ». ابن عباسؓ کا یہ

حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے اور اس پر امام نوویؒ نے باب قائم کیا ہے: بَابُ جَوَازِ الْإِقْعَاءِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ، اس سلسلہ میں روایات حدیثیہ اور فقہاء کرام میں اختلاف ہے، روایات دونوں طرح کی ہیں جواز اور عدم جواز، چنانچہ ہمارے یہاں بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْجَهْرَ بِ «بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ» کے ذیل میں حضرت عائشہؓ کی حدیث مرفوع (برقم ۷۸۳) گزر چکی جس کے اخیر میں ہے وَكَانَ يَنْهٰى عَنْ عَقِبِ الشَّيْطَانِ، میرے علم میں امام بخاریؒ نے اس سلسلہ میں کوئی باب یا صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی، اور امام ترمذیؒ نے الگ الگ دو باب بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْإِقْعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، دوسرا بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْإِقْعَاءِ قائم کیا ہے، دوسرے باب میں یہی حدیث ابن عباسؓ ذکر فرمائی ہے اور باب اول میں حضرت علیؓ کی حدیث مرفوع جس کے لفظ یہ ہیں لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ [1]، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے ضعف کیطرف اشارہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے وأكثر أهل العلم يكرهون الإقعاء بين السجدتين، اور جواز کا قول انہوں نے بعض اہل مکہ کی طرف منسوب کیا ہے [2]۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ منع کی روایات کی اسانید سب ضعیف ہیں، اور روایات کے اس تعارض کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ دراصل اقعاء کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ الیتین (سرین) کو زمین پر ٹیکے اور ایسے ہی دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے اور ساقین کو کھڑا کرلے اور دوسری تفسیر یہ ہے جلوس علی العقبین بین السجدتین، یعنی جلسہ بین السجدتین میں دونوں پاؤں کھڑے کرکے ایڑیوں پر بیٹھنا، منع کی روایات قسم اول سے متعلق ہیں اور جواز کی روایات قسم ثانی سے، چنانچہ امام شافعیؒ اس قسم ثانی کے استحباب کے قائل ہیں لیکن دوسرا قول ان کا جو اس سے بھی زیادہ مشہور ہے یہ ہے کہ طریق سنت افتراش ہے اور یہی جمہور علماء ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی اور قاضی عیاض نے بھی جمع بین الروایتین اسی طور پر کیا ہے [3]، الکوکب الدری میں لکھا ہے کہ قسم اول ہمارے یہاں مکروہ تحریمی اور قسم ثانی مکروہ تنزیہی ہے [4]، صاحب الکوکب نے حدیث ابن عباسؓ کا ایک اور لطیف جواب لکھا ہے کہ وہ خذه بالموت حتى يرضى بالحمى [5] کے قبیل سے ہے، یعنی ممکن ہے کہ سائل اس مسئلہ میں متشدد ہو اور اس کو حرام جانتا ہو اس لئے ابن عباسؓ نے اس کے رد میں یہ فرمادیا ہو، ارے میاں! یہ تو سنت ہے۔

قوله: قُلْنَا: إِنَّا لَنَرَاهُ جُفَاءً بِالرَّجُلِ: لفظ رجل عند الجمهور فتح راء اور ضم جیم کیساتھ ہے انثی کا مقابل اور ابن عبدالبر کے نزدیک یہ لفظ کسر راء اور سکون جیم کیساتھ ہے بمعنی قدم، ابن عبدالبر نے جمہور کے ضبط کی تردید کی ہے اور جمہور نے ان کی تردید کی ہے، اگر جمہور کا قول لیا جائے تو جفاء سے مراد جہالت اور گنوارپن ہوگا کہ ایسا کرنا آدمی کی جہالت ہے اور اگر دوسرا قول لیا

---

[1] جامع الترمذي – كتاب الصلاة – باب ما جاء في كراهية الإقعاء بين السجدتين ۲۸۲

[2] وهو قول بعض أهل مكة من أهل الفقه، والعلم (جامع الترمذي – كتاب الصلاة – باب في الرخصة في الإقعاء ۲۸۳)

[3] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج۵ ص۱۹

[4] الكوكب الدري على جامع الترمذي – ج۱ ص۲۸۴

[5] الكوكب الدري على جامع الترمذي – ج۱ ص۲۸۴

جائے تو جفاء بمعنی مشقت لیں گے یعنی اس طرح بیٹھنے میں قدمین کو مشقت لاحق ہوتی ہے۔

۱۴۵ - بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

یعنی رکوع سے اٹھتے وقت کیا پڑھا جائے؟

باب کی ترتیب پر ایک اشکال وجواب: یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ مصنف نے ترتیب کے خلاف کیوں باب باندھا؟ پہلے مایقول فی الرکوع کا ہونا چاہیے تھا اسکے بعد اس باب کو لاتے، بظاہر اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ مصنف کو رکوع اور سجود دونوں کی دعا کو ایک ساتھ بیان کرنا تھا اس لئے کہ حدیث میں دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے اور سجدہ ترتیب میں چونکہ رکوع اور قومہ کے بعد ہے اس لئے مصنف نے قومہ کی دعا کو ان پر مقدم کیا ہے، ورنہ پھر قومہ کی دعا بہت مؤخر ہو جاتی، ھذا ما خطر ببالی۔

۸۴۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ يَقُولُ: «سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمَوَاتِ وَمِلْءُ الْأَرْضِ، وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ»، قَالَ ابو داؤد: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ عُبَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ، هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ فِيهِ بَعْدَ الرُّكُوعِ، قَالَ سُفْيَانُ: "لَقِينَا الشَّيْخَ عُبَيْدًا أَبَا الْحَسَنِ، بَعْدُ، فَلَمْ يَقُلْ فِيهِ: بَعْدَ الرُّكُوعِ"، قَالَ ابو داؤد: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي عِصْمَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُبَيْدٍ، قَالَ: بَعْدَ الرُّكُوعِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اے اللہ آپ کی اتنی تعریف ہے کہ جس سے تمام آسمانوں کے درمیانی خلا بھر جائے اور تمام زمینوں کے درمیانی فاصلہ پر ہو جائے اور جو شے آپ چاہیں (عرش، کرسی اور ساتوں زمینوں کے نیچے والے مقامات) یہ سب اشیاء آپ کی تعریفوں سے بھر جائیں امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری اور شعبہ نے راوی کا نام عبید ابوالحسن ذکر کیا ہے (جبکہ سلیمان اعمش نے عبید بن الحسن کہا تھا اور دونوں طرح صحیح ہے کیونکہ عبید راوی کی کنیت ابوالحسن بھی ہے اور ابن الحسن بھی) اور ان دونوں راویوں نے مذکورہ بالا دعا کے متعلق یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ دعا قومہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی (بلکہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دعا کے پڑھنے کا ذکر کیا ہے نماز کے اندر پڑھنے کا ذکر نہیں کیا) سفیان راوی کہتے ہیں کہ ہم نے شیخ عبید ابوالحسن سے ملاقات کی تو انہوں نے اپنی اس حدیث میں ذکر نہیں کیا کہ یہ دعا رکوع کے بعد ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابوعصمہ عن الاعمش کی سند سے عبید راوی سے ذکر کیا (عبید کی کنیت نہ ابوالحسن ذکر کی نہ ابن الحسن) عبید نے کہا کہ یہ دعا رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٦) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٧٨) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٤/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٥٦/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٨١/٤)

شرح الحدیث: یعنی اے اللہ ہم تیری اتنی حمد زبان سے ادا کرتے ہیں جس سے آسمان وزمین بھر جائے اور آسمان وزمین کے علاوہ بھی جو چیزیں ہیں جیسے عرش وکرسی یہ سب ان کلمات سے بھر جائیں، اس سے مراد تکثیر عدد ہے اس لئے کہ کلام تو جسم اور کیلی یا وزنی چیز نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ آسمان وزمین پر ہو سکے، یعنی اگر کلمات حمد کو، اجسام فرض کیا جائے تو وہ اتنے کثیر ہوں کہ جن سے یہ سب چیزیں پر ہو جائیں اس طرح کی بات ذوق وشوق اور ولولہ کے وقت ہوا کرتی ہے ہم جیسے لوگ تو اس طرح کی دعاؤں کو صرف نقل کے طور پر پڑھ لیتے ہیں، جس ذوق وشوق کو یہ مقتضی ہیں اس سے ہم خالی ہیں۔

قوله: قَالَ أبو داؤد: قَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ، عَنْ عُبَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ: عبید جو کہ سند میں اعمش کے استاذ ہیں ان کی کنیت ابو الحسن ہے اور ان کے والد کا نام حسن ہے بعض راویوں نے عن عبید بن الحسن اور بعض نے عن عبید ابی الحسن کہا، اس صورت میں ابی الحسن بدل ہوگا عبید سے، یہ اختلاف صرف لفظی ہے اور دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔

قوله: قَالَ سُفْيَانُ: لَقِينَا الشَّيْخَ عُبَيْدًا أَبَا الْحَسَنِ، بَعْدُ، فَلَمْ يَقُلْ فِيهِ: بَعْدَ الرُّكُوعِ: یہ اوپر والی دعا آپ ﷺ کس وقت پڑھتے تھے؟ محل دعا کی تعیین اعمش کی روایت میں موجود ہے یعنی اذا رفع رأسه من الركوع، سفیان یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو عبید سے اولاً بالواسطہ پہونچی تھی اس روایت میں تو لفظ بعد الرکوع موجود تھا، لیکن بعد میں جب یہ حدیث میں نے براہ راست عبید سے سنی تو اس میں بعد الرکوع نہیں ہے۔

٨٤٧ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، ح وحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، كُلُّهُمْ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ قَزَعَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: حِينَ يَقُولُ: "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ - قَالَ مُؤَمَّلٌ: مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ -، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ - زَادَ مَحْمُودٌ: وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، ثُمَّ اتَّفَقُوا - وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"، وَقَالَ بِشْرٌ: «رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ»، لَمْ يَقُلْ: «اللَّهُمَّ»، لَمْ يَقُلْ مَحْمُودٌ: «اللَّهُمَّ»، قَالَ: «رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ».

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں) جب سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تو یہ دعا بھی پڑھتے اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ ...... مؤمل استاد نے مِلْءَ السَّمَوَاتِ کا لفظ کہا...... وَمِلْءَ الْأَرْضِ، وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ (اے تعریفوں اور عظمت وبزرگی والے) أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ (بندے

جو تعریفیں کرتے ہیں اے اللہ آپ ان تعریفوں کے سب سے زیادہ حقدار ہیں) وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ (ہم سب آپ ہی کے بندے ہیں) لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ (آپ جو عطا فرمانا چاہیں کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی) وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ (آپ جو شے روک دیں تو کوئی طاقت اسے دے نہیں سکتی) وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (کسی مالدار کو اسکا مال آپ کے عذاب سے کوئی نفع نہ دے سکے گا (بلکہ اعمال صالحہ آخرت میں نافع ہونگے) بشر استاد نے (اللّٰهُمَّ کے بغیر) رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ذکر کیا اور محمود استاد نے (اللّٰهُمَّ کے بغیر) رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ واؤ کے اضافہ کے ساتھ ذکر کیا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٧) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٨) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٧٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٨٧/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٣)

شرح الحديث قوله: أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ: اس کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں یعنی انت اهل الثناء والمجد، اور منصوب بھی بتقدیر حرف نداء یا اهل الثناء والمجد، احق ما قال العبد۔

اس میں بھی دو احتمال ہیں، مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی "انت احق ما قال العبد" یعنی بندہ جو کچھ بھی تیری تعریف کرتا ہے آپ واقعی اس کے سزاوار ہیں، اور عبد سے مراد یا تو جنس ہے یا حضور ﷺ اور كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ یہ جملہ معترضہ ہے کہ ہم سبھی تیرے بندے ہیں، دوسرا احتمال ترکیب عبارت میں یہ ہے کہ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ مبتداء اور لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ الی آخرہ، اس کی خبر، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ سب سے زیادہ سچی اور پکی بات یہ ہے لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ الخ کہ تیرے سوا کوئی عطا کرنے والا نہیں اور جسکو تو عطا کرے اسکو کوئی روکنے والا نہیں، اور لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

جد کی تفسیر میں دو قول ہیں: ① دادا یعنی بڑے خاندان اور نسب والے کو تیرے مقابلہ میں اسکا یہ خاندان نفع نہیں دے سکتا ہے، ② غنیٰ اور دولت، دولت والے کو تیرے مقابلہ میں اسکی دولت کام نہیں دے سکتی، ابن ماجہ شریف کی روایت میں ہے ذُكِرَتِ الْجُدُودُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1] یعنی آپ کی مجلس میں ایک روز مختلف خاندانوں یا دولتوں کا ذکر آگیا تو اس پر آپ نے فرمایا لَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اور کہا گیا ہے کہ یہ لفظ "جد" بکسر الجیم ہے یعنی کوشش والے کو اسکی کوشش الخ۔

قوله: اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: اس میں تین روایتیں ہیں: ① ایک تو یہی ② دوسری صرف رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ③ اور تیسری رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، امام احمدؒ سے منقول ہے کہ رَبَّنَا کے ساتھ وَلَكَ الْحَمْدُ (واؤ کیساتھ) ہے اور اللّٰهُمَّ رَبَّنَا کیساتھ لَكَ الْحَمْدُ (بغیر واؤ کے)، حافظ ابن قیم اس کی تائید میں فرماتے ہیں اس لئے کہ کسی صحیح حدیث میں لفظ اللّٰهُمَّ اور واؤ کیساتھ نہیں وارد ہے، اس پر صاحب عون المعبود لکھتے ہیں ایسا نہیں بلکہ دونوں کے درمیان جمع وارد ہے كما في صحيح البخاري في باب صلاة القائد من حديث انس۔

---

① سنن ابن ماجه - كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع ٨٧٩

ربنا ولك الحمدُ میں واؤ عاطفہ ہے تقدیرِ عبارت یہ ہوگی، ربنا استجب ولك الحمد، یا حمدناك ولك الحمد، اور ہو سکتا ہے کہ واؤ زائدہ ہو۔

۸۴۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم لوگ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو کیونکہ (اسوقت فرشتے اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے ہیں پس) جس کی بات فرشتوں کی اس بات کے ساتھ ساتھ موافق ہوگئی تو اس شخص کے سارے گذشتہ گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائینگے۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٦٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٩) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٧) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٤٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦/٢ ٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤١٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٩/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٨)

شرح الحدیث قوله: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: **مسئلہ ثابتہ بالحدیث میں اختلاف ائمہ:** اس حدیث میں ایک اختلافی مسئلہ ہے جس میں تین مذہب ہیں، امام ابوحنیفہ ومالکؒ کا مذہب یہ ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ رکوع سے اٹھتے وقت امام کے لئے صرف تسمیع (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) ہے اور مقتدی کیلئے صرف تحمید [1] (رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ) ان دونوں اماموں نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ اس حدیث میں تسمیع وتحمید کو امام اور مقتدی کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں القسمة تنافي الشركة، دوسرا مذہب امام شافعیؒ کا ہے ان کے نزدیک ان دونوں میں شرکت ہے "کلاهما یکلیهما" ان کی دلیل ابوہریرہؓ کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جس میں یہ ہے ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ [2]، اور یہ حدیث اگرچہ صرف امام کے بارے میں ہے اس لئے کہ آپ ہی امام ہوا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ کا ارشاد ایک دوسرے موقع پر صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي [3] سے امام کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے، تیسرا مذہب امام احمدؒ اور صاحبین کا

---

[1] اور اگر مصلی منفرد ہو تو اس صورت میں ائمہ ثلاثہ جمع بین الذکرین کے قائل ہیں اور حنفیہ کے یہاں اسمیں تین روایتیں ہیں: ① صرف ربنا لك الحمد، قال في المبسوط وهو الأصح، ② جمع بین الذکرین صاحب ہدایہ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے، ③ صرف تسمیع یہ قالہ ابوبکر الرازی (کذا فی المنهل عن الزیلعی)۔

[2] صحيح البخاري - كتاب صفة صلاة - باب ٧٥٦، صحيح مسلم - كتاب الصلاة - باب إثبات التكبير في كل خفض ورفع في الصلاة ٣٩٢

[3] صحيح البخاري - كتاب الأذان - باب الأذان للمسافر إذا كانوا جماعة والإقامة الخ ٢٢٦

ہے "للإمام كلاهما والمقتدي أحدهما" امام کے جمع بين التحميد والتسميع اور مقتدی کے لئے صرف تحمید، ان کی دلیل مقتدی کے حق میں تو حدیث الباب ہے اور امام کے حق میں ابو ہریرہؓ کی وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ [1]۔

تنبیه: امام خطابیؒ [2] کو یہاں پر صاحبین کا مذہب نقل کرنے میں خطا واقع ہوئی انہوں نے صاحبین کا مذہب امام شافعی کے مذہب کے موافق لکھدیا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

شرح حدیث فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ: راجح قول کی بناء پر موافقت سے مراد موافقت فی القول والزمان ہے، یعنی جو شخص عین اس وقت آمین کہے جس وقت فرشتے آمین کہہ رہے ہوں اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تامین امام کیوقت آسمان پر ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ: آمِينَ [3] بخاری کی روایت میں ہے، علماء نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ مقتدی کو نماز میں خوب بیدار رہنا چاہئے غفلت اور سستی نہ ہونی چاہئے ہر موقع کی دعا اور ذکر عین اس کے متعینہ وقت میں ہونی چاہئے۔

اور دوسرا قول موافقت کی تفسیر میں یہ ہے جس کو ابن حبانؒ نے اختیار کیا ہے اس سے مراد موافقت فی الاخلاص والخشوع ہے، ہم نے اپنے بعض مشائخ سے سنا کہ اس میں تین احتمال ہیں: ① موافقت فی القول، ② موافقت فی الزمان، ③ موافقت فی القول والزمان، پھر اس میں بھی اختلاف ہے ابن بزیزہ کہتے ہیں ملائکہ سے تمام ملائکہ مراد ہیں، اور کہا گیا ہے کہ صرف حفظہ مراد ہیں، اور کہا گیا ہے ظاہر یہ ہے کہ اس سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو اس نماز میں شریک ہوں خواہ آسمان پر یا زمین میں، ایک روایت موقوفہ میں ہے صُفُوفُ أَهْلِ الْأَرْضِ عَلَى صُفُوفِ أَهْلِ السَّمَاءِ [4]۔

فائدہ: اس حدیث کے بعض طرق میں مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ کیساتھ وما تأخر بھی وارد ہے حافظؒ نے اس کو شاذ لکھا ہے [5]۔

۸۴۹ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: "لَا يَقُولُ الْقَوْمُ خَلْفَ الْإِمَامِ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَلَكِنْ يَقُولُونَ: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ".

ترجمہ: عامر شعبی کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے نماز کے دوران سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ نہ کہیں بلکہ مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہیں۔

---

① صحيح البخاري -- كتاب صفة صلاة -- باب ما يقول الإمام ومن خلفه إذا رفع رأسه من الركوع ٧٦٢

② معالم السنن ج ١ ص ٢٠٩ - ٢١٠

③ صحيح البخاري - كتاب صفة صلاة - باب فضل التأمين ٧٤٨

④ مصنف عبد الرزاق - كتاب الصلاة - باب آمين ٢٦٥٠ (ج ٢ ص ٦٤)

⑤ فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ٢ ص ٢٦٥

١٤٦ - بَابُ الدُّعَاءِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

دونوں سجدوں کے درمیان پڑھی جانے والی دعا کا بیان

٨٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا كَامِلٌ أَبُو الْعَلَاءِ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي».

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا مانگتے اے اللہ میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما مجھے عافیت نصیب فرما مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے روزی عطا فرما۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٨٤) سنن أبي داود - الصلاة (٨٥٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٩٨)

شرح الحديث: قوله: يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، وَارْحَمْنِي، وَعَافِنِي، وَاهْدِنِي، وَارْزُقْنِي: اور ترمذی کی روایت میں وَاجْبُرْنِي بھی موجود ہے اور نسائی وابن ماجہ کی ایک دوسری روایت مرفوعہ میں اس طرح ہے كَانَ يَقُولُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي» [1] اور ابن ماجہ کی روایت میں فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ کی قید بھی مذکور ہے۔

دعا بین السجدتین میں مذاہب ائمہ: چنانچہ حنفیہ کے نزدیک یہ دعا تطوع پر محمول [2] ہے اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وبه يقول الشافعي، وأحمد، وإسحاق: يرون هذا جائزا في المكتوبة والتطوع [3]، اور امام احمدؒ کے یہاں تو صرف جائز ہی نہیں بلکہ جیسا کہ مغنی میں لکھا ہے ان کے نزدیک قول مشہور میں بين السجدتين رب اغفرلی ایک بار پڑھنا واجب ہے (اور تین بار مستحب) اور یہی قول اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا ہے، اور دوسری روایت امام احمد سے عدم وجوب اور استحباب کی ہے، ابن قدامہ لکھتے ہیں: وهو قول أكثر الفقهاء لأن النبي صلى الله عليه و سلم لم يعلمه المسيء في صلاته [4]، اسی طرح پہلے گزر چکا ہے کہ امام احمدؒ کی ایک روایت میں تکبیرات انتقال اور تسبیحات رکوع و سجود بھی واجب ہیں، اور امام مالکؒ کے مذہب میں تو بہت زیادہ توسع ہے جیسا کہ پہلے بَابُ مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدعا میں ان کا مذہب گزر چکا ان کے یہاں بھی نفل کی قید نہیں ہے۔

---

[1] سنن ابن ماجه - كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها - باب ما يقول بين السجدتين ٨٩٧، سنن النسائي - كتاب التطبيق - باب قدر القيام بين الرفع من الركوع والسجود ١٠٦٩

[2] لیکن اگر کوئی شخص اس کو فرض نماز میں بھی پڑھ لے تو مکروہ نہیں، کمافی الکوکب الدری، ١٢۔

[3] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما يقول بين السجدتين ٢٨٥

[4] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١ ص ٥٤٣

١٤٧ـ بَابُ رَفْعِ النِّسَاءِ إِذَا كُنَّ مَعَ الرِّجَالِ رُءُوسَهُنَّ مِنَ السَّجْدَةِ

جب عورتیں امام کی اقتداء میں نماز پڑھیں تو وہ اپنے سجدہ سے اپنے سر کب اٹھائیں؟

٨٥١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ، أَخِي الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَوْلًى لِأَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «مَنْ كَانَ مِنْكُنَّ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، فَلَا تَرْفَعْ رَأْسَهَا حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ رُءُوسَهُمْ، كَرَاهَةَ أَنْ يَرَيْنَ مِنْ عَوْرَاتِ الرِّجَالِ».

ترجمہ: اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تم میں سے جو عورت اللہ پاک اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہے وہ سجدہ سے اس وقت تک اپنا سر نہ اٹھائے جب تک مرد نمازی اپنے سجدے سے سر نہ اٹھالیں اس بات کے ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان عورتوں کی نگاہ مردوں کے ستر کے مقام پر نہ پڑ جائے (اس زمانہ میں غربت اور افلاس کی وجہ سے کپڑوں سے ستر کا اہتمام زیادہ نہ ہوتا ہے تو ستر کھل جانے کا احتمال رہتا تھا اب یہ زمانہ نہ رہا تو اب یہ حکم بھی نہ رہا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٤٨)

شرح الحديث: اس باب کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو عورتیں مسجد میں جماعت کیساتھ نماز آپ ﷺ کے زمانہ میں پڑھتی تھیں ان کے بارے میں آپ ﷺ فرما رہے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ سجدہ سے سر ذرا دیر سے اٹھائیں اس میں جلدی نہ کریں ایسا نہ ہو کہ مردوں کی صف جو سامنے ہے ان کے ستر پر عورتوں کی نظر پڑ جائے۔

١٤٨ـ بَابُ طُولِ الْقِيَامِ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ

رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قومہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان والے جلسہ میں زیادہ دیر تک بیٹھنے کا بیان

ترجمة الباب كی تشریح: لفظ مِنَ الرُّكُوعِ القیام سے متعلق ہے نہ کہ طول سے یعنی قیام مِنَ الرُّكُوعِ کا طویل ہونا اور اسی طرح جلسہ بین السجدتین کا طویل ہونا، اور اگر مِنَ الرُّكُوعِ کو طول سے متعلق کر دیں تو مطلب غلط ہو جائیگا یعنی قیام کا رکوع سے طویل ہونا، حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیام من الرکوع یعنی قومہ کا دراز ہونا۔

٨٥٢ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ سُجُودُهُ، وَرُكُوعُهُ، وَقُعُودُهُ، وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ».

ترجمہ: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کرنے کی مقدار اور رکوع کی مقدار اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار تقریباً برابر برابر ہوا کرتی تھی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٥٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٦٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٦) صحيح مسلم - الصلاة

(٤٧١)جامع الترمذي - الصلاة (٢٧٩)سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٥)سنن النسائي - التطبيق (١١٤٨)سنن النسائي - السهو (١٣٣٢)سنن أبي داود - الصلاة (٨٥٢)مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٨٠)مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٨٥)مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٩٤)سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٣)سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٤)

شرح الحدیث: **اختلاف نسخ اور نسخہ صحیحہ کی تحقیق وتنقیح:** بذل المجہود میں لکھا ہے کہ ابوداود کے اکثر نسخوں میں اسی طرح ہے وما بین السجدتین، اور بعض نسخوں میں ما بین السجدتین بغیر واؤ کے ہے یہی صحیح اور اکثر کتب حدیث کی روایت کے مطابق ہے، اور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کا سجدہ اور رکوع اور جلسہ بین السجدتین کی مقدار تقریباً برابر ہوتی تھی، اور اگر واؤ والا نسخہ لیا جائے تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کا سجدہ اور رکوع اور قعدہ اور جلسہ بین السجدتین تقریباً برابر ہوتے تھے۔

لیکن اس نسخہ پر اشکال ہے وہ یہ کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ قعدہ اور جلسہ بین السجدتین کی مقدار برابر ہوتی تھی اول تو اس طرح کسی روایت میں ہے نہیں دوسرے یہ کہ بخاری کی روایت میں مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ [1] مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف رکوع سجود اور ما بین السجود کی مساوات بیان کی جارہی ہے، قعود اس سے مستثنیٰ ہے اور اسی طرح قیام بھی، اسی لئے ہم نے کہا کہ دوسرا نسخہ صحیح ہے حضرت نے بذل میں تحریر فرمایا ہے کہ اس عبارت کی اصلاح یا تو اس طور پر ہو سکتی ہے کہ یہاں روایت میں لفظ قعود نہ ہو اور کلام اس طرح ہو کان سجودہ ورکوعہ وما بین السجدتین، اور دوسری شکل اصلاح کی یہ ہے کہ اگر لفظ قعود یہاں مانتے ہیں تو پھر، اس کے بعد صرف واؤ نہ ہونا چاہئے بلکہ اس طرح ہو وقعود لا ما بین السجدتین، اور ایک توجیہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ قعود سے مراد تشہد والا قعود نہ لیا جائے، بلکہ اس سے جلسہ بین التسلیم والانصراف مراد لیا جائے جس کا ذکر بعض روایات میں آتا ہے، چنانچہ اس سے متعلق ابوداود میں ابواب سجود السہو سے ذرا آگے ایک مستقل باب آرہا ہے، بَابُ انْصِرَافِ النِّسَاءِ قَبْلَ الرِّجَالِ مِنَ الصَّلَاةِ، اس صورت میں یہ روایت بخاری کی روایت مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ کے خلاف نہ ہوگی، اور حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں اس کی توجیہ یہ فرمائی ہے قعود سے مراد تشہد اول کا قعود ہے اور پوری حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کا سجود اور رکوع اور قعدۂ اولی اور جلسہ بین السجدتین یہ چاروں متقارب ہوتے تھے، تو گویا حضرت گنگوہی کے نزدیک بخاری کی روایت جسمیں قعود کا استثناء ہے اس سے مراد قعدۂ اخیرہ ہے لہذا اس صورت میں بھی تعارض پیدا نہ ہوگا، یہ ساری بحث بذل المجہود میں حضرت نے بڑی تفصیل سے لکھی ہے [2]، جس کی تسہیل ہم نے یہاں اپنے لفظوں میں کی ہے۔

قولہ: قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ: اس کے مفہوم میں دو بلکہ تین قول ہیں: ① مساواۃ احدهما للآخر، یعنی رکوع وسجود اسی طرح قومہ (جو بعض روایات میں ہے) اور جلسہ بین السجدتین ان سب کی مقدار آپس میں تقریباً برابر ہوتی تھی، ② مساواۃ الجنس للجنس، یعنی

---

[1] صحيح البخاري - كتاب صفة الصلاة - باب حد إتمام الركوع والاعتدال فيه والاطمأنينة ٧٥٩

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٠٦

آپس میں ہر ایک کی برابری مراد نہیں بلکہ رکوع کی مساوات رکوع سے اور سجدہ کی مساوات سجدہ سے مراد ہے، (۳) المراد اثبات التناسب والتوازن بین الکل، یعنی نماز کے ارکان میں تناسب اور توازن ہوتا تھا مساوات مراد نہیں، مثلاً اگر قیام طویل ہے تو اسی کے مناسب رکوع وسجود بھی طویل، اور اگر قیام قصیر تو رکوع وسجو بھی مختصر، لیکن دوسرے معنی مراد لینے میں اشکال ہے اس لئے کہ بہت سی روایات سے ثابت ہے، رکعت اولیٰ کے قیام کا طویل ہونا رکعت ثانیہ کے قیام سے کذا قال السندي فی حاشیة النسائي (ص ۱۹۶) وہ کہتے ہیں لہذا ظاہر معنی اول ہی ہیں، میں کہتا ہوں معنی اول کی تائید بعض روایات سے ہوتی ہے چنانچہ آگے باب مایقول الرجل فی رکوعہ وسجودہ کی آخری حدیث میں اسطرح وارد ہے فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ، ...... وَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، ...... وَكَانَ يَقْعُدُ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ [1]، لیکن اس روایت پر یہ اشکال ہوگا کہ بخاری کی روایت میں (جس کا حوالہ پہلے بھی آچکا ہے) ماخلا القیام والقعود مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع وسجود وغیرہ تو آپس میں برابر ہوتے تھے لیکن قیام رکوع وسجود کے برابر نہ ہوتا تھا، فتامل [2]۔

تنبیہ: اس باب کی پہلی حدیث میں جس پر کلام ہو رہا ہے ترجمۃ الباب کا جزء ثانی مذکور ہے، یعنی جلسہ بین السجدتین کا دراز ہونا، اور ترجمہ کا جزء اول یعنی قومہ کا دراز ہونا وہ اس حدیث میں نہیں البتہ باب کی دوسری حدیث میں آرہا ہے۔

۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، وَحُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: "مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْجَزَ صَلَاةً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَامٍ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَامَ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَسْجُدُ، وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ".

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کے پیچھے اتنی مختصر نماز نہیں پڑھی جتنی مختصر نماز میں نے آپ ﷺ کے پیچھے پڑھی اور وہ نماز تمام ارکان کو مکمل ادا فرمانے کے ساتھ ہوا کرتی تھی۔ اور حضور ﷺ جب سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فرماتے تو اتنا طویل قیام فرماتے کہ ہمیں آپکے نسیان میں پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جاتے اور دو سجدوں کے درمیان اتنا طویل جلسہ فرماتے کہ ہمیں خیال ہوتا کہ آپ اس رکن کو بھول گئے ہیں۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦٧) صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٢) صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٥٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٨٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٦٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٠٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٢٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٢/٣).

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده ٨٧٤

[2] اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس اختلاف کو اختلاف اوقات وزمان پر محمول کیا جائے، کسی ایک جگہ بھی دوام واستمرار مراد نہ لیا جائے، ۱۲ منہ۔

شرح الحدیث: قوله: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ رَجُلٍ أَوْجَزَ: حضرت انسؓ فرمارہے ہیں کہ میں نے کسی بھی امام کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی، جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ کامل اور تام ہو، حضور ﷺ کے مقابلہ میں، یعنی آپ ﷺ کی نماز باوجود اختصار کی رعایت کے کامل اور مکمل ہوتی تھی جس کی صورت یہ ہے کہ قیام کی مقدار ہلکی ہو اور رکوع و سجود اطمینان کے ساتھ ہوں۔

قوله: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، قَامَ حَتَّى نَقُولَ: قَدْ أَوْهَمَ: یعنی آپ ﷺ بعض مرتبہ نماز میں قومہ کو اتنا دراز کرتے تھے کہ ہم یہ سوچنے لگتے کہ آپ ﷺ نے رکوع اور قومہ کو ترک کر دیا یعنی دوبارہ قیام کی طرف لوٹ آئے اس لئے کہ قومہ اتنا لمبا نہیں ہوتا یہ مطلب اس صورت میں ہے جب أَوْهَمَ کو بصیغہ معروف بروزن اکرم پڑھا جائے اور اگر بصیغہ مجہول او ہم ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہو گا وہم میں واقع ہو جانا، یعنی ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ ﷺ کو کوئی وہم یا سہو تو نہیں ہو گیا۔

قوله: وَكَانَ يَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ: حدیث کے پہلے جزء سے تطویل قومہ اور اس دوسرے جزء سے جلسہ بین السجدتین کی تطویل ثابت ہو رہی ہے۔

قومہ اور جلسہ بین السجدتین رکن قصیر ہیں یا رکن طویل: اب یہاں پر یہ چیز قابل تحقیق ہے کہ قومہ اور جلسہ کی تطویل مستحب ہے یا نہیں، جمہور علماء اس کے قائل نہیں ہیں، جمہور کے نزدیک اعتدال یعنی قومہ اور ایسے ہی جلسہ بین السجدتین ہر ایک رکن قصیر ہے اس کی تطویل جائز نہیں، البتہ امام احمدؒ اور ظاہریہ اس کے قائل ہیں ان کے نزدیک قومہ اور جلسہ کی تطویل مستحب ہے جیسا کہ ابن قدامہؒ نے مغنی میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور مصنفؒ کی تبویب اسی کی طرف مشیر ہے، ہمارے شیخ کے نزدیک تو مصنف حنبلی ہیں ہی، کتب شافعیہ میں تو یہ لکھا ہے کہ ان دونوں کی تطویل مفسد صلاۃ ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ قومہ اور جلسہ کی تطویل مشہور روایات سے ثابت نہیں صرف اس حدیث انسؓ سے ثابت ہے لہذا یہ شاذ ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ تطویل امر بالتخفیف سے پہلے ہو لیکن اس کے باوجود بعض فقہاء شافعیہ ومالکیہ جیسے امام نوویؒ اور ابن دقیق العیدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں اس لئے کہ اسکا ثبوت اگرچہ شہرت کے ساتھ نہیں ہے لیکن بہر حال بعض روایات سے ہے تو سہی۔

٨٥٤ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو كَامِلٍ، دَخَلَ حَدِيثُ أَحَدِهِمَا فِي الْآخَرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: "رَمَقْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ أَبُو كَامِلٍ: رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الصَّلَاةِ، فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرَكْعَتِهِ، وَسَجْدَتِهِ وَاعْتِدَالَهُ فِي الرَّكْعَةِ كَسَجْدَتِهِ، وَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَسَجْدَتَهُ مَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالِانْصِرَافِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ". قَالَ ابو داؤد: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَرَكْعَتُهُ وَاعْتِدَالُهُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ، فَجَلْسَتُهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتُهُ، فَجَلْسَتُهُ بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالِانْصِرَافِ، قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ.

ترجمہ: براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ٹک ٹکی باندھ کر نبی اکرم ﷺ کی نماز کو بغور دیکھا تو میں نے آپکے قیام کو آپکے رکوع اور سجدہ کے بقدر پایا اور رکوع کے بعد قومہ میں آپ کے اطمینان کے ساتھ ٹھہرنے کو سجدہ کے بقدر پایا...... اور دو سجدوں کے درمیان آپکے جلسہ کو اور سجدۂ سہو اگر ہوتا جو سلام پھیرنے کے بعد نماز سے فارغ ہونے کے درمیان ہوتا ہے ان سب کو برابر برابر پایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مسدد استاد نے یہ الفاظ کہے کہ آپ ﷺ کے رکوع کو اور رکوع اور سجدہ کے درمیان والے قومہ کو اور آپکے پہلے سجدہ کو اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کو اور آپکے دوسرے سجدہ کو اور سلام پھیرنے کے بعد نماز سے مڑنے تک والے جلسہ کو تقریباً برابر سرابر پایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٥٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٦٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٦) صحيح مسلم - الصلاة (٤٧١) جامع الترمذي - الصلاة (٢٧٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٥) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٨) سنن النسائي - السهو (١٣٣٢) سنن أبي داود - الصلاة (٨٥٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٨٠) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٨٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٩٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٤)

شرح الحدیث: قوله: فَوَجَدْتُ قِيَامَهُ كَرَكْعَتِهِ وَسَجْدَتِهِ: یعنی آپ ﷺ کے قیام اور رکوع و سجود کی مقدار یکساں تھی۔

قوله: وَاعْتِدَالَهُ [1] فِي الرَّكْعَةِ كَسَجْدَتِهِ: فِي الرَّكْعَةِ سے مراد بعد الرکوع ہے یعنی پایا میں نے آپ کے قومہ کو رکوع کے بعد سجدہ کے برابر۔

قوله: وَجِلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ، وَسَجْدَتَهُ [2] مَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالانْصِرَافِ: یعنی پایا میں نے آپ کے جلسہ بین السجدتین کو اور سجدہ بین التسلیم والانصراف کو تقریباً برابر۔

جاننا چاہئے کہ اس حدیث کی سند میں مصنف کے دو استاذ ہیں مسددؒ اور ابوکامل یہ اوپر والے الفاظ ابوکامل کے ہیں اور مسدد کے الفاظ کو مصنف آگے بیان کر رہے ہیں، لیکن ابوکامل کی روایت کے الفاظ میں گڑبڑ ہے، صحیح الفاظ وہی ہیں جو مسدد کی روایت میں آ رہے ہیں۔

مسدد کی روایت کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ کے قیام اور رکوع اور سجدۂ اولی اور پھر جلسہ بین السجدتین اور پھر سجدۂ ثانیہ اور پھر جلسہ بین التسلیم والانصراف ان سب کو میں نے تقریباً برابر پایا، مسدد کی روایت میں تمام الفاظ مل کر ایک ہی جملہ ہوا ہے بخلاف ابوکامل کی روایت کے الفاظ کے کہ وہ الگ الگ مستقل تین جملے ہیں، ان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام کی مقدار رکوع و سجود کے برابر ہوتی تھی بخلاف مسدد کی روایت کے کہ اس میں اسطرح نہیں ہے، وہ تو مجموعہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں

[1] اس کا عطف قیامہ پر ہو رہا ہے، ۱۲ منہ۔

[2] اس روایت میں یہ لفظ غلط ہے اس کے بجائے وجلستہ ہونا چاہئے جیسا کہ آگے مسدد کی روایت میں آ رہا ہے، غرضیکہ ابوکامل کی روایت میں تحریف واقع ہوئی ہے اور صحیح مسدد کی روایت ہے جو کہ باقی دوسری روایات حدیثیہ کے موافق ہے، ۱۲ منہ۔

کہ یہ تقریباً برابر ہوتے تھے، اور برابر ہونے کے وہی تین مطلب ہوں گے جو پہلے گذر چکے بخلاف ابو کامل کی روایت کے اس میں تو ایک ہی معنی متعین ہیں۔

تنبیہ: یہ ابو کامل اور مسدد کی روایت کے الفاظ کا اختلاف سنن ابوداؤد کے اعتبار سے ہے ورنہ صحیح مسلم میں دونوں کے الفاظ اور سیاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جس طرح مسدد کی روایت کے الفاظ ہیں اسی طرح ابو کامل کے الفاظ بھی ہیں پس ہوسکتا ہے کہ مصنف کو یہ روایت اس طرح پہنچی ہو اور امام مسلم کو اس طرح، اور ممکن ہے ابو کامل نے بعد میں اپنے الفاظ کی اصلاح کرلی ہو یا پہلے وہ صحیح روایت کرتے ہوں اور بعد میں ان سے خلط ہو گیا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

١٤٩ ـ بَابُ صَلَاةِ مَنْ لَا يُقِيمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

جو شخص رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ اطمینان کے ساتھ نہ رکھے اس کی نماز کا بیان

یعنی جو شخص رکوع سجود میں اپنی پشت کو زیادہ دیر تک نہ جھکائے بلکہ جلدی سے سر اٹھالے یا یہ کہ رکوع میں کمر کو ہموار اور سیدھا نہ کرے، بہر صورت مراد ترک تعدیل اور ترک طمانینت ہے، مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

تعدیل ارکان میں مذاہب ائمہ: مشہور یہ ہے کہ تعدیل ارکان یعنی رکوع سجود اطمینان سے ادا کرنا، جمہور علماء ائمہ ثلاث اور داؤد ظاہری اور امام ابو یوسف کے نزدیک فرض ہے بغیر اس کے رکوع سجود صحیح نہیں، اور طرفین کے نزدیک مشہور قول کی بناء پر واجب ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے، لیکن یہ قول غیر اصح ہے البتہ جلسہ بین السجدتین اور قومہ اور ان میں طمانینت یہ عند الطرفین سنت ہے واجب نہیں (زیلعی علی الکنز) علامہ سندھی حاشیہ نسائی (١٥٨) میں لکھتے ہیں کہ مشہور تو یہی ہے کہ طرفین کے نزدیک تعدیل ارکان فرض نہیں ہے لیکن امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں تصریح کی ہے اس بات کی کہ امام ابو حنیفہ اور صاحبین کا مذہب رکوع اور سجود میں افتراض طمانینت ہے [1]، ایسے ہی علامہ شامیؒ [2] نے بھی امام طحاویؒ سے مطلقاً حنفیہ کا مذہب فرضیت تعدیل کا نقل کیا ہے۔

تعدیل وطمانینۃ کی حقیقت: اب یہ کہ تعدیل واطمینان سے کیا مراد ہے، جواب یہ ہے کہ اس کی طرف اشارہ

---

[1] شرح معاني الآثار ج ١ ص ٢٣٣

[2] درمختار میں ہے (وتعديل الأركان) أي تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود، وكذا في الرفع منهما على ما اختاره الكمال، علامہ شامی لکھتے ہیں کہ قومہ اور جلسہ بین السجدتین اور ان دونوں کی تعدیل مشہور فی المذہب یہ ہے کہ یہ سنت ہے اور دوسری روایت انکے وجوب کی ہے وهو الموافق للأدلة (وعليه الكمال ابن الهمام). وعليه الكمال ومن بعده من المتأخرين وقد علمت قول تلميذه إنه الصواب. وقال أبو يوسف بفرضية الكل واختاره في المجمع والعيني ورواه الطحاوي عن أئمتنا الثلاثة. وقال في الفيض إنه الأحوط اهـ وهو مذهب مالك والشافعي وأحمد ١٢ منه۔ (رد المحتار على الدر المختار۔ ج ٢ ص ١٥٧۔١٥٨)

خود حدیث میں موجود ہے ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ... ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ [1]، اور یہی فقہاء نے بھی لکھا ہے، اور مزید تشریح اس کی انہوں نے یہ کی ہے ویستقر کل عضو فی محلہ بقدر تسبیحة، اور مغنی میں اور ابن کی تفسیر یہ کی ہے أن یمکث إذا بلغ حد الرکوع قلیلا [2]، طرفین فرماتے ہیں کہ نفس رکن، جیسے رکوع وسجود کی ادائیگی تو فرض ہے اور اکمال رکن (یعنی رکن) کو علی وجہ الکمال ادا کرنا یہ واجب ہے، والطمانینة من قبیل الثانی لا الاول۔

جمہور علماء کا استدلال اور حنفیہ کی طرف سے جواب: اور جمہور کا استدلال حدیث المسیئ فی الصلاۃ سے ہے کہ اس میں تعدیل ارکان کے فوت ہونے کی وجہ سے صلاۃ پر عدم صلاۃ کا اطلاق کیا گیا ہے فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ خود یہ حدیث اور قصہ عدم فرضیت تعدیل پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ اس میں آپ ﷺ فرمارہے ہیں وَإِنْ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ، اس سے معلوم ہورہا ہے کہ ترک تعدیل سے نماز میں نقصان واقع [3] ہوتا ہے۔ اور وہ نماز ناقص ہے نہ یہ کہ فاسد وباطل اور یہی طرفین فرماتے ہیں، نیز ایک اور بھی وجہ ہے وہ یہ کہ نماز کے فاسد ہونے کے بعد خواہ وہ کسی وجہ سے فاسد ہو مضی فی الصلاۃ یعنی نماز پڑھتے رہنا حرام اور ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ ترک فرض سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، تو جب شخص مذکور نے پہلی رکعت میں تعدیل ارکان کو ترک کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی تمہارے نزدیک اور وہ حضور ﷺ کے سامنے اس کو اسی طرح پڑھتا رہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

٨٥٥ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتَّى يُقِيمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ».

ترجمہ: ابو مسعود البدریؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس آدمی کی نماز ادا نہیں ہوتی جو رکوع و سجدے میں اپنی پیٹھ اطمینان سے نہیں ٹھہراتا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٥) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٧) سنن النسائي - التطبيق (١١١١) سنن أبي داود - الصلاة (٨٥٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٧٠) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٩/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٢٢/٤)

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود ٨٥٧

[2] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١ ص ٥٤١

[3] چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس سے یہ فرمایا فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ. فَخَافَ النَّاسُ وَكَبُرَ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مَنْ أَخَفَّ صَلَاتَهُ لَمْ يُصَلِّ یعنی صحابہ کرام کو یہ بات بہت گراں گزری کہ جو تعدیل ارکان نہ کرے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی، پھر اسی روایت کے اخیر میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان صحابی سے یہ فرمایا وَإِنْ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ، تو اس پر راوی کہتا ہے قَالَ: وَكَانَ هَذَا أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْأَوَّلِ. أَنَّهُ مَنْ انْتَقَصَ الخ یعنی جب صحابہ نے آپ ﷺ سے یہ دوسرے لفظ سنے جن میں نقصان صلوۃ کا ذکر ہے تو ان کا بوجھ ہلکا ہو گیا اس لئے کہ ان لفظوں سے معلوم ہوا کہ اس کی نماز صرف ناقص ہوئی فاسد نہیں ہوئی، یہ سارا مضمون ترمذی کی حدیث (کتاب الصلاۃ باب ما جاء في وصف الصلاة ٣٠٢) کے متن میں موجود ہے، دیکھئے حنفیہ بھی یہی کہتے ہیں جو صحابہ نے سمجھا، واللہ تعالی أعلم بالصواب۔

سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢٧)

٨٥٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ، وَقَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ، فَرَجَعَ الرَّجُلُ، فَصَلَّى كَمَا كَانَ صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَعَلَيْكَ السَّلَامُ» ، ثُمَّ قَالَ: «ارْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ» ، حَتَّى فَعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ، مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هَذَا فَعَلِّمْنِي، قَالَ: «إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ اجْلِسْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا» ، قَالَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَقَالَ فِي آخِرِهِ: «فَإِذَا فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ، وَمَا انْتَقَصْتَ مِنْ هَذَا شَيْئًا، فَإِنَّمَا انْتَقَصْتَهُ مِنْ صَلَاتِكَ» ، وَقَالَ فِيهِ: إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر حضور ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ اور نماز پڑھو کیونکہ تم نے صحیح نماز نہیں پڑھی پس وہ شخص لوٹا اور اس نے دوسری مرتبہ ایسے ہی نماز ادا کی جیسا کہ پہلی مرتبہ نماز پڑھی تھی پھر وہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوٹ جاؤ، پھر نماز پڑھو کیونکہ تم نے صحیح طرح نماز ادا نہیں کی اس طرح تین دفعہ ہوا پس اس کے بعد اس شخص نے کہا اس ذات کی قسم جس نے برحق مذہب دے کر آپ ﷺ کو بھیجا ہے میں نماز کے اس طریقہ کے علاوہ نماز نہیں پڑھ سکتا پس مجھے نماز کا طریقہ سکھلایئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر تحریمہ کہو پھر تمہیں جو قرآن سہولت سے یاد ہو اس کی قرأت کرو پھر اطمینان کے ساتھ رکوع ادا کرو پھر رکوع سے اپنا سر اٹھاؤ یہاں تک کہ تم اطمینان کے ساتھ قومہ میں کھڑے ہو جاؤ پھر تم سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے کی حالت میں اطمینان کے ساتھ اس رکن کو ادا کرو پھر تم جلسہ میں اطمینان کے ساتھ بیٹھو، پھر تم اپنی پوری نماز میں اسی طرح کرو........ قعنبی راوی نے حضور ﷺ سے نقل کردہ اس روایت کے آخر میں فرمایا........ جب تم یہ افعال کرلو گے تو تمہاری نماز مکمل ہو جائے گی اور تم نے ان واجبات میں جو کمی کی تو وہ تمہاری نماز میں کمی ہو گی اور قعنبی استاد نے (ابن مثنیٰ استاد کے برعکس) اس میں یہ اضافہ فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو کامل وضو کرو۔

شرح الحديث عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ: یہ وہی حدیث المسیٔ فی الصلاۃ ہے جس کو مصنف نے ابوہریرہؓ اور رفاعہ بن رافعؓ کی روایت سے متعدد طرق سے ذکر کیا ہے، رفاعہ بن رافعؓ کی روایت کتاب میں آگے آرہی ہے۔

اس قصہ کے راوی تو رفاعہ بن رافعؓ ہیں اور صاحب قصہ یعنی مسیٔ فی الصلاۃ وہ ان کے بھائی خلاد بن رافعؓ ہیں اس حدیث میں تو ان کو رجل سے تعبیر کیا ہے، نام کی تصریح مسند احمد اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے (کمافی البذل) یہاں پر شرح میں یہ بھی لکھا ہے کہ خلاد بن رافعؓ کے بارے میں یہ آتا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے [1]، تو پھر اس پر یہ اشکال ہوگا کہ ابوہریرہؓ اسکو کیسے روایت کر رہے ہیں جبکہ ان کا اسلام اس کے بہت بعد ۷ ؁ھ میں ہے۔

اس کا جواب یہ ہوگا کہ ابوہریرہؓ کی روایت مرسل صحابی ہے انہوں نے اس قصہ کو کسی قدیم الاسلام صحابی سے سنا ہوگا، پھر بوقت روایت انہوں نے واسطہ کو حذف کر کے حدیث کو مرسلاً روایت کر دیا، اس طرح کا اشکال اور بھی بعض جگہ پیش آیا ہے وہاں بھی یہی جواب دیا گیا ہے، اسی لئے محدثین نے لکھا ہے کہ ابوہریرہؓ کی عادت ارسال کی تھی۔

۷ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ قَالَ فِيهِ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهُ لَا تَتِمُّ صَلَاةٌ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ حَتَّى يَتَوَضَّأَ، فَيَضَعَ الْوُضُوءَ - يَعْنِي مَوَاضِعَهُ - ثُمَّ يُكَبِّرُ، وَيَحْمَدُ اللهَ جَلَّ وَعَزَّ، وَيُثْنِي عَلَيْهِ، وَيَقْرَأُ بِمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَرْكَعُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَسْجُدُ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ، ثُمَّ يَرْفَعُ رَأْسَهُ فَيُكَبِّرُ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ".

ترجمہ علی بن یحییٰ بن خلاد، کے چچا رفاعہ بن رافع سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس کے بعد گزشتہ حدیث کی طرح واقعہ ذکر کیا۔ موسیٰ استاد نے اس حدیث میں یہ اضافہ فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ وہ اس طرح وضو کرے کہ وضو کے پانی کو اعضائے وضو تک پہنچائے پھر تکبیر تحریمہ کہے اور اللہ پاک کی حمد وثناء بیان کرے اور قرآن میں جتنا حصہ چاہے پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے یہاں تک کہ تمام جوڑ اعتدال کے ساتھ ٹہر جائیں پھر سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے یہاں تک کہ پورا سیدھا کھڑا ہو جائے، پھر اللہ اکبر کہہ کر پہلے سجدہ میں جائے یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ اطمینان سے اپنی جگہ پر ٹھہر جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنا سر اٹھائے یہاں تک کہ پورا سیدھا ہو کر جلسہ کی حالت میں بیٹھ جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر دوسرے سجدے میں جائے۔ یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑ

[1] بذل المجھود فی حل أبی داود - ج۵ ص ۱۱۶

اطمینان کے ساتھ ٹھہر جائیں پھر سجدے سے اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے جب یہ افعال کرے گا تو اس کی نماز مکمل ہو جائے گی۔

۸۵۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، بِمَعْنَاهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ يُكَبِّرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَيَحْمَدَهُ، ثُمَّ يَقْرَأَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا أَذِنَ لَهُ فِيهِ وَتَيَسَّرَ» ، فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادٍ، قَالَ: "ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْجُدَ فَيُمَكِّنَ وَجْهَهُ - قَالَ هَمَّامٌ: وَرُبَّمَا قَالَ: جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ - حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ وَتَسْتَرْخِيَ، ثُمَّ يُكَبِّرَ فَيَسْتَوِيَ قَاعِدًا عَلَى مَقْعَدِهِ وَيُقِيمَ صُلْبَهُ" ، فَوَصَفَ الصَّلَاةَ هَكَذَا أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ حَتَّى فَرَغَ، لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذَلِكَ.

ترجمہ: علی بن یحییٰ بن خلاد اپنے والد سے اور ان کے والد اپنے چچا رفاعہ بن رافع سے گزشتہ حدیث کی طرح نقل کرتے ہیں اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہو گی یہاں تک کہ اس طرح کامل وضو کرے جیسا کہ اللہ پاک نے وضو کا حکم دیا ہے پس وہ اپنے چہرے کو دھوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور اپنے سر کا مسح کرلے اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر اللہ اکبر کہہ کر تکبیر تحریمہ کہے اور اللہ پاک کی حمد وثناء بیان کرے پھر قرآن کریم کی اتنی تلاوت کرے کہ جس قدر اللہ جل شانہ نے اسکو حکم دیا اور اس کیلئے تلاوت کرنی آسان ہو۔ اس کے بعد ہمام راوی نے حماد راوی کی حدیث کی طرح کیا اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے اور اپنے چہرے یا پیشانی کو زمین سے اچھی طرح لگالے یہاں تک کہ اس کے تمام جوڑوں میں اطمینان ہو جائے اور اس کے جوڑ نرم ہو جائیں پھر تکبیر کہہ کر اپنے پہلو پر اطمینان سے بیٹھ جائے اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں اپنی پیٹھ کو سیدھا کرلے حضور ﷺ نے نماز چاروں رکعتوں کی اسی طرح کیفیت بیان فرمائی یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نماز کا پورا طریقہ بتلا چکے تو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کی نماز اس وقت تک مکمل نہ ہو گی یہاں تک کہ وہ اسی طرح نماز پڑھے۔

۸۵۹ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ -، قَالَ: «إِذَا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ إِلَى الْقِبْلَةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ بِأُمِّ الْقُرْآنِ، وَبِمَا شَاءَ اللهُ أَنْ تَقْرَأَ، وَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، وَامْدُدْ ظَهْرَكَ» ، وَقَالَ: «إِذَا سَجَدْتَ فَمَكِّنْ لِسُجُودِكَ، فَإِذَا رَفَعْتَ فَاقْعُدْ عَلَى فَخِذِكَ الْيُسْرَى».

ترجمہ: رفاعہ بن رافع سے واقعہ مروی ہے اس میں راوی کہتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے

کھڑے ہو تو قبلہ رُخ ہو کر تکبیر تحریمہ کہو پھر سورۃ فاتحہ پڑھو اور اس کے علاوہ اتنی تلاوت کرو جو تم کر سکتے ہو اور جب تم رکوع میں جاؤ تو اپنی ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پیٹھ کو پھیلاؤ اور جب تم سجدے میں جاؤ تو اپنے سجدے میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر اچھی طرح رکھو پس جب تم سجدے سے سر اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر بیٹھو۔

٨٦٠ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمِّهِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: «إِذَا أَنْتَ قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ، فَكَبِّرِ اللهَ تَعَالَى، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ عَلَيْكَ مِنَ الْقُرْآنِ» وَقَالَ فِيهِ: «فَإِذَا جَلَسْتَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ فَاطْمَئِنَّ، وَافْتَرِشْ فَخِذَكَ الْيُسْرَى ثُمَّ تَشَهَّدْ، ثُمَّ إِذَا قُمْتَ فَمِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِكَ».

ترجمہ رفاعہ بن رافعؓ نبی اکرم ﷺ سے یہ والا واقعہ نقل کرتے ہیں اسمیں یہ الفاظ ہیں جب تم اپنی نماز کیلئے کھڑے ہو تو تکبیر (تحریمہ) کہو پھر سہولت سے جتنا قرآن چاہو پڑھو اور اسمیں یہ اضافہ ہے کہ جب تم اپنی نماز کے درمیان میں بیٹھو (پہلے تشہد کیلئے قعدہ کرو) تو اسمیں اطمینان سے بیٹھو اور اپنی بائیں ران کو بچھا کر اس پر بیٹھو (اور اپنے دائیں پیر کو کھڑا کرلو) پھر تشہد پڑھو پھر جب تم (پہلے قعدہ سے تیسری رکعت کیلئے) کھڑے ہو تو تم اسی طرح کرو یہاں تک کہ تمہاری نماز پوری ہو جائے۔

٨٦١ - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُتَّلِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَلَّادِ بْنِ رَافِعٍ الزُّرَقِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَصَّ هَذَا الْحَدِيثَ قَالَ فِيهِ: «فَتَوَضَّأْ كَمَا أَمَرَكَ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ، ثُمَّ تَشَهَّدْ، فَأَقِمْ ثُمَّ كَبِّرْ، فَإِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ بِهِ، وَإِلَّا فَاحْمَدِ اللهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ». وَقَالَ فِيهِ: «وَإِنِ انْتَقَصْتَ مِنْهُ شَيْئًا انْتَقَصْتَ مِنْ صَلَاتِكَ».

ترجمہ رفاعہ بن رافعؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم ایسا وضو کرو جس طرح کہ اللہ پاک نے وضو کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے پھر اذان کہہ کر اقامت کہو تم پھر تکبیر (تحریمہ) کہو پھر اگر تمہیں قرآن پاک یاد ہو تو وہ پڑھو اور اگر قرآن پاک بالکل یاد نہ ہو تو اللہ پاک کی تعریف اور اسکی تکبیر اور تہلیل کرو اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اسمیں اگر تم نے (کسی واجب میں) کمی کی تو وہ تم نے اپنی نماز میں کمی کی۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٢٤) صحيح البخاري - الاستئذان (٥٨٩٧) صحيح البخاري - الأيمان والنذور (٦٢٩٠) صحيح مسلم - الصلاة (٣٩٧) جامع الترمذي - الصلاة (٣٠٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٠٣) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٤) سنن النسائي - التطبيق (١٠٥٣) سنن النسائي - السهو (١٣١٣) سنن النسائي - السهو (١٣١٤) سنن أبي داود - الصلاة (٨٥٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٦٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٧/٢)

شرح الحدیث قولہ: ثُمَّ تَشَهَّدْ. فَأَقِمْ: اس روایت میں یہ زیادتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے ان صحابی کو اذان

واقامت کا بھی حکم فرمایا، تشہد سے مراد اذان ہے [1]۔

٨٦٢ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْحَكَمِ، ح وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ مَحْمُودٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ شِبْلٍ، قَالَ: «نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ، وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ». هَذَا لَفْظُ قُتَيْبَةَ.

ترجمہ: عبدالرحمن بن شبل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کوے کی مانند ٹھونک مار کر سجدہ کرنے سے منع فرمایااور درندہ کی طرح بحالت سجدہ اپنی کلائیاں بچھانے سے منع فرمایا۔ اور اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی اسطرح جگہ مقرر کرلے کہ جیسا کہ اونٹ اپنے لیئے ایک جگہ خاص کرلیتا ہے یہ قتیبہ استاد کے الفاظ ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - التطبيق (١١١٢) سنن أبي داود - الصلاة (٨٦٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٢٩) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٢٨/٣) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٤/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢٣)

شرح الحدیث: قوله: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ، وَأَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيرُ: یعنی جس طرح کوئی پرندہ جلدی جلدی ٹھونگیں مار کر زمین سے دانہ چنتا ہے اس طرح آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے نماز میں رکوع سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے یعنی یہ کہ بغیر تعدیل ارکان کے کوئی نماز پڑھے، اسی طرح آپ نے سجدہ میں افتراش ذراعین سے منع فرمایا جس طرح درندہ زمین پر کہنیاں بچھا کر آرام سے بیٹھتا ہے اس لئے کہ نماز راحت وآرام حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک قسم کی محنت ومجاہدہ ہے، اسی لئے سجدہ کا جو مسنون طریقہ ہے اس میں آدمی کو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اور اسی طرح آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ کوئی شخص مسجد میں اپنی نماز پڑھنے کی جگہ متعین کرلے کہ ہمیشہ اسی جگہ نماز پڑھا کرے جس طرح اونٹ اپنے بندھنے کی جگہ کو اپنے لئے متعین کرلیتا ہے۔

بعض نے اسکی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس صورت میں عبادت بطور عادت کے ہوجائے گی، حالانکہ عبادت عادت کے طور پر نہیں ہونی چاہیئے بلکہ اس میں نفس وعادت کی مخالفت کے معنی ہونے چاہئیں، نیز ایسا کرنے سے شہرت وریا کا خطرہ ہے لوگوں کی زبان پر یہ آئیگا کہ فلاں شخص کو جب بھی دیکھو مسجد میں فلاں جگہ نماز پڑھتاہوا نظر آتاہے، اور ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں اپنی نماز کی جگہ متعین کرلے گا اگر اتفاق سے وہاں کوئی دوسرا بیٹھ جائے گاتو وہ اس سے اس جگہ کو اپنا حق اور حصہ سمجھ کر مزاحمت کریگا نیز جگہ متعین نہ کرنے میں استکثار شہود کا فائدہ ہے کہ ہر جگہ بروز قیامت گواہی دے گی، اس پر نماز پڑھنے کی۔

٨٦٣ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ سَالِمٍ الْبَرَّادِ، قَالَ: أَتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرٍو

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٢٩

الْأَنْصَارِيَّ أَبَا مَسْعُودٍ، فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، "فَقَامَ بَيْنَ أَيْدِينَا فِي الْمَسْجِدِ، فَكَبَّرَ، فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ أَسْفَلَ مِنْ ذَلِكَ، وَجَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقَامَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ جَافَى بَيْنَ مِرْفَقَيْهِ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَجَلَسَ حَتَّى اسْتَقَرَّ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهُ، فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ أَيْضًا، ثُمَّ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ مِثْلَ هَذِهِ الرَّكْعَةِ فَصَلَّى صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا رَأَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي".

ترجمہ سالم البراد کہتے ہیں کہ ہم ابو مسعود عقبہ بن عامر الانصاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان فرمایئے؟ تو ابو مسعود انصاری ہمارے سامنے مسجد میں کھڑے ہو گئے تاکہ ہمیں یہ طریقہ دکھائیں، چنانچہ انہوں نے تکبیر (تحریمہ) کہی جب آپؓ رکوع میں گئے تو آپؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے کر دیا اور اپنی دونوں کہنیوں (اور دونوں پہلوؤں) میں فاصلہ کر دیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا پھر آپؓ نے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہا اور کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ آپکا ہر عضو اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے اور اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھیں پھر دونوں کہنیوں (اور اپنے دونوں پہلوؤں) میں فاصلہ کر دیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اتنے سکون سے بیٹھ گئے کہ ہر عضو اپنی جگہ آ کر ٹھہر گیا پھر اسی طرح (دوسرا سجدہ) کیا پھر چار رکعات ادا کیں اسی پہلی رکعت کی مانند اور اپنی نماز کو مکمل کر کے فرمایا کہ ہم نے اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

تخریج سنن النسائي – التطبيق (١٠٣٦) سنن النسائي – التطبيق (١٠٣٨) سنن أبي داود – الصلاة (٨٦٣) مسند أحمد – مسند الشاميين (٤/١١٩) مسند أحمد – مسند الشاميين (٤/١٢٠) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٥/٢٧٤) سنن الدارمي – الصلاة (١٣٠٤)

١٥٠ ـ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تُتَمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ»

﴿نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نماز کو نمازی خشوع و خضوع اور دیگر کیفیات کی کمی سے ادا کرتا ہے اسکی نفل نماز کے ذریعہ اس کمی کو پورا کیا جاتا ہے﴾

٨٦٤ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: خَافَ مِنْ زِيَادٍ، أَوِ ابْنِ زِيَادٍ، فَأَتَى الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: فَنَسَبَنِي، فَانْتَسَبْتُ لَهُ، فَقَالَ: يَا فَتَى، أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا، قَالَ: قُلْتُ: بَلَى، رَحِمَكَ اللهُ - قَالَ يُونُسُ: وَأَحْسَبُهُ ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: «إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ»، قَالَ: "يَقُولُ رَبُّنَا جَلَّ وَعَزَّ لِمَلَائِكَتِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ: انْظُرُوا فِي صَلَاةِ عَبْدِي أَتَمَّهَا أَمْ نَقَصَهَا؟ فَإِنْ كَانَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِنْ كَانَ لَهُ

تطوُّع. قَالَ: أَتِمُّوا الْعَبْدِي فَرِيضَتَهُ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَاكُمْ".

ترجمہ: انس بن حکیم الضبی کے متعلق حسنؒ کہتے ہیں کہ انس کو زیاد یا عبید اللہ بن زیاد سے خطرات لاحق ہوئے تو انس بن حکیم مدینہ منورہ تشریف لے آئے وہاں انکی حضرت ابو ہریرہؓ سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے ان انس سے انکے نسب کے متعلق دریافت کیا تو انس کہتے ہیں میں نے ان کو اپنا نسب بیان کیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اے نوجوان کیا میں تمہیں حدیث نہ بیان کروں تو انس نے عرض کیا ضرور بتلایئے، اللہ آپ پر رحم فرمائیں یونس راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حسن بصریؒ استاد نے یوں ذکر کیا تھا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان نہ کروں....... نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا روز قیامت لوگوں کے اعمال میں سے نماز کے متعلق سب سے پہلے حساب لیا جائے گا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل اپنے فرشتوں سے فرمائینگے....... حالانکہ اللہ پاک سب سے بخوبی ہی واقف ہیں....... دیکھو میرے بندے نے اپنی (فرض) نماز کو کامل طور پر ادا کیا ہے یا اس نے یہ نمازیں ناقص ادا کی ہیں پس اگر اس نے نمازیں کامل طور پر ادا کی تو اس کیلئے پورا پورا ثواب لکھا جائے گا اور اگر اس نے ان فرائض میں کچھ کمی کی تو اللہ جل شانہ فرمائیں گے دیکھو کیا میرے بندے نے کچھ نفل نمازیں بھی پڑھی ہیں پس اگر اس بندے کے نامہ اعمال میں نفل نمازیں بھی ہونگی تو اللہ پاک فرمائیں گے کہ میرے بندے کی فرض نمازوں کو اس کی نفل نمازوں سے مکمل کر کے پورا ثواب دو پھر دیگر اعمال کا بھی اسی طریقے پر حساب لیا جائے گا۔

٨٦٥ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلِيطٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی اکرم ﷺ کا فرمان گذشتہ حدیث کی مانند مروی ہے۔

٨٦٦ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى، قَالَ: ثُمَّ الزَّكَاةُ مِثْلُ ذَلِكَ، ثُمَّ تُؤْخَذُ الْأَعْمَالُ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ.

ترجمہ: تمیم داریؒ نبی اکرم ﷺ سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی نقل کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پھر نماز کی طرح زکاۃ کا حساب لیا جائے گا پھر دیگر فرض اعمال کا بھی اسی طرح حساب لیا جائے گا (اور ان اعمال میں نفلی کام کے ذریعے فرائض کی تکمیل کی جائیگی)۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٤١٣) سنن النسائي - الصلاة (٤٦٥) سنن النسائي - الصلاة (٤٦٦) سنن النسائي - الصلاة (٤٦٧) سنن أبي داود - الصلاة (٨٦٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٢٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٢٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (٤/١٠٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٥)

شرح الحدیث اور زیادہ و عبید اللہ بن زیاد کا مختصر حال: عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ حَكِيمٍ الضَّبِّيِّ، قَالَ: خَافَ مِنْ

زِيَادٍ، أَوْ ابْنِ زِيَادٍ: قال کی ضمیر حسن اور خاف کی انس کی طرف راجع ہے حسن بصری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ انس بن حکیم کو کسی بناء پر (جو یہاں کتاب میں مذکور نہیں) زیاد بن عبید یا اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد سے کوئی خوف لاحق ہو ابظاہر یہ بصرہ کا واقعہ ہو گا یہاں کے رہنے والے تھے یہ حضرت حسن ہیں اور یہ ابن زیاد بھی بصرہ ہی کا امیر تھا، تو غرضیکہ یہ اس سے بچ کر مدینہ آ گئے، اس روایت میں شک راوی ہے کہ انس بن حکیم کو جو خطرہ لاحق ہوا تھا وہ زیاد سے تھا یا اس کے بیٹے عبید اللہ سے، دراصل یہ دونوں ہی گڑبڑ آدمی تھے ظالم اور متشدد، زیاد تو حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں ان کی جانب سے امیر عراق تھا اور اس کا بیٹا بصرہ کا امیر تھا، زیاد کا ذکر حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی آتا ہے، چنانچہ مسلم شریف کتاب الایمان [1] پر ہے عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، قَالَ: لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ الخ، اس زیاد کو زیاد بن عبید الثقفی اور زیاد بن ابیہ اور زیاد بن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان بھی کہتے ہیں، تقریر مسلم (الحل المفہم) میں لکھا ہے کہ یہ شروع میں اصحاب علی سے تھا بلکہ ان کی فوج کا سپہ سالار اور جرنیل تھا، حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنی طرف مائل کر لیا تھا اس طور پر کہ اگر تو میرے ساتھ ہو گیا تو میں تیرا استلحاق، یعنی تم کو اپنا بھائی بنا کر قریش میں داخل کر لوں گا، چنانچہ یہ حضرت علیؓ کو چھوڑ کر حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو گیا تھا اور اپنے آپ کو زیاد بن ابی سفیان کہنے لگا۔ دراصل اس کی ماں سمیہ نامی ایک باندی تھی جو عبید کے نکاح میں تھی، ابو سفیانؓ والد معاویہؓ نے زمانہ جاہلیت میں سمیہ کیساتھ زنا کیا تھا جس سے یہ زیاد پیدا ہوا، اسلامی قاعدہ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ [2] کے تحت تو اس کی نسبت عبید کیطرف ہونی چاہئے تھی اور جاہلیت کے دستور کے مطابق زانی یعنی ابو سفیان کیطرف، اس کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اس کو عراق کا والی بنا دیا تھا چونکہ یہ بڑا مدبر اور منتظم قسم کا انسان تھا عراق پر اس نے قابو پالیا اور حضرت معاویہؓ کی جانب لکھ کر بھیجا کہ میں نے عراق کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا ہے اور میرا دایاں ہاتھ خالی ہے مقصد اس کا یہ تھا کہ حجاز کو بھی میری ولایت میں کر دیا جائے، جب اہل حجاز کو اس کی خبر ہوئی تو وہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت میں گئے اور ان سے جا کر صورت حال بیان کی اور اس بات کا خطرہ ظاہر کیا کہ کہیں یہ ان پر مسلط نہ کر دیا جائے اور پھر اہل حجاز پر بھی وہ ظلم و زیادتی کرے جو اہل عراق پر کی ہے، تو اس پر حضرت ابن عمرؓ نے روبقبلہ کھڑے ہو کر زیاد کے حق میں بد دعا فرمائی تھی جس کی وجہ سے وہ شدید مہلک مرض میں مبتلا ہو گیا تھا، یہ تاریخی باتیں ہیں، تاریخ کی کتابوں میں دیکھنے کی ہیں، اس کا بیٹا عبید اللہ تھا جو حضرت حسینؓ کے قتل کی سازش میں شریک تھا اور ان کا سر کاٹ کر اسی کے پاس لایا گیا تھا، پھر ایک وقت وہ بھی آیا تھا کہ خود عبید اللہ کو ہلاک کیا گیا اور کوفہ کی مسجد میں اس کے اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کاٹ کر لا کر رکھا گیا تھا جیسا کہ ترمذی شریف کی کتاب المناقب میں مناقب حسنؓ و حسینؓ کے ذیل میں یہ روایت موجود ہے۔

---

[1] صحيح مسلم - كتاب الإيمان - باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم ٦٣

[2] سنن أبي داؤد - كتاب الطلاق - باب الولد للفراش ٢٢٧٣

قولہ: فَنَسَبَنِي، فَانْتَسَبْتُ لَهُ: یعنی حضرت ابوہریرہؓ نے میرا نام نسب وغیرہ دریافت کیا کون ہو؟ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے اپنا نسب بیان کر دیا۔

قولہ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ النَّاسُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَعْمَالِهِمُ الصَّلَاةُ: یعنی اعمال عباد میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، یہ حدیث سنن اربعہ کی روایت ہے ترمذی وغیرہ میں بھی ہے۔

دو متعارض حدیثوں میں تطبیق: اور بظاہر یہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث کے خلاف ہے جسکو بخاری نے روایت کیا ہے باب القصاص یوم القیامۃ کے ذیل میں أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ بِالدِّمَاءِ [1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے فیصلہ خون اور قصاص کا ہوگا، اس کے کئی جواب دیئے گئے ہیں:

① حافظ عراقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک حدیث کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور دوسری کا حقوق العباد سے، حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے خون اور قصاص کا، اب رہی یہ بات کہ فی نفسہ حقوق اللہ کا حساب پہلے ہوگا یا حقوق العباد کا، سو یہ امر آخر ہے وہ فرماتے ہیں کہ ظواہر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق اللہ کا محاسبہ اولاً ہوگا بعد میں حقوق العباد کا۔

② حدیث الباب ضعیف ہے اس کی سند میں انس بن حکیم ضبی ہیں ان کو مجہول کہا گیا ہے اور وہ دوسری حدیث بخاری قوی ہے۔

③ ایک حدیث میں محاسبہ مذکور ہے اور دوسری میں قضا اور دونوں میں فرق ظاہر ہے، سو ہو سکتا ہے کہ حساب تو پہلے نماز کا ہو اور فیصلہ کے وقت میں فیصلہ پہلے قصاص کا ہو نماز کا فیصلہ بعد میں ہو۔

قولہ: وَإِنْ كَانَ انْتَقَصَ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: انْظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ یعنی اگر کسی کی نمازوں میں نقص ہوگا تو اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے گا، اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں نقصان سے کیا مراد ہے؟ صرف خشوع وخضوع اور آداب کی کمی یا مطلقاً فرض نہ پڑھنا بھی اس میں داخل ہے اس میں دونوں قول ہیں قاضی ابو بکر ابن العربیؒ نے اس میں عموم کو اختیار کیا کہ دونوں صورتوں کو شامل ہے اللہ تعالیٰ کے فضل اور وسعت رحمت سے یہ بعید نہیں [2]۔

اس حدیث سے نوافل وسنن کی اہمیت ثابت ہوتی ہے کہ انکے ذریعہ سے فرض نمازوں میں جو نقصان واقع ہو جاتا ہے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري – كتاب الرقاق – باب القصاص يوم القيامة ٦١٦٨

[2] عارضة الأحوذي شرح صحيح الترمذي – ج ٢ ص ٢٠٧

بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

١٥١ - وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ

رکوع اور سجدوں کے ابواب کے بعد گھٹنوں پر دونوں ہاتھ رکھنے کا بیان

اس باب میں مصنفؒ نے اولاً سعد بن ابی وقاصؓ کی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابتداء میں رکوع کی حالت میں تطبیق کی جاتی تھی پھر وہ منسوخ ہو گئی اور بجائے اس کے وضع الیدین علی الرکبتین کا حکم ہو گیا۔

تطبیق یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کے کفین کو ملا کر ایک کی انگلیاں دوسرے میں داخل کر دی جائیں جس طرح تشبیک میں ہوتا ہے اور پھر دونوں ہاتھوں کو رکبتین کے بیچ میں دبالیا جائے اس کے بعد مصنفؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ذکر فرمائی جس میں تطبیق مذکور ہے۔

تطبیق فی الرکوع کا حکم: جمہور کا مسلک حدیث اول کے مطابق ہے کہ تطبیق منسوخ ہے، البتہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے بعض اصحاب علقمہ واسود تطبیق کے قائل تھے، ہو سکتا ہے ان کو نسخ کا علم نہ ہو سکا ہو یا وہ تخییر کے قائل ہوں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں حضرت علیؓ سے منقول ہے آدمی کو اختیار ہے کہ رکوع میں خواہ وضع الیدین علی الرکبتین کرے خواہ تطبیق ❶، نسائی شریف میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے عَنْ عُمَرَ قَالَ: «سُنَّتْ لَكُمُ الرُّكَبُ، فَأَمْسِكُوا بِالرُّكَبِ» ❷ یعنی رکوع میں امساک بالرکب، اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مظبوط پکڑ لینا سنت ہے۔

٨٦٧ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ، قَالَ أبو داؤد: وَاسْمُهُ وَقْدَانُ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي، فَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ، فَنَهَانِي عَنْ ذَلِكَ، فَعُدْتُ، فَقَالَ: «لَا تَصْنَعْ هَذَا، فَإِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ، فَنُهِينَا عَنْ ذَلِكَ، وَأُمِرْنَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِيَنَا عَلَى الرُّكَبِ».

ترجمہ مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز ادا کی تو میں نے رکوع میں تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے تو مجھے میرے والد سعد بن ابی وقاصؓ نے اس تطبیق سے منع فرمایا میں نے دوسری بار بھی اسی طرح تطبیق کی تو میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ تم یہ تطبیق مت کرو کیونکہ ہم شروع اسلام میں ایسا ہی کرتے تھے تو ہمیں اس تطبیق سے منع کر دیا گیا اور ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم (رکوع میں) اپنے ہاتھ، اپنے گھٹنوں پر رکھیں۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٥٧) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٥) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٣٢) سنن النسائي - التطبيق (١٠٣٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٦٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٧٣) مسند

---

❶ المصنف لابن أبي شيبة - كتاب الصلاة - باب من كان يقول: إذا ركعت فضع يديك على ركبتيك ٢٥٥٣ (ج ٢ ص ٤٣٩)

❷ سنن النسائي - كتاب التطبيق - باب الإمساك بالركب في الركوع ١٠٣٤

أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٨١) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٨٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٣)

٨٦٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: «إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَفْرِشْ ذِرَاعَيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَلْيُطَبِّقْ بَيْنَ كَفَّيْهِ، فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى اخْتِلَافِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص رکوع کرے تو اپنی دونوں کلائیوں کو اپنی دونوں رانوں پر بچھادے اور دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں کے درمیان رکھ کر تطبیق کرے گویا میں نبی اکرم ﷺ کی مبارک انگلیوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٤) سنن النسائي - المساجد (٧١٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٢٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٣٠) سنن النسائي - التطبيق (١٠٣١) سنن أبي داود - الصلاة (٨٦٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٣٧٨) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٢٦) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١/٤٥٩)

١٥٢ - بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ

رکوع اور سجدہ میں پڑھی جانے والی تسبیحات کا بیان

٨٦٩ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ: عَنْ عَمِّهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: {فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ [1]}، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ». فَلَمَّا نَزَلَتْ {سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى [2]}، قَالَ: «اجْعَلُوهَا فِي سُجُودِكُمْ».

ترجمہ: عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ جب آیت مبارکہ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اس کو اپنے رکوع میں ورد بنالو پس جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس تسبیح کو اپنے سجدوں میں ورد بنالو۔

٨٧٠ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى أَوْ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، بِمَعْنَاهُ زَادَ، قَالَ: فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَكَعَ قَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ» ثَلَاثًا، وَإِذَا سَجَدَ قَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ» ثَلَاثًا. قَالَ أَبُو دَاوُد: «وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ نَخَافُ أَنْ لَا تَكُونَ مَحْفُوظَةً». قَالَ أَبُو دَاوُد: «انْفَرَدَ أَهْلُ مِصْرَ بِإِسْنَادِ هَذَيْنِ الْحَدِيثَيْنِ، حَدِيثِ الرَّبِيعِ، وَحَدِيثِ أَحْمَدَ بْنِ يُونُسَ».

---

[1] سو بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا (سورة الواقعة ٧٤)

[2] پاکی بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر (سورة الأعلى ١)

ترجمة: عقبہ بن عامر سے گزشتہ حدیث کے ہم معنیٰ روایت مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ تین دفعہ کہتے اور جب سجدے میں جاتے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ تین دفعہ کہتے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ یہ زیادتی شاذ ہو۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٦٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٧) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٥/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٥)

شرح الأحاديث: عَنْ مُوسَى، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ مُوسَى بْنِ أَيُّوبَ: اس حدیث کی سند میں مصنفؒ کے دو استاذ ہیں ربیع بن نافع اور موسیٰ بن اسماعیل ان دونوں کے استاذ ہیں ابن المبارک اور ان کے استاذ ہیں موسیٰ بن ایوب، ابوسلمہ کنیت ہے مصنف کے استاذ موسیٰ بن اسماعیل کی۔

عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مصنف کے استاذ ربیع نے عبداللہ بن المبارکؒ کے استاذ کا صرف نام بیان کیا ہے اور صرف عن موسیٰ کہا اور مصنف کے دوسرے استاذ موسیٰ بن اسماعیل جن کی کنیت ابوسلمہ ہے انہوں نے عن موسیٰ ابن ایوب کہا "عن عمہ" موسیٰ بن اسماعیل کے چچا کا نام جن سے وہ روایت کررہے ہیں ایاس بن عامر ہے۔

قولہ: اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ: یعنی اس آیت کے مضمون کو رکوع میں پڑھا کرو، اور یہی مراد اگلے جملہ میں ہے، تسبیحات رکوع وسجود کا حکم پہلے گزر چکا عند الجمہور سنت ہیں اور یہی ایک روایت امام احمدؒ سے ہے، داؤد ظاہری اور امام احمدؒ کی دوسری روایت وجوب کی ہے۔

قولہ: قَالَ ابو داؤد: «وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ نَخَافُ أَنْ لَا تَكُونَ مَحْفُوظَةً». **کلام مصنفؒ کی تشریح:** پہلی روایت میں موسیٰ بن ایوب کے شاگرد ابن المبارک تھے اور اس دوسری میں لیث بن سعد ہیں، ابن المبارک کی روایت میں صرف یہ تھا کہ جس وقت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى یہ دو آیتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اجْعَلُوهَا فِي رُكُوعِكُمْ، اور اس دوسری روایت میں مزید برآں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اور سجود میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى وَبِحَمْدِهِ پڑھتے تھے، اسی کو مصنفؒ فرمارہے ہیں لیکن اس زیادتی کے بارے میں جو دوسری روایت میں ہے، مصنف یہ فرمارہے ہیں کہ یہ زیادتی ہمارے خیال میں ثابت نہیں، اور یہ بھی احتمال ہے کہ مصنف کے اس کلام کا تعلق صرف لفظ وَبِحَمْدِهِ سے ہو یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کیساتھ وَبِحَمْدِهِ کی زیادتی ثابت نہیں اب یا تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خاص اس حدیث میں ثابت نہیں گو فی نفسہ دوسری روایت سے ثابت ہے اور ممکن ہے مراد یہ ہو کہ کسی بھی روایت میں ثابت نہیں ہو اللہ تعالیٰ أعلم۔

رکوع وسجود کی تسبیح میں وبحمدہ کی زیادتی: اور یہ وَبِحَمْدِهِ کی زیادتی عند الشافعیہ مستحب ہے

کما فی روضۃ المحتاجین اور ایسے ہی عند المالکیۃ کما فی الانوار الساطعۃ اور ابن قدامہ نے مغنی میں امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص رکوع و سجود کی تسبیح میں وبحمدہٖ کا اضافہ کرے تو امید یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں، امام احمدؒ فرماتے ہیں أما أنا فلا أقول وبحمده، ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ابن المنذر نے امام شافعی اور اصحاب الرائے سے یہی نقل کیا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو روایات اشہر و اکثر ہیں ان میں یہ زیادتی نہیں ہے، اور امام ابوداؤد نے بھی اس کے ثبوت میں تردد ظاہر کیا ہے [1]۔

٨٧١ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: قُلْتُ لِسُلَيْمَانَ: أَدْعُو فِي الصَّلَاةِ إِذَا مَرَرْتُ بِآيَةِ تَخَوُّفٍ، فَحَدَّثَنِي، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ مُسْتَوْرِدٍ، عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، وَفِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، وَمَا مَرَّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَسَأَلَ، وَلَا بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ عِنْدَهَا فَتَعَوَّذَ.

ترجمہ: شعبہ کہتے ہیں میں نے سلیمان سے کہا کہ جب میں کسی آیت کو پڑھوں جس میں اللہ پاک کے عذاب کا ذکر ہے تو کیا اس نماز میں دعا مانگ سکتا ہوں؟ تو سلیمان اعمش نے اپنی سند سے مجھے حدیث بیان کی کہ حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی پس نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے اور اپنے سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے اور کسی بھی رحمت کی آیت کو تلاوت کے دوران جب پڑھتے تو اس آیت کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر اللہ پاک سے رحمت کا سوال کرتے اور جب کسی عذاب کی آیت کی تلاوت کرتے تو وہ پڑھ کر تھوڑی دیر ٹھہرتے اور اللہ پاک کے عذاب سے پناہ طلب کرتے۔

تخریج: صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٧٢) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٢) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٠٨) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٠٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٦) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٣٣) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٦٤) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٦٥) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٣٥١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٨٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٩٨/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٠٠/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٦)

٨٧٢ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ دعا پڑھتے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (میرا رکوع اس ذات کیلئے ہے جو مخلوق کی صفات سے پاک صاف اور بابرکت ہے اے فرشتوں کے خالق اور

---

[1] المغني ويليه الشرح الكبير - ج ١ ص ٥٤٣

روح کے خالق)۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٨٧) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٨) سنن النسائي - التطبيق (١١٣٤) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٩٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١١٥/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٤٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٤٩/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٣/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٦٦/٦)

٨٧٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قُمْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً، فَقَامَ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ، لَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ، وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ، قَالَ: ثُمَّ رَكَعَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ، يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ»، ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ قِيَامِهِ، ثُمَّ قَالَ فِي سُجُودِهِ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَامَ فَقَرَأَ بِآلِ عِمْرَانَ، ثُمَّ قَرَأَ سُورَةً سُورَةً.

ترجمہ: عوف بن مالک الاشجعیؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ (آپ ﷺ کی اقتداء میں) نماز کیلئے کھڑا ہوا پس حضور ﷺ نے پہلی رکعت کے قیام میں سورۃ بقرۃ کی تلاوت فرمائی آپ ﷺ کسی بھی ایسی آیت سے گزرتے جس میں رحمت الٰہیہ کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ اس آیت پر ٹھہر کر اللہ پاک سے رحمت کا سوال کرتے اور جس کسی آیت عذاب سے گزرتے آپ ﷺ اس آیت پر ٹھہر کر اللہ کے عذاب سے پناہ مانگتے، عوفؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر رکوع فرمایا اور آپ ﷺ اپنے رکوع میں یہ دعا پڑھ رہے ہوتے پاک ہے وہ ذات جو زبردست اور بڑی بادشاہت اور عظمت اور بڑائی والی ذات ہے پھر آپ ﷺ نے اپنے قیام کے بقدر سجدہ کیا پھر اپنے سجدے میں ایسے ہی دعا مانگی پھر آپ ﷺ دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے سورۃ آل عمران کی قرأت کی پھر (آخری دو رکعتوں میں سے ہر ہر رکعت میں) ایک ایک سورۃ تلاوت فرمائی۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٤/٦)

٨٧٤ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ الْجَعْدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ، فَكَانَ يَقُولُ: «اللهُ أَكْبَرُ - ثَلَاثًا - ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ»، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، وَكَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ»، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ، فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ، يَقُولُ: لِرَبِّيَ الْحَمْدُ، ثُمَّ سَجَدَ، فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ، فَكَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ، وَكَانَ يَقْعُدُ فِيمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ، وَكَانَ يَقُولُ: «رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي»، فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ، فَقَرَأَ فِيهِنَّ الْبَقَرَةَ، وَآلَ عِمْرَانَ، وَالنِّسَاءَ، وَالْمَائِدَةَ، أَوِ الْأَنْعَامَ. شَكَّ شُعْبَةُ.

ترجمہ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کی نماز (تہجد) پڑھتے دیکھا تو حضور ﷺ تین مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے بعد ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ پڑھتے پھر آپ ﷺ نے نماز کی نیت باندھی اور سورۂ بقرہ کی قرأت فرمائی پھر رکوع کیا اور آپ ﷺ کا رکوع آپ ﷺ کے قیام میں ٹھہرنے کے بقدر تھا اور آپ ﷺ اپنے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھتے جاتے پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپ ﷺ کا قومہ آپ ﷺ کے رکوع کے بقدر تھا آپ ﷺ قومہ میں فرماتے لِرَبِّيَ الْحَمْدُ پھر آپ ﷺ سجدہ فرماتے اور آپ ﷺ کا سجدہ آپ ﷺ کے قیام کے قریب قریب تھا اور آپ اپنے سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے جاتے پھر آپ ﷺ سجدے سے اپنا سر اٹھاتے اور آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان سجدہ میں ٹھہرنے کی مقدار کے قریب ٹھہرتے اور آپ ﷺ (دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں) رَبِّ اغْفِرْ لِي، رَبِّ اغْفِرْ لِي پڑھتے جاتے اس طرح حضور ﷺ نے چار رکعت نماز (تہجد) پڑھی اور اس میں سورۂ بقرہ، آل عمران، سورۂ نساء اور (چوتھی رکعت میں) سورہ مائدہ یا انعام کی قرأت فرمائی، شعبہ کو شک ہے (کہ ان کے استاد عمرو بن مرہ نے حضور ﷺ کی چوتھی رکعت میں پڑھی جانے والی سورۃ کا نام سورہ مائدہ ذکر کیا تھا یا سورہ انعام۔

تخریج صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٧٢) جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٢) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٠٨) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٠٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٦) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٣٣) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٦٤) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٦٥) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٨٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٩٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٩٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٤٠٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٦)

١٥٣ - بَابٌ فِي الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رکوع اور سجدے میں دعا مانگنے کا بیان

٨٧٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ، يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَا».

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بندہ حالت سجدہ میں اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس تم لوگ بکثرت دعا مانگا کرو۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٨٢) سنن النسائي - التطبيق (١١٣٧) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢١)

شرح الحدیث قوله: أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ، فَأَكْثِرُوا الدُّعَا: یعنی بندہ کو سب سے زیادہ قربِ

خداوندی اس حالت میں حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ سجدہ میں ہو لہذا سجدہ میں کثرت سے دعا کیا کرو تاکہ وہ دعا جلد قبول ہو، اسی سے اگلی حدیث میں آرہا ہے کہ سجدہ میں کوشش کیساتھ دعا کیا کرو فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ، اس لئے کہ اس حالت کی دعا اس لائق ہے کہ وہ قبول کی جائے۔

یہ دعاء فی السجود کا حکم عند الحنفیہ نوافل پر محمول ہے اور بظاہر شافعیہ کے نزدیک یہ عام ہے جیسا کہ باب الدعا بین السجدتین میں یہ اختلاف گزر چکا۔

تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکوع سجود: اس حدیث میں ایک اور مسئلہ اختلافی ہے وہ یہ کہ ارکان صلاۃ میں سے کون سا رکن زیادہ افضل ہے قیام یا سجود، امام ترمذیؒ نے دونوں پر مستقل باب باندھا ہے بَابُ مَا جَاءَ فِي طُولِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَثْرَةِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، دراصل اس سلسلہ میں دو حدیثیں ہیں اور دونوں ہی صحیح ہیں، صحیح مسلم اور مسند احمد وغیرہ کی ہیں ایک تو یہی حدیث الباب، اور دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا أَفْضَلُ الصَّلَاةِ طُولُ الْقُنُوتِ [1]، یہ حدیث ابوداود میں بھی کتاب الصلاۃ کے اواخر میں باب افتتاح صلاۃ اللیل برکعتین میں آرہی ہے أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: طُولُ الْقِيَامِ [2]، یہ حدیث تو افضلیت قیام میں صریح ہے اسی لئے جمہور ومنهم الحنفية والشافعية اسی کے قائل ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ رکوع وسجود کی تکثیر وتطویل افضل ہے یہ رائے ہے حضرت ابن عمرؓ اور حنفیہ میں سے امام محمدؒ کی، تیسرا قول یہ ہے: الفرق بين صلوة الليل وصلوة النهار، دن میں تکثیر رکوع وسجود اور رات میں تطویل قیام افضل ہے اس کو اختیار کیا ہے اسحاق بن راہویہ [3] نے، اور امام احمدؒ نے اس مسئلہ میں توقف کیا اور کوئی فیصلہ نہیں فرمایا ہے۔

جمہور حدیث الباب کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات میں نص نہیں ہے، حالت سجود میں بندہ کے اقرب الی اللہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ سجود قیام سے افضل ہے، اس لئے کہ یہ قرب باعتبار اجابت دعا کے ہے کیونکہ سجدہ کی حالت

---

[1] صحيح مسلم – كتاب صلاة المسافرين وقصرها – باب أفضل الصلاة طول القنوت ٧٥٦

[2] سنن أبي داود – كتاب الصلاة – باب طول القيام ١٤٤٩

[3] امام ابویوسف و اسحق ابن راہویہ کا مسلک: لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو قرآن کی ایک متعین مقدار پڑھنی ہو مثلاً ایک پارہ تو پھر اس صورت میں تکثیر سجود ہی افضل ہے اس لئے کہ اس شخص کی مقدار قیام تو بہر حال ایک ہی رہے گی اس میں تو کوئی زیادتی نہ ہوگی اس لئے کہ ایک ہی پارہ کے بقدر کھڑا ہونا ہے اب تکثیر سجود میں سجود کی زیادتی کا ثواب مزید برآں ہوگا، اور اگر کسی کو زمانہ کی مقدار معین میں نماز پڑھنی ہو مثلاً پندرہ منٹ تو اس صورت میں طول قیام بہتر ہے اب بجائے اس کے کہ اس وقت میں متعدد رکعات پڑھ کر تکثیر سجود کرے اس سے یہ بہتر ہوگا کہ قیام کو طویل کر کے صرف دو رکعت پڑھے، اسحق بن راہویہ کے مذہب کی یہ تفصیل امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں تحریر فرمائی ہے، اور میں کہتا ہوں کہ یہی تفصیل امام ابو یوسف سے بھی منقول ہے یعنی مقدار معین من الزمان اور مقدار معین من القرآن کا فرق، ۱۲ منہ۔

غایت تذلل اور عاجزی کی ہے اس لئے اس میں قبولیت دعا زیادہ متوقع ہے، نیز رکوع وسجود کا وظیفہ ذکر و تسبیح ہے اور حالت قیام کا وظیفہ تلاوت قرآن ہے، جو تمام اذکار سے افضل ہے، صاحب منہل [1] لکھتے ہیں کہ مالکیہ کے اس مسئلہ میں دونوں قول ہیں، لیکن یہ اختلاف انکے یہاں اس صورت میں ہے جب کثرت سجود اور قیام دونوں کا زمانہ ایک ہو اور اگر متفاوت ہو تو جس کا زمانہ اطول ہوگا وہی افضل ہوگا۔

٨٧٦ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: «يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرَى لَهُ، وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا، أَوْ سَاجِدًا، فَأَمَّا الرُّكُوعُ، فَعَظِّمُوا الرَّبَّ فِيهِ، وَأَمَّا السُّجُودُ، فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ، فَقَمِنٌ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ».

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پردہ ہٹایا تو لوگ ابوبکرؓ کے پیچھے صف بندی کیے ہوئے (نماز ادا کر رہے) تھے تو حضور ﷺ نے (نماز کے ختم ہونے کے بعد) ارشاد فرمایا اے لوگو! نبوت کی خوشخبریوں میں سے کچھ باقی نہ رہا سوائے اچھے خوابوں کے، جو کوئی مسلمان (اپنے لیے) دیکھتا ہے یا اس مسلمان شخص کیلئے (کسی دوسرے شخص کو) خواب دکھایا جاتا ہے...... اور مجھے رکوع اور سجدے کی حالت میں قرآن پاک کی تلاوت کرنے سے منع کیا گیا ہے پس رکوع میں تم لوگ اپنے رب کی بڑائی بیان کرو اور سجدے میں مبالغہ کے ساتھ دعا مانگو یہ دعا قبول ہونے کے زیادہ لائق اور حقدار ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٧٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٥) سنن النسائي - التطبيق (١١٢٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٦) سنن ابن ماجه - تعبير الرؤيا (٣٨٩٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢١٩/١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢٦).

شرح الحدیث: قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ: یہ حضور ﷺ کے مرض الوفاۃ کا قصہ ہے جس میں آپ ﷺ نے فرض نمازوں کی امامت صدیق اکبرؓ کے سپرد فرمادی تھی، غالباً یہ دوشنبہ کے روز جو کہ یوم وفات ہے اس میں صبح کی نماز کا قصہ ہے کہ صدیق اکبرؓ مسجد نبوی میں نماز پڑھا رہے تھے تو آپ ﷺ نے حجرۂ شریفہ کے دروازہ پر جو پردہ آویزاں تھا اس کو ہٹا کر لوگوں کے صدیق اکبرؓ کے پیچھے نماز کا آخری نظارہ فرمایا۔

شرح حدیث: قوله: إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ [2] إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ: مبشرات کسر سین کے ساتھ خوشخبریاں یعنی نبی کو بحالت نبوت اس کی زندگی میں جو خوشخبریاں (مراد مطلق پیش آنے والے امور اور باتیں ہیں) جن ذرائع سے معلوم ہوتی ہیں ان ذرائع میں سے اب کوئی ذریعہ باقی نہیں رہیگا، بجز رویائے صالحہ (سچے خواب) کے، وہ ذرائع تین ہیں، وحی، الہام،

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٣٢٣

[2] مبشرات کا اطلاق تو خوابات پر ہوتا ہے، مگر یہاں بظاہر لازمی معنی مراد ہیں (ذرائع علم) ورنہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا اتحاد لازم آئے گا، کما ہو ظاہر، ۱۲ منہ۔

رویائے صادقہ، مقصود یہاں صرف انقطاع وحی کو بیان کرنا ہے کہ میرے انتقال کے بعد اب وحی جس کے ذریعہ مخفی امور کا علم ہوتا رہتا تھا، منقطع ہونیوالی ہے البتہ خوابات باقی رہ جائیں گے، الہام گو آئندہ بھی باقی رہے گا، لیکن وہ سب کیلئے نہیں بلکہ خواص اور اولیاء کیلئے ہے اس لئے اس کا نظر انداز کر دیا گیا (سندي على النسائي ص ١٦٠) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوابات کے ذریعہ بعض امور کا انکشاف ہوتا ہے جس سے یقیناً ایک نوع کی تسلی اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے، باقی احکام شرعیہ میں خواب معتبر نہیں کہ وہ حجت شرعیہ نہیں ہے۔

قوله: يَرَاهَا الْمُسْلِمُ، أَوْ تُرَى لَهُ: آدمی خواب کبھی اپنے بارے میں خود دیکھتا ہے اور کبھی اس کے بارے میں دوسرے کو دکھایا جاتا ہے۔

قوله: وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا، أَوْ سَاجِدًا: رکوع وسجود میں چونکہ اپنی انتہائی ذلت وپستی کا اظہار ہوتا ہے تو تسبیح تو اس حال کے مناسب ہے کہ آدمی اپنی ذلت وپستی کے اقرار واظہار کے ساتھ باری تعالیٰ کا اس سے منزہ ہونا ظاہر کرے، باقی قرآن کریم تو اللہ کا کلام اور اس کی صفت ہے اور قاری قرآن گویا حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے، سو یہ ہیئت ذلت وپستی کی اس ہمکلامی کے مناسب نہیں اسی لئے اس حالت میں تلاوت سے منع کیا گیا ہے۔

٨٧٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ: «سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں بکثرت یہ دعا پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي آپ قرآن پاک (کی آیت فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ) کی تفسیر اپنے اس عمل سے فرمارہے ہوتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٦١) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٤) صحيح البخاري - المغازي (٤٠٤٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٨٣) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٦٨٤) صحيح مسلم - الصلاة (٤٨٤) سنن النسائي - التطبيق (١٠٤٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٢٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٩)

شرح الحديث: قوله: يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ: تاول بمعنی عمل یعنی تفسیر بالعمل اور قرآن سے مراد سورۂ نصر کی آیت شریفہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ [1]، یہ دعا حنفیہ کے نزدیک نوافل پر محمول ہے یا پھر حضور ﷺ کی خصوصیت ہے۔

٨٧٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ،

---

[1] تو پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا (سورۃ النصر ٣)

عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ: «اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ، دِقَّهُ، وَجِلَّهُ، وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ» زَادَ ابْنُ السَّرْحِ: عَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدوں میں یہ دعا مانگتے اے اللہ! میرے چھوٹے بڑے اگلے پچھلے اور کھلم کھلا اور چھپ چھپا کر کیے ہوئے گناہوں کو معاف فرما۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٨٣) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٨).

٨٧٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَلَمَسْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ سَاجِدٌ وَقَدَمَاهُ مَنْصُوبَتَانِ، وَهُوَ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَأَعُوذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ، أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں حضور ﷺ کو گم پایا (حضرت عائشہؓ کے سونے کے دوران رسول اللہ ﷺ گھر سے مسجد تشریف لے گئے یہ حضرت عائشہؓ بیدار ہوئیں تو آپ ﷺ کو نہ پا کر مسجد گئیں) تو میں نے آپ ﷺ کو مسجد میں تلاش کیا (مسجد نبوی بھی مراد ہو سکتی ہے اور گھر میں مقرر شدہ نماز کیلئے جگہ بھی مراد ہو سکتی ہے) تو آپ ﷺ کو حالت سجدہ میں پایا آپ ﷺ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ ﷺ یہ دعا مانگ رہے تھے اے اللہ! میں اپنی رضا کے ذریعے سے آپکی ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور آپ کی معافی کے واسطہ سے آپ کی سزا سے پناہ مانگتا ہوں اور میں آپ کی ذات کے واسطہ سے آپ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں آپ کی تعریف نہیں بیان کر سکتا۔ آپ ایسے اوصاف والے ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٨٦) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٩٣) سنن النسائي - التطبيق (١١٠٠) سنن النسائي - التطبيق (١١٣٠) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٣٤) سنن أبي داود - الصلاة (٨٧٩) سنن ابن ماجه - الدعا (٣٨٤١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٥٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٠١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٩٧).

١٥٤ - بَابُ الدُّعَاءِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں دعا مانگنے کا بیان

٨٨٠ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي صَلَاتِهِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ، وَالْمَغْرَمِ» فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ: مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ

الْمَغْرَمِ؟. فَقَالَ: «إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ، وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ».

ترجمہ: عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ان کو بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں (تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے) یہ دعامانگا کرتے تھے اے اللہ! میں آپکی پناہ پکڑتا ہوں عذاب قبر سے اور آپکی پناہ پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اے اللہ! میں آپکی پناہ پکڑتا ہوں گناہ والے کام سے اور مقروض ہوجانے سے........ کسی کہنے والے نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ قرض چڑھ جانے سے اس قدر پناہ مانگا کرتے ہیں (یہ بات بطور تعجب کے کہی) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا آدمی پر جب قرضہ چڑھ جاتا ہے تو یہ شخص جب گفتگو کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب وعدہ کرتا ہے تو یہ شخص وعدہ پورا نہیں کرتا۔

تخریج: صحيح البخاري – الأذان (٧٩٨) صحيح البخاري – في الاستقراض وأداء الديون والحجر والتفليس (٢٢٦٧) صحيح البخاري – الدعوات (٦٠٠٧) صحيح البخاري – الدعوات (٦٠١٤) صحيح البخاري – الدعوات (٦٠١٥) صحيح البخاري – الدعوات (٦٠١٦) صحيح البخاري – الفتن (٦٧١٠) صحيح مسلم – المساجد ومواضع الصلاة (٥٨٧) صحيح مسلم – المساجد ومواضع الصلاة (٥٨٩) سنن النسائي – السهو (١٣٠٩) سنن النسائي – الاستعاذة (٥٤٥٤) سنن النسائي – الاستعاذة (٥٤٦٦) سنن النسائي – الاستعاذة (٥٤٧٢) سنن النسائي – الاستعاذة (٥٤٧٧) سنن النسائي – الاستعاذة (٥٥٠٤) سنن أبي داود – الصلاة (٨٨٠) سنن ابن ماجه – الدعا (٣٨٣٨) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٨٩) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٦/٢٧٠)

٨٨١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ تَطَوُّعٍ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ النَّارِ، وَيْلٌ لِأَهْلِ النَّارِ».

ترجمہ: عبدالرحمن بن ابی لیلی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نفل نماز ادا کی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں جہنم کی آگ سے، جہنم والوں کے لیئے ہلاکت ہو۔

تخریج: سنن أبي داود – الصلاة (٨٨١) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٤/٣٤٧)

٨٨٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ وَقُمْنَا مَعَهُ، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي، وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا. فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: «لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا» يُرِيدُ رَحْمَةَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے تو ایک اعرابی نے دوران نماز یہ دعا مانگی اے اللہ! مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ فرما پس جب حضور ﷺ نے نماز کا سلام پھیرا تو اس اعرابی سے ارشاد فرمایا کہ تم نے ایک وسیع شئ........ حضور ﷺ کی

مراد اللہ پاک کی رحمت ہے...... کو تنگ اور کم کر دیا (کیونکہ اللہ پاک کی رحمت تو تمام لوگوں کے لئے عام ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر لیکن تم نے رحمت الٰہی کو صرف اپنے ساتھ اور حضور ﷺ کے ساتھ خاص کر کے غلط طریقہ سے دعا مانگی)۔

تخریج صحيح البخاري - الأدب (٥٦٦٤) جامع الترمذي - الطهارة (١٤٧) سنن النسائي - السهو (١٢١٦) سنن النسائي - السهو (١٢١٧) سنن أبي داود - الصلاة (٨٨٢) سنن ابن ماجه - الطهارة وسننها (٥٢٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٣)

شرح الحدیث قوله: فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ فِي الصَّلَاةِ: اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي، وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا: یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں بَابُ الْأَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ کے تحت گزر چکی یہ وہی اعرابی ہیں جنہوں نے مسجد میں پیشاب کر دیا تھا، اس اعرابی کی تعیین میں علماء کے اقوال تقریر ابو داود [1] میں گزر چکے۔

٨٨٣ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا قَرَأَ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، قَالَ: «سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى»، قَالَ أَبُو دَاوُد: «خُولِفَ وَكِيعٌ فِي هَذَا الْحَدِيثِ»، وَرَوَاهُ أَبُو وَكِيعٍ، وَشُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَوْقُوفًا.

ترجمہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى تلاوت فرماتے تو آپ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھتے (نماز نفل میں یا بعد کی تلاوت مراد ہے) امام ابوداودؒ فرماتے ہیں اس حدیث میں وکیع کی مخالفت کی گئی ہے (سند کے بیان کرتے ہیں) اس حدیث کو وکیع کے والد اور شعبہ نے ابو اسحٰق راوی کے بعد بواسطہ سعید بن جبیر ابن عباسؓ سے بطور انکے اثر موقوف نقل کیا ہے۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٨٨٣) مسند أحمد - ومن مسند بني هاشم (١/٢٣٢)

شرح الحدیث قوله: كَانَ إِذَا قَرَأَ: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، قَالَ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى: یعنی سورت ختم ہونے پر یہ پڑھتے تھے، یا یہ کہ فوراً اس آیت کے بعد اسی وقت یہ پڑھتے تھے، اب ظاہر تو یہ ہے کہ یہ پڑھنا عام ہے صلاۃ اور خارج صلاۃ دونوں کو، عون المعبود میں بعض شراح (مظہر) سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس طرح کی چیزیں نماز کے اندر بھی جائز ہیں، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک داخل صلاۃ جائز نہیں، اور تورپشتیؒ کہتے ہیں کہ اسی طرح امام مالکؒ کے نزدیک بھی نوافل میں جائز ہے، اور حضرتؒ نے بذل میں لکھا ہے لعل هذا كان خارج الصلوة أو في النوافل [2]۔

یہاں پر یہ سوال ہے کہ اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے یعنی دعا في الصلاة سے، اس میں تو کوئی دعا مذکور نہیں، جواب یہ ہو

---

[1] رقم الحديث ٤٦٥ کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٥٦

سکتا ہے کہ اس میں تسبیح تو مذکور ہے والثناء علی الکریم دعا وفی الحدیث أفضل الدعا الحمد للہ ❶۔

٨٨٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَوْقَ بَيْتِهِ، وَكَانَ إِذَا قَرَأَ: { أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ❷ قَالَ: «سُبْحَانَكَ»، فَبَكَى، فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: «سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ». قَالَ أَبُو دَاوُد: "قَالَ أَحْمَدُ: يُعْجِبُنِي فِي الْفَرِيضَةِ أَنْ يَدْعُوَ بِمَا فِي الْقُرْآنِ".

ترجمہ: موسیٰ ابن ابی عائشہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب اپنے گھر کی چھت پر نماز ادا کرتے تھے اور وہ صاحب جب یہ آیت تلاوت کرتے أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ تو کہتے سُبْحَانَكَ (اے اللہ! آپ پاک ہیں آپ مُردوں کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہیں) لوگوں نے ان صاحب سے اس طرح کہنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ نمازی فرض نماز میں صرف وہ دعائیں مانگیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں (اگرچہ حدیث شریف میں مذکور دعائیں مانگنا بھی جائز ہے)۔

شرح الحدیث: قولہ: قَالَ أَبُو دَاوُد: "قَالَ أَحْمَدُ ❸: يُعْجِبُنِي فِي الْفَرِيضَةِ أَنْ يَدْعُوَ بِمَا فِي الْقُرْآنِ": **امام احمدؒ کے کلام کی شرح:** حضرتؒ نے اس کی شرح یہ فرمائی ہے کہ مجھے یہ بات زائد پسند ہے کہ فرض نماز میں ادعیہ قرآن پڑھوں اگرچہ جائز یہ بھی ہے کہ ان دعا کو پڑھا جائے جو حدیث میں وارد ہیں ❹، اور عون المعبود ❺ میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے کلام میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد دعا بعد التشہد قبل التسلیم ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصلی جب نماز میں قرأت کر رہا ہو خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل تو جب آیات رحمت پر پہنچے اس وقت رحمت کی دعا اور جب آیات تسبیح پر پہنچے تو تسبیح اور جب آیات عذاب پر پہنچے تو اس سے استعاذہ کرنا مراد ہے، وہ کہتے ہیں یہی امام احمد اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے، امام بیہقیؒ نے اس پر معرفۃ السنن والآثار میں مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ الْوُقُوفِ عِنْدَ آيَةِ الرَّحْمَةِ، وَآيَةِ الْعَذَابِ، جیسا کہ حدیث حذیفہؓ میں وارد ہے جو صحیح مسلم ❻ میں ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا استحباب عام ہے حتی کہ جماعت کی نماز میں امام اور مقتدیوں کیلئے بھی ❼۔

---

❶ الجامع شعب الإيمان - ج٦ ص ٢١٤

❷ کیا یہ خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو (سورۃ القیامۃ ٤٠)

❸ میں کہتا ہوں کہ یہ تو امام احمد کا قول ہے اور امام مالک کا قول باب مَا يُسْتَفْتَحُ بِهِ الصَّلَاةُ مِنَ الدُّعَاءِ (رقم الحدیث ٧٦٠) کے ذیل میں اس طرح گزر چکا ہے، قال مالك لا بأس بالدعاء في الصلوة في أوله وأوسطه وفي آخره في الفريضة وغيرها، اس پر کلام وہاں گزر چکا ہے۔ ١٢ منہ۔

❹ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٥٧

❺ عون المعبود شرح سنن أبي داود ج٣ ص ١٣٩

❻ صحیح مسلم - کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها - باب استحباب تطویل القراءۃ في صلاۃ اللیل ٧٧٢

❼ قلت قال النووي تحت حديث إذا مَرَّ بِآيَةٍ فِيهَا تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ الخ استحباب هذه الأمور لكل قارئ في الصلاة وغيرها ومذهبنا استحبابه للإمام والمأموم والمنفرد. اه (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج٦ ص ٦٢)۔

١٥٥ - بَابُ مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رکوع اور سجدہ میں ٹھہرنے کی مقدار کا بیان

٨٨٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنِ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ عَمِّهِ، قَالَ: "رَمَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ، فَكَانَ يَتَمَكَّنُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ قَدْرَ مَا يَقُولُ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ ثَلَاثًا".

ترجمہ: سعد راوی اپنے والد یا چچا (بعض روایت میں عن ابیہ عن عمہ ہے درمیان میں لفظ "أو" نہیں ہے) نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹکٹکی باندھ کر بغور دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں اپنے اور رکوع اور سجدہ میں اتنی دیر ٹھہرتے کہ جتنی دیر میں تین دفعہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ پڑھ لیتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٨٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٢٧١)

٨٨٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ الْأَهْوَازِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، وَأَبُو دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ يَزِيدَ الْهُذَلِيِّ، عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ، وَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا، وَذَلِكَ أَدْنَاهُ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «هَذَا مُرْسَلٌ، عَوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَبْدَ اللهِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب رکوع کرے تو اس میں تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھے اور یہ تین دفعہ پڑھنا رکوع کی کم از کم تسبیح ہے اور جب سجدہ کرے تو تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى پڑھے یہ سجدہ کی کم از کم تسبیح ہے امام ابو داؤد فرماتے ہیں یہ حدیث منقطع ہے عون بن عبد اللہ راوی نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو نہیں پایا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٨٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٩٠)

شرح الحدیث: قوله: وَذَلِكَ أَدْنَاهُ: **عدد تسبیح میں اقوال علماء:** فقہاء لکھتے ہیں تسبیح کے عدد مسنون کے درجات ہیں تین بار سنت کا ادنی درجہ ہے اور پانچ بار اوسط اور سات بار اکمل، لہذا تین سے کمی کرنا مکروہ تنزیہی ہے [1]، اور قاضی ابو الحسن ماوردی فرماتے ہیں کہ درجہ کمال نو یا گیارہ بار ہے اور اوسط پانچ بار، اور امام ترمذیؒ نے ابن المبارک و اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے أنه قال: أستحب للإمام أن يسبح خمس تسبيحات [2]، اور صاحب منہل نے ابن القیمؒ نے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع معتاد بقدر دس تسبیحات کے ہوتا تھا وہ فرماتے ہیں کہ تسبیح ثلاثا کی روایت ثابت نہیں احادیث صحیحہ کے خلاف

---

[1] طحطاوی ص ٢١٤ وشامی ص ٤٧٦

[2] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب ما جاء في التسبيح في الركوع والسجود ٢٦١

ہے، چنانچہ حدیث الباب کی سند میں سعدی راوی مجہول ہے اور حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ کی نماز آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز سے بہت مشابہ ہوتی تھی وکان مقدار رکوعه وسجوده عشر تسبیحات ❶۔

۸۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ، سَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ قَرَأَ مِنْكُمْ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ، فَانْتَهَى إِلَى آخِرِهَا: {أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ ❷} فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ، وَمَنْ قَرَأَ: لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَانْتَهَى إِلَى {أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ❸} فَلْيَقُلْ: بَلَى، وَمَنْ قَرَأَ: وَالْمُرْسَلَاتِ، فَبَلَغَ: {فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ❹} فَلْيَقُلْ: آمَنَّا بِاللهِ". قَالَ إِسْمَاعِيلُ: ذَهَبْتُ أُعِيدُ عَلَى الرَّجُلِ الْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْظُرُ لَعَلَّهُ، فَقَالَ: «يَا ابْنَ أَخِي، أَتَظُنُّ أَنِّي لَمْ أَحْفَظْهُ، لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِّينَ حَجَّةً، مَا مِنْهَا حَجَّةٌ إِلَّا وَأَنَا أَعْرِفُ الْبَعِيرَ الَّذِي حَجَجْتُ عَلَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ارشاد گرامی ہے تم میں سے جو شخص سورۃ التین کی تلاوت کرے اور اسکی آخری آیت تک پہنچ جائے أَلَيْسَ اللهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ پڑھے تو اس کے بعد یوں کہے بَلَى، وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ (کیوں نہیں اللہ پاک تمام حکمرانوں کا حکم اعلیٰ ہے اور میں اس پر گواہوں میں سے ہوں) اور جو شخص سورۃ لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھے اور اس کی آخری آیت أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ پر پہنچے تو بَلَى کہے (بعض روایت میں یہاں بھی وانا علی ذالک من الشاهدین کا اضافہ نہ ہورہے حاشیہ بذل) جو شخص سورۃ مرسلات کی تلاوت کرے اور اس آیت پر پہنچے فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ تو یوں کہے آمَنَّا بِاللهِ، اسماعیل استاد کہتے ہیں کہ (ایک زمانہ کے بعد) میں اس اعرابی سے دوبارہ اس حدیث کو سننے کی غرض سے گیا اور میں نے اس کے حافظ کو جانچنا چاہا کہ شاید کہ (اس اعرابی کو بھول لگ جائے اور اس حدیث میں وہ غلطی کر بیٹھے) تو اس اعرابی نے جواب دیا اے بھتیجے! تمہارے خیال میں مجھے یہ حدیث یاد نہ رہی۔ میں نے ساٹھ حج کیئے ہیں مجھے اپنے ہر ایک حج کے اس اونٹ کی بھی پہچان ہے جس پر میں حج کرتا رہا۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (۸۸۷) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲/۲٤۹)

شرح الحديث قوله: قَالَ إِسْمَاعِيلُ: ذَهَبْتُ أُعِيدُ عَلَى الرَّجُلِ الْأَعْرَابِيِّ، وَأَنْظُرُ لَعَلَّهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ أَخِي، أَتَظُنُّ أَنِّي لَمْ أَحْفَظْهُ، لَقَدْ حَجَجْتُ سِتِّينَ حَجَّةً: **قوت حافظہ کی ایک عجیب مثال:** اسماعیل بن امیہ نے یہ

❶ المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ۳۳۳
❷ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم (سورۃ التین ۸)
❸ کیا یہ خدا زندہ نہیں کر سکتا مردوں کو (سورۃ القیامۃ ٤٠)
❹ اب کس بات پر اس کے بعد یقین لائیں گے (سورۃ المرسلات ٥٠)

حدیث ایک اعرابی سے سنی تھی کچھ روز بعد انہوں نے اس اعرابی کا امتحان لینے کے غرض سے کہ دیکھوں ان کو یہ حدیث اب بھی یاد ہے یا نہیں دوبارہ انہوں نے اس حدیث کو ان سے سننا چاہا وہ اعرابی سمجھ گیا کہ میرا امتحان لے رہے ہیں تو اس نے کہا اے میرے عزیز بھتیجے کیا تیرا خیال یہ ہے کہ میں اس حدیث کو بھول گیا ہوں گا، دیکھ! ابتک میں اپنی عمر میں ساٹھ حج کر چکا ہوں ہر سال جس اونٹ پر حج کیا ہے اس کو دیکھ کر پہچان لوں گا کہ اس پر میں نے حج فلاں سنہ میں کیا تھا اور دوسرے پر فلاں سنہ میں اور تیسرے پر فلاں سنہ میں الی آخرہ سبحان اللہ جب ایک اعرابی غیر مشہور محدث کا یہ حال ہے تو مشاہیر اور اکابر محدثین کا کیا حال ہو گا، لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور امام ابوزرعہ رازی کو سات لاکھ، اللہ نے اپنے رسول کے کلام کی حفاظت کیلئے کیسے کیسے اساطین اور جہابذہ پیدا کئے۔

۸۸۸ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَابْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ كَيْسَانَ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ وَهْبِ بْنِ مَانُوسَ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ أَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هَذَا الْفَتَى - يَعْنِي عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ - قَالَ: «فَحَزَرْنَا فِي رُكُوعِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ، وَفِي سُجُودِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ». قَالَ ابوداؤد: قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قُلْتُ لَهُ: مَانُوسُ، أَوْ مَابُوسُ، قَالَ: أَمَّا عَبْدُ الرَّزَّاقِ فَيَقُولُ: مَابُوسُ، وَأَمَّا حِفْظِي فَمَانُوسُ، وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ رَافِعٍ، قَالَ أَحْمَدُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میں نے کسی کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی کہ جس کی نماز نبی اکرم ﷺ کی نماز کے اسقدر مشابہ ہو جتنی کہ اس نوجوان کی نماز نبی اکرم ﷺ کی نماز کے مشابہ ہے (نوجوان سے عمر بن عبدالعزیز مراد ہیں) سعید بن جبیر کہتے ہیں ہم نے اندازہ لگایا کہ وہ اپنے رکوع اور سجدہ میں دس دس دفعہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے امام ابوداؤد کہتے ہیں احمد بن صالح میں نے استاد نے اپنے استاد عبداللہ بن ابراھیم سے پوچھا کہ راوی کی ولدیت میں نام مانوس (ن کے ساتھ) ہے یا مابوس (ب کے ساتھ) تو عبداللہ بن ابراھیم نے جواب دیا کہ (میرے ہم سبق) عبدالرزاق نے (میرے والد سے نقل کرتے ہوئے) مابوس (ب کے ساتھ) کہا ہے لیکن مجھے یہ لفظ مانوس (ن کے ساتھ) یاد ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں مذکورہ بالا سند کو میرے استاد ابن رافع نے سمعت سعيد بن جبير سمعت أنس بن مالك سماع کی تصریح کے ساتھ نقل کیا تھا لیکن میرے دوسرے استاد احمد بن صالح نے اس روایت کو معنعن نقل کیا ہے عن سعيد بن جبير عن انس بن مالک۔

تخریج: سنن النسائي - الافتتاح (٩٨١) سنن النسائي - التطبيق (١١٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (٨٨٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/١٦٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٢١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٢٥) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٢٥٥)

شرح الحديث: قوله: فَحَزَرْنَا فِي رُكُوعِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ، وَفِي سُجُودِهِ عَشْرَ تَسْبِيحَاتٍ: یہی وہ روایت ہے جس کا حوالہ ہمارے یہاں پہلے آچکا ہے جس کی بناء پر حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی عادت شریفہ رکوع و سجود میں دس تسبیحات کی تھی۔

علامہ شوکانی بھی مقدار تسبیح میں کسی عدد معین کے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں بل ینبغي الاستکثار من التسبیح علی مقدار تطویل الصلوۃ من غیر تقید بعدد، نیز وہ لکھتے ہیں کہ عدد تسبیح کے وتر ہونے پر کوئی دلیل نہیں [1]۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ عام طور سے فقہاء نے عدد وتر کے استحباب ہی کو ذکر کیا ہے، اور اس حدیث کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تواز باب تخمین ہے نہ کہ تحدید نیز ویسے بھی بسا اوقات کسر کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔

١٥٦ ـ بَابُ أَعْضَاءِ السُّجُودِ

سجدے میں رکھے جانے والے اعضاء کا بیان

٨٨٩ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُمِرْتُ». قَالَ حَمَّادٌ: «أُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ، وَلَا يَكُفَّ شَعْرًا، وَلَا ثَوْبًا».

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے اور حماد استاد نے یہ الفاظ کہے کہ تمہارے نبی کو حکم دیا گیا ہے...... کہ سات اعضاء پر سجدے کرے اور بال کو نماز کی حالت میں نہ سمیٹے اور نہ ہی حالت نماز میں اپنے کپڑے کو سمیٹے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٧٦) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٧) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤٩٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٧٣) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٣) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٦) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٧) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٨) سنن النسائي - التطبيق (١١١٣) سنن النسائي - التطبيق (١١١٥) سنن أبي داود - الصلاة (٨٨٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٤٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٤/١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٩)

شرح الحديث: قوله: أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةٍ: حنفیہ کہتے ہیں حقیقت سجود وضع الوجہ علی الارض ہے، پھر وجہ میں دو جزء ہیں جبہہ (پیشانی) اور انف لیکن اصل ان دونوں میں پیشانی ہے اسی لئے اقتصار علی الجبہۃ تو جائز ہے، گو بلا عذر مکروہ ہے

---

[1] نیل الأوطار من أسرار منتقی الأخبار ج ٣ ص ١٨٤

لیکن اقتصار علی الانف جائز نہیں جمہور اور صاحبین کا یہی مذہب ہے لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک اقتصار علی الانف بھی جائز مع الکراہۃ ہے، اس کے علاوہ چھ اعضاء [1] حدیث میں جو مذکور ہیں، یدین، رکبتین، قدمین، سجدہ میں ان کا زمین پر رکھنا بطریق سنت ہے، یہی مذہب ہے حنفیہ اور مالکیہ کا اور ایک قول شافعیہ کا لیکن امام شافعیؒ کا اظہر القولین اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ ان اعضاء سبعۃ مذکورۃ فی الحدیث کو زمین پر رکھنا فرض ہے اور یہی امام زفر کا مذہب ہے، بدائع میں لکھا ہے کہ کتاب اللہ میں مطلق سجود کا حکم وارد ہے جس کی حقیقت وضع الوجہ علی الارض ہے لہٰذا اس حکم مطلق کی تقیید خبر واحد کے ذریعہ سے جائز نہ ہوگی بلکہ ان باقی اعضاء مذکورہ فی الحدیث کو بیان سنت کہا جائے گا۔

اشکال وجواب: یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ فقہاء احناف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سجدہ کے وقت دونوں قدم زمین پر نہ رکھے تو اس کا سجدہ باطل ہے، اس سے معلوم ہوا کہ وضع القدمین بھی حقیقت سجود میں داخل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں تو داخل نہیں لیکن چونکہ رفع قدمین کے ساتھ سجدہ کرنے میں سخریہ اور استہزاء کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے بطلان صلاۃ کا حکم لگایا جاتا ہے۔

۸۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «أُمِرْتُ»، وَرُبَّمَا قَالَ: «أُمِرَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ آرَابٍ».

ترجمہ: ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے...... اور شعبہ نے کبھی یہ لفظ کہا کہ تمہارے نبی کو حکم ملا ہے کہ وہ سات اعضاء پر سجدہ کرے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٧٦) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٧) صحيح البخاري - الأذان (٧٧٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٢) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٣) صحيح مسلم - الصلاة (٤٩٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٧٣) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٣) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٦) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٧) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٨) سنن النسائي - التطبيق (١١١٣) سنن النسائي - التطبيق (١١١٥) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٠/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٨٦/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٢٤/١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٩)

۸۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ الْهَادِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِذَا سَجَدَ الْعَبْدُ سَجَدَ مَعَهُ سَبْعَةُ آرَابٍ، وَجْهُهُ، وَكَفَّاهُ، وَرُكْبَتَاهُ، وَقَدَمَاهُ».

---

[1] لکھتے تو سب فقہاء یہی ہیں کہ باقی اعضاء ستہ کا رکھنا فرض نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر رکبتین وقدمین ان دونوں کو زمین پر نہ رکھا جائے تو پھر حقیقت سجود یعنی وضع الجبہۃ علی الارض بھی بظاہر ممکن نہیں اسی لئے کوکب الدری میں ایک جگہ لکھا ہے کہ گو حقیقت سجود وضع الجبہۃ علی الارض ہے لیکن جن اعضاء کے بغیر اس کا تحقق نہیں ہو سکتا ان کا رکھنا بھی اس کے ساتھ فرض ماننا پڑے گا، ۱۲ منہ۔

ترجمة: عباس بن عبد المطلب کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں اسکا چہرہ اور اسکی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٩١) جامع الترمذي - الصلاة (٢٧٢) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٤) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٩) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٠٨/١)

٨٩٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، رَفَعَهُ قَالَ: «إِنَّ الْيَدَيْنِ تَسْجُدَانِ كَمَا يَسْجُدُ الْوَجْهُ، فَإِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ فَلْيَضَعْ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَهُ فَلْيَرْفَعْهُمَا».

ترجمة: ابن عمرؓ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دونوں ہاتھ اس طرح سجدہ کرتے ہیں جیسا کہ چہرہ سجدہ کرتا ہے جب تم میں سے کوئی شخص اپنا چہرہ رکھے تو دونوں ہاتھ بھی رکھے اور جب اپنا چہرہ اٹھائے تو دونوں ہاتھ اٹھالے۔

تخریج: سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٢) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٢)

١٥٧ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُدْرِكُ الْإِمَامَ سَاجِدًا كَيْفَ يَصْنَعُ؟

جو شخص امام کو سجدے کی حالت میں پائے تو وہ کس طرح نماز پڑھے

یعنی بعد میں آنیوالا امام کو اگر بحالت سجود پائے تو کیا نیت باندھ کے اس کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو جائے یا اس کے قیام کا انتظار کرے۔

٨٩٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ. أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي الْعَتَّابِ، وَابْنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا، وَلَا تَعُدُّوهَا شَيْئًا، وَمَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ، فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ».

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم لوگ نماز کے لئے آؤ اور ہم لوگ سجدے کی حالت میں ہوں تو تم لوگ سجدے میں شریک ہو جاؤ اور اس سجدے کو نماز کا کوئی جزو شمار نہ کرو اور جس شخص کو رکوع مل گیا تو اسے نماز کی رکعت مل گئی۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٥٥) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٦٠٧) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٣) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٤) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٥) سنن النسائي - المواقيت (٥٥٦) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١١٢٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٦٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٨٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٩/٢) موطأ مالك - وقوت الصلاة (١٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٢٠)

شرح الحديث: قوله: إِذَا جِئْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ وَنَحْنُ سُجُودٌ فَاسْجُدُوا: حدیث سے معلوم ہوا کہ آنیوالے کو قیام امام کا انتظار نہ

کرنا چاہئے بلکہ سجدہ میں شریک ہو جانا چاہئے تاکہ سجدہ کی فضیلت حاصل ہو اگرچہ ادراک سجدہ سے ادراک رکعت نہیں ہوتا۔

ایک سجدہ کی فضیلت: لیکن اگر خدا کے یہاں یہ سجدہ قبول ہو گیا تو پھر کیا ہی کہنا، چنانچہ جامع ترمذی میں ہے واختار عبد الله بن المبارك أن يسجد مع الإمام، وذكر عن بعضهم فقال: لعله لا يرفع رأسه في تلك السجدة حتى يغفر له[1] یعنی تنہا ایک سجدہ مغفرت کا سبب ہو سکتا ہے۔

وضع الجبهة على الأرض ومَنْ أَدْرَكَ الرَّكْعَةَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ: **ادراک رکوع مع الامام سے ادراک رکعت میں اختلاف علماء:** یعنی امام کو رکوع میں پانے سے رکعت مل جاتی ہے جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کا مذہب[2] یہی ہے ظاہریہ اور بعض شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک ادراک رکوع مع الامام سے ادراک رکعت نہیں ہوتا، منہل میں لکھا ہے کہ اسی کو اختیار کیا ہے ابن خزیمہ اور ضبعی وغیرہ محدثین شافعیہ نے اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہی ان صحابہ کا مذہب ہے جو فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کے قائل تھے جیسے ابو ہریرہ اور اس کے بالمقابل ابن ابی لیلیٰ اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ اگر بعد میں آنیوالا امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے امام کی اقتداء میں تکبیر تحریمہ کہہ لے خواہ امام کے ساتھ رکوع میں شرکت نہ ہو بلکہ بعد میں رکوع کرے اس سے بھی ادراک رکعت ہو جاتا ہے[3]۔

جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے اسی طرح اور بھی اس کے علاوہ بعض روایات صحیح ابن حبان اور ابن خزیمہ کی ہیں جنکو صاحب منہل نے ذکر کیا ہے۔

۱۵۸ - بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ وَالْجَبْهَةِ

سجدہ میں ناک اور پیشانی رکھنے کا بیان

یہ پہلے آچکا کہ اصل سجدہ میں پیشانی ہے سجدہ کی صحت کا مدار اسی پر ہے، لیکن سنت بہر حال یہ ہے کہ پیشانی کیساتھ ناک بھی زمین پر رکھے یہ عند الجمہور ہے، اور امام احمد واسحاق بن راہویہ واوزاعی کے نزدیک دونوں پر سجدہ کرنا واجب ہے، مصنفؒ چونکہ حنبلی ہیں غالباً اسی لئے یہ ترجمہ قائم کیا ہے۔

۸۹۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى أَرْنَبَتِهِ أَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ».

---

[1] جامع الترمذي - كتاب السفر - باب ما ذكر في الرجل يدرك الإمام وهو ساجد كيف يصنع ٥٩١

[2] لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شرکت کی کتنی مقدار معتبر ہے، اکثر علماء اور ائمہ ثلاث کے نزدیک نفس شرکت کا تحقق کافی ہے حقیقت رکوع یعنی گھٹنوں تک ہاتھ پہونچنا امام کے سر اٹھانے سے پہلے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اطمینان کا حاصل ہونا ضروری ہے، ۱۲ منہ۔

[3] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٣٣٩

ترجمہ: ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا گیا آپکی پیشانی مبارک اور ناک کے بالائی کنارے پر مٹی کانشان تھا چونکہ حضور ﷺ نے لوگوں کی نماز (اکیس ۲۱ رمضان المبارک کی فجر کی نماز) پڑھائی تھی۔

۸۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ نَحْوَهُ

ترجمہ: معمر سے گزشتہ حدیث مروی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٣٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٠) صحيح البخاري - الأذان (٨٠١) صحيح البخاري - صلاة التراويح (١٩١٢) صحيح البخاري - صلاة التراويح (١٩١٤) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢٣) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣١) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٥) سنن النسائي - السهو (١٣٥٦) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٤/٣) موطأ مالك - الاعتكاف (٧٠١)

شرح الحديث قوله: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى أَرْنَبَتِهِ أَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ: یعنی ایک ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ آپ ﷺ کسی نماز کو پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپکی پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کیوجہ سے مٹی لگی ہوئی دیکھی گئی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سجدہ پیشانی اور ناک دونوں پر کرتے تھے لیکن اس سے وجوب پر استدلال درست نہیں اس لئے کہ مجرد فعل وجوب کو مقتضی نہیں ہے۔

حدیث الباب میں اختصار ہے: یہاں پر روایت مختصر ہے روایت مفصلہ ابواب لیلۃ القدر میں آئے گی جسکا مضمون یہ ہے کہ شروع میں آپ کی عادت ماہ مبارک میں عشرہ وسطی میں اعتکاف کرنے کی تھی ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نے اس عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور آخری دن یعنی بیس تاریخ کو آپ نے فرمایا کہ تیسرے عشرہ میں بھی اعتکاف کرنے کا ارادہ ہے اس لئے کہ اس مرتبہ اب تک شب قدر نہیں پائی گئی لہذا اس کو حاصل کرنے کے لئے عشرۂ اخیرہ کا بھی اعتکاف کرنا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس سال لیلۃ القدر کی یہ علامت بتلائی گئی ہے کہ اسکی صبح کو میں پانی اور مٹی یعنی گارے میں سجدہ کروں گا چنانچہ پھر یہ ہوا کہ عشرۂ اخیرہ کی پہلی ہی رات میں مدینہ میں بارش ہوئی اور مسجد نبوی کی چھت میں سے پانی آپکے سجدہ کی جگہ ٹپکا اس جگہ گارا ہو گیا پھر آپ ﷺ نے جب صبح کی نماز وہاں پڑھائی تو سجدہ کرنے سے آپکی پیشانی اور ناک پر مٹی لگ گئی۔

۱۵۹ - بَابُ صِفَةِ السُّجُودِ

سجدہ کرنے کی کیفیت کا بیان

صفۃ بمعنی کیفیت اور طریقہ۔

۸۹۶ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ، وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ، وَقَالَ: «هَكَذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ».

ترجمہ: ابو اسحاق کہتے ہیں کہ براء بن عازبؓ نے ہمیں سجدہ کرنے کی کیفیت بیان فرمائی پس آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور اپنے دونوں گھٹنوں پر سہارا دیکر اپنے پچھلے دھڑ کو اوپر اٹھادیا اور فرمایا حضور ﷺ ایسی ہی سجدہ فرماتے تھے۔

تخریج: سنن النسائي - التطبيق (١١٠٤) سنن النسائي - التطبيق (١١٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٨٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٢٩٤/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٠٣/٤)

شرح الحديث: **صفة بمعنى كيفيت اور طريقه:** قوله: وَصَفَ لَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، فَوَضَعَ يَدَيْهِ، وَاعْتَمَدَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَرَفَعَ عَجِيزَتَهُ: یعنی حضرت براء بن عازبؓ نے حضور ﷺ کے سجدہ کرنے کا طریقہ کر کے دکھایا، پس یدین اور رکبتین کو زمین پر رکھا، اس طرح کہ سرین اور کمر کو ذرا ابھارا اور اونچا کر کے رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ مسنون طریقہ سجدہ کا یہ ہے کہ سب اعضاء الگ الگ ہوں کمر اور سرین ابھرے ہوئے ہوں، یہ مرد کیلئے ہے اور عورت کے بارے میں تو یہ لکھتے ہیں کہ اس کو سمٹ کر سجدہ کرنا چاہئے ابھرنا نہ چاہئے تستر کی مصلحت سے۔

٨٩٧ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ، وَلَا يَفْتَرِشْ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ».

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم سجدے میں اعتدال والی ہیئت اختیار کرو اور تم میں سے کوئی شخص کتے کی مانند اپنی کلائیوں کو نہ بچھائے۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٠٩) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٨) صحيح مسلم - الصلاة (٤٩٣) جامع الترمذي - الصلاة (٢٧٦) سنن النسائي - الافتتاح (١٠٢٨) سنن النسائي - التطبيق (١١٠٣) سنن النسائي - التطبيق (١١١٠) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٩٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٧٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٩٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣١/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩١/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢٢)

شرح الحديث: قوله: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ: یعنی سجدہ میں توسط اختیار کرو، نہ تو یہ کہ کفین کیساتھ مرفقین کو بھی زمین پر رکھ کر پھیلاؤ اور نہ یہ ہو کہ ان کو بالکل سکیڑ لو، حاصل یہ کہ نہ تو کامل بسط یدین ہو اور نہ ہی کامل قبض یدین بلکہ ذراعین مبسوط اور مرتفع الارض ہوں اور کفین مفترش علی الارض ہوں اور بعض حواشی سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتدال جس کے اصلی معنی میانہ روی اور توسط کے ہیں یہاں مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے سجدہ درست طریقہ سے کرو اور درست طریقہ وہی ہے جو اوپر لکھا گیا۔

٨٩٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنْ مَيْمُونَةَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَافَى بَيْنَ يَدَيْهِ، حَتَّى لَوْ أَنَّ بَهْمَةً أَرَادَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ مَرَّتْ».

ترجمہ: حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے اتنا دور فرمادیتے کوئی بکری کا بچہ آپکے دونوں ہاتھوں کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاة (٤٩٦) صحیح مسلم - الصلاة (٤٩٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٠٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٤٧) سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٨) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٣٣٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣١) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٢)

٨٩٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ التَّمِيمِيِّ، الَّذِي يُحَدِّثُ بِالتَّفْسِيرِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَلْفِهِ، فَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ وَهُوَ مُجَخٍّ، قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ»

ترجمہ: تمیمی جو کہ تفسیر بیان کرتے ہیں، نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے آیا تو میں آپکی بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں سے جدا کرر کھا تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٨٩٩) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٢٩٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٠٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٠٥) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣١٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣١٧) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٥٤) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (١/٣٦٥)

شرح الحدیث: قوله: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ خَلْفِهِ، فَرَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ وَهُوَ مُجَخٍّ: اس سے مقصود کیفیت سجود ہی کو بیان کرنا ہے، بیاض الابطین کا نظر آنا اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہاتھ پہلو سے جدا ہوں، اور ایک روایت میں ہے كان إذا سجد جخّ [1]، آگے روایت میں جو آرہا ہے یعنی قَدْ فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ یہ ما قبل ہی کی تفسیر ہے، رؤیۃ ابطین بارے میں شرح میں لکھا ہے کہ ممکن ہے اس وقت آپ کے بدن کے بالائی حصہ پر چادر نہ ہو یا ہو لیکن چھوٹی ہو اس زمانہ میں مردوں کا عام طور سے ازار اور رداء تھا قمیص کے وہ لوگ زیادہ عادی نہ تھے ورنہ ظاہر ہے کہ لبس قمیص کی صورت میں بیاض ابطین کا نظر آنا مشکل ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ممکن ہے وہ قمیص واسع الکمین ہو، اور ایک قول یہ بھی ہے ممکن ہے راوی کی مراد یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ اس طرح کیا کہ اگر بالفرض آپ کے جسم پر اس وقت کپڑا نہ ہوتا تو بیاض ابطین نظر آجاتی۔

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلین متجرد عن الشعر تھیں: اس حدیث سے قرطبیؒ نے استنباط کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں میں بال نہ تھے اس پر حافظ عراقیؒ نے (تقریب الأسانید میں) اشکال کیا بأنه لم يثبت بالاحتمال، بل لم يرد في كتاب معتمد، والخصائص لا تثبت بالاحتمال [2]، اور بیاض الابطین سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہاں بال نہ اگے ہوں اس

---

[1] أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كان إذا سجد جخّ" رواه النسائي، والبيهقي (خلاصة الأحكام في مهمات السنن وقواعد الإسلام للنووي ج١ ص٤١٠).

[2] وما ادعاه من كون هذا من الخصائص فيه نظر إذ لم يثبت ذلك بوجه من الوجوه بل لم يرد ذلك في شيء من الكتب المعتمدة. والخصائص لا تثبت بالاحتمال (طرح التثريب في شرح التقريب — ج٢ ص٨١).

لئے کہ جب بالوں کا نتف کر دیا جائیگا جیسا کہ سنت ہے تو صرف سفیدی باقی رہ جائیگی اسی لئے بعض روایات میں آتا ہے كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عُفْرَةِ إِبِطِهِ إِذَا سَجَدَ، اور عفرۃ اس سفیدی کو کہتے ہیں جو خالص نہ ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رنگت بالوں ہی کا اثر تھا، ہاں اس بات کے ہم معتقد ہیں کہ آپ ﷺ کی بغلیں رائحہ کریہہ سے بالکل محفوظ تھیں۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ بال ہونے کے باوجود رائحہ کریہہ کا نہ ہونا أبلغ في الكرامة (زیادہ اونچی بات) ہے بنسبت اس کے کہ بال ہی نہ ہوں [1]۔

۹۰۰ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ رَاشِدٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، حَدَّثَنَا أَحْمَرُ بْنُ جَزْءٍ، صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَافَى عَضُدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، حَتَّى نَأْوِيَ لَهُ».

ترجمہ: احمر بن جزءؓ حضور ﷺ کے صحابی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب سجدے میں تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے اس قدر دور رکھتے کہ ہم آپ پر رحم کھایا کرتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٨٦) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٣١/٥)

شرح الحدیث: كَانَ إِذَا سَجَدَ، جَافَى عَضُدَيْهِ عَنْ جَنْبَيْهِ، حَتَّى نَأْوِيَ لَهُ: نَأْوِيَ جمع متکلم کا صیغہ ہے اوی یأوی از باب ضرب اس کے معنی رقت اور ترحم کے ہیں أي حتى نترحم له، سجدہ کا جو مسنون طریقہ ہے کہ دونوں بازو اور کہنیاں پہلوؤں سے جدا رہیں کہنیاں زمین سے اٹھی رہیں سب اعضا جدا جدا رہیں جسم کا پچھلا حصہ یعنی سرین کو اونچا رکھا جائے تاکہ پیشانی اور ناک زمین پر بوجھ پڑ کر اچھی طرح متمکن ہو جائیں، اس میں آدمی کو مشقت ضرور لاحق ہوتی ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بھی دراز اور بہت اطمینان کے ساتھ ہو جیسے آپ ﷺ کا ہوا کرتا تھا اسی لئے صحابی راوی حدیث فرما رہے ہیں کہ ہمیں آپ پر رحم آنے لگتا تھا۔

۹۰۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ، وَلْيَضُمَّ فَخِذَيْهِ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ میں جائے تو کلب کی طرح اپنی کلائیاں زمین نہ پھیلائے اور اسکو چاہیئے کہ اپنی دونوں رانوں کو ملالے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٦٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٠١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٨١/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٢١)

شرح الحدیث: قوله: إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ، فَلَا يَفْتَرِشْ يَدَيْهِ افْتِرَاشَ الْكَلْبِ، وَلْيَضُمَّ فَخِذَيْهِ: **دو متعارض حدیثوں**

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح - ج ٢ ص ٥٦٣ - ٥٦٤

مین تطبیق: اس روایت میں سجدہ کی حالت میں ضم فخذین کا امر وارد ہے، حالانکہ اس سے پہلے ابواب رفع الیدین میں ابوحمید ساعدی کی حدیث میں گزر چکا ہے وَإِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ [1]، بظاہر دونوں میں منافات ہے وبکذا قال صاحب عون المعبود [2]، لیکن حضرتؒ بذل میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں کا مفہوم جدا جدا ہے لہذا کوئی منافات نہیں اس لئے کہ جس روایت میں تفریج کا ذکر ہے اس سے مراد تفریج بین الفخذین والبطن ہے، جیسا کہ آگے خود اسی روایت میں اسکی طرف اشارہ ہے جس کے لفظ یہ ہیں وَإِذَا سَجَدَ فَرَّجَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ غَيْرَ حَامِلٍ بَطْنَهُ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَخِذَيْهِ، یہ جملہ تفریج بین الفخذین ہی کی تفسیر ہے اور یہاں حدیث الباب میں فخذین کا آپس میں ضم مراد ہے لہذا کچھ تعارض نہیں [3]، اور صاحب منہل نے دوسری توجیہ اختیار کی وہ یہ کہ تفریج والی روایت کو جواز پر اور اس دوسری حدیث کو استحباب پر محمول کیا [4]، اب رہ گیا مسئلہ کہ حضرات فقہاء اس میں کیا فرماتے ہیں فخذین کے درمیان آپس میں تفریج ہونی چاہئے یا ضم؟ اس کے بارے میں حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ علامہ شوکانی نے یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث تفریج بین الفخذین کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں، حضرت فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ کوئی اجماعی نہیں ہے اور نہ مجھے کتب احناف ومالکیہ میں اسکی تصریح ملی ہے [5]۔

احقر کہتا ہے کہ اس میں معتاد بین العلماء تو عملاً تفریج ہی ہے جیسا کہ وہ مشاہد ہے لیکن تفریج اور ضم امور اضافیہ میں سے ہیں، فالظاہر ترکهما على حالهما يقصد الضم ولا التفريج، پس جس حدیث میں تفریج مذکور ہے اس سے مراد عدم الضم ہے اور جہاں ضم مذکور ہے اس سے مراد ترک تفریج ہے نہ کہ ضم حقیقی، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

١٦٠ - بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ لِلضَّرُورَةِ

بحالت سجدہ دوہاتھوں کو پہلوؤں سے ملانے کی اجازت کا بیان

ذلک کا اشارہ صفت سجود یعنی سجدہ کی کیفیت مسنونہ کی طرف ہے، یعنی بعض روایات سے اس میں گنجائش معلوم ہوتی ہے اس کا بیان۔

٩٠٢ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اشْتَكَى أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُودِ عَلَيْهِمْ إِذَا انْفَرَجُوا، فَقَالَ: «اسْتَعِينُوا بِالرُّكَبِ»۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب افتتاح الصلاة ٧٣٥

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود - ج ٣ ص ١٦٨

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٧١

[4] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٥ ص ٣٥١

[5] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٧١-١٧٢

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ ہم جب بحالت سجدہ کشادہ ہوتے ہیں (اپنے ہاتھوں کو پہلے پہلوؤں سے اور پیٹ کی رانوں سے الگ کرتے ہیں) تو ہم مشقت میں ہو جاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم گھٹنوں سے مدد حاصل کرو (کہنیوں کو گھٹنوں پر رکھو)۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٨٦) سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/ ٣٤٠)

شرح الحديث: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: اشْتَكَى أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَشَقَّةَ السُّجُودِ الخ: یعنی بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے یہ عرض کیا کہ جب ہم مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرتے ہیں اور کہنیوں کو فخذین سے جدا رکھتے ہیں اور سب اعضاء کو الگ الگ رکھتے ہیں تو اس میں مشقت ہوتی ہے، تو آپ ﷺ نے ان کو استعانت بالرکب کی اجازت دیدی کہ کہنیوں کے سرے سجدہ میں گھٹنوں پر رکھ لیا کریں تاکہ سہولت ہو جائے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ ہیئت سجدہ کی ہیئت مسنونہ کے خلاف اور مکروہ ہے۔

حديث الباب گذشته احاديث كے خلاف ہے: تو یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف ہوئی جن میں تفریج کا حکم مذکور ہے، اس کا جواب ایک تو یہ ہو سکتا ہے جس کی طرف اشارہ الکوکب الدری [1] میں ہے کہ یہ رخصت ترک تفریج کی بالعموم نہیں ہے بلکہ ان بعض ضعفاء صحابہ کے لئے ہے جنہوں نے آپ ﷺ سے مشقت کی شکایت کی تھی اور یا پھر یہ کہا جائے کہ اس حدیث کی سند پر امام ترمذیؒ نے کلام فرمایا ہے، وہ یہ کہ اس کی سند میں اضطراب ہے لیث نے اس حدیث کو موصولاً اور ان کے علاوہ دوسرے متعدد رواۃ سفیان وغیرہ نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے لہذا یہ روایت موصولہ شاذ اور غیر معروف ہے، اگرچہ حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں امام ترمذیؒ کے اس نقد کو تسلیم نہیں کیا [2]، اور طحاوی شریف [3] کی ایک روایت سے لیث کی متابعت ثابت کی ہے، والله أعلم۔

١٦١ ـ بَابٌ فِي التَّخَصُّرِ وَالْإِقْعَاءِ

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے اور اقعاء کرنے کا بیان

ترجمۃ الباب میں دو جزء مذکور ہیں لیکن حدیث الباب میں صرف تخصر مذکور ہے اقعاء کا کوئی ذکر اس میں نہیں اس سے پہلے باب الاقعاء بین السجدتین گزر چکا لہذا یہ جزء ثانی ترجمۃ الباب میں ہونا نہیں چاہیے۔

٩٠٣ ـ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ صَبِيحٍ الْحَنَفِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ،

---

1. الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ١ ص ٢٨٥
2. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٧٣
3. شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب التطبيق في الركوع ١٣٧٦ (ج ١ ص ٢٣٠)

فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى خَاصِرَتَيَّ، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: «هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهُ».

ترجمہ: زیاد بن صبیح الحنفی کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں پہلوؤں پر رکھے جب عبد اللہ بن عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا یہ ہیئت ایسی ہے جیسا کہ کسی کو نماز میں سولی پر چڑھایا جارہا ہو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے نماز میں اس ہیئت کو اختیار کرنے سے منع فرمایا۔

تخریج: سنن النسائي - الافتتاح (٨٩١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٠/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٠٦/٢)

شرح الحدیث: قوله: إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى خَاصِرَتَيَّ، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: هَذَا الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ:
زیاد بن صبیح کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت ابن عمرؓ کے برابر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور دونوں ہاتھ بجائے باندھنے کے اپنے دونوں پہلوؤں پر (کوکھ) پر رکھ لئے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ تو صلب یعنی سولی کی ہیئت ہے جو تم نے نماز میں اختیار کی اس لئے کہ مصلوب کو (جس کو سولی پر چڑھایا جائے) اس کے دونوں ہاتھ پھیلا کر لٹکا دیا جاتا ہے، اور یہاں پر بھی کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی صورت میں پوری تو نہیں آدھی بانہہ پھیلی ہوئی رہتی ہے۔

اس حدیث میں نماز کے قیام میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور اس کو صلب کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اسی کو تخصر بھی کہتے ہیں جو کہ ترجمۃ الباب میں مذکور ہے، آگے کتاب میں ایک باب اور آرہا ہے بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي مُخْتَصِرًا، جس کے ذیل میں مصنفؒ نے یہ حدیث ذکر کی ہے نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الِاخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ[1]، وہاں مصنف نے اختصار کی تفسیر بھی یہی کی ہے یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھنا تخصر اور اختصار کی تفسیر میں اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں:

① وضع اليد على الخاصرة كما تقدم وهو الراجح عند المصنف، ② اخذ المخصر تباليد، لاٹھی کے سہارے نماز میں کھڑا ہونا، ③ اختصار السورة، پوری سورت نہ پڑھنا بلکہ اس کا کچھ حصہ پڑھنا، ④ اختصار الصلوة، نماز مختصر سی پڑھنا بغیر طمانینت کے، ⑤ ترك آية السجدة۔

معنیٰ اول جو مصنفؒ نے اختیار کئے ہیں اس سے منع کی حکمت میں مختلف اقوال ہیں: ① التشبة بابليس، کہ ابلیس کو جب آسمانوں سے اتار گیا تو وہ اس ہیئت سے اترا تھا، ② التشبه باليهود، ③ راحة أهل النار، جہنمی جب جہنم میں تھک جائیں گے تو سہارے کیلئے ایسا کریں گے، ④ شكل اهل المصيبة، کہ مصیبت زدہ لوگ ماتم میں کھڑے ہو کر اس طرح کوکھ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے ہیں۔

پھر جمہور کے نزدیک مکروہ اور ظاہریہ کے نزدیک حرام ہے۔

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب الرجل يصلي مختصرا ٩٤٧

تنبیہ: سنن ابوداؤد کے ابواب یا احادیث میں تکرار نہیں ہے، شاذ ونادر پوری کتاب میں دو تین جگہ کہیں ہوگا، یہ موقع بھی انہیں مواقع میں سے ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

١٦٢ - بَابُ الْبُكَاءِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں رونے کا بیان

٩٠٤- حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الرَّحَى مِنَ الْبُكَاءِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ».

ترجمہ: مطرف اپنے والد عبداللہ بن شخیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو نماز میں اس طرح روتے ہوئے دیکھا کہ آپکے سینہ سے اسطرح آواز آرہی تھی جیسا کہ چکّی کے گھومنے کی آواز ہوتی ہے۔

تخریج: سنن النسائي - السهو (١٢١٤) سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٥/٤) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٢٦/٤)

شرح الحديث: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَّامٍ ...... قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَفِي صَدْرِهِ الخ: یعنی آپ ﷺ کی نماز میں بعض مرتبہ رونے کی مسلسل دھیمی دھیمی ایسی آواز سینۂ مبارک سے سنائی دیتی تھی جیسے چکی کی چلنے کی آواز ہوتی ہے اور نسائی کی روایت میں ہے كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ، ہانڈی کے پکنے اور جوش مارنے کی آواز۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور علماء ائمہ ثلاث فرماتے ہیں کہ بکاء فی الصلاۃ اللہ کے خوف اور ذکر آخرت، جنت ودوزخ کیوجہ سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، اور اگر کسی دنیوی عوارض مرض وغیرہ کیوجہ سے ہے تب یہ آواز سے رونا مفسد صلاۃ ہے، اور شافعیہ کے نزدیک مطلقاً خواہ خوف آخرت سے ہو یا کسی تکلیف کیوجہ سے مفسد ہے بشرطیکہ رونے کی آواز میں کم از کم دو حروف پیدا ہو جائیں، بشرط أن صدر منه حرفان، اور شعبی نخعی، ثوری، کے نزدیک بھی البکاء والأنين يفسد الصلاة ہے[1]۔

ائمہ ثلاث جو تفصیل کے قائل ہیں وہ دلیل میں یہ فرماتے ہیں کہ آہ وبکاء یہ بھی ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ[2]، ایک دوسری آیت میں ہے، خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا[3]، اور ایسے ہی حدیث الباب بھی انکی دلیل ہے۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ٢ ص ٢٠٦

[2] بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا (سورۃ التوبۃ ١١٤)

[3] گرتے سجدہ میں اور روتے ہوئے (سورۃ مریم ٥٨)

١٦٣ ـ بَابُ كَرَاهِيَةِ الْوَسْوَسَةِ وَحَدِيثِ النَّفْسِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں وساوس کو سوچنے اور آپ سے باتیں کرنے کی ممانعت کا بیان

٩٠٥ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ».

ترجمہ: زید بن خالد الجہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا جو شخص وضو کرے اور وضو عمدہ طریقے سے کرے پھر دو رکعت (تحیۃ المسجد) اسطرح پڑھے کہ اسمیں وہ (وساوس میں لگ کر) اپنی نماز سے غافل نہ ہو تو اس کے تمام گزشتہ گناہ (صغیرہ) معاف کردیئے جائیں گے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٧/٤)

شرح الحدیث: قوله: ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ: بذل میں اس کی شرح اس طرح لکھی ہے أي لا يغفل عن الصلاة لاشتغاله بأحاديث النفس والوساوس [1]۔

وساوس اور خیالات دو طرح کے ہوتے ہیں اختیاری اور اضطراری، نیز ما يتعلق بالدنيا وما يتعلق بالدين، اس کی تفصیل ابواب الوضوء میں باب صفۃ وضوء النبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ کی شرح میں گزر چکی [2]۔

٩٠٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ عَلَيْهِمَا، إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ».

ترجمہ: عقبہ بن عامر الجہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا جو شخص وضو کرے اور اچھے طریقہ سے وضو کرے اور دو رکعتیں اسطرح پڑھے کہ اپنے دل اور اپنے چہرہ سے نماز کیطرف متوجہ ہو (نہ اپنے آپ کو وساوس میں مشغول کرے اور نہ چہرے قبلہ کے علاوہ کی طرف پھیرے) ایسے شخص کیلئے جنت کا وعدہ ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - الطهارة (٢٣٤) سنن النسائي - الطهارة (١٥١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٦) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٤٦/٤) مسند أحمد - مسند الشاميين (١٥٣/٤)

---

1. بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٧٧
2. سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب صفة وضوء النبي صلى الله عليه وسلم ١٠٦

١٦٤۔ بَابُ الْفَتْحِ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اپنے امام کو لقمہ دینے کا بیان

یعنی امام کو اگر قراءت میں کوئی مانع پیش آئے آگے پڑھنے سے تو مقتدی اسکا راستہ کھول سکتا ہے جس کو ہمارے محاورہ میں لقمہ دینا کہتے ہیں۔

٩٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَا: أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ يَحْيَى الْكَاهِلِيِّ، عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ يَزِيدَ الْأَسَدِيِّ الْمَالِكِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ يَحْيَى وَرُبَّمَا قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَرَكْتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا»، قَالَ سُلَيْمَانُ فِي حَدِيثِهِ: قَالَ: «كُنْتُ أُرَاهَا نُسِخَتْ»، وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْأَزْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُسَوَّرُ بْنُ يَزِيدَ الْأَسَدِيُّ الْمَالِكِيُّ

ترجمہ: مسور بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ...... یحییٰ کاہلی نے کہا کہ مسور بن یزید نے کبھی یہ الفاظ کہتے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں دوران قراءت کچھ (ایک آدھ آیت) بھولے سے چھوڑ گئے تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے فلاں آیت کو چھوڑ دیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا تم نے مجھے کیوں یاد نہ دلائی۔ سلیمان راوی نے اپنی حدیث میں اضافہ کیا کہ اس شخص نے جواب میں عرض کیا کہ میں سمجھا کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہوگی سلیمان بن عبد الرحمٰن استاد نے حدثنا یحییٰ بن کثیر کہا ہے (مروان بن معاویہ کے بعد راوی کو اس طرح ذکر کیا جبکہ محمد بن علاء نے اس روایت کو مروان بن معاویہ کے بعد معنعن کر کے عن یحیی الکاہلی کے لفظ سے ذکر کیا تھا)۔

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ زَبْرٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلَّى صَلَاةً، فَقَرَأَ فِيهَا فَلُبِسَ عَلَيْهِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لِأُبَيٍّ: «أَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَمَا مَنَعَكَ»،

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک نماز پڑھی جسمیں جہری قراءت فرمائی تو آپ ﷺ پر قراءت مشتبہ ہوگئی جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر مقتدیوں کی طرف مڑے تو آپ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے ارشاد فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کی ہے انہوں نے عرض کیا جی ہاں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر تمہیں کس چیز نے مجھے لقمہ دینے (بتانے) سے روکا تھا۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٧) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٧٤/٤)

شرح الحدیث: قولہ: فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللهِ، تَرَكْتَ آيَةَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلَّا أَذْكَرْتَنِيهَا»: رجل سے مراد ابی بن کعبؓ ہیں آپ ﷺ سے نماز کے اندر بعض آیات سہواًرہ گئی تھیں حضرت ابیؓ نے نماز کے بعد عرض کیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے نماز ہی میں وہ آیات کیوں نہ یاد دلائیں۔

مذاہب ائمہ: فتح علی الامام کے بارے میں منہل میں تین مذہب لکھے ہیں: ① منصور باللہ کے نزدیک واجب ہے، ② فرقہ زیدیہ کے امام زید بن علی کے نزدیک مکروہ ہے، ③ عند الجمهور والأئمة الأربعة جائز بل مستحب عند الضرورة، پھر آگے تفصیل میں اختلاف ہے چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اگر امام قرأت کی مقدار مفروض پڑھ چکا ہو تو پھر فتح علی الامام نہ کرے (یعنی فی الفرض) نیز لقمہ دینے کا حق اس صورت میں ہے جبکہ امام قرائت سے رکا رہے اور اگر وہ دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تب لقمہ نہ دے اور اگر دے گا تو فاتح کی نماز فاسد ہو جائیگی اور امام کی بھی اگر اس نے لقمہ لے لیا یہ گفتگو اس فتح میں ہے جو اپنے امام کے لئے ہو، اور اگر کوئی نمازی لقمہ دے اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو خواہ وہ شخص مصلی ہو یا غیر مصلی تو اس صورت میں حنفیہ ومالکیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی اور حنابلہ کے نزدیک مکروہ (من المنہل ❶)۔

١٦٥ - بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّلْقِينِ

نماز میں امام کو لقمہ دینے کی ممانعت کا بیان

تلقین سے مراد وہی فتح علی الامام ہے، اسکو اطعام الامام بھی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اس اثر علیؓ سے معلوم ہوتا ہے جو آگے آرہا ہے۔

٩٠٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَلِيُّ، لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ»، قَالَ أبو داؤد: «أَبُو إِسْحَاقَ لَمْ يَسْمَعْ مِنَ الْحَارِثِ، إِلَّا أَرْبَعَةَ أَحَادِيثَ، لَيْسَ هَذَا مِنْهَا».

ترجمة: حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی نماز میں امام کو لقمہ مت دو (یہ حدیث ضعیف ہے یا اس صورت پر محمول ہے جب بلا ضرورت لقمہ دیا جائے) امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق حارث الاعور سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں نہیں ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٨) مسند أحمد - مسند العشرة المبشرين بالجنة (١/١٤٦)

شرح الحدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ ...... قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا عَلِيُّ، لَا تَفْتَحْ عَلَى الْإِمَامِ فِي

---

❶ المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ٣

الصَّلَاةِ» یہ حدیث باب سابق کی حدیث کے خلاف ہے اس میں امام کو لقمہ دینے کی ممانعت ہے جیسا کہ زید بن علی کا مذہب ہے، اور ائمہ اربعہ کے یہ خلاف ہے جواب یہ ہے جیسا کہ مصنف خود فرمارہے ہیں کہ حدیث منقطع ہے اس لئے کہ ابو اسحاق نے یہ حدیث حارث سے نہیں سنی، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں حارث اعور ہے جس کو کذاب کہا گیا ہے، قال ابن حبان کان غالیا في التشیع، نیز یہ حدیث حضرت علیؓ کی اس حدیث موقوف کے خلاف ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے إِذَا اسْتَطْعَمَكَ الْإِمَامُ فَأَطْعِمْهُ کہ جب تم سے امام لقمہ طلب کرے تو اس کو لقمہ دیدیا کرو۔[1]

١٦٦ ـ بَابُ الِالْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں دوسری طرف متوجہ ہونے کا بیان

نماز میں التفات کی تین صورتیں ہیں: ① تحویل الوجہ، ② تحویل الصدر، ③ بصرف العین، قسم اول مکروہ ہے اور قسم ثانی مفسد صلاۃ استقبال قبلہ فوت ہو جانے کی وجہ سے، حنفیہ اور شافعیہ دونوں کے نزدیک، اور قسم ثالث صرف خلاف اولیٰ ہے منافی خشوع ہونے کی وجہ سے۔

٩٠٩ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَحْوَصِ، يُحَدِّثُنَا فِي مَجْلِسِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: قَالَ أَبُو ذَرٍّ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا يَزَالُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ، وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ، مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ».

ترجمہ: حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ پاک نمازی بندہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں (اس پر نظر رحمت فرماتے ہیں اور ثواب عطا کرتے ہیں) جب تک وہ نماز میں اپنی گردن کا رخ نہ پھیریں جب وہ نمازی اپنی گردن کا رخ پھیر لیتا ہے تو اللہ پاک اس سے اعراض فرماتے ہیں۔

تخریج: سنن النسائي - السهو (١١٩٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩٠٩) مسند أحمد - مسند الأنصار رضي الله عنهم (١٧٢/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٢٣).

شرح الحدیث: قوله: لَا يَزَالُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ: یعنی اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف جب وہ نماز پڑھتا ہے رحمت کے ساتھ متوجہ رہتے ہیں جب تک بندہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرے اور جب التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اس کی طرف سے ہٹا لیتے ہیں۔

٩١٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنِ الْأَشْعَثِ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ: «إِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ».

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة - كتاب الصلاة - باب من رخص في الفتح على الإمام ٤٨٢٩ (ج ٣ ص ٥٣٠)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ایک آدمی نماز میں دائیں بائیں پانی گردن پھیرتا ہے اس کا کیا حکم ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ فعل در حقیقت ثواب کو چھین لینے کی مانند ہے کہ شیطان آدمی کو نماز میں دائیں بائیں پھیر کر اس کی نماز میں ثواب کا حصہ چھین لیتا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧١٨) صحيح البخاري - بدء الخلق (٣١١٧) جامع الترمذي - الجمعة (٥٩٠) سنن النسائي - السهو (١١٩٦) سنن النسائي - السهو (١١٩٩) سنن أبي داود - الصلاة (٩١٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٧٠/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٠٦/٦)

شرح الحدیث: قوله: إِنَّمَا هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ: اختلاس یعنی اچک لینا اور کسی سے کوئی چیز تیزی سے چھین لینا، یہاں پر خشوع کا چھین لینا مراد ہے یعنی جو شخص نماز میں کسی دوسری چیز کی طرف التفات کرتا ہے تو گویا یوں سمجھو کہ شیطان نے اس شخص کی نماز کا خشوع اچک لیا۔

١٦٧ـ بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

ناک پر سجدہ کرنے کا بیان

٩١١ - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُئِيَ عَلَى جَبْهَتِهِ، وَعَلَى أَرْنَبَتِهِ أَثَرُ طِينٍ مِنْ صَلَاةٍ صَلَّاهَا بِالنَّاسِ». قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الرَّابِعَةِ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک نماز پڑھائی تھی اس کے سبب آپکی پیشانی مبارک اور ناک کے بالائی حصہ پر مٹی کا نشان دیکھا گیا ابو علی لولوی کہتے ہیں کہ امام ابو داوٗد نے اپنے شاگردوں پر اس کتاب ابو داوٗد کی جب چوتھی بار قرأت کی تو اس حدیث کو نہیں پڑھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٣٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٨٠) صحيح البخاري - الأذان (٨٠١) صحيح البخاري - صلاة التراويح (١٩١٢) صحيح البخاري - صلاة التراويح (١٩١٤) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٢٣) صحيح البخاري - الاعتكاف (١٩٣١) سنن النسائي - التطبيق (١٠٩٥) سنن النسائي - السهو (١٣٥٦) سنن أبي داود - الصلاة (٩١١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٦٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٧٤/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٩٤/٣) موطأ مالك - الاعتكاف (٧٠١)

شرح الحدیث: اس باب میں جو حدیث مذکور ہے وہ قریب ہی میں چند باب پہلے گزر چکی ہے اسی لئے آگے کتاب میں آرہا ہے قَالَ أَبُو عَلِيٍّ: هَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَقْرَأْهُ أَبُو دَاوُدَ فِي الْعَرْضَةِ الرَّابِعَةِ، ابو علی مصنف کے شاگرد صاحب النسخہ فرماتے ہیں کہ امام ابو داودؒ نے جب اپنی اس کتاب کو تلامذہ پر چوتھی بار پیش کیا تو اس حدیث کو نہیں پڑھا بلکہ چھوڑ دیا۔

١٦٨ ۔ بَابُ النَّظَرِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کا بیان

الفرق بین الترجمتین: اس ترجمۃ الباب اور سابق باب میں فرق بذل میں تو حضرت نے یہ لکھا ہے کہ التفات سے مراد ہے نظر بگوشۂ چشم، کن انکھیوں سے دیکھنا اور نظر عام ہے [1]، میں کہتا ہوں یا یہ کہا جائے کہ التفات کے متبادر معنی دائیں بائیں جانب دیکھنا ہے نظر الی الیمین والیسار، اور اس دوسرے ترجمہ میں نظر سے مراد نظر الی الفوق ہے بقرینۂ حدیث الباب۔

٩١٢ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَهَذَا حَدِيثُهُ وَهُوَ أَتَمُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ الطَّائِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ - قَالَ عُثْمَانُ: - قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْمَسْجِدَ، فَرَأَى فِيهِ نَاسًا يُصَلُّونَ رَافِعِي أَيْدِيهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، فَقَالَ: "لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ يَشْخَصُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ - قَالَ مُسَدَّدٌ فِي الصَّلَاةِ: - أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبْصَارُهُمْ".

ترجمہ: جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ عثمان بن ابی شعبہ نے یہ الفاظ کہے کہ میرے استاذ جریر نے یوں ذکر کیا تھا کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ نے لوگوں کو مسجد میں اس طرح نماز پڑھتے دیکھا کہ انکے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے..... اس کے بعد ابو معاویہ اور جریر استاذ متفق ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف...... مسدد استاذ نے کہا نماز میں...... پھیرنے سے لاز مارک جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی آنکھوں کی بینائی نہ ختم ہو جائے۔

تخریج: صحیح مسلم - الصلاۃ (٤٢٨) سنن أبي داود - الصلاۃ (٩١٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٤٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٩٠/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٨/٥) سنن الدارمي - الصلاۃ (١٣٠١)

شرح الحدیث: قَالَ عُثْمَانُ: - قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْمَسْجِدَ، فَرَأَى فِيهِ نَاسًا يُصَلُّونَ رَافِعِي أَيْدِيهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ اتَّفَقَا: اس حدیث میں مصنف کے دو استاذ ہیں مسدد اور عثمان لَيَنْتَهِيَنَّ رِجَالٌ سے آخر حدیث تک الفاظ دونوں استاذوں کے مشترک ہیں اور حدیث کا شروع کا حصہ صرف عثمان کی روایت کے لفظ ہیں اور شروع میں مسدد نے کیا کہا، کہا یا نہیں کہا یہ یہاں مذکور نہیں۔

مضمون حدیث میں عدم ربط کا قوی اشکال اور اسکا جواب: مضمون حدیث یہ ہے ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں رفع یدین الی السماء کر رہے تھے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا، یا تو باز آجائیں وہ لوگ جو اپنی نگاہیں نماز میں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں ورنہ ان کی نگاہیں لوٹ کر

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ١٨٥

واپس نہیں آئیں گی یعنی سلب کر ❶ لیجائینگی۔

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کے دونوں جملوں یعنی شرط وجزاء میں مناسبت ومطابقت کیا ہے؟ اس لئے کہ صحابہؓ کو جو فعل یہاں مذکور ہے وہ رفع ایدی الی السماء ہے اور وعید فرمارہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع بصر الی السماء پر اسکا اس سے کیا جوڑ؟ اس کے دو جواب ہوسکتے ہیں اول یہ کہ اس حدیث میں کسی راوی سے اختصار ہوا اختصار مخل وہ یہ کہ غالباً روایت میں اس طرح ہوگا فرآی فیہ ناساً یصلون رافعی ایدیھم وأبصارھم الی السماء، جیسا کہ اس سے اگلی روایت میں آرہاہے، راوی نے اختصار کیا اور صرف ایک جزء ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وعید اس جزء ثانی پر ہے جس کو اس نے حذف کردیا، اور یا یہ کہا جائے کہ یہاں پر خلط بین الحدیثین ہوگیا راوی نے ایک ٹکڑا اس حدیث کا لے لیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری حدیث کا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نماز کی حالت میں اوپر کی جانب دیکھنا جمہور علماء کے نزدیک مکروہ ہے حرام نہیں گو وعید اس کے بارے میں شدید ہے اور ابن حزم ظاہری نے اس میں مبالغہ کیا وہ کہتے ہیں ایسا کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

٩١٣ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ فِي صَلَاتِهِمْ»، فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي ذَلِكَ فَقَالَ: «لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ فرماتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوا کہ وہ اپنی نمازوں میں اپنی نگاہوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کی سخت برائی ارشاد فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ لوگ اس کام سے لازماً جائے کہیں ایسا نہ ہوا نکی آنکھوں کی بینائی چھین لی جائے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧١٧) سنن النسائي - السهو (١١٩٣) سنن أبي داود - الصلاة (٩١٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٤٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٠٩/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٢/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٥/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١١٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (١٤٠/٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٥٨/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٠٢)

شرح الحديث قوله: لَيَنْتَهُنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ: یہ دونوں مضارع مجہول بانون تاکید ثقیلہ کے صیغے ہیں، یعنی یا تو بالضرور بچا جائے اس حرکت سے ورنہ نگاہیں اچک لی جائیں گی۔

٩١٤ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي خَمِيصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ، فَقَالَ: «شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ، اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ».

---

❶ اور بعض شراح نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نماز مومن کی معراج اور باری تعالی کی تجلی کا محل ہے نمازی پر نماز میں آسمان کی طرف سے انوار کا نزول ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اوپر کی طرف دیکھنے میں نظر کو نقصان پہنچنے اور نگاہ کے خراب ہوجانیکا اندیشہ ہے جس طرح آفتاب کی طرف دیکھنا مضر ہوتا ہے۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی چوکور دھاری دار (اونی یا ریشمی) چادر میں نماز ادا فرمائی اور نماز کے بعد ارشاد فرمایا مجھے اس چادر کی دھاریوں (منقش بیل بوٹیوں) نے نماز میں غافل کر دیا یہ چادر ابو جہم کو دے دو اور ان کی موٹی (گاڑھی، اونی) چادر لے آو......(یہ چادر سادہ سی تھی اسپر دھاریاں نہ تھی)۔

٩١٥ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: سَمِعْتُ هِشَامًا، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: وَأَخَذَ كُرْدِيًّا كَانَ لِأَبِي جَهْمٍ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ الْخَمِيصَةُ كَانَتْ خَيْرًا مِنَ الْكُرْدِيِّ.

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے ہشام راوی نے کہا حضور ﷺ نے کردی چادر (یہ گاڑھے کپڑے کی ایک گھٹیا سی چادر ہوتی ہے) لے لی جو ابو جہم کی تھی آپ سے عرض کیا گیا خمیصہ (جھالر والی عمدہ اونی ریشمی چادر) اس کردی سے بہتر ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٣٦٦) صحيح البخاري - الأذان (٧١٩) صحيح البخاري - اللباس (٥٤٧٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٥٦) سنن النسائي - القبلة (٧٧١) سنن أبي داود - الصلاة (٩١٤) سنن ابن ماجه - اللباس (٣٥٥٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٦/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٩٩/٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٢٠)

شرح الأحاديث: قوله: فَقَالَ: «شَغَلَتْنِي أَعْلَامُ هَذِهِ، اذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّتِهِ»: ابو جہم ایک صحابی ہیں جن کا نام بعض کہتے ہیں عبید ہے یا عامر بن حذیفہ، انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پھول دار چادر ہدیہ کی تھی آپ نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہو کر اس کو فوراً اتار دیا اور فرمایا کہ اس کے نقش و نگار نے مجھے اپنی طرف مشغول کر لیا اور فرمایا کہ اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور ان کے پاس سے أَنْبِجَانِيَّتِهِ یعنی سادی چادر لے آؤ، دوسری چادر آپ ﷺ نے اس لئے منگائی تا کہ ہدیہ دینے والے کی دل شکنی نہ ہو۔

أَنْبِجَانِيَّتِهِ میں ہمزہ پر فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہے، انبجان ایک موضع ہے یہ اس کی طرف نسبت ہے، امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث کو باب الالتفات فی الصلاۃ میں ذکر کیا ہے۔

ایک اشکال وجواب: یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بہت سے واقعات صحابہ کرام واولیاء کے سیرت کی کتابوں میں ایسے ملتے ہیں کہ انکو نماز کی حالت میں ایسی مشغولی ہوتی تھی کہ کسی دوسری چیز کی طرف قطعاً التفات نہ ہوتا تھا حتی کہ نماز کی حالت میں انکے بدن میں سے تیر نکال لیا گیا اور انکو اسکا احساس تک نہ ہوا، تو پھر آپ ﷺ کی نماز میں یہ اعلام خمیصہ کیسے مؤثر ہو گئے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اشکال بظاہر ابوداؤد کی روایت کے الفاظ پر ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس میں شغلتنی مذکور ہے، دوسری کتب حدیث میں الفاظ اور طرح ہیں ان پر یہ اشکال واقع نہیں ہوتا چنانچہ بخاری کے الفاظ ہیں أَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي، اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ان اعلام نے مشغول نہیں کیا تھا بلکہ آپ ﷺ نے صرف اس کا اندیشہ محسوس کیا تھا، اسی طرح مؤطا مالک کے لفظ

ہیں فَکَادَ یَفْتِنُنِي، اور ایک جواب میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اس حدیث کی تاویل کی کوئی حاجت نہیں بلکہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور اس کا منشاء نقص نہیں بلکہ کمال ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ کا باطن اور قلب انور اغیار اور غیر حق سے اس قدر پاک صاف اور شفاف تھا کہ اس میں معمولی سے معمولی تغیر بھی محسوس ہوتا تھا جیسے اگر کوئی ورق نہایت صاف اور سفید ہو تو اس پر ذرا سا میل بھی محسوس ہوتا ہے بخلاف رنگین کاغذ کے کہ اس پر معمولی سے نشان کا پتہ بھی نہیں چلتا، مجھے اس سے بڑی مسرت ہوئی کہ بعد میں یہ مضمون مجھے علامہ سندھیؒ کے کلام [1] حاشیہ نسائی میں بھی مل گیا اور انہوں نے اسی طرح کی بات اس حدیث کے ذیل میں بھی لکھی ہے جس میں یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ صبح کی نماز میں سورۂ روم تلاوت فرما رہے تھے اور آپ ﷺ پڑھتے پڑھتے اٹکنے لگے تو آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يُحْسِنُونَ الطُّهُورَ، فَإِنَّمَا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أُولَئِكَ [2]۔

۱۶۹۔ بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

نماز میں دائیں بائیں دیکھنے کی اجازت کا بیان

یعنی نظر فی الصلاۃ کی اجازت اور گنجائش۔

۹۱۶ - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ هُوَ أَبُو كَبْشَةَ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: «ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ - يَعْنِي صَلَاةَ الصُّبْحِ - فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ». قَالَ أبو داود: «وَكَانَ أَرْسَلَ فَارِسًا إِلَى الشِّعْبِ مِنَ اللَّيْلِ يَحْرُسُ».

ترجمہ حضرت سہل بن حنظلیہ کہتے ہیں کہ نماز...... نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے آپ دوران نماز گھاٹی کی جانب دیکھ رہے تھے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شہسوار کو رات پہرا دینے کیلئے گھاٹی کی جانب روانہ کیا تھا۔

مضمون حدیث عَنْ سَهْلِ ابْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ، قَالَ: «ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ - يَعْنِي صَلَاةَ الصُّبْحِ - فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ»: ایک مرتبہ کی بات ہے کہ صبح کی نماز کیلئے اقامت کہی جا رہی تھی بلکہ آپ ﷺ نے نماز بھی شروع کر دی تھی اس کے باوجود آپ ﷺ نماز کی حالت میں سامنے پہاڑی کی جانب بار بار دیکھتے تھے، امام

---

[1] حيث كتب قوله شغلتني أعلام هذه هذا مبني على أن القلب قد بلغ من الصفاء عن الأغيار الغاية حتى يظهر فيه أدنى شيء يظهر لك ذلك إذا نظرت إلى ثوب بلغ في البياض الغاية الخ (سنن النسائي بحاشية السندي - ج ٢ ص ٤٠٦ - ٤٠٧)۔

[2] جو لوگ اچھی طرح وضوء کر کے نہیں آتے ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے ہماری نماز میں خلل واقع ہوتا ہے (سنن النسائي - كتاب الافتتاح - باب القراءة في الصبح بالروم ٩٤٧)

ابو داؤد خود اس حدیث کی شرح میں آگے فرمار ہے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک سفر میں کسی گھوڑے سوار کو ایک پہاڑی کی جانب بھیجا تھارات میں قافلہ کی نگرانی اور پہرہ دینے کیلئے، یہ روایت مفصلا کتاب الجہاد باب فضل الحرس [1] کے ذیل میں آئے گی۔

آپ ﷺ نے سفر میں اس منزل سے جہاں قافلہ ٹھہرا ہوا تھارات میں پہرہ دینے کیلئے ایک صحابی کو جن کا نام انس بن مرثد الغنوی ہے، سامنے ایک پہاڑی پر رات گزارنے کیلئے بھیجا تھا صبح ہونے پر آپ ﷺ کو ان صحابی کی واپسی کا انتظار تھا آپ صحابہؓ سے بھی دریافت فرماتے تھے اور خود بھی بار بار اس پہاڑی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے تھے حتی کہ نماز میں بھی آپ نے ایک آدھ مرتبہ اس طرف دیکھا، اسی لئے مصنفؒ نے اس حدیث پر باب الرخصة في ذلک ترجمہ قائم فرمایا کہ دینی مصلحت اور اپنے مسلمان بھائی کے خیال اور فکر میں نماز میں بھی اگر التفات کی نوبت آجائے تو کیا مضائقہ ہے بلکہ عین مصلحت ہے۔

دراصل آپ ﷺ تو ان جہاد کے سفروں میں صحابہ کرامؓ کی فوجوں کی ساتھ سپہ سالار اور کمانڈر کی حیثیت سے ہوتے تھے اب فوج کی مصالح پر نظر اور ان کا خیال وفکر کمانڈر کے فرائض منصبی میں سے ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کمال یہ ہے کہ جس وقت اور محل کو جو مقتضی اور حق ہے اس کو ادا کیا جائے نہ یہ کہ آدمی ہر وقت اپنی بزرگی ہی میں بس مستغرق رہے۔

۱۷۰۔ بَابُ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں منافی صلوٰۃ کام کرنے کا حکم

یعنی جو عمل اعمال صلاۃ کی جنس سے نہ ہو، ظاہر ہے کہ وہ نماز میں جائز نہ ہونا چاہئے، اب یہ کہ اس کے اندر کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟ سو اس کا ضابطہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر وہ عمل قلیل ہے تو جائز ہے اور کثیر ہے تو ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے۔

عمل قلیل وکثیر کا فرق: اب یہ کہ قلت اور کثرت کا معیار کیا ہے؟ ایک قول اس میں یہ ہے کہ جس کام میں دونوں ہاتھ کے استعمال کی ضرورت پڑے وہ کثیر ہے اور جو ایک ہاتھ سے ہو سکتا ہے وہ قلیل اسی لئے کہا گیا ہے کہ اگر نماز میں کوئی شخص اپنے قمیص میں گھنڈی لگائے تو چونکہ یہ کام دونوں ہاتھوں سے کرینگا ہے اسی لئے نماز فاسد ہو جائیگی اور اگر گھنڈی کا بند کھولے تو فاسد نہ ہوگی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ جو عمل ایسا ہو کہ اسکے کرنے والے کی طرف دیکھ کر اس بات کا یقین ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے تو وہ کثیر ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ قلیل ہے اور یہی قول اصح ہے، اسی طرح اس مسئلہ کی تفریع میں لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت نماز میں اپنے بچے کو اٹھا کر دودھ پلائے تو نماز فاسد ہو جائے گی عمل کثیر کیوجہ سے اور اگر صرف گود میں اٹھائے تو فاسد نہ ہوگی۔

۹۱۷ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، «أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا».

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الجهاد - باب في فضل الحرس في سبيل الله تعالى ۲۵۰۱

ترجمہ: ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں نماز ادا فرمارہے تھے کہ آپ اپنی صاحبزادی زینب کی بیٹی امامہ کو اٹھائیں ہوئے تھے جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو امامہ کو اپنے کندھے سے زمین پر اتار دیتے اور جب آپ ﷺ قیام کرتے تو امامہ کو اپنے کندھے پر اٹھالیتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٥٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٣) سنن النسائي - المساجد (٧١١) سنن النسائي - السهو (١٢٠٤) سنن النسائي - السهو (١٢٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩١٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٣/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٠/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١١/٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤١٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٩)

٩١٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ، يَقُولُ: «بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ، خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ، وَأُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ صَبِيَّةٌ يَحْمِلُهَا عَلَى عَاتِقِهِ، فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ عَلَى عَاتِقِهِ، يَضَعُهَا إِذَا رَكَعَ، وَيُعِيدُهَا إِذَا قَامَ، حَتَّى قَضَى صَلَاتَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ بِهَا».

ترجمہ: ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس امامہ بنت ابی العاص کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے..... ان امامہ کی والدہ نبی پاک ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب ہیں...... یہ امامہ بچی تھیں حضور ﷺ امامہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے تھے حضور ﷺ نے امامہ کو اپنے کندھے پر اٹھائے ہوئے نماز ادا فرمائی آپ ﷺ جب رکوع میں جاتے تو انکو زمین پر اتار دیتے اور جب قیام کی طرف کھڑے ہوتے تو امامہ کو دوبارہ اپنے کندھے پر بیٹھا لیتے نماز کے ختم تک حضور ﷺ اسی طرح فرماتے رہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٥٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٣) سنن النسائي - المساجد (٧١١) سنن النسائي - السهو (١٢٠٤) سنن النسائي - السهو (١٢٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩١٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٣/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٠/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١١/٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤١٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٩)

شرح الحدیث: قوله: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ: یہ ایک مشہور حدیث ہے جو صحیحین اور سنن سبھی جگہ مذکور ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب جن کے شوہر ابولعاص بن الربیع ہیں انکی چھوٹی بچی جسکا نام امامہ تھا اسکو بعض اوقات حضور ﷺ اپنے کندھے پر بٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے جب رکوع اور سجدہ میں جاتے تو اسکو اتار دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو پھر اٹھالیتے اس بچی کی والدہ یعنی حضرت زینبؓ کی وفات

حضور ﷺ کی حیات میں ۸ھ میں ہو گئی تھی غالبا یہ گود میں لینے کا قصہ اسی وقت کا ہے کہ آپ ﷺ اس بچی کو دلداری اور نگرانی کے طور ایسا کرتے ہوں گے یا بیان جواز کیلئے تاکہ لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو جائے کہ یہ مفسد صلاۃ نہیں ہے۔

حمل الصبی فی الصلوۃ: اب یہ کہ فقہاء اس میں کیا فرماتے ہیں؟ سو جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو ایسے ہی ہے ضرورۃً ایسا کرسکتے ہیں مفسد صلاۃ نہیں ہے، لیکن علماء مالکیہ اس میں بڑے متردد ہیں کیونکہ وہ اس کو عمل کثیر سمجھتے ہیں، پھر اس کی ان سے مختلف توجیہات منقول ہیں ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ یہ نفل نماز کا قصہ ہے، لیکن بعض دوسرے علماء نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں تصریح ہے کہ اس وقت میں آپ ﷺ امامت فرماتے تھے، تو ظاہر ہے کہ فرض نماز ہوگی نفل نماز میں آپ کی امامت معہود نہیں ہے، اور ایک توجیہ یہ کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے ضرورۃً مجبوری کے درجہ میں ایسا کیا ہے اس وقت میں اس بچی کی کوئی دیکھ بھال کرنیوالا نہ تھا، اور ایک توجیہ امام مالکؒ سے یہ منقول ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے تحریم العمل فی الصلاۃ سے پہلے کا قصہ ہے۔

امام نوویؒ نے ان تمام توجیہات کو باطل قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حدیث اس کے جواز میں صریح اور صحیح ہے، اور یہ قواعد شرع کے بھی خلاف نہیں ہے اس لئے کہ انسان پاک ہے اور جو نجاست اس کے پیٹ کے اندر ہے وہ اپنے معدن میں ہونے کی وجہ سے معفوعنہ ہے، وہ فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ثیاب اطفال اور ان کے اجسام سب طہارت پر محمول ہیں تاوقتیکہ نجاست ان کی ثابت نہ ہو جائے[1]، وفی الدر المختار حمل الصبی فی الصلوۃ مکروہ، اور انہوں نے حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ منسوخ ہے إنَّ في الصَّلاةِ لشُغُلاً حدیث کی بناء پر[2]، صاحب بدائع نے اس حدیث کو عذر اور حاجت پر محمول کیا ہے کہ مجبوری کی حالت میں ایسا کرسکتے ہیں[3]۔

امامہ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؓ جو کہ ان کی خالہ تھیں ان کی وصیت کے مطابق ان کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے امامہؓ سے شادی کرلی تھی مگر ان سے حضرت علیؓ کے کوئی اولاد نہیں۔

تنبیہ: حضور ﷺ کا امامہ کو نماز میں بار بار گود میں لینے اور اتارنے میں جو عمل کثیر پائے جانے کا اشکال ہوتا ہے اسکا جواب ہمارے مشائخ یہ دیتے ہیں کہ دار اصل امامہ آپ ﷺ سے بہت مانوس تھی آپ ﷺ ذرا سا اشارہ فرماتے وہ گود میں سے اتر جاتی اور اسی طرح پھر بعد میں معمولی اشارہ سے گود میں چڑھ جاتی تھی۔

۹۱۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَخْرَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، قَالَ:

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج – ج٥ ص ٣٢

[2] رد المحتار على الدر المختار – ج ٢ ص ٤٢٥

[3] بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع – ج ٢ ص ٢٤١ – ٢٤٢

سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: «رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ، عَلَى عُنُقِهِ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا» . قَالَ أبو داود: «وَلَمْ يَسْمَعْ مَخْرَمَةُ مِنْ أَبِيهِ، إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا» .

ترجمہ: ابو قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو اس حال میں نماز پڑھا رہے ہیں کہ امامہ بنت ابی العاص آپکے کندھے پر بیٹھی ہوتی تھیں جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو امامہ کو زمین پر اتار دیتے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مخرمہ نے اپنے والد سے صرف ایک حدیث سنی ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الصلاة (٤٩٤) صحيح البخاري - الأدب (٥٦٥٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٣) سنن النسائي - المساجد (٧١١) سنن النسائي - السهو (١٢٠٤) سنن النسائي - السهو (١٢٠٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩١٩) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٣/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣٠٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١٠/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٣١١/٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤١٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٩)

٩٢٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «بَيْنَمَا نَحْنُ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلَاةِ فِي الظُّهْرِ، أَوِ الْعَصْرِ، وَقَدْ دَعَاهُ بِلَالٌ لِلصَّلَاةِ، إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ بِنْتُ ابْنَتِهِ عَلَى عُنُقِهِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُصَلَّاهُ وَقُمْنَا خَلْفَهُ، وَهِيَ فِي مَكَانِهَا الَّذِي هِيَ فِيهِ» ، قَالَ: «فَكَبَّرَ فَكَبَّرْنَا» ، قَالَ: «حَتَّى إِذَا أَرَادَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَرْكَعَ، أَخَذَهَا فَوَضَعَهَا، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ سُجُودِهِ، ثُمَّ قَامَ، أَخَذَهَا فَرَدَّهَا فِي مَكَانِهَا، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ بِهَا ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ حَتَّى فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ» .

ترجمہ: حضور ﷺ کی صحابی ابو قتادہ سے روایت ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کا ظہر یا عصر کی نماز میں ایک دفعہ انتظار کر رہے تھے اور بلالؓ حضور ﷺ کو نماز کے متعلق دعوت بھی دے چکے تھے کہ اچانک حضور ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ امامہ بنت ابی العاص حضور ﷺ کی نواسی آپ ﷺ کے کندھے پر تھیں پس حضور ﷺ اپنے مصلے پر کھڑے ہوئے اور ہم آپ ﷺ کی اقتداء میں آپکے پیچھے کھڑے ہوگئے اور امامہ اسی جگہ تھیں جہاں وہ تھیں یعنی حضور ﷺ کے کندھے پر پس حضور ﷺ نے تکبیر تحریمہ کہی ہم نے بھی تکبیر کہی۔ ابو قتادہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو امامہ کو اپنی گردن سے زمین پر بٹھا دیا پھر آپ ﷺ نے رکوع سجدہ فرمایا جب سجدوں سے فارغ ہو کر قیام کیلئے کھڑے ہوگئے تو آپ ﷺ نے امامہ کو اسی جگہ (اپنے کندھے) پر دوبارہ بٹھا دیا حضور ﷺ ہر رکعت میں اسی طرح کرتے ہے یہاں تک آپکی نماز مکمل ہوگئی۔

تخریج صحيح البخاري – الصلاة (٤٩٤) صحيح البخاري – الأدب (٥٦٥٠) صحيح مسلم – المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٣) سنن النسائي – المساجد (٧١١) سنن النسائي – السهو (١٢٠٤) سنن النسائي – السهو (١٢٠٥) سنن أبي داود – الصلاة (٩٢٠) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٢٩٥/٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٢٩٦/٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٣٠٣/٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٣٠٤/٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٣١٠/٥) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٣١١/٥) موطأ مالك – النداء للصلاة (٤١٢) سنن الدارمي – الصلاة (١٣٥٩).

٩٢١ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ ضَمْضَمِ بْنِ جَوْسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحَيَّةَ، وَالْعَقْرَبَ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز میں سانپ اور بچھو کو مار ڈالو۔

تخریج جامع الترمذي – الصلاة (٣٩٠) سنن النسائي – السهو (١٢٠٢) سنن النسائي – السهو (١٢٠٣) سنن أبي داود – الصلاة (٩٢١) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٤٥) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٣٣/٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٤٨/٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٥٥/٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٢٨٤/٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٤٧٣/٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٤٧٥/٢) مسند أحمد – باقي مسند المكثرين (٤٩٠/٢) سنن الدارمي – الصلاة (١٥٠٤)

شرح الحدیث: قوله: اقْتُلُوا الْأَسْوَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ: الْحَيَّةَ، وَالْعَقْرَبَ: اسودین یعنی سانپ اور بچھوا یسے ہی اور کوئی موذی جانور نماز میں اسکو ضربہ واحدہ یا ضربتین سے مارنا جائز ہے، نہ مفسد صلاۃ ہے اور نہ مکروہ، کیونکہ شارع ﷺ اسکی اجازت دے رہے ہیں بلکہ آپ ﷺ سے عملاً بھی یہ ثابت ہے، ایک مرتبہ جبکہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے ایک بچھو نے آپ ﷺ کے ڈنک مارا تو آپ ﷺ نے اسکو اپنے پاؤں سے کچل کر مار دیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا لَعَنَ اللهُ الْعَقْرَبَ لَا تُبَالِي نَبِيًّا وَلَا غَيْرَهُ❶۔

مذاہب ائمہ: اب اگر اس کے قتل میں عمل کثیر پایا گیا تو اس صورت میں حنفیہ شافعیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اور منہل❷ میں لکھا ہے کہ حنابلہ کے کلام سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں عمل قلیل اور کثیر کا فرق نہیں بلکہ مطلقاً جائز ہے، ایسے ہی حنفیہ میں سے صاحب مبسوط علامہ سرخسیؒ کی بھی یہی رائے ہے، اور تیسرا مذہب اس میں ابراہیم نخعی وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک اسودین کا قتل نماز میں مکروہ ہے۔

٩٢٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، وَهَذَا لَفْظُهُ، قَالَ: حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا بُرْدٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَحْمَدُ - يُصَلِّي وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ، فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ - قَالَ أَحْمَدُ: - فَمَشَى فَفَتَحَ لِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى مُصَلَّاهُ، وَذَكَرَ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ".

---

❶ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع – ج ١ ص ٢٤٢

❷ المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود – ج ٦ ص ١٨ – ١٩

ترجمة: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز ادا فرما رہے تھے...... امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا...... اور دروازہ بند تھا میں دوران نماز آئی اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا...... احمد بن حنبلؒ استاد نے فرمایا..... پھر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چلے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے لئے دروازہ کھولا پھر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی نماز کی جگہ اُلٹے پاؤں لوٹ گئے اور راوی نے بتلایا کہ دروازہ جانب قبلہ میں تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - الجمعة (٦٠١) سنن النسائي - السهو (١٢٠٦) سنن أبي داود - الصلاة (٩٢٢)

شرح الحديث: قوله: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَالْبَابُ عَلَيْهِ مُغْلَقٌ، فَجِئْتُ فَاسْتَفْتَحْتُ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حجرہ شریفہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کا دروازہ اس وقت اندر سے بند تھا تو ایسے وقت میں جبکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز میں مشغول تھے، میں باہر کی طرف سے آئی اور میں نے استفتاح یعنی دروازہ کھلوانے کے لئے دستک دی، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ایک دو قدم چل کر دروازہ کھول دیا اور پھر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ آ گئے، فقہاء نے لکھا ہے کہ ایک دو قدم عمل کثیر نہیں ہے، ہاں توالی اقدام یعنی ایک ہی رکن میں مسلسل تین قدم چلنا یہ عمل کثیر اور مفسد صلاۃ ہے صرف ایک دو قدم آگے پیچھے ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ایک قوی اشکال اور اس کی تشریح: یہاں تک تو اس حدیث میں کوئی بات قابل اشکال نہیں آگے ایک جملہ آ رہا ہے وَذَكَرَ أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ، یعنی عروہ نے یہ بھی نقل کیا کہ حجرہ شریفہ کا باب قبلہ کی جانب میں تھا اس جملہ پر بڑا اشکال ہو رہا ہے، اشکال کی توضیح یہ ہے کہ اہل مدینہ کا قبلہ بجانب جنوب ہے اس لئے کہ مدینہ مکہ سے بجانب شمال ہے اور حضرت عائشہؓ کا حجرہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ مسجد سے بالکل متصل مسجد کی بائیں جانب مشرق میں واقع ہے اور حجرہ کا دروازہ مسجد کی طرف غرب میں واقع ہے حجرہ شریفہ کیلئے باب غربی کا ہونا تو مشہور و معروف ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس میں ایک دروازہ اور تھا بجانب شمال جس طرف ملک شام ہے اسی لئے اس کو باب شامی بھی کہتے ہیں، تو گویا دو دروازے ہوئے، غربی، اور شمالی، یہ غربی دروازہ تو دائیں جانب ہوا اور شمالی پیچھے کی جانب تو ان میں سے کوئی سا بھی دروازہ قبلہ کی جانب یعنی جنوبی نہیں حالانکہ یہاں روایت میں یہ ہے أَنَّ الْبَابَ كَانَ فِي الْقِبْلَةِ۔

بہر حال یہ بات ماھو المشہور فی الروایات وماثبت فی کتب التاریخ والسیر کے خلاف ہے، یہ روایت چونکہ ترمذی میں بھی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کی توجیہ: اس لئے حضرت گنگوہیؒ سے اس کا جواب الکوکب الدری [1] میں یہ منقول ہے کہ فی القبلہ کا یہ مطلب نہیں کہ حجرہ شریفہ کی جو دیوار قبلہ کی جانب ہے اس میں یہ دروازہ تھا تاکہ اشکال واقع ہو بلکہ فی القبلہ کا مطلب ہے آگے کی طرف، یعنی دروازہ تو حجرہ شریفہ کا دائیں جانب جدار غربی ہی میں تھا جیسا کہ مشہور ہے لیکن وہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نماز پڑھنے کی جگہ سے آگے کی طرف تھا جس کو کھولنے کے لئے آپ کو آگے کی جانب چلنا پڑا اور جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس دروازہ کی محاذات میں

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ١ ص ٤٧٣

پہنچے تو ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا، فالحمد للہ اشکال رفع ہو گیا۔

حضرت سہارنپوریؒ کی توجیہ: اور یہاں پر بذل میں حضرت سہارنپوریؒ نے اس اشکال کی ایک دوسری توجیہ فرمائی ہے وہ یہ کہ مشہور تو یہی ہے کہ حجرۂ شریفہ کا باب غربی یا شمالی تھا یا دونوں تھے لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ سے آگے قبلہ کی جانب میں متصلاً حضرت حفصہؓ کا حجرہ تھا اور یہ کہ یہ دونوں عائشہؓ و حفصہؓ اپنے اپنے حجروں میں بیٹھی ایک دوسرے سے کلام اور بات چیت کر لیا کرتی تھیں تو اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ اس طرح بات کرنا جبھی ہو سکتا ہے جبکہ دونوں حجروں کی درمیانی دیوار میں کوئی دروازہ یا کھڑکی کھلی ہوئی ہو جس سے ادھر کی آواز ادھر پہنچ سکے تو ہو سکتا ہے، حضرت عائشہؓ اس کھڑکی کی جانب سے آئی ہوں جو اس وقت بند تھی حضور ﷺ نے نماز میں آگے بڑھ کر (قبلہ کی جانب چل کر) اس کو کھول دیا، یہ توجیہہ (جدار قبلہ میں کھڑکی تسلیم کرنا) صراحۃً کہیں منقول نہیں بلکہ حضرت کا اپنا استنباط ہے جس کے لئے کافی تتبع کتب کرنا پڑا، (کمافی البذل [1])۔

فائدہ: نسائی اور مسند احمد کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں فَمَشَى فِي الْقِبْلَةِ إِمَّا عَنْ يَمِينِهِ، وَإِمَّا عَنْ يَسَارِهِ [2]. ان لفظوں سے الکوکب الدری والی توجیہہ کی تائید ہوتی ہے کہ دروازہ کھولنے کیلئے آپ ﷺ آگے کی طرف چلے اور پھر جب دروازہ کی محاذات میں آگئے تو دائیں طرف ہاتھ بڑھا کر جس طرف دروازہ تھا آپ ﷺ نے اسکو کھول دیا، اس روایت میں اگرچہ شک راوی ہے إِمَّا عَنْ يَمِينِهِ، وَإِمَّا عَنْ يَسَارِهِ، لیکن اصح اس میں اول (عَنْ يَمِينِهِ) ہے۔

۱۷۱۔ بَابُ رَدِّ السَّلَامِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں سلام کا جواب دینے کا حکم

یعنی اگر کوئی شخص اس شخص کو سلام کرے جو نماز میں ہے تو کیا وہ نمازی سلام کا جواب دے؟ اس میں اولاً تو آپ یہ سمجھئے کہ نمازی کو سلام کرنا مکروہ ہے، حنفیہ کا مذہب یہی ہے اور ائمہ ثلاث کے نزدیک جائز بلا کراہت ہے، کمافی المنہل۔

مذاہب ائمہ: رہا مسئلہ رد السلام کا جو ترجمۃ الباب میں مذکور ہے سو اس میں ناقلین مذاہب مختلف ہیں، علامہ عینیؒ نے حنفیہ شافعیہ و حنابلہ تینوں کے نزدیک رد السلام بالاشارہ کو مکروہ لکھا ہے اور امام مالکؒ سے انہوں نے دو روایتیں نقل کی ہیں کراہت وعدم کراہت (کذا فی البذل [3]) اور صاحب منہل نے اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ رد السلام ائمہ ثلاثہ کے نزدیک [4] جائز ہے

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٥ ص ٢٠٠ـ ٢٠١

[2] مسند أحمد – مسند النساء – مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها ٢٥٩٧٧ (ج ٤٣ ص ١٢١)

[3] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٥ ص ٢٠٤

[4] اور قرین قیاس بھی یہی ہے اس لئے کہ بقول صاحب منہل جب ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سلام کرنا جائز ہے تو جواب سلام بھی ہونا چاہئے، ١٢۔

اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے، اور مولانا عبدالحی صاحبؒ نے التعلیق الممجد میں امام شافعی کا مذہب استحباب رد لکھا ہے اور امام احمد کا یہ لکھا ہے کہ ان کے نزدیک فرض اور نفل میں فرق ہے یعنی فرض میں مکروہ اور نفل میں جائز، اور حنفیہ کا مذہب یہ لکھا ہے کہ بعض ان سے کراہت کے قائل ہیں امام طحاویؒ انہیں میں سے ہیں اور انہوں نے حضور ﷺ کے اشارہ کو جو آپ نے نماز میں کیا تھا منع عن السلام پر محمول کیا ہے نہ کہ رد السلام پر، اور بعض حنفیہ کہتے ہیں لا بأس بہ [1]۔

نیز جاننا چاہئے کہ رد السلام باللسان کسی کے نزدیک جائز نہیں، ائمہ اربعہ کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے، البتہ ابن المسیب اور حسن بصری کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

۹۲۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، وَقَالَ: «إِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا».

ترجمہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دوران نماز سلام کیا کرتے تو آپ ﷺ دوران نماز سلام کا جواب مرحمت فرماتے پھر (حبشہ ہجرت کرنے کے بعد) جب ہم حبشہ سے واپس لوٹے...... نجاشی کے پاس سے...... تو ہم نے آپکی نماز کے دوران سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز میں مشغولی ہوا کرتی ہے (جو کلام اور سلام و جواب سے مانع ہے)۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (۱۱۹۹) صحيح البخاري - الجمعة (۱۲۱٦) صحيح البخاري - المناقب (۳٦٦۲) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (۵۳۸) سنن النسائي - السهو (۱۲۲۰) سنن النسائي - السهو (۱۲۲۱) سنن أبي داود - الصلاة (۹۲۳) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۱۹) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۳۷٦/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۰۹/۱) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (۴۱۵/۱)

شرح الحدیث قولہ: فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ، سَلَّمْنَا عَلَيْهِ: عبداللہ بن مسعودؓ اصحاب الہجرتین میں سے ہیں یعنی ہجرۃ الی الحبشہ پھر ہجرۃ الی المدینہ، نیز یہ بھی مشہور ہے کہ جن صحابہؓ نے ہجرت الی الحبشہ فرمائی تھی وہ اس غلط اطلاع پر کہ کفار مکہ اسلام لے آئے ہیں حبشہ سے مکہ لوٹ آئے تھے جب یہاں آکر دیکھا کہ ایسا نہیں ہے خبر غلط تھی پھر دوبارہ لوٹ کر حبشہ چلے گئے، اس کے بعد ان حضرات نے حضور ﷺ کے ہجرۃ الی المدینہ کے بعد حبشہ سے ہجرۃ الی المدینہ کی، تو گویا حبشہ سے دو رجوع ہوئے، رجوع اول الی مکہ اور رجوع ثانی الی المدینہ۔

شرح حدیث میں دو قول اور اسکا منشاء: اس حدیث میں رجوع سے کون سا رجوع مراد ہے رجوع الی مکہ یا رجوع الی المدینہ، اس میں شراح کا اختلاف ہے، شراح احناف کے نزدیک رجوع الی المدینہ مراد ہے اور شراح شافعیہ وغیرہ کے نزدیک

---

[1] التعليق الممجد على موطا محمد - ج ۱ ص ۵۳۰

رجوع الی المکہ مراد ہے دراصل یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر متفرع ہے وہ یہ کہ نسخ الکلام فی الصلاۃ مکہ میں ہوا یا آپ کی ہجرت الی المدینہ کے بعد مدینہ کے قیام میں ہوا شافعیہ اول کے قائل ہیں اور حنفیہ دوسرے قول کے۔

اس مضمون پر تفصیلی کلام اور بحث ابواب سجود السہو میں حدیث ذوالیدین کے تحت آئیگی کیونکہ حدیث ذوالیدین میں کلام فی الصلاۃ پایا گیا تھا اور اس کے باوجود نماز کو صحیح قرار دیا گیا، تو چونکہ کلام فی الصلاۃ کی تحقیق کا یہی حدیث خاص محل ہے، اس لئے حضرت سہارنپوریؒ نے بھی بذل المجہود میں اس پر بحث اسی جگہ فرمائی ہے ہم بھی اس پر انشاء اللہ وہیں بیان کریں گے۔

٩٢٤ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ فِي الصَّلَاةِ وَنَأْمُرُ بِحَاجَتِنَا، فَقَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ قَالَ: «إِنَّ اللهَ يُحْدِثُ مِنْ أَمْرِهِ مَا يَشَاءُ، وَإِنَّ اللهَ جَلَّ وَعَزَّ قَدْ أَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ أَنْ لَا تَكَلَّمُوا فِي الصَّلَاةِ»، فَرَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ.

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دوران نماز (ایک دوسرے کو یا رسول اللہ ﷺ کو) سلام کیا کرتے تھے اور نماز کے متعلق جو کام ہوا کرتے تھے وہ ایک دوسرے کو کہہ دیتے پس (حبشہ ہجرت کرنے کے بعد جب ہم واپس لوٹے تو) میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نماز ادا فرما رہے تھے میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا تو مجھے (اس جواب نہ ملنے سے اسقدر غم ہوا کہ) مجھے اپنے اگلے اور پچھلے غم اور پریشانیاں یاد آگئیں جب نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں نیا حکم ارشاد فرماتے ہیں اور اللہ پاک نے نیا حکم یہ مقرر فرمادیا کہ نماز میں باتیں مت کرو یہ فرمانے کے بعد حضور ﷺ نے میرے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٤١) صحيح البخاري - الجمعة (١١٥٨) صحيح البخاري - المناقب (٣٦٦٢) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٨) سنن النسائي - السهو (١٢٢٠) سنن النسائي - السهو (١٢٢١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٢٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠١٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٧٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠٩/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤١٥/١)

شرح الحدیث: قولہ: فَأَخَذَنِي مَا قَدُمَ وَمَا حَدُثَ: یعنی آپ ﷺ کے میرے سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ سے میرے دل میں کبھی کبھی کے پرانے اور نئے ہر طرح کے خیالات آنے لگے یعنی سوچنے لگا کہ شاید آپ فلاں بات کی وجہ سے ناراض ہوں یا فلاں بات کیوجہ سے ناراض ہوگئے ہوں۔

٩٢٥ - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَابِلٍ، صَاحِبِ الْعَبَاءِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ صُهَيْبٍ، أَنَّهُ قَالَ: «مَرَرْتُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَرَدَّ إِشَارَةً»، قَالَ: «وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ إِشَارَةً بِأُصْبُعِهِ»، وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ قُتَيْبَةَ.

ترجمہ: صہیب رومیؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرا آپ نماز ادا فرمارہے تھے تو میں نے آپکو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اشارے سے میرے سلام کا جواب دیا۔ لیث راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں میرے استاد بکیر نے یوں فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی کے اشارے سے جواب دیا تھا۔ مذکورہ بالا الفاظ قتیبہ استاد کے نقل کردہ ہیں۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٣٦٧) سنن النسائي - السهو (١١٨٦) سنن النسائي - السهو (١١٨٧) سنن أبي داود - الصلاة (٩٢٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٦١)

٩٢٦ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: أَرْسَلَنِي نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرِهِ فَكَلَّمْتُهُ، فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هَكَذَا، ثُمَّ كَلَّمْتُهُ، فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هَكَذَا: وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ وَيُومِئُ بِرَأْسِهِ، فَلَمَّا فَرَغَ، قَالَ: «مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي أَرْسَلْتُكَ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُكَلِّمَكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي».

ترجمہ: جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قبیلے بنی مصطلق کی طرف (کسی کام سے) بھیجا، جب میں واپس آیا تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے اونٹ پر نماز ادا کر رہے تھے میں نے آپ سے کوئی بات کہنی چاہی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا پھر دوبارہ میں نے کچھ کہنا چاہا تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بات کرنے سے منع فرمایا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو نماز میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے سن رہا تھا اور آپ اپنے سر کے اشارے سے رکوع اور سجدہ فرمارہے تھے۔ جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا میں نے جس کام کے لئے تمہیں بھیجا تھا وہ کام تم نے کس طرح کیا؟ تمہاری گفتگو کا جواب میں اس لئے نہیں دے رہا تھا کیونکہ میں نماز میں تھا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٥٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٠) سنن النسائي - السهو (١١٨٩) سنن النسائي - السهو (١١٩٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠١٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣/٣٨٨)

٩٢٧ - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى الْخُرَاسَانِيُّ الدَّامِغَانِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا نَافِعٌ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: «خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قُبَاءَ يُصَلِّي فِيهِ»، قَالَ: «فَجَاءَتْهُ الْأَنْصَارُ، فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي»، قَالَ: "فَقُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ حِينَ كَانُوا يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي؟"، قَالَ: «يَقُولُ هَكَذَا، وَبَسَطَ كَفَّهُ»، وَبَسَطَ جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كَفَّهُ، وَجَعَلَ بَطْنَهُ أَسْفَلَ، وَجَعَلَ ظَهْرَهُ إِلَى فَوْقٍ.

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء میں نماز پڑھنے کے لئے وہاں تشریف لے گئے عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے دوران انصار مدینہ آئے اور انہوں نے آپکی نماز کے دوران آپکو سلام کیا عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ جب انصار مدینہ رسول اللہ ﷺ کو نماز کے دوران سلام کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ انکے سلام کا جواب کس طرح دے رہے تھے حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح

اشارے سے جواب دے رہے تھے اور حضرت بلالؓ اپنی ہتھیلی کھول کر دکھائی اور جعفر بن عوف راوی نے اپنی ہتھیلی کو کشادہ کرکے دکھایا اور ہتھیلی کے اندر والے حصے کو نیچے کیا اور ہتھیلی کے بالائی حصے کو اوپر کی جانب کیا۔

شرح الحدیث قولہ: فَقُلْتُ لِبِلَالٍ: كَيْفَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ عَلَيْهِمْ: یہ پہلے آچکا کہ ان احادیث میں جو اشارہ مذکور ہے اس کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ اشارہ ردسلام یعنی جواب سلام کے لئے تھا اور بعض یہ کہتے ہیں جن میں امام طحاویؒ بھی ہیں کہ یہ اشارہ منع صلاۃ عن السلام کے لئے تھا کہ نماز میں سلام مت کرو۔

٩٢٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا غِرَارَ فِي صَلَاةٍ، وَلَا تَسْلِيمٍ» ، قَالَ أَحْمَدُ: «يَعْنِي فِيمَا أَرَى أَنْ لَا تُسَلِّمَ، وَلَا يُسَلَّمَ عَلَيْكَ، وَيُغَرِّرُ الرَّجُلُ بِصَلَاتِهِ فَيَنْصَرِفُ وَهُوَ فِيهَا شَاكٌّ».

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ نماز میں نہ تو ارکان اور اسکے افعال میں کمی کرنی چاہئے اور نہ ہی دوران نماز سلام کا جواب دینا چاہئے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نماز کے دوران نہ تو تم کسی کو سلام کرو اور نہ ہی تمہاری نماز کے دوران کوئی تمہیں سلام کرے اور لَا غِرَارَ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز میں کمی کرے اور پھر یہ شخص اپنی نماز سے اس حال میں لوٹے کہ اسے شک ہو (کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت)۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (٩٢٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٦١)

شرح الحدیث اور مطابقة الحدیث للترجمة قولہ: لَا غِرَارَ فِي صَلَاةٍ: یعنی نماز میں نقص نہیں ہونا چاہئے، یا تو باعتبار کیف کے مراد ہے، یعنی خشوع و خضوع، یا باعتبار کمیت اور مقدار کے، مثلاً کسی کو نماز میں شک ہوا کہ چار رکعات ہوئیں یا تین تو بس وہ بغیر تحری اور سوچ کے تین ہی پر سلام پھیر دے، اور بعض نے کہا کہ غرار سے مراد نوم ہے۔

قولہ: وَلَا تَسْلِيمٍ: اس کو دو طرح پڑھ سکتے ہیں نصب کیساتھ اس صورت میں عطف ہوگا لاغرار پر تقدیر عبارت یہ ہوگی لا تسلیم فی صلوۃ یعنی نماز میں تسلیم نہ ہونا چاہئے، نہ نمازی کسی کو سلام کرے اور نہ دوسرا شخص نمازی کو سلام کرے اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب ہوگی، اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ ولا تسلیم کو مجرور پڑھا جائے اس صورت میں اس کا عطف ہوگا صلاۃ پر اور تقدیر عبارت یہ ہوگی لاغرار فی تسلیم یعنی سلام یا اس کے جواب میں نقص نہیں ہونا چاہئے سلام پورا کرنا چاہئے اور اس کا جواب بھی پورا دینا چاہئے سلام اور جواب سلام دونوں ہی کامل ہونے چاہئیں۔

اس صورت میں یہ حدیث ترجمۃ الباب کے مناسب نہ ہوگی، اس حدیث کے امام احمدؒ نے جو معنی بیان فرمائے ہیں وہ احتمال اول کو لے کر ہیں اور آگے حدیث میں جو آرہا ہے لَا غِرَارَ فِي تَسْلِيمٍ، وَلَا صَلَاةٍ، اس سے احتمال ثانی کی تائید ہوتی ہے۔

٩٢٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: أُرَاهُ رَفَعَهُ، قَالَ: «لَا غِرَارَ فِي تَسْلِيمٍ، وَلَا صَلَاةٍ»، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَلَى لَفْظِ ابْنِ مَهْدِيٍّ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ سلام میں اور نماز میں غرار (کمی) نہیں ہے، امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ابن فضل نے ابن مہدی کے الفاظ کے مطابق نقل کیا ہے اور اس حدیث کو مرفوع ذکر نہیں کیا (اس کے برعکس آخری حدیث میں معاویہ بن ہشام نے لَا غِرَارَ فِي صَلَاةٍ، وَلَا تَسْلِيمٍ کے بجائے لَا غِرَارَ فِي تَسْلِيمٍ، وَلَا صَلَاةٍ نقل کیا تھا۔ اور ابن فضیل نے عبدالرحمٰن بن مہدی کی اس بات میں مخالفت کی کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے تو حدیث کو مرفوع قرار دیا تھا لیکن ابن فضیل نے اس حدیث کو مرفوع ذکر نہیں کیا)۔

١٧٢ - بَابُ تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ فِي الصَّلَاةِ

باب نماز میں چھینکنے والے کو جواب دینے کا بیان

مذاہب علماء: یعنی چھینکنے والے کی حمد کا جواب، اگر یہ جواب دینا نماز میں پایا جائے تو عند الجمہور مفسد صلاۃ ہے، اس لئے کہ اس میں تخاطب ہے، یَرْحَمُكَ اللهُ میں کاف خطاب ہے اور نماز میں خطاب و کلام ناجائز ہے، اس مسئلہ میں مالکیہ اور امام ابو یوسف کا اختلاف ہے ان کے نزدیک مفسد صلاۃ نہیں۔

ایک مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ نماز کی حالت میں عاطس کو الحمد للہ کہنا چاہئے یا نہیں، یہ مسئلہ استفتاح صلاۃ کی دعا کے باب میں گزر چکا۔

لفظ تشمیت کی تحقیق: تشمیت کی لغوی تحقیق یہ ہے بعض کہتے ہیں کہ شوامت سے مشتق ہے جس کے معنی قوائم ہیں یعنی ستون، گویا عاطس کی دعا دی جاتی ہے ثبات علی الطاعۃ کی، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے شماتت سے یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو شماتت اعداء سے بچائے، اور بعض کہتے ہیں یہ لفظ تسمیت سین مہملہ سے ہے، اور ماخوذ ہے سمت سے جسکے معنی الہیئۃ الحسنہ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تیری ہیئت کو اچھی بنائے، یہ دعا اس وقت اس لئے دی جاتی ہے کہ چھینک کے وقت آدمی کی ہیئت بگڑ ہی جاتی ہے۔

٩٣٠ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، الْمَعْنَى، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ، مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُمْ يُصَمِّتُونِي - فَقَالَ عُثْمَانُ: فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونِي لَكِنِّي سَكَتُّ - قَالَ: فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِأَبِي وَأُمِّي مَا ضَرَبَنِي، وَلَا

كَهَرَنِي، وَلَا سَبَّنِي، ثُمَّ قَالَ: «إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَحِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ هَذَا، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ» أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا قَوْمٌ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَنَا اللَّهُ بِالْإِسْلَامِ، وَمِنَّا رِجَالٌ يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، قَالَ: «فَلَا تَأْتِهِمْ»، قَالَ: قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ، قَالَ: «ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدُّهُمْ»، قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ، قَالَ: «كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ» قَالَ: قُلْتُ: جَارِيَةٌ لِي كَانَتْ تَرْعَى غُنَيْمَاتٍ قِبَلَ أُحُدٍ، وَالْجَوَّانِيَّةِ، إِذِ اطَّلَعْتُ عَلَيْهَا اطِّلَاعَةً، فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْهَا، وَأَنَا مِنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَعَظُمَ ذَاكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: «ائْتِنِي بِهَا»، قَالَ: فَجِئْتُهُ بِهَا، فَقَالَ: «أَيْنَ اللَّهُ؟»، قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: «مَنْ أَنَا؟» قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ، قَالَ: «أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ».

ترجمہ: معاویہ بن حکم السلمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو مقتدیوں میں ایک شخص کو چھینک آئی میں نے اسکو جواب میں یرحمک اللہ کہا تو صحابہ کرام نے مجھے تیز آنکھوں سے دیکھا میں نے جواب میں کہا تمہاری ماں تمہیں روئے کیا ہوا کہ تم لوگ نماز میں مجھے اتنے غصے سے کیوں دیکھ رہے ہو تو صحابہ نے اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر مارے تو میں سمجھ گیا کہ صحابہ کرام مجھے خاموش رہنے کا کہہ رہے ہیں عثمان استاد نے یوں ذکر کیا کہ جب میں نے صحابہ کو دیکھا کہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں (تو مجھے غصہ آگیا) لیکن میں نے غصہ کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کرلی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ نہ تو آپ نے مجھ پر غصہ کیا اور نہ ہی مجھے ڈانٹا اور نہ ہی مجھے برا بھلا کہا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کسی قسم کی بات چیت کرنا ناجائز ہے۔ یہ نماز تو اللہ پاک کی پاکی اور بڑائی کرنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا نام ہے۔ نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام نے اس جیسے الفاظ ارشاد فرمائے تھے معاویہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ زمانہ جاہلیت کو چھوڑ کر نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں، ہم میں بعض لوگ کاہنوں کے پاس جاتے ہیں (جو انکو پوشیدہ باتوں اور مستقبل کے امور کے متعلق بتلاتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان کاہنوں کے پاس مت جاؤ معاویہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ ہمارے قبلہ کے بعض لوگ بد فالی لیا کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ بد فالی لینے کا عمل در حقیقت ایک وہم اور وسوسہ ہے جو انکے دلوں میں پیدا ہوتا ہے لہٰذا یہ خیالات اور وساوس انکو انکے کاموں سے نہ روکیں ہمارے قبیلہ کے کچھ لوگ لکیر (خط) کے ذریعے مستقبل کے امور پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک نبی (دانیال علیہ السلام یا ادریس علیہ السلام) کو علم خط عطا کیا گیا تھا پس جس شخص کی لکیر ان پیغمبر کے خط اور لکیر کے موافق ہو جائے تو یہ علم خط قابل اعتبار ہے حضرت معاویہ نے عرض کیا کہ میری ایک باندی جبل احد کی اور جوانیہ مقام کے قریب چند بکریاں چرا رہی تھی کہ اچانک مجھے اطلاع ملی کہ ایک بھیڑیا ایک بکری لیکر بھاگ گیا میں بھی اولاد آدم میں سے

ہوں جیسے دیگر لوگوں کو غصہ آتا ہے مجھے بھی غصہ آتا ہے مگر میں نے اپنے زیادہ غصہ کو قابو کر کے اس باندی کو ایک تھپڑ مار دیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے اس ایک تھپڑ مارنے کو بہت بڑا گناہ خیال فرمایا میں نے عرض کیا کہ میں (اس تھپڑ کے کفارہ میں) اس باندی کو آزاد کر دوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس باندی کو میرے پاس لیکر آؤ میں اس باندی کو لیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے فرمایا: اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ آسمان میں ہے رسول اللہ ﷺ نے اس باندی سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو کیونکہ یہ مؤمن ہے۔

تخریج صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٧) سنن النسائي - السهو (١٢١٨) سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٠) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٤٣/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤٧/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤٨/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٥٠٢)

شرح الحدیث قولہ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: معاویہ بن الحکم السلمی کہتے ہیں کہ کسی شخص کو جو نماز میں تھا چھینک آئی تو اس پر میں نے باوجود نماز میں ہونے کے (زور سے) کہا یَرْحَمُكَ الله، میرے اس کہنے پر سب لوگوں نے نگاہوں کے تیر مجھ پر مارے یعنی وہ لوگ مجھ کو گھورنے لگے، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهُ، ثکل کے معنی ہیں عورت کے بچے کا مر جانا جس پر افسوس کا ہونا ظاہر ہے، اور لفظ وا یہ ندا کے لئے ہے، اور امیاہ میں ام کی اضافت یاء متکلم کی طرف ہو رہی ہے اور الف یہ نداء کیلئے ہے اور ہ، سکتہ کیلئے ہے، اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں ہائے افسوس میری ماں کے مجھ کو گم کرنے پر گویا اس شخص کی موت آچکی اور نماز میں ان صحابیؓ نے یہ بھی کہا کہ کیا ہوا تم لوگوں کو مجھے گھورتے ہو۔

قولہ: فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُسَكِّتُونِي لَكِنِّي سَكَتُّ: یہاں پر جزاء شرط محذوف ہے اور اس جزاء محذوف ہی پر یہ استدراک جس کو لکنی سے بیان کر رہے ہیں مرتب ہے اور وہ جزاء محذوف غضبت ہے یعنی جب میں نے ان کو دیکھا کہ مجھ کو خاموش کرنا چاہ رہے ہیں تو مجھے بڑا غصہ آیا اس لئے کہ ایک تو گھور رہے ہیں اور مجھ پر زیادتی کر رہے ہیں دوسرے میرے اظہار افسوس پر مجھے خاموش بھی کرنا چاہ رہے ہیں لیکن میں خاموش ہو گیا (اپنے غضب کی مقتضی پر عمل نہیں کیا)۔

قولہ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَحِلُّ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ: اس سے حنفیہ وحنابلہ کی تائید ہو رہی ہے، دراصل کلام فی الصلاۃ کا مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک اور یہی قول راجح ہے امام احمدؒ کا کہ کلام فی الصلاۃ مطلقاً مفسد ہے، اور امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ کلام قلیل عمداً جو اصلاح صلاۃ کیلئے ہو مفسد نہیں، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کلام یسیر کی اگر وہ سہواً ہو تو گنجائش ہے اور جو عمداً ہو خواہ اصلاح صلاۃ کیلئے ہو جائز نہیں، اس حدیث سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے جو حنفیہ کا مسلک ہے کہ مطلقاً جائز نہیں۔

قولہ: إِنَّا قَوْمٌ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ: ہم لوگ نو مسلم ہیں ابھی قریب میں جاہلیت اور کفر کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

قولہ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَأْتُونَ الْكُهَّانَ: ہم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو کاہنوں کے پاس جاتے ہیں ان سے آئندہ پیش آنے والی باتیں معلوم کرنے کیلئے، اور بعض ہم میں ایسے ہیں جو پرندوں کے ذریعہ بدشگونی لیتے ہیں، وہ لوگ بدشگونی کے چونکہ عادی ہو چکے تھے تو اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کو وہ اپنے اندر پائیں تو اس پر مواخذہ نہیں غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے، فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ لیکن یہ بدشگونی ان کو عمل سے نہ روکے، یعنی اگر بدشگونی کی بات ذہن میں آئے بلا اختیار تو آنے دو، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کے مقتضی پر عمل نہ کیا جائے اور جس کام کا ارادہ ہے اس کو کر گزریں، بدشگونی اس سے مانع نہ ہونی چاہئے۔

اس حدیث میں کاہنوں کے پاس جانیکی اور ان کی بات کی تصدیق کرنیکی ممانعت مذکور ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی عراف یا کاہن کے پاس جائے فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ [1]۔ کاہن وہ شخص ہے جو آئندہ ہونے والے امور کا علم کا دعویٰ کرے اور معرفت سرائر (رازہائے سربستہ) کا مدعی ہو، اور ایک عراف ہوتا ہے جو مال مسروق اور گمشدہ چیزوں کی نشاندہی کرتا ہو، کاہنوں کے پاس ان کی تصدیق کی نیت سے جانا حرام ہے، اسی طرح ان کو اجرت دینا بھی حرام ہے أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنْ حُلْوَانِ الْكَاهِنِ [2]، امام نوویؒ وغیرہ حضرات نے اس لین دین کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے [3]۔

قولہ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ، قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ: **علم رمل:** خط سے مراد علم رمل ہے، کیونکہ اس کے اندر زمین پر کچھ نشان اور خط کھینچے جاتے ہیں، یہ ایک مشہور و معروف علم ہے اس پر مستقل تصانیف بھی لکھی گئی ہیں، اس کی مخصوص اصطلاحات وغیرہ بھی ہیں، اس کے ذریعہ سے مخفی امور کا استخراج کرتے ہیں، اور بسا اوقات وہ بات درست نکلتی ہے، اس علم رمل کی تعلیم و تعلم بتصریح علماء حرام ہے، مگر چونکہ بعض انبیاء کے پاس یہ علم تھا جیسا کہ اس حدیث میں ہے اور وہ اس کو کرتے تھے، بعضوں نے کہا کہ وہ حضرت ادریس علیہ السلام تھے یا دانیال علیہ السلام اس لئے آپ ﷺ نے اس کی رعایت میں اس کا مطلقاً ابطال نہیں فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ جس کا علم رمل اس نبی کے عمل رمل کے موافق ہو بس وہی معتبر ہے ورنہ نہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ بات معلوم نہیں ہو سکتی کہ کس کا علم رمل ان کے رمل کے مطابق ہے اور کس کا نہیں اس لئے خلاصہ منع ہی نکلا۔

قولہ: قُلْتُ: جَارِيَةٌ لِي كَانَتْ تَرْعَى غُنَيْمَاتٍ: ان صحابیؓ نے یہ بھی سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ایک باندی ہے جو میری بکریوں کو چراتی ہے احد پہاڑ یا موضع جوانیہ کیطرف، میں ایک روز اچانک وہاں پہنچ گیا تو وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ ریوڑ کی بکریوں میں سے ایک بکری کم ہے جس کو بھیڑیا لے گیا تھا، میں آخر بنو آدم میں سے ایک آدمی ہوں جس طرح اور لوگوں کو (اپنے نقصان پر) تأسف اور افسوس ہوتا ہے مجھے بھی ہوا، اسی لئے میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا، فَعَظَّمَ ذَالِكَ عَلَى رَسُولِ

---

[1] سنن ابن ماجه – كتاب الطهارة وسننها – باب النهي عن إتيان الحائض ٦٣٩

[2] المصنف لابن أبي شيبة – كتاب الطب – باب من كره إتيان الكاهن والساحر والعراف ٢٣٩٩٣ – ج ١٢ ص ٦٦

[3] اتفق أهل العلم على تحريم حلوان الكاهن (المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٥ ص ٢٢)

اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس فعل کو بہت عظیم قرار دیا یعنی میرے اس مارنے کو ایک عظیم بات اور گناہ قرار دیا (جس پر یہ گھبرا گئے) اور کہنے لگے یا رسول اللہ! کیا میں اسکو آزاد نہ کردوں (تاکہ میرے اس فعل کی تلافی ہو جائے) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس باندی کو میرے پاس لے کر آ (تاکہ میں اس کا امتحان لوں اور دیکھوں کہ مسلم ہے یا کافرہ) وہ کہتے ہیں کہ میں اسکو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ بتا! اللہ میاں کہاں ہیں اس نے کہا آسمان میں (مطلب یہ تھا کہ زمین پر جو یہ معبودان باطل اصنام وغیرہ ہیں وہ معبود نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دوسرا سوال فرمایا کہ اچھا! بتا میں کون ہوں اس نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا اس کا امتحان (انٹرویو) ہو گیا اس کو آزاد کر دے یہ مؤمنہ ہے۔

اس حدیث سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے ایمان مقلد کے معتبر ہونے پر یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول کی رسالت پر دلیل قائم نہ کر سکتا ہو اپنی لاعلمی یا کم علمی کی وجہ سے بلکہ دوسرے اہل ایمان کی تقلید میں واحدانیت اور رسالت کا قائل ہو اس کا ایمان معتبر ہے، جیسا کہ اس باندی کا حال تھا وہ دلیل وغیرہ کچھ بیان نہ کر سکی صرف سیدھے سادے جواب دیدئے۔

٩٣١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ، فَكَانَ فِيمَا عَلِمْتُ أَنْ قَالَ لِي: "إِذَا عَطَسْتَ فَاحْمَدِ اللهَ، وَإِذَا عَطَسَ الْعَاطِسُ فَحَمِدَ اللهَ، فَقُلْ: يَرْحَمُكَ اللهُ". قَالَ: فَبَيْنَمَا أَنَا قَائِمٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ، فَحَمِدَ اللهَ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ، رَافِعًا بِهَا صَوْتِي، فَرَمَانِي النَّاسُ بِأَبْصَارِهِمْ حَتَّى احْتَمَلَنِي ذَلِكَ، فَقُلْتُ: مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ بِأَعْيُنٍ شُزْرٍ؟ قَالَ: فَسَبَّحُوا، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟» قِيلَ: هَذَا الْأَعْرَابِيُّ، فَدَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِي: «إِنَّمَا الصَّلَاةُ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، وَذِكْرِ اللهِ جَلَّ وَعَزَّ، فَإِذَا كُنْتَ فِيهَا فَلْيَكُنْ ذَلِكَ شَأْنُكَ» . فَمَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَطُّ أَرْفَقَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: معاویہ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے اسلام کے فرائض اور احکام سکھلائے گئے۔ مجھے جو احکام سکھلائے گئے اسمیں یہ حکم بھی تھا کہ مجھے بتلایا گیا تھا کہ جب تمہیں چھینک آئے تو تم الحمد للہ کہنا اور جب کوئی دوسرا شخص چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہے تو تم یَرْحَمُكَ اللهُ کہہ کر اسکو جواب دینا۔ پس ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا اس دوران ایک شخص کو چھینک آئی اسنے الحمد للہ کہا تو میں نے با آواز بلند اس کے جواب میں یَرْحَمُكَ اللهُ کہا تو دیگر صحابہ کرام جو نماز ادا کر رہے تھے۔ انہوں نے مجھے تیز نگاہوں سے دیکھا یہاں تک کہ ان کے اس فعل نے مجھے غصہ دلا دیا میں نے ان سے کہا تم لوگوں کو کیا ہوا کہ تم لوگ میری طرف ترچھی نگاہوں سے

کیوں دیکھ رہے ہو تو انہوں نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا جب نبی پاک ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا دوران نماز کون باتیں کر رہا تھا؟ جواب میں میری طرف اشارہ کر کے کہا گیا یہ اعرابی دوران نماز باتیں کر رہا تھا تو نبی پاک ﷺ نے مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ نماز تو قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ پاک کے ذکر کرنے کا نام ہے جب تم نماز میں ہو تو اللہ پاک کے ذکر اور تلاوت قرآن پاک میں مشغول رہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مہربان معلم کبھی نہیں دیکھا۔

تخریج صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٧) سنن النسائي - السهو (١٢١٨) سنن أبي داود - الصلاة (٩٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٤٧/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٥٠٢)

شرح الحديث: قوله: قَالَ: لَمَّا قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلِمْتُ أُمُورًا مِنْ أُمُورِ الْإِسْلَامِ، فَكَانَ فِيمَا عَلِمْتُ: فرماتے ہیں جب میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا مدینہ منورہ میں تو مجھے اسلامی باتیں سکھلائی گئیں، پہلا لفظ علمت باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے اور دوسرے علمت میں دو احتمال ہیں ایک تو یہی کہ وہ باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے یا ثلاثی مجرد سے ماضی معروف کا صیغہ علمت ہے۔

قوله: فَقُلْتُ: مَا لَكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ بِأَعْيُنٍ شُزْرٍ؟ کیا ہوا تم کو کہ مجھ کو ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو جس کو گھورنا کہتے ہیں، یعنی ناراضگی کا دیکھنا، شزر، شزراء کی جمع ہے۔

قوله: قَالَ: فَسَبَّحُوا: یعنی ان صحابیؓ کے نماز میں یَرْحَمُكَ اللهُ کہنے پر شروع میں تو صحابہؓ نے ان کو صرف گھور کر ہی دیکھا تھا، اور پھر جب بعد میں ان صحابیؓ نے زبان سے نماز میں بولنا شروع کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ تم مجھے کیوں گھور رہے ہو تو اس پر صحابہؓ کو بڑا تعجب ہوا اور تعجب میں بار بار انہوں نے سبحان اللہ پڑھا۔

١٧٣ - بَابُ التَّأْمِينِ وَرَاءَ الْإِمَامِ

امام کے پیچھے آمین کہنے کا بیان

آمین کے بارے میں چند بحثیں ہیں، اولاً وہ سنیئے اس کے بعد مشہور اختلافی مسئلہ آمین بالجہر والسر بیان کریں گے: ① آمین قرآن کریم یا سورہ فاتحہ کا جزء ہے یا نہیں، ② لفظ آمین کے لغوی معنی اور لفظی تحقیق، ③ نماز میں آمین کا حکم شرعی، ④ نماز میں آمین کہنا کس کے لئے ہے اور کس کیلئے نہیں، ⑤ آمین کا استحباب بالجہر ہے یا بالسر۔

بحث اول (آمین قرآن کریم یاسورہ فاتحہ کا جزء ہے یانہیں): اس پر مفسرین کا اتفاق ہے کہ لفظ آمین نہ خاص سورۂ فاتحہ کا جزء ہے نہ مطلق قرآن کا اسی لئے قاعدہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے ختم پر معمولی سکتہ کے بعد مفصولاً اس کو پڑھا جائے تاکہ غیر قرآن کا قرآن سے خلط نہ ہو جائے۔

بحث ثانی (لغوی معنی اور لفظی تحقیق): اس میں لغات مختلف ہیں: ① مشہور آمین ہے ہمزہ کے مد اور

تخفیف میم کیساتھ، ② آمین قصر ہمزہ اور تخفیف میم، ③ آمین ہمزہ کے مد اور تشدید میم کیساتھ أمّ یؤم سے اسم فاعل جمع کا صیغہ یعنی قاصدین، مطلب یہ ہو گا کہ اے اللہ ہم تیرا ہی قصد کرنے والے ہیں۔
لیکن واضح رہے کہ یہ قول جمہور کے خلاف شاذ اور مردود ہے، بلکہ لکھا ہے کہ أنها من لحن العوام۔
آمین اسماء افعال میں سے ہے اور امر ہے بمعنی اسمع واستجب، اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی فلیکن کذلك ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے أنه اسم من أسماء الله تعالى، اور اس سے پہلے حرف نداء مقدر ہے یعنی یا آمین، لیکن یہ قول ضعیف ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ معرب ہے فارسی لفظ ہمیں است کا۔

بحث ثالث (نماز میں آمین کا شرعی حکم): آمین کہنا عند الجمہور مستحب یا سنت ہے، اور عند الظاہر یہ واجب ہے، اور روافض کے نزدیک بدعت اور مفسد صلاۃ ہے، ابن حزم ظاہری کے نزدیک امام کے حق میں سنت اور مقتدی کے حق میں فرض ہے۔

بحث رابع (نماز میں آمین کہنا کس کیلئے ہے اور کس کیلئے نہیں): ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے بعد نماز میں آمین کہنا امام اور منفرد اور مقتدی سب کے حق میں سنت ہے، امام مالکؒ کی اس میں مختلف روایات ہیں ان کا مشہور قول یہ ہے کہ آمین غیر امام کے لئے ہے امام کے حق میں مشروع نہیں، اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ امام پر صرف سری نماز میں ہے جہری میں نہیں تیسری روایت مثل جمہور کے ہے۔

بحث خامس (آمین کا استحباب بالجہر ہے یا بالسر): حنفیہ کے نزدیک آمین مطلقاً بالسر ہے اور امام احمد مطلقاً جہر کے قائل ہیں، اور حضرت امام شافعیؒ امام کے حق میں جہر کے قائل ہیں اور مقتدی کے حق میں ان سے دو روایتیں ہیں، قول قدیم میں جہر ہے اور ان کے یہاں اسی پر فتوی ہے، اور قول جدید میں سراً ہے، یہ سب اختلاف جہری نماز میں ہے اور سری نماز میں آمین بالاتفاق سراً ہے۔

٩٣٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ﴿ وَلَا الضَّالِّينَ ﴾، قَالَ: «آمِين»، وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ.

ترجمہ: وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تھے تو با آواز بلند آمین فرماتے۔

تخریج: جامع الترمذي – الصلاة (٢٤٨) سنن النسائي – الافتتاح (٩٣٢) سنن أبي داود – الصلاة (٩٣٢) سنن ابن ماجه – إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٥) مسند أحمد – أول مسند الكوفيين (٤/٣١٥) سنن الدارمي – الصلاة (١٢٤٧).

شرح الحدیث: وائل بن حجرؓ کی اس حدیث سے شافعیہ وغیرہ اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں۔

شافعیہ کا اہم مستدل: ان حضرات کے پاس اس مسئلہ میں ایک اور حدیث ہے ابوہریرہؓ کی جس کی تخریج دار قطنی اور

حاکم نے کی ہے اور وہ انکی اہم دلیل ہے، اصل استدلال ان کا اسی سے ہے اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے اپنی مشہور تصنیف بلوغ المرام میں اولاً اسی سے استدلال کیا ہے، اور امام بخاریؒ نے اس مسئلہ میں ایک دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے جو اس بارے میں غیر صریح اور غیر واضح ہے، بلکہ وہ محض ان کا ایک استنباط ہے، جو یہاں ابوداود میں بھی آرہی ہے ہم وہیں پہنچ کر اس کو بتلائیں گے۔

حدیث وائلؓ پر کلام: اب آپ باب کی پہلی حدیث وائلؓ سے متعلق سنیئے، ہماری طرف سے جواب میں کہا گیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اس لئے کہ اس کو روایت کرنے والے دو ہیں، سفیان ثوری اور شعبہ بن الحجاج، دونوں ہی بڑے محدث اور امام ہیں، سفیان ثوری اس حدیث کو رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کیساتھ اور ان کے معاصر و ہم پلہ یعنی شعبہ اس کو خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ سے نقل کرتے ہیں، تعارض کی صورت میں ترجیح کا نمبر آیا، وہ حضرات سفیان کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں اور احناف اس کے برعکس شعبہ کی روایت کو ترجیح کے قائل ہیں۔

حدیث شعبہ پر امام بخاریؒ کا نقد اور ہماری طرف سے اسکا جواب: حضرت امام بخاریؒ نے سفیان کی روایت کی ترجیح دیتے ہوئے مندرجہ ذیل وجوہ بیان فرمائیں جن کو امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی میں نقل فرمایا ہے حدیث سفیان أصح من حديث شعبة في هذا. وأخطأ شعبة في مواضع من هذا الحديث، اور پھر اس کے بعد اوہام شعبہ کی نشاندہی[1] فرمائی:

① اول یہ کہ انہوں نے سند میں عن حجر أبي العنبس کہا حالانکہ صحیح عن حجر بن عنبس ہے، اور فرمایا کہ حجر کی کنیت ابو العنبس نہیں ہے بلکہ ان کی کنیت ابو السکن ہے، ② شعبہ نے ایک غلطی یہ کہ انہوں نے حجر بن العنبس اور وائل کے درمیان علقمہ کا اضافہ کر دیا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حجر بن العنبس براہ راست وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں، ③ شعبہ نے خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ نقل کیا حالانکہ صحیح مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ ہے، ہماری طرف سے ان میں سے ہر ایک بات کا جواب دیا گیا۔

① یہ بات صحیح نہیں کہ صحیح حجر بن العنبس ہے اور ابو العنبس غلط ہے چنانچہ ابن حبانؒ نے انکی کنیت ابو العنبس لکھی ہے، خود حافظ ابن حجرؒ نے تهذيب التهذيب[2] اور تقریب دونوں میں لکھی ہے، اور رہی یہ بات کہ انکی کنیت ابو السکن ہے تو اسکا مقتضی یہ نہیں ہے کہ انکی کنیت ابو العنبس نہ ہو، دونوں ہو سکتی ہیں، جیسے حضرت علیؓ کی دو کنیت ہیں ابو الحسن اور ابو التراب، نیز سنن ابوداؤد کے تمام نسخوں میں خود سفیان کی روایت میں عن حجر ابی العنبس واقع ہے جس طرح شعبہ کی روایت میں ہے۔ ایسے ہی علامہ شوق نیمویؒ فرماتے ہیں کہ شعبہ ابو العنبس کہنے میں متفرد نہیں ہیں بلکہ ان کی متابعت کی ہے محمد بن کثیر اور وکیع

---

[1] امام بخاریؒ سے اس سلسلہ میں ایک یہ اشکال بھی منقول ہے کہ شعبہ کی سند میں علقمہ ہیں حالانکہ علقمہ کا سماع اپنے باپ وائل سے ثابت نہیں، اس کا جواب ہماری طرف سے یہ کیا گیا ہے کہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، تحقیقی بات یہ ہے کہ وائل کے دو بیٹے ہیں علقمہ اور عبد الجبار، عبد الجبار، چھوٹے ہیں ان کا سماع واقعی اپنے باپ سے ثابت نہیں، علقمہ بڑے ہیں ان کا سماع اپنے باپ سے ثابت ہے، امام ترمذیؒ نے کتاب الحدود میں مذکورہ بالا مضمون کی تصریح کی ہے اسکی تفصیل ہمارے یہاں رفع یدین کی بحث میں گزر چکی، واللہ اعلم بالصواب۔

[2] حجر بن العنبس الحضرمي أبو العنبس ويقال أبو السكن الكوفي (تهذيب التهذيب ج ٢ ص ٢١٤)

اور محاربی نے، یہ سب رواۃ سفیان ثوری سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کما فی البیہقی والدارقطنی، اور محمد بن کثیر کی روایت تو خود یہاں ابوداود میں ہے جس کی طرف پہلے بھی اشارہ ہو چکا ہے۔

② اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نقد درست نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ حجر کی روایت دونوں سے ہو، اولاً وہ اسکو بواسطہ علقمہ روایت کرتے ہوں اور پھر علو سند حاصل ہو گیا ہو، اور براہ راست وائل سے روایت کرنے لگے ہوں، علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ روایت دونوں طرح ہے بالواسطہ اور بلا واسطہ، مسند احمد اور مسند ابوداود طیالسی میں اسکی تصریح ہے، چنانچہ ان دونوں کتابوں میں اس طرح ہے سمعت علقمة يحدث عن وائل وسمعت وائلاً [1]۔

③ یہ بات کہ شعبہ نے مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کے بجائے خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ غلطی سے نقل کر دیا بڑی عجیب ہے اس لئے کہ یہ تو آپ کا بعینہٖ دعوی اور متنازع امر ہے عین مدعی کو وجہ ترجیح کیسے بنایا جا سکتا ہے، جس طرح آپ خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ کو کہہ رہے ہیں آپ کا خصم رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کے بارے میں یہی کہہ سکتا ہے اور دلیل میں شعبہ کی روایت کو پیش کر سکتا ہے۔

لیجئے حضرت امام بخاریؒ کی بیان کردہ وجوہ ترجیح سب ختم ہو گئیں۔

دعوی البیہقی: حضرات شافعیہ نے سفیان کی روایت کی ایک وجہ ترجیح اور بیان کی وہ یہ کہ قال البیہقی: لا أعلم خلافاً بين أهل العلم بالحديث، قالوا: إن سفيان وشعبة إذا اختلفا فالقول قول سفيان، اور پھر اس کے بعد اس کے ثبوت میں انہوں نے یحیی بن سعید کا قول پیش کیا، ليس أحد أحب إلى من شعبة ولا يعدله عندي أحد وإذا خالفه سفيان أخذت بقول سفيان، اس پر ہماری طرف سے کہا گیا (کما فی البذل [2]) یہ تو صرف یحیی القطان کا قول اور انکی رائے ہوئی اس سے اجماع کیسے ثابت ہو گیا۔

غرضیکہ فریقین نے ان دونوں میں سے ہر ایک کی فوقیت پر ائمہ حدیث کے اقوال پیش کئے۔

شوق نیموی حنفی: علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں کسی ایک کی ترجیح دوسرے پر متفق علیہ نہیں ہے، بلکہ دونوں طرح کے اقوال ائمہ فن کے ملتے ہیں، بعض سے شعبہ کی ترجیح معلوم ہوتی ہے سفیان پر اور بعض سے اس کے برعکس، وہ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں روایت شعبہ کی ایک بڑی اچھی وجہ ترجیح ہے وہ یہ کہ سفیان ثوری اگرچہ ثقہ اور حجت ہیں لیکن بسا اوقات وہ تدلیس کرتے تھے، قال الذهبي أنه كان يدلس عن الضعفاء، ولكن له نقد وذوق [3]، اور وہ اس کو عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور شعبہ کی عادت مطلقاً تدلیس کی نہ تھی لا عن الثقات ولا عن الضعاف، اور اس کے باوجود وہ لفظ اخبار

---

[1] سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ، يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ، وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ وَائِلٍ (مسند أبي داود الطيالسي ج ٢ ص ٣٦٠)

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ٥ ص ٢٢٤

[3] ميزان الإعتدال في نقد الرجال – ج ٢ ص ١٦٩

کے ساتھ روایت کررہے ہیں۔

حافظ ابن القیم کی بیان کردہ وجہ ترجیح: اسی طرح حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں روایت سفیان کی وجہ ترجیح ایک یہ بیان کی ہے کہ علاء بن صالح اور محمد بن سلمۃ بن کہیل ان دونوں نے انکی متابعت کی ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ علاء بن صالح ثقات میں سے نہیں ہے تقریب التہذیب میں لکھا ہے صدوق له أوهام [1]، وقال الذهبي في الميزان قال أبو حاتم: كان من عتق الشيعة. وقال ابن المديني: روى أحاديث مناكير [2] ایسے ہی محمد بن سلمہ بھی ضعیف ہیں لہذا یہ متابعت مفید نہیں۔

حضرتؒ بذل میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سفیان کی متابعت میں علی بن صالح کو پیش کرے جیسا کہ اس باب کی حدیث ثانی میں آرہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علی بن صالح تو واقعی ثقہ ہیں لیکن صحیح اس سند میں علاء بن صالح ہے جیسا کہ دوسری کتب حدیث سنن ترمذی و مصنف ابن ابی شیبہ سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ حافظؒ نے تصریح کی ہے اس بات کی کہ ابوداود کی روایت وہم ہے اور علاء کے بارے میں ابھی گزرا ہے کہ وہ ضعیف ہیں۔

شافعیہ کی ایک اور دلیل: ان حضرات نے اپنے مذہب کی تائید میں اور بھی بعض احادیث پیش کی ہیں مثلاً حدیث ابوہریرہؓ جس کو روایت کیا ہے دار قطنی اور حاکم نے كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ رَفَعَ صَوْتَهُ وَقَالَ آمِينَ [3]، حاکم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح اور علی شرط الشیخین ہے [4]، اور یہ وہی حدیث ہے جس کی طرف اشارہ ہمارے یہاں باب کے شروع میں آچکا اور یہ کہ یہ ان کا اہم مستدل ہے، چنانچہ سبل السلام شرح بلوغ المرام میں امیر یمانی (اہل حدیث) فرماتے ہیں کہ والحديث حجة بينة للشافعية، اس کا جواب ہماری طرف سے آثار السنن میں علامہ شوق نیمویؒ نے یہ دیا ہے کہ حافظ ابن القیمؒ کو حاکم کی تصحیح سے دھوکا ہو گیا چنانچہ وہ اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں رواه الحاكم بإسنادٍ صحيحٍ، حالانکہ اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم جن کو اسحاق بن زبریق بھی کہا جاتا ہے یہ نہایت ضعیف ہیں ضعیف جداً، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے کسی نے بھی ان سے روایت نہیں لی، وضعفه النسائي وابوداود وكذبه محمد بن عوف الطائي، وقال الحافظ في التقريب صدوق يهيم كثيراً۔

آپ کو اس روایت کا حال معلوم ہو گیا جبکہ حافظ ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں اس مسئلہ میں صرف ایک یہ حدیث اور دوسری وائل بن حجرؓ کی حدیث ذکر کی ہیں۔

---

1. تقریب التهذیب ص ٧٦٠
2. میزان الإعتدال في نقد الرجال — ج ٣ ص ١٠١
3. سنن الدارقطني رقم الحديث ١٢٧٤ ج ٢ ص ١٣٤
4. المستدرك على الصحيحين رقم الحديث ٨١٢ ج ١ ص ٣٤٥

حتی یسمع من یلیه من الصف الاول ،کا جواب: حضرات شافعیہ اس سلسلہ میں ایک اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں، ابن عمر ابی ہریرہ کی حدیث جو اس کتاب میں آگے آرہی ہے (رقم الحدیث ۹۳۴) اور ابن ماجہ میں بھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَلَا { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ }، قَالَ: «آمِينَ»، حَتَّى يَسْمَعُ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ، اور ابن ماجہ کی روایت میں فَيَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ کی بھی زیادتی ہے۔

ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں بشیر بن رافع ہے جس کی امام بخاری، یحییٰ بن معین اور امام نسائی نے تضعیف کی ہے، اور ابن حبان تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص احادیث موضوعہ کو روایت کرتا ہے، اس کے علاوہ ایک اور بھی بات ہے وہ یہ کہ یہ حدیث آپ کے حق میں مفید مدعی نہیں ہے، اس لئے کہ اس حدیث سے تو یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کو صف اول کے مقتدیوں میں سے چند لوگ جو آپ کے قریب ہوتے تھے وہ سن لیتے تھے، اس سے تو جہر کا ثبوت نہیں ہوتا، اور یہ مطلب اس لئے ہے کہ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ میں مِن تبعیضیہ ہے بیانیہ نہیں، اور یہ مِن بیانیہ ہو بھی نہیں سکتا کہ تمام صف اول والے سن لیتے تھے، اس لئے کہ اس مطلب پر یہ عقلی اشکال ہو گا کہ یہ کیا بات ہے کہ صف اول والے تو سارے کے سارے ادھر سے اُدھر تک سن لیتے تھے اور صف ثانی اور ثالث کے وہ نمازی بھی نہیں سن پاتے تھے جو امام کی محاذات میں ہوتے تھے حالانکہ ان کا فاصلہ امام سے بنسبت بہت سے صف اول والوں سے کم ہے۔

حضرت امام بخاری کے استدلالات: امام بخاریؒ نے ہمارے باب کی جو چوتھی حدیث (رقم الحدیث ۹۳۵) ہے عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ }، فَقُولُوا: آمِينَ، اس حدیث سے مقتدی کی آمین بالجہر پر استدلال فرمایا ہے، وہ اس طور پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ جب امام فاتحہ پوری کرلے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ آمین کہیں، امام بخاریؒ کے ذہن میں یہ ہے کہ قول کے متبادر معنی قول بالجہر کے ہیں، یعنی زور سے کہی جائے حالانکہ یہ بس ایسی ہی بات ہے، اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے اس باب کی پانچویں حدیث (رقم الحدیث ۹۳۶) سے جس کے الفاظ یہ ہیں عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، اس سے انہوں نے امام کی آمین بالجہر پر استدلال فرمایا ہے اس لئے کہ مقتدیوں کو امام کے آمین کہنے کا علم اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ جہراً کہے، لیکن یہ بات بھی کوئی زیادہ صاف اور صریح نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ جب امام آمین کے مقام پر پہونچے تم بھی آمین کہو اور یہ معلوم ہی ہے پہلے سے کہ آمین کا مقام ختم فاتحہ پر ہے۔

حنفیہ کے دلائل: اب اس سلسلہ میں حنفیہ ومالکیہ کے دلائل سنیئے۔

دلیل اول: قال تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً [1] آمین بھی دعا ہے لہٰذا وہ بھی خُفْيَةً ہونی چاہئے۔

[1] پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے (سورۃ الأعراف ۵۵)

دلیل ثانی: وائل بن حجرؓ کی حدیث بطریق شعبہ جو مسند احمد، ترمذی اور مسند ابو داؤد طیالسی میں موجود ہے اور یہ پہلے گزر ہی چکا کہ روایت شعبہ ہمارے نزدیک سفیان کی روایت پر راجح ہے۔

دلیل ثالث: حدیث ابو ہریرہؓ یعنی باب کی چوتھی حدیث (رقم الحدیث ۹۳۵) جو بخاری شریف میں بھی موجود ہے إِذَا قَالَ الْإِمَامُ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} فَقُولُوا: آمِينَ. اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام آمین سراً کہتا ہے اس لئے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امام آمین بالجہر کہتا ہے تو اسکا تقاضا یہ تھا کہ مقتدی کی آمین کو امام کی آمین پر مرتب کیا جاتا، نہ کہ سورۂ فاتحہ کی آخری آیت پر، آخری آیت پر اسی لئے معلق کیا گیا ہے کہ جہراً وہی پڑھی جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس باب کی پانچویں حدیث (رقم الحدیث ۹۳۶) میں إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا وارد ہے تو ہم کہیں گے کہ اسکی توجیہ تو ممکن ہے جو پہلے گزر چکی، لیکن آپ بتایئے کہ اگر امام کا آمین کہنا جہراً مانا جائے تو اس اوپر والی روایت جس میں مقتدی کی آمین کو غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پر معلق کیا گیا ہے کیا توجیہ ہوگی؟

دلیل رابع: سمرہ بن جندبؓ کی حدیث یعنی حدیث اسکتتین جس پر کلام ہمارے یہاں اپنے مقام پر گزر چکا، یہ حدیث اس بات پر دال ہے کہ امام آمین سراً کہتا ہے، اس لئے کہ مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نماز میں دو سکتے ہوتے تھے ایک افتتاح صلاۃ کے وقت یہ سکتہ تو ثنا پڑھنے کیلئے تھا اور دوسرا سکتہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ[1] پر، یہ سکتہ آمین کیلئے تھا، اور اگر یہ سکتہ امام کا آمین کیلئے نہ مانا جائے بلکہ کسی اور مقصد کیلئے ہو اور یہ کہا جائے کہ امام کو آمین بالجہر کہنی ہے اس سکتہ کے بعد، تو تقدم المقتدی علی الامام فی التامین لازم آیگا اس لئے کہ اس حدیث ابو ہریرہؓ میں جو اوپر گذری اس بات کی تصریح ہے کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھ چکے تو تم آمین کہو، تو جب مقتدی کی تامین سورہ فاتحہ کے ختم پر سکتہ امام کے وقت میں ہو جائے گی اور بقول آپ کے امام سکتہ کے بعد آمین کہے گا تو اس صورت میں تقدم علی الامام کا پایا جانا ظاہر ہے جو بالاتفاق ممنوع ہے۔

حضرت سہارنپوریؒ کی رائے: باب کی پہلی حدیث یعنی وائل بن حجرؓ کی حدیث جس کے ایک طریق میں رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ اور دوسرے طریق میں خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ مذکور ہے، اس پر تفصیلی کلام شروع میں گزر چکا، وہ حضرات طریق سفیان کو اور احناف طریق شعبہ کو ترجیح دیتے ہیں، حضرت سہارنپوریؒ کی رائے بذل المجهود میں یہ ہے کہ دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں کسی ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں، اور بہر حال ان میں بظاہر تعارض ہے، اس لئے رفع تعارض[2] کی شکل یہ ہے کہ یوں کہا

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب في سكتتي الإمام ۳۰۷۷ (ج ۲ ص ۲۹۴)

[2] احقر عرض کرتا ہے کہ اگر مقصود مطلقاً اس سلسلہ کی روایات متعارضہ کے درمیان جمع کرنا ہوتا تب تو یہ تقریر بہت مناسب تھی، لیکن ایسا نہیں بلکہ یہاں مقصود روایت سفیان و روایت شعبہ کے درمیان تطبیق دینا ہے، تو اس میں اشکال ہے اس لئے کہ یہ دو مستقل حدیثیں نہیں ہیں، بلکہ ایک ہی حدیث کے دو مختلف طریق ہیں، پس جب مخرج حدیث واحد ہے اور اس کا راوی صحابی بھی ایک ہے تو پھر اس کو الگ الگ دو وقتوں پر محمول کرنا مشکل ہے، ۱۲ منہ۔

جائے کہ آپ ﷺ نے گاہے، آمین بالجہر کہا ہے تعلیم امت کے لئے، اور یہ مطلب نہیں کہ آپ ہمیشہ اس کو بالجہر کہتے تھے اس لئے کہ آمین دعا ہے اور اصل دعا میں اخفا ہے، قرینہ اس پر اکابر صحابہ کا عمل ہے جیسے حضرت عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما، چنانچہ علامہ عینیؒ نے حضرت عمرؓ و علیؓ کے بارے میں بروایت طبرانی فی تھذیب الآثار نقل کیا ہے لم یکن عمر وعلي، رضي الله تعالى عنهما، يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين ❶ اور اسی طرح امام طحاویؒ ❷ نے بھی اسکی تخریج کی ہے، اور ایسے ہی عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی عدم الجہر مروی ہے ❸۔

شوق نیموی کی رائے: اور علامہ شوق نیموی نے رفع تعارض کی ایک اور صورت اختیار فرمائی ہے، وہ یہ کہ رفع سے مراد رفع یسیر لیا جائے (معمولی سا جہر) اور خفض سے مراد خفض غیر شدید یعنی کسی قدر آہستہ، لہٰذا اب دونوں میں کوئی تعارض نہیں رہا، اور مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نماز میں آمین نہ زیادہ زور سے کہتے تھے اور نہ بالکل ہی آہستہ، بلکہ اس طرح کہ صرف صف اول کے بعض قریب میں کھڑے ہونیوالے سن سکیں، کما جاء فی حدیث ابن عمر أبي هريرة حتى يسمع من يليه من الصف الأول۔

امام بیہقی کا ایک نقد: امام بیہقی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث یعنی حدیث وائلؓ خود شعبہ سے اسی طرح مروی ہے جس طرح سفیان روایت کرتے ہیں یعنی بجائے خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ کے رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ، اسکا جواب بذل المجہود میں یہ لکھا ہے کہ شعبہ کی یہ روایت روایت شاذہ ہے، بعض رواۃ نے شعبہ سے اسطرح روایت کیا ہے لیکن وہ اسمیں متفرد ہیں، اس کے علاوہ شعبہ کے تمام تلامذہ واصحاب نے خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ ہی روایت کیا ہے، وهذا آخر ما أردنا ذكره في هذا المبحث، والله الموفق۔

اس باب میں مصنفؒ نے سات احادیث کی تخریج کی ہے جن میں سے اب تک پانچ احادیث پر کلام گزر چکا۔

٩٣٣ - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، «أَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَهَرَ بِآمِينَ، وَسَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ خَدِّهِ».

ترجمہ: وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی تو رسول اللہ ﷺ نے با آواز بلند آمین کہا اور نماز سے نکلتے ہوئے اپنے دائیں اور بائیں جانب سلام پھیریں یہاں تک کہ میں نے آپکے رخسار مبارک کی سفیدی کو دیکھا۔

---

❶ عمدة القاري شرح صحيح البخاري ج ٦ ص ٥٢۔

❷ شرح معاني الآثار - كتاب الصلاة - باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم في الصلاة ١٢٠٨ (ج ١ ص ٢٠٣-٢٠٤)

❸ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٢٦

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٤٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٢) سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٥/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٧/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٧)

٩٣٤ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى، عَنْ بِشْرِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمِّ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَلَا { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ } ، قَالَ: «آمِينَ» ، حَتَّى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيهِ مِنَ الصَّفِّ الْأَوَّلِ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ تلاوت فرماتے تو اتنی آواز سے آمین کہتے کہ پہلی صف کے نمازی اسکو سن لیتے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٣)

٩٣٥ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَالَ الْإِمَامُ { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ } ، فَقُولُوا: آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھے تو تم لوگ آمین کہو کیونکہ (فرشتے آمین کہتے ہیں لہذا) جس کی آمین فرشتوں کی اس قول کے ساتھ واقع ہو گئی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جائینگے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٤٧) صحيح البخاري - الأذان (٧٤٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٤٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٠٥) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٣٩) صحيح مسلم - الصلاة (٤١٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٥) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٦) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٨/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٧٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٥٩/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٦)

٩٣٦ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ» ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «آمِينَ».

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین

کہو کیونکہ جسکی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائیگی تو اس کے سارے گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جائینگے ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمین کہا کرتے تھے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٤٧) صحيح البخاري - الأذان (٧٤٨) صحيح البخاري - الأذان (٧٤٩) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٠٥) صحيح البخاري - الدعوات (٦٠٣٩) صحيح مسلم - الصلاة (٤١٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٥٠) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٥) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٦) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٧) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٨) سنن النسائي - الافتتاح (٩٢٩) سنن النسائي - الافتتاح (٩٣٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٥٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٧٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٥٩) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤٦)

٩٣٧ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ رَاهَوَيْهِ، أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ قَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ، لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ».

ترجمہ: حضرت بلال نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے آمین کہنے سے پہلے آمین نہ فرمایا کریں۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٥)

شرح الحديث: قوله: عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ قَالَ: «يَا رَسُولَ اللهِ، لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ»: مطلب بظاہر حدیث کا یہ ہے کہ حضرت بلال نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہوں گے، کچھ حصہ اس کا سکتہ اولیٰ میں جو دعا استفتاح کیلئے ہوتا ہے، یا امام کی قرأت کے سکتات کے درمیان کر لیتے ہوں گے، اور جو حصہ باقی رہ جاتا تھا اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے ہیں کہ آپ قرأت فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آمین کہنے میں جلدی نہ کیا کریں تھوڑی دیر معمولی سا توقف کر لیا کریں تا کہ میں فاتحہ کا باقی حصہ پڑھ کر پھر آپ کے ساتھ آمین میں شریک ہو جاؤں، اور موافقت امام فی التامین کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ مذکورہ بالا حدیث فاتحہ خلف الامام سے متعلق ہے، مگر چونکہ اس میں آمین کا بھی ذکر ہے، اس لئے مصنف اس کو یہاں لائے ہیں، اس حدیث سے بھی ظاہری اور سطحی طور پر آمین بالجہر کا ثبوت ہو رہا ہے لیکن تحقیقی اور یقینی طور پر نہیں۔

تحقیق روایت: دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث پر محدثین کا کلام ہے ابو حاتم فرماتے ہیں رفعه خطأ، ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ حضرت ابو ہریرہ کا ہے جبکہ وہ مؤذن تھے بحرین میں [1]، اور یہ بات انہوں نے اپنی مسجد کے امام علاء بن الحضرمی سے کہی تھی، اور بیہقی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہریرہ کا یہ خطاب مروان کے

---

[1] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّهُ كَانَ مُؤَذِّنًا بِالْبَحْرَيْنِ، فَقَالَ لِلْإِمَامِ: لَا تَسْبِقْنِي بِآمِينَ. (مصنف ابن أبي شيبة - كتاب الصلاة - باب ما ذكروا في آمين ومن كان يقولها ٨٠٤٥)

ساتھ تھا ابو ہریرہؓ اس کے مؤذن تھے [1]، نیز واضح رہے کہ ابن ابی شیبہ والی کو امام بخاریؒ نے بھی تعلیقاً ذکر فرمایا ہے [2]، ہمارے اس بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث موقوف علی ابی ہریرہؓ ہے اور اسکا تعلق حضرت بلالؓ اور حضور ﷺ سے کچھ نہیں، نیز یہ روایت منقطع بھی ہے ابو عثمان کا سماع بلالؓ سے ثابت نہیں، نیز میں کہتا ہوں کہ اس طرح کا خطاب حضور ﷺ کے ساتھ مناسب بھی نہیں خلاف ادب محسوس ہوتا ہے۔

۹۳۸ - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ صُبَيْحِ بْنِ مُحْرِزٍ الْحِمْصِيِّ، حَدَّثَنِي أَبُو مُصَبِّحٍ الْمَقْرَائِيُّ، قَالَ: كُنَّا نَجْلِسُ إِلَى أَبِي زُهَيْرٍ النُّمَيْرِيِّ، وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ، فَيَتَحَدَّثُ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ، فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِنَّا بِدُعَاءٍ قَالَ: اخْتِمْهُ بِآمِينَ، فَإِنَّ آمِينَ مِثْلُ الطَّابَعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ. قَالَ أَبُو زُهَيْرٍ: أُخْبِرُكُمْ عَنْ ذَلِكَ؟ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ قَدْ أَلَحَّ فِي الْمَسْأَلَةِ، فَوَقَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِعُ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَوْجَبَ إِنْ خَتَمَ» ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: بِأَيِّ شَيْءٍ يَخْتِمُ؟ قَالَ: «بِآمِينَ، فَإِنَّهُ إِنْ خَتَمَ بِآمِينَ فَقَدْ أَوْجَبَ» ، فَانْصَرَفَ الرَّجُلُ الَّذِي سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى الرَّجُلَ، فَقَالَ: اخْتِمْ يَا فُلَانُ بِآمِينَ، وَأَبْشِرْ، وَهَذَا لَفْظُ مَحْمُودٍ. قَالَ ابو داود: «الْمَقْرَاءُ قَبِيلٌ مِنْ حِمْيَرَ»

ترجمہ: ابو مصبح المقرائی کہتے ہیں کہ ہم ابوزہیر نمیری کی مجلس میں بیٹھا کرتے...... یہ ابوزہیرؓ نمیری صحابہ کرام میں سے تھے اور یہ ہمیں عمدہ اور مفید باتیں ارشاد فرماتے...... ہم میں سے جب کوئی شخص دعا مانگتا تو فرماتے اس دعا کو آمین پر ختم کرو کیونکہ جس طرح (کسی قیمتی دستاویز) کاغذ پر لکھ اس پر مہر لگادی جاتی ہے اسی طرح آمین اس مہر کی مانند ہے۔ پھر ابوزہیر نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اپنی اس بتائی ہوئی بات کی دلیل بیان کرتا ہوں واقعہ یہ ہوا کہ ایک رات ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے ہمارا گزر ایسے شخص پر ہوا جو بہت مبالغہ کے ساتھ دعا مانگ رہا تھا...... نبی اکرم ﷺ اس شخص کے پاس ٹھہر کر اس کی دعا سننے لگے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر یہ شخص مہر لگادے تو اس کی دعا قبول ہوگی حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ اپنی دعا پر کسطرح مہر لگائے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا آمین کے ذریعہ مہر لگائے کیونکہ اگر اسنے اپنی دعا کے آخر میں آمین کہا تو اسکی دعا قبول ہوگی تو یہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا...... وہاں سے گیا اور دعا مانگنے والے شخص کے پاس جا کر اس سے کہا کہ اے فلاں! آمین نے لفظ پر اپنی دعا قبول کرو اور دعا کے قبول ہونے کی بشارت سنو! یہ مذکورہ بالا الفاظ حدیث محمود بن خالد استاد کے ہیں امام ابو داؤد فرماتے ہیں مقرا، حمیر کا ایک قبیلہ ہے۔

شرح الحدیث: قوله: عَنْ صُبَيْحِ بْنِ مُحْرِزٍ الْحِمْصِيِّ: صبیح ضم صاد اور فتح صاد یعنی مصغر و مکبر دونوں طرح منقول ہے۔

---

1. السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب جهر المأموم بالتأمين ٢٤٥٣ (ج ٢ ص ٨٥)
2. صحيح البخاري - كتاب صفة الصلاة - باب جهر الإمام بالتأمين تعليقا

لفظ المقرئی کی تحقیق: قوله: حَدَّثَنِي أَبُو مُصَبِّحٍ الْمَقْرَائِيُّ: بعض نسخوں میں اسی طرح ہے یعنی راء کے بعد ہمزہ ویاء اور بعض نسخوں میں المقری بروزن المعطی بغیر ہمزہ کے، اور بعض نسخوں میں المقرائی راء اور ہمزہ کے درمیان الف کے ساتھ، ایک اختلاف تو یہ ہوا کہ یہ لفظ ممدود ہے یا مقصور، دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اس کو ضم میم اور فتح میم دونوں طرح سے ضبط کیا ہے (اس تحقیق کا تعلق تو ضبط کلمہ سے تھا، آگے اس نسبت کے بارے میں سنیئے) بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ نسبت مقرا کی طرف ہے جو دمشق میں ایک قریہ ہے اس صورت میں میم مفتوح ہوگا، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نسبت مقراء بروزن مکرم کی طرف ہے جو یمن میں ایک شہر ہے جسمیں عقیق کی کان ہے، وہاں کے محدثین المقرئیون کہلاتے ہیں، اس سب سے معلوم ہوا کہ یہ القرائت سے ماخوذ نہیں جیسے کہتے ہیں القاری والمقری۔

قوله: فَإِذَا دَعَا الرَّجُلُ مِنَّا بِدُعَاءٍ قَالَ: اخْتِمْهُ بِآمِينَ، فَإِنَّ آمِينَ مِثْلُ الطَّابَعِ عَلَى الصَّحِيفَةِ: مضمون حدیث یہ ہے کہ ابو زہیرؓ جو کہ صحابہ میں سے ہیں وہ ہمیں اچھی اچھی حدیثیں سنایا کرتے تھے یا اچھی اچھی باتیں کیا کرتے تھے ان کی عادت یہ تھی کہ جب ہم میں سے کوئی دعا مانگتا تھا تو وہ اس سے فرماتے تھے کہ اپنی اس دعا کو آمین پر ختم کر دیا ترجمہ اس طرح کیجئے، اس پر آمین کی مہر لگا دے اس لئے کہ آمین مثل مہر کے ہے جو کسی کتاب یا تحریر پر لگائی جاتی ہے۔

١٧٤ - بَابُ التَّصْفِيقِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں تصفیق کرنے کا بیان

٩٣٩ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں (نماز میں ضرورت کے موقع پر کسی کو تنبیہ کرنے کیلئے) مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور عورتوں کو ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ پر مارنا چاہیے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٤٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤٢٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٦٩) سنن النسائي - السهو (١٢٠٧) سنن النسائي - السهو (١٢٠٨) سنن النسائي - السهو (١٢٠٩) سنن النسائي - السهو (١٢١٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٣٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٣٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٤١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٦١) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣١٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٣٧٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٣٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٤٠) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٩٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٠٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٥٢٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٦٣)

شرح الحديث: قوله: التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ، وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ: یعنی اگر امام کو نماز میں کوئی سہو پیش آئے تو اگر

پیچھے مرد ہے تو وہ سبحان اللہ کے ذریعہ امام کو تنبیہ کرے، اور اگر مقتدی عورت ہے تو وہ تالی بجائے جمہور علماء ائمہ ثلاث کا یہی مذہب ہے اور مسئلہ میں امام مالکؒ کا اختلاف مشہور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لقمہ دینے والا مرد ہو یا عورت دونوں کیلئے تسبیح مشروع ہے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب وہ نہیں جو جمہور کہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ تسبیح مردانہ فعل ہے اور تصفیق یعنی تالی بجانا یہ زنانہ فعل ہے، ای التصفیق خارج الصلوۃ من شان النساء، یعنی آپ ﷺ نکیر و مذمت کے طور پر فرمارہے ہیں، اور جمہور کے مطلب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں جو اگلی حدیث میں آرہے ہیں إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ، وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ اور تصفیح کا طریقہ جو آگے کتاب میں بھی مذکور ہے یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارا جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ احد الکفین کی پشت کو بطن اخری پر مارے اور وہ تصفیق جو مذموم ہے وہ یہ ہے کہ احد الکفین کے بطن کو بطن اخری پر مارا جائے جس کی وجہ سے آواز زور سے پیدا ہوتی ہے یہ لہو ولعب کے قبیل سے ہے اور پہلی تصفیق وہ تنبیہ کیلئے ہے۔

٩٤٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي حَازِمِ بْنِ دِينَارٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ، وَحَانَتِ الصَّلَاةُ، فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَالَ: أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُقِيمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ، فَصَفَّقَ النَّاسُ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ، فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ، فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ، فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ، وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ» ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَالِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمْ مِنَ التَّصْفِيحِ؟ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ، فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ، وَإِنَّمَا التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ» . قَالَ ابو داؤد: «وَهَذَا فِي الْفَرِيضَةِ».

ترجمہ: سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف (جو قباء کا رہائش پذیر تھا) کے آپس میں صلح صفائی کی غرض سے تشریف لے گئے اس دوران نماز (عصر) کا وقت ہو گیا تو موذن (حضرت بلالؓ) حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ کیا آپ لوگوں کی امامت کرائیں گے تو میں اقامت کہوں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا ٹھیک ہے میں امامت کراتا ہوں تو حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز نبی پاک ﷺ تشریف لے آئے یہاں تک کہ آپ ﷺ پہلی صف میں تشریف لے آئے ...... ابو بکرؓ (اپنے نماز میں استغراق کی وجہ سے) دوران نماز کہیں متوجہ نہ ہوتے تھے لوگوں نے ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر حضرت ابو بکرؓ کو نبی اکرم ﷺ کی آمد کی اطلاع دی (اس کے باوجود حضرت ابو بکرؓ کو کچھ پتہ نہ چلا) جب لوگ کثرت

سے ہاتھ پر ہاتھ مارتے رہے تو حضرت ابو بکرؓ مقتدیوں کی اس آواز پر متوجہ ہوئے اور آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کو صف میں کھڑا ہوا پایا تو (جب حضرت ابو بکرؓ نے پچھلی صف میں جانے کا ارادہ کیا تو) نبی اکرم ﷺ نے اشارہ سے آپؓ کو فرمایا کہ اپنی جگہ امامت کراتے رہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ پاک کی تعریف بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ ان کو امامت کا حکم فرما رہے ہیں (اور خود انکی اقتداء فرما رہے ہیں) پھر ابو بکرؓ پہلی صف میں آگئے اور رسول اللہ ﷺ نے آگے بڑھ کر امامت فرمائی تو حضور ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ جب میں نے دوران نماز تمہیں اپنی جگہ ٹھہرنے (امامت کرانے) کا کہا تھا تو تم نے ایسا کیوں نہ کیا حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھے...... پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! کیا بات ہے میں تم لوگوں کو دیکھ رہا تھا کہ تم نماز میں ہاتھ پر ہاتھ مارے جا رہے تھے...... جسکی نماز کے دوران اسے کوئی ضرورت پیش آئے تو اسے سبحان اللہ کہنا چاہئے کیونکہ جب یہ شخص سبحان اللہ کہے گا تو لوگ اسکی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ عورتوں کو نماز میں ہاتھ پر ہاتھ مارنا چاہیئے (امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ یہ حکم فرض نماز کا ہے)۔

۹۴۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: كَانَ قِتَالٌ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَاهُمْ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَالَ لِبِلَالٍ: «إِنْ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَلَمْ آتِكَ، فَمُرْ أَبَا بَكْرٍ، فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ»، فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ أَذَّنَ بِلَالٌ، ثُمَّ أَقَامَ، ثُمَّ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ، فَتَقَدَّمَ، قَالَ فِي آخِرِهِ: «إِذَا نَابَكُمْ شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ فَلْيُسَبِّحِ الرِّجَالُ، وَلْيُصَفِّحِ النِّسَاءُ».

ترجمہ: سہل بن سعد کہتے ہیں قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے آپس میں کچھ جنگ وجدال شروع ہو گئی تو اس لڑائی کی خبر نبی پاک ﷺ کو ملی تو نبی پاک ﷺ اس قبیلہ میں نماز ظہر کے بعد صلح صفائی کرانے کیلئے تشریف لائے تو حضرت بلالؓ سے آپ یہ فرما گئے اگر نماز عصر کا وقت ہو گیا اور میں نہ آیا تو (حضرت) ابو بکرؓ سے کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز کی امامت کرا دیں جب نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بلالؓ نے اذان اور اقامت کہی اور حضرت ابو بکرؓ کو امامت کیلئے کہا تو ابو بکرؓ امامت کے لئے آگے بڑھ گئے اس حدیث کے آخر میں ہے...... نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہیں دوران نماز کوئی ضرورت پیش آئے تو مردوں کو تسبیح کہنی چاہئے اور عورتیں تصفیق کریں۔

۹۴۲ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ عِيسَى بْنِ أَيُّوبَ، قَالَ قَوْلُهُ: «التَّصْفِيحُ لِلنِّسَاءِ» تَضْرِبُ بِإِصْبَعَيْنِ مِنْ يَمِينِهَا عَلَى كَفِّهَا الْيُسْرَى.

ترجمہ: عیسیٰ بن ایوب نے کہا تصفیق للنساء کی کیفیت یہ ہے کہ عورت اپنے سیدھے ہاتھ کی دو انگلیوں کو اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٦٥٢) صحيح البخاري - الجمعة (١١٤٣) صحيح البخاري - الجمعة (١١٤٦) صحيح البخاري - الجمعة (١١٦٠) صحيح البخاري - الجمعة (١١٧٧) صحيح البخاري - الصلح (٢٥٤٤) صحيح البخاري - الأحكام (٦٧٦٧) صحيح مسلم - الصلاة (٤٢١) سنن النسائي - الإمامة (٧٨٤) سنن النسائي - الإمامة (٧٩٣) سنن النسائي - السهو (١١٨٣) سنن أبي داود - الصلاة (٩٤٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٣٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣٠) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣١) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣٢) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٥/٣٣٨) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٩٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٦٤)

شرح الأحاديث: قوله: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ: ایک مرتبہ قبیلہ بنو عمرو بن عوف جو انصار کا ایک قبیلہ تھا اور قبا میں آیا تھا، اتفاق سے ان میں آپس میں لڑائی ہو گئی تو آپ ﷺ ان کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے ظہر پڑھا کر تشریف لے گئے اور جاتے وقت آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اگر میری واپسی عصر تک نہ ہوئی تو ابو بکرؓ سے نماز پڑھوا لینا، چنانچہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا اور حضور ﷺ کی واپسی اس وقت تک نہ ہوئی اس لئے صدیق اکبرؓ نے مسجد میں نماز شروع کرا دی، ابھی پہلی ہی رکعت تھی کہ آپ ﷺ تشریف لے آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے اگلی صف میں پہنچ کر شامل ہو گئے، لوگوں نے صدیق اکبرؓ کو متوجہ کرنے کیلئے تصفیق کی، جب لوگوں نے زیادہ تصفیق کی تب وہ متوجہ ہوئے اور محسوس کر لیا کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں، اس پر انہوں نے پیچھے لوٹنے کا ارادہ کیا تا کہ آپ ﷺ نماز پڑھائیں تو آپ ﷺ نے ان کو اشارہ سے منع کیا (جب صدیق اکبرؓ نے یہ دیکھا کہ حضور ﷺ میرے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے تیار ہیں تو انہوں نے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے) دونوں ہاتھ اٹھا کر (جس طرح دعا میں اٹھاتے ہیں) اللہ کی حمد و ثناء کی لیکن ان سے وہاں رہا نہیں گیا حتی کہ پیچھے آخر صف میں کھڑے ہو گئے اور حضور ﷺ نے امام کی جگہ مصلی پر پہنچ کر نماز پڑھائی۔

نماز کی حالت میں استخلاف امام کب جائز ہے: اس حدیث میں ایک اختلافی مسئلہ ہے وہ یہ کہ ایک نماز کو ایک امام پڑھانا شروع کرے اور پھر وہ درمیان میں خود پیچھے ہٹ کر دوسرے شخص کو نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھا دے، ایسا کرنا شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں تو جائز ہے، نوویؒ نے شافعیہ کا قول صحیح [1] اور صاحب منہل [2] نے مالکیہ کا یہی لکھا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک جیسا کہ بذل میں در مختار سے نقل کیا ہے بلا مجبوری کے استخلاف جائز نہیں، ہاں اگر امام اول قرأت کی مقدار مفروض نہ کر سکے کسی وجہ سے اس کو حصر واقع ہو جائے تب دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ورنہ نہیں [3]، ہمارے علماء اس قصہ کی توجیہ یہی کرتے ہیں کہ یہاں صدیق اکبرؓ پر حضور ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے حصر واقع ہو گیا تھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فائدہ: اسی قسم کا ایک قصہ کتاب الطہارت میں مسح علی الخفین کے باب میں گزر چکا وہاں پر پہلے سے نماز پڑھانے والے حضرت

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ١٤٦

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ٤٦

[3] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٤٤ ـ ٢٤٥

عبد الرحمن بن عوفؓ تھے، دونوں میں فرق یہ ہے جیسا کہ وہاں گزر چکا کہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے بھی حضور ﷺ کی تشریف آوری پر پیچھے ہٹنا چاہا تھا لیکن آپ ﷺ کے اشارہ پر وہی نماز پڑھاتے رہے، اور یہاں اس قصہ میں صدیق اکبرؓ پیچھے ہٹ گئے تھے، اس پر کلام وہاں گزر چکا۔

۱۷۵۔ بَابُ الْإِشَارَةِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں اشارہ کرنے کا بیان

۹۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ الْمَرْوَزِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ فِي الصَّلَاةِ».

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز میں اشارہ فرماتے تھے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (۹٤۳) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۱۳۸/۳)

شرح الحديث: اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اشارہ سے مراد اشارہ بالسبابہ ہو، جو تشہد میں ہوتا ہے لیکن چونکہ تشہد اور اس کے متعلقات کے ابواب تو آگے آرہے ہیں، اس لئے مصنف کی مراد یہ نہیں ہو سکتی لہذا یہاں اشارہ سے مراد اشارہ لاجل الحاجۃ ہے جیسے سلام کے جواب میں اشارہ کرنا یا کوئی اور بات سمجھانے کے لئے۔
لیکن رد السلام کیلئے اشارہ کا باب پہلے گزر چکا اس لئے دوسرا احتمال ہی مراد ہے، ہمارے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے ساتھ بات کرکے اس کو کچھ سمجھانا چاہے تو جائز ہے اور نماز خود اس کا جواب ہاتھ یا سر کے اشارہ سے دے سکتا ہے لیکن رد السلام بالاشارہ کو ہمارے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے کما تقدم فی بابہ۔

۹٤٤ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ - يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ - وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ، مَنْ أَشَارَ فِي صَلَاتِهِ إِشَارَةً تُفْهَمُ عَنْهُ، فَلْيَعُدْ لَهَا» يَعْنِي الصَّلَاةَ. قَالَ أَبُو دَاوُد: «هَذَا الْحَدِيثُ وَهْمٌ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نماز میں مرد حضرات سبحان اللہ کہیں اور عورتیں تصفیق کریں اور جو شخص اپنی نماز میں اسطرح اشارہ کرے جو سمجھ لیا جائے تو اسے اپنی نماز لوٹا لینی چاہیئے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں یہ حدیث وہم ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (۱۱٤٥) صحيح مسلم - الصلاة (٤۲۲) جامع الترمذي - الصلاة (۳٦۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۷) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۸) سنن النسائي - السهو (۱۲۰۹) سنن النسائي - السهو (۱۲۱۰) سنن أبي داود - الصلاة (۹٤٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (۱۰۳٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (۲٤۱/۲) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين

(٢٦١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣١٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٧٦/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٣٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٤٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٧٩/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٤٩٣/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٠٧/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٢٩/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٦٣)

شرح الحديث: قوله: مَنْ أَشَارَ فِي صَلَاتِهِ إِشَارَةً تُفْهَمُ عَنْهُ، فَلْيَعُدْ لَهَا: حدیث کا یہ جملہ حدیث سابق کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اشارۃً کوئی بات دوسرے کو سمجھادے تو اس کو نماز کا اعادہ کرنا چاہئے، اس لئے مصنفؒ فرمارہے ہیں قَالَ أَبُو دَاوُد: «هَذَا الْحَدِيثُ وَهْمٌ»، دار قطنی اور بیہقی نے بھی اس زیادتی کو غیر صحیح قرار دیا ہے اور یہ کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ابن اسحاق راوی کا قول ہو، نیز اس حدیث کی سند میں ابو غطفان ہے، کہا گیا ہے کہ وہ رجل مجہول ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ابو غطفان جس کا نام ہے ابو طریف ہے ثقہ راوی ہیں، اور یا اس حدیث کی یہ توجیہ کی جائے کہ اس میں اعادہ صلاۃ کا امر بطریق استحباب ہے نہ بطریق وجوب فَلْيَعُدْ لَهَا اس میں لام زائد ہے اور ضمیر راجع ہے صلاۃ کی طرف یعنی فلیعد الصلوۃ یا لام الی کے معنی میں ہے اور فلیعد عود سے ہے ای فلیعد الی الصلوۃ چاہئے کہ نماز کیطرف لوٹے۔

١٧٦- بَابٌ فِي مَسْحِ الْحَصَى فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کنکریوں کو چھونے کا بیان

٩٤٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذَرٍّ، يَرْوِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ، فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ، فَلَا يَمْسَحِ الْحَصَى».

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہو تو رحمت الٰہی اس کے سامنے ہوتی ہے لہٰذا کنکریوں کو ہاتھ مت لگائے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٩) سنن النسائي - السهو (١١٩١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٤٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٢٧) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٨٨)

شرح الحديث: مضمون حدیث یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے لہٰذا اس رحمت کو حاصل کرنے کے لئے نمازی کو بھی اسی کیطرف متوجہ رہنا چاہئے کسی ایسی چیز میں نہیں لگنا چاہئے جس کی وجہ سے نماز سے توجہ ہٹ جائے مثلاً سجدہ میں جاتے وقت سجدہ کی جگہ سے مٹی یا کنکریاں نہیں ہٹانی چاہئے، حدیث میں کنکری کا ذکر ہے کیونکہ اس زمانہ میں مسجد نبوی میں کنکریاں ہی بچھی ہوئی تھیں۔

جمہور علماء کے نزدیک مسح الحصی نماز میں مکروہ ہے اور ظاہریہ کے نزدیک حرام ہے مگر ایک مرتبہ ہٹانے کی اجازت حدیث میں

مذکور ہے بعض نے اس ممانعت کی حکمت یہ لکھی ہے کہ یہ تواضع کے منافی ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کی مصلحت یہ ہے تاکہ کنکری سجود سے محروم نہ ہو اس لئے کہ ہر کنکری یہ چاہتی ہے کہ نمازی اس پر سجدہ کرے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت مقطوعہ میں ہے۔

٩٤٦ - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ مُعَيْقِيبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تَمْسَحْ وَأَنْتَ تُصَلِّي، فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَوَاحِدَةٌ تَسْوِيَةَ الْحَصَى».

ترجمہ: معیقیبؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ تم نماز کے دوران کنکریوں کو مت چھوؤ اگر بہت ضروری کرنا ہی ہو تو ایک دفعہ کنکریوں کو اپنے ہاتھ سے صحیح اور برابر کر لے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٤٩) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٤٦) جامع الترمذي - الصلاة (٣٨٠) سنن النسائي - السهو (١١٩٢) سنن أبي داود - الصلاة (٩٤٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٠٢٦) مسند أحمد - مسند المكيين (٤٢٦/٣) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢٥/٥) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٨٧)

شرح الحديث: قوله: فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا، فَوَاحِدَةٌ تَسْوِيَةَ الْحَصَى: یہ آخری لفظ کسی راوی کی جانب سے مسح الحصی کی تفسیر ہے، ترکیب میں بظاہر یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے وھو (أي المسح) تسوية الحصى [1] کہ مسح سے مراد تسویۃ الحصی ہے۔

١٧٧ - بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي مُخْتَصِرًا

دوران نماز کوکھ پر ہاتھ رکھنے کا بیان

یہ باب مکرر ہے اس سے دس بارہ باب پہلے بَابٌ فِي التَّخَصُّرِ وَالْإِقْعَاءِ گزر چکا، لیکن وہاں مصنف نے ایک دوسری حدیث (رقم الحديث ٩٠٣) ذکر فرمائی تھی جو یہاں مذکور نہیں اس کو دیکھ لیا جائے وہاں پر گزرا ہے، آپ ﷺ نے الصَّلْبُ فِي الصَّلَاةِ سے منع فرمایا ہے۔

٩٤٧ - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَنِ الِاخْتِصَارِ فِي الصَّلَاةِ"، قَالَ أبو داود: «يَعْنِي يَضَعُ يَدَهُ عَلَى خَاصِرَتِهِ».

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے دوران نماز اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ آدمی کو دوران نماز اپنی کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٦١) صحيح البخاري - الجمعة (١١٦٢) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٥١

(٥٤٥) جامع الترمذي - الصلاة (٣٨٣) سنن النسائي - الافتتاح (٨٩٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٤٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٣٢/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٠/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢٩٥/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٣١/٢) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٣٩٩/٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٤٢٨)

شرح الحدیث: اور بخاری شریف کی روایت میں ہے نُهِيَ عَنِ الْخَصْرِ فِي الصَّلَاةِ، اختصار اور تخصر کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں اور اسکا حکم اور حکمت منع ان سب چیزوں کا بیان پہلی جگہ گزر چکا ہے۔

١٧٨- بَابُ الرَّجُلِ يَعْتَمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصًا

دوران نماز لاٹھی پر سہارا لینے کا حکم

٩٤٨- حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْوَابِصِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الرَّقَّةَ، فَقَالَ لِي بَعْضُ أَصْحَابِي: هَلْ لَكَ فِي رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: قُلْتُ: غَنِيمَةٌ، فَدَفَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ، قُلْتُ لِصَاحِبِي: نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ إِلَى دَلِّهِ، فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ، وَبُرْنُسُ خَزٍّ أَغْبَرُ، وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصًا فِي صَلَاتِهِ، فَقُلْنَا بَعْدَ أَنْ سَلَّمْنَا، فَقَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مِحْصَنٍ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ، اتَّخَذَ عَمُودًا فِي مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ».

ترجمہ: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ میں مقام رقہ آیا تو مجھے میرے ساتھی نے کہا کہ کیا تم ایک صحابی رسول ﷺ سے ملاقات کرنے کا اشتیاق رکھتے ہو؟ تو میں نے کہا یہ تو بڑی غنیمت ہوگی وہ ساتھی ہمیں وابصہ بن معبدؓ صحابی رسول کی خدمت میں لے گئے تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم صحابیؓ کے طور طریقہ کو بغور دیکھتے ہیں تو وہ صحابیؓ ایسی ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے جو ٹوپی سر سے ملی ہوئی تھی اور...... اور وہ ایسا کوٹ اوڑھے ہوئے تھے جو اونی تھا اور اسپر گرد و غبار پڑی ہوئی تھی اور دوران نماز یہ صحابی اپنی لاٹھی پر سہارا لیے ہوئے تھے تو ہم نے سلام کے بعد انسے گفتگو کی (اور ہم نے نماز میں سہارا لینے کے متعلق انسے دریافت کیا) توانہوں نے فرمایا کہ ام قیس بنت محصن نے مجھے حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ جب عمر رسیدہ ہوگئے اور آپ ﷺ کا گوشت بھاری ہو گیا تھا تو آپ ﷺ نے اپنی نماز کی جگہ ایک ستون نما چیز بنائی جس پر آپ سہارا لیا کرتے تھے۔

شرح الحدیث: عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، قَالَ: قَدِمْتُ الرَّقَّةَ: مضمون حدیث یہ ہے کہ میں مقام رقہ (ایک جگہ کا نام ہے) پہونچا تو مجھ سے میرے بعض ساتھیوں نے کہا (زیاد بن ابی الجعد، کما فی مسند احمد) کیا آپ کو ایک صحابیؓ سے ملاقات کی رغبت ہے، مطلب یہ تھا کہ یہاں اس شہر میں ایک صحابیؓ کا قیام ہے اگر آپ ملنا چاہیں تو چلیے، قَالَ: قُلْتُ: غَنِيمَةٌ میں نے کہا یہ ملاقات بڑی نعمت اور غنیمت ہے وہ کہتے ہیں کہ پھر ہم گئے وابصۃ بن معبد کی خدمت میں۔

قولہ: قُلْتُ لِصَاحِبِي: نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ إِلَى دَلِّهِ: ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھی سے کہا اب ہم جاتے ہی سب سے

پہلے یہ کام کریں گے کہ ان صحابیؓ کا حال حلیہ دیکھیں گے۔

قولہ: فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ: ہم نے جا کر دیکھا کہ ان کے سر پر ایسی ٹوپی ہے جو سر سے ملی ہوئی ہے، یعنی اونچی نہیں تھی اور وہ ٹوپی دو کانوں والی تھی (جیسی ہمارے اطراف میں بعض لوگ سردی کے زمانہ میں کانوں کی حفاظت کیلئے اوڑھتے ہیں) اور ایک ادنی جبہ مٹیالے رنگ کا پہنے ہوئے تھے، خز اس کپڑے کو کہتے ہیں جو اون اور ریشم سے بنا جائے یعنی مخلوط نہ خالص ریشمی اور نہ خالص اونی، اور اس کا اطلاق خالص ریشمی کپڑے پر بھی ہوتا ہے۔

قولہ: وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصًا فِي صَلَاتِهِ: یعنی جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایسی ٹوپی اور ایسا جبہ پہنے ہوئے تھے اور اس وقت میں وہ لکڑی کے سہارے سے کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، مسئلہ یہ ہے کہ اعتماد فی الصلاۃ نفل میں مطلقاً جائز ہے اور فرض میں بغیر عذر کے مکروہ ہے۔

معذور کیلئے قیام فی الصلوۃ کا مسئلہ: یہاں پر بذل المجہود [1] میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جو معذور یا ضعیف شخص فرض نماز میں بغیر سہارے کے قیام پر قادر نہ ہو تو اس سے قیام ساقط نہیں ہوتا بلکہ سہارے سے قائماً نماز پڑھنا ضروری ہے سہارا چاہئے کسی انسان کا ہو یا کسی لکڑی وغیرہ کا، قاعداً پڑھنا جائز نہیں حتی کہ اگر کوئی شخص پورے قیام پر قادر نہ ہو تو جتنی دیر بھی قیام کر سکے قیام کرنا واجب ہے اور پھر چاہے بیٹھ جائے، طحطاوی میں لکھا ہے کہ خصوصاً صاحبین کے مسلک پر، یہ قیام اس لئے ضروری ہے کہ وہ قادر بقدرۃ الغیر کو قادر دیتے ہیں، اور منہل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذکورہ بالا مستند اً قیام حنفیہ وحنابلہ اور شافعیہ کی ایک جماعت کے نزدیک بھی واجب ہے البتہ مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے وہ ایسی صورت میں وجوب قیام کے قائل نہیں [2]، بذل میں حضرت گنگوہیؒ کی تقریر سے بھی وہی نقل کیا ہے جو اوپر فقہاء سے نقل کیا گیا ہے حتی المقدور قیام ضروری ہے۔

حضرت گنگوہیؒ کا کمال احتیاط: خود حضرت گنگوہی قدس سرہ کی سوانح میں لکھا ہے کہ حضرت اپنے اخیر زمانہ میں شدت ضعف ومرض کی حالت میں دو خادموں کے سہارے سے کھڑے ہو کر فرض نماز اداء فرماتے تھے۔

۱۷۹ ۔ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ

دوران نماز بات چیت کی ممانعت کا بیان

٩٤٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: "كَانَ أَحَدُنَا يُكَلِّمُ الرَّجُلَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ، فَنَزَلَتْ: { وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ [3] }،

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٥٤

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ٥٤-٥٥

[3] اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے (سورۃ البقرۃ ٢٣٨)

بَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ".

ترجمة: زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ دوران نماز گفتگو کیا کرتے ہم میں ایک ساتھی اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے شخص سے بات کرلیتا تھا پھر یہ آیت نازل ہوئی اللہ پاک کے سامنے خاموش ہو کر کھڑے ہو جاؤ تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور بات چیت کرنے سے منع کر دیا گیا۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١١٤٢) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٢٦٠) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٣٩) جامع الترمذي - الصلاة (٤٠٥) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٢٩٨٦) سنن النسائي - السهو (١٢١٩) سنن أبي داود - الصلاة (٩٤٩) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٣٦٨)

شرح الحديث: **کلام فی الصلوۃ کا نسخ مدینہ منورہ میں:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام فی الصلاۃ کا نسخ مدینہ منورہ میں ہوا، اس لئے کہ یہ آیت جس سے نسخ ہو رہا ہے بالاتفاق مدنی ہے، حضرات شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ نسخ الکلام فی الصلاۃ مکہ مکرمہ میں ہوا، اسکی قدرے وضاحت باب رد السلام فی الصلاۃ میں عبد اللہ ... کی حدیث فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ [1] کے ذیل میں گزر چکی ہے اور مزید مفصل کلام باب سجود السہو میں ... والیدین کے تحت انشاء اللہ تعالیٰ آئیگا۔

١٨٠ - بَابٌ فِي صَلَاةِ الْقَاعِدِ

بیٹھے ہوئے شخص کی نماز کے ثواب کا بیان

یہ بات مشہور ہے کہ نفل نماز اگر بلا عذر قاعداً پڑھی جائے تو اس کا ثواب نصف ہے، اور اگر عذر سے ہو تو پھر ثواب پورا ہے۔

٩٥٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَعْيَنَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ هِلَالٍ يَعْنِي ابْنَ يَسَافٍ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ»، فَأَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي جَالِسًا، فَوَضَعْتُ يَدَيَّ عَلَى رَأْسِي، فَقَالَ: «مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو؟»، قُلْتُ: حُدِّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَّكَ قُلْتَ: «صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلَاةِ»، وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا، قَالَ: «أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ».

ترجمة: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بیان کیا گیا کہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے آدمی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے شخص کی نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے پس میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ دیا تو نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عبد اللہ بن عمر تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بتلایا گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو مرد بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اسے نماز کا آدھا ثواب ملتا ہے...... آپ خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ایسا ہی کہا تھا لیکن میں تمہاری

---

[1] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب رد السلام في الصلاة ٩٢٣

طرح نہیں ہوں (میں اگر نفل نماز بیٹھ کر ادا کروں تو مجھے بطور خصوصیت کے پورا ثواب ملتا ہے)۔

تخریج صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٦٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (١٩٢/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٠١/٢) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢٠٣/٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٠٩) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٠) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٨٤)

شرح الحديث قوله: قَالَ: «أَجَلْ، وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ»: اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو صلاۃ قاعد أبلا عذر میں بھی پورا ثواب ملتا ہے۔

٩٥١ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلَاةِ الرَّجُلِ قَاعِدًا، فَقَالَ: «صَلَاتُهُ قَائِمًا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا، وَصَلَاتُهُ قَاعِدًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَائِمًا، وَصَلَاتُهُ نَائِمًا عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلَاتِهِ قَاعِدًا».

ترجمہ عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو بیٹھ کر نماز پڑھے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا، بیٹھ کر نماز پڑھنے سے افضل ہے اور آدمی بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملتا ہے اور آدمی کے لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت میں، بیٹھ کر نماز پڑھنے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملتا ہے۔

تخریج صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٤) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٥) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٦) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧١) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٦٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٣١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٣/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٣٥/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٤٢/٤) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤٤٣/٤)

شرح الحديث مضمون حدیث یہ ہے کہ صلاۃ قاعداً کا ثواب صلاۃ قائماً سے نصف ہے اور صلاۃ نائماً یعنی مضطجعاً کا ثواب صلاۃ قاعداً سے نصف ہے، معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا ثواب لیٹ کر پڑھنے سے چار گنا ہے۔

شرح حدیث پر تفصیلی کلام: اس حدیث کی تشریح میں شراح نے بہت کچھ تفصیل لکھی ہے ہم بھی مختصراً بیان کرتے ہیں، پہلے دو باتیں سمجھ لیجئے: ① اول یہ کہ فرض نماز بغیر عذر کے بیٹھ کر یا لیٹ کر بالاتفاق جائز نہیں اور اگر عذر سے پڑھے تو جائز ہے بلکہ ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں پورا ثواب ملتا ہے، ② دوسری بات یہ کہ نفل نماز گو بیٹھ کر بلا عذر جائز ہے، لیکن اسمیں ثواب نصف ہے، اور اگر عذر کے ساتھ ہو تو اس میں ثواب پورا ہے، لیکن لیٹ کر نفل نماز پڑھنا بغیر عذر کے عند الجمہور جائز ہی نہیں۔

اس تمہید کے بعد اب اس حدیث کے بارے میں سنیئے کہ اگر اس حدیث کو مفترض پر محمول کرتے ہیں تو لامحالہ معذور شخص مراد ہو گا کیونکہ فرض تو بیٹھ کر یا لیٹ کر بلا عذر جائز ہی نہیں، لیکن اس میں یہ اشکال ہو گا کہ پھر تنصیف اجر کیوں ہے، لہذا مفترض پر محمول نہیں اور اگر اس کو متنفل پر محمول کرتے ہیں تو پھر دو صورتیں ہیں معذور ہو گا یا غیر معذور، اگر معذور ہے تو تنصیف اجر کیوں؟ اور اگر غیر معذور ہے تو قاعدۃً نفل پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن لیٹ کر پڑھنا جائز نہیں، حالانکہ حدیث میں وہ مذکور ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر حدیث کو مفترض معذور پر محمول کرتے ہیں تو تنصیف اجر کیوں ہے اور اگر متنفل غیر معذور پر محمول کرتے ہیں تو وہ نائماً کہاں جائز ہے؟ ہاں البتہ حسن بصریؒ اور بعض سلف کے نزدیک جائز ہے "کمانقلہ الترمذی فی جامعہ" ایسے ہی ایک روایت شافعیہ سے بھی ہے، حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ متاخرین شافعیہ نے اس حدیث کی بناء پر اسی قول کو (جواز التنفل مضطجعاً بلاعذر) ترجیح دی ہے، اور ایسے ہی ایک روایت جواز کی مالکیہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ قاضی عیاضؒ نے فرمایا [1]، اسی طرح غالباً بعض کتب احناف میں بھی ایک قول اس کے جواز [2] کا لکھا ہے لیکن مشہور قول کے پیش نظر مذاہب اربعہ میں نفل بلا عذر مضطجعاً جائز نہیں، لہذا یہ حدیث محتاج تاویل ہے، امام خطابیؒ [3] نے اسکی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ اس مفترض معذور پر محمول ہے جو قیام یا قعود پر قادر تو ہے لیکن بہت دقت اور مشقت کے ساتھ، مثلاً ایک شخص اتنا کمزور ہے کہ وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھ تو سکتا ہے لیکن بہت مشقت کے ساتھ تو ایسا شخص اگر لیٹ کر نماز پڑھ لے تو جائز ہے لیکن بیٹھ کر پڑھے گا تو دوگنا ثواب ہو گا ورنہ آدھا، ایسے ہی ایک شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر تو ہے لیکن بڑی مشقت کے ساتھ سو یہ شخص اگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو دوگنا ثواب ہو گا ورنہ آدھا۔

اور حضرت اقدس گنگوہیؒ نے اس حدیث کو محمول تو اسی قسم کے معذور پر کیا ہے جو کلام خطابی میں مذکور ہے، یعنی جو بمشقت قیام اور قعود پر قادر ہو لیکن متنفل پر نہ کہ مفترض پر، وہ فرماتے ہیں (کمافی الکوکب [4]) کہ ایسے معذور کے لئے لیٹ کر نفل تو نماز تو جائز ہے لیکن فرض نماز جائز نہیں یعنی جو معذور فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے پر قادر تو ہے لیکن بڑی مشقت کے بعد تو حضرت کے نزدیک اس کے لئے لیٹ کر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں بیٹھنا ضروری ہے بخلاف نفل کے وہ لیٹ کر پڑھ سکتا ہے۔

علامہ سندھی کی رائے: علامہ سندھیؒ حاشیہ نسائی میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے پیش نظر ہمارے بعض متاخرین نے نفل نماز مضطجعاً بلا عذر کو جائز قرار دیا ہے لیکن اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور لیٹ کر بغیر عذر پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے، پھر اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس حدیث سے مقصود صحت صلاۃ اور

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری - ج ۲ ص ٥٨٦

[2] تو پھر اس صورت میں اگر حدیث کو متنفل غیر معذور پر محمول کیا جائے تو کچھ اشکال نہیں، ۱۲۔

[3] معالم السنن - ج ١ ص ٢٢٥

[4] الکوکب الدری علی جامع الترمذی - ج ١ ص ٣٤٧

فساد صلاۃ کو بیان کرنا نہیں بلکہ صلوتین صحیحتین میں سے احداہما کی فضیلت اخری پر بیان کرنا مقصود ہے، اب یہ کہ کونسی نماز صحیح ہے کونسی نہیں یہ قواعد سے معلوم ہوگا، بس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز قاعداً صحیح ہوگی اس کا ثواب قائماً پڑھنے سے نصف ہوگا، خوہ وہ نماز فرض ہو یا نفل، ایسے ہی جو نماز مضطجعاً صحیح ہوگی اس کا ثواب قاعداً پڑھنے سے نصف ہوگا، نیز وہ لکھتے ہیں کہ یہ بات جو مشہور ہے کہ معذور کی نماز کا ثواب بیٹھ کر یا لیٹ کر پڑھنے سے ناقص نہیں ہوتا یہ ہمیں تسلیم نہیں انتہی کلامہ [1]۔

اس لئے کہ یہ بات عمران بن حصینؓ کی اس حدیث کے بظاہر خلاف ہے، لہذا اس حدیث کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ عذر کی صورت میں بھی قاعداً نماز پڑھنا نقصان ثواب کا باعث ہے اور اس کے خلاف پر کوئی صریح دلیل نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم [2]۔

٩٥٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ، عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَ بِي النَّاصُورُ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «صَلِّ قَائِمًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ».

ترجمہ: عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بواسیر کا مرض لاحق ہوگیا تو میں نے نبی اکرم ﷺ سے نماز پڑھنے کے طریقہ کے متعلق دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم کھڑے ہوکر نماز ادا کرو اگر تم کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکو تو بیٹھ کر نماز ادا کرو اور اگر بیٹھ کر نماز ادا نہ کر سکو تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لو۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٤) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٥) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٦) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧١) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٦٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٣١) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٣) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٣٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٢) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٤/٤٤٣)

شرح الحدیث: عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: كَانَ بِي النَّاصُورُ: اور بعض نسخوں میں الناسور سین کے ساتھ ہے اور بخاری شریف کی ایک روایت میں كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ اور ایک دوسری روایت ہے وَكَانَ مَبْسُورًا بواسیر باسور ہی کی جمع ہے تو مشہور مرض ہے مقعد میں ورم ہو جاتا ہے، اور ناصور زخم کو کہتے ہیں، اس کا تعلق بھی مقعد سے ہوتا ہے۔

قوله: فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا: بیٹھ کر اگر نماز پڑھی جائے تو کیفیت قعود کیا ہو اس میں اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک افتراش اولیٰ ہے جس طرح التحیات میں بیٹھتے ہیں، یہی ایک روایت مزنیؒ کی امام شافعیؒ سے ہے، اور امام مالکؒ و احمدؒ و صاحبینؒ کے نزدیک تربیع (چوزانو بیٹھنا) اولیٰ ہے یہی ایک روایت امام شافعیؒ کی ہے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ ہیئت قعود ہیئت قیام سے مختلف ہے اور یہ قعود چونکہ قیام کا بدل ہے اس لئے کہ اس کی ہیئت بھی

---

[1] سنن النسائي بحاشية السندي ج ٢ ص ٢٤٨

[2] لہذا اب اگر ہم اس حدیث کو شخص مقدور پر محمول کرلیں خوہ وہ متنفل ہو یا مفترض تو کوئی اشکال نہ ہوگا، ١٢۔

قعود اصلی سے مختلف ہونی چاہئے۔

معذور کی نماز مستلقیا ہویا مضطجعا؟ قولہ: فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ: لیٹ کر نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہیں ایک مضطجعاً علی یمینہ یعنی دائیں کروٹ پر اور دوسری مستلقیاً چت [1] لیٹ کر اس طور پر کہ چہرہ اور قدمین قبلہ کی جانب ہوں، جمہور کے نزدیک پہلی صورت اولی ہے اگرچہ جائز دونوں ہیں اور شافعیہ وجوب کے قائل ہیں لہٰذا ان کے نزدیک اگر کوئی شخص باوجود مضطجعاً پڑھنے پر قدرت کے مستلقیاً پڑھے تو نماز صحیح نہ ہوگی، اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک صرف استحباب کا درجہ ہے، جمہور کی دلیل حدیث الباب ہے اور حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ مستلقی کا اشارہ ہوائے کعبہ یعنی اس کی فضاء کی طرف واقع ہوگا اور فضاء کعبہ آسمان تک قبلہ ہی ہے بخلاف مضطجع کے کہ اس کا اشارہ اپنے قدموں کی طرف ہوگا نہ کہ قبلہ کی جانب۔

۹۵۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ، حَتَّى دَخَلَ فِي السِّنِّ، فَكَانَ يَجْلِسُ فِيهَا فَيَقْرَأُ، حَتَّى إِذَا بَقِيَ أَرْبَعُونَ أَوْ ثَلَاثُونَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ سَجَدَ».

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی رات کی نماز (تہجد) کی کسی رکعت میں بیٹھ کر قرأت کرتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ بڑھاپے میں داخل ہوگئے اس عمر میں نبی پاک ﷺ رات کی نماز (تہجد) میں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت فرماتے یہاںتک کہ آپکی مقررہ قرأت میں سے تیس ۳۰ چالیس ۴۰ آیات رہ جاتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر ان آیات کی قرأت فرماتے پھر (رکوع پھر) سجدہ فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٨) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٠) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣١) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٧) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٩) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٢) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٧) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٣)

شرح الحدیث: قولہ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقْرَأُ فِي شَيْءٍ مِنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ، حَتَّى دَخَلَ فِي السِّنِّ: یعنی تہجد کی نماز آپ ﷺ کبر سنی سے قبل کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے اس کے بعد اخیر زمانہ عمر میں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

قولہ: حَتَّى إِذَا بَقِيَ أَرْبَعُونَ أَوْ ثَلَاثُونَ آيَةً، قَامَ: یعنی جب نماز آپ ﷺ بیٹھ کر پڑھتے تھے تو اس وقت ایسا کرتے

---

[1] اس طور پر کہ سر اور مونڈھوں کے نیچے بڑا سا تکیہ رکھے تاکہ ایماء کر سکے بغیر اس کے ایماء نہ ہو سکے گا، ۱۲ منہ۔

تھے کہ جب تیس چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو ان کو کھڑے ہو کر پڑھتے اس کے بعد رکوع میں جاتے تا کہ پوری نماز قاعداً نہ ہو کچھ حصہ میں قیام بھی ہو جائے۔

٩٥٤ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، وَأَبِي النَّضْرِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا، فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ، وَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَاءَتِهِ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِينَ أَوْ أَرْبَعِينَ آيَةً، قَامَ فَقَرَأَهَا وَهُوَ قَائِمٌ، ثُمَّ رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ»، قَالَ أبو داود: رَوَاهُ عَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز (تہجد) میں قرأت فرماتے جب آپ کی مقررہ قرأت میں سے تیس ۳۰ چالیس ٤٠ آیتوں کی مقدار باقی رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے اور ان آیات کو بحالت قیام پڑھتے پھر رکوع فرماتے پھر سجدہ فرماتے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح فرماتے امام ابوداؤد فرماتے ہیں علقمہ بن وقاص نے حضرت عائشہؓ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٦٥) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٨) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٠) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣١) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٧) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٩) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٢) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٧) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٣)

٩٥٥ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: قَالَ: سَمِعْتُ بُدَيْلَ بْنَ مَيْسَرَةَ، وَأَيُّوبَ، يُحَدِّثَانِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا، وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا، رَكَعَ قَائِمًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا، رَكَعَ قَاعِدًا».

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں ایک لمبا حصہ کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے اور رات میں ایک لمبا حصہ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع بھی بحالت قیام ہی کرتے اور جب آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ کر ہی فرماتے۔

تخریج: صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٨) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٠) صحيح مسلم -

صلاة المسافرين وقصرها (٧٣١) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٧) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٩) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٢) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٧) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٥) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٢٧) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/١٧٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٠٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٦/٢٣١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٣)

شرح الحديث یعنی بعض مرتبہ ایسا ہوتا کہ رات میں بہت دیر تک آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نفلیں کھڑے ہو کر پڑھتے اور پھر اسی رات میں بعض نفلیں دیر تک بیٹھ کر پڑھتے، اگر نماز قائماً شروع کرتے تو قائماً ہی رکوع میں جاتے اور اگر قاعداً شروع فرماتے تو قاعداً ہی رکوع میں جاتے، حاصل یہ کہ بعض رکعات پوری قائماً پڑھتے اور بعض پوری قاعداً۔

دفع تعارض بین الحدیثین: یہ حدیث حدیث سابق کے خلاف ہے جس میں یہ ہے کہ جس نماز کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قاعداً شروع فرماتے اس میں رکوع میں جانے سے قبل کھڑے ہو جاتے، اس تعارض کا مشہور جواب تو یہ ہے کہ یہ دو قسم کے معمول ہیں جو مختلف اوقات اور زمانوں پر محمول ہیں کسی زمانے میں اس طرح کرتے اور کسی میں اس طرح نہ ہمیشہ پڑھتے اور نہ ہمیشہ اُس طرح، اور حضرت گنگوہیؒ [1] کی تقریر میں اسکی ایک اور توجیہ مذکور ہے وہ یہ کہ اس دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نماز میں بیٹھ کر قراءت پوری فرمالیتے تو صرف رکوع میں جانے کیلئے کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ رکوع بھی اسی حالت میں کرتے، اور پہلی حدیث میں رکوع میں جانے سے قبل جو کھڑا ہونا مذکور ہے وہ اس طور پر کہ کھڑے ہو کر پہلے چند آیات پڑھتے پھر رکوع میں جاتے، کھڑے ہونے کے بعد فوراً رکوع کرنا وہاں مذکور نہیں، اور یہاں اس دوسری حدیث میں کھڑے ہو کر فوراً رکوع میں جانیکی نفی ہے فلا تعارض بین الحدیثین۔

حدیث الباب سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نفل نماز پوری بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، بغیر عذر کے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ بعض حصہ نفل نماز کا قائماً اور بعض قاعداً پڑھے، خواہ قیام سے قعود کیطرف آئے یا قعود سے قیام کی طرف، منہل میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ ومالک شافعی وغیرہ اکثر علماء کا یہی مذہب ہے [2]، اور ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ صاحبین کے نزدیک نفل نماز قائماً شروع کرنے کے بعد بغیر عذر کے بیٹھنا جائز نہیں۔

٩٥٦ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فِي رَكْعَةٍ؟ قَالَتْ: «الْمُفَصَّلَ»، قَالَ: قُلْتُ: فَكَانَ يُصَلِّي

---

[1] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ١ ص ٣٤٧ - ٣٤٨

[2] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ٦٢

قَاعِدًا؟ قَالَتْ: «حِينَ حَطَمَهُ النَّاسُ».

ترجمة: عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ! ایک رکعت میں ایک سورت پڑھا کرتے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ ایک رکعت میں مفصل کی کئی سورتیں پڑھا کرتے تو میں عرض کیا کیا نبی پاک ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرمایا کرتے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا جب لوگوں نے اپنے بوجھ سے آپ ﷺ کو روندڈالا (تو اس کمزوری کی عمر میں آپ ﷺ بیٹھ کر نماز ادا فرماتے تھے)۔

تخریج: صحيح البخاري - مواقيت الصلاة (٥٦٥) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٧) صحيح البخاري - الجمعة (١٠٦٨) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٠) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣١) صحيح مسلم - صلاة المسافرين وقصرها (٧٣٢) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٤) جامع الترمذي - الصلاة (٣٧٥) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٧) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٨) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٤٩) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٠) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٢) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٦) سنن النسائي - قيام الليل وتطوع النهار (١٦٥٧) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٢٢٨) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٢٧/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (١٧٨/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٠٤/٦) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٣١/٦) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٢) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣١٣)

شرح الحديث: قوله: سَأَلْتُ عَائِشَةَ، أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ فِي رَكْعَةٍ؟ قَالَتْ: «الْمُفَصَّلَ»: بعض نسخوں میں بجائے السور کے السورۃ (مفرداً) مذکور ہے اور بیہقی کی روایت کے لفظ یہ ہیں: هَلْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَ السُّوَرِ؟ قَالَتْ: "مِنَ الْمُفَصَّلِ" [1]، حاصل سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کئی کئی سورتیں ملا کر پڑھتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں مفصل کی سورتوں میں سے ملا کر پڑھتے تھے، مفصل قرآن پاک کی سات منزلوں میں سے آخری منزل کا نام ہے سورہ حجرات یاق سے لے کر آخر قرآن تک کیونکہ یہ سورتیں چھوٹی چھوٹی ہیں بار بار بسم اللہ کے ساتھ فصل آتا ہے اس لئے مفصل نام رکھا گیا، اب یہ کہ آپ ﷺ کن کن سورتوں ملا کر پڑھتے تھے وہ کونسی سورتیں ہیں؟ اس کا بیان اسی کتاب میں ابواب صلاۃ اللیل کے بعد ایک باب آرہا ہے، باب تحزیب القرآن میں آرہا ہے جس کا مضمون یہ ہے، عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز میں ایک رکعت میں دو دو سورتیں ملا کر پڑھتے تھے الرَّحْمَٰنَ وَالنَّجْمَ فِي رَكْعَةٍ، وَاقْتَرَبَتْ وَالْحَاقَّةَ فِي رَكْعَةٍ، وَالطُّورَ وَالذَّارِيَاتِ فِي رَكْعَةٍ [2]، اس حدیث کو حدیث النَّظَائِرِ سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں کیونکہ اس میں مذکور ہے: لَكِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ النَّظَائِرَ، حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ صاحب بدائع نے

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب الجمع بين سورتين في ركعة واحدة ٢٤٦١ (ج ٢ ص ٨٨)

[2] سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب تحزيب القرآن ١٣٩٦

تصریح کی ہے، لایکرہ الجمع بین السورتین فی رکعة [1]۔

قولہ: حِينَ حَطَمَهُ النَّاسُ: یعنی نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا آپ نے اس وقت شروع کیا جب لوگوں نے آپ کو توڑ کر رکھ دیا، یعنی آپ لوگوں کی خدمت کرتے کرتے چور ہو گئے۔

١٨١ ـ بَابُ كَيْفَ الْجُلُوسُ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

التحیات میں کیسے بیٹھنا چاہئے؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔

مذاہب ائمہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تشہد اول ہو یا آخر دونوں میں افتراش مسنون ہے، یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر سرین رکھنا اور دایاں پاؤں کھڑا کرنا، اور امام مالکؒ کے یہاں مطلقاً تورک ہے یعنی سرین کو زمین پر رکھنا اور دونوں پاؤں زمین پر بچھا کر دائیں جانب نکالنا، عورت کے حق میں حنفیہ بھی اسی کے قائل ہیں، اور امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک تشہد اول وثانی میں فرق ہے، اول میں افتراش، اور ثانی میں تورک اور جس نماز میں ایک ہی تشہد ہو جیسے فجر اور جمعہ کی نماز اس میں امام احمدؒ کے یہاں افتراش ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس میں بھی تورک ہے، تو گویا امام احمدؒ کے نزدیک تورک اس نماز کے ساتھ خاص ہو جو تشہد والی ہو اور امام شافعیؒ کے یہاں یہ قید نہیں بلکہ جس تشہد کے بعد سلام ہے خواہ وہ ایک تشہد والی ہو یا دو اس میں تورک ہے۔

اصل منشاء تو اس اختلاف کا اختلاف احادیث ہے، لیکن حکمت اور مصلحت کے درجہ میں شافعیہ کے نزدیک تورک کی علت طول جلوس ہے افتراش میں چونکہ نسبۃً مشقت ہوتی ہے، اور تشہد اخیر طویل ہوتا ہے اس لئے اس میں تورک رکھا گیا، بخلاف قعدہ اولیٰ کے کہ اس میں بوجہ مختصر ہونے کے کوئی مشقت نہ تھی اس لئے اس میں افتراش جو کہ اصل ہے اس کو باقی رکھا گیا، یہ تو شافعیہ کہتے ہیں اور حنابلہ یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اصل تو قعود میں افتراش ہے لیکن بعد میں آنیوالے کو تاکہ معلوم ہو جائے کہ امام کون سے تشہد میں ہے اس لئے اول وآخر کی کیفیت جلوس میں فرق رکھا گیا ہے اور جن نمازوں میں ایک ہی تشہد ہوتا ہے وہاں فرق اور تمیز کی حاجت ہی نہیں۔

٩٥٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ، قَالَ: قُلْتُ: لَأَنْظُرَنَّ إِلَى صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يُصَلِّي، «فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، فَكَبَّرَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى حَاذَتَا بِأُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَخَذَ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ. فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَهُمَا مِثْلَ ذَلِكَ». قَالَ: «ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَحَدَّ مِرْفَقَهُ الْأَيْمَنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَقَبَضَ ثِنْتَيْنِ، وَحَلَّقَ حَلْقَةً،

---

[1] ولو جمع بين السورتين في ركعة لا يكره (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع — ج ١ ص ٢٠٦ - ٢٠٧)

وَرَأَيْتُهُ يَقُولُ هَكَذَا» ، وَحَلَّقَ بِشْرٌ الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى، وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ.

ترجمہ وائل بن حجرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچ رکھا تھا کہ نبی پاک ﷺ کسطرح نماز ادا فرماتے ہیں میں اسکو بغور دیکھوں گا پس نبی پاک ﷺ نے کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر تکبیر (تحریمہ) کہی اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے دونوں کانوں کے بالمقابل ہو گئے پھر آپ نے اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے سیدھے ہاتھ سے پکڑ کر نیت باندھی پھر جب آپ نے رکوع کا ارادہ فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اسی طرح (کانوں تک) اٹھایا پھر (وائلؓ نے نماز کے طریقہ کو تفصیلی طور پر بیان کیا اور اسمیں) فرمایا آپ ﷺ نے جلسہ فرمایا اور اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ گئے اور اپنے بائیں ہاتھ کو آپ نے اپنی بائیں ران پر رکھا اور اپنی دائیں کہنی کو آپ نے اپنی دائیں ران پر اسطرح رکھا کہ کہنی کو ران سے علیحدہ کر دیا اور دو انگلیوں (چھنگلی اور اس کے برابر والی انگلی) کو بند کر دیا اور اپنے (انگھوٹے اور درمیانی انگلی سے) حلقہ بنایا اور میں نے آپ ﷺ کو اسطرح اشارہ کرتے ہوئے دیکھا۔ بشر بن مفضل استاد نے انگھوٹے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے دکھایا۔

تخریج صحيح مسلم - الصلاة (٤٠١) سنن النسائي - الافتتاح (٨٧٩) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٢) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٧) سنن النسائي - الافتتاح (٨٨٩) سنن النسائي - التطبيق (١٠٨٩) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٩) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨١٠) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٨٦٧) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣١٩/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٤١) سنن الدارمي - الصلاة (١٢٥٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٥٧)

٩٥٨ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: «سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى، وَتَثْنِيَ رِجْلَكَ الْيُسْرَى».

ترجمہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرو اور اپنے بائیں پاؤں کو پھیلالو۔

تخریج صحيح البخاري - الأذان (٧٩٣) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٨) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٨) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٠٢)

شرح الحدیث عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى، وَتَثْنِيَ رِجْلَكَ الْيُسْرَى: ابن عمرؓ فرماتے ہیں تشہد میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں کو موڑ لے یعنی موڑ کر زمین پر بچھا دے۔

یہ اثر ابن عمرؓ مجمل ہے اس میں نہیں بیان کیا گیا کہ بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر کیا کرے؟ پاؤں پر ہی سرین رکھے یا زمین پر رکھے، اگر پاؤں پر رکھنا مراد ہے تب تو یہ افتراش ہو جائیگا، اور اگر زمین پر رکھنا مراد ہے تب تورک ہوگا، یہ روایت دراصل موطا امام مالکؒ کی ہے اس کے بعض طرق میں تو اسی طرح مجملاً ہے، اور ایک دوسری روایت میں اسکی وضاحت مذکور ہے وہ یہ کہ سرین کو زمین پر رکھے نہ کہ قدم پر لہذا یہ تورک ہو جائیگا، اس روایت میں ایک اور اعتبار سے بھی اجمال ہے وہ یہ کہ یہ کیفیت جلوس مطلقاً ہے جیسا

کہ مالکیہ کہتے ہیں یا صرف قعدۂ اخیرہ میں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ایک دوسری روایت کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہاں اس حدیث میں قعدۂ اخیرہ ہی مراد ہے کماھو مسلك الشافعية ❶۔

حنفیہ کے دلائل: اور حنفیہ جو مطلقاً افتراش کے قائل ہیں ان کا استدلال حدیث عائشہؓ اور حدیث المسیٔ فی الصلاۃ اور ایسے ہی وائل بن حجرؓ کی روایات سے ہے ❷۔

٩٥٩ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى، قَالَ: سَمِعْتُ الْقَاسِمَ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، يَقُولُ: «مِنْ سُنَّةِ الصَّلَاةِ أَنْ تُضْجِعَ رِجْلَكَ الْيُسْرَى، وَتَنْصِبَ الْيُمْنَى».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں نماز کی سنتوں میں سے ایک یہ بھی ہیکہ تم اپنے بائیں پاؤں کو لٹاؤ (بچھاؤ) اور سیدھے پاؤں کو کھڑا کرلو۔

٩٦٠ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ يَحْيَى، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: عَنْ يَحْيَى، أَيْضًا: مِنَ السُّنَّةِ كَمَا قَالَ جَرِيرٌ.

ترجمہ: یحییٰ بن سعید انصاری سے گزشتہ حدیث کے ہم معنی روایت مروی ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں حماد بن زید نے بھی یحییٰ بن سید سے مِنَ السُّنَّةِ کے الفاظ نقل کیے ہیں جسطرح جریر نے اس حدیث میں کہا ہے۔

٩٦١ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، أَرَاهُمُ الْجُلُوسَ فِي التَّشَهُّدِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ.

ترجمہ: قاسم بن محمد نے اپنے شاگردوں کو تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ اپنے فعل سے کرکے دکھلایا پس اس کے بعد قعنبی استاد نے حدیث بیان کی۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٧٩٣) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٧) سنن النسائي - التطبيق (١١٥٨) سنن أبي داود - الصلاة (٩٥٩) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٠٢)

٩٦٢ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ وَكِيعٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: «كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ، افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى اسْوَدَّ ظَهْرُ قَدَمِهِ».

ترجمہ: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھاتے یہاںتک کہ آپکے قدم مبارک کی پشت سیاہ ہوجاتی۔

---

❶ فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج٢ ص٣٠٦

❷ بذل المجهود في حل أبي داود - ج٥ ص٢٦٧-٢٦٨

شرح الحدیث: قوله: إذا جلس في الصلاة، افترش رجله اليسرى حتى اسودّ ظهر قدمه: چونکہ بایاں پاؤں آپ موڑ کر بچھاتے تھے اس لئے پشت قدم پر نشان پڑ گیا تھا، لغت میں لکھا ہے أشوى السعف أي اصفر لليبس[1]، جب گھاس اور درخت کی ٹہنی خشکی کی وجہ سے پیلی ہو جائے، باب کی یہ آخری حدیث مرسل نخعی ہے، اس لئے کہ ابراہیم نخعی جو کہ تابعی ہیں وہ اس کو براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں، لیکن مشہور بین المحدثین یہ ہے مراسیل إبراهيم النخعي أقوى من مسانيده[2] (كما في البذل)۔

۱۸۲ - بَابُ مَنْ ذَكَرَ التَّوَرُّكَ فِي الرَّابِعَةِ

چوتھی رکعت میں تورک کرنے کا بیان

۹۶۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُهُ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ أَحْمَدُ: قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ السَّاعِدِيَّ، فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ أَبُو قَتَادَةَ، قَالَ أَبُو حُمَيْدٍ: أَنَا أَعْلَمُكُمْ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: فَاعْرِضْ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، قَالَ: "وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ، ثُمَّ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، وَيَرْفَعُ وَيَثْنِي رِجْلَهُ الْيُسْرَى، فَيَقْعُدُ عَلَيْهَا، ثُمَّ يَصْنَعُ فِي الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ"، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: «حَتَّى إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ الَّتِي فِيهَا التَّسْلِيمُ، أَخَّرَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَقَعَدَ مُتَوَرِّكًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ»، زَادَ أَحْمَدُ: قَالُوا: صَدَقْتَ، هَكَذَا كَانَ يُصَلِّي، وَلَمْ يَذْكُرَا فِي حَدِيثِهِمَا الْجُلُوسَ فِي الثِّنْتَيْنِ كَيْفَ جَلَسَ.

ترجمہ: محمد بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے ابو حمید ساعدی سے دس صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں یہ کہتے ہوئے سنا اور امام احمد بن حنبل استاد کے یہ الفاظ ہیں کہ محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں میں نے ابو حمید ساعدی کو یہ کہتے سنا دس صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ان میں ایک صحابی ابو قتادہؓ بھی تھے...... ابو حمید فرما رہے تھے کہ میں نے تم سب لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کے طریقے کو سب سے زیادہ جانتا ہوں تو ان حاضرین مجلس نے کہا آپ نماز کا طریقہ بیان کیجئے اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو نرم فرماتے (تاکہ انگلیاں قبلہ رخ ہو جائیں) پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور اپنی بائیں ٹانگ کو موڑ کر اسپر بیٹھ جاتے پھر دوسری

[1] وأشوى (العسف) إذا (اصفر لليبوس) (تاج العروس من جواهر القاموس ج ۳۸ ص ۴۰۰)

[2] التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد - ج ۱ ص ۳۸

رکعت میں بھی اسی طرح فرماتے اس کے بعد راوی نے حدیث کو تفصیل سے نقل کیا اسمیں یہ بھی ہے کہ ابو حمید سعیدی نے فرمایا کہ یہاں تک کہ جب آپ وہ سجدہ فرماتے جسکے بعد سلام پھیرا جاتا ہے تو آپ اپنی بائیں ٹانگ کو کولہے سے دائیں جانب رکھتے ہوئے دور کر دیتے اور اپنے بائیں کولہے پر تورک کرتے ہوئے بیٹھ جاتے امام احمدؒ نے یہ اضافہ فرمایا کہ ان حاضرین مجلس نے کہا کہ آپ نے سچ بیان کیا نبی پاک ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے...... امام مسدد اور امام احمد دونوں استادوں نے اپنی حدیث میں دو رکعت پر بیٹھنے کی کیفیت ذکر نہیں فرمائی۔

٩٦٤ - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقُرَشِيِّ، وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا قَتَادَةَ، قَالَ: فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى، فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ الْأَخِيرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَجَلَسَ عَلَى مَقْعَدَتِهِ.

ترجمہ: محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث ذکر کی اس میں محمد بن عمرو نے ابو قتادہؓ کو ذکر نہیں کیا۔ محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا کہ حضور ﷺ جب پہلے قعدہ میں بیٹھتے تو اپنی بائیں ٹانگ پر بیٹھتے اور جب آخری قعدہ میں بیٹھتے تو اپنی بائیں ٹانگ کو آگے بڑھا کر دائیں جانب سے نکال دیتے اور اپنے کولہے پر بیٹھ جاتے۔

٩٦٥ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو الْعَامِرِيِّ، قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: فَإِذَا قَعَدَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قَعَدَ عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ الْيُمْنَى، فَإِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ أَفْضَى بِوَرِكِهِ الْيُسْرَى إِلَى الْأَرْضِ، وَأَخْرَجَ قَدَمَيْهِ مِنْ نَاحِيَةٍ وَاحِدَةٍ.

ترجمہ: محمد بن عمرو العامری کہتے ہیں کہ میں ایک مجلس میں تھا اس کے بعد سارا واقعہ ذکر کیا راوی کہتا ہے کہ جب آپ دو رکعتوں پر پہلے جلسہ میں بیٹھے تو آپ اپنے بائیں قدم کے تلوے پر بیٹھ گئے اور آپ نے سیدھا پاؤں کھڑا کر لیا پھر جب چوتھی رکعت پوری ہو گئی تو آپ نے اپنے بائیں کولہے کو زمین کے ساتھ ملا لیا اور اپنے دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکال دیا۔

٩٦٦ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ، حَدَّثَنِي زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ عَبَّاسٍ أَوْ عَيَّاشِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ، أَنَّهُ كَانَ فِي مَجْلِسٍ فِيهِ أَبُوهُ، فَذَكَرَ فِيهِ قَالَ: فَسَجَدَ فَانْتَصَبَ عَلَى كَفَّيْهِ، وَرُكْبَتَيْهِ، وَصُدُورِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ جَالِسٌ، فَتَوَرَّكَ، وَنَصَبَ قَدَمَهُ الْأُخْرَى، ثُمَّ كَبَّرَ، فَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ، فَقَامَ وَلَمْ يَتَوَرَّكْ، ثُمَّ عَادَ فَرَكَعَ الرَّكْعَةَ الْأُخْرَى، فَكَبَّرَ كَذَلِكَ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ حَتَّى إِذَا هُوَ أَرَادَ أَنْ يَنْهَضَ لِلْقِيَامِ قَامَ بِتَكْبِيرٍ، ثُمَّ رَكَعَ الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، قَالَ: ابو داود، «لَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ مَا

ذَكَرَ عَبْدُ الْحَمِيدِ، فِي التَّوَرُّكِ وَالرَّفْعِ إِذَا قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ»

ترجمہ: عباس (سین کے ساتھ) یا عیاش (شین کے ساتھ) بن سہل ساعدی کہتے ہیں کہ وہ ایسی مجلس میں تھے جسمیں انکے والد موجود تھے اس کے بعد راوی نے اس روایت میں یہ اضافہ نقل کیا کہ ابوحمید کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سجدے میں اپنے دونوں ہتھیلیوں اور اپنے دونوں گھٹنوں اور اپنے دونوں پاؤں کے پنجوں پر بوجھ ڈال کر سجدہ فرمایا (یہاں صحیح لفظ وھو ساجد ہے نہ کہ وھو جالس ہے) اس کے بعد آپ نے دو سجدوں کے درمیان جلسے میں تورک فرمایا اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر دیا پھر آپ نے تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ فرمایا پھر تکبیر کہہ کر سجدہ ثانیہ سے کھڑے ہوگئے اور آپ نے تورک نہیں کیا پھر آپ نے دوسری رکعت ادا فرمائی اور پھر اسی طرح تکبیر کہہ کر آپ ﷺ دو رکعت کے بعد تشہد اولی پڑھنے کیلئے بیٹھ گئے پھر جب حضور ﷺ نے تیسری رکعت کے قیام کیلئے اٹھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ تکبیر کہہ کر کھڑے ہوگئے پھر آخری دو رکعت ادا فرمائی پھر جب آپ نے سلام پھیرنے کا ارادہ فرمایا تو اپنی دائیں جانب اور اپنی بائیں جانب سلام پھیرا امام ابوداؤد فرماتے ہے کہ اس سند کے راوی عیسیٰ بن عبداللہ نے اپنی حدیث میں آخری تشہد میں تورک کرنے کو ذکر نہیں کیا جس طرح عبدالحمید راوی نے تشہد آخیرہ میں تورک کا ذکر کیا تھا نیز عیسیٰ بن عبداللہ راوی نے دو رکعتوں سے تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہوتے ہوئے رفع الیدین کو ذکر نہیں کیا جبکہ عبدالحمید راوی نے اس موقع پر رفع الیدین کا ذکر کیا تھا۔

٩٦٧ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، أَخْبَرَنِي فُلَيْحٌ، أَخْبَرَنِي عَبَّاسُ بْنُ سَهْلٍ، قَالَ: اجْتَمَعَ أَبُو حُمَيْدٍ، وَأَبُو أُسَيْدٍ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ، فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ، وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّفْعَ إِذَا قَامَ مِنْ ثِنْتَيْنِ، وَلَا الْجُلُوسَ، قَالَ: حَتَّى فَرَغَ ثُمَّ جَلَسَ فَافْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى، وَأَقْبَلَ بِصَدْرِ الْيُمْنَى عَلَى قِبْلَتِهِ.

ترجمہ: عباس بن سہل کہتے ہیں کہ ابوحمید و ابو اسید اور سہل بن سعد، اور محمد بن مسلمہ جمع ہوئے اس کے بعد راوی نے یہ حدیث ذکر کی اس روایت میں دو رکعتوں سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کا ذکر نہیں اور نہ ہی اس روایت میں آخری قعدے میں بیٹھتے ہوئے تورک کا ذکر ہے راوی نے کہا کہ جب آپ ﷺ دو سجدوں سے فارغ ہوئے تو آپ بیٹھ گئے تو آپ نے بائیں پاؤں کو بچھایا اور اپنے دائیں پاؤں کے پنجہ کو آپ ﷺ نے قبلہ رُخ فرمادیا۔

تخریج: صحيح البخاري – الأذان (٧٩٤) جامع الترمذي – الصلاة (٢٦٠) جامع الترمذي – الصلاة (٣٠٤) سنن أبي داود – الصلاة (٩٦٣) مسند أحمد – باقي مسند الأنصار (٤٢٤/٥) سنن الدارمي – الصلاة (١٣٥٦)

شرح الأحاديث: اس باب میں مصنف نے ابوحمید ساعدی کی حدیث متعدد طرق سے ذکر کی ہے یہ حدیث رفع یدین کے باب میں بھی گزر چکی ہے، اسکے بعض طرق میں قعدۂ اولیٰ میں افتراش اور قعدۂ اخیرہ میں تورک ہے، جیسا کہ شافعیہ و حنابلہ کا مسلک ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ حدیث مضطرب ہے جیسا کہ اس کا بیان بذل میں گزر چکا، اور یہاں بھی مصنف نے متن میں بیان کیا ہے۔

قوله: وَيَفْتَحُ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ إِذَا سَجَدَ: یعنی سجدہ میں پاؤں کی انگلیوں کو کھڑا کر کے ان کو ذرا قبلہ کیطرف مائل کرے، یہ لفظ خاء معجمہ کے ساتھ ہے۔

١٨٣۔ بَابُ التَّشَهُّدِ

نماز میں تشہد پڑھنے کا بیان

ابحاث ثلاثہ: یہاں پر دو مسئلہ ہیں اول تشہد کا حکم، ثانی یہ کہ کس امام کے نزدیک کونسا تشہد راجح ہے اس لئے کہ تشہد متعدد صحابہ کی روایات سے مختلف الفاظ میں وارد ہے، تیسری بات الفاظ تشہد کی تشریح۔

بحث اول (تشہد کا حکم): امام مالکؒ کے نزدیک تشہد اول وآخر دونوں سنت مؤکدہ ہیں، امام شافعیؒ اور احمدؒ علی القول الصحیح کے نزدیک تشہد اول واجب اور تشہد ثانی فرض ہے، اور حنفیہ کی ظاہر الروایۃ میں دونوں واجب ہیں اور روایت ثانیہ میں ہے کہ اول سنت اور ثانی واجب ہے۔

بحث ثانی (کونسا تشہد کس امام کے نزدیک راجح ہے): روایات حدیثیہ میں تین تشہد زیادہ مشہور ہیں: ① تشہد ابن مسعودؓ، ② تشہد ابن عباسؓ، ③ تشہد عمر بن الخطابؓ۔ تشہد اول ابن مسعودؓ کے الفاظ وہ ہیں جو ہم اور آپ پڑھتے ہیں اور تشہد ابن عباسؓ جو خود آگے اسی کتاب میں چند احادیث کے بعد آرہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ الى آخره [1]، اور تشہد عمرؓ جو مؤطا مالک میں اور مشکوۃ میں بھی ہے اس کے لفظ یہ ہیں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ، الزَّاكِيَاتُ لِلَّهِ، الطَّيِّبَاتُ، الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ الى آخره [2]۔ ان تینوں میں سے حنفیہ وحنابلہ تشہد اول اور امام شافعیؒ نے تشہد ثانی اور امام مالکؒ نے تشہد ثالث کو اختیار کیا۔

تشہد ابن مسعودؓ کی متعدد وجوہ ترجیح ہیں: ① یہ تشہد بیس سے زائد طرق سے مروی ہے۔ ② متعدد صحابہ سے مروی ہے ابو موسیٰ اشعری ابن عمر وعائشہ وجابر رضی اللہ عنہم اجمعین، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وهو أصح حديث عن النبي صلى الله عليه وسلم في التشهد [3]، اس کے اندر دو واؤ آتے ہیں بخلاف تشہد ابن عباسؓ وعمرؓ اس میں کوئی واؤ نہیں، اسی لئے ایک قصہ مشہور ہے جو حاشیہ ترمذی میں شرح السنۃ سے نقل کیا ہے، ایک اعرابی امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئے امام صاحب اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے اس نے آکر سوال کیا بواو أو بواوین، امام صاحبؒ نے جواب دیا بواوین اس پر اس اعرابی نے کہا بارك الله فيك كما بارك في لا ولا، حاضرین کو کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا سوال ہوا اور اس کا کیا جواب دیا گیا، شاگردوں کے استفسار پر امام صاحب نے فرمایا کہ اس شخص

---

[1] سنن أبي داود – كتاب الصلاة – باب التشهد ٩٧٤

[2] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح – ج ٢ ص ٥٧٨، موطأ مالك – كتاب الصلاة – باب التشهد في الصلاة ٢٠٤

[3] جامع الترمذي – كتاب الصلاة – باب ماجاء في التشهد ٢٨٩

نے مجھ سے تشہد کے بارے میں سوال کیا تھا کہ آپ کے نزدیک کونسا راجح ہے ایک واؤ والا جیسا کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے تشہد میں ہے یا دو واؤ والا جیسا کہ تشہد ابن مسعودؓ میں ہے تو میں جواب دیا دو واؤ والا تو اس نے مجھے دعا دی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے درخت زیتون میں برکت فرمائی اسی طرح آپ کے علم میں بھی برکت فرمائے قال اللہ تعالیٰ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ [1]، ③ اس تشہد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے الفاظ تمام طرق وروایات میں ایک ہی ہیں کوئی اختلاف اس میں نہیں، ④ یہ تشہد متفق علیہ ہے بخاری اور مسلم ہر دو نے اس کو اختیار کیا ہے۔

بحث ثالث (الفاظ تشہد کی تشریح): التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ یعنی جملہ انواع تعظیم وتسلیم اللہ تعالیٰ شانہ کیلئے ہیں، ابو سلیمان خطابی مشہور شارح حدیث فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ہر بادشاہ کے لئے سلام وآداب کے طریق الگ الگ رہے ہیں لیکن حق تعالیٰ کی شایان شان ان میں سے کوئی سا بھی نہیں تھا اس لئے حضور ﷺ نے ان تمام انواع سلام کی طرف اشارہ [2] کرتے ہوئے ان سب کو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص فرمایا یعنی جملہ انواع تعظیم وتسلیم صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔

دراصل تشہد کے یہ الفاظ جو نماز کے اخیر میں پڑھے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے اظہار میں بڑے جامع ومانع ہیں، ہم عجمیوں کی زبان پر چونکہ یہ چڑھے ہوئے ہیں ہم ان کو فرافر پڑھتے چلے جاتے ہیں اور ان کی گہرائی کو نہیں سوچتے، ایسے ہی خطبہ ماثورہ کے یہ الفاظ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا الخ، بڑے جامع ومانع ہیں اس کو فصحاء وبلغاء عرب ہی بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کی کمال فصاحت وبلاغت: چنانچہ مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے ایک اعرابی کیسامنے آپ ﷺ نے یہ خطبہ پڑھا وہ صحابی اس کو سن کر بڑے متاثر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ ان کلمات کو ذرا دوبارہ پڑھئے آپ ﷺ نے دوبارہ سہ بارہ پڑھ دیئے، تو وہ اعرابی بولے کہ میں نے بڑے بڑے کاہنوں اور ساحروں اور شعراء کا کلام سنا ہے لیکن میں نے ایسے کلمات اب تک کسی سے نہیں سنے جو کہ سمندر کی گہرائیوں میں اترے ہوئے ہیں لَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوسَ الْبَحْرِ [3]، حضرت اقدس گنگوہیؒ کی تقریر الحل المفہم میں اس جملہ کی بہت اچھی تشریح کی ہے۔

بہر حال ایک تفسیر تو یہ ہے کہ التحیات سے مراد جملہ انواع تعظیم وتسلیم ہیں اور الصلوات سے مراد صلوات خمسہ یا فرائض ونوافل

---

① اس میں ایک برکت کے درخت کا وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف (سورۃ النور ۳۵)

② اور یہ اشارہ کرنیوالے جناب رسول اللہ ﷺ ہیں، آپ سے بڑھ کر کوئی فصیح وبلیغ نہ ہوا نہ ہے، آپ ﷺ ہی نے یہ تعظیم وتکریم اور بارگاہ رب العالمین میں سلام پیش کرنیکا یہ اسلوب اختیار فرمایا ہے، ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اس طور پر فرمائی ہے اللّٰهُمَّ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ سے غالباً اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۤءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورۃ الجاثیۃ ۳۶-۳۷)۔

③ صحیح مسلم - کتاب الجمعۃ - باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ ۸۶۸

سب نمازیں مراد ہیں اور الطیبات سے مراد کلمات طیبہ ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ التحیات سے مراد عبادات قولیہ اور الصلوات سے مراد عبادات فعلیہ الطیبات سے مراد عبادات مالیہ۔

ایک اشکال وجواب: اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں کسی انسان کو خطاب کرنا ممنوع اور مفسد صلاۃ ہے، ایک جواب اس کا یہ دیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے ہے، اور بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ صحابی فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ دنیا میں تشریف فرما تھے اس وقت ہم یہی لفظ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ استعمال کرتے اور پھر جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو ہم بجائے صیغۂ خطاب کے السلام علی النبی کہنے لگے [1] لیکن حضرت نے بذل میں لکھا ہے کہ یہ بعض صحابہ کا اجتہاد تھا وہ اپنی رائے سے ایسا کرتے تھے اور حضور ﷺ کی تعلیم جو تمام امت کیلئے تھی وہ صیغۂ خطاب ہی کے ساتھ ہے لہذا وہی قابل عمل ہے، اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ بہ حیات میں بکثرت اسفار میں بھی ہوتے تھے کبھی آپ ﷺ صحابہ کے سامنے حاضر ہوتے تھے اور کبھی ان سے غائب ہوتے تھے، اس وقت تمام حالات میں حالت غیب ہو یا حضور، جب صیغۂ خطاب ہی استعمال کیا جاتا تھا تو آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی ہونا چاہیے [2]۔

ایک اور اشکال: اور اگر کوئی شخص کہنے لگے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ حاضر وناظر ہیں تبھی تو خطاب کیا جارہا ہے، اسکا جواب اس مضمون سے مستفاد ہو سکتا ہے جو آگے لطیفۂ التحیات میں آرہا ہے وہ یہ کہ ان الفاظ کی ابتداء تو حضور ﷺ کی معراج کے موقعہ پر جسوقت آپ ﷺ اللہ کے حضور میں سلام ونیاز پیش کر رہے تھے اس کے جواب میں باری تعالیٰ کی طرف سے ہوئی تھی ہم تو ان الفاظ کے ناقل ہیں جیسے تم نے سنا ہو گا کہ ایک قسم اعراب کی اعراب حکائی ہوتی ہے، تو یہ الفاظ بھی یہاں ابتدائی نہیں بلکہ حکائی ہیں، فالحمد للہ اشکال رفع ہو گیا، اور ایک جواب اس کا یہ ہے کہ جو بعض مشائخ کے کلام سے مستفاد ہے کہ ہماری مراد تو یہ ہے کہ یا اللہ ہم دور افتادگان کی جانب سے اپنے نبی کی بارگاہ میں ہماری طرف سے السلام علیک پہونچا دیجیے، جیسے ہمارے عرف میں سفر میں جانے والے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں بزرگ کی خدمت میں ہماری طرف سے السلام علیکم پیش کر دینا۔

لطیفۂ التحیات: شروح حدیث میں التحیات کے بارے میں لکھا ہے کہ جب واقعہ معراج میں حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ شانہ کی حمد وثناء ان مخصوص الفاظ میں عرض کی اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّیِّبَاتُ تو اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ (حضور ﷺ تو چونکہ کسی

[1] صحیح البخاری - کتاب الاستئذان - باب الأخذ بالیدین ۶۲۶۵

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ۵ ص ۲۸۲-۲۸۳

موقع پر بھی اپنی امت کو نہ بھولتے تھے) آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، مطلب یہ تھا کہ اے اللہ آپ کی جانب سے سلامتی صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ میرے ساتھ دوسرے نیک بندوں پر بھی ہونی چاہئے، یہ سارا منظر جبرئیل امین علیہ السلام دیکھ رہے تھے تو اس پر انہوں نے فوراً فرمایا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

ایک اشکال وجواب: چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وثنا جناب باری میں لیلۃ المعراج میں ایک مخصوص مقام پر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ہوئی تھی، تو اس پر حضرت شیخ نے یہ اشکال لکھا ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام تو سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر رک گئے تھے تو پھر وہ اس وقت مقام حمد وثناء میں کہاں تھے کہ شہادتین پڑھتے؟ حضرت نے یہ اشکال اپنے ایک مکتوب گرامی میں کیا ہے بندہ کے ذہن میں اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے واپسی میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنی تمام سرگذشت سنائی ہو تب انہوں نے ایسا کہا ہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

٩٦٨ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، حَدَّثَنِي شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللهِ قَبْلَ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ، وَلَكِنْ إِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: التَّحِيَّاتُ لِلهِ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُو بِهِ".

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں تشہد میں بیٹھتے تو ہم یوں کہا کرتے اللہ پاک کے بندوں کی جانب سے اللہ پاک کیلئے سلام ہو...... فلاں اور فلاں پر سلام ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ یوں مت کہو کہ اللہ پاک کیلئے سلام ہو کیونکہ اللہ پاک خود ہی سراپا سلامتی ہیں لیکن تم میں سے کوئی شخص جب تشہد کیلئے بیٹھے تو یوں کہے تمام قولی عبادتیں اللہ کیلئے ہیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ پاک کیلئے ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ہم پر اور اللہ پاک کے نیک بندوں پر سلام ہو جب تم لوگ یہ دعا کروگے تو آسمان اور زمین کے تمام (انسان وجن فرشتے) کو یہ سلام پہنچ جائے گا یا یہ ارشاد فرمایا: بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ...... میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں پھر یہ پڑھنے کے بعد تم لوگ اپنی پسندیدہ دعا کا انتخاب کرکے وہ دعا مانگ لو۔

٩٦٩ - حَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كُنَّا لَا نَدْرِي مَا نَقُولُ إِذَا جَلَسْنَا فِي الصَّلَاةِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عُلِّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ

شَرِيكٌ: وَحَدَّثَنَا جَامِعٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي شَدَّادٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، بِمِثْلِهِ، قَالَ: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ: «اللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِي أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا، إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ، مُثْنِينَ بِهَا، قَابِلِيهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا».

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ ہم جب نماز میں تشہد کیلئے جلسہ کریں تو اسمیں کیا پڑھیں (تو ہم اپنی طرف سے السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل وغیرہ پڑھتے) حضور ﷺ کو اس میں پڑھی جانے والی دعا سکھلائی گئی تھی اس کے بعد گزشتہ حدیث کی مانند نقل کیا شریک راوی نے اپنی سند سے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اسی طرح روایت ذکر کی اسمیں شریک راوی نے فرمایا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں کچھ کلمات مزید سکھلاتے لیکن جس قدر اہمیت کے ساتھ تشہد کے کلمات آپ ﷺ سکھلایا کرتے تھے یہ کلمات اس قدر اہمیت کے ساتھ نہ سکھلاتے (وہ الفاظ یہ ہیں) اے اللہ! ہمارے دلوں کو جوڑ دے اور ہمارے حالات کو درست فرما اور ہمیں سلامتی کے رستوں پر چلا اور ہمیں اندھیروں سے روشنی کی جانب نجات عطاء فرما اور فواحش وکبیرہ گناہوں سے ہمیں بچا چاہے یہ گناہ کھلم کھلا ہوں یا چھپ چھپا کر کیئے جائیں اور ہمارے کانوں میں برکت عطا فرما اور ہماری آنکھوں اور دلوں اور بیویوں اور اولاد میں برکت عطا فرما اور ہماری توبہ قبول فرما آپ توبہ قبول فرمانے والے رحیم ہیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور تعریف کرنے والا اور خوشی خوشی نعمتوں کو لینے والا بنا اور ہم پر اپنی نعمتوں کو مکمل فرما دے۔

٩٧٠- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ، قَالَ: أَخَذَ عَلْقَمَةُ بِيَدِي، فَحَدَّثَنِي أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ، أَخَذَ بِيَدِهِ، وَأَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ عَبْدِ اللهِ، فَعَلَّمَهُ التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ، فَذَكَرَ مِثْلَ دُعَاءِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ: «إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فَقُمْ، وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ».

ترجمہ: قاسم بن مخیمرہ کہتے ہیں کہ علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حدیث بیان کی اور عبد اللہ بن مسعودؓ نے انکا ہاتھ پکڑ کر انسے یہ حدیث بیان کی تھی اور عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان کو نماز میں تشہد پڑھنے کا طریقہ سکھلایا اس کے بعد اعمش کی حدیث کی طرح دعا ذکر کی (اسمیں یہ اضافہ ہے کہ) جب تم یہ تشہد پڑھ چکو یا اسکو مکمل کر چکو تو تم نے اپنی نماز مکمل کر لی... اگر تم کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر (مزید) بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

تخریج: صحيح البخاري- الأذان (٧٩٧) صحيح مسلم- الصلاة (٤٠٢) جامع الترمذي- الصلاة (٢٨٩) سنن النسائي- التطبيق (١١٦٢) سنن النسائي- التطبيق (١١٦٣) سنن النسائي- التطبيق (١١٦٤) سنن النسائي- التطبيق (١١٦٦) سنن النسائي- التطبيق (١١٦٧) سنن النسائي- التطبيق (١١٦٨)

سنن النسائي-التطبيق(١١٦٩)سنن النسائي-التطبيق(١١٧٠)سنن النسائي-التطبيق(١١٧١)سنن النسائي-السهو(١٢٩٨)سنن أبي داود-الصلاة (٩٦٨)سنن ابن ماجه-إقامة الصلاة والسنة فيها(٨٩٩)سنن الدارمي-الصلاة(١٣٤٠)سنن الدارمي-الصلاة(١٣٤١)

شرح الأحاديث قوله: لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللهِ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ: امام نوویؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ سلام اللہ کے ناموں میں سے خود ایک نام ہے پھر السَّلَامُ عَلَى اللهِ کا کیا مطلب ہے [1]، اور بعض دوسرے شراح نے یہ لکھا ہے کہ سلام جو ہے وہ دراصل سلامتی کی دعا ہے جس کے محتاج بندے ہیں اللہ کو اس دعا کی ضرورت نہیں وہ تو خود سلامتی دینے والے ہیں۔

ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ أَحَدُكُمْ مِنَ الدعا أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ: یعنی تشہد کے بعد جس شخص کو جو دعا پسند ہو اور اس کے حال کے مناسب ہو وہ اللہ سے مانگے۔

تشہد کے اخیر میں دعا: اس حدیث میں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ نماز میں کس کس قسم کی دعا مانگ سکتے ہیں؟ اس پر ہمارے یہاں مفصل کلام باب الدعا الاستفتاح میں قال مالك لا بأس بالدعا فی الصلوة فی اوله واوسطه الخ کے ذیل میں گزر چکا خلاصہ کے طور پر اتنا سن لیجئے کہ اس میں تین مذہب ہیں، عند الجمہور ادعیہ ماثورہ یعنی وہ تمام دعائیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں پڑھ سکتے ہیں، اور کتب حنفیہ میں لکھا ہے کہ وہ دعائیں جو الفاظ قرآن کے مشابہ ہوں جن کا سوال غیر اللہ سے نہ کیا جا سکتا ہو وہ پڑھ سکتے ہیں، اور بعض علماء جیسے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں "لا یدعی الا بما یوجد فی القرآن"۔

قوله: وَكَانَ يُعَلِّمُنَا كَلِمَاتٍ وَلَمْ يَكُنْ يُعَلِّمُنَاهُنَّ كَمَا يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایک اور دعا سکھلاتے تھے مگر اس کو اتنے اہتمام سے نہیں سکھاتے تھے جتنے اہتمام سے تشہد سکھاتے تھے، اور یا مطلب یہ ہے کہ اس دوسری دعا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد سے بھی زیادہ اہتمام سے سکھاتے تھے وہ دعا آگے کتاب میں مذکور ہے، میں سبق میں طلبہ سے کہا کرتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی اور بہت جامع مانع دعا ہے اسکو ضرور یاد کر کے پڑھنا چاہئے، نماز کے اخیر میں سلام سے قبل اور اس کے علاوہ بھی دعائیں پڑھ سکتے ہیں بلکہ میں یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ حدیث کی کتابوں میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں دعائیں وارد ہیں، ہر شخص کو چاہئے کہ ان دعاؤں کو سامنے رکھ کر کتابوں میں سے اپنے اپنے حال کے مناسبت منتخب کر کے ایک کاپی پر لکھ لینی چاہئیں، ہمیشہ وظیفہ کے طور پر پڑھنے کیلئے۔

قوله: فَذَكَرَ مِثْلَ دعا حَدِيثِ الْأَعْمَشِ: حدیث اعمش اس باب کی پہلی حدیث ہے لیکن اس میں تو کوئی دعا مذکور نہیں اسی لئے صاحب منہل نے لکھا ہے کہ یہاں پر لفظ دعا نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس طرح ہونا چاہئے فذکر مثل حدیث الاعمش، دوسری بات یہ ہے کہ ذکر کی ضمیر کا مرجع بھی کسی شارح نے نہیں لکھا، لہذا ضمیر مطلق راوی کی طرف راجع ہوگی۔

قوله: إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ قَضَيْتَ هَذَا فَقَدْ قَضَيْتَ صَلَاتَكَ: امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس جملہ کے بارے میں رواۃ کا

---

[1] المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج ج ٤ ص ١١٦

اختلاف ہے بعض اس کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور بعض موقوفاً نیز وہ آگے لکھتے ہیں کہ اگر اس کا رفع ثابت ہو جائے تو پھر یہ دلیل ہوگی اس بات پر کہ تشہد کے بعد صلوۃ علی النبی واجب نہیں ❶۔

نماز میں درود کا حکم: میں کہتا ہوں مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ مالکیہ کا مذہب تو یہی ہے البتہ امام شافعی واحمدؒ کے نزدیک فرض ہے یعنی قعدۂ اخیرہ میں، یہاں پر بذل میں ایک مسئلہ اور بھی لکھا ہے وہ یہ کہ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ قعدۂ اخیرہ مقدار تشہد فرض ہے ❷، میں کہتا ہوں جمہور علماء اور ائمہ ثلاث کا مذہب بھی یہی ہے، لیکن مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے وہ فرضیت کے قائل نہیں ہیں کما فی الأنوار الساطعة، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تسلیم فی الصلاۃ فرض نہیں جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں خلافاً للجمہور، اس کی بحث باب الوضوء کے شروع میں وتحلیلها التسلیم، کے تحت گزر چکی۔

٩٧١ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يُحَدِّثُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُّدِ: " التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ - قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُ فِيهَا: وَبَرَكَاتُهُ - السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - قَالَ ابْنُ عُمَرَ: زِدْتُ فِيهَا: وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ - وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ".

ترجمہ: ابن عمرؓ نبی اکرم ﷺ سے تشہد کے متعلق یہ الفاظ نقل فرماتے ہیں۔ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ (بغیر واؤ کے دونوں الفاظ سے پہلے) السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ مجاہد کے بقول ابن عمرؓ فرماتے ہیں لفظ وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ میں نے خود کیا ہے (نبی اکرم ﷺ نے یہ لفظ نہیں فرمایا تھا) السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ابن عمرؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں از خود وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کا اضافہ کیا ہے...... وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (٩٧١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٢٠٥)

٩٧٢ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ، قَالَ: صَلَّى بِنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ، فَلَمَّا جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ، وَالزَّكَاةِ، فَلَمَّا انْفَتَلَ أَبُو مُوسَى أَقْبَلَ عَلَى الْقَوْمِ، فَقَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، فَقَالَ: أَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، قَالَ: فَلَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ أَنْتَ قُلْتَهَا، قَالَ: مَا قُلْتُهَا، وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِي بِهَا، قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا قُلْتُهَا وَمَا أَرَدْتُ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: أَمَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ تَقُولُونَ فِي صَلَاتِكُمْ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا، فَعَلَّمَنَا وَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا،

---

❶ معالم السنن - ج ١ ص ٢٢٩

❷ بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٢٨٨ - ٢٨٩

وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا، فَقَالَ: " إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ } فَقُولُوا: آمِينَ، يُجِبْكُمُ اللهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ، فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ "، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَتِلْكَ بِتِلْكَ»، وَإِذَا قَالَ: " سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، يَسْمَعُ اللهُ لَكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا، فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ "، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَتِلْكَ بِتِلْكَ، فَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ: التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" لَمْ يَقُلْ أَحْمَدُ: «وَبَرَكَاتُهُ»، وَلَا قَالَ: «وَأَشْهَدُ»، قَالَ: «وَأَنَّ مُحَمَّدًا».

ترجمہ: حطان بن عبد اللہ رقاشی کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے ہمیں نماز پڑھائی جب وہ اپنی نماز کے آخر میں (قعدہ اخیرہ میں) بیٹھے تو مقتدیوں میں سے ایک شخص نے یہ الفاظ کہے نماز کی بنیاد نیکی اور اچھائی پر رکھی گئی ہے جب ابو موسیٰ اشعریؓ نماز سے (فارغ ہو کر) پھرے تو مقتدیوں کیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں سے کس شخص نے یہ کلمات کہے تھے؟ تو اس پر سب مقتدی خاموش ہو گئے پھر ابو موسیٰ اشعریؓ نے دوسری مرتبہ یہی بات ارشاد فرمائی کہ کس شخص نے یہ الفاظ کہے تھے؟ تو پھر دوبارہ مقتدیوں پر خاموشی طاری ہو گئی تو اس پر ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ اے حطان شاید تم نے یہ کلمات کہے ہونگے تو حطان نے عرض کیا کہ میں نے یہ کلمات نہیں کہے مجھے ڈر تھا کہ آپ ان کلمات کے سبب مجھ پر غصہ ہونگے...... حطان نے کہا کہ پھر مقتدیوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ کلمات کہے تھے اور ان کلمات کو کہنے سے میں نے بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا تو ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ تم لوگ اپنی نماز میں کیا کلمات کہتے ہو؟ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک دفعہ ہمیں وعظ و نصیحت فرمائی اسمیں ہمیں تعلیم دی اور اور ہمیں ہمارے دین کا طریقہ سکھلایا اور ہمیں نماز کے فرائض و آداب واجبات کی تعلیم دی اور ارشاد فرمایا جب تم لوگ نماز شروع کرنا چاہو تو اپنی صفوں کو سیدھا کرو پھر تم میں سے ایک شخص امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کہے تو تم لوگ آمین کہو اللہ پاک تمہاری دعا کو قبول فرمائیں گے اور جب امام تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے تو تم لوگ بھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جاؤ کیونکہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھاتا ہے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا تمہارا رکوع میں دیر سے جانے کے بدلے میں تم لوگ رکوع سے دیر سے سر اٹھاتے ہو...... اور جب امام سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو تم لوگ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اللہ پاک تمہاری حمد کو سن کر شرف قبولیت عطاء فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زبان پر یہ کلمات جاری فرمائے ہیں پھر اللہ نے اپنے تعریف کرنے والے کی تعریف سن لی...... جب امام سجدے کیلئے تکبیر کہہ کر سجدے میں جائے تو تم

لوگ بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو کیونکہ امام تم سے پہلے سجدہ میں جاتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاتا ہے اور تمہارے سجدے میں جانے میں جو تاخیر ہوئی وہ کمی سجدہ سے دیر سے اٹھنے سے پوری ہو جائیگی...... جب نمازی قعدہ (اولیٰ یا اخیرہ) میں بیٹھ جائے تو وہ شخص سب سے پہلے یہ کلمات کہے اَلتَّحِيَّاتُ (لله) الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لله، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ...... احمد بن حنبل استاد نے یہاں وَبَرَكَاتُهُ کا لفظ نہیں فرمایا نیز انہوں نے وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا کی جگہ وَأَنَّ مُحَمَّدًا الخ فرمایا لفظ أَشْهَدُ یہاں ذکر نہیں کیا۔

مضمون حدیث: قوله: فَلَمَّا جَلَسَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ، وَالزَّكَاةِ: حطان بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ ہمارے استاذ ابو موسی اشعریؓ نے ہمیں نماز پڑھائی، جب تشہد میں بیٹھے تو پیچھے سے کسی مقتدی نے نماز کی مدح وتعریف میں یہ جملہ کہا جو اوپر مذکور ہے، یعنی نماز کیساتھ تعلق اور محبت کی وجہ سے بیساختہ وارادہ، اسکی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے جن کا مطلب یہ ہے کہ نماز نیکی اور گناہوں سے پاکی کی ساتھ بر قرار رکھی گئی ہے، یعنی نماز اچھا عمل ہے اور اس سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، جب ابو موسیٰ اشعری نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کیطرف متوجہ ہو کر پوچھا یہ الفاظ کس نے کہے تھے، لوگ خاموش رہے، دوبارہ پھر یہی سوال کیا پھر بھی وہ خاموش رہے تو ابو موسیٰ اشعری اپنے مخصوص شاگرد حطان سے کہنے لگے کہ اے حطان تو نے ہی کہے ہوں گے (کیونکہ جس کے ساتھ استاذ کو زیادہ خصوصیت اور بے تکلفی ہوتی ہے اسی کو ڈانٹتا ہے) تو اس پر حطان بولے کہ اجی میں نے تو نہیں کہے، لیکن مجھے اندیشہ یہی تھا کہ آپ مجھ کو ہی ٹوکیں گے، پھر آگے حدیث میں یہ ہے کہ جس شخص نے یہ الفاظ کہے تھے ابو موسیٰ نے اسکو سمجھایا کہ نماز کے اندر اپنی طرف سے کچھ نہیں پڑھنا چاہئے، بلکہ جو حضور ﷺ نے ہمیں بتایا اور سکھایا ہے وہی پڑھنا چاہئے، اور پھر نماز کا مفصل طریقہ جو آپ ﷺ نے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا اس کو بیان کیا۔

٩٧٣ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي غَلَّابٍ، يُحَدِّثُهُ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، زَادَ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا، وَقَالَ فِي التَّشَهُّدِ بَعْدَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ زَادَ «وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَقَوْلُهُ: فَأَنْصِتُوا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ".

ترجمة: حطان بن عبد اللہ سے گزشتہ حدیث مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم لوگ خاموش ہو جاؤں اور تشہد میں أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ کے بعد وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کا اضافہ ہے امام ابو داود فرماتے ہیں کہ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا کا جملہ محفوظ نہیں، سلیمان تیمی کے علاوہ کسی راوی نے یہ الفاظ اس حدیث میں ذکر نہیں کی۔

تخريج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٤) سنن النسائي - الإمامة (٨٣٠) سنن النسائي - التطبيق (١٠٦٤) سنن النسائي - التطبيق (١١٧٢) سنن النسائي - التطبيق (١١٧٣) سنن النسائي - السهو (١٢٨٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٧٢) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة

فيها (٨٤٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٠١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٩٣/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠١/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٥/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤٠٩/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣١٢)

شرح الحديث: قوله: زَادَ فَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا: گذشتہ حدیث کی سند میں قتادہ سے روایت کرنے والے ہشام تھے اور یہاں معتمر کے والد سلیمان تیمی ہیں، زاد کی ضمیر اسی کی طرف راجع ہے۔

قوله: قَالَ ابو داؤد: "وَقَوْلُهُ: فَأَنْصِتُوا لَيْسَ بِمَحْفُوظٍ، لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: اس پر تفصیلی کلام فاتحہ خلف الامام کی بحث میں گزر چکا۔

٩٧٤ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، وَطَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: " كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ، وَكَانَ يَقُولُ: «التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جسطرح ہمیں قرآن پاک سکھلاتے تھے اسی طرح تشہد کی تعلیم دیتے اور یہ الفاظ فرماتے: التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ۔

تخریج: صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٣) جامع الترمذي - الصلاة (٢٩٠) سنن النسائي - التطبيق (١١٧٤) سنن أبي داود - الصلاة (٩٧٤) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٠٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١٥/١)

شرح الحديث: **تشہد ابن عباسؓ:** یہ وہی تشہد ابن عباسؓ ہے جس کو شافعیہ نے اختیار کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ ابن عباسؓ متفرد ہیں، نیز اس کے الفاظ میں تمام رواۃ متفق بھی نہیں ہیں، حضرات مالکیہ کہتے ہیں کہ ہمارا تشہد راجح ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ نے منبر پر اس کی تعلیم فرمائی تھی، حضرت شیخ اوجز میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعودؓ والے تشہد کے الفاظ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منبر پر تعلیم فرمایا ہے [1]، کما ورد فی روایة الطحاوی۔

٩٧٥ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى ابو داؤد، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَمَّا بَعْدُ، أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي وَسَطِ الصَّلَاةِ، أَوْ حِينَ انْقِضَائِهَا، فَابْدَءُوا قَبْلَ التَّسْلِيمِ، فَقُولُوا: «التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالْمُلْكُ لِلَّهِ، ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى الْيَمِينِ، ثُمَّ سَلِّمُوا عَلَى قَارِئِكُمْ، وَعَلَى أَنْفُسِكُمْ»، قَالَ ابو داؤد:

---

[1] أوجز المسالك إلى موطأ مالك - ج ٢ ص ٢٣٣

«سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى كُوفِيُّ الْأَصْلِ كَانَ بِدِمَشْقَ» ، قَالَ ابو داؤد: «دَلَّتْ هَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَلَى أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ».

ترجمہ: سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ حمدہ صلاۃ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ جب نمازی نماز کے درمیان...... (قعدہ اولیٰ) یا نماز کے اختتام (قعدہ اخیرہ) میں ہو تو تم لوگ سلام پھیرنے سے پہلے تشہد پڑھو اور کہو التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ، وَالصَّلَوَاتُ، وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ پھر دائیں جانب سلام پھیرو اور پھر اپنے امام کو سلام کرو اور اپنے نمازی ساتھیوں کو سلام کرو امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سلیمان بن موسیٰ کوفہ کے رہنے والے ہیں یہ اصلاً دمشق سے تعلق رکھتے تھے امام ابوداؤد فرماتے ہے کہ یہ صحیفہ دلالت کر رہا ہے کہ حسن بصری کا سمرہؓ بن جندب سے سماع ثابت ہے۔

شرح الحدیث: قوله: عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَمَّا بَعْدُ: یہ مکتوب سمرہ کی یا یہ کہئے کہ صحیفہ سمرہ کی دوسری حدیث ہے اور پہلی حدیث ابواب المساجد میں باب اتخاذ المساجد فی الدور میں گزر چکی ابھی چار اور باقی ہیں۔

قوله: قَالَ ابو داؤد: دَلَّتْ هَذِهِ الصَّحِيفَةُ عَلَى أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ: **سماع الحسن عن سمرة کی بحث:** حضرت حسن بصری مشہور تابعی ہیں، تابعین کے طبقۂ وسطیٰ میں ان کا شمار ہے، اس میں تو شک نہیں کہ بعض صحابہؓ سے انکا سماع ثابت ہے اور بعض سے ان کا سماع مختلف فیہ ہے، امام احمدؒ اور ابو حاتم رازیؒ جو فن رجال کے بڑے امام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حسن کا سماع ابن عمرؓ، انسؓ، عبد اللہ بن مغفلؓ، وعمرو بن تغلبؓ، ان چاروں صحابہ سے ثابت ہے، انکے علاوہ اور بعض ایسے ہیں جن کے سماع میں بہت اختلاف ہے بعض تسلیم کرتے ہیں اور بعض نہیں، ایسے ہی کتب صحاح میں بہت سی روایات ایسی ہیں جنکو حسن سمرہ بن جندبؓ سے روایت کرتے ہیں، ابھی قریب میں باب السکتة عند الافتتاح میں حسن کی روایت سمرہ سے گزر چکی ہے، لیکن اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ سمرہ سے حسن کا سماع ثابت ہے یا نہیں، علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اسمیں انہوں نے علماء کے تین قول ذکر کئے ہیں: ① ایک جماعت کی رائے ہے جن میں امام دار قطنی اور امام نسائی بھی ہیں کہ حسن نے سمرہ سے صرف حدیث العقیقہ سنی ہے چنانچہ بخاری شریف کی کتاب العقیقہ میں ہے ابن سیرین [1] نے ایک شخص سے کہا کہ حسن بصری سے جا کر دریافت کرو کہ انہوں نے حدیث العقیقہ کس سے سنی، انہوں نے جواب دیا سَمِعْتُهُ مِنْ سَمُرَةَ، ② ایک جماعت کہتی ہے کہ حسن کا سماع سمرہ سے مطلقاً ثابت ہے یعنی حدیث العقیقہ کی قید نہیں بلکہ بعض اور حدیثیں بھی سنی ہیں جن کو وہ ان سے روایت کرتے ہیں اس کے قائل ہیں، علی بن مدینی، امام بخاری، وترمذی اور حاکم صاحب مستدرک، امام ترمذیؒ نے حسن عن سمرہ کی بہت سی روایات پر صحت کا حکم لگایا ہے، ③ ابن حبان اور یحییٰ بن معین کی رائے یہ ہے لم يثبت مطلقا [2]۔

اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ مصنف جو یہ فرما رہے ہیں کہ صحیفۂ سمرہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حسن کا سماع سمرہ سے

---

[1] وحكاه الترمذي ايضاً في جامعه (جامع الترمذي كتاب البيوع باب ماجاء في إجتلاب المواشي بغير إذن الأرباب ١٢٩٦)۔

[2] نصب الراية لأحاديث الهداية - ج ١ ص ٨٩

ثابت ہے۔

کلام مصنفؒ پرایک اشکال: حافظ ابن حجر تہذیب میں فرماتے ہیں کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ کیسے دلالت کرتا ہے؟[1] بظاہر حافظؒ کا اشکال صحیح ہے اس لئے کہ یہ بات پہلے گزر چکی کہ صحیفۂ سمرہ کی تمام روایات ایک ہی سند سے مروی ہیں، اور وہ وہی سند ہے جو اوپر مذکور ہے، اور اس میں حسن مذکور ہیں، باقی! حافظ کا اشکال اس وقت زیادہ قوی تھا اگر مصنف یہ فرماتے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے حالانکہ ایسا نہیں کہا، اب ہو سکتا ہے کہ اس صحیفہ سے ضمناً اس کی کسی عبارت یا روایت سے یہ ثابت ہوتا ہو الا یہ کہ حافظؒ نے اس پورے صحیفہ کا مطالعہ کیا ہو تو امر آخر ہے، اور صاحب منہل نے یہ توجیہ کی ہے کہ اس صحیفہ کی اسانید میں سلیمان روایت کرتے ہیں سمرہ سے اور سلیمان و حسن بصری دونوں ایک ہی طبقہ کے ہیں، لہذا جب ان میں سے ایک کا سماع ثابت ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دوسرے کا بھی ثابت ہوگا اتحاد طبقہ کی وجہ سے[2]۔

حضرت شیخ حاشیہ بذلؒ میں لکھتے ہیں کہ مولوی عبدالجبار اہل حدیث جن کی بندہ سے خط و کتابت ہے انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ شیخ حسین عرب یمنی بھوپالی نے اپنی کتاب قرۃ العینین[3] میں لکھا ہے کہ انہوں نے سنن کے بعض قلمی نسخوں میں ایک سند دیکھی ہے جس میں اس طرح ہے حدثنا الحسن قال سمعت سمرۃ الخ، پس اگر یہ نسخہ ثابت اور صحیح ہے تو پھر مصنف کی یہ بات بھی صحیح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۸۴ ۔ بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

تشہد پڑھنے کے بعد نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کا بیان

مباحث اربعہ متعلقہ بدرود شریف: یہاں پر چند ابحاث ہیں: ① نماز میں درود پڑھنے کا حکم اور اسمیں مذاہب ائمہ، ② صلاۃ کے معنی اور اس کی تفسیر، ③ آل محمد کا مصداق، ④ صلاۃ ابراہیمی میں تشبیہ پر کلام۔

بحث اول (نماز میں درود پڑھنے کا حکم اور اسمیں مذاہب ائمہ): شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک تشہد اخیر کے بعد درود کا پڑھنا فرض ہے شافعیہ کے یہاں صرف اللّٰھم صل علی محمد، اور حنابلہ و بعض شافعیہ کے یہاں صلوۃ علی الآل کا بھی حکم یہی ہے، لہٰذا ان کے یہاں اللّٰھم صلی علی محمد و علی آل محمد پڑھنا فرض[4] ہے، یہ فرضیت درود انکے یہاں قعدۂ اخیرہ میں ہے اور قعدہ اولی میں ائمہ ثلاث کے یہاں درود نہیں ہے، اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے البتہ ان کے قول جدید میں

---

[1] تہذیب التھذیب - ج ۱ ص ۲٦۹

[2] المنہل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ۸۳

[3] حاشیہ بذل میں کتاب کا نام "نور العینین" ہے۔

[4] اور درود اکمل یہ ہے اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سیدنا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَىٰ سیدنا إِبْرَاهِيمَ وعلی آل سیدنا إبراهيم، وَبَارِكْ عَلَىٰ سیدنا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِ سیدنا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَىٰ سیدنا إِبْرَاهِيمَ وعلی آل سیدنا إبراهيم فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

قعدۂ اولی میں بھی صلاۃ علی النبی مستحب ہے، جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے القول البدیع میں لکھا ہے، شافعیہ کا استدلال فرضیت درود میں آیت کریمہ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا [1] سے ہے اس لئے کہ امر مطلق وجوب کیلئے ہوتا ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا لہٰذا درود صرف ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے، جیسے حج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور آیت کریمہ میں حالت صلاۃ کی تعیین نہیں ہے قاله الكرخي، اور امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کا نام نامی سنے تو درود پڑھنا واجب ہے۔

٩٧٦ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، قَالَ: قُلْنَا - أَوْ قَالُوا - يَا رَسُولَ اللهِ، أَمَرْتَنَا أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ، وَأَنْ نُسَلِّمَ عَلَيْكَ، فَأَمَّا السَّلَامُ، فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ، قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

ترجمہ: کعب بن عجرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یا صحابہؓ نے یہ سوال کیا کہ آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلاۃ و سلام پڑھے تو آپ پر سلام پڑھنے کا طریقہ ہمیں معلوم ہو گیا (التحیات کے ضمن میں السلام عليك ايها النبی الخ والے جملے سے) تو ہم آپ پر کس طرح درود شریف پڑھا کریں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس طرح درود پڑھو اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

٩٧٧ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ.

ترجمہ: شعبہ نے اسی حدیث کی مانند نقل کیا اس میں یہ فرق ہے صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ (یعنی اسمیں اللّٰهم کا لفظ نہیں ہے اور آل محمد سے پہلے لفظ علیٰ زیادہ ہے... بذل المجہود اور مکتبہ امدادیہ کے نسخے کے مطابق ابراہیم سے پہلے آل کا بھی اضافہ ہے لیکن مکہ مکرمہ کے ناشر دار الباز کے مطابق ابراہیم کے لفظ سے پہلے لفظ آل مذکور نہیں)۔

٩٧٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ، بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا، قَالَ: "اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَاهُ الزُّبَيْرُ بْنُ عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، كَمَا رَوَاهُ مِسْعَرٌ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: «كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ» وَسَاقَ مِثْلَهُ.

---

[1] اے ایمان والو رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر (سورۃ الأحزاب ٥٦)

ترجمہ: حکم نے اپنی سند سے اس حدیث کو نقل کیا اس میں یہ الفاظ ہیں اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ زبیر بن عدی نے ابن ابی لیلیٰ سے مسعر راوی کی اس حدیث کی مانند نقل کیا ہے البتہ زبیر راوی نے ایک فرق یہ کیا کہ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ مجید نقل کیا اسمیں ابراہیم سے پہلے لفظ آل کا اضافہ کیا ہے نیز اس کے بعد وَبَارِكْ عَلَى نقل کیا لفظ اللّٰهم کے بغیر۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٩٠) صحيح البخاري - تفسير القرآن (٤٥١٩) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٩٦) صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٦) جامع الترمذي - الصلاة (٤٨٣) سنن النسائي - السهو (١٢٨٧) سنن النسائي - السهو (١٢٨٨) سنن النسائي - السهو (١٢٨٩) سنن أبي داود - الصلاة (٩٧٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٠٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤١) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤٣) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٤/٢٤٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٤٢)

شرح الأحادیث: قوله: أَمَّا السَّلَامُ، فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ: آپ نے سلام پڑھنے کا طریقہ تو بتلا دیا ہے یعنی التحیات میں جو آتا ہے السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ: **بحث ثانی (آل محمد کا مصداق):** آل کے مصداق میں چند قول [1] ہیں: ① جن پر مال زکاۃ حرام ہے جیسے بنو ہاشم اور شافعیہ کے نزدیک حرمت زکاۃ میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو المطلب بھی ہیں، ② ہر مومن متقی، ③ تمام امت اجابت، ④ ازواج مطہرات واولاد اور ان کے علاوہ آپ کے وہ تمام خاندان والے جن پر صدقہ حرام ہے، ⑤ اولاد فاطمہ اور ان کی نسل، ⑥ آپ کی ازواج وذریت، اور آل ابراہیم سے مراد حضرت اسماعیل واسحاق اور ان کی اولاد۔

بحث ثالث (صلوۃ کے معنی اوراسکی تفسیر): صلاۃ کے معنی اور تفسیر میں چند قول ہیں: ① ثناء اللہ تعالیٰ علیہ عند ملائکۃ، اللہ تعالیٰ کا حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف کرنا ملائکہ کے سامنے، ② اللہ تعالیٰ کی رحمت رسول اللہ پر، ③ صلاۃ بمعنی تعظیم یعنی اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے آپ کا اعزاز واکرام دنیا وآخرت میں دنیا میں آپ کے نام کو روشن اور آپ کے لائے ہوئے دین وشریعت کی بقاء وترقی کے ساتھ اور آخرت میں تکثیر ثواب اور تشفیع امت کے ذریعہ۔

بحث رابع (صلوۃ ابراہیمی میں تشبیہ پر کلام): تشبیہ اشکال یعنی اس درود میں جس کو درود ابراہیمی کہتے ہیں صلاۃ محمدی کو صلاۃ ابراہیم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ اے اللہ جیسی صلاۃ آپ ابراہیم علیہ السلام پر بھیجتے ہیں ایسی ہی ہمارے پیغمبر محمد ﷺ پر بھی بھیجئے، حالانکہ مشبہ بہ اقوی ہوتا ہے مشبہ سے، تو کیا صلاۃ ابراہیمی زیادہ اقویٰ اور اعلیٰ ہے صلاۃ محمدی سے؟

[1] امام نوویؒ نے اس میں مختصراً تین قول لکھے ہیں: ① جمیع الامۃ اسکو انہوں نے محققین کا قول قرار دیا ہے ② بنو ہاشم وبنو المطلب ③ آپکے اہل بیت وذریت ۱۲ منہ۔

اس اشکال کی حافظ ابن حجرؒ نے دس توجیہات ذکر کی ہیں [1]، من جملہ ان کے ایک یہ ہے، ① یہاں پر تشبیہ نفس صلاۃ اور اصل صلاۃ میں ہے قدر اور مرتبہ کے اعتبار سے نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ [2]، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ [3]، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ صلاۃ محمد افضل اقوی ہو صلاۃ ابراہیم سے، ② كَمَا صَلَّيْتَ کا تعلق علی ال محمد سے ہے، علی محمد سے نہیں یعنی مشبہ صرف صلاۃ آل محمد ہے، ③ تشبیہ مجموع کی مجموع کیساتھ ہے لہٰذا مشبہ بہ صلاۃ ابراہیم وآل ابراہیم ہے اور آل ابراہیم میں خود حضور ﷺ بھی داخل ہیں اس لئے کہ آپ ﷺ ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں لہٰذا مشبہ بہ کی جانب میں خود آپ ﷺ بھی شامل ہیں، ④ مشبہ بہ کا مشبہ سے اقوی وافضل ہونا ضروری نہیں ہے کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے ہاں البتہ مشبہ بہ کا اشہر واعرف ہونا ضروری ہے، کمافی قولہ تعالی اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ [4]، دیکھئے اس آیت میں نور خدا مشبہ اور نور مصباح مشبہ بہ ہے، اب ظاہر ہے کہ چراغ کی روشنی اللہ کے نور کیسامنے کیا ہے یقیناً کمزور ہے، لیکن حسی اور مشاہد ہونے کیوجہ سے نہایت واضح اور کھلی ہوئی چیز ہے، اسی طرح حضور ﷺ ابراہیم علیہ السلام سے گو اعلی و افضل ہیں لیکن وصف شہرت میں ابراہیم علیہ السلام آپ سے من وجہ بڑھے ہوئے ہیں، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم تمام ملل وطوائف میں معروف و مسلم تھی، یہود ونصاری حتی کہ مشرکین بھی ان کی تعظیم کے قائل [5] تھے اسی لئے یہاں صلاۃ محمدی کو صلاۃ ابراہیم کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

یہاں پر ایک سوال اور ہوتا ہے جس کو علامہ سخاویؒ نے بھی القول البدیع میں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ اس درود میں ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص کیوں کی گئی انبیاء تو اور بھی ہیں؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ہمارے حضور ﷺ کے بعد تمام انبیاء میں افضل ہیں، اور ایک جواب یہ ہے کہ شب معراج میں آپ کی متعدد انبیاء کرام سے ملاقات ہوئی ان میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ایسے ہیں جنہوں نے بوقت ملاقات حضور ﷺ کے واسطہ سے آپ ﷺ کی امت کو سلام کہلایا کہ اپنی امت سے میرا سلام کہہ دینا اور یہ بتلا دینا کہ جنت چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ ہیں [6]۔

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري - ج ۱۱ ص ۱۶۲

[2] ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر (سورة النساء ۱۶۳)

[3] فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر (سورة البقرة ۱۸۳)

[4] اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی مثال اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ہو ایک چراغ (سورة النور ۳۵)

[5] اگرچہ ان کا یہ ماننا اور تعظیم کا قائل ہونا عند اللہ معتبر نہیں، قال تعالی: مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورة آل عمران ۶۷)، ۱۲ منہ۔

[6] جامع الترمذي - كتاب الدعوات - باب: بلا ترجمة ۳۴۶۲

٩٧٩ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ، أَنَّهُمْ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

ترجمہ: عمرو بن سلیم زرقی کہتے ہیں کہ ابو حمید ساعدی نے مجھے بتلایا کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ پر درود شریف کس طرح پڑھا کریں جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ، وَذُرِّيَّتِهِ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

٩٨٠ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ، هُوَ الَّذِي أُرِيَ النِّدَاءَ بِالصَّلَاةِ، أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ سَعْدٍ: أَمَرَنَا اللهُ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ؟ فَسَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حَتَّى تَمَنَّيْنَا أَنَّهُ لَمْ يَسْأَلْهُ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُولُوا: فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، زَادَ فِي آخِرِهِ: «فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ».

ترجمہ: عبد اللہ بن زیدؓ مازنی جن کو خواب میں نماز والی اذان دکھلائی گئی کہتے ہیں کہ ابو مسعود انصاری نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ، سعد بن عبادہ کی مجلس میں ہمارے پاس تشریف لائے تو بشیر بن سعد نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم آپ پر کیسے درود بھیجا کریں پس رسول اللہ ﷺ نے اتنی لمبی خاموشی اختیار فرمائی کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ کاش بشیر بن سعد نے آپ سے یہ سوال دریافت نہ کیا ہوتا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو اس کے بعد قعنبی استاد نے کعب بن عجرہ کی حدیث کی طرح نقل کیا قعنبی نے اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (تو قعنبی نے لفظ فِي الْعَالَمِينَ کا اضافہ کیا ہے)۔

٩٨١ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو، بِهَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: "قُولُوا: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ".

ترجمہ: عقبہ بن عمرو سے یہی حدیث مروی ہے کہ اس میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔

تخریج: صحيح البخاري - أحاديث الأنبياء (٣١٨٩) صحيح البخاري - الدعوات (٥٩٩٩) صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٥)

صحيح مسلم - الصلاة (٤٠٧) جامع الترمذي - تفسير القرآن (٣٢٢٠) سنن النسائي - السهو (١٢٨٥) سنن النسائي - السهو (١٢٨٦) سنن النسائي - السهو (١٢٩٤) سنن أبي داود - الصلاة (٩٧٩) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٠٥) مسند أحمد - مسند الشاميين (١١٨/٤) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٢٧٤/٥) مسند أحمد - باقي مسند الأنصار (٤٢٤/٥) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٩٧) موطأ مالك - النداء للصلاة (٣٩٨) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٤٣)

٩٨٢ - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ يَسَارٍ الْكِلَابِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو مُطَرِّفٍ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَرِيزٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْهَاشِمِيُّ، عَنِ الْمُجْمِرِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوْفَى، إِذَا صَلَّى عَلَيْنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہیں کہ جسکو یہ خوشی حاصل کرنی ہو کہ اسکی نیکیوں کو بڑے ترازوں میں تولا جائے تو وہ شخص جب اہل بیت پر درود شریف پڑھے تو ان الفاظ کے ساتھ پڑھے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ، وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

شرح الحدیث: قوله: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَكْتَالَ بِالْمِكْيَالِ الْأَوْفَى: یعنی جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ اپنے درود کے ثواب کو کامل یا بڑے پیمانے سے ناپ کرلے تو اس کو چاہئے کہ ان الفاظ میں درود پڑھے اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ، وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ، وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

١٨٥ ـ بَابُ مَا يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

تشہد پڑھنے کے بعد کونسی دعا پڑھے

تشہد کے بعد جو چیز پڑھی جاتی ہے وہ تو درود شریف ہے جس کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا لہذا یہ کہا جائے گا کہ مراد یہ ہے بعد التشہد والصلوۃ علی النبی۔

٩٨٣ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ".

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو تو اللہ رب العزت کی پناہ حاصل کرے چار چیزوں سے، ① جہنم کی عذاب سے، ② قبر کے عذاب سے، ③ زندگی اور موت کے فتنے سے، ④ مسیح الدجال کی برائی سے۔

تخریج صحيح البخاري - الجنائز (١٣١١) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٨٨) سنن النسائي - السهو (١٣١٠) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٠٥) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٠٦) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٠٨) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٠٩) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٠) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١١) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٣) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٤) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٥) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٦) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٧) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٨) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥٢٠) سنن أبي داود - الصلاة (٩٨٣) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٠٩) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٣٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٨٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٢٩٨) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤١٦) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٣) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٦٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٧٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٨٢) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٤٤)

شرح الحديث قوله: إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ، فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ أَرْبَعٍ: بعض روایات میں یہ دعا اس طرح وارد ہے اللهم اني أعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من عذاب النار واعوذبك من فتنة المسيح الدجال واعوذ بك من فتنة المحيا والممات، اسی کے قریب الفاظ آئندہ حدیث میں آرہے ہیں۔

بعض علماء جیسے طاؤس تشہد اخیر میں اس دعا کے وجوب کے قائل ہیں اور جمہور صرف استحباب کے، نیز جمہور کے نزدیک یہ دعا تشہد اخیر میں پڑھی جائیگی جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے اور ابن حزم ظاہری اس دعا کے وجوب کے قائل ہیں تشہد اول میں بھی۔

فائدہ: امام نسائیؒ نے تشہد کے بعد کی ادعیہ میں وہ مشہور دعا بھی ذکر کی ہے جس کو سب پڑھتے ہیں، یعنی اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا الخ [1] یہ دعا حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مروی ہے انہوں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ مجھ کو کوئی دعا نماز میں پڑھنے کیلئے تعلیم فرمادیجئے، اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو، یہ دعا دراصل بہت اہم ہے، علامہ سندھی حاشیہ نسائی میں اس دعا کی شرح [2] کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان اگرچہ وہ مرتبہ صدیقین ہی کو کیوں نہ پہونچ چکا ہو کثیر التقصیر انتہائی کوتاہی کرنے والا ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بیشمار اور بیحد وحساب ہیں جن میں سے اقل قلیل کے شکر اداء کرنے کی بھی اس میں طاقت نہیں ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کا شکر ادا کرنا یہ خود ایک مستقل نعمت ہے جو موجب۔ شکر ہے گویا ہمارا شکر خود محتاج شکر ہے، لہذا گر ہم اس توفیق شکر پر شکر کرینگے تو یہ شکر الشکر بھی ایک نعمت ہوگا لہذا اسکا بھی شکر واجب ہوگا، وهكذا [3] الى غير النهاية، لہذا

---

[1] سنن النسائي - كتاب السهو - باب نوع آخر من الدعاء ١٣٠٢

[2] سنن النسائي بحاشية السندي ج ٢ ص ٦١

[3] یعنی شکر الشکر کا شکر بھی ایک نعمت ہوگا لہذا شکر الشکر کا بھی شکر واجب ہوگا وہکذا الی غیر النہایۃ، لہذا ثابت ہوا کہ بندہ صرف ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا تو پھر باقی نعمتوں کا نمبر کیسے آسکتا ہے، واللہ الموفق ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ، ١٢ منہ۔

ثابت ہوا کہ بندہ ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا چہ جائیکہ بیشمار نعمتوں کا اور یہ سراسر تقصیر اور ظلم ہے اسلیئے کہا ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا۔

٩٨٤ - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ: أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بَعْدَ التَّشَهُّدِ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ».

ترجمہ: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشہد کے بعد یہ دعا مانگتے اے اللہ میں آپکی پناہ حاصل کرتا ہو جہنم کے عذاب سے اور آپکی پناہ حاصل کرتا ہوں عذاب قبر سے اور آپکی پناہ حاصل کرتا ہوں دجال کے فتنے سے اور آپکی پناہ حاصل کرتا ہوں زندگی اور موت کے فتنے سے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٩٠) جامع الترمذي - الدعوات (٣٤٩٤) سنن النسائي - الجنائز (٢٠٦٣) سنن النسائي - الاستعاذة (٥٥١٢) سنن أبي داود - الصلاة (٩٨٤) سنن ابن ماجه - الدعا (٣٨٤٠) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٤٢/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٥٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٩٨/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣٠٥/١) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٣١١/١) موطأ مالك - النداء للصلاة (٤٩٩)

٩٨٥ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ، أَنَّ مِحْجَنَ بْنَ الْأَدْرَعِ حَدَّثَهُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَدْ قَضَى صَلَاتَهُ، وَهُوَ يَتَشَهَّدُ وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ. قَالَ: فَقَالَ: «قَدْ غُفِرَ لَهُ، قَدْ غُفِرَ لَهُ» ثَلَاثًا.

ترجمہ: محجن بن ادرع نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ کا گزر ایسے شخص پر ہوا جو اپنی نماز کے اختتام میں تشہد پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگ رہا تھا اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے گناہوں کی بخشش فرمادیں آپ غفور الرحیم ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اسکی بخشش ہوگئی اسکی بخشش ہوگئی تین دفعہ ارشاد فرمایا۔

تخریج: سنن النسائي - السهو (١٣٠١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٨٥) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (٣٣٨/٤)

١٨٦ - بَابُ إِخْفَاءِ التَّشَهُّدِ

تشہد کو آہستہ آواز سے پڑھنے کا بیان

اسی طرح کا ترجمۃ الباب ترمذی میں ہے بَابُ مَا جَاءَ أَنَّهُ يُخْفِي التَّشَهُّدَ، یہ مسئلہ اجماعی ہے سب کا اس پر اتفاق ہے کہ تشہد

سرا پڑھا جائیگا۔

۹۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: «مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفَى التَّشَهُّدُ».

ترجمۃ: عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آہستہ آواز سے تشہد پڑھنا سنت ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (۲۹۱) سنن أبي داود - الصلاة (۹۸۶)

شرح الحدیث: قوله: مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفَى التَّشَهُّدُ: صحابی کا قول مِنَ السُّنَّةِ کذا حدیث مرفوع کے حکم میں ہے صرح به الاصولیون۔

۱۸۷- بَابُ الْإِشَارَةِ فِي التَّشَهُّدِ

تشہد میں انگلی سے اشارہ کرنے کا بیان

اشارہ فی التشہد کی روایات: تشہد میں اشارہ بالمسبح صحیح مسلم اور سنن کی روایات صحیحہ سے ثابت ہے، بخاری شریف میں مجھے اس کی حدیث نہیں ملی، نہ ہی کسی کے کلام میں اس کا حوالہ ملا، لیکن امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس پر کوئی مستقل ترجمہ قائم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اشارہ فی التشہد کی حدیث کو باب صفة الجلوس فی الصلاۃ کے ذیل میں ذکر کیا ہے اسی طرح جمہور علماء سلفاً وخلفاً اور مذاہب اربعہ اس کے استحباب پر متفق ہیں، البتہ حنفیہ میں سے بعض متاخرین نے اس کو مکروہ سمجھا ہے، چنانچہ تنویر الابصار (در مختار کا متن) میں ہے: ولا یشیر بسبابته عند الشهادة وعلیه الفتوی، صاحب در مختار نے اور بھی بعض کتابوں کا حوالہ دیا ہے جن میں اشارہ بالسبابہ کو مکروہ لکھا ہے، لیکن وہ خود یہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت معتمد نہیں ہے، صحیح یہی ہے کہ اشارہ کرنا چاہئے جیسا کہ حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہے [1]۔

ملا علی قاری کی تالیف: اور ملا علی قاریؒ نے اس اشارہ کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے، تزیین العبارۃ فی تحقیق الإشارۃ [2]، دراصل یہ رسالہ خلاصۂ کیدانی (اسم کتاب) کے رد میں لکھا گیا ہے اس لئے کہ کیدانی نے اپنے اس رسالہ میں اشارہ بالسبابہ کو حرام قرار دیا ہے، جس کو ملا علی قاریؒ نے اپنی اس تصنیف میں پرزور تردید فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ بعض سکان ماوراء النہر اور اہل خراسان و عراق وروم وبلاد ہند جنہوں نے اس سنت کو ترک کیا ہے یہ قابل اعتبار نہیں، کیونکہ یہ تحقیق کے بھی خلاف ہے اور اپنے مسلک بلکہ ائمہ اربعہ کے مسلک کے بھی خلاف ہے، حضرت شیخ نے حاشیہ بذل میں لکھا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی اپنے مکتوبات میں اشارہ بالمسبحہ کا انکار فرمایا ہے اور حضرت مجدد صاحبؒ کی جانب سے

[1] رد المحتار علی الدر المختار - ج ۲ ص ۲۱۶-۲۱۸

[2] مطبوعہ نسخہ میں نام "تزیین العبارۃ لتحسین الإشارۃ" ہے۔

مرزا مظہر جان جاناںؒ نے اپنے مکاتیب [1] میں یہ عذر پیش کیا ہے کہ مجدد صاحب کے زمانہ میں ہندوستان میں کتب حدیث مشتہر نہیں ہوئی تھیں [2]۔

اس کے بعد سمجھنا چاہئے کہ اشارہ بالمسبحہ کی کیفیت میں ائمہ کے کچھ اختلافات ہیں ان کو بھی سنیئے۔

اشارہ سے متعلق مباحث اربعہ: بحث اول: جمہور علماء ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ اشارہ قبض اصابع کے ساتھ ہوگا اور مالکیہ کے مذہب کی تصریح الشرح الکبیر میں موجود ہے لیکن حضرت شیخؒ نے اوجز میں لکھا ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں اہل مدینہ کو بسط اصابع کے ساتھ اشارہ کرتے دیکھا ہے، اور خطابی نے بھی عمل اہل مدینہ اسی کو لکھا ہے۔

پھر حنفیہ و حنابلہ صورت اشارہ میں تحلیق کے قائل ہیں یعنی خنصر و بنصر کو موڑ کر ابہام و وسطیٰ سے حلقہ بنایا جائے پھر مسبحہ سے اشارہ کیا جائے اور شافعیہ کے نزدیک دو صورتوں میں سے کوئی سی ایک صورت اختیار کرے، عقد ترپن ۵۳ یا عقد تیئیس ۲۳ پہلی کی شکل یہ ہے کہ راس ابہام کو اصل مسبحہ میں رکھے اور عقد تیئیس ۲۳ کی شکل یہ ہے کہ راس ابہام کو وسطیٰ کی جڑ میں رکھے، اور مالکیہ کے نزدیک (کمافی الشرح الکبری ۲۵۰) بوقت اشارہ عقد اصابع کی وہ ہیئت مستحب ہے جو تقریباً عقد انیتس ۲۹ کی ہوتی ہے بایں طور کہ شروع کی تینوں انگلیوں کو موڑ لے (لحمۂ ابہام سے ملالے) اور مسبحہ کو پھیلا کر ابہام کو ظہر وسطیٰ پر رکھ لے۔

بحث ثانی: وقت اشارہ حنفیہ کے نزدیک نفی کے وقت انگلی اٹھائے یعنی لا إلٰہ پر اور عند الاثبات یعنی الا اللہ پر اسکو رکھدے [3]، اور شافعیہ کے نزدیک الا اللہ کے وقت اشارہ کرے اور پھر اخیر تک مسبحہ کو اٹھائے رکھے یہ حضرات ادامت رفع کے قائل ہیں۔

حنابلہ کہتے ہیں یشیر کلما مر علی الفظ الجلالہ یعنی جب بھی تشہد میں لفظ اللہ آئے تو اس پر اشارہ کرے، اور مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ اشارہ بالمسبحہ تشہد کے شروع سے آخر تشہد تک اور اس کے بعد بھی سلام تک کرے۔

بحث ثالث: مالکیہ اشارہ کے وقت تحریک مسبحہ و یمیناً و شمالاً کے قائل ہیں ائمہ ثلاث اس تحریک کے قائل نہیں ہیں اس کا ذکر آئندہ حدیث الباب میں بھی آرہا ہے۔

بحث رابع: حنفیہ کے نزدیک قبض اصابع اشارہ کے وقت ہوگا شروع میں انگلیاں مبسوط رہیں گی اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک

---

[1] مرزا مظہر جانجاناں کے خطوط مترجم (مکتوب ۱۵) – ص ۹۷

[2] بذل المجهود في حل أبي داود – ج ۵ ص ۳۱۶

[3] مشہور عند الاحناف تو یہی ہے لیکن اسمیں حضرت گنگوہی کی رائے یہ نہیں ہے وہ فرماتے ہیں یہ اشارہ سلام تک باقی رہنا چاہئے حدیث سے یہی ثابت ہے (کذافی تذکرۃ الرشید ص ۱۱۳ والکوکب ص ۳۰۸ ج ۲) لیکن کوکب کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے حضرت شیخ اس پر منشرح نہیں ہیں، امداد الفتاوی ص ۲۰۷ میں بھی اسپر تفصیلی کلام ہے، اسکا حاصل بھی یہی ہے کہ عند الاثبات اشارہ کو ختم کر دیا ئے میں نے اپنے اساتذہ کو دیکھا ہے کہ وہ مسبحہ کو عند الاثبات بالکل تو نہیں رکھتے تھے البتہ ذرا جھکا لیتے تھے، اس کے بعد مجھ کو فتاوی محمودیہ میں بھی یہی بات ملی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جس وقت تشہد کے لئے بیٹھے اسی وقت سے انگلیاں موڑی جائیں گی۔

تنبیہ: اشارہ کے وقت مسبحہ کو بالکل سیدھی اور آسمان کی طرف نہ کرے بلکہ اس کو قبلہ کی طرف مائل کرے جیسا کہ آگے حدیث میں آرہا ہے قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا۔

۹۸۷ - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُعَاوِيِّ، قَالَ: رَآنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَأَنَا أَعْبَثُ بِالْحَصَى فِي الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ نَهَانِي، وَقَالَ: اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ، فَقُلْتُ: وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ؟ قَالَ: «كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ، وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى».

ترجمہ: علی بن عبد الرحمن المعاوی کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھے دوران نماز کنکریوں سے کھیلتے دیکھا جب عبد اللہ بن عمرؓ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے مجھے نماز میں کھیلنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ جسطرح نماز میں کیا کرتے تھے اس طرح تم نماز ادا کرو میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ نماز میں کسطرح کیا کرتے تو ابن عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنی دائیں ہتھیلی کو اپنی بائیں ران پر رکھتے اور اپنی تمام انگلیوں کو (شہادت کی انگلی کے سوا) بند فرمالیتے اور انگوٹھے سے ملی ہوئی انگلی سے اشارہ فرماتے اور آپ ﷺ کی بائیں ہتھیلی آپکی بائیں ران پر ہوتی۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٨٠) جامع الترمذي - الصلاة (٢٩٤) سنن النسائي - التطبيق (١١٦٠) سنن النسائي - السهو (١٢٦٦) سنن النسائي - السهو (١٢٦٧) سنن النسائي - السهو (١٢٦٩) سنن أبي داود - الصلاة (٩٨٧) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩١٣) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٤٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/٦٥) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١١٩) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٣١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٢/١٤٧) موطأ مالك - النداء للصلاة (١٩٩) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٩)

۹۸۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ فِي الصَّلَاةِ، جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرَى تَحْتَ فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَسَاقِهِ، وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ» وَأَرَانَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ.

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں قدم کو داہنی ران اور اسکی پنڈلی کے نیچے کر دیتے اور دائیں قدم کو بچھا لیتے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی دائیں ران پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے عفان راوی کہتے ہیں کہ عبد الواحد استاد نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے دکھلایا۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٧٩) سنن النسائي - السهو (١٢٧٠) سنن النسائي - السهو (١٢٧٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩٨٨) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٤/٣) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٨)

٩٨٩ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ ذَكَرَ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا، وَلَا يُحَرِّكُهَا». قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: وَزَادَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَامِرٌ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو كَذَلِكَ، وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى.

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب اللہ پاک سے دعا مانگ رہے تھے (أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ پڑھ رہے ہوتے) تو اپنی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے اور اس انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے ابن جریج راوی نے کہا کہ عمر بن دینار استاد نے یہ اضافہ کیا کہ عامر نے اپنے والد عبد اللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نبی اکرم ﷺ کو اس طرح بغیر حرکت دیئے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اور نبی پاک ﷺ اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر زور دیکر رکھتے تھے۔

٩٩٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: لَا يُجَاوِزُ بَصَرُهُ إِشَارَتَهُ، وَحَدِيثُ حَجَّاجٍ أَتَمُّ.

ترجمہ: عبد اللہ بن زبیرؓ سے گزشتہ حدیث مروی ہے اسمیں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ کی نگاہ آپکے اشارے سے تجاوز نہیں کرتی تھی...... حجاج راوی کی حدیث یحیٰ راوی کی اس مذکورہ حدیث سے مکمل ہے۔

تخریج: صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٧٩) سنن النسائي - السهو (١٢٧٠) سنن النسائي - السهو (١٢٧٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩٨٩) مسند أحمد - أول مسند المدنيين رضي الله عنهم أجمعين (٣/٤) سنن الدارمي - الصلاة (١٣٣٨)

شرح الأحاديث: قوله: كَانَ يُشِيرُ بِأُصْبُعِهِ إِذَا دَعَا، وَلَا يُحَرِّكُهَا: عبد اللہ بن الزبیرؓ کی اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ اشارہ کے وقت انگلی کو دائیں بائیں حرکت نہیں دی جائیگی، جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے، مالکیہ تحریک کے قائل ہیں جیسا کہ باب کے شروع میں گزر چکا، ان کا استدلال وائل بن حجرؓ کی حدیث سے بیہقی میں جس میں مذکور ہے فَرَأَيْتُهُ يُحَرِّكُهَا [1]، جمع بین الحدیثین اس طرح کیا گیا ہے کہ تحریک سے مراد عین اشارہ ہے اس لئے کہ اشارہ تحریک ہی سے تو ہوتا ہے تو یہ اشارہ کے لئے انگلی کو اٹھانا اور رکھنا ہی تحریک ہے۔

قوله: وَيَتَحَامَلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى: تحامل کے معنی بوجھ ڈالنے کے ہیں، اور یہاں مراد ہاتھ کو ران پر رکھنا اور اسکو بچھا دینا ہے، اور بائیں ہاتھ کی قید بظاہر اس لئے ہے کہ دایاں ہاتھ تو مقبوض الاصابع ہوتا ہے آدمی کو اس کے ذریعہ اشارہ کرنا ہوتا ہے، خصوصا مالکیہ کے یہاں تو التحیات میں شروع سے اخیر تک ہی اشارہ رہتا ہے، تو گویا وہ

---

[1] السنن الكبرى للبيهقي - كتاب الصلاة - باب من روى أنه أشار بها ولم يحركها ٢٧٨٧ (ج٢ ص١٨٩)

ہاتھ ایک دوسرے کام میں مشغول ہے بخلاف بائیں ہاتھ کے کہ اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا وہ بائیں ران پر بچھا رہتا ہے، اور اس سے اشارۃً ایک اور بات بھی معلوم ہوتی ہے جو میرے ذہن میں آیا کرتی ہے کہ التحیات میں کمر کو سیدھا رکھے پیچھے کی طرف کو نہ جھکائے جس طرح گدا لگانے کے وقت کرتے ہیں، جبھی تو تحامل علی الفخذ کے معنی پائے جائیں گے جو یہاں حدیث میں مذکور ہے، اور میری اس بات کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے کا لقمہ بنالے (بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے گھٹنے کی طرف کو جھکالے) مسلم کی روایت میں ہے وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى رُكْبَتَهُ[1]۔

٩٩١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا عِصَامُ بْنُ قُدَامَةَ، مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ نُمَيْرٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا ذِرَاعَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى، رَافِعًا إِصْبَعَهُ السَّبَّابَةَ، قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا».

ترجمہ: مالک بن نمیر الخزاعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نمیرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی دائیں کلائی کو اپنی دائیں ران پر رکھا ہوا تھا اور شہادت کی انگلی کو اٹھایا ہوا تھا اور اس انگلی کو کچھ جھکا رکھا تھا۔

تخریج سنن النسائي - السهو (١٢٧١) سنن أبي داود - الصلاة (٩٩١)

شرح الحدیث قوله: رَافِعًا إِصْبَعَهُ السَّبَّابَةَ، قَدْ حَنَاهَا شَيْئًا: اس پر کلام باب کے شروع میں گزر چکا، امام نسائیؒ نے اس پر مستقل ترجمہ قائم کیا ہے بَابُ إِحْنَاءِ السَّبَّابَةِ فِي الْإِشَارَةِ، انہوں نے اس باب میں جو حدیث ذکر کی ہے اس کے لفظ یہ ہیں رَافِعًا أُصْبُعَهُ السَّبَّابَةَ، قَدْ أَحْنَاهَا شَيْئًا[2]، اور نسائی کی ایک دوسری روایت میں ہے وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ فِي الْقِبْلَةِ[3]، یہ روایت زیادہ واضح ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ اشارہ قبلہ کی جانب ہونا چاہئے لا الی الفوق ولا الی الیمین والیسار، نیز نسائی کی اسی روایت میں ہے وَرَمَى بِبَصَرِهِ إِلَيْهَا یعنی اشارہ کیوقت نگاہ اسی انگلی کی طرف ہونی چاہئے، تاکہ جو کام بھی ہو وہ اس کی طرف توجہ کیساتھ ہو اسی کا نام خشوع و حضور قلب ہے، اللّٰھم ارزقنا منه شیئاً۔

نماز میں نظر مصلی کس طرف ہونی چاہئے؟ مسئلہ مختلف فیہ ہے مالکیہ کا مشہور مذہب[4] یہ ہے جس کو

---

[1] صحيح مسلم - كتاب المساجد والمواضع الصلاة - باب صفة الجلوس في الصلاة، وكيفية وضع اليدين على الفخذين ٥٧٩

[2] سنن النسائي - كتاب السهو - باب إحناء السبابة في الإشارة ١٢٧٤

[3] سنن النسائي - كتاب التطبيق - باب موضع البصر في التشهد ١١٦٠

[4] حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (سورۃ البقرۃ ١٥٠) کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سے مالکیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ نظر مصلی نماز میں سامنے کیطرف ہونی چاہئے نہ جیسا کہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ موضع سجود کیطرف ہونی چاہئے اس لئے کہ اس کے لئے ذرا سر نیچے کو جھکانا پڑیگا یتکلف جو کہ کمال قیام کے منافی ہے، ١٢۔

صاحب منہل نے بھی ابن رشد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مصلی کی نظر نماز میں سامنے قبلہ کی طرف ہونی چاہئے بغیر اس کے کہ کسی چیز کیطرف التفات کرے اور نہ سر نیچے کی طرف جھکائے (بعض صوفیوں کیطرح کیونکہ اس صورت میں روبقبلہ نہیں رہے گا) شافعیہ وحنابلہ فرماتے ہیں نظر مصلی موضع سجود کی طرف ہونی چاہئے اور شافعیہ نے تشہد کے حالت کو اس سے مستثنی کیا اس وقت نگاہ اشارہ کی طرف ہونی چاہئے، اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ہمارے یہاں ظاہر الروایۃ میں صرف اتنا منقول ہے کہ نظر مصلی کا منتہی موضع سجود ہونا چاہئے، اور دوسرے مشایخ جیسے امام طحاویؒ اور کرخیؒ سے یہ تفصیل منقول ہے کہ نظر مصلی قیام کی حالت میں موضع سجود کی طرف اور رکوع میں قدمین کی طرف اور حالت سجود میں نرمۂ بینی کی طرف اور قعدہ میں اپنی گود کی طرف اور سلام کیوقت شانے کی جانب۔

۱۸۸ - بَابُ كَرَاهِيَةِ الِاعْتِمَادِ عَلَى الْيَدِ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں ہاتھ پر سہارا لے کر جھکنے اور اٹھنے کی کراہیت کا بیان

اس سے پہلے ایک باب گزر چکا ہے اعتماد علی العصا کا، بَابُ الرَّجُلِ يَعْتَمِدُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى عَصًا، اعتماد علی الید سے مراد یا تو عند النہوض ہے یعنی جب سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑا ہونے لگے، مسئلہ مختلف فیہ ہے، حنفیہ وحنابلہ تو یہ کہتے ہیں کہ رکبتین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو، اور امام شافعیؒ کے نزدیک زمین پر رکھ کر، اور مالکیہ [1] کے مسلک کی تفصیل مع دیگر ائمہ کے رفع یدین والے باب میں ابو حمید ساعدی کی حدیث کے ذیل میں گزر چکی، اور یا اعتماد سے مراد قعدہ میں ہاتھ بجائے ران پر رکھنے کے زمین پر ٹیکنا، مصنف نے اس باب میں دونوں طرح کی روایتیں ذکر کی ہیں، بعض میں پہلے معنی مراد ہیں اور بعض میں دوسرے۔

٩٩٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْغَزَّالُ، قَالُوا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: - أَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدِهِ"، وَقَالَ ابْنُ شَبُّوَيْهِ: «نَهَى أَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدِهِ فِي الصَّلَاةِ»، وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ: «نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدِهِ» وَذَكَرَهُ فِي بَابِ الرَّفْعِ مِنَ السُّجُودِ، وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، «نَهَى أَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلَى يَدَيْهِ إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ».

ترجمہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا اس کے بعد احمد بن حنبلؒ استاد کے یہ الفاظ ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے ہاتھ پر سہارا لیکر نہ بیٹھے اور ابن شبویہ استادؒ نے یہ الفاظ نقل کیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ مرد نماز میں اپنے ہاتھ سے سہارا نہ لے اور محمد بن رافع استاد کے یہ الفاظ ہیں نَهَى أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ، وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى يَدِهِ، اور ابن رافع نے اس حدیث کو باب الرفع من السجود میں ذکر کیا ہے اور محمد بن عبد الملک نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس

[1] مالکیہ کے یہاں تو چونکہ اٹھتے وقت رکبتین زمین سے پہلے اٹھتے ہیں اسلئے یدین پہلے ہی سے زمین پر ہوتے ہیں، ۱۲۔

سے منع فرمایا کہ مرد نماز میں سجدے سے کھڑا ہونے لگے تو اپنے ہاتھوں پر سہارا مت لے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاۃ (۹۹۲) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۱٤۷/۲)

۹۹۳ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، سَأَلْتُ نَافِعًا، عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّي، وَهُوَ مُشَبِّكٌ يَدَيْهِ، قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: «تِلْكَ صَلَاةُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ».

ترجمہ: اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ تشبیک کرتے ہوئے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو ایسی نماز کا کیا حکم ہے؟ نافع نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی نماز جن پر اللہ کا غصہ اترا ہے۔

۹۹٤ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدِ بْنِ أَبِي الزَّرْقَاءِ، حَدَّثَنَا أَبِي، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، " أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يَتَّكِئُ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى وَهُوَ قَاعِدٌ فِي الصَّلَاةِ - وَقَالَ هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ، سَاقِطًا عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ اتَّفَقَا - فَقَالَ لَهُ: «لَا تَجْلِسْ هَكَذَا، فَإِنَّ هَكَذَا يَجْلِسُ الَّذِينَ يُعَذَّبُونَ».

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو نماز میں بیٹھے ہوئے اس حالت میں دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے...... ہارون بن یزید استاد کے یہ الفاظ کہ وہ اپنے بائیں پہلوں پر جھکا ہوا بیٹھا تھا...... اس کے بعد ہارون اور محمد بن مسلمہ دونوں استاد متفق ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے اس سے فرمایا تم اس طرح مت بیٹھا کرو کیونکہ یہ ان لوگوں کی بیٹھک ہیں جنہیں عذاب ہو گا (جہنم میں)۔

۱۸۹ - بَابٌ فِي تَخْفِيفِ الْقُعُودِ

قعدہ اولی میں تھوڑی دیر بیٹھنے کا بیان

۹۹۵ - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ»، قَالَ: قُلْتُ: حَتَّى يَقُومَ؟ قَالَ: «حَتَّى يَقُومَ».

ترجمہ: ابو عبیدہ اپنے والد عبد اللہ بن مسعودؓ سے نقل کرتے ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب پہلی دو رکعتوں کے قعدہ میں بیٹھتے تو اتنا کم وقت بیٹھتے گویا کہ آپ گرم پتھروں پر بیٹھے ہیں سعید بن ابراہیم سے ہم نے کہا کہ اس کے بعد حدیث میں حَتَّى يَقُومَ کا لفظ فرمایا تھا انہوں نے فرمایا ہاں میں نے اس کے بعد حَتَّى يَقُومَ نقل کیا تھا۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاۃ (۳٦٦) سنن النسائي - التطبيق (۱۱۷٦) سنن أبي داود - الصلاۃ (۹۹٥) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (۳۸٦/۱) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (٤۱۰/۱) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (٤۳٦/۱) مسند أحمد - مسند المکثرین من الصحابة (٤٦۰/۱)

شرح الحدیث: قوله: كَانَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ كَأَنَّهُ عَلَى الرَّضْفِ: رضف رضفة کی جمع ہے بمعنی گرم پتھر۔

شرح حدیث میں دوقول: اس حدیث کی تشریح میں دو قول ہیں: ① اول یہ کہ رکعتین اولیین سے مراد قعدۂ اولیٰ ہے اور مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ قعدۂ اولیٰ کو مختصر کرتے تھے اور ایسی جلدی اٹھ جاتے تھے گویا گرم پتھر ہیں جس پر زیادہ دیر بیٹھا نہیں جاتا، یعنی صرف تشہد پڑھ کر اٹھ جاتے تھے درود و دعا نہ پڑھتے تھے، چنانچہ جمہور علماء وائمہ ثلاث کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے اور قول جدید ان کا یہ ہے جیسا کہ پہلے باب الصلاۃ علی النبی میں گزر چکا کہ قعدۂ اولیٰ میں بھی درود پڑھنا مستحب ہے لیکن صرف محمد پر بدون آل محمد کے اللهم صلی علی محمد۔

مصنفؒ کی طرح امام ترمذیؒ و نسائیؒ نے بھی حدیث کے یہی معنی مراد لیے ہیں نسائی کا ترجمہ بَابُ التَّخْفِيفِ فِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ اور ترمذی بَابُ مَا جَاءَ فِي مِقْدَارِ الْقُعُودِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، ② اور دوسرا مطلب حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رکعتین اولیین سے مراد قعدۂ اولیٰ نہیں بلکہ پہلی رکعت اور تیسری رکعت ہے پہلی رکعت پوری کر کے جب دوسری کیلئے کھڑے ہوتے تھے، اور ایسے ہی تیسری رکعت پڑھ کر جب چوتھی کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو ایسی جلدی کھڑے ہو جاتے تھے گویا کہ آپ ﷺ گرم پتھر پر ہیں، بظاہر اس صورت میں جلسۂ استراحت کی نفی ہو رہی ہے، جلسۂ استراحت انہیں دو رکعتوں میں ہوتا ہے ان لوگوں کے نزدیک جو اس کے قائل ہیں۔

قوله: قُلْنَا: حَتَّى يَقُومَ؟ قَالَ: «حَتَّى يَقُومَ»: اس عبارت میں اغلاق ہے اس کی تشریح ترمذی کی روایت سے ہوتی ہے جس کے لفظ یہ ہیں قَالَ شُعْبَةُ: ثُمَّ حَرَّكَ سَعْدٌ شَفَتَيْهِ بِشَيْءٍ، فَأَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ؟ فَيَقُولُ: حَتَّى يَقُومَ، مطلب یہ ہے شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ سعد بن ابراہیم سے حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ تو اچھی طرح سنے تھے اس کے بعد انہوں نے جو لفظ کہے وہ میں نے اچھی طرح نہیں سنے میں نے اپنے اطمینان کیلئے ان سے پوچھا کہ آگے حدیث کے لفظ حَتَّى يَقُومَ ہیں تو انہوں نے کہا ہاں حَتَّى يَقُومَ ہی ہیں۔

۱۹۰ - بَابٌ فِي السَّلَامِ

سلام پھیرنے کا بیان

یوں سمجھئے کہ یہ صفت صلاۃ کا آخری باب ہے کیونکہ سلام افعال صلاۃ میں سے آخری فعل ہے، اور باب رفع الیدین عند التحریمہ صفت صلاۃ کا پہلا باب تھا وہاں سے لے کر یہاں تک تقریباً کل ستر ابواب ہیں جن سے ہمیں فراغت ہو گئی، فللہ الحمد والمنۃ۔

جاننا چاہئے کہ کتاب الطہارۃ میں تحریمها التكبير وتحليلها التسليم حدیث کے ذیل میں دو مسئلہ گزر چکے، ایک سلام کا حکم من حیث الفرض والوجوب اور دوسرا مسئلہ عدد سلام۔

تسلیمة واحده اور تسلیمتین کی بحث: یہاں پر مصنف کی غرض عدد سلام کو بیان کرنا ہے، ائمہ ثلاثہ اور جمہور علماء نماز میں تسلیمتین کے قائل ہیں اور امام مالک تسلیمۃ واحدہ کے تلقاء وجهه مائلاً الی الیمین، امام اور منفرد کے حق

میں، اور مقتدی کے حق میں تین سلام، پہلا سلام دائیں طرف، دوسرا تلقاء وجهه، اور تیسرا سلام بائیں جانب، بشرطیکہ اس طرف کوئی مصلی ہو ورنہ نہیں، امام شافعیؒ فی قول اور بعض صحابہ جیسے ابن عمرؓ وعائشہؓ اور ایسے ہی حسن بصری وعمر بن عبد العزیز بھی تسلیمۂ واحدہ کے قائل ہیں، سبل السلام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے کہ تسلیمتین کی روایات پندرہ صحابہ سے مروی ہیں جن میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں [1]، عبد اللہ بن مسعود کی حدیث جس کو مصنف یہاں لائے ہیں امام ترمذیؒ نے اس کے بارے میں حدیث حسن صحیح لکھا ہے، حافظؒ نے التلخیص الحبیر [2] میں لکھا ہے أخرجه الأئمة والدارقطني وابن حبان، نیز حافظ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اصل صحیح مسلم [3] میں ہے وہ یہ کہ مکہ مکرمہ میں ایک امیر تھے وہ جب نماز پڑھاتے تو دو سلام دائیں بائیں پھیرتے تھے اس پر عبد اللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا أَنّٰى عَلِقَهَا [4]؟ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- كَانَ يَفْعَلُهُ، امام مالکؒ کا استدلال عمل اہل مدینہ اور حدیث عائشہؓ سے ہے جس کے لفظ یہ ہیں ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً، رواه أصحاب السنن والحاكم۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وأصح الروايات عن النبي صلى الله عليه وسلم تسليمتان [5]، اور تسلیمۂ واحدہ کی حدیث پر انہوں نے کلام فرمایا ہے، حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے تسلیم کے سلسلہ میں متعدد ابواب قائم فرمائے ہیں، مالکیہ کے رد میں بھی ایک باب منعقد فرمایا ہے، لیکن عدد تسلیم کی کوئی صریح حدیث ذکر نہیں فرمائی نہ تسلیمتین کی اور نہ تسلیمۂ واحدہ کی، البتہ امام مسلم نے دو حدیثیں ابن مسعودؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی تسلیمتین کے سلسلہ میں ذکر فرمائی ہیں، نیز حافظؒ لکھتے ہیں کہ ابن عبد البرؒ نے تسلیمۂ واحدہ کی روایات کو معلل قرار دیا ہے [6]۔

تسلیمۂ واحدہ کی توجیہ: ہمارے حضرت گنگوہیؒ نے اس کی یہ توجیہ فرمائی ہے کہ یہ روایات محمول ہے رفع صوت اور جہر پر، یعنی پہلا سلام آپ ﷺ زیادہ زور سے کہتے تھے بخلاف تسلیمۂ ثانیہ کے [7]، اور اس کی تائید بعض الفاظ روایت سے ہوتی ہے، مثلاً ابو داود کی ایک روایت میں ہے يسلم تسليمة يكاد يوقظ أهله [8] کہ ایک سلام آپ ﷺ اتنے زور سے کہتے تھے کہ

---

[1] سبل السلام الموصلة إلى بلوغ المرام - ج ۲ ص ۳۳۰

[2] تلخيص الحبير - ج ۱ ص ۴۸۵

[3] صحیح مسلم - كتاب المساجد ومواضع الصلاة - باب السلام للتحليل من الصلاة عند فراغها وكيفيته ۵۸۱

[4] یہ خصلت انہوں نے کہاں سے سیکھی ہے؟ بیشک حضور ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے، ۱۲ منہ۔

[5] جامع الترمذي - كتاب الصلاة - باب منه أيضا (ما جاء في التسليم في الصلاة) ۲۹۶

[6] فتح الباري شرح صحيح البخاري ج ۲ ص ۳۲۳

[7] الكوكب الدري على جامع الترمذي - ج ۱ ص ۲۹۰

[8] وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَةً وَاحِدَةً شَدِيدَةً يَكَادُ يُوقِظُ أَهْلَ الْبَيْتِ مِنْ شِدَّةِ تَسْلِيمِهِ (سنن أبي داود - كتاب الصلاة - باب في صلاة الليل ۱۳۴۶)

سونے والے جاگ جائیں، اور بعض مشائخ نے یہ تاویل کی ہے کہ ممکن ہے آپ ﷺ صلاۃ اللیل میں گاہے ایک سلام پر اکتفاء فرماتے ہوں اور تسلیمتین والی احادیث محمول ہیں فرض نماز پر جو آپ ﷺ مسجد میں سب کے ساتھ ادا فرمایا کرتے تھے۔

٩٩٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ، ح وحَدَّثَنَا تَمِيمُ بْنُ الْمُنْتَصِرِ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، وَقَالَ إِسْرَائِيلُ: عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، وَالْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ» . قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ سُفْيَانَ، وَحَدِيثُ إِسْرَائِيلَ لَمْ يُفَسِّرْهُ» ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: «شُعْبَةُ كَانَ يُنْكِرُ هَذَا الْحَدِيثَ - حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ - أَنْ يَكُونَ مَرْفُوعًا».

ترجمة: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں جانب اور اپنے بائیں جانب سلام پھیرتے یہاں تک کہ آپ کے رخسار کی سفیدی نظر آجاتی آپ ﷺ فرماتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا الفاظ سفیان استاد کے ہیں اور اسرائیل کی حدیث کو اسرائیل نے اس وضاحت کے ساتھ نقل نہیں کیا امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ زہیر نے اپنی سند سے اس روایت کو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ کی سند سے نقل کیا ہے نیز علقمہ نے بھی اسود سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے...... امام ابوداؤد فرماتے ہے کہ ابو اسحاق کی حدیث کے مرفوع ہونے کا شعبہ انکار کیا کرتے تھے۔

تخريج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٩٥) سنن أبي داود - الصلاة (٩٩٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩١٤) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٩٠/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٣٩٤/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠٦/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠٨/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٠٩/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤١٤/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤١٨/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٣٨/١) مسند أحمد - مسند المكثرين من الصحابة (٤٤٨/١)

شرح الحديث: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الخ: مصنف نے تسلیمتین کے بارے میں اولاً عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے اور ثانیاً وائل ابن حجرؓ کی، اور ثالثاً جابر بن سمرہؓ کی، ان تینوں روایات سے تسلیمتین کا ثبوت ہو رہا ہے، عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی سند بڑی لمبی ہے اس لئے کہ اس میں پانچ تحویلیں ہیں جن کی تفصیل آگے آئیگی۔

قوله: كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ: اس حدیث کی سند کا مدار ابو اسحاق پر ہے، ابو اسحاق سے روایت کرنے

والے بہت ہیں، کُلُّھُمْ کی ضمیر کا مرجع ہر سند کا آخری راوی ہے، چنانچہ پہلی سند کے آخری راوی سفیان ہیں، اور دوسری کے زائدہ، تیسری کے ابوالاحوص، چوتھی کے عمر بن عبید، پانچویں کے شریک، اور چھٹی کے آخری راوی اسرائیل، یہ سب رواۃ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں ابواسحاق سے، ابواسحاق ملتقی الاسانید ہیں۔

نیز جاننا چاہئے تیسری سند میں جو ابوالاحوص آئے ہیں، وہ اور ہیں اور ان کا نام سلام بن سلیم ہے اور اخیر میں جو ابوالاحوص آئے ہیں وہ عوف بن مالک ہیں۔

قولہ: قَالَ ابو داؤد: «وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ سُفْيَانَ، وَحَدِيثُ إِسْرَائِيلَ لَمْ يُفَسِّرْهُ»: یہاں پر حدیث میں دو جملے ہیں ایک شروع میں کَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ شِمَالِهِ، اور دوسرا آخر میں السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، یہ جملۂ ثانیہ جملۂ اولیٰ ہی کی تفسیر ہے مصنف فرمارہے ہیں کہ اس جملۂ تفسیریہ کو صرف سفیان نے ذکر کیا اسرائیل نے نہیں۔

شرح السند: قولہ: قَالَ ابو داؤد: وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، وَيَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ: پہلی پانچ سندیں اس طرح تھیں کہ ان میں ابواسحاق اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا ابوالاحوص کا، اور چھٹی سند میں جو اسرائیل کی ہے اس میں واسطہ تو ایک ہی ہے لیکن ابوالاحوص کے ساتھ کے ساتھ اسود بھی شامل ہیں، اور وَرَوَاهُ زُهَيْرٌ سے جو سندیں مصنف بیان کر رہے ہیں ان میں ابواسحاق اور عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان دو واسطہ ہیں، عبدالرحمن بن الاسود اور اسود، تو گویا دو فرق ہوئے ایک تو یہ کہ گذشتہ اسانید میں ابواسحاق اور صحابیؓ کے درمیان صرف ایک واسطہ تھا اور زہیر و یحییٰ بن آدم کی روایات میں دو واسطے ہیں، اور دوسرا فرق تعیین واسطہ کا ہے کہ وہاں واسطہ ابوالاحوص کا تھا اور یہاں بجائے اس کے عبدالرحمن ابن الاسود اور اسود کا ہے۔

قولہ: وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ علقمہ کا عطف عبدالرحمن پر ہو، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ابواسحاق روایت کرتے ہیں علقمہ سے اور علقمہ عبداللہ بن مسعودؓ سے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ علقمہ کا عطف ابیہ پر ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ عبدالرحمن جس طرح اپنے باپ اسود سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح علقمہ سے بھی روایت کرتے ہیں اور پھر یہ دونوں اسود و علقمہ عبداللہ بن مسعودؓ سے کرتے ہیں، احتمال اول میں ابواسحاق کی روایت براہ راست علقمہ سے ہوگی اور احتمال ثانی میں ابواسحاق کی روایت اسود و علقمہ دونوں سے بواسطہ عبدالرحمن کے ہوگی اور یہ تمام اسانید اس طرح ہو جائیں گی:

① ابواسحاق عن ابی الاحوص عن ابن مسعود ان دو میں شروع کی چھ سندیں آگئیں۔

② = عن الاسود =

③ = عن عبدالرحمن بن الاسود عن الاسود عن عبداللہ بن مسعود۔

④ = عن علقمة عن ابن مسعود

قولہ: قَالَ ابو داؤد: شُعْبَةُ كَانَ يُنْكِرُ هٰذَا الْحَدِيثَ - حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ -: شعبہ اس حدیث کا انکار بظاہر اسی لئے کرتے ہوں گے کہ اسکی سند میں اختلاف واضطراب ہے، کیونکہ ابو اسحاق اس حدیث کو کبھی ابو الاحوص سے روایت کرتے ہیں اور کبھی عبد الرحمن بن الاسود سے اور کبھی علقمہ سے، اور بظاہر مصنفؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے، ورنہ شعبہ کی رائے (نقل) نہ کرتے، یا نقل کے بعد اس کی تردید کرتے، لیکن امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے حدیث ابن مسعود حدیث حسن صحیح، تو گویا امام ترمذیؒ کو شعبہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ روایات ان سب طرق سے محفوظ اور ثابت ہو، واللہ تعالیٰ أعلم۔

۹۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ قَيْسٍ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِينِهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ» ، وَعَنْ شِمَالِهِ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ».

ترجمہ علقمہ بن وائل اپنے والد وائل بن حجرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں جانب سلام پھیرتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ (بحر الرائق، مغنی وغیرہ میں لفظ وَبَرَكَاتُهُ کی زیادتی پر رد کیا گیا ہے) اور آپ اپنی بائیں جانب سلام پھیرتے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (۹۹۷) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۷/٤) مسند أحمد - أول مسند الكوفيين (۳۱۷/٤) سنن الدارمي - الصلاة (۱۲۵۲)

شرح الحدیث قولہ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ: **نماز کے سلام میں وبرکاتہ کی زیادتی:**

وائل بن حجرؓ کی اس حدیث میں وَبَرَكَاتُهُ کی زیادتی صرف تسلیمۂ اولیٰ میں موجود ہے، حضرت نے بذل المجہود[1] میں اس پر تفصیل سے کلام فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس زیادتی کا امام نوویؒ اور ابن الصلاحؒ محدث نے انکار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ اس کو ثابت مانتے ہیں اسی لئے انہوں نے بلوغ المرام میں تسلیمتین کے سلسلہ میں یہی ایک حدیث وائل بن حجرؓ کی جس میں وَبَرَكَاتُهُ کی زیادتی ہے ذکر کی ہے اور لکھا ہے رواہ ابو داود باسناد صحیح، اور علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ یہ زیادتی صحیح ابن حبان میں ابن مسعودؓ کی حدیث میں بھی مذکور ہے اور ایسی طرح ابن ماجہ میں، لیکن ہمارے حضرت سہارنپوریؒ اس رائے سے متفق نہیں بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی شاذ ہے، اور عبد اللہ بن مسعودؓ کی جتنی بھی روایات اس بارے میں صحاح ستہ اور مسند احمد و بیہقی اور طحاوی وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہیں ان میں یہ زیادتی ہمیں کہیں نہیں ملی، ابن ماجہ کا جو نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں بھی زیادتی نہیں ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

---

[1] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ۳۲۷-۳۲۸

فائدہ: تسلیم کے الفاظ مسنون کیا ہیں اس کی تفصیل صاحب منہل نے لکھی ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ائمہ ثلاث کے نزدیک السلام علیکم ورحمة الله مسنون طریقہ ہے اور مالکیہ کے نزدیک ورحمة الله کی زیادتی مسنون نہیں اور لکھا ہے کہ حنابلہ اور سرخسی من الحنفیہ اور رویانی وامام الحرمین من الشافعیہ کے نزدیک سلام اول میں وبرکاته کی زیادتی بھی مستحب ہے [1]، احقر کہتا ہے کہ یہاں ایک اختلاف اور ہے وہ یہ کہ نسائی شریف کی بعض روایات میں سلام الی الیمین میں السلام علیکم ورحمة الله اور سلام الی الیسار میں صرف السلام علیکم وارد ہے بدون ورحمة الله کے، اور امام نسائی نے بھی الگ الگ دو باب قائم کئے ہیں پس ممکن ہے کہ آپ نے کبھی اس طرح بھی کیا ہو، لیکن چونکہ اکثر روایات میں یہ فرق نہیں ہے اس لئے جمہور نے عدم فرق ہی کو اختیار کیا ہے، منہل میں لکھا ہے حتی یری بیاض خدہ، سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلی کو چاہئے سلام کیوقت التفات یمیناً وشمالاً میں مبالغہ کرے، یہی مذہب ہے ائمہ ثلاث شافعیہ حنفیہ وحنابلہ کا اور مالک فی روایۃ، اور دوسری روایت امام مالک سے یہ ہے کہ سلام کیوقت التفات سامنے کی جانب ہونا چاہئے مائلاً الی الیمین، حاصل یہ کہ ان کے نزدیک التفات یسیر ہے صرف یمین کی جانب۔

۹۹۸ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا، وَوَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ الْقِبْطِيَّةِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ أَحَدُنَا، أَشَارَ بِيَدِهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا صَلَّى، قَالَ: "مَا بَالُ أَحَدِكُمْ يُومِي بِيَدِهِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ - أَوْ أَلَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ - أَنْ يَقُولَ: هَكَذَا" وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ.

ترجمہ جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم میں سے ایک آدمی سلام پھیرتے ہوئے اپنی دائیں جانب اور اپنی بائیں جانب اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا جب رسول اللہ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے تم لوگ اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا کہ وہ ہاتھ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہیں تمہارے لئے یہ کافی ہے کہ اپنی انگلی سے اشارہ کریں اپنے دائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کرے اور اپنے بائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کرے۔

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، عَنْ مِسْعَرٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ قَالَ: «أَمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ، أَوْ أَحَدَهُمْ، أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ، ثُمَّ يُسَلِّمَ عَلَى أَخِيهِ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ، وَمِنْ عَنْ شِمَالِهِ».

ترجمہ مسعر راوی نے گزشتہ حدیث کی سند سے اُسی کے ہم معنی نقل کیا اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھ کر اپنی دائیں جانب اپنے بھائی کو اور اپنی بائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کرے۔

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ١١٣

تخریج صحیح مسلم - الصلاة (٤٣١) سنن النسائي - السهو (١١٨٤) سنن النسائي - السهو (١١٨٥) سنن النسائي - السهو (١٣١٨) سنن النسائي - السهو (١٣٢٦) سنن أبي داود - الصلاة (٩٩٨) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٧/٥)

شرح الاحادیث باب کے شروع میں ہم نے بتایا تھا کہ اس باب میں مصنفؒ نے تین صحابہؓ کی روایات لی ہیں، ابن مسعودؓ، وائل بن حجرؓ، جابر بن سمرہؓ، یہاں سے یہی تیسری حدیث شروع ہو رہی ہے اس کو مصنف نے متعدد طرق سے جن کے سیاق مختلف ہیں ذکر فرمایا ہے، ان میں سے بعض میں رفع یدین عند السلام پایا جا رہا ہے جس پر حضور ﷺ نے نکیر فرمائی، اکثر محدثین تو یہی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ نکیر مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اسی رفع عند السلام پر ہے، اور علماء احناف یہ فرماتے ہیں کہ آپ کی نکیر دونوں پر ہے رفع عند السلام پر بھی اور رفع فی اثناء الصلاۃ عند الرکوع وغیرہ پر بھی، اس کی مزید وضاحت ہمارے یہاں رفع یدین کی بحث میں گزر چکی۔

١٠٠٠ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَمِيمٍ الطَّائِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالنَّاسُ رَافِعُوا أَيْدِيهِمْ - قَالَ زُهَيْرٌ: أُرَاهُ قَالَ - فِي الصَّلَاةِ، فَقَالَ: «مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ».

ترجمہ جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور لوگ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے (نماز پڑھ رہے) تھے زہیر راوی کہتے ہیں میرے خیال میں اعمش نے فی الصلاۃ کا لفظ کہا...... حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے میں تم لوگوں کو اسطرح ہاتھ اٹھائے دیکھ رہا ہوں گویا کہ یہ ہاتھ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہیں...... نماز میں سکون اختیار کرو۔

تخریج صحیح مسلم - الصلاة (٤٣١) سنن النسائي - السهو (١١٨٤) سنن النسائي - السهو (١١٨٥) سنن النسائي - السهو (١٣١٨) سنن النسائي - السهو (١٣٢٦) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٠) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٦/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (٨٨/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠١/٥) مسند أحمد - أول مسند البصريين (١٠٧/٥)

١٩١ - بَابُ الرَّدِّ عَلَى الْإِمَامِ

امام کو سلام کرنے کا بیان

١٠٠١ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ أَبُو الْجُمَاهِرِ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ بَشِيرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: «أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ، وَأَنْ نَتَحَابَّ، وَأَنْ يُسَلِّمَ بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ».

ترجمہ سمرہؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے امام کو سلام کا جواب دیں (یعنی اپنے سلام کرتے وقت امام کو جواب دینے کی نیت کرے) اور ہم باہمی محبت اور مؤدت والے افعال و اعمال کریں اور ہم ایک دوسرے کو

سلام کریں (نماز کے اندر اور نماز سے پہلے اور اس کے بعد)۔

تخریج سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠١) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (٩٢١)

شرح الحدیث عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: أَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَرُدَّ عَلَى الْإِمَامِ الخ: رد علی الامام کا مطلب یہ ہے کہ جب مقتدی نماز میں السلام علیکم کہے تو لفظ کم کے خطاب میں امام کو بھی شامل کرے، اور باقی حدیث کا مطلب ظاہر ہے نمازیوں کو چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور ایک دوسرے کو سلام کریں نماز میں بھی اور خارج نماز بھی، نماز میں سلام کرنیکا مطلب یہ ہے کہ ہر مقتدی جب السلام علیکم کہے تو جس طرح اس میں امام کے سلام کی نیت کرے اسی طرح نماز میں شریک ہونیوالے مقتدیوں کی نیت بھی کرے بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ ملائکہ جو جماعت میں شریک ہوں ان کی بھی نیت کی جائے۔

١٩٢ - بَابُ التَّكْبِيرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

نماز کے بعد تکبیر کہنے کا بیان

١٠٠٢ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كَانَ يُعْلَمُ انْقِضَاءُ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ».

ترجمہ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا اختتام تکبیر کے ذریعے پہچانا جاتا تھا۔

تخریج صحیح البخاري - الأذان (٨٠٥) صحیح البخاري - الأذان (٨٠٦) صحیح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٨٣) سنن النسائي - السهو (١٣٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٢) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٢/١)

شرح الحدیث قوله: قَالَ: كَانَ يُعْلَمُ انْقِضَاءُ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيرِ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حضور ﷺ کی نماز (جو مسجد میں ہوتی تھی) اس کے پورا ہونے کا علم تکبیر کے ذریعہ ہوتا تھا یعنی فرض نماز کے بعد حضور ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ نماز کے سلام کے بعد جہراً اللہ اکبر کہا کرتے تھے جس سے یہ ہم سمجھتے تھے کہ اب مسجد میں نماز ختم ہوئی ہے۔

اس حدیث سے ذکر بالجہر کا استحباب فرض نماز کے بعد ثابت ہوتا ہے، بعض سلف اور ابن حزم ظاہری اسی کے قائل تھے لیکن جمہور اور ائمہ اربعہ اس کے قائل نہیں، وہ اسکی توجیہ یہ کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ دنوں شروع اسلام میں ایسا ہوا ہو تعلیم ذکر کے لئے کیونکہ اس وقت آئے دن لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہتے تھے وہ ان چیزوں سے چونکہ ناواقف ہوتے تھے تو ان نو مسلموں کو سکھانے کے لئے ایسا کیا جاتا ہو گا، اس کا سلسلہ پھر بعد میں قائم نہیں رہا لہذا یہ ایک وقتی حکم تھا جو اسی وقت منسوخ ہو گیا تھا، اور بعض علماء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس حدیث میں تکبیر سے مراد تکبیرات تشریق ہیں جو کہ ایام تشریق میں مشروع

ہیں اور یہ ہر زمانہ کا حکم نہیں ہے، واللہ تعالیٰ أعلم۔

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ نماز میں خود کیوں شریک نہیں ہوتے تھے دور سے بیٹھے کیوں سنتے تھے؟ اس کا جواب امام نوویؒ نے یہ لکھا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کمسن تھے تو یہ واقعہ ان کے بچپن کا ہے، اور ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق سب لوگوں سے نہیں بلکہ ان صبیان اور نساء سے ہے جو گھر میں نماز پڑھتے ہوں ایسے ہی معذورین بھی۔

١٠٠٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ، أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ، مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، أَخْبَرَهُ، «أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ لِلذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ، كَانَ ذَلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»، وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، قَالَ: «كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ وَأَسْمَعُهُ».

ترجمہ: عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ عہد نبوی میں جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے تو با آواز بلند ذکر ہوتا اور جب لوگ نماز سے فارغ ہو جاتے تو میں ذکر کی بلند آواز کو سن کر نماز کے ختم ہونے کو جان لیتا۔

تخریج: صحيح البخاري - الأذان (٨٠٥) صحيح البخاري - الأذان (٨٠٦) صحيح مسلم - المساجد ومواضع الصلاة (٥٨٣) سنن النسائي - السهو (١٣٣٥) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٣) مسند أحمد - من مسند بني هاشم (٢٢٢/١)

١٩٣ - بَابُ حَذْفِ التَّسْلِيمِ

لفظ سلام کو کھینچ کر لمبا نہ کرنا سنت ہے

١٠٠٤ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْفِرْيَابِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ»، قَالَ عِيسَى: «نَهَانِي ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ رَفْعِ هَذَا الْحَدِيثِ»، قَالَ أَبُو دَاوُد: "سَمِعْتُ أَبَا عُمَيْرٍ عِيسَى بْنَ يُونُسَ الْفَاخُورِيَّ الرَّمْلِيَّ، قَالَ: لَمَّا رَجَعَ الْفِرْيَابِيُّ مِنْ مَكَّةَ، تَرَكَ رَفْعَ هَذَا الْحَدِيثِ، وَقَالَ: نَهَاهُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ رَفْعِهِ".

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سنت یہ ہے کہ لفظ سلام کو کھینچ کر لمبا نہ کیا جائے عیسیٰ استاد کہتے ہیں کہ ابن مبارک نے مجھے اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن یونس سے مروی ہے کہ جب فریابی مکہ مکرمہ سے واپس لوٹے تو انہوں نے اس حدیث کو مرفوع نقل کرنا چھوڑ دیا اور کہا امام احمد بن حنبلؒ نے اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے سے منع کیا ہے۔

تخریج: جامع الترمذي - الصلاة (٢٩٧) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٤) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٥٣٢/٢)

شرح الحدیث: قوله: حَذْفُ السَّلَامِ سُنَّةٌ: اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں: ① حذف الحركة عن الفظ الجلالة یعنی سلام کے اخیر میں جو لفظ اللہ ہے ورحمۃ اللہ میں اسکی حرکت کو حذف کر کے ساکن پڑھنا، ② اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے الا

سراع وترك المد والاطالة یعنی نماز کا سلام جلدی سے کہہ کر فارغ ہو جانا زیادہ ٹھہر کر اور تجوید سے نہ پڑھنا، اس میں مصلحت یہ ہے کہ اگر امام صاحب اس لفظ کو خوب تجوید کے ساتھ کھینچ کر کہیں گے تو ممکن ہے کوئی مقتدی امام سے پہلے سلام کہہ کر فارغ ہو جائے تو اس میں تقدم علی الامام فی السلام آئیگا جو جمہور کے نزدیک مفسد صلاۃ ہے اور حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

ہمارے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بھی یہ چاہتے تھے کہ امام کا سلام مختصر ہو اس میں اطالۃ نہ ہونے پائے۔

امام ترمذیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں قال ابن المبارك: يعني: أن لا تمده مدا وروي عن إبراهيم النخعي أنه قال: «التكبير جزم، والسلام جزم»، منہل میں لکھا ہے یہ مسئلہ اجماعی ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور مصلحت اس میں وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی [1]، لیکن صاحب عون المعبود نے اس میں بعض اہل تشیع کا اختلاف نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں اس میں جلدی کرنا مکروہ ہے بلکہ سکون و وقار کے ساتھ ہونا چاہیے، لیکن علامہ شوکانی فرماتے ہیں وهو مردود بهذا الدليل الخاص [2]۔

١٩٤ - بَابٌ إِذَا أَحْدَثَ فِي صَلَاتِهِ يَسْتَقْبِلُ

نماز میں حدیث لاحق ہو جانے کا بیان

اس قسم کا باب کتاب الطہارۃ [3] میں بھی گزر چکا یہ باب یہاں پر مکرر ہے، لہذا اس مسئلہ میں اختلاف و دلائل سب وہیں گزر چکے، نیز اس مسئلہ کی طرف اشارہ باب فرض الوضوء میں لَا يَقْبَلُ اللهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ، حَتَّى يَتَوَضَّأَ [4] کے ذیل میں بھی گزر چکا۔

١٠٠٥ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ عِيسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَّامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْقٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِذَا فَسَا أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْصَرِفْ، فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدْ صَلَاتَهُ».

ترجمہ علی بن طلقؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تم میں سے کسی شخص کی دوران نماز ریح خارج ہو جائے تو یہ شخص نماز سے پھر جائے پھر وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے۔

تخریج جامع الترمذي - الرضاع (١١٦٤) سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٥) سنن الدارمي - الطهارة (١١٤١)

شرح الحدیث نماز میں اگر حدث لاحق ہو جائے تو وضوء کے بعد سابق نماز پر بناء کر سکتے ہیں یا نہیں ائمہ ثلاث کے یہاں

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص ١٢٣

[2] عون المعبود شرح سنن أبي داود ج ٣ ص ٣٠٦

[3] بَابُ مَنْ يُحْدِثُ فِي الصَّلَاةِ

[4] سنن أبي داود - كتاب الطهارة - باب فرض الوضوء ٦٠

جائز نہیں بلکہ نماز کا اعادہ واستیناف واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک بناء جائز ہے البتہ اولیٰ استیناف ہے، ہاں تعمد حدث کی صورت میں بناء حنفیہ کے یہاں بھی جائز نہیں۔

۱۹۵ - بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ الْمَكْتُوبَةَ

جس جگہ آدمی نے فرض نماز ادا کی ہو اسکی جگہ نفل نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

اس سے پہلے ابواب الامامة میں اس سلسلہ کا ایک باب گزر چکا ہے، بَابُ الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ۔

۱۰۰۶ - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، وَعَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ، أَوْ عَنْ يَمِينِهِ، أَوْ عَنْ شِمَالِهِ" - زَادَ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ: «فِي الصَّلَاةِ»، يَعْنِي فِي السُّبْحَةِ.

ترجمة: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کیا تم میں سے کوئی شخص اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ (فرض نماز پڑھنے کے بعد) اپنی نوافل اور سنتیں پڑھنے کیلئے اپنی جگہ سے آگے ہو جائے یا پیچھے ہٹ جائے یا دائیں یا بائیں جانب ہو کر نماز نوافل ادا کرے حماد کی حدیث میں فی الصلاۃ یعنی فِي السُّبْحَةِ کا اضافہ ہے۔

تخریج: سنن أبي داود - الصلاة (١٠٠٦) سنن ابن ماجه - إقامة الصلاة والسنة فيها (١٤٢٧) مسند أحمد - باقي مسند المكثرين (٢/٤٢٥)

شرح الحديث: قوله: أَيَعْجِزُ أَحَدُكُمْ - قَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ - أَنْ يَتَقَدَّمَ، أَوْ يَتَأَخَّرَ: کیا تم سے اتنا نہیں ہوتا کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ کر آگے یا پیچھے یا دائیں بائیں ہٹ کر نفلیں یا سنتیں پڑھا کرو، اس میں ترغیب ہے کہ ایسا کرنا چاہئے، اس میں علماء نے دو فائدے لکھے ہیں: ① ایک ازالہ اشتباہ دوسرے استکثار شہود، کیونکہ اگر فرض نماز کے بعد تمام نمازی اسی طرح اپنی جگہ پر دوبارہ نیت باندھیں گے سنتوں کی، تو مسجد میں بعد میں داخل ہونے والے شخص کو اول وہلہ میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جماعت کھڑی ہے نماز ہو رہی ہے، ② اور دوسری مصلحت جو بیان کی گئی وہ یہ ہے کہ قیامت کے روز زمین کا ہر وہ حصہ جس پر انسان نے عبادت کی ہو گی وہ گواہی دے گا، لہذا اپنے لئے شاہدوں کو بڑھانا چاہئے، وفی المنهل[1] وذلك لتكثير مواضع السجود كما قال البخاري والبغوي لأن مواضع السجود تشهد له يوم القيامة. كما في قوله تعالى يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا[2]۔

۱۰۰۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ شُعْبَةَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ: صَلَّى

---

[1] المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود - ج ٦ ص: ١٢

[2] اس دن کہہ ڈالے گی وہ اپنی باتیں (سورۃ الزلزال ٤)

بِنَا إِمَامٌ لَنَا يُكْنَى أَبَا رِمْثَةَ، فَقَالَ: صَلَّيْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ - أَوْ مِثْلَ هَذِهِ الصَّلَاةِ - مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ يَقُومَانِ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ عَنْ يَمِينِهِ، وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ شَهِدَ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ، فَصَلَّى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِينِهِ، وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى رَأَيْنَا بَيَاضَ خَدَّيْهِ، ثُمَّ انْفَتَلَ كَانْفِتَالِ أَبِي رِمْثَةَ - يَعْنِي - نَفْسَهُ، فَقَامَ الرَّجُلُ الَّذِي أَدْرَكَ مَعَهُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى مِنَ الصَّلَاةِ يَشْفَعُ، فَوَثَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ، فَأَخَذَ بِمَنْكِبِهِ فَهَزَّهُ، ثُمَّ قَالَ: اجْلِسْ فَإِنَّهُ لَمْ يُهْلِكْ أَهْلَ الْكِتَابِ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ صَلَوَاتِهِمْ فَصْلٌ، فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَصَرَهُ، فَقَالَ: «أَصَابَ اللهُ بِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ». قَالَ ابو داؤد: "وَقَدْ قِيلَ: أَبُو أُمَيَّةَ مَكَانَ أَبِي رِمْثَةَ".

ترجمہ ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ ہمارے امام جنکی کنیت ابو رمثہ تھی انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا کہ میں نے یہ نماز...... اس جیسی نماز...... نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھی تھی اور ابو بکر و عمرؓ آپ ﷺ کے دائیں جانب اگلی صف میں تھے ایک شخص نے نماز کی تکبیر اولی سے شرکت کی تھی پس نبی اکرم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنے دائیں جانب اور اپنے بائیں جانب سلام پھیرا یہاں تک کہ ہم نے آپ کے دونوں رخساروں کی سفیدی دیکھ لی پھر آپ ﷺ قبلے سے ہماری طرف مڑے جیسا کہ ابو رمثہ (مراد خود ہیں) تمہارے سامنے مڑا ہے تو جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تکبیر اولی سے شرکت کی تھی اس نے نماز سے فارغ ہوتے ہی نفل دو رکعت پڑھنی شروع کر دی تو حضرت عمرؓ تیزی سے اس کے پاس پہنچے اور اس کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر جھٹکا اور فرمایا اسی جگہ نوافل (سنتیں) مت پڑھو چونکہ اہل کتاب اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ انکی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوا کرتا تھا نبی اکرم ﷺ نے اپنی نگاہ مبارک بلند فرمائی اور ارشاد فرمایا اے ابن خطاب اللہ تمہیں خیر اور بھلائیوں سے مالا مال کرے۔

شرح الحديث قوله: صَلَّى بِنَا إِمَامٌ لَنَا يُكْنَى أَبَا رِمْثَةَ: ابو رمثہ کے نام میں اختلاف ہے تقریب التہذیب میں لکھا ہے قيل اسمه رفاعة بن يثربي ويقال عكسه ويقال عمارة بن يثربي ويقال حيان بن وهب وقيل جندب وقيل خشخاش، اور بعض کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ ابو ریمہ ہے، حافظ فرماتے ہیں تقریب میں کہ اس کو ابن مندہ نے اسی طرح ضبط کیا ہے [1]، لیکن ابو داؤد کے نسخوں میں ابو رمثہ ہے، حضرتؒ نے بذل [2] میں اس راوی کی تحقیق میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے ہم نے تو یہاں حافظ نے جو کچھ تقریب میں لکھا ہے اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

یہ کافی طویل حدیث ہے اس کا مضمون یہ ہے۔

ازرق بن قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمیں ایک امام نے نماز پڑھائی جس کی کنیت ابو رمثہ تھی، انہوں نے نماز پڑھانے کے بعد

---

[1] تقريب التهذيب ص ١١٤٦.

[2] بذل المجهود في حل أبي داود - ج ٥ ص ٣٥٠ - ٣٥١

ایک واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی اور حضرات شیخین ابو بکرؓ و عمرؓ کا معمول نماز میں اگلی صف میں دائیں جانب کھڑے ہونے کا تھا، تو ہوا یہ کہ ایک شخص جو نماز میں شروع سے شریک تھے حضور ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد اور حضور ﷺ کے قبلہ سے رخ پھیر کر بیٹھنے کے بعد کانفِتَالِ أَبِي رِمْثَةَ، اسکا مطلب یہ ہے کہ ابورمثہ کہہ رہے ہیں کہ جس طرح میں اس وقت تمہارے سامنے سلام پھیر کر رخ بدل کا بیٹھا ہوں اسی طرح حضور ﷺ بھی بیٹھے تھے، غرضیکہ وہ شخص جو نماز میں شروع سے شریک تھا کھڑا ہوا اور جس جگہ فرض نماز پڑھی تھی وہیں نفل نماز پڑھنے لگا تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اس شخص کے دونوں مونڈھے پکڑ کر زور سے ہلائے اور فرمایا کہ اہل کتاب کی ہلاکت وبربادی اسی وجہ سے ہوئی ہے کہ انکی نمازوں میں فصل نہیں ہوتا تھا فرض کو نفل کے ساتھ خلط کر دیتے تھے، اہل کتاب کا آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا اور احکام میں اپنی طرف تغییر اور کمی وزیادتی کرنا تو مشہور ہے، غالبا حضرت عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ جس جگہ فرض نماز پڑھی ہے فوراً اسی جگہ کھڑے ہو کر نفلیں پڑھنا یہ بھی ایک قسم کا خلط اور تغییر ہے، پھر حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کی تصویب اور تحسین فرمائی۔

اسٹاکسٹ

مکتبہ خلیلیہ

دکان نمبر 19، سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

موبائل: 0312-5740900, 0321-2098691

مکتبہ زکریا

دکان نمبر 2، قاسم سینٹر، نزد سوبراج ہسپتال، اُردو بازار، کراچی

موبائل: 021-32621095, 0312-2438530